

وَأَنْ تَعْلَمَ أَنَّ النِّعَمَ مِنَ اللَّهِ لَا تَحْصُوها  
اور اگر تم اندک نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم ۱۲۴)

# نعمۃ الباری

## شرح صحیح البخاری

کتاب بذوالحی کتاب الایمان کتاب العلم کتاب الوضوء کتاب الغسل کتاب الخوض کتاب التیمم  
تصنیف  
علامہ غلام رسول سعیدی

### ارشاد برادر س

۱۵۱۱- کوئٹہ اسٹریٹ سورہوالان نئی دہلی



وَالْغَنَمُ مِمَّا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الذِّكْرُ حَقُّهَا  
اور اگر تم انہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

# نعمۃ الہیاری

فی

## شرح صحیح البخاری

جلد سوم

الاحادیث: ۱۶۰۶ — ۹۳۲

کتاب الخوف، کتاب العیدین، کتاب الوتر، کتاب الاستقاء، کتاب الکسوف، کتاب سجود القرآن،  
کتاب تقصیر الصلوة، کتاب التہجد، کتاب فضل الصلوة فی مسجد مکہ والمدینہ، کتاب العمل فی الصلوة، کتاب السہو،  
کتاب الجنت از، کتاب الزکوۃ، کتاب الحج  
تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی  
شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ارشاد برادر



۱۵۶۱- گلی کوتانا- سویوالان- نئی دہلی ۲



© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : **لعمۃ الساری فی شرح صحیح البخاری**

تصنیف : **مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی**

تصحیح : **حافظ محمد اکرم ساجد سید عمیر الحسن برنی**

جلد : **سوم**

الطبع الاول : **جنوری 2010ء بمطابق محرم الحرام 1431ھ**

طبع : **گلشن پرنٹرس، دہلی**

ناشر : **ارشاد برادرز، نئی دہلی-2**



**ARSHAD BROTHERS**

PUBLISHER, BOOK SELLERS & JOB WORKS ETC.

1561, Gali Kotana, Suiwalan, New Delhi-2

Phone: 23276879, 42797862

23266879, 42797863



# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فہرست مضامین

### نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد سوئم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	خطبة الكتاب	49	13	حدیث مذکور کے رجال	58
	۱۲ - کتاب الخوف	51	14	فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنفیہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مذکور پر عمل نہ کرنا	58
1	نماز خوف کے ابواب	51	15	حضرت ابن عباس کی اس حدیث مذکور کی تحقیق	59
2	نماز خوف کا طریقہ اس کی رکعت کی تعداد اور اس کا حکم	51	16	فقہاء حنبلیہ کا حضرت ابن عباس کی حدیث مذکور پر عمل کرنا	60
3	حدیث مذکور کے رجال	53			
4	نجد کا محل وقوع اور اس کا حدود و اربعہ	53	17	حافظ ابن حجر کا اس حدیث کی تحقیق سے گریز	60
5	نماز خوف کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث	54			
6	نماز خوف پڑھنے والی دو جماعتوں کی تعداد اور ان کا مسافر یا مقیم ہونا	54	18	قلعوں پر چڑھائی اور دشمن کے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا	61
	باب: ۲		19	جنگ خندق کے دن نماز قضاء ہونے کا سبب	62
7	نماز خوف کو پیدل یا سواری پر پڑھنا، کھڑے ہوئے، چلتے ہوئے	55	20	حافظ یحییٰ اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور حالت نماز میں قتال کے متعلق مذاہب ائمہ	63
8	شدت خوف میں پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	55	21	مسلمان دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں یا دشمن مسلمانوں کا تعاقب کر رہا ہو تو نماز خوف سواری پر اور پیادہ پڑھی جائے	63
9	حدیث مذکور کے رجال	56	22	حدیث مذکور کے رجال	64
10	شدت قتال میں پیدل اور سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء اہل بیت اور ائمہ کے مذاہب	56	23	بنو قریظہ کی طرف روانگی کا پس منظر اور پیش منظر	64
11	لڑائی کے دوران نماز کا وقت آ جائے تو آیا مجاہد سواری پر نماز پڑھے یا نہیں؟	57	24	فقہاء کا اس میں اختلاف کہ آیا تعاقب کرنے والے کا سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	65
	باب: ۳				
12	نماز خوف میں مسلمان ایک دوسرے کی حفاظت کریں	58			



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
25	نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت نکل جائے یہ کفر نہیں	65	11	باب: ۴ عید الفطر کے دن (نماز کے لیے) نکلنے سے پہلے کچھ کھانا	76
26	حدیث کے ظاہر الفاظ اور اس کے مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا ہر دو طریقے صحیح ہیں	65	12	حدیث مذکور کے رجال	77
27	صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں میں تطبیق	66	13	عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانے کے متعلق صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات	77
28	باب: ۶ حملہ کے وقت اور جنگ میں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگانا	66	14	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	78
۱۳ - کتاب العیدین		68	15	باب: ۵ قربانی کے دن کھانا	78
باب: ۱			16	بعض الفاظ کے معانی	79
1	عیدین اور ان دنوں میں زینت کو اختیار کرنا	68	17	شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنے کا عدم جواز قربانی کے جواز کی شرط میں مذاہب ائمہ اور قربانی کے وجوب پر دلیل	79
2	باب: ۲ عید کے دن برچیوں اور ڈھالوں سے جنگی مشق کرنا	69	18	باب: ۶ بغیر منبر کے عید گاہ کی طرف نکلنا	80
3	حدیث مذکور کے رجال	69	19	عید گاہ میں منبر لے جانا اور نہ لے جانا ہر دو صورتیں جائز ہیں	81
4	جنگ بعاث "مزمار غناء" کا سنی اور عید کے دن "غناء" کا دف کے ساتھ مباح ہونا	69	20	سب سے پہلے عید کی نماز پر خطبہ کو کس نے مقدم کیا	82
5	عید کے دن دف کے ساتھ غناء کے مباح ہونے پر فقہاء مالکیہ کی تصریح	70	21	عیدین کی نماز پر خطبہ کو مقدم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار	83
6	باب: ۳ اہل اسلام کے لیے عیدین کی سنت	71	22	باب: ۷ عید کی نماز کے لیے پیدل اور سواری پر جانا اور اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز کو خطبہ سے پہلے پڑھنا	83
7	حدیث مذکور کے رجال	71	23	حدیث مذکور کے رجال	84
8	عیدین کی نماز کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء	71	24	حدیث مذکور کے رجال	85
9	آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق ائمہ مذاہب اور فقہاء اسلام کی آراء	73	25	عید کی نماز پڑھنے کے لیے پیدل یا سوار ہو کر جانے میں مذاہب فقہاء	85
10	آلات موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق علماء غیر مقلدین کی آراء	76			



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	<b>باب: ۸</b>				
26	نماز عید کے بعد خطبہ دینا	86	41	ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق پڑھنے کا حکم	95
27	عید کی نماز دو رکعت ہے	86	42	ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق کی ابتداء اور انتہاء کا وقت	95
28	نماز عید سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے کے متعلق اختلاف فقہاء	87	43	تلبیہ میں تکبیر کو داخل کر دینا	96
29	نماز عید پڑھنے کے لیے عورتوں کے عید گاہ میں جانے کے متعلق اختلاف فقہاء اور صدقہ کے مسائل	87	44	عیدین میں تکبیرات پڑھنے کی تفصیل اور مذاہب ائمہ	97
	<b>باب: ۹</b>			<b>باب: ۱۳</b>	
30	عید کے دن اور حرم میں ہتھیار اٹھانا مکروہ ہے	88	45	عید کے دن نیزے کی طرف نماز پڑھنا	97
31	حدیث مذکور کے رجال	89	46	نمازی کے سامنے سترہ قائم کرنا سنت ہے فرض یا واجب نہیں	98
32	حضرت ابن عمر کے تلوے میں نیزہ کی نوک چھونے میں حجاج بن یوسف کا کردار	89		<b>باب: ۱۴</b>	
33	ہتھیار لے کر چلنے کی ممانعت کے باوجود مسلمانوں کی موجودہ روش	90	47	عید کے دن نیزہ یا برتھی کو امام کے سامنے گاڑنا	98
	<b>باب: ۱۰</b>			<b>باب: ۱۵</b>	
34	عید کی نماز کے لیے جلدی روانہ ہونا	90	48	خواتین اور حیض والی عورتوں کا عید گاہ کی طرف جانا	98
35	”الجدع“ کے فقہی معانی	91	49	بچوں کا عید گاہ کی طرف جانا	98
	<b>باب: ۱۱</b>			<b>باب: ۱۶</b>	
36	ایام تشریق میں عمل کی فضیلت	92	50	عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا	99
37	حدیث مذکور کے رجال	94		<b>باب: ۱۷</b>	
38	ایام تشریق میں تکبیرات پڑھنا نفل عبادات سے افضل ہے نہ کہ فرائض سے اور جان اور مال کو خطرہ میں ڈالنے کا معنی		51	عید گاہ میں جھنڈا لگانا	100
39	جہاد کا افضل اعمال ہونا اور بعض ایام کی بعض دوسرے ایام پر فضیلت		52	<b>باب: ۱۸</b>	
	<b>باب: ۱۲</b>			<b>باب: ۱۹</b>	
40	ایام مٹی میں جب صبح کو عرفہ کی طرف جانا ہو تو تکبیر پڑھنا	95	53	عید کے دن امام کا خواتین کو نصیحت کرنا	100
				<b>باب: ۲۰</b>	
			54	جب عید کے دن کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو	101
				<b>باب: ۲۱</b>	
				حیض والی عورتوں کا نماز کی جگہوں سے الگ رہنا	102



صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
115	حدیث مذکور کے رجال	8	باب: ۲۲		
115	رات کے مختلف اوقات میں وتر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	9	55	قربانی کے دن عید گاہ میں نحر اور ذبح کرنا	103
115	باب: ۳		باب: ۲۳		
116	نبی ﷺ کا اپنے گھر والوں کو وتر کے لیے بیدار کرنا	10	56	عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں سے کلام کرنا اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ اس وقت خطبہ دے رہا ہو	103
116	باب: ۴		57	حدیث مذکور کے رجال	105
116	(رات کو) اپنی آخری نماز وتر کو بنانا چاہیے	11	58	قربانی کے وجوب کے متعلق دیگر احادیث	105
116	وتر کے واجب یا سنت ہونے میں ائمہ مذاہب کا اختلاف اور علامہ ابن بطال کے وجوب کے خلاف دلائل	12	باب: ۲۴		
116	علامہ ابن بطال کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات	13	59	جس نے نماز عید کے بعد راستہ تبدیل کیا	105
117	باب: ۵		باب: ۲۵		
117	سوار پر وتر پڑھنا	14	60	جب کسی شخص کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے	106
117	باب: ۵		61	عید کی نماز قضاء پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف	106
119	حدیث مذکور کے رجال	15	باب: ۲۶		
119	سوار پر وتر پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کے دلائل	16	62	نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد نماز پڑھنا	107
119	سوار پر وتر پڑھنے کے منسوخ ہونے کا بیان	17	۱۴ - کتاب الوتر		109
120	سوار پر وتر پڑھنے کے منسوخ ہونے کا بیان	18	باب: ۱		
121	سوار پر وتر پڑھنے کے عدم جواز کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	19	1	وتر کا بیان	109
121	باب: ۶		2	ایک رکعت نماز وتر کے رد میں احادیث	109
122	سفر میں وتر پڑھنا	20	3	تین رکعت نماز وتر کے ثبوت میں احادیث	110
122	باب: ۷		4	ایک رکعت وتر پڑھنے کی حدیث کا جواب	111
122	رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا	21	5	ایک رکعت وتر کے رد میں مزید احادیث اور صحابہ اور فقہاء تابعین کے آثار	111
123	حدیث مذکور کے رجال	22	6	تین رکعت وتر کے ثبوت میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	112
123	حدیث مذکور کی تفصیل	23	باب: ۲		
123	رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنے میں مذاہب فقہاء	24	7	وتر پڑھنے کے اوقات	114

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
25	رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	125	11	باب: ۳	
26	دعاء قنوت کے متعلق احادیث	126		جب قحط پڑ جائے تو لوگوں کا امام سے بارش طلب کرنے کا سوال کرنا	136
27	صبح کی نماز میں دعائے قنوت نہ پڑھنے کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	127	12	اس اعتراض کا جواب کہ ابو طالب کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے؟	136
28	فجر اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ	128	13	رسول اللہ ﷺ اور دیگر ذوات قدسیہ کے وسیلہ کا جواز	137
29	”کتاب الوتر“ کا اختتام	128	14	رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے استمداد کا ثبوت	138
	۱۵ - کتاب الاستسقاء	130		باب: ۴	
1	بارش کو طلب کرنا اور نبی ﷺ کا بارش طلب کرنے کے لیے نکلنا	130	15	استسقاء میں چادر کو پلٹنا	139
2	حدیث مذکور کے رجال	130	16	نماز استسقاء کے طریقہ کے متعلق احادیث اور دیگر مسائل	139
3	نماز استسقاء پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	131		باب: ۵	
4	بارش کی دعا کے وقت چادر پلٹنے کا طریقہ اور اس کی حکمت	131	17	جب اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو رب عزوجل کا قحط جاری کر کے اپنی مخلوق سے انتقام لینا	140
5	استسقاء میں باجماعت نماز کے متعلق مذاہب فقہاء	131		باب: ۶	
6	استسقاء میں نماز نہ پڑھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار	132	18	جامع مسجد میں بارش طلب کرنا	140
7	نماز استسقاء کے متعلق امام ابو حنیفہ کے موقف کی وضاحت	132	19	راستے منقطع ہونے کی توجیہ اور دیگر مسائل	142
8	باب: ۲		20	جمعہ کے خطبہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا جب کہ خطیب کا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو	142
9	نبی ﷺ کی کفار کے متعلق یہ دعا: اے اللہ! ان پر ایسے سال ڈال دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر ڈالے تھے	133	21	منبر پر بارش کی طلب کی دعا کرنا	143
10	اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا تو آپ کی رحمت کے خلاف ہے	133	22	باب: ۹	
	مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کا خلاصہ	135		جس نے نماز استسقاء کے لیے نماز جمعہ پر اکتفاء کی	144



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
23	باب: ۱۰ جب بارش کی کثرت سے راستے منقطع ہو جائیں اس وقت دعا کرنا	144	149	کرے اور خطبہ کے وقت لوگوں کی طرف اور نماز استسقاء کی تکبیرات میں اختلاف ائمہ	149
24	باب: ۱۱ وہ جو کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے دن بارش کی طلب میں چادر کو نہیں پلٹا	145	150	باب: ۱۹ عید گاہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا	150
25	باب: ۱۲ جب لوگ امام سے یہ سفارش کریں کہ وہ ان کے لیے بارش کے نزول کی دعا کرے اور وہ ان کی سفارش رد نہ کرے	145	150	باب: ۲۰ نماز استسقاء میں لوگوں کا امام کے ساتھ ہاتھ بلند کرنا قحط اور دیگر مبصائب میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ	150
26	باب: ۱۳ جب قحط کے وقت مشرکین، مسلمانوں سے دعا کی درخواست کریں	146	151	باب: ۲۱ نماز استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا	151
27	باب: ۱۴ جب زیادہ بارش ہو تو یہ دعا کرنا: ہمارے ارد گرد برسا! ہم پر نہ برسا!	146	151	باب: ۲۲ نماز استسقاء میں امام کا اپنا ہاتھ بلند کرنا اس اشکال کا جواب کہ حضرت انس نے استسقاء کے علاوہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کی نفی کی ہے حالانکہ دیگر دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھانا ثابت ہے	151
28	باب: ۱۵ بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہو کر دعا کرنا	147	152	باب: ۲۳ جب بارش ہو تو کیا کہا جائے؟	152
29	باب: ۱۶ نماز استسقاء میں بلند آواز سے قراوت کرنا	147	152	باب: ۲۴ جو شخص بارش میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کی ڈاڑھی سے پانی ٹپکنے لگا	152
30	نماز استسقاء میں خطبہ نماز کے بعد پڑھنا چاہیے یا پہلے؟	148	153	باب: ۲۵ جب آندھی چلے تو کیا کیا جائے؟	153
31	باب: ۱۷ نبی ﷺ لوگوں کی طرف پشت کس طرح پھیرتے تھے	148	154		154
32	باب: ۱۸ نماز استسقاء دو رکعت ہے	149	154		154
33	نماز استسقاء میں دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ	149	155		155

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
47	آندھی کو دیکھ کر نبی ﷺ کے خوف زدہ ہونے کا سبب	155	68	باب: ۲۸ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (قرآن میں) تم اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ تم اس کو جھٹلاتے ہو (الواقہ: ۸۲)	169
48	آندھی اور بارش کے متعلق دیگر احادیث	156		باب: ۲۹	
49	نبی ﷺ کا ارشاد کہ صبا سے میری مدد کی گئی ہے	157	69	اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی	170
50	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل	158	70	کاہنوں اور نجومیوں کی خبروں کا جھوٹا ہونا	171
51	باد صبا سے رسول اللہ ﷺ کی مدد فرمانا اور بادِ دیور سے قوم عاد کو ہلاک فرمانا	158	71	علوم خمسہ اور علم غیب کی تحقیق	171
	باب: ۲۶		72	”کتاب الاستسقاء“ کا اختتام	173
52	زلزلوں اور علاماتِ قیامت کے متعلق جو کہا گیا ہے	159		۱۶ - کتاب الکسوف	174
53	حدیث مذکور کے رجال	159	1	باب: ۱	
54	صحیح بخاری کے اس نسخہ میں نبی ﷺ کا ذکر نہیں ہے	160	2	سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان	174
55	نجد کے لیے دعائے کرنے کا سبب	160	3	حدیث مذکور کے رجال	175
56	شیخ حسین احمد مدنی کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات	160	4	سورج گرہن کی نماز میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کی دلیل	175
57	علامہ سلیمان بن عبد الوہاب کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات	164	5	حدیث مذکور کے رجال	176
58	علامہ سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ	164	6	حدیث مذکور کے رجال	177
59	توحید و رسالت کی گواہی سے مسلمانوں کی تکفیر پر رد	164	7	حدیث مذکور کے رجال	178
60	سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا رد	164	8	حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ	178
61	تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث	164	9	باب: ۲	
62	تکفیر مسلمین کے رد پر دوسری حدیث	165	10	سورج گہن کے دن صدقہ کرنا	178
63	تکفیر مسلمین کے رد پر تیسری حدیث	165	11	نماز کسوف میں قراءت کی مقدار	179
64	تکفیر مسلمین کے رد پر چوتھی حدیث	167	12	نماز کسوف کی ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کرنے کی احادیث	179
65	تکفیر مسلمین کے رد پر پانچویں حدیث	168		ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق احادیث	179
66	تکفیر مسلمین کے رد پر چھٹی حدیث	168		زنا سے ڈرانا صدقہ کرنے سے عذاب کا دور ہونا	180
67	علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ	169	13	اور کھیل کود کی مذمت	180
				باب: ۳	
				سورج گہن کے دن یہ نداء کرنا کہ جماعت تیار ہے	180



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
14	حدیث مذکور کے رجال	181	28	عورتوں کے مردوں کے ساتھ نماز کسوف پڑھنے میں مذاہب فقہاء	191
	باب: ۴				
15	سورج گہن کی نماز میں امام کا خطبہ	181		باب: ۱۱	
	باب: ۵		29	جو شخص سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کو پسند کرتا ہے	193
16	سورج گہن کے لیے ”کسفت الشمس“ کہا جائے یا ”خسفت الشمس“ کہا جائے	183		باب: ۱۲	
	باب: ۶		30	سورج گہن کی نماز مسجد میں پڑھنا	193
17	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ اللہ اپنے بندوں کو ”کسوف“ (گہن) سے ڈراتا ہے	184	31	کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے سورج کو گہن نہیں لگتا	194
	باب: ۷			باب: ۱۴	
18	سورج گہن میں عذاب قبر سے پناہ مانگنا	184		باب: ۱۵	
19	عذاب قبر کا برحق اور سنگین ہونا	185	32	سورج گہن میں دعا کرنا	195
	باب: ۸		33	حدیث مذکور کے باب	195
20	نماز کسوف میں طویل سجدہ کرنا	185	34	اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ اس طرح خوف زدہ ہوئے جیسے قیامت آگئی ہو حالانکہ ابھی قیامت کی علامات نہیں آئیں	196
	باب: ۹			باب: ۱۵	
21	سورج گرہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا	186		باب: ۱۶	
22	ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق مزید احادیث	186	35	سورج گہن کی نماز میں دعا کرنا	197
23	حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث منقول ہیں ان کے جوابات	187		باب: ۱۷	
24	نبی ﷺ نے نماز کسوف میں سزا قراءت کی یا جہراً	189	37	چاند گہن کی نماز پڑھنا	197
25	اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے نماز کسوف میں عین جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال اور تصویر کو؟	189	38	اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے	198
26	جنت کو دیکھنے کی توجیہ اور جنت کا طعام نہ لانے کی وجہ	190		باب: ۱۸	
	باب: ۱۰		39	جب نماز کسوف میں پہلی رکعت لمبی پڑھی جائے	198
27	سورج گہن کی نماز کو عورتوں کا مردوں کے ساتھ پڑھنا	191	40	چاند گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	199
				باب: ۱۹	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
41	حدیث مذکور کے رجال	199	15	سورہ ص کے سجدہ کے ثبوت میں احادیث آثار اور	
42	”کتاب الکسوف“ کا اختتام	200	208	فقہاء تابعین کے اقوال	
	۱۷ - کتاب سجود القرآن	201		باب: ۴	
	باب: ۱		209	سورۃ النجم کا سجدہ	
1	سجود القرآن یعنی سجدہ تلاوت کی احادیث کے ابواب	201		باب: ۵	
2	حدیث مذکور کے رجال	201	209	مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ سجدہ کرنا اور مشرک	
3	سورۃ النجم اور المنفصل (النجم الانشقاق اور العلق)		210	نجس ہے اس کا وضوء نہیں ہوتا	
	کے سجدات میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے		210	بے وضوء سجدہ تلاوت کرنے کی تحقیق	
	مذہب کی احادیث سے تقویت اور تائید	201	212	امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ ابن بطال کا تبصرہ	
4	المنفصل کی تین آیات میں سجدہ تلاوت کا نبی			امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ عینی کا تبصرہ	
	ﷺ سے ثبوت	203	212	باب: ۶	
5	دس آیات سجدہ متفق علیہا ہیں	203	213	جس نے آیت سجدہ کو پڑھا اور سجدہ نہیں کیا	
6	سورہ ص کے سجدے میں مذاہب فقہاء	204		حدیث مذکور کے رجال	
7	سورۃ الحج کے آخری سجدہ میں مذاہب فقہاء	204	213	علامہ ابن بطال کا حدیث مذکور سے سجدہ تلاوت	
8	سجدات تلاوت کے متعلق ائمہ کے مذاہب کا خلاصہ	205		کے عدم وجوب پر استدلال اور مصنف کے جوابات	
9	سجدہ تلاوت کا شرعی حکم	205	213	باب: ۷	
10	سجدہ تلاوت کے وجوب کے ثبوت میں قرآن مجید			سورۃ ”اذا السماء انشقت“ کا سجدہ	
	کی آیات	205	213	باب: ۸	
11	سجدہ تلاوت کے ثبوت میں آثار صحابہ اور فقہاء			جس نے آیت سجدہ پڑھنے والے کی وجہ سے سجدہ	
	تابعین کے اقوال	206	214	کیا	
	باب: ۲		214	سجدہ تلاوت کرنے کے وجوب پر مزید دلائل	
12	سورۃ تنزیل السجدہ میں سجدہ تلاوت	206		باب: ۹	
	باب: ۳		215	جب امام آیت سجدہ کو پڑھے تو لوگوں کا رش	
13	سورہ ص کا سجدہ	207		باب: ۱۰	
14	سورہ ص کے سجدہ میں صحابہ تابعین اور ائمہ کا		215	جس کا یہ نظریہ تھا کہ اللہ عزوجل نے سجدہ تلاوت کو	
	اختلاف نیز مؤکد سجدات کی تعداد میں صحابہ اور			واجب نہیں کیا	
	ائمہ کا اختلاف	207	217	حدیث مذکور میں وجوب کے خلاف الفاظ کے	
				جوابات	



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
30	سجدہ تلاوت کے وجوب کے خلاف حافظ ابن حجر کی تاویلات اور مصنف کے جوابات	217	باب: ۲	باب: ۲	227
31	جس نے نماز میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی پس اس پر سجدہ کیا	218	باب: ۱۱	منیٰ میں نماز کا بیان	227
32	جس نے رش کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہیں پائی	219	باب: ۱۲	اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	227
33	”ابواب سجود القرآن“ کی تکمیل	219	باب: ۱۳	قصر کرنے کے لیے مسافت کی مقدار	228
۱۸ - کتاب تقصیر الصلوٰۃ		220	باب: ۱۴	حضرت عثمان نے منیٰ میں جو چار رکعت نماز پڑھی اس کی توجیہات اور بحث و نظر	229
باب: ۱		220	باب: ۱۵	حدیث مذکور کے رجال	231
1	نمازوں کو قصر کرنا اور نمازوں کو قصر کرنے کے لیے مسافر کتنے دن ٹھہرے	220	باب: ۱۶	حدیث مذکور کے رجال	231
2	حدیث مذکور کے رجال	220	باب: ۱۷	قصر کے واجب یا سنت ہونے میں فقہاء کا اختلاف	231
3	سفر میں مدت اقامت کے متعلق مختلف احادیث	220	باب: ۱۸	قصر کے واجب ہونے کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	232
4	مدت قصر کی احادیث میں علامہ بخاری حنفی کے بیان کردہ محال	221	باب: ۱۹	باب: ۱۹	234
5	مدت قصر کی احادیث میں علامہ ابن بطال مالکی کے بیان کردہ محال	221	باب: ۲۰	نبی ﷺ نے اپنے حج میں کتنے دن قیام کیا	234
6	مدت قصر میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب	223	باب: ۲۱	حدیث مذکور کے رجال	234
7	مدت قصر میں امام بخاری کے مذاہب کی تصریح	223	باب: ۲۲	نبی ﷺ کے یکہ میں دس دن قیام اور ارکان حج کی ادائیگی کی تفصیل	234
8	مدت قصر میں امام ابو حنیفہ کی تائید میں آثار اور اقوال تابعین	224	باب: ۲۳	حج کے احرام کو منسوخ کر کے عمرہ قرار دینے میں اختلاف فقہاء	235
9	نماز قصر کی مشروعیت کی ابتداء	224	باب: ۲۴	باب: ۲۴	235
10	حدیث مذکور کے رجال	225	باب: ۲۵	نماز کو قصر کرنے کی کم سے کم مدت	235
11	حدیث میں مذکور مکہ میں دس دن قیام کا محمل	225	باب: ۲۶	حدیث مذکور کے رجال	236
12	ائمہ ثلاثہ کی چار دن اقامت کی دلیل کا رد اور اقامت کی شرائط	226	باب: ۲۷	بغیر محرم کے عورت کے سفر حج میں مذاہب فقہاء	236
			باب: ۲۸	بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں علامہ ابن بطال کی تطبیق	238
			باب: ۲۹	بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں مصنف کی تطبیق	238
			باب: ۳۰	متعدد خواتین کے ساتھ عورت کے سفر حج پر علامہ	238

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
238	ابن بطلال کا استدلال اور مصنف کا جواب	238	46	حدیث مذکور کے رجال	247
31	باب: ۵ جب کوئی شخص اپنی جگہ (حد و شہر) سے نکلے تو قصر کرے	239	47	سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول اور فعل کے تعارض کا جواب	247
32	حدیث مذکور کے رجال	240	48	سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	247
33	باب: ۶ شہر کی حدود اور مضامات سے نکلنے کے بعد نماز کو قصر کیا جائے گا	240	49	باب: ۱۲ جس نے فرض سے پہلے اور بعد کے علاوہ سفر میں نفل پڑھے	248
34	باب: ۷ سفر میں مغرب کی تین رکعت پڑھی جائیں گی	241	50	سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد سنتیں پڑھنے کے ثبوت میں احادیث	249
35	حدیث مذکور کے رجال	241	51	باب: ۱۳ سفر میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنا	250
36	سفر میں نمازوں کو صورتہ جمع کرنے کے متعلق احادیث	241	52	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی طرف سے حافظ ابن حجر کے دلائل	251
37	سواری پر نفل نماز پڑھنا خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو	243	53	حافظ ابن حجر کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات	252
38	حدیث مذکور کے رجال	243	54	باب: ۱۴ جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے تو پہلے اذان دے یا اقامت کہے؟	253
39	سفر اور حضر میں سواری پر نفل پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	243	55	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے پر فقہاء کا استدلال اور اس کا جواب	254
40	باب: ۸ سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا	244	56	باب: ۱۵ جب زوال سے پہلے سفر کرے تو نماز ظہر کو نماز عصر تک مؤخر کرے	255
41	باب: ۹ فرض پڑھنے کے لیے سواری سے اترنا	244	57	حدیث مذکور کے رجال	256
42	باب: ۱۰ نفل نماز دراز گوش پر پڑھنا	245	58	دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے والوں کے نزدیک اس کی تفصیل	256
43	حدیث مذکور کے رجال	246			
44	گدھے پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اجماع	246			
45	باب: ۱۱ جو سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد کی سنتیں نہ پڑھے	246			



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
59	باب: ۱۶ جب مسافر زوال آفتاب کے بعد روانہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھے پھر سوار ہو	256	1	۱۹ - کتاب التہجد باب: ۱ رات کو تہجد پڑھنا	264
60	ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی روایت پر بحث و نظر	257	2	تہجد کی فضیلت میں احادیث	264
61	بیٹھ کر نماز پڑھنا	257	3	حدیث مذکور کے رجال	266
62	جس بیماری کی وجہ سے نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس بیماری کا سبب اور اس کی کیفیت	257	4	نبی ﷺ کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی	266
63	حدیث مذکور کے رجال	259	5	باب: ۲ رات کے قیام کی فضیلت	267
64	”بواسیر“ کا معنی	259	6	صالحین کے سامنے خواب بیان کرنا مسجد میں سونے کی تحقیق فرشتوں کو خواب میں دیکھنا رات کو زیادہ سونے کی کراہت اور دیگر مسائل	268
65	بیٹھ کر نماز پڑھنے پر آدھے اجر کی حدیث نوافل سے متعلق ہے	259	7	باب: ۳ رات کے قیام میں طویل سجدہ کرنا	268
66	بیماری نماز کے احکام	259	8	تہجد میں نبی ﷺ کے طویل سجدہ کا سبب	269
67	باب: ۱۸ بیٹھ کر اشاروں سے نماز	260	9	باب: ۴ بیمار کے لیے قیام کو ترک کرنے کی رخصت	269
68	باب: ۱۹ جب نمازی میں بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ لیٹ کر پڑھ لے	260	10	حدیث مذکور کے رجال	270
69	باب: ۲۰ جب کسی شخص نے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس نے تخفیف محسوس کی تو پھر وہ باقی نماز پوری کرے	261	11	جس شخص کی کوئی عبادت مرض یا سفر کی وجہ سے رہ جائے اسے اس عبادت کا اجر دیا جاتا ہے	270
70	حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت اور جو شخص بیٹھ کر یا لیٹ کر نماز شروع کرے پھر اس میں کھڑے ہونے کی قوت آجائے تو وہ کیا کرے؟	262	12	باب: ۵ نبی ﷺ کا اخیر فرض قرار دینے سے رات کی نماز اور نوافل کی ترغیب دینا	271
71	”ابواب التقصیر“ کی تکمیل	263	13	حدیث مذکور کے رجال	272
			14	تہجد کی ترغیب دینے پر حضرت نے نبی ﷺ کو جو جواب دیا اس کی وضاحت	272
			15	نوافل کی ادائیگی پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے	273
			16	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز پڑھنے کا ثبوت	274
			17	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز کی نفی کے متعلق	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	علامہ ابن بطال کی بیان کردہ توجیہات	275		ہونے کی توجیہ	283
18	علامہ ابن بطال کی پہلی توجیہ پر مصنف کا تبصرہ اور یہ بتانا کہ نماز کے جمیع احکام میں امت اور نبی مساوی نہیں ہیں		35	آیا طول قیام افضل ہے یا کثرت رکوع اور سجود؟	283
	علامہ ابن بطال کی دوسری توجیہ	275	36	طول قیام کے باب میں مسواک کرنے کی حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر اعتراض اور اس کے جوابات	284
19	علامہ ابن بطال کی دوسری توجیہ	277		باب: ۱۰	
20	نبی ﷺ سے چاشت کی نماز کی نفی کرنے کی علامہ عینی کی بیان کردہ توجیہات	277	37	رات کی نماز کس طرح تھی اور نبی ﷺ رات کی نماز کس طرح پڑھتے تھے؟	285
	باب: ۶		38	رات کی نماز کی مختلف رکعات میں تطبیق	286
21	نبی ﷺ کا اس قدر قیام کرنا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم سوچ گئے	278		باب: ۱۱	
22	حدیث مذکور کے رجال	278	39	نبی ﷺ کا رات کو قیام کرنا اور سونا اور رات کے قیام کی فرضیت، منسوخ ہونا	287
23	نبی ﷺ کی طرف مغفرت و انوب کی نسبت اور اس کی وضاحت	278	40	نبی ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی یا نفل؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال اور قول راجح کا بیان	288
	باب: ۷		41	نبی ﷺ کی تہجد اور دیگر نفل عبادات کے معمولات مختلف تھے	289
24	جو شخص سحر کے وقت سو جائے	280		باب: ۱۲	
25	حدیث مذکور کے رجال	280	42	جو شخص رات کی نماز نہ پڑھے اس کی گدی پر شیطان کا گرہ لگانا	289
26	رات کے نصف تہائی اور چھٹے حصہ کی تہجد	280		جس کی گدی پر شیطان گرہیں لگا ۳ ہے اس کے ضمن میں مسائل اور بعض اعتراضات کے جوابات	290
27	حدیث مذکور کے رجال	281		باب: ۱۳	
28	داغی عمل کی فضیلت خواہ وہ کم ہو	281	44	جو شخص سو جائے اور نماز نہ پڑھے شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے	292
29	حدیث مذکور کے رجال	281	45	کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کے متعدد محال	292
30	نبی ﷺ سے سحر کے وقت سونے کا معنی	282		باب: ۱۴	
	باب: ۸		46	رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھ کر دعا کرنا	293
31	جس نے سحری کی پھر نماز پڑھنے کھڑا ہوا پھر نہیں سویا حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھی	282			
	باب: ۹				
32	رات کی نماز میں لمبا قیام کرنا	282			
33	حدیث مذکور کے رجال	283			
34	نبی ﷺ کو کھڑا چھوڑ کر خود بیٹھ جانے کے بعد				



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
47	حدیث مذکور کے رجال	293		باب: ۱۸	
48	اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کے مسئلہ میں فقہاء اسلام کے نظریات اور حدیث مذکور کے محال	293	61	عبادت میں شدت اختیار کرنا مکروہ ہے	301
	باب: ۱۵		62	حدیث مذکور کے رجال	301
49	جو شخص رات کے اول حصہ میں سویا اور رات کے آخری حصہ میں اس نے نماز پڑھی	294	63	عبادت میں میانہ روی کی تلقین، تمام رات عبادت کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل	301
50	حدیث مذکور کے رجال	294		باب: ۱۹	
51	نبی ﷺ کا تہجد کے لیے اخیر شب میں اٹھنا	294	64	جو شخص رات کو قیام کرتا ہو اس کا رات کے قیام کو ترک کرنا مکروہ ہے	302
	باب: ۱۶			باب: ۲۰	
52	نبی ﷺ کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو قیام کرنا	295	65	حدیث مذکور کے رجال	304
53	بیس رکعات تراویح کے متعلق رسول اللہ ﷺ صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات	295	66	اللہ تعالیٰ کی عبادت کو شروع کر کے اس کو ترک کرنے کی مذمت	304
54	رات کی نماز چار چار رکعات پڑھی جائے گی یا دو دو رکعت	297	67	دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرنا اور عبادت میں اعتدال سے کام لینا	305
55	نیند سے نبی ﷺ کے وضوء نہ ٹوٹنے کی تحقیق	297		باب: ۲۱	
	باب: ۱۷		68	اس شخص کی فضیلت جو رات کو بیدار ہو پس نماز پڑھے	305
56	رات اور دن میں وضوء کرنے کی فضیلت اور رات اور دن میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت	298	69	حدیث مذکور کے رجال	306
57	حدیث مذکور کے رجال	298	70	حدیث مذکور کے رجال	307
58	حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت کے حصول کی وجوہ اور دیگر فوائد	298	71	رسول اللہ ﷺ جو فرمائیں اس کا واقع ہو جائے	307
59	حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سننے کا قصہ نبی ﷺ کے خواب کا واقعہ ہے، بحث و نظر اور دیگر فوائد	299	72	فجر کی دو سنتوں کو دامن پڑھنا	308
60	معمولات اہل سنت کی دلیل	300	73	صبح کی دو سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا	309
				باب: ۲۲	
				باب: ۲۳	
				باب: ۲۴	
			74	جس نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد باتیں کیں اور نہیں لیٹا	309

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
75	باب: ۲۵ دو دور رکعت پڑھنے کے متعلق احادیث	309	91	آثار مختلفہ میں تطبیق	320
76	حدیث مذکور کے رجال	310	92	باب: ۳۲ جس نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور اس میں گنجائش کا اعتقاد کیا	320
77	استحارہ کرنے کا شرعی حکم	310		باب: ۳۳	
78	استحارہ کرنے کا شرعی طریقہ	310	93	چاشت کی نماز حضر میں	320
79	استحارہ کرنے میں مشائخ کا معمول	311	94	حدیث مذکور کے رجال	321
80	باب: ۲۶ صبح کی دو رکعت سنت کے بعد باتیں کرنا	313	95	خلیل کا معنی	321
81	باب: ۲۷ فجر کی دو رکعت سنت کی حفاظت کرنا اور جس نے ان کو نفل کہا		96	حدیث میں مذکور وصیت کی حکمت	321
82	باب: ۲۸ فجر کی دو رکعت سنت میں کتنی قراءت کی جائے	314	97	باب: ۳۴ ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا	322
83	سنت فجر میں قرآن پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء			حدیث مذکور کے رجال	322
84	اور علامہ ابن بطال کے امام ابو حنیفہ پر اعتراضات مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے جوابات کے جوابات			باب: ۳۵	
85	باب: ۲۹ فرض کے بعد نفل پڑھنا	317	99	مغرب سے پہلے نماز پڑھنا	323
86	باب: ۳۰ جس نے فرض کے بعد نفل نہیں پڑھے	318	100	حدیث مذکور کے رجال	323
87	باب: ۳۱ سفر میں چاشت کی نماز	319	101	حدیث مذکور کے رجال	323
88	باب: ۳۲ چاشت کی نماز کی رکعات کے متعلق مختلف احادیث اور آثار	319	102	نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز میں اختلاف فقہاء	323
89	باب: ۳۳ سفر میں چاشت کی نماز	319	103	نوافل کی نماز جماعت سے پڑھنا	324
90	باب: ۳۴ چاشت کی نماز کی رکعات کے متعلق مختلف احادیث اور آثار	319	104	حضرت عیسیٰ کی حقیقت میں یزید امیر لکھنا ہونا	
			105	صرف نفل پڑھنے سے دوزخ کے حرام ہونے کی تحقیق اور دیگر مسائل	327
			106	حدیث مذکور سے علامہ عینی کے استنباط کردہ بیچپن مسائل	328
				باب: ۳۷	
				گھر میں نفل پڑھنا	330



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۴			۲۰- کتاب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکہ و المدینہ	
340	مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جانا	16	331	باب: ۱	
	باب: ۵			۱- مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت	1
340	قبر اور منبر کے درمیان فضیلت کا بیان	17	331	۲- مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اور کسی	2
	آپ کے گھر آپ کے حجرہ اور آپ کی قبر کی فضیلت کے متعلق احادیث	18	332	۳- مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر ماننا جائز نہیں	3
341	آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کی درمیانی جگہ کو	19		۴- مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کون سی مسجد زیادہ افضل ہے؟	4
342	جنت کا باغ قرار دینے کی توجیہ	332		۵- دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک	5
	باب: ۶			لاکھ نمازوں سے افضل ہے	
342	بیت المقدس کی مسجد	20	333	۶- نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر	6
343	۲۱- کتاب العمل فی الصلوٰۃ		334	کرنے کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ	
	باب: ۱			۷- حافظ ابن حجر عسقلانی کا شیخ ابن تیمیہ کے نظریہ کا رد کرنا	7
	نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جب کہ اس عمل کا تعلق نماز سے ہو		335	۸- شیخ مبارک پوری کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے	8
343	باب: ۲			۹- حدیث مذکور کے رجال	9
344	نماز میں اصلاح نماز کے لیے کلام کرنے پر غلامہ	2	336	۱۰- مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازوں کی فضیلت میں اختلاف فقہاء اور مسجد نبوی کی فضیلت پر دلیل	10
345	حدیث مذکور کے رجال	3	337	باب: ۲	
	نماز میں اصلاح نماز کے لیے کلام کرنے پر غلامہ ابن بطلال کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل پر اعتراض	4		۱۱- مسجد ثبا	
345	فقہاء احناف کے موقف پر امام طحاوی کے دلائل اور مخالفین کے جوابات	5	338	۱۲- حدیث مذکور کے رجال	12
346	باب: ۳		338	۱۳- مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے	13
	نماز میں مردوں کے لیے سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے کا جواز	6	339	۱۴- مسجد قباء کی فضیلت اور ہفتہ کے دن مسجد قباء جا کر نماز پڑھنے کی توجیہ	14
348	باب: ۴			باب: ۳	
	جس نے نماز میں کسی کا نام لیا یا کسی کو بالمشافہ سلام کیا اور جس کو سلام کیا اس کو علم نہ ہو	7	340	۱۵- جو ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء آیا	15
349					

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۵			خوف ہو تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے	359
8	تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے	349		باب: ۱۲	
	باب: ۶		25	نماز میں تھوکنے اور پھونک مارنے کا جواز	360
9	جو شخص نماز میں پچھلے پیروں پر لوٹا یا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے آگے بڑھا	350		باب: ۱۳	
	باب: ۷		26	جس مرد نے ناواقفیت سے اپنی نماز میں تالی بجائی تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی	361
10	جب ماں اپنے بیٹے کو نماز میں بلائے	351		باب: ۱۴	
11	حدیث مذکور کے رجال	351	27	جب نمازی سے کہا گیا: آگے بڑھو یا انتظار کرو اور اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں ہے	361
12	جرج کے قصہ کے متعلق دیگر احادیث	352		باب: ۱۵	
13	اگر نمازی کو نماز میں رسول اللہ ﷺ یا والدین بلائیں تو وہ کیا کرے؟	353	28	نمازی نماز میں سلام کا جواب نہ دے	361
14	حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد	354		باب: ۱۶	
	باب: ۸		29	کسی پیش آمدہ امر پر نماز میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا	362
15	نماز میں کنکریوں کو ہاتھ سے ہٹانا	355		باب: ۱۷	
16	حدیث مذکور کے رجال	355	30	نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا	363
17	سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء		31	حدیث اول کے رجال	364
18	سجدہ گاہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق احادیث	356	32	نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہ	364
	باب: ۹			باب: ۱۸	
19	نماز میں سجدہ کے لیے کپڑا بچھانا	356	33	کسی شخص کا نماز میں غور و فکر کرنا	364
	باب: ۱۰			۲۲- کتاب السہو	367
20	نماز میں جو عمل کرنا جائز ہے	357	1	سہو کے متعلق احادیث جب آدمی فرض کی دو رکعت پڑھ کر لھڑا ہو جائے	367
	باب: ۱۱		2	سہو اور نسیان کی تحقیق	367
21	جب نماز میں سواری بھاگ جائے	358	3	فقہاء احناف کے موقف کے ثبوت میں سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کے متعلق احادیث	368
22	حدیث مذکور کے رجال	358	4	سلام سے پہلے یا بعد سجدہ سہو کرنے میں مذاہب فقہاء	369
23	”الاهواز“ اور ”الحروریۃ“ کا معنی	359			
24	نمازی کو اپنے مال یا سامان کے ضائع ہونے کا				



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
5	جن صورتوں میں نبی ﷺ نے سجدہ سہو کیا	369	4	حدیث مذکور کے رجال	381
	باب: ۲			باب: ۲	
6	جب پانچ رکعات نماز پڑھیں	370	5	جناز کے ساتھ جانے کا حکم	381
	باب: ۳		6	حدیث مذکور کے رجال	381
7	جب دو رکعت میں سلام پھیر دیا یا تین رکعت میں		7	جنازہ کے فقہی احکام	382
	پھر نماز کے سجدے کی طرح دو سجدے کیے یا زیادہ		8	جنازہ کے آگے یا پیچھے چلنے کے متعلق احادیث اور	
	طویل	370		مذہب فقہاء	382
	باب: ۴		9	دعوت کو قبول کرنے، قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد	
8	جس نے سہو کے دو سجدوں میں تشہد نہیں پڑھا	371		کرنے، چھینک والے کو دعا دینے اور سلام کا	
	باب: ۵			جواب دینے، سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال	
9	سجدہ سہو میں تکبیر پڑھے	372	383	کرنے اور ریشم پہننے کے فقہی احکام	
	باب: ۶			باب: ۳	
10	جب یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں تین یا		10	جب میت کو کفن میں لپیٹ دیا جائے تو پھر اس کے	
	چار تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے	373	384	پاس آنا	
	باب: ۷		385	حدیث مذکور کے رجال	
11	فرض اور نفل میں سہو ہونا	373	12	میت کا چہرہ کھولنا، میت کو بوسا دینا اور میت پر	
	باب: ۸		385	آنسوؤں سے رونا	
12	جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس سے بات کی		13	حضرت ابو بکر کے اس قول کی توجیہ: اللہ آپ پر دو	
	گئی تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور بات سنی	374	386	سوتیں جمع نہیں کرے گا	
13	حدیث مذکور سے دس مسائل کا استخراج	375	14	حضرت ابو بکر کے اس قول کا آیت سے تعارض کا	
	باب: ۹		387	جواب	
14	نماز میں اشارہ کرنا	376	15	نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق محدثین	
15	”کتاب السہو“ کا اختتام	378	387	کی تصریحات	
	۲۳ - کتاب الجنائز	379	16	نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق فقہاء	
	باب: ۱		388	کی تصریحات	
1	جس کا آخری کلام ہو: ”لا الہ الا اللہ“	379	17	نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق علماء	
2	حدیث مذکور کے رجال	380	389	دیوبند کی تصریحات	
3	مرتکب کبیرہ کے متعلق اہل سنت کا موقف	380	18	نبی ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق علماء غیر	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
19	مقلدین کی تصریحات قرآن مجید کی آیات سے نبی ﷺ کی بعد از	389	35	حضرت زیدؓ حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کا تعارف	404
20	وفات حیات پر استدلال رسول اللہ ﷺ کی حیات کے ثبوت میں احادیث	390	36	رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی دلیل میت پر رونے کا جواز اور ضرورت کے وقت از خود اشکر کا	404
21	نبی ﷺ کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث	391		امیر بننے کا جواز	404
22	سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات	392		باب: ۵	
23	رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر	394	37	جنازہ کی خبر دینا	405
24	حدیث مذکور کے رجال	396		باب: ۶	
25	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ پر یہ عمل نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا	398	38	اس شخص کی فضیلت جس کا بیٹا فوت ہو گیا اور اس نے ثواب کی نیت سے صبر کیا	405
26	حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ میں مماثلت	398	39	حدیث مذکور کے رجال	406
27	علامہ آلوسی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ پر اعتراض کے جوابات	399	40	حدیث مذکور کے رجال سے مطابقت پر اعتراض کا جواب	406
28	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرف سے الاحقاف: ۹ اور حدیث مذکور پر اعتراض کا جواب	400	41	الحسن کا معنی اور ما بالغ بچوں کی موت پر صبر کی تخصیص کی توجیہ	406
29	حضرت جابر کے والد کی تکریم	401	42	ہر شخص کا دو بار گزر ہوگا اس آیت کی متعدد تفاسیر	407
30	باب: ۷ کوئی شخص میت کے گھر والوں کو اس کی خبر دے	402		باب: ۸	
31	غائبانہ نماز جنازہ کی تحقیق	403	43	میت کو بیرزے پانی سے غسل دینا اور وضوء کرانا	409
32	غائبانہ نماز جنازہ میں فقہاء کا اختلاف	403	44	آیا میت کو غسل دینے سے وضوء واجب ہوتا ہے یا نہیں؟	409
33	مصنف کی طرف سے علامہ ابن قدامہ کے دلائل کے جوابات	403	46	حدیث مذکور کے رجال	411
34	غزوہ موتہ کی تاریخ	404	48	نبی ﷺ کی صاحب زادی کا تذکرہ اور آثار صالحین سے تبرک کا حصول	411



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
49	باب: ۹ طاق مرتبہ غسل دینے کا استحباب	411	65	باب: ۲۰ میت کو خوشبو لگانا	419
50	باب: ۱۰ میت کی دائیں طرف سے غسل کی ابتداء کی جائے	412	66	باب: ۲۱ محرم کو کیسے کفن دیا جائے؟	419
51	باب: ۱۱ میت کی وضوء کی جگہیں	412	67	باب: ۲۲ اس قمیص میں کفن دینا جس کا حاشیہ سلا ہوا ہو یا بے سلا اور بغیر قمیص کے کفن دینا	420
52	باب: ۱۲ کیا عورت کو مرد کے تہبند میں کفن دیا جاسکتا ہے؟	412	68	قمیص کو کفن بنانے پر علامہ ابن بطلال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	421
53	باب: ۱۳ کافور کو آخر میں رکھا جائے	413	69	مصنف کی طرف سے امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطلال کے اعتراض کا جواب	421
54	باب: ۱۴ عورت کے بالوں کو کھولنا	414	70	کافر کو غسل دینے کفن پہنانے اور دفن کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	421
55	باب: ۱۵ میت کے بدن کے ساتھ کپڑا کس طرح لپیٹا جائے	414	71	حضرت جابر کی اس روایت کا حضرت ابن عمر کی روایت سے تعارض کا جواب اور عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ	423
56	باب: ۱۶ کیا عورت کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں	415	72	دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنے اور قبر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مذاہب فقہاء	423
57	باب: ۱۷ عورت کے بالوں کو پیچھے ڈال دیا جائے	415		باب: ۲۳ بغیر قمیص کے کفن دینا	424
58	باب: ۱۸ غن کے لیے سفید کپڑا	416	73	سنت کے مطابق کفن میں مذاہب	424
59	حدیث مذکور کے رجال	416	74	باب: ۲۴ بغیر عمامہ کے کفن دینا	425
60	نبی ﷺ کے کفن کے متعلق دیگر احادیث	416	75	باب: ۲۵ تمام مال سے کفن دینا	425
61	حدیث مذکور کے مسائل اور کفن میں عمامہ کے متعلق مختلف روایات	416	76	حدیث مذکور کے رجال	426
62	باب: ۱۹ دو کپڑوں میں کفن	417	77	جمع مال سے کفن دینے کی دلیل دنیا سے بے رغبتی اور	426
63	حدیث مذکور کے رجال	417	78	جنت کی بشارت کے باوجود خوف آخرت کی توجیہ	426
64	محرم کو کفن پہنانے کے متعلق مذاہب ائمہ	417			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
79	باب: ۲۶ جب ایک کپڑے کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے	427	94	باب: ۳۱ قبروں کی زیارت کا بیان	434
80	باب: ۲۷ جب اس کے سوا کفن نہ ملے جو سر کو چھپائے یا قدموں کو تو پھر سر کو ڈھانپا جائے	427	95	زیارت قبور کی تحقیق	434
81	حدیث مذکور کے رجال	428	96	زیارت قبور کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	434
82	کفن کی مقدار کم ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ اور حدیث مذکور سے مستنبط دیگر مسائل	428	97	عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی اجازت	436
83	میت کی شرم گاہ کو دھونے کا طریقہ	428	98	عورتوں کے مزارات پر جانے کے متعلق مذاہب فقہاء	437
84	باب: ۲۸ جس نے نبی ﷺ کے زمانہ میں کفن تیار کیا تو اس پر انکار نہیں کیا گیا	429	99	باب: ۳۲ نبی ﷺ کا ارشاد: میت کے بعض گھروالوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے جب کہ میت پر نوحہ کا طریقہ ہو	438
85	حدیث مذکور کے رجال	429	100	حدیث مذکور کے رجال	440
86	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور دیگر فوائد	430	101	تعزیت اور عیادت کے لیے اصحاب فضل کو بلانا بغیر نوحہ کے ہونا اور دیگر مسائل	440
87	عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا	430	102	حدیث مذکور کے رجال	441
88	جنازوں کے ساتھ عورتوں کے جانے کے مسائل	431	103	حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	441
89	باب: ۲۹ خانہ کے غیر پر عورت کا سوگ کرنا	431	104	اس کی توجیہ لہ حضرت ام کلثوم کو وہ شخص قبر میں اتارے جس نے گزشتہ رات جماع نہ کیا ہو	441
90	باب: ۳۰ حدیث مذکور کے رجال	432	105	بغیر آواز کے رونے کا حاذق اور قیہ پر بیٹھنے کی ممانعت	441
91	سوگ کا معنی	432	106	گھروالوں کے میت پر رونے کی ممانعت	443
92	شام سے حضرت ابوسفیان کی وفات کی خبر آنے کے ذکر میں امام بخاری کا تسامح	432	107	حافظ ابن حجر کی بیان کردہ توجیہات	444
93	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات پر سوگ کیا تھا وہ کافر تھا اور کافر کی موت پر سوگ کرنا جائز نہیں	433	108	باب: ۳۳ میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے	445
			109	حدیث مذکور کے رجال	446
			110	بغیر نوحہ کے میت پر رونے کا جواز	446
				باب: ۳۴	446



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
111	باب: ۳۵ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنا گریبان پھاڑا	447	123	غملگین ہونا اور آنسوؤں کا لکھنا صبر کے اعلیٰ درجہ کے منافی نہیں	454
112	حدیث مذکور کے رجال	448	124	پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور اس میں بحث و نظر	456
113	اس حدیث کی توجیہات کہ منہ پر طمانچے لگانے والا ہم میں سے نہیں ہے	448	125	باب: ۴۱ جو مصیبت کے وقت اپنے غم کو ظاہر نہ کرے	458
114	باب: ۳۶ نبی ﷺ کا سعد بن خولہ کی موت پر افسوس کرنا	448	126	حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر جمیل اور ان کی ناقابل فراموش شجاعت	459
115	حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات	449	127	باب: ۴۲ صبر اس وقت معتبر ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے	460
116	تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کا عدم جواز دارثوں کو غنی چھوڑنے کی ترغیب علم اب ثبوت اور دیگر مسائل	450	128	باب: ۴۳ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بے شک ہم تمہاری وجہ سے غم زدہ ہیں	461
117	باب: ۳۷ مصیبت کے وقت بال موٹڈنے کی ممانعت	451	129	حدیث مذکور کے رجال	462
118	حج و پکار کرنے والی عورتوں سے ہمدی ہونے کا محمل	452	130	مشکل الفاظ کے معانی اور سیدنا ابراہیم کا تذکرہ	462
119	باب: ۳۸ جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے وہ ہم میں سے نہیں ہے	452	131	کس قسم کا جنازہ جائز ہے اور کس قسم کا رونا ممنوع ہے	463
120	باب: ۳۹ مصیبت کے وقت رونا بہنے کی جاہلیت کی چیخ پکار کرنے کی ممانعت	452	132	باب: ۴۴ مریض کے پاس رونا	463
121	باب: ۴۰ جو شخص مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھا کہ اس کے چہرے سے غم ظاہر ہو	453	133	حدیث مذکور کے رجال	464
122	بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مصیبت سے پہلے اور مصیبت کے بعد آدمی کی کیفیت ایک جیسی ہو تو یہ صبر ہے	453	134	عبادت کا ثبوت اور زبان کی وجہ سے عذاب یا ثواب کا مسئلہ	464
			135	باب: ۴۵ نوحہ کرنے اور رونے کی ممانعت اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ	464
			136	باب: ۴۶ نوحہ کی ممانعت اور تحریم کی وجوہ	465
			137	جنازہ کے لیے کھڑا ہونا	466
			138	جنازہ کے لیے قیام کی حدیث کا منسوخ ہونا	466

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
139	جنازہ کے لیے قیام میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	467	152	نماز جنازہ کی صفیں	474
	باب: ۴۷		153	کتنے مسلمان نماز جنازہ پڑھیں تو میت کی مغفرت ہو جاتی ہے؟	475
140	جب جنازہ کے لیے کھڑا ہو تو کس وقت بیٹھے؟	468	154	نماز جنازہ کی چار تکبیروں کے ثبوت میں احادیث	475
141	اس کی دلیل کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے	468		آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال	475
	باب: ۴۸		155	جنازہ میں بچوں کی مردوں کے ساتھ صفیں	476
142	جو جنازہ کے ساتھ گیا وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو مردوں کے کندھوں سے اتار کر رکھ دیا جائے اگر کوئی بیٹھ جائے تو اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے	469	156	نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ	477
	باب: ۴۹		157	جنازوں کے سامنے جانے کی فضیلت	481
143	جو شخص یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑا ہو	469	158	جس نے دن تک میت کا انتظار کیا	482
144	باب مذکور کی دیگر احادیث	470	159	بچوں کا لوگوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا	483
145	یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کے محال	470		باب: ۵۰	
146	جنازوں کو مردوں کا اٹھانا نہ کہ عورتوں کا	471	160	عید گاہ اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا	483
147	عورتوں کے جنازہ نہ اٹھانے کی توجیہ انسان کے سوا سننے والوں کے مصادیق اور جنازہ کے کلام کرنے کی توجیہ	472	161	حدیث مذکور کے رجال	484
	باب: ۵۱		162	حدیث مذکور کی مفصل روایت	484
148	جنازہ کو جلدی لے جانا	472	163	تورات میں ہم نے تم کا شکر کیا کیسے ہوا؟	484
149	جنازہ کے ساتھ کس کیفیت کے ساتھ چلنا چاہیے؟	473	164	اگر اہل ذمہ زنا کرے تو ان کو رجم کرنے میں مذاہب ائمہ	485
	باب: ۵۲		165	مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی تحقیق	486
150	میت کا جنازہ پر کہنا: مجھے جلدی لے جاؤ	474		باب: ۶۱	
	باب: ۵۳		166	قبروں پر سجدہ گاہ بنانے کی کراہت	487
151	جس نے امام کے پیچھے جنازہ کی دو یا تین صفیں بنائیں	474	167	نفاس میں مرنے والی عورت کی نماز جنازہ	487
	باب: ۶۲				

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
168	باب: ۶۳ میت عورت ہو یا مرد تو نمازی کس جگہ کھڑا ہو	488	500	نیک مسلمانوں کی روحوں کا قبروں پر آنا	500
169	باب: ۶۴ جنازہ پر چار تکبیریں پڑھنا	488	501	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	500
170	باب: ۶۵ نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ کو پڑھنا	489	502	مردوں کے سننے کا ثبوت	501
171	حدیث مذکور کے رجال	490	502	باب: ۶۸ جوارض مقدسہ یا اس کی مثل جگہ میں دفن ہونے کو پسند کرے	501
172	نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث	490	502	حدیث مذکور کے رجال	502
173	صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے سے منع کرنا	491	504	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ملک الموت کو تحیّر مارنا کیا کوئی معیوب کام تھا؟	502
174	نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں خصوصی احادیث اور آثار	491	505	ارض مقدسہ سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر روح قبض کرنے کی دعا کی توجیہ	504
175	نماز جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت کے دلائل اور ان کے جوابات	495	505	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	505
176	باب: ۶۶ دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا	495	506	باب: ۶۹ رات کو دفن کرنا	505
177	باب: ۶۷ مردہ جو توں کی آواز (بھی) سنتا ہے	497	506	باب: ۷۰ قبر پر مسجد کو بنانا	506
178	حدیث مذکور کے رجال	498	507	باب: ۷۱ عورت کی قبر میں کون داخل ہوگا؟	506
179	منکر نکیر فرشتوں کا ذکر کرنا اور اس کی توجیہ	498	507	باب: ۷۲ شہید پر نماز جنازہ پڑھنا	507
180	فرشتوں کے سوال کے وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرنے کی تحقیق	498	507	حدیث مذکور کے رجال	507
181	قبر والا آپ کے متعلق قبر میں وہی کہے گا جو دنیا میں کہتا تھا	499	507	ضرورت کی وجہ سے دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا	507
182	قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے کی تحقیق	499	507	شہید کو غسل نہ دیا جانا	507
183	فرشتوں کے سوال کے بعد قبر والے کا حال اور	499	508	شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق احادیث	508
			199	شہید پر نماز جنازہ کی نفی پر علامہ ابن بطال کے دلائل	508



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
228	موت کے وقت کلمہ پڑھنا ابوطالب کی خصوصیت تھی	533	244	خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق امام طحاوی کی توجیہ	548
229	اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ نے صرف لا الہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا اور محمد رسول اللہ پڑھنے کے لیے نہیں فرمایا	534	245	خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق علامہ نووی اور حافظ ابن حجر کی توجیہ	548
230	ابوطالب کے ایمان کے متعلق بعض علماء کے شبہات اور ان کے جوابات	534	246	منافقین کی نماز جنازہ اور مشرکین کے لیے استغفار کا مکروہ ہونا	549
231	ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مشاہیر علماء اہل سنت کی تصریحات	536	247	حدیث مذکور کے رجال	550
232	باب: ۸۱		248	مخالفین کی قبر پر کھڑے ہونے کی ممانعت صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے تھی	550
233	قبر پر بیٹھنے کے مکروہ ہونے کی تفسیر	537	249	اصاغر کا اکابر کی رائے کے خلاف اپنی رائے دینے اور اس پر اسرار کرنے کا جواز	550
234	حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ	538	250	باب: ۸۵	
235	باب: ۸۲		251	لوگوں کا میت کی تحسین کرنا	551
236	محدث کا قبر کے پاس نصیحت کرنا اور اس کے اصحاب کا اس کے پاس بیٹھنا	539	252	باب مذکور کی موافق احادیث	551
237	حدیث مذکور کے رجال	543	253	جن فوت شدہ لوگوں کی مسلمان تحسین کریں ان کے جنتی ہونے اور جن کی مذمت کریں ان کے دوزخی ہونے کا سبب	552
238	”بقیع الغرقہ“ کا معنی	543	254	زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ کس قسم کے مسلمان ہیں اور کس قسم کے کافر کو کہا منکر ہے پھر ان کی مذمت کرنے کی توجیہ	552
239	باب: ۸۳		255	باب: ۸۶	
240	اپنی جان کے قاتل کے متعلق جو حکم ہے	544	256	عذاب قبر کے متعلق جو احادیث ہیں	553
241	”ملت“ کا معنی غیر ملت اسلام کی قسم کھانے والے کا شرعی حکم اور اس میں مذاہب فقہاء	545	257	عنوان میں درج آیات کی عذاب قبر پر دلالت	554
242	خودکشی کرنے والے پر جنت حرام کرنے کی توجیہ	546	258	حدیث مذکور کے رجال	555
243	حدیث مذکور کی موافق حدیث	547	259	عذاب قبر کے متعلق دیگر احادیث	555
	حدیث مذکور کی مخالف حدیث	547		حدیث مذکور کے رجال	558
				حدیث مذکور میں عذاب قبر کی دلیل	558

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
260	حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	558	274	باب: ۹۰ میت کا جنازہ اٹھانے کے بعد کلام کرنا	568
261	عذاب قبر سے پناہ طلب کرنا	560	275	باب: ۹۱ مسلمانوں کی اولاد کے (ٹھکانے کے) متعلق کیا کہا گیا ہے؟	568
262	حدیث مذکور کے رجال	561	276	حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	569
263	نبی ﷺ کا عذاب کے وقت مردہ کی چیخ و پکار کو سننا آپ کی خصوصیت ہے	561	277	باب: ۹۲ مشرکین کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے کے متعلق جو اقوال ہیں	569
264	حدیث مذکور کے رجال	561	278	کفار کی نابالغ اولاد کے متعلق علماء اسلام کے اقوال	570
265	نبی ﷺ کے عذاب قبر سے پناہ طلب کرنے کی توجیہ	561	279	نابالغ بچوں کی آخرت میں آزمائش پر اس اعتراض کا جواب کہ میدان حشر تو دار تکلیف نہیں ہے وہاں کیوں امتحان ہوگا؟	572
266	نبی ﷺ مغفور ہونے کے باوجود قبر اور دوزخ کے عذاب سے کیوں پناہ سب کرتے رہتے؟	562	280	باب: ۹۳ پیر کے دن کی موت	575
267	غیبت کرنے اور پیشاب کی آلودگی سے نہ بچنے کی وجہ سے قبر کا عذاب	563	281	باب: ۹۴ پیر کے دن وفات کی تمنا کی فضیلت	576
268	قبر پر پھولوں کے رکھنے کا جواز	564	282	پیر کے دن کی فضیلت	577
269	میت پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام کو پیش کیا جاتا ہے	564	283	جمعہ کے دن وفات کی فضیلت	577
270	میت پر اس کا ٹھکانا شام کو پیش کیا جاتا ہے وہ اور	564	284	عمدہ کفر میں کفر دینے کے متعلق احادیث اور آثار	577
271	ٹھکانا مردے کی روح پر پیش کیا جاتا ہے یا اس کے اجزاء اصلیہ پر؟	565	285	حضرت ابو بکر نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی جو وصیت کی تھی اس کی توجیہ	578
272	روحیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں مگر لوٹ کر قبروں میں آ جاتی ہیں	566	286	باب: ۹۵ اچانک موت کا آ جانا	578
273	قبر میں مردے پر اس کا ٹھکانا پیش کرنے کی زیادہ تفصیل	566	287	حدیث مذکور کے رجال	579
			288	مشکل الفاظ کے معانی	579

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
200	اور ان کے جوابات	509	520	اوپر اسلام کو پیش کیا جائے گا؟	520
201	بالعلوم شہید کی نماز جنازہ اور بالخصوص سیدنا حمزہ کی	511	214	مشرکین کی اولاد کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب	520
202	نماز جنازہ پر حافظ ابن حجر کا اعتراض	511	215	ائمہ	522
203	حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات	512	216	حدیث مذکور کے رجال	523
204	شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی حضرت عقبہ کی حدیث	513	217	مشکل الفاظ کے معانی اور ابن صیاد کے دعویٰ	523
205	پر حافظ ابن حجر کے اعتراضات	514	218	نبوت کا بطلان	524
206	حافظ ابن حجر کے اعتراضات کے علامہ عینی کی	515	219	ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے متعلق	526
207	طرف سے جوابات	517	220	علماء کے اقوال اور ان کے دلائل	527
208	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	518	221	ابن صیاد کو نبی ﷺ نے قتل کیوں نہیں کیا جب	528
209	باب: ۷۳	519	222	کہ اس نے آپ کے سامنے دعویٰ نبوت کیا تھا؟	530
210	دو یا تین مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا	520	223	آیت دخان کو دل میں چھپانے کی توجیہ	531
211	باب: ۷۴	521	224	بعض الفاظ کے معانی	532
212	جس کے نزدیک شہداء کو غسل دینا جائز نہیں ہے	522	225	اور ان کے مسائل سے خدمت لینا اور اگر وہ	532
213	باب: ۷۵	523	226	بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا اور ان کو اسلام کی تبلیغ	532
214	جس کو لحد میں پہلے رکھا جائے	524	227	کرنا	532
215	باب: ۷۶	525	228	حدیث مذکور کے رجال	532
216	قبر میں اذخرا اور الحشیش (گھاس) کو	526	229	حالات مذکور میں فطرت کے متعدد معانی اور ان پر	532
217	حضرت ابراہیم کا مکہ کو حرم بنانا اور نبی ﷺ کا	527	230	حافظ ابن عبد البر کے اعتراضات اور مصنف کے	532
218	مدینہ کو حرم بنانا	528	231	نزدیک فطرت کا محمل	532
219	باب: ۷۷	529	232	باب: ۸۰	532
220	کیا کہ اس سبب کہ اسے میت کو قبر ان لحد سے نکالا	530	233	جب مشرک کے وقت لا الہ الا اللہ پڑھے	532
221	جائے گا	531	234	حدیث مذکور کے رجال اور اس حدیث کی سند کی	532
222	شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی	532	235	تحقیق	532
223	باب: ۷۸	533	236	مشکل الفاظ کے معانی اور ابو جہل اور عبد اللہ بن	532
224	قبر کو لحد اور شق کی صورت میں بنانا	534	237	ابی امیہ کا تذکرہ	532
225	باب: ۷۹	535	238	جب موت کے وقت کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہے تو نبی	532
226	جب بچہ اسلام لے آئے پس فوت ہو جائے تو کیا	536	239	ﷺ نے ابو طالب کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے	532
227	اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچہ کے	537	240	کے لیے کیوں فرمایا؟	532



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
289	اچانک موت کی کراہت کے متعلق احادیث	579	592	لانے کا طعن	592
290	ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث	580	309	ابولہب کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کرنے کی توجیہ	592
291	ایصالِ ثواب میں مذاہب فقہاء	581	310	”کتاب الجنائز“ کی تکمیل	593
292	باب: ۹۶ وہ احادیث جو نبی ﷺ کی قبر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے متعلق ہیں	582	594	۲۴- کتاب الزکوٰۃ	594
293	حدیث مذکور کے رجال	583	1	زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی، زکوٰۃ کے وجوب کا سبب اور زکوٰۃ کی حکمتیں	594
294	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت	583		باب: ۱	
295	حدیث مذکور کے رجال	584	2	زکوٰۃ کا وجوب	594
296	قبر کوہان کی صورت میں بنانا مستحب ہے یا مسطح اور نبی ﷺ کی قبر کس طرح تھی؟	584	3	حدیث مذکور کے رجال	595
297	فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات	585	4	حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کی تاریخ	595
298	حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت	586	5	ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل نہ کرنے پر فقہاء شافعیہ کی دلیل اور اس کا جواب	596
299	حضرت عمر کا قدم ظاہر ہونے کا سبب	587	6	ائمہ ثلاثہ کا یتیم کے مال میں زکوٰۃ کو واجب کرنا اور امام ابوحنیفہ کا اس کے مال سے وجوب زکوٰۃ کو راقا کرنا	596
300	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع	588	7	الحمش بن الصباح کا ضعف	597
301	حدیث مذکور کے رجال	589	8	توحید و رسالت کی گواہی کو مقدم رکھنا، کفار کا فروع شریعت کا مخاطب نہ ہونا اور روزے اور حج کے ذکر نہ کرنے کی توجیہ	598
302	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ	589	9	حدیث مذکور کے رجال	599
303	باب: ۹۷ مردوں کو بُرا کہنے کی ممانعت	590	10	”مالہ“ مالہ“ اور ”ارب“ کے معانی	599
304	اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں کا ذکر کیا گیا ہے	590	11	حدیث مذکور کے رجال	600
305	انبیاء۔ ہم السلام کی ظاہری خطاؤں کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے	591	12	حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح	600
306	اس اعتراض کا جواب کہ اسماء رجال کی کتب میں مُردہ راویوں کے عیوب بیان کیے جاتے ہیں	591	13	عشرہ مبشرہ کے علاوہ جن صحابہ کا نام لے کر جنت کی بشارت دی	600
307	باب: ۹۸ بدترین مُردوں کا ذکر کرنا	591	14	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	601
308	اس عنوان کے تحت امام بخاری پر حدیث مرسل		15	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کفار عرب کی	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	اقسام	603	33	حدیث مذکور کے رجال	616
16	اس سوال کا جواب کہ حضرت ابو بکر کے عہد میں منکرین زکوٰۃ کو کافر نہیں قرار دیا گیا تو کیا اب بھی یہی حکم ہے؟	603	34	جمہور صحابہ کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نظریہ سے منہاجمت نہ کرنے کی توجیہ	616
	باب: ۲	604		باب: ۵	616
17	زکوٰۃ کی ادائیگی پر بیعت کرنا	604	35	مال کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا	616
	باب: ۳	606	36	صدقہ میں ریاء	617
18	زکوٰۃ نہ دینے والے کا گناہ	604	37	ریاء کاری کی مذمت میں احادیث	618
19	حدیث مذکور کے رجال	606		باب: ۷	619
20	حدیث مذکور کے فوائد	606	38	اللہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا اور	619
21	حدیث مذکور کے رجال	607		اللہ صرف پاکیزہ کمائی سے صدقہ قبول کرتا ہے	620
22	حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل اور سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب	607	39	پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا	621
	باب: ۴	608	40	حدیث مذکور کے رجال	621
23	جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے	608	41	مشکل الفاظ کے معانی	621
24	حدیث مذکور کے رجال	609		باب: ۹	622
25	زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ	609	42	رد کیے جانے سے پہلے صدقہ کرنا	622
26	زکوٰۃ ادا کرنے سے مال اور مال دار کا پاک ہونا	610	43	حدیث مذکور کے رجال	623
27	حدیث مذکور کے رجال	610	44	حدیث مذکور کے رجال	624
28	مشکل الفاظ کے معانی	613	45	مشکل الفاظ کے معانی	624
29	زمین کی پیداوار میں عشر کے وجوب کے متعلق اختلاف فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	613	46	حدیث مذکور کے رجال	624
30	حدیث مذکور کے رجال	614	47	چالیس غور و خیر پر ایک باب کے زیر کلمات ہوں گی	624
31	ربذہ کا معنی اور حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف	614		ان کی تفصیل اس دور کا بیان اور پچاس غورتوں کی	624
32	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو شہر بدر کرنے کی توجیہ اور دیگر مسائل	614	48	حدیث سے تعارض کا جواب	625
				باب: ۱۰	625
			49	دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے	625
			50	اللہ کی رضا جوئی کے لیے صدقہ دینے کی صورتیں	625
				صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتا کر اس کا اجر	625

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
	باب: ۱۶		626	ضائع کرنے کی مثال	
637	دائیں ہاتھ سے زکوٰۃ دینا	66	627	حدیث مذکور کے رجال	51
	باب: ۱۷		627	منافقین کے استہزاء کا بیان	52
	جس نے اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم دیا اور خود	67	باب: ۱۱		
638	صدقہ نہیں دیا			کون سا صدقہ افضل ہے اور مال کے خواہش مند	53
	باب: ۱۸		628	اور تندرست آدمی کا صدقہ	
	وہی صدقہ مقبول ہے جس کے بعد صدقہ دینے والا	68	629	حدیث مذکور کے رجال	54
639	غنی رہے			افضل صدقہ کا مصداق اور صحت اور مال کی خواہش	55
639	تمام مال صدقہ کرنے کی تحقیق	69	629	کے وقت صدقہ کی فضیلت کی توجیہ	
642	اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی تحقیق	70	630	باب: ۰۰۰	
643	عیال پر خرچ کرنے کی ترتیب اور تفصیل	71		امام بخاری کا اپنی روایت میں حضرت زینب کی	56
644	حدیث مذکور کے رجال	72	630	جگہ حضرت سودہ کو ذکر کرنا	
644	اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی مزید تفصیل	73		باب: ۱۲	
	باب: ۱۹		632	دکھا کر صدقہ دینا	57
645	دے کر احسان جتانے والا	74	632	علانیہ صدقہ کے ثبوت میں احادیث	58
	باب: ۲۰			باب: ۱۳	
645	جس نے اپنے دن سے پہلے صدقہ دینے کو پسند کیا	75	634	خفیہ طور پر صدقہ کرنا	59
	باب: ۲۱		634	خفیہ طور پر صدقہ دینے کی فضیلت میں دیگر احادیث	60
646	صدقہ کی ترغیب دینا اور اس میں شفاعت کرنا	76		باب: ۱۴	
646	حدیث مذکور کے رجال	77	634	جب لاعلمی میں کسی غنی پر صدقہ کیا گیا	61
647	سفارش کرنے کی فضیلت	78		حدیث میں مذکور غنی جس کی شفاعت سے لاعلمی	62
648	حدیث مذکور کے رجال	79	635	میں غیر مستحق کو زکوٰۃ ادا کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	
648	تھیلی کو باندھ کر رکھنے کا معنی	80		باب: ۱۵	
	باب: ۲۲			جب کسی شخص نے لاعلمی میں اپنے بیٹے کو زکوٰۃ	63
648	استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا	81	636	دے دی	
	باب: ۲۳		636	حدیث مذکور کے رجال	64
649	صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے	82	637	رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کے متعلق مذاہب فقہاء	65



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
83	باب: ۲۴ جس نے حالت شرک میں صدقہ کیا پھر اسلام قبول کر لیا	650	655	پوشی اور آخرت میں اجر و ثواب	655
84	حدیث مذکور کے رجال	650	655	باب: ۲۹ کمائی اور تجارت سے صدقہ کرنا	655
85	زمانہ کفر میں کی ہوئی نیکیوں کی جزاء کی تحقیق	650	656	نا پسندیدہ اور نا کارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کی ممانعت کے متعلق احادیث	656
86	باب: ۲۵ جب نوکر مالک کے حکم سے صدقہ کرے اور اس کی نیت مالک کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اس کا ثواب	651	656	باب: ۳۰ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا فرض ہے جس کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو وہ کوئی نیک کام کرے	656
87	حدیث مذکور کے رجال	651	657	حدیث مذکور کے رجال	657
88	حدیث میں مذکور خزانچی کی قیود کے فوائد	651	657	صدقہ کی صورتیں	657
89	باب: ۲۶ جب کوئی عورت صدقہ کرے یا خاوند بکے گھرنے سے کھلائے اور اس کا مال برباد کرنے کی نیت نہ ہو تو اس کا ثواب	652	658	باب: ۳۱ زکوٰۃ اور صدقہ میں سے کتنی مقدار دی جائے اور جس آدمی نے بکری دی	658
90	باب: ۲۷ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا اور عسیر (اس کو آسانی) مہیا کریں گے اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا اور قریب باتوں کی تکذیب کی پس سخت عذاب ہم اس کو دے دیں (دور) مہیا کریں گے اور اللہ کی راہ میں	653	658	حدیث مذکور کے رجال	658
91	حدیث مذکور کے رجال	654	658	تفسیر کو اپنی زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے؟ اس کے متعلق نہ اسباب اللہ	658
92	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے فرشتوں کی دعا	654	659	باب: ۳۲ پابندی کی رواد	659
93	باب: ۲۸ صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال	654	660	باب: ۳۳ زکوٰۃ میں چیزوں کا لینا	660
94	مال خرچ کرنے کی وجہ سے دنیا میں عیوب کی پردہ	654	661	حدیث مذکور کے رجال	661
			661	زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کی جنس سے زکوٰۃ ادا کرنے کا جواز	661
			661	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی دلیل کا جواب	661
			662	حافظ ابن حجر اور غیر مقلدین کا آثار صحابہ اور حدیث رسول کو مسترد کرنا اور مصنف کے جوابات	662

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
109	باب: ۳۴ متفرق جانوروں کو جمع نہ کیا جائے اور جو جانور جمع ہوں ان کو متفرق نہ کیا جائے	663	122	باب: ۴۴ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا	671
110	باب: ۳۵ اگر دو شخص شریک ہوں تو زکوٰۃ کا خرچ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں	664	123	حدیث مذکور کے مسائل اور حضرت ابو طلحہ کی دریا دلی اور نبی ﷺ کی بے نفسی	672
111	باب: ۳۶ اونٹوں کی زکوٰۃ	664	124	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء	673
112	حدیث مذکور کے رجال	665	125	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق احادیث مطلقہ	674
113	دیہاتیوں کے اوپر ہجرت کا سخت ہونا	665	126	مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق خصوصی احادیث	675
114	باب: ۳۷ جس کی زکوٰۃ میں ایک سال کی رقمی واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو	665	127	جب زیورات بہ مقدار نصاب ہوں تو ان میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق فقہاء تابعین کے آثار	676
115	باب: ۳۸ بکریوں کی زکوٰۃ	666	128	زیورات میں زکوٰۃ جب نہ ہونے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کے جوابات	676
116	باب: ۳۹ زکوٰۃ میں بوڑھا اور عیب والا جانور کیسے دیا جائے گا، مگر جب عامل اس کا لینا مناسب سمجھے	668	129	باب: ۴۵ مسلمان پر اس کے گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے	677
117	باب: ۴۰ بچہ کو زکوٰۃ میں دینا	668	130	گھوڑوں میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء اور امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل	677
118	باب: ۴۱ زکوٰۃ میں لوگوں کا عمدہ مال نہ وصول کیا جائے	669	131	باب: ۴۶ کسی مسلمان پر اس کے غلام میں صدقہ واجب نہیں ہے	678
119	باب: ۴۲ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے	669	132	باب: ۴۷ قیموں پر صدقہ کرنا	679
120	گایوں کی زکوٰۃ	669	133	حدیث مذکور کے رجال	680
121	گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار	671	134	کبھی کبھار اچھی چیز سے بُری چیز کا ظاہر ہونا	680
			135	باب: ۴۸ خاوند اور گود میں زیر پرورش یتیم بچوں پر زکوٰۃ کو خرچ کرنا	681

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
136	حدیث مذکور کے رجال	682	150	مقتدر اعلیٰ سے سوال کرنے کا جواز زیادہ سوال	682
137	حضرت زینب کے زیر کفالت یتیم بچوں کا مصداق اور حضرت بلال کا رسول اللہ ﷺ کو حضرت زینب کی خبر دینا	682	682	کرنے کی کراہت اپنی اجرت کے سوال کرنے کا جواز اور بیت المال میں مسلمانوں کے حق کے متعلق فقہاء کے مذاہب	682
138	حدیث مذکور کے رجال	683	683	باب: ۵۱	683
139	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابوسلمہ سے اولاد	683	151	جس کو اللہ تعالیٰ نے بغیر سوال کے اور بغیر نفس کے جھکانے کے عطا کیا اور ان کے مالوں میں سالکوں اور محروموں کا حق ثابت تھا	683
140	شوہر پر زکوٰۃ خرچ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	683	683	”اشراف نفس“ کا معنی	683
141	اس پر دلیل کہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ان پر جو مال خرچ کرتی تھیں وہ زکوٰۃ نہیں تھا	684	152	رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو جو مال عطا کیا تھا وہ صدقہ نہیں تھا	684
142	شافعی مالکی اور غیر مقلد علماء کا شوہر کو زکوٰۃ دینے کے عدم جواز میں امام اعظم کے موقف کی تائید کرنا	685	153	باب: ۵۲	685
143	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور مقروضوں کو اور اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دی جائے۔ (التوبہ: ۶۰)	686	154	بعض فقہاء کے نزدیک حاکم اور سلطان کا عطیہ قبول کرنا حرام یا مکروہ ہے	686
144	رسول اللہ ﷺ کا غنی کرنا حضرت خالد کے زکوٰۃ نہ دینے کی توجیہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے زکوٰۃ کی توجیہ	688	155	حاکم کا عطیہ قبول کرنے پر بعض اعتراضات کے جوابات	688
145	جس جنس میں زکوٰۃ واجب ہو اس جنس کے بجائے اس کی قیمت دا کرنے کا جواز امام کے لیے زکوٰۃ کی مؤخر کرنے کا جواز اور وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی میں مذاہب	689	156	حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا حکم	689
146	سوال کرنے سے رکنا	689	157	باب: ۵۰	689
147	ضرورت کے وقت سوال کرنے کا جواز تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے	690	158	فقہاء تابعین کے نزدیک جائز ہونا	690
148	سوال کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث	691	160	مقتدر اعلیٰ کا کسی ترجیح کی بناء پر خوش حال لوگوں کو عطا کرنا	691
149	حدیث مذکور کے رجال	693	161	باب: ۵۲	693
			699	جس نے اپنے مال کو زیادہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کیا	699



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
162	حدیث مذکور کے رجال	700		باب: ۵۵	
163	بلا ضرورت سوال کرنے والے کی قیامت کے دن سزا	700	179	جس زمین کو بارش کے پانی یا جاری پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے	715
	باب: ۵۳		180	شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء	716
164	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ لوگوں سے گزر گزا کر سوال نہیں کرتے۔ (البقرہ: ۲۷۳) اور خوش حالی کی کتنی مقدار ہے	700	181	شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار	716
165	مسکین اور فقیر کے معنی کی تحقیق	702		باب: ۵۶	
166	آدمی کے پاس کس قدر مال ہو تو اس کے لیے سوال کرنا اور صدقہ لینا جائز نہیں ہے	703	182	پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے	717
167	حدیث مذکور کے رجال	704		باب: ۵۷	
168	”قبل وقال“ کا معنی	704	183	جب درختوں سے کھجوروں کو اُتارا جائے اس وقت صدقہ (عشر) لیا جائے اور کیا بچوں کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کو ہاتھ لگائیں؟	718
169	کثرت سوال کی متعدد صورتیں	705	184	حدیث مذکور کے رجال	718
170	مال ضائع کرنے کی متعدد صورتیں	706	185	حدیث مذکور کے رجال	719
	باب: ۵۴		186	چھ بچوں کو صدقہ کرنا	720
171	درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو دیکھ کر لگی ہوئی کھجوروں کا اندازہ کرنا	708	187	سادات پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب فقہاء	720
172	حدیث مذکور کے رجال	710	188	ان سادات پر صدقہ حرام ہے ان کے مصادیق	720
173	تبرک وادی القرئی اور ایلہ کا مصداق	710		سجد میں سلطان کے پاس صدقات جمع کرانے اور جن کاموں میں عام لوگوں کا مفاد ہو ان کو مسجد میں انجام دینے کا جواز اور دیگر مسائل	721
174	احد پہاڑ کا نبی ﷺ سے محبت کرنا حقیقت پر مبنی ہے اس پر ثمرات اور سزا	710		باب: ۵۸	
175	آپ پہاڑ کی محبت کا جواب بھی محبت سے دیتے تھے	711	189	جس نے پہلے فروخت کر کے یا کھجور کے پتے یا زمین یا کھیت حالانکہ اس میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا پس اس نے کسی اور مد میں سے زکوٰۃ ادا کر دی یا اس نے اپنے وہ پھل فروخت کیے جن میں صدقہ واجب نہیں ہوا تھا	721
176	”خوص“ کے متعلق مذاہب فقہاء	712	190	امام شافعی کا پکے ہوئے پھلوں کی بیع کو ناجائز قرار دینا اور امام بخاری کا ان پر رد کرنا کہ یہ حدیث کے خلاف ہے	722
177	”خوص“ کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی مؤید احادیث اور ان کے جوابات	713			
178	”خوص“ کی ممانعت کے متعلق احادیث				

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
191	امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر کا بے جا قید کا اضافہ کرنا	723	207	باب: ۶۴	734
192	حافظ ابن حجر کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید	723	208	زکوٰۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوٰۃ اور دعا	734
193	کیا انسان اپنے صدقہ کو خرید سکتا ہے؟	725	209	صلوٰۃ کا معنی	734
194	صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء	726	210	علامہ عینی کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے	735
195	جہاد کے لیے صدقہ کرنے کی فضیلت اور بہہ کر کے واپس لینے کی کراہت	727	211	علامہ ابن بطال کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ ہے	735
196	باب: ۶۰	727	212	التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ کی تفسیر میں علامہ عینی اور علامہ ابن بطال کے نزاع میں مصنف کا محاکمہ	735
197	نبی ﷺ کے لیے صدقہ کا ذکر	727	213	امام پر زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرنا واجب ہے یا مستحب؟	736
198	نبی ﷺ اور آپ کی آل پر کون سا صدقہ حرام ہے؟ آیا صرف فرض یا نفلی صدقہ بھی حرام ہے؟	728	214	حدیث مذکور سے رجال اور حضرت عبداللہ بن ابی کاتر اور اس عظیم کا انہیں پانا	737
199	باب: ۶۱	729	215	غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء	737
200	نبی ﷺ کی ازواج کی باندیوں پر صدقہ	730	216	نبیاء علیہم السلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں رجال سنت اور علماء شیعہ کا موقف	737
201	حدیث مذکور کے رجال	731	217	انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں جمہور علماء کا موقف	738
202	نبی ﷺ اور ان کی باندیوں پر صدقہ کا حرام نہ ہونا	731	218	انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں رجال کے موقف	738
203	بنو ہاشم کے ساتوں صدقہ حرام ہونے میں سب مردار کی رنگی سے کھانے والے پائے ہوئے میں مذاہب فقہاء	732	219	جوابات	738
204	باب: ۶۲	732	220	انبیاء علیہم السلام کے غیر پر انفراد لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی ممانعت کے دلائل	739
205	جب صدقہ منتقل ہو جائے	733	221	باب: ۶۵	740
206	حدیث مذکور کے رجال	733	222	جو چیزیں سمندر سے نکالی جاتی ہیں	740
	باب: ۶۳		223	عنبر کے معنی کی تحقیق	740
	مال داروں سے صدقہ لے کر فقراء کی طرف لوٹانا		224	حدیث مذکور کا مکمل متن	741
	خواہ وہ کہیں ہوں				

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
222	حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور امام بخاری کا مقصود	742	236	حدیث مذکور کا مکمل متن	750
223	سمندر سے نکالے گئے موتیوں اور غنبر میں وجوب زکوٰۃ کے متعلق اختلاف فقہاء	742	237	عالمین زکوٰۃ سے حساب لینا اور دیگر فقہی مسائل	750
224	رکاز میں خمس (پانچواں حصہ) ہے	743	238	باب: ۶۸	751
225	امام بخاری کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کہ وہ کان میں خمس ادا کرنے کو واجب بھی کہتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں	744	239	باب: ۶۹	752
226	امام بخاری کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور کان کے متعلق امام اعظم کے جواب کی تفصیل	745	240	حدیث مذکور کے رجال	752
227	کان کے حکم کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	746	241	گھٹی دینے کا بیان	752
228	امام بخاری کے امام اعظم پر اعتراض اور مصنف کے جواب کا خلاصہ	747	242	علامت کے لیے جانوروں کے جسم پر داغ لگانے کے جواز یا استحباب میں مذاہب فقہاء	752
229	علامہ ابن بطلال علامہ ابن حجر اور شیخ حیدر رحمہ اللہ اس مقام پر امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کی تائید کرنا	748	243	شوافع کا فقہاء احناف پر یہ افتراء کہ وہ داغ لگانے سے منع کرتے ہیں	753
230	تشبیہات	749	244	جانوروں پر داغ لگانے کے ثبوت میں فقہاء احناف کی عبارات	753
231	جانور کے لیے ہونے والی نصابی شرائط	749	245	باب: ۷۰	754
232	کنویں میں اور کان میں گرنے والے کا تاوان نہ ہونا	748	246	حدیث مذکور کے رجال	756
233	رکاز کا مصداق	748	247	حدیث مذکور کے رجال	756
234	رکاز میں نصاب کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء	749	248	حدیث مذکور کے رجال	756
235	باب: ۶۷	749	249	حدیث مذکور کے رجال	756
	اللہ عز وجل کا ارشاد: اور زکوٰۃ کی وصول یا بی پر مامور لوگ (التویہ: ۶۰) اور امام کا عالمین کا محاسبہ کرنا	749	250	حدیث مذکور کے رجال	756
		749	251	حدیث مذکور کے رجال	756
		749	252	حدیث مذکور کے رجال	756



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
253	فطر ادا کرنے کے وجوب میں مذاہب فقہاء	756	باب: ۷۸		
	کتنے مال کی ملکیت پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے		763	چھوٹے اور بڑے کو صدقہ فطر دینا	265
	اس میں مذاہب فقہاء	757	764	قربانی کے جانوروں اور صدقہ فطر میں تنوع	266
254	بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر لازم ہونے میں مذاہب فقہاء		765	”کتاب الزکوٰۃ“ کا اختتام	267
		757	766	۲۵- کتاب الحج	
255	باب: ۷۱			”کتاب الزکوٰۃ“ کے بعد ”کتاب الحج“	1
	صدقہ فطر کا تمام مسلمانوں پر واجب ہونا حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں پر بھی	757	766	درج کرنے کی توجیہ حج کا لغوی اور شرعی معنی اور حج کی مشروعیت کی تاریخ	
	باب: ۷۲			باب: ۱	
256	بچہ سے چار کلو گرام صدقہ فطر ادا کرنا	758	767	حج کا وجوب اور اس کی فضیلت	2
	باب: ۷۳		767	بیت اللہ کے اسماء	3
257	چار کلو گرام طعام یا دوسرے اناج سے صدقہ فطر ادا کرنا		767	حج کی استطاعت کی تفصیل	4
	باب: ۷۴		768	استطاعت کے بارے میں نہ کرنے والے پر وعید	5
258	چار کلو گرام کھجوروں سے صدقہ فطر ادا کرنا	758	768	رسول اللہ ﷺ نے کتنے حج کیے؟	6
259	گندم سے صدقہ فطر دینے میں گندم کی مقدار چار کلو گرام ہے یا دو کلو گرام؟			حلال آمدنی سے حج کرنے کی فضیلت اور حرام آمدنی سے حج کرنے کی مذمت	7
260	ایک صاع (چار کلو) گندم صدقہ فطر دینے کی تائید	759	768	حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے اور عورت کو منع نہ کرنے کی توجیہ	8
261	میں ائمہ ثلاثہ کی احادیث اور ان کے جواب		769	حج بدل کرنے میں فقہاء مذاہب کے مذاہب	9
	امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نصف صاع (دو کلو گندم) صدقہ فطر کے تحقق کا حکم	760		حج بدل کر دینے والے کا؟	10
262	باب: ۷۵		770	حج بدل کرنے کے ثبوت میں دیگر احادیث	11
	ایک صاع (چار کلو) کشمش سے	761		باب: ۲	
263	باب: ۷۶			اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے) وہ آپ کے پاس دو دروازے راستوں سے پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں گے تاکہ وہ اپنے فوائد کے مقامات پر	12
264	باب: ۷۷		762	آزاد اور غلام پر صدقہ فطر کا وجوب	762

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
13	حاضر ہوں۔ (الحج: ۲۸-۲۷)	771	31	اس حدیث سے استدلال کہ حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو	780
14	ایراہیم علیہ السلام کی پکار پر لبیک کہا تھا	771	32	اس اعتراض کا جواب کہ پھر تو قاتلوں اور زانیوں کے لیے معاملہ آسان ہے وہ قتل اور زنا کریں اور حج کر کے اپنی مغفرت کرائیں	780
15	حدیث مذکور کے رجال	772		باب: ۱۸	
16	سوار پر سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے یا پیدل چل کر؟	772	33	حج اور عمرہ کے مواقیت کا تقرر	780
17	سوار پر حج کرنے کی فضیلت میں احادیث	772	34	قرن ذوالحلیفہ اور الحجۃ کا بیان	781
18	سوار پر حج کرنے کی فضیلت میں احادیث	773	35	مواقیت مذکورہ سے احرام باندھنے کا وجوب اور جو شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو اس کا شرعی حکم	782
19	سوار پر حج کرنے والوں کو ملال نہیں کرنا چاہیے	773		باب: ۳	
20	پالان پر سوار ہو کر حج کرنا	774		باب: ۴	
21	حدیث مذکور کے رجال	775	36	حج مقبول کی فضیلت	775
22	حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ	776	37	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور سفر خرچ تیار کرو اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے (البقرہ: ۱۹۷)	782
23	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے کی صفائی	776	38	حدیث مذکور کے رجال	783
24	روافض کا اعتراض اور اس کا جواب	776	39	افعیاء پر توکل کرنے کا شدید حرام ہونا	783
25	حدیث مذکور کے رجال	777	40	توکل کی صحیح تعریف	783
26	”رلٹ“ اور ”فسق“ کا معنی	777		باب: ۷	
27	ملا علی قاری کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ حقوق العباد معاف ہوتے ہیں	778	41	حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ	783
28	مصنف کی یہ تحقیق کہ حج کرنے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں	778	42	یہلم کی تعین اور پاکستان کے کسی شہر سے احرام باندھنے کی جگہ	784
29	حج کرنے والے کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دینا	779		باب: ۸	
30	حج کرنے والے کے ذمہ حقوق العباد کو معاف فرما دینا	779	43	اہل مدینہ کا میقات اور وہ لوگ ذوالحلیفہ پہنچنے سے پہلے احرام نہ باندھیں	785
				باب: ۹	
				اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ	785

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
44	باب: ۱۰ اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ	786	55	باب: ۱۶ نبی ﷺ کا ارشاد کہ عقیق مبارک وادی ہے	792
45	باب: ۱۱ جو لوگ موافقت کے مادراء رہتے ہوں ان کے احرام باندھنے کی جگہ	786	56	حدیث مذکور کے رجال	792
46	باب: ۱۲ اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ	787	57	آپ کے پاس آنے والے کا مصداق آپ نے وادی عقیق میں کون سی نماز پڑھی تھی؟ اور عمرہ کا حج میں ہونے کا معنی	793
47	باب: ۱۳ اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے	787	58	وادی عقیق کی فضیلت اور اس پر دلیل کہ آپ کا حج حج قرآن تھا	793
48	حدیث مذکور کے رجال	788	59	رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کے قیام کی جگہوں پر خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نازل ہونا	794
49	اس اعتراض کا جواب کہ بصرہ اور کوفہ حضرت عمر کے عہد میں فتح نہیں ہوئے تھے اور حدیث میں مذکور ہے: جب یہ دونوں شہر فتح ہو گئے تھے	788	60	باب: ۱۷ کپڑوں پر خوشبو لگانا آپ ہو تو احرام باندھنے سے پہلے اس کی باتیں پروردگار نے کیا ہے	794
50	اس پر دلیل کہ ذات عرق کو نبی ﷺ نے ہی میقات بنایا تھا حضرت عمر نے صرف اس حکم کی تبلیغ کی تھی	789	61	حدیث مذکور کے رجال	795
51	ذات عرق کو میقات قرار دینے کے متعلق نبی ﷺ کی احادیث	789	62	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کے جواز میں امام طہاوی کے دلائل اور مانعین کے جوابات	795
52	حافظ ابن حجر کی امام شافعی کی تائید میں ان احادیث کو مستند قرار دینے کے علاوہ اس سے درستہ امام ابو حنیفہ کی روایت میں سند احادیث صحیحہ اور جرح کرنا	789	63	امام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں اختلاف ائمہ اور امام ابو حنیفہ کے موقف پر احادیث سے دلائل	796
53	ان احادیث پر امام شافعی کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے عہد میں تو عراق آباد نہیں ہوا تھا	790	64	وحی خفی کا ثبوت اور کسی مسئلہ کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے بلکہ علم کا یہ ہے کہ یہ یقین حاصل کرنے کے بعد جواب دے اور اگر مسائل	797
54	باب: ۱۴ باب: ۱۵ نبی ﷺ کا راستہ کے درخت سے ٹکنا	791	65	باب: ۱۸ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو کیا پہنے؟ اور وہ کنگھی کرے اور تیل لگائے	797
	باب: ۱۵ باب: ۱۶ نبی ﷺ کا راستہ کے درخت سے ٹکنا	791	66	احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا استحباب	799
	باب: ۱۶ باب: ۱۷ نبی ﷺ کا راستہ کے درخت سے ٹکنا	791	67	باب: ۱۹ جس نے بال جما کر احرام باندھا	799



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
68	حدیث مذکور کے رجال	800	84	تلبیہ کا معنی	808
69	تلبیہ کے کلمات اور تلبید کا معنی	800	85	تلبیہ پڑھنے کا شرعی حکم	809
70	محرم کے لیے بالوں کو چکانے میں مذاہب ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل	800	86	تلبیہ میں اضافہ کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء	809
	باب: ۲۰			باب: ۲۷	
71	مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ پڑھنا	800	87	سواری پر بیٹھتے وقت احرام باندھنے سے پہلے	
72	نبی ﷺ کے احرام باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف	801		”الحمد لله، سبحان الله“ اور ”الله اکبر“	810
73	نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کا منشاء	802	88	سیدھی کھڑی ہو گئی	810
74	نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں مذاہب ائمہ	802	89	قبلہ کی طرف منہ کر کے احرام باندھنا	811
75	محرم کون سے کپڑے نہ پہنے	803	90	بادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا	812
76	حج میں سواری پر بیٹھنا اور کسی کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا	803	91	حدیث مذکور کے رجال	812
77	سواری پر بیٹھ کر حج کرنے کی فضیلت	804	92	نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا اور المہلب کا اس حدیث کو غلط قرار دینا	812
78	محرم کپڑوں، چادروں اور بندوں پر مشتمل جو لباس پہنے	804	93	حافظ ابن حجر عسقلانی کا المہلب پر رد کرنا اور اس حدیث کی متعدد توجیہات کرنا اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح کرنا	812
79	نبی ﷺ کے حج قرآن کا ثبوت	806	94	دیگر شارحین کا حافظ ابن حجر کی تقریر کو نقل کرنا	814
80	رنگ دار کپڑے کا احرام پہننے کی تحقیق	806	95	علامہ طیبی، محدث دہلوی اور دیگر علماء اسلام کی یہ تصریح کہ نبی ﷺ اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے احوال دیکھتے ہیں اور دیگر جوابات کا ذکر کرنا	814
81	جس نے صبح تک رات ذوالحلیفہ میں گزاری	807	96	غیر مقلد علماء کا نبی ﷺ کے کمالات بصر کا ذکر نہ کرنا	816
82	بلند آواز سے تلبیہ (اللهم ليك) پڑھنا	808		باب: ۳۱	
83	تلبیہ (”اللهم ليك“ کہنا)	808	97	حیض اور نفاس والی عورت کس طرح احرام باندھے	816

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
98	”اہلال“ کے متعدد معانی	816		<b>باب: ۳۴</b>	
99	”وما اهل به لغير الله“ کے معنی کی تحقیق	817	110	حج میں تمتع اور قرآن اور افراد اور جس کے ساتھ	
100	علماء دیوبند کا مطلقاً غیر اللہ کے تقرب کو حرام قرار دینا	817	829	قربانی نہ ہو اس کا حج کے احرام کو فسخ کرنا	
101	مصنف کے نزدیک بہ طور عبادت غیر اللہ کے تقرب		111	حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان حج تمتع	
	کا حصول حرام ہونا اور دیگر صورتوں میں غیر اللہ کے		830	کرنے کے متعلق مباحثہ کے فوائد	
	تقرب کا حصول جائز ہونا	818	112	عمرہ اور حج کو جمع کرنے یعنی قرآن اور تمتع کے جواز	
102	حجۃ الوداع کا معنی، تنعیم کا محل وقوع، احناف کے		831	کے متعلق دیگر احادیث	
	نزدیک نبی ﷺ کا حج قرآن ہونا اور قرآن میں دو		113	حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما جو حج تمتع	
	سعی اور دو طواف ہونے کے دلائل	819	832	سے منع کرتے تھے اس کے متعلق شارحین کی آراء	
103	حج قرآن میں دو طواف اور دو سعی کرنے کے ثبوت		114	زمانہ جاہلیت میں عربوں کا مہینوں کو مؤخر کرنا اور	
	میں احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال	820	834	اسلام کا اس غلط رسم کو مٹانا	
	<b>باب: ۳۲</b>		835	حرمت والے مہینے	
104	جس نے نبی ﷺ کے زمانہ میں آپ کے احرام		115	مشرکین کی امت لے مہینوں کو مؤخر کرنے کی	
	کی مثل احرام باندھا	822	835	وجہ اور نبی ﷺ کا اس کو رد فرمانا	
105	حدیث مذکور کے رجال	823	836	نبی ﷺ کے حج قرآن کی دلیل اور دیگر مسائل	
106	حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	823	118	نیک کام سے جواب سے شرعی مسئلہ پر استدلال	
107	حدیث مذکور کے رجال	825		پنے مؤلف کی تائید پر انعام دینا اور عالم کا علم پر	
108	حضرت ابو موسیٰ کو یمن بھیجنے کی تاریخ، حضرت عمر		837	نذرانہ لینا	
	کے تمتع سے منع کرنے کی توجیہ، حضرت علی اور حضرت			<b>باب: ۳۵</b>	
	ابو موسیٰ دونوں کے پاس حدی نہیں تھا، پھر کیا وجہ		838	جس نے لبیک پڑھتے ہوئے حج کا نام لیا	
	ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو اپنے احرام پر			<b>باب: ۳۶</b>	
	برقرار رہنے کا حکم دیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کو		838	نبی ﷺ کے عہد میں حج کرنا	
	احرام کھولنے کا حکم دیا؟	825	839	حدیث مذکور کے رجال	
	<b>باب: ۳۳</b>		122	تمتع یا قرآن کی تائید میں قرآن مجید کی آیت اور	
109	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حج کے مہینے معروف ہیں اور جو		839	حدیث میں مذکور شخص کا مصداق	
	شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو			<b>باب: ۳۷</b>	
	لازم کر لے تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی		123	اس آیت کی تفسیر: یہ (حج تمتع کا) حکم اس شخص کے	
	باتیں ہوں نہ گناہ اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ: ۱۹۷)	826		لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ)	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ: ۱۹۶)	839		کی تعظیم ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث	849
124	اہل حرم کے مصداق میں اختلاف فقہاء اور اہل مکہ		140	رکن یمانی کو بوسا دینے کی ممانعت	850
	کے لیے تمتع اور قرآن کے بلا کراہت جواز میں		141	باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی کعبہ کی دیوار کے	
	اختلاف ائمہ	839		صرف دو کونوں کی تعظیم ہے	850
125	حدیث مذکور کے رجال	841		باب: ۴۳	
126	مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی اور تفصیل	841	142	حرم کی فضیلت	852
127	تمتع کی تعریف، شرائط اور تمتع کی قربانی میسر نہ			باب: ۴۴	
	ہونے کی صورت میں دس روزوں کے رکھنے کے		143	مکہ کے گھروں میں وراثت جاری ہوگی اور ان کا	
	مقام میں مذاہب ائمہ	841		بیچنا اور خریدنا جائز ہے اور لوگ بالخصوص مسجد حرام	
	باب: ۳۸			میں برابر ہیں	854
128	مکہ میں دخول کے وقت غسل کرنا	842	144	حدیث مذکور کے رجال	855
	باب: ۳۹		145	آیت مذکور الصدر کی تاویل	855
129	دن یا رات کے وقت مکہ میں داخل ہونا	842	146	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے	
	باب: ۴۰			اور کرائے پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء	855
130	مکہ میں کہاں سے داخل ہو؟	843	147	مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے	
131	الثنیۃ العلیاء اور الثنیۃ السفلی کا معنی مکہ میں دخول			پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف	856
	اور خروج کے وقت راستہ بدلنے کی باتیں	843	148	مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے	
	باب: ۴۱			اور کرائے پر دینے کے جواز میں قرآن مجید اور	
132	مکہ سے کہاں سے باہر نکلے؟	844		احادیث و آثار سے استدلال	857
	باب: ۴۲		149	مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے	
133	مکہ کی فضیلت اور کعبہ کی تعظیم کا بیان	845		پر دینے کے متعلق فقہاء احناف مذاہب	858
134	”مشابہ“ کا معنی	846		باب: ۴۵	
135	”امنا“ کا معنی	846	150	نبی ﷺ کا مکہ میں اترنا	859
136	مقام ابراہیم کی تعیین	847	151	نبی ﷺ کی مخالفت میں لکھے ہوئے صحیفہ کو دیمک	
137	کعبہ کی تعمیر کتنی بار کی گئی؟	847		کا کھالینا	860
138	کعبہ کی دیوار کے چار کونوں اور ان میں سے صرف			باب: ۴۶	
	دو کونوں کی تعظیم کا بیان	849	152	اللہ عزوجل کا ارشاد	860
139	فقہاء احناف کے نزدیک کعبہ کے صرف دو کونوں		153	باب مذکور میں حدیث ذکر نہ کرنے کی توجیہ	861



نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
154	ابراہیم: ۳۵-۳۷ کی مختصر تفسیر	861		باب: ۵۰	
	باب: ۴۷		869	حجر اسود کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے	172
155	اللہ تعالیٰ کا ارشاد	862	870	حدیث مذکور کے رجال	173
156	المائدہ: ۹۷ کی باب میں درج تین حدیثوں کی مناسبت کے اشارات	862	870	حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نفع اس کے متعلق شارحین کی توجیہات	174
157	المائدہ: ۹۷ میں درج بعض اہم الفاظ کی شرح	862	870	حضرت عمر کے اس قول سے حضرت علی کا اختلاف اور حضرت عمر کا رجوع کرنا	175
158	چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کی شرح	863	871	حجر اسود کے فضائل میں احادیث	176
159	کعبہ کی تخریب کے متعلق احادیث	863	872	باب: ۵۱	
160	اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو مامون قرار دیا ہے پھر حجاج قرامطہ اور حبشی کعبہ کی تخریب پر کس طرح قادر ہوئے؟	864		بیت اللہ کے دروازہ کو اندر سے بند کرنے کا جواز اور بیت اللہ کے اندر ہر جہت میں نماز پڑھنے کا جواز	177
161	حدیث مذکور کے رجال	865	872	کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	178
162	غلاف کعبہ کی تاریخ	865	873	باب: ۵۲	
163	حدیث مذکور کے رجال	866		کعبہ کے اندر نماز پڑھنا	179
164	یا جوج اور ماجوج کی تعریف	866	873	باب: ۵۳	
165	کعبہ پر غلاف چڑھانا	866	874	جو شخص کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوا	180
166	حدیث مذکور کے رجال	866	874	کعبہ کی سیوریوں کو مٹانا	181
167	اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ یہ حدیث عنوان سے مطابق نہیں ہے	867		باب: ۵۴	
168	یسی کا کہنا کہ کعبہ کے غلاف کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل	867	875	جس نے کعبہ کی اطراف میں اللہ اکبر کہا	182
169	کعبہ کے پردوں کو کعبہ پر برقرار رکھنا اور پرانے پردوں کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا جواز	868	875	مشرکین کا بیرون سے قال کرنا	183
170	کعبہ کو منہدم کرنا	868		باب: ۵۵	
171	اخیر زمانہ میں کعبہ کو گرائے جانے کی حکمت	869	875	رمل کی ابتداء اس طرح ہوئی	184
	باب: ۴۹		876	طواف میں رمل کے متعلق مذاہب فقہاء	185
	کعبہ کو منہدم کرنا		876	حج میں نبی ﷺ کی سنت کا بیان	186
	باب: ۵۶			باب: ۵۶	
	کعبہ کوئی مکہ میں آئے تو پہلے طواف میں حجر اسود کی تعظیم کرے اور تین چکروں میں رمل کرے	869	876	جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے طواف میں حجر اسود کی تعظیم کرے اور تین چکروں میں رمل کرے	187



## خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، الذي جعلنا من المسلمين، ووصفنا بخير أمة من الأمم الماضية، وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به إلى الصراط المستقيم. والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين، الذي شرح الفرقان بأحاديثه وبيانه القويم، وكشف عن أسرارهِ وغوامضه لهداية الناس أجمعين، وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى آله الطيبين وأصحابه الطاهرين الذين قاموا بأشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم، وعلى أزواجه الطاهرات أمهات المؤمنين، وعلى جميع الأئمة التابعين من المفسرين وأخذئين المخلصين الكاملين إلى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير إلى ربِّه، القادر على غلام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، حاج إلى كرم ربه السرمدي أني بعد الفراغ من التفسير قد شرعت في شرح الصحيح للباري (عليه السلام) (باري) توكلنا على رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكنيته إلا بنعمته العظمى. فلذا سميتُه بنعمة الباري في شرح صحيح البخاري. (تقبله الله بلطفه وتغمدني بغفرانه بمحض فضله).

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله. أعوذ بالله من شرور نفسي ومن سيئات أعمالي. من سيئاتي فأصلح لي من بقية خطيئتي. اللهم أرني الحق حقاً وارزقني اتباعه. اللهم أرني الباطل باطلاً وارزقني اجتنابه. اللهم اجعلني في تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقاً باسمه واحفظه من شرور الأسماء والحاسدين. اللهم اجعله خالصاً لوجهك الكريم ومقبولاً عند ربك. اللهم أرني في تصنيفي مستقيماً ومفيداً وخوباً لطلاب العلم والدين واجعله من نفع المسلمين صدقة جارية إلى يوم القيامة. اللهم أرني في تصنيفي الكريمة شريفاً في الدنيا وشفاعة في الآخرة واحيني على الإسلام والسلام وامتنني على الإيمان بالكرامة. اللهم أنت ربّي لا إله إلا أنت خلقتني وأنا عبدك وأنا على عهدك ووعدك ما استطعت. أعوذ بك من شر ما صنعت أبوء لك بنعمتك علي وأبوء لك بذنبي فاغفر لي فإنه لا يغفر الذنوب إلا أنت. رب اوزعني أن أشكر نعمتك التي أنعمت علي وعلى والدي وأن أعمل صالحاً ترضه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

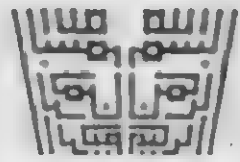


## خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں ﷺ پر درود و سلام ہو جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوة کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندہ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہ عرض پرداز ہے کہ میں ”تفسیر بیان القرآن“ سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عز و جل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسہ کرتے ہوئے ”صحیح بخاری“ کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قوی اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل بے گزر کر پایہ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عز و جل و خصوصاً نعمت اور احسان ہے۔ ایسے میں اس شرح کا نام ”نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری“ رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف بشرف قبولیت عطا فرمائے اور مخلص اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اپنے نفس کے علاوہ بد اعمالیوں سے اللہ عز و جل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں آتا اس گمراہ پر چھوڑ دے اس کی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ منشی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی نیت سے رفرور نہ ہو بلکہ اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد ﷺ) کی بارگاہ میں مقبول بنائے اور اس کی امت تک اس کی کفاف عالم میں پہنچا دے اور ان فریقین کو اس کو پہنچا دے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقہ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بد اعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ



نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

## ۱۲ - کتاب الخوف

### نماز خوف کا بیان

#### نماز خوف کے ابواب

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو (اس میں) کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرو اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے بے شک کافر تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں O اور (اے رسول مکرّم!) جب آپ ان مسلمانوں کے درمیان ہوں اور آپ (حالت جنگ میں) نماز کے لیے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کر لیں تو تمہارے پیچھے بیٹے جائیں اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تو وہ آ کر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) نماز پڑھے اور (وہ بھی) اپنے اسلحہ کے ساتھ مسلح رہیں کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے اسلحہ اور ساز و سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ یک بارگی ٹوٹ کر تم پر حملہ کر دیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو اور (ضروری) سامان لیے رہو بے شک اللہ نے کافروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا

ہے O (النساء: ۱۰۱-۱۰۲)

#### ۱ - باب صَلَوةِ الْخَوْفِ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا﴾ وَإِذَا كُنْتُمْ لِيَهُمْ ذَا قِصَمٍ لَكُمْ الصَّلَاةُ فَلْتَقِمُوا طَائِفَةً مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا بَأْسِلِحَتِهِمْ وَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَبِئْسَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَذَابُ الْكَافِرِينَ عَذَابٌ شَدِيدٌ (النساء: ۱۰۱-۱۰۲)

نماز خوف کا طریقہ اس کی رکعت کی تعداد اور اس کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

النساء: ۱۰۱ میں فرمایا: "وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ" - "ضرب فی الارض" کا معنی ہے: زمین میں سفر کرنا اور "ضرب"

کے اور بھی کئی معانی ہیں۔

"جناح" اس کا معنی ہے: گناہ

”ان تقصروا“ اس آیت کا بہ ظاہر یہ معنی ہے کہ نماز کو قصر کرنے اور نماز پوری پڑھنے میں بندوں کو اختیار ہے اور نماز پوری پڑھنا افضل ہے اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ سفر میں قصر کرنا عزیمت (اصل) ہے رخصت نہیں ہے اور سفر میں پوری نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ قرآن مجید کی نص صریح سے حالت جنگ میں نماز کو قصر کرنا ثابت ہے جیسا کہ النساء: ۱۰۱-۱۰۲ میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے اور حالت امن میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت یحییٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے یہ بتائیں کہ اب لوگ نماز میں قصر کرتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کر لو اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ کافر تم پر حملہ کریں گے اب وہ ایام نہیں رہے حضرت عمر نے کہا: جس طرح تمہیں تعجب ہوا ہے اس طرح مجھے بھی تعجب ہوا تھا سو میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے جس کا اللہ عزوجل نے تم پر صدقہ کیا ہے سو تم اللہ عزوجل کا صدقہ قبول کر لو۔ (صحیح مسلم: ۶۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹، سنن ترمذی: ۳۰۳۳، سنن نسائی: ۱۳۳۲، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۱، مشکوٰۃ: ۱۳۳۵، شرح السنہ: ۵۸۵، کنز العمال: ۲۰۱۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۳۷، المستثنیٰ: ۱۳۶)

اور دیگر یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ نے جب نماز فرض کی تو حضور اور سفر میں دو دو رکعت نماز فرض کی پھر سفر میں یہ نماز برقرار رکھی گئی اور حضور میں نماز زید و ردائی (صحیح البخاری: ۱۰۰، صحیح مسلم: ۶۸۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۸، سنن نسائی: ۳۵۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی تو حضور میں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت اور حالت خوف میں ایک رکعت۔ (صحیح مسلم: ۶۸۷، سنن ابوداؤد: ۱۲۳، سنن نسائی: ۳۵۵، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سفر کی نماز دو رکعت ہے، جمعہ دو رکعتیں ہیں، اور عید (بھی) دو رکعتیں ہیں۔ (جمعہ اور عید کی) یہ کل نماز ہے جو کہ بلا قصر ہے۔ سیدنا محمد ﷺ نے کہا: ”ان من ربان“ ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۳، سنن نسائی: ۱۳۱۶) اس سے پہلے حضرت یحییٰ بن امیہ کہ حدیث میں ”ان من ربان“ ہے: یہ اللہ کا صدقہ ہے سو تم اس کو قبول کرؤ یہ امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ قصر کرنا واجب ہے۔

”ان فتنکم“ یہ لفظ ”فتنہ“ سے بنا ہے اور ”فتنہ“ سے مادیہاں پر جنگ اور قتال ہے۔

”وان کنت فہم“ اسے رسول اکرم ﷺ نے کہا ہے کہ تم لو کہ درمیان ہوں دو مسلمانوں کے درمیان ہوں میں نے آیت کے اس حصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد نماز خوف ضرور اسی ہے امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ اتفاقاً نے نماز خوف کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ نبی ﷺ مسلمانوں کے درمیان ہوں دوسرے فقہاء نے امام ابو یوسف کے اس قول کو رد کر دیا ہے کیونکہ صحابہ کرام نے نبی ﷺ کے بعد بھی نماز خوف پڑھی ہے اور نماز خوف کا سبب حالت جنگ ہے اور حالت جنگ آپ کے بعد بھی ہوتی رہی ہے۔ صحیح مسلم وغیرہا میں حالت جنگ میں ایک رکعت کا ذکر ہے حضرت ابن عباس، حسن بصری اور طاؤس کا یہی مذہب ہے اور حضرت ابن عمر، النخعی، ثوری، امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ ان کے اصحاب اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک نماز خوف دو رکعت ہے اور وہ ایک رکعت نماز کو جائز نہیں قرار دیتے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۳۶۸-۳۶۹، خصا دار الكتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ  
الزُّهْرِيِّ قَالَ سَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں



وَسَلَّمَ يَعْنِي صَلَوةَ الْخَوْفِ؟ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ نَجْدٍ، فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ، فَصَافَفْنَا لَهُمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَنَا، فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ تُصَلِّي وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ، وَرَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفُوا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِي لَمْ تُصَلِّ، فَجَاوَزُوا فَرَكَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

[اطراف الحديث: ۹۴۳-۴۱۳۲-۴۱۳۳-۴۵۳۵]

نے کہا: میں نے شعیب سے سوال کیا: کیا نبی ﷺ نے نماز خوف پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کے غزوہ میں گیا، پس ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا، پھر ہم نے ان کے لیے صفیں بنائیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمیں نماز پڑھائی، پس ایک جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے رہی، جو جماعت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھی اس کے ساتھ آپ نے رکوع کیا اور دو سجدے کیے، پھر وہ لوگ اس جماعت کی جگہ چلے گئے جو دشمن کے سامنے تھی اور اس نے نماز نہیں پڑھی تھی، پھر وہ لوگ آگئے، پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے، پھر آپ نے سلام پھیر دیا، پھر ان میں سے ہر جماعت کھڑی ہوئی اور اس نے اپنا اپنا رکوع کیا اور دو سجدے کیے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۹، الرقم المسلسل: ۱۹۱۰، سنن ابوداؤد: ۱۲۴۳، سنن ترمذی: ۱۵۳۸-۱۵۳۹، سنن نسائی: ۱۵۳۸-۱۵۳۹، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۸، صحیح ابن حبان: ۲۸۸۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۶۷-۱۳۶۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۵۶، شرح السنہ: ۱۰۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۲، طبع قدیم مسند احمد: ۶۱۵۹- ج ۱۰ ص ۲۹۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۶۲۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۴۰۳۴)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان، الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ، (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۵) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۶۸)

اس حدیث کا عنوان ہے: نماز خوف کا بیان اور اس حدیث میں نماز خوف کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

### نجد کا محل وقوع اور اس کا حدود و اربعہ

تہامہ سے عراق کی طرف دو اونچی ریتیں ہیں، اس کا نام نجد ہے، ڈاکٹر غلام جیہ نے لکھا ہے: نجد کا لغوی معنی ترفع ہے، اس سے مراد عرب کا وسطی علاقہ ہے، اس کا مرکزی شہر ریاض ہے، اس کی حدود بدلتی رہی ہیں، ایک زمانہ میں یمن، تہامہ، عراق اور شام بھی نجد میں شامل تھے، لیکن ۱۹۷۱ء کے بعد اس کی حدود یہ ہیں: مشرق میں بحرین، مغرب میں حجاز، شمال میں عراق، جنوب میں صحراء۔

(بحکم البلدان ص ۳۳۹)

اس حدیث میں جس غزوہ کا ذکر ہے وہ غزوہ ذات الرقاع ہے، یہ غزوہ ۴ھ میں ہوا تھا، اسی سال غزوہ بنی نضیر بھی ہوا تھا، یہی وہ غزوہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر کو نازل فرمایا تھا۔

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ کون سے سن میں پہلی مرتبہ نماز خوف پڑھی گئی ہے، جمہور نے کہا: پہلی مرتبہ غزوہ ذات الرقاع میں نماز خوف پڑھی گئی ہے، غزوہ ذات الرقاع کے سن میں بھی اختلاف ہے اور اس میں یہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں: ۴ھ، ۵ھ، ۶ھ، ۷ھ، ۸ھ، ۹ھ، ۱۰ھ، ۱۱ھ، ۱۲ھ، ۱۳ھ، ۱۴ھ، ۱۵ھ، ۱۶ھ، ۱۷ھ، ۱۸ھ، ۱۹ھ، ۲۰ھ، ۲۱ھ، ۲۲ھ، ۲۳ھ، ۲۴ھ، ۲۵ھ، ۲۶ھ، ۲۷ھ، ۲۸ھ، ۲۹ھ، ۳۰ھ، ۳۱ھ، ۳۲ھ، ۳۳ھ، ۳۴ھ، ۳۵ھ، ۳۶ھ، ۳۷ھ، ۳۸ھ، ۳۹ھ، ۴۰ھ، ۴۱ھ، ۴۲ھ، ۴۳ھ، ۴۴ھ، ۴۵ھ، ۴۶ھ، ۴۷ھ، ۴۸ھ، ۴۹ھ، ۵۰ھ، ۵۱ھ، ۵۲ھ، ۵۳ھ، ۵۴ھ، ۵۵ھ، ۵۶ھ، ۵۷ھ، ۵۸ھ، ۵۹ھ، ۶۰ھ، ۶۱ھ، ۶۲ھ، ۶۳ھ، ۶۴ھ، ۶۵ھ، ۶۶ھ، ۶۷ھ، ۶۸ھ، ۶۹ھ، ۷۰ھ، ۷۱ھ، ۷۲ھ، ۷۳ھ، ۷۴ھ، ۷۵ھ، ۷۶ھ، ۷۷ھ، ۷۸ھ، ۷۹ھ، ۸۰ھ، ۸۱ھ، ۸۲ھ، ۸۳ھ، ۸۴ھ، ۸۵ھ، ۸۶ھ، ۸۷ھ، ۸۸ھ، ۸۹ھ، ۹۰ھ، ۹۱ھ، ۹۲ھ، ۹۳ھ، ۹۴ھ، ۹۵ھ، ۹۶ھ، ۹۷ھ، ۹۸ھ، ۹۹ھ، ۱۰۰ھ، ۱۰۱ھ، ۱۰۲ھ، ۱۰۳ھ، ۱۰۴ھ، ۱۰۵ھ، ۱۰۶ھ، ۱۰۷ھ، ۱۰۸ھ، ۱۰۹ھ، ۱۱۰ھ، ۱۱۱ھ، ۱۱۲ھ، ۱۱۳ھ، ۱۱۴ھ، ۱۱۵ھ، ۱۱۶ھ، ۱۱۷ھ، ۱۱۸ھ، ۱۱۹ھ، ۱۲۰ھ، ۱۲۱ھ، ۱۲۲ھ، ۱۲۳ھ، ۱۲۴ھ، ۱۲۵ھ، ۱۲۶ھ، ۱۲۷ھ، ۱۲۸ھ، ۱۲۹ھ، ۱۳۰ھ، ۱۳۱ھ، ۱۳۲ھ، ۱۳۳ھ، ۱۳۴ھ، ۱۳۵ھ، ۱۳۶ھ، ۱۳۷ھ، ۱۳۸ھ، ۱۳۹ھ، ۱۴۰ھ، ۱۴۱ھ، ۱۴۲ھ، ۱۴۳ھ، ۱۴۴ھ، ۱۴۵ھ، ۱۴۶ھ، ۱۴۷ھ، ۱۴۸ھ، ۱۴۹ھ، ۱۵۰ھ، ۱۵۱ھ، ۱۵۲ھ، ۱۵۳ھ، ۱۵۴ھ، ۱۵۵ھ، ۱۵۶ھ، ۱۵۷ھ، ۱۵۸ھ، ۱۵۹ھ، ۱۶۰ھ، ۱۶۱ھ، ۱۶۲ھ، ۱۶۳ھ، ۱۶۴ھ، ۱۶۵ھ، ۱۶۶ھ، ۱۶۷ھ، ۱۶۸ھ، ۱۶۹ھ، ۱۷۰ھ، ۱۷۱ھ، ۱۷۲ھ، ۱۷۳ھ، ۱۷۴ھ، ۱۷۵ھ، ۱۷۶ھ، ۱۷۷ھ، ۱۷۸ھ، ۱۷۹ھ، ۱۸۰ھ، ۱۸۱ھ، ۱۸۲ھ، ۱۸۳ھ، ۱۸۴ھ، ۱۸۵ھ، ۱۸۶ھ، ۱۸۷ھ، ۱۸۸ھ، ۱۸۹ھ، ۱۹۰ھ، ۱۹۱ھ، ۱۹۲ھ، ۱۹۳ھ، ۱۹۴ھ، ۱۹۵ھ، ۱۹۶ھ، ۱۹۷ھ، ۱۹۸ھ، ۱۹۹ھ، ۲۰۰ھ، ۲۰۱ھ، ۲۰۲ھ، ۲۰۳ھ، ۲۰۴ھ، ۲۰۵ھ، ۲۰۶ھ، ۲۰۷ھ، ۲۰۸ھ، ۲۰۹ھ، ۲۱۰ھ، ۲۱۱ھ، ۲۱۲ھ، ۲۱۳ھ، ۲۱۴ھ، ۲۱۵ھ، ۲۱۶ھ، ۲۱۷ھ، ۲۱۸ھ، ۲۱۹ھ، ۲۲۰ھ، ۲۲۱ھ، ۲۲۲ھ، ۲۲۳ھ، ۲۲۴ھ، ۲۲۵ھ، ۲۲۶ھ، ۲۲۷ھ، ۲۲۸ھ، ۲۲۹ھ، ۲۳۰ھ، ۲۳۱ھ، ۲۳۲ھ، ۲۳۳ھ، ۲۳۴ھ، ۲۳۵ھ، ۲۳۶ھ، ۲۳۷ھ، ۲۳۸ھ، ۲۳۹ھ، ۲۴۰ھ، ۲۴۱ھ، ۲۴۲ھ، ۲۴۳ھ، ۲۴۴ھ، ۲۴۵ھ، ۲۴۶ھ، ۲۴۷ھ، ۲۴۸ھ، ۲۴۹ھ، ۲۵۰ھ، ۲۵۱ھ، ۲۵۲ھ، ۲۵۳ھ، ۲۵۴ھ، ۲۵۵ھ، ۲۵۶ھ، ۲۵۷ھ، ۲۵۸ھ، ۲۵۹ھ، ۲۶۰ھ، ۲۶۱ھ، ۲۶۲ھ، ۲۶۳ھ، ۲۶۴ھ، ۲۶۵ھ، ۲۶۶ھ، ۲۶۷ھ، ۲۶۸ھ، ۲۶۹ھ، ۲۷۰ھ، ۲۷۱ھ، ۲۷۲ھ، ۲۷۳ھ، ۲۷۴ھ، ۲۷۵ھ، ۲۷۶ھ، ۲۷۷ھ، ۲۷۸ھ، ۲۷۹ھ، ۲۸۰ھ، ۲۸۱ھ، ۲۸۲ھ، ۲۸۳ھ، ۲۸۴ھ، ۲۸۵ھ، ۲۸۶ھ، ۲۸۷ھ، ۲۸۸ھ، ۲۸۹ھ، ۲۹۰ھ، ۲۹۱ھ، ۲۹۲ھ، ۲۹۳ھ، ۲۹۴ھ، ۲۹۵ھ، ۲۹۶ھ، ۲۹۷ھ، ۲۹۸ھ، ۲۹۹ھ، ۳۰۰ھ، ۳۰۱ھ، ۳۰۲ھ، ۳۰۳ھ، ۳۰۴ھ، ۳۰۵ھ، ۳۰۶ھ، ۳۰۷ھ، ۳۰۸ھ، ۳۰۹ھ، ۳۱۰ھ، ۳۱۱ھ، ۳۱۲ھ، ۳۱۳ھ، ۳۱۴ھ، ۳۱۵ھ، ۳۱۶ھ، ۳۱۷ھ، ۳۱۸ھ، ۳۱۹ھ، ۳۲۰ھ، ۳۲۱ھ، ۳۲۲ھ، ۳۲۳ھ، ۳۲۴ھ، ۳۲۵ھ، ۳۲۶ھ، ۳۲۷ھ، ۳۲۸ھ، ۳۲۹ھ، ۳۳۰ھ، ۳۳۱ھ، ۳۳۲ھ، ۳۳۳ھ، ۳۳۴ھ، ۳۳۵ھ، ۳۳۶ھ، ۳۳۷ھ، ۳۳۸ھ، ۳۳۹ھ، ۳۴۰ھ، ۳۴۱ھ، ۳۴۲ھ، ۳۴۳ھ، ۳۴۴ھ، ۳۴۵ھ، ۳۴۶ھ، ۳۴۷ھ، ۳۴۸ھ، ۳۴۹ھ، ۳۵۰ھ، ۳۵۱ھ، ۳۵۲ھ، ۳۵۳ھ، ۳۵۴ھ، ۳۵۵ھ، ۳۵۶ھ، ۳۵۷ھ، ۳۵۸ھ، ۳۵۹ھ، ۳۶۰ھ، ۳۶۱ھ، ۳۶۲ھ، ۳۶۳ھ، ۳۶۴ھ، ۳۶۵ھ، ۳۶۶ھ، ۳۶۷ھ، ۳۶۸ھ، ۳۶۹ھ، ۳۷۰ھ، ۳۷۱ھ، ۳۷۲ھ، ۳۷۳ھ، ۳۷۴ھ، ۳۷۵ھ، ۳۷۶ھ، ۳۷۷ھ، ۳۷۸ھ، ۳۷۹ھ، ۳۸۰ھ، ۳۸۱ھ، ۳۸۲ھ، ۳۸۳ھ، ۳۸۴ھ، ۳۸۵ھ، ۳۸۶ھ، ۳۸۷ھ، ۳۸۸ھ، ۳۸۹ھ، ۳۹۰ھ، ۳۹۱ھ، ۳۹۲ھ، ۳۹۳ھ، ۳۹۴ھ، ۳۹۵ھ، ۳۹۶ھ، ۳۹۷ھ، ۳۹۸ھ، ۳۹۹ھ، ۴۰۰ھ، ۴۰۱ھ، ۴۰۲ھ، ۴۰۳ھ، ۴۰۴ھ، ۴۰۵ھ، ۴۰۶ھ، ۴۰۷ھ، ۴۰۸ھ، ۴۰۹ھ، ۴۱۰ھ، ۴۱۱ھ، ۴۱۲ھ، ۴۱۳ھ، ۴۱۴ھ، ۴۱۵ھ، ۴۱۶ھ، ۴۱۷ھ، ۴۱۸ھ، ۴۱۹ھ، ۴۲۰ھ، ۴۲۱ھ، ۴۲۲ھ، ۴۲۳ھ، ۴۲۴ھ، ۴۲۵ھ، ۴۲۶ھ، ۴۲۷ھ، ۴۲۸ھ، ۴۲۹ھ، ۴۳۰ھ، ۴۳۱ھ، ۴۳۲ھ، ۴۳۳ھ، ۴۳۴ھ، ۴۳۵ھ، ۴۳۶ھ، ۴۳۷ھ، ۴۳۸ھ، ۴۳۹ھ، ۴۴۰ھ، ۴۴۱ھ، ۴۴۲ھ، ۴۴۳ھ، ۴۴۴ھ، ۴۴۵ھ، ۴۴۶ھ، ۴۴۷ھ، ۴۴۸ھ، ۴۴۹ھ، ۴۵۰ھ، ۴۵۱ھ، ۴۵۲ھ، ۴۵۳ھ، ۴۵۴ھ، ۴۵۵ھ، ۴۵۶ھ، ۴۵۷ھ، ۴۵۸ھ، ۴۵۹ھ، ۴۶۰ھ، ۴۶۱ھ، ۴۶۲ھ، ۴۶۳ھ، ۴۶۴ھ، ۴۶۵ھ، ۴۶۶ھ، ۴۶۷ھ، ۴۶۸ھ، ۴۶۹ھ، ۴۷۰ھ، ۴۷۱ھ، ۴۷۲ھ، ۴۷۳ھ، ۴۷۴ھ، ۴۷۵ھ، ۴۷۶ھ، ۴۷۷ھ، ۴۷۸ھ، ۴۷۹ھ، ۴۸۰ھ، ۴۸۱ھ، ۴۸۲ھ، ۴۸۳ھ، ۴۸۴ھ، ۴۸۵ھ، ۴۸۶ھ، ۴۸۷ھ، ۴۸۸ھ، ۴۸۹ھ، ۴۹۰ھ، ۴۹۱ھ، ۴۹۲ھ، ۴۹۳ھ، ۴۹۴ھ، ۴۹۵ھ، ۴۹۶ھ، ۴۹۷ھ، ۴۹۸ھ، ۴۹۹ھ، ۵۰۰ھ، ۵۰۱ھ، ۵۰۲ھ، ۵۰۳ھ، ۵۰۴ھ، ۵۰۵ھ، ۵۰۶ھ، ۵۰۷ھ، ۵۰۸ھ، ۵۰۹ھ، ۵۱۰ھ، ۵۱۱ھ، ۵۱۲ھ، ۵۱۳ھ، ۵۱۴ھ، ۵۱۵ھ، ۵۱۶ھ، ۵۱۷ھ، ۵۱۸ھ، ۵۱۹ھ، ۵۲۰ھ، ۵۲۱ھ، ۵۲۲ھ، ۵۲۳ھ، ۵۲۴ھ، ۵۲۵ھ، ۵۲۶ھ، ۵۲۷ھ، ۵۲۸ھ، ۵۲۹ھ، ۵۳۰ھ، ۵۳۱ھ، ۵۳۲ھ، ۵۳۳ھ، ۵۳۴ھ، ۵۳۵ھ، ۵۳۶ھ، ۵۳۷ھ، ۵۳۸ھ، ۵۳۹ھ، ۵۴۰ھ، ۵۴۱ھ، ۵۴۲ھ، ۵۴۳ھ، ۵۴۴ھ، ۵۴۵ھ، ۵۴۶ھ، ۵۴۷ھ، ۵۴۸ھ، ۵۴۹ھ، ۵۵۰ھ، ۵۵۱ھ، ۵۵۲ھ، ۵۵۳ھ، ۵۵۴ھ، ۵۵۵ھ، ۵۵۶ھ، ۵۵۷ھ، ۵۵۸ھ، ۵۵۹ھ، ۵۶۰ھ، ۵۶۱ھ، ۵۶۲ھ، ۵۶۳ھ، ۵۶۴ھ، ۵۶۵ھ، ۵۶۶ھ، ۵۶۷ھ، ۵۶۸ھ، ۵۶۹ھ، ۵۷۰ھ، ۵۷۱ھ، ۵۷۲ھ، ۵۷۳ھ، ۵۷۴ھ، ۵۷۵ھ، ۵۷۶ھ، ۵۷۷ھ، ۵۷۸ھ، ۵۷۹ھ، ۵۸۰ھ، ۵۸۱ھ، ۵۸۲ھ، ۵۸۳ھ، ۵۸۴ھ، ۵۸۵ھ، ۵۸۶ھ، ۵۸۷ھ، ۵۸۸ھ، ۵۸۹ھ، ۵۹۰ھ، ۵۹۱ھ، ۵۹۲ھ، ۵۹۳ھ، ۵۹۴ھ، ۵۹۵ھ، ۵۹۶ھ، ۵۹۷ھ، ۵۹۸ھ، ۵۹۹ھ، ۶۰۰ھ، ۶۰۱ھ، ۶۰۲ھ، ۶۰۳ھ، ۶۰۴ھ، ۶۰۵ھ، ۶۰۶ھ، ۶۰۷ھ، ۶۰۸ھ، ۶۰۹ھ، ۶۱۰ھ، ۶۱۱ھ، ۶۱۲ھ، ۶۱۳ھ، ۶۱۴ھ، ۶۱۵ھ، ۶۱۶ھ، ۶۱۷ھ، ۶۱۸ھ، ۶۱۹ھ، ۶۲۰ھ، ۶۲۱ھ، ۶۲۲ھ، ۶۲۳ھ، ۶۲۴ھ، ۶۲۵ھ، ۶۲۶ھ، ۶۲۷ھ، ۶۲۸ھ، ۶۲۹ھ، ۶۳۰ھ، ۶۳۱ھ، ۶۳۲ھ، ۶۳۳ھ، ۶۳۴ھ، ۶۳۵ھ، ۶۳۶ھ، ۶۳۷ھ، ۶۳۸ھ، ۶۳۹ھ، ۶۴۰ھ، ۶۴۱ھ، ۶۴۲ھ، ۶۴۳ھ، ۶۴۴ھ، ۶۴۵ھ، ۶۴۶ھ، ۶۴۷ھ، ۶۴۸ھ، ۶۴۹ھ، ۶۵۰ھ، ۶۵۱ھ، ۶۵۲ھ، ۶۵۳ھ، ۶۵۴ھ، ۶۵۵ھ، ۶۵۶ھ، ۶۵۷ھ، ۶۵۸ھ، ۶۵۹ھ، ۶۶۰ھ، ۶۶۱ھ، ۶۶۲ھ، ۶۶۳ھ، ۶۶۴ھ، ۶۶۵ھ، ۶۶۶ھ، ۶۶۷ھ، ۶۶۸ھ، ۶۶۹ھ، ۶۷۰ھ، ۶۷۱ھ، ۶۷۲ھ، ۶۷۳ھ، ۶۷۴ھ، ۶۷۵ھ، ۶۷۶ھ، ۶۷۷ھ، ۶۷۸ھ، ۶۷۹ھ، ۶۸۰ھ، ۶۸۱ھ، ۶۸۲ھ، ۶۸۳ھ، ۶۸۴ھ، ۶۸۵ھ، ۶۸۶ھ، ۶۸۷ھ، ۶۸۸ھ، ۶۸۹ھ، ۶۹۰ھ، ۶۹۱ھ، ۶۹۲ھ، ۶۹۳ھ، ۶۹۴ھ، ۶۹۵ھ، ۶۹۶ھ، ۶۹۷ھ، ۶۹۸ھ، ۶۹۹ھ، ۷۰۰ھ، ۷۰۱ھ، ۷۰۲ھ، ۷۰۳ھ، ۷۰۴ھ، ۷۰۵ھ، ۷۰۶ھ، ۷۰۷ھ، ۷۰۸ھ، ۷۰۹ھ، ۷۱۰ھ، ۷۱۱ھ، ۷۱۲ھ، ۷۱۳ھ، ۷۱۴ھ، ۷۱۵ھ، ۷۱۶ھ، ۷۱۷ھ، ۷۱۸ھ، ۷۱۹ھ، ۷۲۰ھ، ۷۲۱ھ، ۷۲۲ھ، ۷۲۳ھ، ۷۲۴ھ، ۷۲۵ھ، ۷۲۶ھ، ۷۲۷ھ، ۷۲۸ھ، ۷۲۹ھ، ۷۳۰ھ، ۷۳۱ھ، ۷۳۲ھ، ۷۳۳ھ، ۷۳۴ھ، ۷۳۵ھ، ۷۳۶ھ، ۷۳۷ھ، ۷۳۸ھ، ۷۳۹ھ، ۷۴۰ھ، ۷۴۱ھ، ۷۴۲ھ، ۷۴۳ھ، ۷۴۴ھ، ۷۴۵ھ، ۷۴۶ھ، ۷۴۷ھ، ۷۴۸ھ، ۷۴۹ھ، ۷۵۰ھ، ۷۵۱ھ، ۷۵۲ھ، ۷۵۳ھ، ۷۵۴ھ، ۷۵۵ھ، ۷۵۶ھ، ۷۵۷ھ، ۷۵۸ھ، ۷۵۹ھ، ۷۶۰ھ، ۷۶۱ھ، ۷۶۲ھ، ۷۶۳ھ، ۷۶۴ھ، ۷۶۵ھ، ۷۶۶ھ، ۷۶۷ھ، ۷۶۸ھ، ۷۶۹ھ، ۷۷۰ھ، ۷۷۱ھ، ۷۷۲ھ، ۷۷۳ھ، ۷۷۴ھ، ۷۷۵ھ، ۷۷۶ھ، ۷۷۷ھ، ۷۷۸ھ، ۷۷۹ھ، ۷۸۰ھ، ۷۸۱ھ، ۷۸۲ھ، ۷۸۳ھ، ۷۸۴ھ، ۷۸۵ھ، ۷۸۶ھ، ۷۸۷ھ، ۷۸۸ھ، ۷۸۹ھ، ۷۹۰ھ، ۷۹۱ھ، ۷۹۲ھ، ۷۹۳ھ، ۷۹۴ھ، ۷۹۵ھ، ۷۹۶ھ، ۷۹۷ھ، ۷۹۸ھ، ۷۹۹ھ، ۸۰۰ھ، ۸۰۱ھ، ۸۰۲ھ، ۸۰۳ھ، ۸۰۴ھ، ۸۰۵ھ، ۸۰۶ھ، ۸۰۷ھ، ۸۰۸ھ، ۸۰۹ھ، ۸۱۰ھ، ۸۱۱ھ، ۸۱۲ھ، ۸۱۳ھ، ۸۱۴ھ، ۸۱۵ھ، ۸۱۶ھ، ۸۱۷ھ، ۸۱۸ھ، ۸۱۹ھ، ۸۲۰ھ، ۸۲۱ھ، ۸۲۲ھ، ۸۲۳ھ، ۸۲۴ھ، ۸۲۵ھ، ۸۲۶ھ، ۸۲۷ھ، ۸۲۸ھ، ۸۲۹ھ، ۸۳۰ھ، ۸۳۱ھ، ۸۳۲ھ، ۸۳۳ھ، ۸۳۴ھ، ۸۳۵ھ، ۸۳۶ھ، ۸۳۷ھ، ۸۳۸ھ، ۸۳۹ھ، ۸۴۰ھ، ۸۴۱ھ، ۸۴۲ھ، ۸۴۳ھ، ۸۴۴ھ، ۸۴۵ھ، ۸۴۶ھ، ۸۴۷ھ، ۸۴۸ھ، ۸۴۹ھ، ۸۵۰ھ، ۸۵۱ھ، ۸۵۲ھ، ۸۵۳ھ، ۸۵۴ھ، ۸۵۵ھ، ۸۵۶ھ، ۸۵۷ھ، ۸۵۸ھ، ۸۵۹ھ، ۸۶۰ھ، ۸۶۱ھ، ۸۶۲ھ، ۸۶۳ھ، ۸۶۴ھ، ۸۶۵ھ، ۸۶۶ھ، ۸۶۷ھ، ۸۶۸ھ، ۸۶۹ھ، ۸۷۰ھ، ۸۷۱ھ، ۸۷۲ھ، ۸۷۳ھ، ۸۷۴ھ، ۸۷۵ھ، ۸۷۶ھ، ۸۷۷ھ، ۸۷۸ھ، ۸۷۹ھ، ۸۸۰ھ، ۸۸۱ھ، ۸۸۲ھ، ۸۸۳ھ، ۸۸۴ھ، ۸۸۵ھ، ۸۸۶ھ، ۸۸۷ھ، ۸۸۸ھ، ۸۸۹ھ، ۸۹۰ھ، ۸۹۱ھ، ۸۹۲ھ، ۸۹۳ھ، ۸۹۴ھ، ۸۹۵ھ، ۸۹۶ھ، ۸۹۷ھ، ۸۹۸ھ، ۸۹۹ھ، ۹۰۰ھ، ۹۰۱ھ، ۹۰۲ھ، ۹۰۳ھ، ۹۰۴ھ، ۹۰۵ھ، ۹۰۶ھ، ۹۰۷ھ، ۹۰۸ھ، ۹۰۹ھ، ۹۱۰ھ، ۹۱۱ھ، ۹۱۲ھ، ۹۱۳ھ، ۹۱۴ھ، ۹۱۵ھ، ۹۱۶ھ، ۹۱۷ھ، ۹۱۸ھ، ۹۱۹ھ، ۹۲۰ھ، ۹۲۱ھ، ۹۲۲ھ، ۹۲۳ھ، ۹۲۴ھ، ۹۲۵ھ، ۹۲۶ھ، ۹۲۷ھ، ۹۲۸ھ، ۹۲۹ھ، ۹۳۰ھ، ۹۳۱ھ، ۹۳۲ھ، ۹۳۳ھ، ۹۳۴ھ، ۹۳۵ھ، ۹۳۶ھ، ۹۳۷ھ، ۹۳۸ھ، ۹۳۹ھ، ۹۴۰ھ، ۹۴۱ھ، ۹۴۲ھ، ۹۴۳ھ، ۹۴۴ھ، ۹۴۵ھ، ۹۴۶ھ، ۹۴۷ھ، ۹۴۸ھ، ۹۴۹ھ، ۹۵۰ھ، ۹۵۱ھ، ۹۵۲ھ، ۹۵۳ھ، ۹۵۴ھ، ۹۵۵ھ، ۹۵۶ھ، ۹۵۷ھ، ۹۵۸ھ، ۹۵۹ھ، ۹۶۰ھ، ۹۶۱ھ، ۹۶۲ھ، ۹۶۳ھ، ۹۶۴ھ، ۹۶۵ھ، ۹۶۶ھ، ۹۶۷ھ، ۹۶۸ھ، ۹۶۹ھ، ۹۷۰ھ، ۹۷۱ھ، ۹۷۲ھ، ۹۷۳ھ، ۹۷۴ھ، ۹۷۵ھ، ۹۷۶ھ، ۹۷۷ھ، ۹۷۸ھ، ۹۷۹ھ، ۹۸۰ھ، ۹۸۱ھ، ۹۸۲ھ، ۹۸۳ھ، ۹۸۴ھ، ۹۸۵ھ، ۹۸۶ھ، ۹۸۷ھ، ۹۸۸ھ، ۹۸۹ھ، ۹۹۰ھ، ۹۹۱ھ، ۹۹۲ھ، ۹۹۳ھ، ۹۹۴ھ، ۹۹۵ھ، ۹۹۶ھ، ۹۹۷ھ، ۹۹۸ھ، ۹۹۹ھ، ۱۰۰۰ھ، ۱۰۰۱ھ، ۱۰۰۲ھ، ۱۰۰۳ھ، ۱۰۰۴ھ، ۱۰۰۵ھ، ۱۰۰۶ھ، ۱۰۰۷ھ، ۱۰۰۸ھ، ۱۰۰۹ھ، ۱۰۱۰ھ، ۱۰۱۱ھ، ۱۰۱۲ھ، ۱۰۱۳ھ، ۱۰۱۴ھ، ۱۰۱۵ھ، ۱۰۱۶ھ، ۱۰۱۷ھ، ۱۰۱۸ھ، ۱۰۱۹ھ، ۱۰۲۰ھ، ۱۰۲۱ھ، ۱۰۲۲ھ، ۱۰۲۳ھ، ۱۰۲۴ھ، ۱۰۲۵ھ، ۱۰۲۶ھ، ۱۰۲۷ھ، ۱۰۲۸ھ، ۱۰۲۹ھ، ۱۰۳۰ھ، ۱۰۳۱ھ، ۱۰۳۲ھ، ۱۰۳۳ھ، ۱۰۳۴ھ، ۱۰۳۵ھ، ۱۰۳۶ھ، ۱۰۳۷ھ، ۱۰۳۸ھ، ۱۰۳۹ھ، ۱۰۴۰ھ، ۱۰۴۱ھ، ۱۰۴۲ھ، ۱۰۴۳ھ، ۱۰۴۴ھ، ۱۰۴۵ھ، ۱۰۴۶ھ، ۱۰۴۷ھ، ۱۰۴۸ھ، ۱۰۴۹ھ، ۱۰۵۰ھ، ۱۰۵۱ھ، ۱۰۵۲ھ، ۱۰۵۳ھ، ۱۰۵۴ھ، ۱۰۵۵ھ، ۱۰۵۶ھ، ۱۰۵۷ھ، ۱۰۵۸ھ، ۱۰۵۹ھ، ۱۰۶۰ھ، ۱۰۶۱ھ، ۱۰۶۲ھ، ۱۰۶۳ھ، ۱۰۶۴ھ، ۱۰۶۵ھ، ۱۰۶۶ھ، ۱۰۶۷ھ، ۱۰۶۸ھ، ۱۰۶۹ھ، ۱۰۷۰ھ، ۱۰۷۱ھ، ۱۰۷۲ھ، ۱۰۷۳ھ، ۱۰۷۴ھ، ۱۰۷۵ھ، ۱۰۷۶ھ، ۱۰۷۷ھ، ۱۰۷۸ھ، ۱۰۷۹ھ، ۱۰۸۰ھ، ۱۰۸۱ھ، ۱۰۸۲ھ، ۱۰۸۳ھ، ۱۰۸۴ھ، ۱۰۸۵ھ، ۱۰۸۶ھ، ۱۰۸۷ھ، ۱۰۸۸ھ، ۱۰۸۹ھ، ۱۰۹۰ھ، ۱۰۹۱ھ، ۱۰۹۲ھ، ۱۰۹۳ھ، ۱۰۹۴ھ، ۱۰۹۵ھ، ۱۰۹۶ھ، ۱۰۹۷ھ، ۱۰۹۸ھ، ۱۰۹۹ھ، ۱۱۰۰ھ، ۱۱۰۱ھ، ۱۱۰۲ھ، ۱۱۰۳ھ، ۱۱۰۴ھ، ۱۱۰۵ھ، ۱۱۰۶ھ، ۱۱۰۷ھ، ۱۱۰۸ھ، ۱۱۰۹ھ، ۱۱۱۰ھ، ۱۱۱۱ھ، ۱۱۱۲ھ، ۱۱۱۳ھ، ۱۱۱۴ھ، ۱۱۱۵ھ، ۱۱۱۶ھ، ۱۱۱۷ھ، ۱۱۱۸ھ، ۱۱۱۹ھ، ۱۱۲۰ھ، ۱۱۲۱ھ، ۱۱۲۲ھ، ۱۱۲۳ھ، ۱۱۲۴ھ، ۱۱۲۵ھ، ۱۱۲۶ھ، ۱۱۲۷ھ، ۱۱۲۸ھ، ۱۱۲۹ھ، ۱۱۳۰ھ، ۱۱۳۱ھ، ۱۱۳۲ھ، ۱۱۳۳ھ، ۱۱۳۴ھ، ۱۱۳۵ھ، ۱۱۳۶ھ، ۱۱۳۷ھ، ۱۱۳۸ھ، ۱۱۳۹ھ، ۱۱۴۰ھ، ۱۱۴۱ھ، ۱۱۴۲ھ، ۱۱۴۳ھ، ۱۱۴۴ھ، ۱۱۴۵ھ، ۱۱۴۶ھ، ۱۱۴۷ھ، ۱۱۴۸ھ، ۱۱۴۹ھ، ۱۱۵۰ھ، ۱۱۵۱ھ، ۱۱۵۲ھ، ۱۱۵۳ھ، ۱۱۵۴ھ، ۱۱۵۵ھ، ۱۱۵۶ھ، ۱۱۵۷ھ، ۱۱۵۸ھ، ۱۱۵۹ھ، ۱۱۶۰ھ، ۱۱۶۱ھ، ۱۱

امام ابن اسحاق اور علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان ۴ھ میں ہوا ہے اور یہی قول معتمد ہے۔  
یہ حدیث ہمارے اصحاب احناف کی دلیل ہے ہمارے اصحاب نے نماز خوف کا یہی طریقہ بیان کیا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے نماز خوف کے حسب ذیل چھ طریقے ذکر کیے ہیں: (عمدة القاری ج ۶ ص ۲۷۱-۲۷۰)

### نماز خوف کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث

حافظ ابن عبد البر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

- (۱) باب مذکور کی حدیث میں جو طریقہ مذکور ہے یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔
- (۲) صالح بن خوات نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذات الرقاع کے دن نماز خوف پڑھی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صف بنائی اور دوسری جماعت نے دشمن کے سامنے صف بنائی جو جماعت آپ کے ساتھ تھی آپ نے اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی پھر آپ کھڑے رہے اور اس جماعت نے اپنی نماز پوری کر لی پھر وہ واپس گئے اور دشمن کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے پھر دوسری جماعت آئی تو آپ نے اس جماعت کو دوسری رکعت پڑھائی جو کہ آپ کی باقی رہ گئی تھی پھر آپ بیٹھے رہے اور انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی پھر آپ نے ان کے ساتھ سلام پھیر دیا۔  
(صحیح البخاری: ۳۱۲۵، صحیح مسلم: ۸۴۲، سنن ابوداؤد: ۱۲۳۸، مسوط امام مالک 'صلوة الخوف': ۱)

- امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب اس حدیث کے مطابق ہے۔
- (۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت نماز خوف پڑھائی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے تھی پس جو آپ کے پیچھے تھے آپ نے ان کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائی وہ واپس گئے اور انہوں نے سلام نہیں پھیرا اس وقت دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے دوسری جماعت آئی اور وہ ان کی جگہ کھڑی ہو گئی آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔ یہ لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنی بقیہ ایک رکعت پڑھی پھر انہوں نے سلام پھیر دیا۔ یہ چلے گئے۔ پھر ان کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پہلی جماعت اپنی جگہ پر لوٹ آئی پھر انہوں نے اپنی اپنی رکعت پڑھی اور سلام پھیر دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴۴)

امام حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اسی حدیث عمل کیا ہے اسوا امام ابو یوسف کے۔

- (۴) ابو عیسیٰ الزرقانی کی حدیث ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مثل ہے امام ابو حنیفہ کا موقف ہے۔
- (۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت حاضر تھ جب رسول اللہ ﷺ نے اس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور اس جماعت کو ایک رکعت پڑھائی اور انہوں نے اس کو قضاء نہیں کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴۶)
- (۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عز وجل نے تمہارے نبی کی زبان پر حضور میں چار رکعت نماز فرض کی اور سفر میں دو رکعت نماز فرض کی اور خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۴۷)

علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے: یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے۔

(تمہید ج ۶ ص ۱۸۲-۱۷۳، مستطاب مختصراً، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ)

### نماز خوف پڑھنے والی دو جماعتوں کی تعداد اور ان کا مسافر یا مقیم ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک جماعت نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ ذکر نہیں ہے کہ اس جماعت میں کتنے افراد تھے اسی طرح پھر دوسری جماعت کا ذکر آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور اس کی تعداد کا بھی ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دونوں جماعتوں کی تعداد مساوی ہو یا کم و بیش ہو کیونکہ جماعت کا اطلاق قلیل و کثیر دونوں پر آتا ہے حتیٰ کہ ایک پر بھی ہوتا ہے تین آدمی ہوں اور ان پر خوف واقع ہو تو جائز ہے کہ امام ایک شخص کو نماز پڑھادے اور دوسرے دو شخصوں کو بعد میں پڑھادے لیکن امام شافعی نے کہا: ہر دو جماعتوں کا کم از کم تین افراد پر مشتمل ہونا ضروری ہے اور تین سے کم ہونا مکروہ ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں جس جماعت کا ذکر ہے وہ مسافر تھے لیکن اگر وہ مقیم ہوں تب بھی خوف کے وقت وہ مسافروں کے حکم میں ہیں امام شافعی امام احمد اور امام مالک کا مشہور قول یہی ہے اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ نماز خوف حضر میں جائز نہیں ہے علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان سے اس قول کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مشہور قول کے خلاف ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۷۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۸۳۹۔ ج ۲ ص ۶۱۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نماز خوف کا قرآن مجید سے ثبوت (۲) احناف کے نزدیک نماز خوف کا طریقہ (۳) ائمہ اربعہ کے مآخذ (۴) امام ابو یوسف

کا نظریہ

نماز خوف پیدل یا سواری پر پڑھنا  
کھڑے ہوئے چلتے ہوئے

۲۔ بَابُ صَلَوةِ الْخَوَفِ رِجَالًا  
وَرُكْبَانًا رَاجِلٌ قَائِمٌ

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز خوف کو پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب فوجیں ایک دوسرے کے ساتھ مختلط اور گتھ گتھا ہو جائیں اور گھسان کا رن ہو اور خوف کی شدت ہو اور امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جب مسلمان سواری سے گرنے سے عاجز ہوں تب ہی ان سے نماز ساقط نہیں ہوگی وہ سوار ہونے کی حالت میں الگ الگ نماز پڑھیں گے اور رکوع اور رکعات سے گریں گے خواہ سواری کا کسی طرف ہو۔

شدت خوف میں پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

الذخیرہ میں مذکور ہے کہ جب خوف شدید ہو جائے تو مسلمان پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھیں یا سواری پر نماز پڑھیں خواہ ان کا منہ کسی طرف ہو۔

قاضی یحییٰ مائتونی ۵۰۰ھ نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے نزدیک قبلہ کی طرف منہ کر کے رکعت پڑھ کر تلافی میں بھی جائز نہیں ہے۔ (اکمال العلم بطوائف مسلم ج ۳ ص ۲۷۷ دار الوفاء) لیکن یہ صحیح نہیں ہے پیدل یا سواری پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور جب وہ پیدل یا سواری پر نماز پڑھنے پر بھی قادر نہ ہوں تو پھر وہ نماز خوف کو مؤخر کر دیں اور نماز کو غیر شرعی طریقہ سے نہ پڑھیں مجاہد طاؤس حسن بصری قتادہ اور ضحاک نے کہا ہے کہ وہ بغیر اشارے کے ایک رکعت پڑھیں ضحاک نے کہا ہے کہ اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوں تو تکبیریں پڑھیں خواہ ان کا منہ جس طرف بھی ہو اسحاق نے کہا ہے کہ اگر وہ ایک رکعت پڑھنے پر قادر نہ ہوں تو وہ ایک سجدہ کر لیں ورنہ صرف ایک بار تکبیر پڑھ لیں۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۷۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

”راجل“ کا معنی ہے: کھڑے ہوئے۔





سے روایت کی ہے۔ (موطأ امام مالک کتاب صلوٰۃ الخوف: ۳، صحیح البخاری: ۴۵۳۵)

علامہ ابن بطلال لکھتے ہیں: مجاہد طاؤس، ابراہیم الخنسی، حسن بصری، زہری اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد نے کہا: شدت قتال میں اشاروں سے نماز پڑھنا کافی ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر کی رائے ہے اور یہی امام مالک، ثوری اور امام شافعی کا مذہب ہے۔

امام بخاری نے کہا: حضرت ابن عمر نے از نبی ﷺ یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر قتال اس سے زیادہ شدید ہو تو پھر پیدل اور سوار یوں پر نماز پڑھیں، امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے یہ اضافہ نبی ﷺ سے سن کر کیا ہے، محض اپنی رائے سے نہیں کیا، سو یہ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں ہے اور امام مالک نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۱۸-۶۱۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

لڑائی کے دوران نماز کا وقت آجائے تو آیا مجاہد سواری پر نماز پڑھے یا نہیں؟

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خندق کے دن رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: انہوں نے ہمیں عصر کی نماز سے مشغول کر دیا، آپ نے اس دن غروب آفتاب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے اور ان کے دلوں کو آگ سے بھر دے۔ ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔

(صحیح البخاری: ۲۹۳۱، صحیح مسلم: ۶۲، مسند احمد ج ۱ ص ۷۹، شرح معانی الآثار: ۱۸۳۲)

امام ابو جعفر نے کہا: ایک قوم کا یہ مذہب ہے کہ کوئی شخص سواری پر نماز نہ پڑھے خواہ اس کا سواری سے اترنا ممکن نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ نے سواری پر فرض نہیں پڑھے۔

دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ سوار رہا ہو تو سواری پر نماز نہ پڑھے اور اگر وہ سوار قتال نہ کر رہا ہو اور اس کا سواری سے اترنا ممکن نہ ہو، نماز پڑھتا ہے، اس دن نبی ﷺ نے نماز اس لیے نہ پڑھی ہو کہ آپ قتال کر رہے تھے، کیونکہ قتال ایک عمل ہے اور نماز میں نماز کے علاوہ دوسرا عمل نہیں ہوتا اور ہو سکتا ہے کہ اس دن آپ نے اس لیے نماز نہ پڑھی ہو کہ اس وقت تک آپ کو سواری پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، پس ہم نے اس پر غور کیا تو اس کی تائید میں یہ بات ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر کہ جب خندق سے جنگ ہوئی تو میں نے نماز پڑھنے سے روک دیا، اس کے بعد اندھیرا چھا گیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوسعید سے کہا: اے ابوسعید! میں نے تم سے کہا تھا کہ تم نے نماز پڑھنے سے روک دیا، ابھی میں نے نہایت عمدہ طریقہ سے نماز پڑھائی جیسا کہ آپ نماز کو اپنے وقت میں پڑھاتے تھے، پھر آپ نے حکم دیا تو انہوں نے عصر کی اقامت کہی، پھر آپ نے اسی طرح نماز پڑھی، پھر آپ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے مغرب کی اقامت کہی، پھر آپ نے اسی طرح مغرب کی نماز پڑھائی، اس وقت تک نماز خوف کے متعلق یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی:

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ: ۲۳۹)

اور اگر تمہیں (جان کا) خطرہ ہو تو پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو

یا سواری پر۔

پس حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی ہے کہ صحابہ کا اس دن سواری پر نماز کو ترک کرنا اس وجہ سے تھا کہ اس وقت ان کے لیے سواری پر نماز پڑھنا مباح نہیں ہوا تھا، اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب مسلمان مجاہد میدان جنگ میں ہو اور اس کے لیے سواری

سے اترنا ممکن نہ ہو تو اس کا سواری پر اشاروں سے نماز پڑھنا جائز ہے اسی طرح اگر کوئی شخص زمین پر ہو اور اس کو یہ خطرہ ہو کہ اگر اس نے زمین پر سجدہ کیا تو اس پر کوئی درندہ حملہ کر دے گا یا کوئی شخص اس کو تلوار سے قتل کر دے گا تو اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر اس کو کھڑے ہونے سے خطرہ ہو تو وہ اشاروں سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۱۸۔ ۳۱۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام طحاوی کی اس پوری عبارت کو علامہ ابن بطلال مالکی اور علامہ عینی حنفی نے اپنی شرحوں میں نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے: شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۱۹۔ ۶۱۸، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۴)

نماز خوف میں مسلمان ایک دوسرے کی حفاظت کریں

۳۔ بَابُ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

فِي صَلَوةِ الْخَوْفِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز خوف میں نمازی ایک دوسرے کی حفاظت کریں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حیوۃ بن شریح نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی از الزبیدی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا، آپ نے تکبیر پڑھی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر پڑھی، آپ نے رکوع کیا اور بعض لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ رکوع کیا، پھر آپ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا، پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو جن لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا تھا وہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی حفاظت کی اور دوسری جماعت آئی، پس انہوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور سجدہ کیا اور تمام لوگ نماز میں تھے لیکن ایک دوسرے کی حفاظت بھی کر رہے تھے۔

۹۴۴۔ حَدَّثَنَا حَيُّوَةُ بْنُ شَرِيحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَكَبَّرُوا وَكَبَّرُوا مَعَهُ، وَرَكَعَ وَرَكَعَ مَعَهُ، ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوا مَعَهُ، ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ، فَقَامَ الَّذِينَ سَجَدُوا وَحَرَسُوا إِخْوَانَهُمْ، وَآتَتِ الطَّائِفَةُ الْآخَرَى، فَارْكَعُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ، فَحَرَسُوا النَّاسَ فِي صَلَوةٍ، وَلَكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.

(سنن نسائی: ۱۵۳۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حیوۃ بن شریح ابوالعباس الحمصی الحضرمی، یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن حرب الخولانی الحمصی، یہ ۱۹۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) محمد بن الولید الزبیدی ابوالہذیل الشامی الحمصی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عبید اللہ بن عبد اللہ ابن مسعود الہذلی ابوعبد اللہ المدنی الشقیہ، یہ ۹۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۷۵)

فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنفیہ کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث مذکور پر عمل نہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب دشمن مسلمانوں کے قبلہ کی جانب ہو اس وقت آپ کے



پچھے نمازیوں کی دو صفیں بنائی گئیں، پس جو صف آپ کے قریب تھی، آپ نے اس کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا اور دوسری صف نے کھڑے ہو کر ان کی حفاظت کی، پس جب آپ سجدہ کر کے دوسری رکعت کی طرف کھڑے ہوئے تو دوسری صف آگے بڑھ گئی اور پہلی صف پیچھے چلی گئی، پھر نبی ﷺ نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اور دوسری صف ان کی حفاظت کر رہی تھی اور وہ سب نماز میں تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مقام ذی قرد میں ان کو نماز خوف پڑھائی اور مشرکین ان کے اور قبلہ کے درمیان تھے اور اس کی مثل حضرت ابو عیاش الخدری اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ سے روایت کی ہے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طریقہ سے نماز پڑھی جائے، یہ ابن ابی لیلیٰ کا مذہب ہے اور ابن القصار نے امام شافعی سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام ابو یوسف کا یہ مذہب ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے جس طرح حضرت ابن عباس نے کہا ہے اور جب وہ غیر قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، انہوں نے کہا: اس طرح احادیث میں تطبیق ہو جائے گی اور یہ طریقہ قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف نہیں ہے: اور چاہیے کہ دوسری جماعت آئے جس نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے۔ (النساء: ۱۰۲) کیونکہ یہ آیت اس صورت پر محمول ہے جب دشمن غیر قبلہ کی جانب ہو، پھر اس کے بعد آپ پر یہ وحی نازل کی گئی کہ جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو اس طرح نماز پڑھی جائے سو آپ نے دونوں طریقوں پر عمل کیا جیسا کہ ابن عباس اور حضرت ابن عمر کی حدیثوں میں ہے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے اس حدیث پر عمل کرنے کو لازم کیا ہے کیونکہ یہ حدیث کتاب اللہ کے اس قول کے خلاف ہے: اور چاہیے کہ دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہ پڑھی ہو پس وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے (النساء: ۱۰۲) اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ دوسری جماعت جس نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی اسی نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ دوسری جماعت جس نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور اس کے مطابق وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ اشہب اور صحیحین مالک نے کہا ہے: اس صورت میں نماز خوف نہ پڑھے بلکہ اس کے مشابہ نماز پڑھے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۲۰-۶۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن بطلال مالکی کی عبارت کو من و عن ذکر فرمایا ہے۔ (امدة القاری ج ۶ ص ۷۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس کی اس حدیث مذکور کی تحقیق

حافظ ابو الفرج عبد الرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ نے اس حدیث کو اس متن کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا، آپ نے تکبیر پڑھی اور لوگوں نے بھی تکبیر پڑھی، آپ نے رکوع کیا اور ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ رکوع کیا، پھر آپ نے سجدہ کیا اور بعض لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا، پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے، پس جن لوگوں نے سجدہ کیا تھا وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی حفاظت کی اور دوسری وہ جماعت آئی جس نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا تھا اور تمام لوگ نماز میں تھے لیکن ایک دوسرے کی حفاظت کر رہے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۵۳۳)

امام دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اور امام بیہقی متوفی ۴۵۰ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ دونوں جماعتوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور زبیدی کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعض نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور بعض نے رکوع نہیں کیا۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۵۹-۵۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۵۸)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کا متن اس طرح ہے:

رسول اللہ ﷺ نے مقام ذی قرد میں بنو سلیم کی زمین میں نماز خوف پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے دو صفیں بنائیں، ایک صف دشمن کے سامنے تھی اور ایک صف آپ کے پیچھے تھی، پس جو صف آپ کے قریب تھی آپ نے اس کو نماز پڑھائی، پھر یہ لوگ ان لوگوں کی جگہ چلے گئے اور وہ لوگ ان لوگوں کی جگہ آ گئے، پس آپ نے ان کو دوسری رکعت پڑھائی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲)

امام احمد کی دوسری روایت اس طرح ہے: پھر آپ نے سلام پھیر دیا، پس نبی ﷺ کے لیے دو رکعتیں ہو گئیں اور ہر جماعت کے لیے ایک رکعت ہو گئی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷)

یہ اضافہ مدرج ہے اسی طرح امام بیہقی کی روایت میں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۶۲)

امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ایسی ہے کہ اہل علم اس حدیث کی مثل کو ثابت نہیں کرتے اور ہم نے اس حدیث کو اس لیے ترک کر دیا کہ دوسری احادیث اس کے خلاف جمع ہیں اور اس لیے کہ اس حدیث کی بعض سندیں ثابت نہیں ہیں۔

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۹۲)

اور جب ابو بکر بن جهم اور زہری میں اختلاف ہو تو زہری کا قول مستبرک ہے اور شافعی نے اس حدیث کو اس لیے روایت نہیں کیا کہ اس کے متن میں اختلاف ہے اور امام احمد نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۶ ص ۲۷-۲۵، دار ابن الجوزی، ریاض ۱۴۱۷ھ)

### فقہاء حنبلیہ کا حضرت ابن عباس کی حدیث مذکور پر عمل کرنا

علامہ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ سے حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جب دشمن قبلہ کی جہت میں ہو اور اس کے حملہ کرنے کا خوف ہو تو امام ان کو اس طرح نماز پڑھائے جس طرح نبی ﷺ نے عسفان (کے) سے ۱۰ میلہ دور ایک شہر میں نماز پڑھائی تھی، پھر امام اپنے پیچھے دو یا دو سے زیادہ صفیں بنائے اور وہ اس صف میں قائم ہوں، امام بھی یہی کرے، ہر رکوع کے بعد سجدہ کرے، اگر اس کے قریب دشمن ہو تو صف اس کے ساتھ سجدہ کرے اور دوسری صف ان کی حفاظت کرتی ہے کہ امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا نہ ہو، پھر دوسری رکعت کے بعد اور پہلی صف اس سے مل جائے، پھر پہلی صف پیچھے چلی جائے اور دوسری صف آگے آ جائے، پھر دوسری رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد امام تشہد کے لیے بیٹھ جائے، پھر حفاظت کرنے والے سجدہ کریں اور امام کے ساتھ مل جائیں، پھر امام ان کے ساتھ سلام پھیر دے۔

(کشاف القناع ج ۲ ص ۱۱-۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے اور ثابت نہیں اور امام احمد کے نزدیک اس حدیث کی سند صحیح ہے اور وہ اس حدیث کے موافق عمل کرتے ہیں۔

### حافظ ابن حجر کا اس حدیث کی تحقیق سے گریز

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس روایت میں مذکور ہے کہ اس نماز میں ہر فریق نے ایک ایک رکعت پڑھی اور زہری کی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آیا انہوں نے اس رکعت کے ساتھ دوسری رکعت ملا کر اس نماز کو مکمل کیا یا نہیں، تاہم امام نسائی کی روایت میں مذکور ہے: ”وَلَمْ يَقْضُوا“ انہوں نے اس نماز کو پورا نہیں کیا، اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ نماز خوف ایک رکعت ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا محمل یہ ہو کہ جب بہت شدید خوف ہو تو نماز خوف ایک رکعت پڑھی جائے اور جمہور چونکہ ایک رکعت نماز خوف کے قائل نہیں ہیں اس لیے انہوں نے ”لَمْ يَقْضُوا“ کا یہ معنی کیا ہے کہ انہوں نے بعد میں اس نماز کو قضا نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۶، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں الگ مسئلہ چھیڑ دیا، انہیں اس حدیث کی شرح میں یہ لکھنا چاہیے تھا کہ آیا یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں؟ اور امام شافعی نے اس حدیث پر عمل کیا ہے یا نہیں؟

قلعوں پر چڑھائی اور دشمن کے مقابلہ

کے وقت نماز پڑھنا

۴۔ بَابُ الصَّلَاةِ عِنْدَ مُنَاهِضَةِ

الْحُصُونِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ

اس عنوان میں ”مناهضة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: جنگ میں ہر شخص کا اپنے مخالف کے سامنے کھڑا ہونا اور ”الحصون“ کا لفظ ہے ”یہ الحصن“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: قلعہ، ”لقاء العدو“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دشمن سے مقابلہ۔

راوزاعی نے کہا: اگر فتح قریب ہو اور مسلمان نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو ہر شخص اس سے اپنی اپنی نماز پڑھے اور اگر وہ اشارہ پر بھی قادر نہ ہو تو نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے یا لوگ محفوظ ہو جائیں پھر وہ دو رکعت نماز پڑھیں پس اگر وہ دو رکعت پڑھنے پر قادر نہ ہوں تو وہ ایک رکعت پڑھیں اور دو سجدے کر لیں پھر اگر وہ اس پر بھی قادر نہ ہوں تو صرف تکبیر پڑھنا ان کے لیے کافی نہیں ہے پھر وہ نماز کو مؤخر کر دیں حتیٰ کہ وہ محفوظ ہو جائیں اور مکحول کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں فجر کی سفیدی پھیلنے کے وقت تسبیح کے قلعہ پر چڑھائی کے وقت حاضر تھا جنگ بہت شدید ہو گئی پس مسلمان نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوئے پھر ہم نے دن چڑھنے کے بعد نماز پڑھی پھر ہم نے حضرت ابو موسیٰ کے ساتھ نماز پڑھی پس ہم کو فتح حاصل ہو گئی حضرت انس نے کہا: اگر اس نماز کے بدلا میں مجھے دنیا اور مانیہا بھی مل جائے تو مجھے خوشی نہیں ہوگی۔

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ إِنَّكَ نَ تَوَلَّيْنَا فَتَحٌ وَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ صَلُّوا إِنَّمَا كُلُّكُمْ لِنَفْسِهِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْإِيْمَاءِ أَخْرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ أَوْ يَأْمَنُوا فَعَمَلُوا رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا صَلُّوا رَكْعَةً وَجَدْتُمْ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا فَلَا يُجْزِيهِمُ التَّكْبِيرُ وَيُؤَخَّرُ مَا بَعْدَ بَاسِرًا وَبِهِ قَالَ مَكْحُولٌ وَقَالَ أَنَسٌ حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهِضَةِ حُصْنٍ تُسْتَرَعِنْدَ إِضَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ الشِّعَالُ فَخَارَ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ فَفَعَلُوا نَصَلًا إِلَّا لِمَا دَرَكُوا مِنْهَا صَلَّاهَا مَعَ ابْنِ مُوسَى فَفُتِحَ لَنَا وَقَالَ أَنَسٌ وَمَا يَسُرُّنِي بِتِلْكَ الصَّلَاةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

قنادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تسبیح کے موقع پر حاضر تھا اس دن میں صبح کی نماز اس وقت پڑھ رہا تھا جب آدھا دن گزر چکا تھا اور اس نماز کے بدلا میں مجھے تمام دنیا بھی مل جاتی تو مجھے اس سے



خوشی نہ ہوتی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۱۳، مجلس علمی بیروت، ۱۴۲۷ھ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۸۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۹، کراچی)

۹۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ. قَالَ فَزَلَّ إِلَى بَطْحَانَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از علی بن المبارک از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے، پس وہ کفار قریش کی مذمت کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ! میں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے، حتیٰ کہ سورج غروب ہونے لگا ہے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی، پھر آپ مدینہ کی ایک وادی میں پہنچے، پس آپ نے وضوء کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی، پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۹۶ میں گزر چکی ہے۔

### جنگ خندق کے دن نماز قضاء ہونے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قلعہ پر حملہ کے وقت اور دشمن سے مقابلہ کے وقت نماز پڑھنا یا یہ وہ نماز ہے جو جملہ اہل اسلام سے لڑائی کے دوران پڑھی جاتی ہے اس کو "صلوة المسایفة" کہتے ہیں اس کا باب "سورة الخوف" میں ہے اور اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اوزاعی اور مکحول کی حجت ہے کہ جو شخص اشاروں سے بھی نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو وہ نماز کو ترک کر دے حتیٰ کہ وہ کامل نماز پڑھے اور صرف "سبحان اللہ" پڑھنا یا "لا الہ الا اللہ" پڑھنا اس نماز کا بدل نہیں ہوگا کیونکہ نبی ﷺ نے جنگ خندق کے دن نماز کو مؤخر کر دیا تھا اور یہ نماز خوف کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ برابر اس سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ۲۱ نماز کو مؤخر کرنے پر ملامت نہیں کی کیونکہ آپ جنگ میں مشغول تھے اسی طرح اگر اس سے زیادہ جنگ کا اندرہ ہو تو بھی نماز کو مؤخر کرنا جائز ہے مگر یہ ضعیف استدلال ہے کیونکہ نماز خوف پڑھنے کا طریقہ جنگ خندق کے بعد نازل ہوا تھا۔

رہا امام اوزاعی کا یہ قول کہ اگر وہ دو رکعت نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو وہ ایک رکعت اور دو سجدے کر لیں اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ نماز خوف ایک رکعت ہے سو یہ قرآن مجید کے خلاف ہے۔

النساء: ۱۰۲ میں یہ بیان ہے کہ آپ حالت جنگ میں نماز کے لیے کھڑے ہوں تو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور یہ لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسلح رہیں اور جب وہ سجدہ کر لیں تو پیچھے چلے جائیں اور مسلمانوں کی دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آکر آپ کے ساتھ (دوسری رکعت) پڑھے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے دو رکعت نماز خوف پڑھائی ہے اور یہ کہنا کہ نماز خوف ایک رکعت ہے اس آیت کے بھی خلاف ہے اور نبی ﷺ کی سنت کے بھی خلاف ہے۔

جہاں تک تکبیر پڑھنے کا تعلق ہے تو مجاہد سے روایت ہے کہ ”صلوة المسایفة“ (تلواروں سے لڑائی کے دوران نماز) ایک تکبیر ہے اور سعید بن جبیر اور ابو عبد الرحمن نے کہا: ”صلوة المسایفة“ ”تہلیل“ ”تبیح“ تحمید اور تکبیر ہے اور علامہ ابن المنذر نے امام اسحاق سے روایت کیا ہے کہ تمہارے لیے ایک رکعت کافی ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو ایک سجدہ کافی ہے اور اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو ایک تکبیر کافی ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کا ذکر ہے اور حسن بن حقی نے کہا: ہر رکعت کی جگہ ایک تکبیر پڑھ لے۔

اور رہے شہر کے ائمہ فتویٰ تو ان کے نزدیک تکبیر رکوع اور سجود کا بدل نہیں ہے کیونکہ تکبیر کو رکوع اور سجود نہیں کہا جاتا اور رکوع اور سجود کا بدل صرف اشارہ ہے جو خشوع سے کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ وہ نماز پر قادر نہیں ہوئے اس کا معنی یہ ہے کہ قتال کی شدت کی وجہ سے ان کو وضوء کرنے کا موقع نہیں ملا اس لیے پانی کے حصول تک نماز کو مؤخر کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے جنگ خندق کے دن نماز کو مؤخر کیا تھا اس کی بھی یہی وجہ ہو سکتی کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ کو پانی نہیں حاصل ہو سکا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۱-۶۲۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور حالت نماز میں قتال کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جنگ خندق کے دن نبی ﷺ نے نماز کو مؤخر کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ خندق کے دن نماز کو مؤخر کیا تھا اس کی بھی یہی وجہ ہو سکتی کہ سورج غروب ہو گیا اور آپ کو پانی نہیں حاصل ہو سکا۔

(فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۴۸۷ دار المعرفہ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مقام پر ادب سے گفتگو کرنی چاہیے جیسا کہ امام ربیع نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے جنگ خندق کے دن نماز اس لیے نہیں پڑھی تھی کہ آپ قتال کر رہے تھے پس قتال عمل ہے اور نماز عمل ہے یہ بھی ہوتا ہے کہ آپ نے اس لیے نماز نہ پڑھی ہو کہ اس وقت تک سوار ہونے کی حالت میں قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور رہا حالت نماز میں قتال کرنا تو ہمارے نزدیک اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور امام مالک امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک حالت نماز میں قتال کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۷۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۵۔ بَابُ صَلَوةِ الطَّارِئِ وَالْمُطَرِّبِ

رَاكِبًا وَآيْمَاءَ

مسلمان دشمن کا چپھا کر رہے ہوں یا دشمن مسلمانوں

کا تعاقب کر رہا ہو تو نماز خوف سواری پر

اور پیادہ پڑھی جائے

وَقَالَ الْوَلِيدُ ذَكَرْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ صَلَوةَ

شَرْحِبِيلِ بْنِ السِّمِطِ وَأَصْحَابِهِ عَلَى ظَهْرِ الدَّآبَةِ

فَقَالَ كَذَلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا تُخَوِّفُ الْقَوْتُ

وَاحْتَجَّ الْوَلِيدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

ولید نے کہا: میں نے اوزاعی سے ذکر کیا کہ شرحبیل بن

السمط اور ان کے اصحاب نے سواری کی پشت پر نماز پڑھی انہوں نے

کہا: ہمارے نزدیک جب نماز کے قضاء ہونے کا خوف ہو تو اس

طرح حکم ہے اور ولید نے نبی ﷺ کی اس حدیث سے استدلال

يُصَلِّيْنَ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ.

کیا: کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے۔

ولید بن مسلم نے دلالت السنن سے استدلال کیا تھا کہ جن صحابہ نے نماز کو مؤخر کر دیا تھا حتیٰ کہ وہ بنو قریظہ میں پہنچ گئے تو نبی ﷺ نے ان کو ملامت نہیں کی، حالانکہ نماز کا وقت نکل چکا تھا تو جن لوگوں نے نماز کا وقت نکلنے سے پہلے نماز پڑھ لی خواہ اشارے سے یا جس طرح بھی ان سے پڑھی جاسکی تو ان کی نماز تو بہ طریق اولیٰ جائز ہوئی چاہے اور شرجیل نے سواری کی پشت پر اس لیے نماز پڑھی تھی کہ ان کو قلعہ فتح کرنے کی توقع تھی، پس انہوں نے اشارہ سے نماز پڑھی، پھر قلعہ فتح کر لیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد بن اسماء

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ غزوۃ الاحزاب سے لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا: کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر عصر کی نماز نہ پڑھے، پس بعض صحابہ نے راستہ میں عصر کا وقت پایا، لہذا بعض نے کہا: ہم عصر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھیں گے حتیٰ کہ ہم بنو قریظہ میں پہنچ جائیں اور بعض نے کہا: بلکہ ہم عصر کی نماز پڑھیں گے، آپ نے ہم سے اس ارادہ سے کہا کہ انہوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی۔

۹۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَسْمَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا جُورِيَّةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ. فَأَذْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي لَمْ يَرِدْ مِنَّا ذَلِكَ، فذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَيِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ.

[طرف الحدیث: ۳۱۱۹] (صحیح مسلم: ۴/۴۰۱) (طرف الحدیث: ۳۵۱۱) جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۳۱، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۴۲۷ھ

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن اسماء بن نبید، فرقہ نقشبندی، بصری، یہ ۲۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) جویریہ بن اسماء ان کی کنیت ابو خرق البصری تھی (۳) نافع بن عبد العزیز بن عمر (۴) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۸۱)

## بنو قریظہ کی طرف روانگی کا پس منظر اور پیش منظر

اس حدیث میں ”الاحزاب“ کا ذکر ہے اس سے مراد یہ خندق ہے، یہ غزوہ شوال ۵ھ میں ہوا تھا، اس وقت میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں فرمایا کہ اگر آپ نے اپنے پیغمبروں کو اس غزوہ میں نہ بھیجا تو آپ کو غزوہ یمین کے ساتھ ملا کر ہزار نفس کے نقصان کا باعث بنے، یا تھا۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی ﷺ غزوہ خندق سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف لوٹے تو مسلمانوں نے اپنے ہتھیار اتار دیے، پھر ظہر کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوں، میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں، پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جو مسلمان حکم سننے والا اور اس کی اطاعت کرنے والا ہے وہ بنو قریظہ میں پہنچ کر نماز پڑھے، امام محمد بن سعد نے کہا: پھر آپ تین ہزار صحابہ کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے، یہ ۲۱ھ ذوالقعدہ بدھ کے دن کا واقعہ ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)



فقہاء کا اس میں اختلاف کہ آیا تعاقب کرنے والے کا سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی کافر مسلمان کا تعاقب کر رہا ہو تو اس مسلمان کا سواری پر نماز پڑھنا فقہاء کے نزدیک جائز ہے لیکن اگر مسلمان کافر کا تعاقب کر رہا ہو تو اس کے سواری پر نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ تعاقب کرنے والا سواری پر نماز نہ پڑھے۔ یہ عطاء حسن بصری اور ثوری کا قول ہے امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے امام شافعی نے ایک صورت کا استثناء کیا ہے کہ تعاقب کرنے والا اپنے اصحاب سے منقطع ہو جائے اور اس کو اب یہ خطرہ ہو کہ جن کفار کا وہ تعاقب کر رہا ہے اب وہ پلٹ کر اس پر حملہ کر دیں گے تو اس صورت میں وہ سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے۔

ابن حبیب نے ابن عبدالحکم سے روایت کیا ہے کہ تعاقب کرنے والے کا سواری پر نماز پڑھنے کی بہ نسبت زمین پر نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور ابن حبیب کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے سواری سے نہ اترنا اور اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس کے ساتھ دشمن ہے اور اس کو امن کی حقیقت حاصل نہیں ہے یہی امام مالک کا قول ہے اور ادزاعی اور شریحیل کا مذہب ہے۔

ولید بن مسلم نے بنو قریظہ کے قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ تعاقب کرنے والے کا سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے پس اگر کسی روایت میں یہ مل جائے کہ جن صحابہ نے نماز پڑھی ان میں سے کسی نے سواری پر نماز پڑھی تھی تو یہ استدلال بہت واضح ہے اور اگر یہ نہ ملے تو جب نبی ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ عصر کی نماز کو بنو قریظہ پہنچنے تک نہ پڑھیں حالانکہ نبی ﷺ کو وحی سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ غروب آفتاب کے بعد بنو قریظہ میں پہنچیں گے اور عصر کے بعد ان کا فرض ہے تو ولید بن مسلم نے یہ استدلال کیا کہ جن صحابہ نے بنو قریظہ میں نماز پڑھی جب ان کے لیے عصر کے وقت کو ترک کرنا جائز تھا حالانکہ وہ فرض ہے اور نبی ﷺ نے اس فرض کے ترک کرنے پر ان کو ملامت نہیں کی تو اسی طرح تعاقب کرنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ نماز کے وقت میں سواری پر اشارے سے نماز پڑھے اور رکوع اور سجود جہاں اس کو ترک کر دے بنو قریظہ میں نماز پڑھنے والے صحابہ نے وقت کو ترک کر دیا تھا حالانکہ وقت پر نماز پڑھنا بھی فرض ہے اور یہ کہ بنو قریظہ کے نازل ہونے سے پہلے کا تھا۔

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶۲۳-۶۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت نکل جائے یہ کفر نہیں

بعض علماء نے یہ کہہ دیا ہے کہ کوئی شخص نماز میں اتنی تاخیر کر دے کہ نماز کا وقت نکل جائے تو یہ کفر نہیں بلکہ حدیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ان کا یہ قول سچ نہیں ہے کیونکہ جب نبی ﷺ نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ وہ بنی قریظہ میں پہنچ کر عصر پڑھیں تو آپ کو وحی کے ذریعہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جب وہ بنی قریظہ پہنچیں گے تو عصر کا وقت نکل چکا ہوگا تو گویا آپ نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ عصر کا وقت نکلنے کے بعد عصر کی نماز پڑھیں پس کسی نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس نماز کو پڑھنا کفر کیسے ہو سکتا ہے۔

حدیث کے ظاہر الفاظ اور اس کے مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا ہر دو طریقے صحیح ہیں

بعض صحابہ نے عصر کا وقت آنے سے پہلے راستہ میں عصر کی نماز پڑھی لی تھی ان کی رائے یہ تھی کہ اس ارشاد سے نبی ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ بنو قریظہ میں جلدی پہنچو آپ کا یہ منشاء نہیں تھا کہ بنو قریظہ میں ہی عصر پڑھنا خواہ نماز قضاء ہو جائے سوانہوں نے اس حدیث کے منشاء اور مفہوم پر عمل کیا اور دوسرے صحابہ نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا کہ نماز عصر بہر حال بنو قریظہ میں پہنچ کر پڑھنی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے کسی فریق کو ملامت نہیں کی اس سے معلوم ہوا کہ اجتہاد میں وسعت ہے قرآن اور حدیث کے ظاہر الفاظ

پر عمل کرنا بھی صحیح ہے اور قرآن اور حدیث کے معنی اور مفہوم اور منشاء پر عمل کرنا بھی صحیح ہے۔

اور اس حدیث میں اجتہاد کی بھی اصل اور دلیل ہے۔

**صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثوں میں تطبیق**

یہ حدیث صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۃ الاحزاب سے لوٹنے کے بعد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بنو قریظہ میں پہنچے بغیر ظہر کی نماز نہ پڑھے، پس بعض صحابہ کو نماز کا وقت نکلنے کا خوف ہوا تو انہوں نے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ لی اور دوسرے صحابہ نے کہا: ہم وہیں نماز پڑھیں گے جہاں ہم کو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے خواہ نماز کا وقت فوت ہو جائے، حضرت ابن عمر نے کہا: پس رسول اللہ ﷺ نے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو بھی ملامت نہیں کی۔

(صحیح مسلم: ۱۷۷۰، الرقم المسلسل: ۴۵۲۱)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں ظہر کی نماز کا ذکر ہے اور صحیح البخاری: ۹۴۶ میں عصر کی نماز کا ذکر ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد پیش آیا، بعض صحابہ نے مدینہ میں ظہر کی نماز پڑھ لی تھی اور بعض نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی، پس جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں پہنچنے پر نماز پڑھنا اور جنہوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی ان سے آپ نے فرمایا: تم بنو قریظہ میں پہنچنے پر نماز پڑھنا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۳۸۹۵، مکتبہ زار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

**حملہ کے وقت اور جنگ میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا**

اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن صہیب الثابت بنانی، حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی، پھر آپ سوار ہوئے اور آپ نے نعرہ لگایا: اللہ اکبر، خیبر کی خرابی آگئی، ہم جب کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا ہے ان کی صبح کو بُری حالت ہوتی ہے، پھر خیبر کے لوگ گلیوں میں دوڑتے ہوئے نکلے وہ کہہ رہے تھے: (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ”خمیس“ اور ”خمیس“ کا معنی لشکر ہے، پھر رسول اللہ ﷺ ان پر غالب آ گئے آپ نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور (عورتوں اور) بچوں کو قید کر لیا، حضرت وحیہ کلبی نے

۶۔ بَابُ التَّكْبِيرِ وَالْفَلَاحِ بِالصُّبْحِ

وَالصَّلَاةُ عِنْدَ الْإِغَارِ وَالْخَرَابِ

۹۴۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ وَثَابِتِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ رَسُولٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ. فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السَّكِّكِ وَيَقُولُونَ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ. قَالَ وَالْخَمِيسُ الْجَيْشُ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الدَّرَارِي، فَصَارَتْ صَفِيَّةٌ لِدَجِيَّةِ الْكَلْبِيِّ، وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا، وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عَتَقَهَا، فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ

لثَابِتُ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَنْتَ سَأَلْتَ أُنْسًا مَا أَمَّهَرَهَا؟  
قَالَ أَمَّهَرَهَا نَفْسُهَا، فَتَبَسَّمَ.

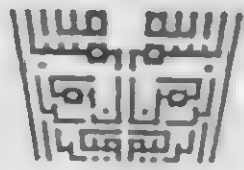
حضرت صفیہ کو لے لیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے حضرت  
صفیہ کو لے لیا پھر ان سے نکاح کر لیا اور انہیں آزاد کرنے کو ان کا  
مہر قرار دے دیا پس عبد العزیز نے ثابت سے کہا: اے محمد! کیا  
آپ نے حضرت انس سے سوال کیا تھا کہ ان کا مہر کیا تھا؟ انہوں  
نے کہا: ان کا مہر خود ان کا نفس تھا پھر وہ مسکرائے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

یہاں پر نماز خوف کا بیان ختم ہو گیا اور اب ان شاء اللہ عیدین کا بیان شروع ہو گا۔







نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

## ۱۳ - کتاب العیدین

### عیدین کا بیان

عیدین سے مراد ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ، عید کا معنی ہے: لوٹنا، اس کو عید نیک شگون کے لیے کہا جاتا ہے یعنی یہ دن ہماری زندگی میں بار بار لوٹ کر آئے۔

عیدین اور ان دنوں میں زینت کو اختیار کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے ایک موٹا ریشمی جبہ لیا، جو بازار میں بک رہا تھا، وہ اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! اس کو خرید لیجئے اور عید کے دن اور جب کوئی وفد ملنے کے لیے آئے تو اس کو زینت کے لیے پہن لیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: یہ لباس تو ان لوگوں کا ہے جن کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں ہوتا، پھر جب تک اللہ نے چاہا حضرت عمرؓ ٹھہرے رہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف ایک ریشمی جبہ بھیجا، حضرت عمرؓ اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، پس کہا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا: یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، حالانکہ آپ نے میری طرف یہ جبہ بھیجا ہے! تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو فروخت کر دو اور اس سے اپنی ضرورت کو پورا کرو۔

### ۱ - بَابُ فِي الْعِيدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيهِ

۹۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِّنْ اسْتَبْرَقٍ تَبَاعَ فِي السُّوقِ، فَأَخَذَهَا فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذِهِ تَبَاعَتْ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٌ مِّنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، فَلَبَّكَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَلْبَكَ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةٍ دُبَّجٍ، فَجَاءَ بِهَا عُمَرُ فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٌ مِّنْ لَا خَلَاقَ لَهُ؟ أَرْسَلْتُ إِلَيْكَ بِهَذِهِ الْجُبَّةِ! فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبِعُهَا، وَتُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۸۶ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے درج فرمایا ہے کہ اس

میں عید کا لفظ آیا ہے۔

## ۲۔ بَابُ الْحِرَابِ وَالذَّرَقِ يَوْمَ الْعِيدِ عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے جنگی مشق کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عید کا دن خوشی کا دن ہے اور اس دن میں ان کاموں کی اجازت ہوتی ہے جن کی دوسرے ایام میں اجازت نہیں ہوتی۔

۹۴۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَسَدِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تَغْنِيَانِ بِغِنَاءٍ بُعَاثٌ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعُهُمَا. فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا أَلَا تَرَبَّيْنَا.

ہمیں احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی کہ محمد بن عبد الرحمن اسدی نے ان کو حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کے قصہ کو گا رہی تھیں آپ بستر پر لیٹ گئے اور آپ نے اپنا منہ پھیر لیا اور حضرت ابو بکر آئے اور انہوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا: نبی ﷺ کے پاس شیطان کے آلات! تب رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف متوجہ نہ کیا فرمایا: اے بکر! ان کو رہنے دو پھر جب ان کی توجہ ہٹی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا وہ چلی گئیں۔

[الطراف الحديث: ۹۵۲-۹۸۷-۲۹۰۷-۳۵۳۰۔ مجمع مسلم: ۱۶۲، رقم: ۲۷۰۲، سنن نسائی: ۱۵۹۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۹، السنن الکبریٰ: ۱۷۹۵، معنی عبد الرزاق: ۱۹۷۳۵، صحیح ابن حبان: ۵۸۶۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۰۳۹، ج ۳۰ ص ۵۳-۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۷۳۹۳، مکتبۃ الرشدریاء، ۱۳۲۶ھ]

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن حسان ابو عبد اللہ التستری مصری الاس یہ ۲۳۳ھ میں فوت ہوئے تھے یحییٰ بن معین نے ان کے متعلق کلام کیا ہے (۲) عبد اللہ بن وہب المصری (۳) عمرو بن الحارث (۴) محمد بن عبد الرحمن بن نوفل بن الاسد الاسدی القرشی المدنی یہ بنو امیہ کے زمانہ میں رہے اور ۱۱۷ھ میں فوت ہوئے (۵) ابن الزبیر بن العوام (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۸۹-۳۸۸)

## جنگ بعاث "مزمار، غناء" کا سن اور عید کے دن "غناء" کا دن کے ساتھ مباح ہونا

"بعاث" یہ اس کے قلعہ کا نام ہے علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یوم بعاث ایام عرب میں سے مشہور دن ہے اس دن میں اس اور خزرج کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی یہ جنگ ایک سو بیس سال تک جاری رہی حتیٰ کہ زمانہ اسلام آ گیا۔

"مزمار" مزمار غناء کے اس آلہ کو کہتے ہیں جو منہ سے بجایا جاتا ہے جیسے بانسری اس کی جمع "مزامیر" ہے اور "معزف" اس آلہ کو کہتے ہیں جو ہاتھ سے بجایا جاتا ہے جیسے ستار، بینجو اور ہارمونیم وغیرہ اس کی جمع "معازف" ہے ان دونوں کا توسعا ایک دوسرے پر اطلاق کیا جاتا ہے یہاں اس سے مراد دف ہے اس کو "مزمار الشیطان" فرمایا کیونکہ اس میں مشغول ہونا دل کو اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے غافل کر دیتا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو رہنے دو یعنی ان کو گانے دو ہشام کی روایت میں ہے: اے ابو بکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری

عید کا دن ہے اس قول سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو منع کرنے کی وجہ بیان فرمائی، حضرت ابوبکر نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ لڑکیاں رسول اللہ ﷺ کی لاعلمی میں گارہی ہیں کیونکہ جب حضرت ابوبکر داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ چادر اوڑھے ہوئے سو رہے تھے اور ان کے نزدیک گانے بجانے اور لہو و لعب سے ممانعت ثابت اور مقرر تھی اس لیے حضرت ابوبکر نے اس سے منع کرنے میں جلدی کی تب نبی ﷺ نے صورت حال کی وضاحت کی اور فرمایا: ہر قوم کی عید ہوتی ہے (جیسے نیروز اور مہرجان ہے) اور یہ دن ہماری عید کا دن ہے اور یہ دن شرعاً خوشی کا دن ہے سو اس دن اس طرح کے غناء پر انکار نہیں کرنا چاہیے اور یہ وہ غناء نہیں ہے جو دلوں میں بُری خواہشوں کو ابھارتا ہے (اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور رسول اللہ ﷺ کی نعت پڑھنا بھی اسی میں داخل ہے اگر وہ آلات موسیقی کے بغیر ہو) اور ایک روایت میں ہے: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں، امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت کے لیے ہر سال میں دو دن ایسے ہوتے تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے جب نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو فرمایا: اللہ نے ان دونوں کے بدلہ میں تمہیں ان سے بہتر دن عطا فرمادیئے ہیں: یوم النضر اور یوم الاضحیٰ۔ (سنن نسائی: ۱۵۵۲، دار الفکر بیروت) (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۹۱-۳۸۹، ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### عید کے دن دف کے ساتھ غناء کے مباح ہونے پر فقہاء مالکیہ کی تصریح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن۔ ل۔ لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عید کا دن اہل خوشی اور اہل لیل چیزوں سے استمتاع، پاکیزہ رزق اور جن حلال چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے، کھیل کود، شادی کے لیے ہے، اس سے فائدہ حاصل کرنے کا دن ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن کے عذر کی وجہ سے غناء کو مباح کر دیا اور فرمایا: اے ابوبکر! ان کو چھوڑو یہ عید کے ایام ہیں اور اہل مدینہ غناء اور لہو کے طریقہ پر تھے اور نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اس کے خلاف تھے اسی وجہ سے حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ان گانے والی لڑکیوں پر لڑائی کیونکہ اس نے انہوں نے ان لڑکیوں کو نبی ﷺ کے سامنے گاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا پس عید کی وجہ سے گانے کی اجازت مل گئی، اسی طرح اعلانِ نذر کی دعوت کے موقع پر۔

وہ لڑکیاں بلند آواز سے جنگ بعات کے قصہ کو گارہی تھیں اور ہر وہ شخص جو اپنی آواز کو بلند کرے اور بار بار ایک بات کو دہرائے تو اس کی آواز اہل عرب غناء کہتے ہیں جو لوگ اس جنگ میں مارے گئے تھے وہ لڑکیاں ان کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں، انہوں نے انتقام لینے پر ابھارا تھا، نبی ﷺ نے اس دن غناء کو مباح کر دیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا: وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں جو اپنے گانوں میں فواحش کی ترتیب دیتیں۔ مہلب نے اس قسم کے غناء سے منع کیا ہے جو نفوس میں بیجان پیدا کرے اور اس قسم کے غناء سے منع نہیں کیا جو اس طرح نہ ہو کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب نے اعراب (دیہاتی اور اونٹ چرانے والوں) کے غناء کی اجازت دی ہے۔ کتاب الاستیذان کے آخر میں یہ بحث آئے گی کہ جو لہو اللہ کی اطاعت سے غافل کر دے وہ باطل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۲۹-۶۲۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۹۵۰۔ وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالذَّرَقِ وَالْحِرَابِ، فَمَا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّمَا قَالَ: أَتَسْتَهِينُ تَنْظُرِينَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَأَقَامَنِي اور عید کے دن حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے جنگی مشقیں کرتے تھے پس یا تو میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا تھا یا خود نبی ﷺ نے فرمایا تھا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو میں نے عرض کیا: جی



وَرَأَى خَدِيَّ عَلَى خَدِّهِ، وَهُوَ يَقُولُ دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفَدَةَ. حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ، قَالَ حَسْبُكَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ فَادْهَبِي.

ہاں! پس آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا، میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے بنی ارفدہ! کھیتے رہو، حتیٰ کہ جب میں اکتا گئی تو آپ نے پوچھا: یہ تمہیں کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر جاؤ۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

### ۳۔ بَابُ سُنَّةِ الْعِيدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ

۹۵۱۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبِّدَا بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُحَرَّ، فَمَنْ فَعَلَ، فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا.

[اطراف الحدیث: ۹۵۵-۹۶۵-۹۶۸-۹۷۶-۹۸۳-۵۵۴۵]

۵۵۵۶-۵۵۵۷-۵۵۶۰-۵۵۶۳-۶۷۷۳

اہل اسلام کے لیے عیدین کی سنت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زبید نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا از حضرت البراء رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے خطبہ میں فرمایا: پہلی چیز جس سے ہم اس دن کی ابتداء کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، پھر ہم گھر لوٹ کر قربانی کرتے ہیں، سو اس طرح کہیں اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۸۰۰، سنن ترمذی: ۱۵۰۸، سنن نسائی: ۵۰۰۰، سنن ابی داؤد الطیالسی: ۷۴۳، سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۹، مسند ابویعلیٰ: ۱۶۶۳، صحیح ابن خزیّمہ: ۱۳۲۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۲، طبع قدیم مسند احمد ج ۳ ص ۳۰، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۶۳۸، کتاب السنن، دار الکتب العلمیہ، بیروت: ۱۳۲۶ھ، ۷۶۳)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) حجاج بن منہال، سلمی الانماطی البصری (۱) شعبان بن الحجاج (۳) زبیر بن الحارث الیامی الکوفی (۴) عامر بن شراحیل الشعمی (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۹۵)

### عیدین کی نماز کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

غلامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا: یہ عیدین نماز تمام اہل اسلام کے لیے ایسی سنت ہے کہ اس کو ترک نہیں لیا جائے گا، اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ عید کی نماز اسی پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت: ۱۴۲۴ھ)

علامہ عبدالرحمن بن شہاب الدین الدمشقی ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

نماز عید کے حکم میں فقہاء کے تین اقوال ہیں:

(۱) امام مالک، ثوری، امام شافعی، اسحاق اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مسنونہ ہے۔

(۲) امام احمد بن حنبل اور فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ عید کی نماز فرض کفایہ ہے، اگر تمام شہر والے اس کو ترک کر دیں تو وہ گناہ گار ہوں گے اور ان سے اس کے ترک پر قتال کیا جائے گا۔

(۳) امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ عید کی نماز جمعہ کی طرح واجب ہے لیکن وہ اس کو فرض نہیں کہتے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ عید کی نماز فرض نہیں ہے اور مختصر المزنی میں مذکور ہے امام شافعی نے کہا: جس پر جمعہ واجب ہے اس پر عیدین میں حاضر ہونا واجب ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۷۶-۷۵ دار ابن الجوزی ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور ان کے اصحاب میں سے الاصطخری نے کہا: عید کی نماز فرض کفایہ ہے۔ امام احمد، امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام مالک کا قول امام شافعی کی طرح ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عید کی نماز واجب ہے صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ عید کی نماز ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں یہ ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ عید کی نماز سنت (مؤکدہ) ہے سنت کے قول کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں اور وہ تمہارے لیے سنت ہیں (۱۰)۔ (۲) چاشت کا نماز (۳) اور عید کی نماز کیونکہ اگر یہ نمازیں واجب ہوتیں تو ان میں اذان اور اقامت بھی مشروع ہوتی جیسے بانی نماز واجب ہیں اور جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدٰكُمْۚ (البقرہ: ۱۸۵)

اور تاکہ تم اللہ کی کبریائی بیان کرو جس طرح اس نے تمہیں

ہدایت دی ہے۔

اس سے مراد نماز عید کی تکبیرات ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز عید کی تکبیرات پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر و وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور جس حدیث سے مشائخ نے عید کی نماز کو سنت ہونا بیان کیا ہے اس میں ان کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ چاشت کی نماز تمام ایام میں سنت ہے اور یہ جو کہا ہے کہ اس میں اذان اور اقامت نہیں ہے اس لیے عید کی نماز سنت ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کی نماز واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے اسی طرح نماز جنازہ بھی واجب ہے اور اس میں بھی اذان اور اقامت نہیں ہے۔

حاشیہ المشائخ کا مذہب یہ ہے کہ عیدین کی نماز واجب ہے الجامع الصغیر میں یہ مذکور ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے نہ کہ کتاب سے علامہ سرخسی نے کتاب الصلوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ عیدین کی نماز سنت ہے کیونکہ یہ دین کے ان معالم سے ہے جن کو لینا ہدایت ہے اور ان کو ترک کرنا گم راہی ہے اور نوادر البشر میں امام ابو یوسف سے یہ منقول ہے کہ یہ سنت واجبہ ہے اس کی تاویل بھی یہی گئی ہے کہ عید کی نماز کا وجوب صرف سنت سے معلوم ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۲ ص ۳۷۷-۳۷۶ ادارة القرآن کراچی ۱۴۲۳ھ)

مصنف کا موقف یہ ہے کہ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے کیونکہ اگر یہ واجب ہوتی تو اس کی قضاء واجب ہوتی جیسا کہ دیگر

واجبات میں ہے لیکن اس کی قضاء واجب نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے

۹۵۲۔ حَدَّثَنَا عَبِيدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو

اُسَامَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تَغْنِيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ قَالَتْ وَلَيْسَتَْا بِمُغْنِيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمَزَ امِيرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَذَلِكَ فِي يَوْمٍ عِيدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهَذَا عِيدُنَا.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (گھر میں) آئے اور اس وقت میرے پاس انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں یوم بعثت کے متعلق انصار کا بیان کردہ قصہ گا رہی تھیں حضرت عائشہ نے بتایا وہ پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں پس حضرت ابو بکر نے فرمایا: کیا شیطان کے مزامیر (آلاتِ غناء) رسول اللہ ﷺ کے گھر میں ہیں اور وہ عید کا دن تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

### آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق ائمہ مذاہب اور فقہاء اسلام کی آراء

قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا ہے کہ آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانے سے منع کیا جائے گا اور غیر آلات کے گانے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ نے اس سے منع کیا ہے اور امام شافعی اور امام مالک نے اسے مکروہ کہا ہے (الامامیہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح اور عید کے موقع پر اور دیگر خوشی کے ایام میں دف بجانا جائز ہے جب کہ اس میں زیادہ اشتغال نہ ہو اور دف وہ ہوتا ہے جس کو صرف ایک طرف سے بجایا جاتا ہے۔ (اکمال المعتمدین ج ۳ ص ۳۰۸-۳۰۶ ملخصاً دارالوقاف ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ ایسا کرنے والے نہیں ہیں یعنی وہ ایسے اشعار نہیں پڑھتی تھیں جن میں غورتوں کے محاسن کا شراب کا اور دیگر محرمات کا ذکر ہوتا ہے کیونکہ وہ مذموم لہو و لعب ہیں اور ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور جو اشعار ان محرمات سے خالی ہوں ان کی قلیل مقدار کو شادی عید اور دیگر خوشی کے ایام میں پڑھنا جائز ہے آج کل صوفیاء نے اشعار کو آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانے کا جو سبب ہے ان کے زمانہ میں کوئی اختلاف نہیں تھا مگر بدعت اور فساد کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (بہار السنن ج ۱ ص ۵۳۴ سنن ابی یوسف ج ۱ ص ۱۴۲)

حافظ عبد الرحمن بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب گانے گاتے تھے اور دف بجاتے تھے لیکن ان کے گانے اشعارِ جاہلیت پر مشتمل ہوتے تھے جن میں جنگوں کا ذکر ہوتا تھا اور ان میں مرنے والوں کے مرے ہوئے تھے اور سند ضعیف کے ساتھ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نکاح کا اعلان کرو اور اس کو مساجد میں منعقد کرو اور اس پر دف بجاؤ۔ (سنن ترمذی: ۱۰۸۹ سنن نسائی: ۳۳۷۰ سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۶ مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۸)

پس نبی ﷺ خوشی کے ایام میں مسلمانوں کو اس قسم کے اشعار پڑھنے کی اجازت دیتے تھے جیسے عید کا دن اور نکاح کا دن ہے اور جس دن کوئی گم شدہ شخص لوٹ آئے اور دف بجانے کی اجازت بھی دیتے تھے لیکن عجمیوں نے جو آلاتِ موسیقی ایجاد کر لیے ہیں



یہ وہ غناء نہیں ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہے اور جن اشعار میں شراب کی اور حسین عورتوں کی تعریف ہو یہ وہ غناء ہے جس کے سننے کا صحابہ نے انکار کیا ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا: غناء دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔  
اس سلسلہ میں یہ حدیث لائق توجہ ہے:

عبدالرحمن اشعری کہتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم! انہوں نے جھوٹ نہیں کہا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم اور باجوں (آلات موسیقی) کو حلال قرار دیں گے اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر واپس آئیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو وہ اس سے کہیں گے: کل آنا، اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (شراب اور آلات موسیقی کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۹۰) (فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۷۹-۷۷ ملخصاً دار ابن الجوزی ریاض ۱۴۱۷ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صوفیہ کی ایک جماعت نے اس باب کی حدیث سے غناء اور اس کے سننے کی اباحت پر استدلال کیا ہے خواہ آلات موسیقی کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو اور اس کا رد کرنے کے لیے اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تصریح کافی ہے کہ وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں اور حضرت عائشہ نے تنہا ہی گانے کی چیزیں نہ لے کر ان کے پاس کا لفظی طور پر انہوں نے اثبات کیا تھا، کیونکہ غناء کا اطلاق آواز کو بلند کرنے اور ترنم سے گانے دونوں پر ہوتا ہے اور مغنی، طلائع، شخص، اس کی آواز میں زیر و بم ہوتا ہے اور وہ شوق کو ابھارتا ہے اور اس میں بے حیائی کی باتوں کی تعریض اور تصریح ہوتی ہے اس کے بعد انہوں نے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کر کے اس سے استدلال کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ شادی وغیرہ کے موقع پر دف بجانے کی اباحت سے یہ لازم نہیں آتا کہ موسیقی کے دیگر آلات بھی مباح ہو جائیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۳-۳۵۲ ملخصاً دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی سے گانا سننا جائز ہے خواہ وہ مملوک نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کے سننے پر انکار نہیں کیا بلکہ حضرت ابوبکر کے انکار پر انکار کیا اور وہ باندیاں مسلسل گاتی رہیں حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں جانے کا اشارہ کیا، لیکن یہ مخفی رہا کہ جو اس وقت ہے جب فتنہ منسوب بہ ابوبکر نے ترنم سے گانا پر انکار کیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ انہوں نے شہر پر پڑنے پر انکار نہیں کیا، کیونکہ انہوں نے مزامیر کی فحشیت پر انکار کیا ہے اور وہی وہ ہے جس میں خطرہ ہے اور فتنہ کا سد باب کرنا احسن ہے اور صرف بلند آواز سے نیک اشعار پڑھنا غلط نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے اہل سماع آلات موسیقی کے ساتھ غناء کی اباحت پر استدلال کرتے ہیں اور جو چیز انصاف سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک گانا اور دف بجانا ممنوع تھا، اس لیے انہوں نے منع کیا کیونکہ ان کے نزدیک وہ حرام اور مکروہ تھا، اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ نے اس سے اس لیے منع نہیں فرمایا کہ آپ کو غنیمت میں غافل ہونے کی وجہ سے ان کے گانے کا علم نہیں تھا، اور حضرت ابوبکر نے یہ نہیں جانا کہ نبی ﷺ نے عید کے دن تھوڑی مقدار میں گانے اور دف بجانے کو مقرر



ملا علی قاری فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بہ طور تشدید ہے، اگر کبھی کبھی اس کو سنا تو کوئی حرج نہیں ہے، انسان پر واجب ہے کہ اس سے بچنے کی پوری کوشش کرے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں۔  
(مرقات ج ۳ ص ۵۳۸، المکتبۃ الحنفیہ، پشاور)

## آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانا گانے کے متعلق علماء غیر مقلدین کی آراء

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر نے غناء اور دف بجانے پر انکار کیا تھا، لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ان کے انکار پر انکار کیا تو انہوں نے اپنے انکار سے رجوع کر لیا۔ (المکمل بالآثار ج ۳ ص ۳۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ)

نواب محمد صدیق بن حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ سماع میں فقہاء اور صوفیہ میں شروع سے اب تک نزاع چلا آ رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اقوال اور دلائل کے اختلاف کی وجہ سے سماع امور مشتبہ میں سے ہے اور متقی اور محتاط لوگ شبہات سے اجتناب کرتے ہیں اور صحیح حدیث میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جس شخص نے شبہات کو ترک کر دیا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شخص سرکاری چراگاہ کے گرد اپنے جانور چرائے گا عنقریب وہ جانور اس چراگاہ میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح ابویوسف ۵۲، صحیح مسلم ۱۵۹۹)

خصوصاً جب ایسے اشعار کا سماع لیا جائے جن میں رخسار، قد، دست کا اور حسن و جمال کا اور ہجر و وصال کا ذکر ہو کیونکہ ان امور کو سننے والا کسی آزمائش میں ضرور مبتلا ہوگا، خصوصاً جب گانے والی عورت برتنوں، زہویا خوب صورت بے ریش لڑکا ہو، عرب جو اشعار سنتے تھے ان میں جنگ کا اور شجاعت کا اور سخاوت کے اوصاف کا ذکر ہوتا تھا، سو جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرنا چاہتا ہو اور اپنے اسلام میں رغبت رکھتا ہو اس کو سماع سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ شیطان نے مسلمانوں کو اپنے جال میں گرفتار کرنے کے لیے پھندے تیار کیے ہیں۔ (السراج الوہاب فی کشف مطالب المسلمین، مجاز ص ۲۰۷، ۲۰۸، ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ)

\* باب مذکور کی یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۵۸، ج ۲ ص ۶۰ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

- ① عید کے دن حضرت عائشہ کے سامنے بچیوں کا گانا ② گانے کا شرعی حکم ③ غناء اور آلاتِ موسیقی کے شرعی احکام کی تفصیل ④ احادیث و آثار سے آلاتِ غنا کی حرمت ⑤ نواز اور عین کے موقع پر صرف دف بجانے کی اجازت ⑥ فقہاء الکلیہ کا نظریہ ⑦ فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ⑧ فقہاء شافعیہ کا نظریہ ⑨ فقہاء مالکیہ کا نظریہ ⑩ فقہاء حنفیہ کا نظریہ ⑪ مجوزین موسیقی کے اہل کا ضعف ⑫ مجوزین موسیقی کا موقف ⑬ مجوزین کے اہل دلائل، ایک جائزہ ⑭ مجوزین موسیقی کی دلیل ⑮ تناسلی آلات سے موسیقی پر استدلال ⑯ قرآن کریم سے موسیقی پر استدلال ⑰ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت سے مغالطہ آفرینی ⑱ جواز موسیقی کے دلائل پر علامہ آلوسی کا تبصرہ ⑲ ریڈیو، وی، وی، سی۔ آر اور سینما دیکھنے کا حکم۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۶۷۱ سے ص ۷۰۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔

عید الفطر کے دن (نماز کے لیے)

نکلنے سے پہلے کچھ کھانا

۴۔ بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ

قَبْلَ الْخُرُوجِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث

۹۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا

سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا



عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرَاتٍ. وَقَالَ مَرْجَى بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'وَيَأْكُلُهُنَّ وَتَرًا'.

بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں بشیم نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن ابی بکر بن انس نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن جب تک چند کھجوریں نہ کھا لیتے نماز کے لیے نہیں جاتے تھے 'مرجی بن رجاء نے کہا: مجھے عبید اللہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۹، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۳۵، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۲، شرح السنہ: ۱۱۰۵، صحیح ابن حبان: ۲۸۱۳، المستدرک ج ۱ ص ۲۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۰، سنن داری: ۱۶۰۱، مسند ابی یوسف: ۶۵۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۲۶۸، ج ۱۹ ص ۲۸۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۲۷۴، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد الرحیم یہ صاعقہ کے لقب سے مشہور ہیں (۲) سعید بن سلیمان آپ کا لقب سعدویہ ہے (۳) بشیم بن بشیر بن قاسم بن دینار سلمی الواسطی (۴) عبید اللہ بن ابی بکر بن انس (۵) ان کے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۹۸)

عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانے کے متعلق صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۰۹ھ لکھتے ہیں:

عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھانا نبی ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے فقہاء کے نزدیک سنت مستحب ہے۔ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سنت یہ ہے کہ عید الفطر کے پہلے کچھ کھائے، یعنی گوشت، نکلے، یہ عام فقہاء کا قول ہے اور بعض تابعین راستہ میں کھانے کا حکم دیتے تھے حضرت انس بن ابی شیبہ نے از تافع از ابن عمر یہ روایت انجی نے بھی اسی کی مثل کہا ہے۔ حضرت انس بن ابی شیبہ نے از تافع از ابن عمر یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر کچھ کھائے بغیر عید گاہ کی طرف جاتے تھے علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اکثر فقہاء کا اس پر عمل ہے کہ کچھ کھانا مستحب ہے۔

المہلب نے کہا ہے: عید الفطر کے عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے اس سے کچھ مایاں ہے کہ کوئی قرآن کرنے والا یہ نہ گمان کرے کہ عید الفطر کے دن عید تک نہ روزہ رکھنا لازم ہے سو آپ کو یہ خوف ہو کہ اللہ کی عیب سے کوئی زیادتیاں نہ جائے اس لیے آپ نے کچھ کھا کر اس کی اصلاح کی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھانے کا حکم نہیں دیا۔

طاق عدد کھجور آپ اس لیے کھاتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف اشارہ ہو اور آپ تمام کاموں میں اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶۳۰-۶۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۳ھ)

عید الفطر کے دن روزہ افطار کرنے اور کچھ کھانے کا حکم ہے اس لیے آپ پہلے کچھ کھاتے پھر نماز عید کے لیے جاتے اور عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنے کا حکم ہے اس لیے آپ کچھ کھائے بغیر نماز عید پڑھ کر قربانی کرتے پھر قربانی کا گوشت پکا کر کھاتے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن گھر سے اس وقت تک نہیں نکلتے تھے حتیٰ کہ کچھ کھا لیتے اور عید الاضحیٰ کے دن کچھ نہیں کھاتے تھے حتیٰ کہ نماز پڑھ لیتے۔

(سنن ترمذی: ۵۴۲، سنن ابن ماجہ: ۱۷۵۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۲، منصف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۸۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن چند کھجوروں سے افطار کرتے تھے پھر عید گاہ کی طرف جاتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۵۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶)

مرحی نے بیان کیا ہے: آپ طاق عدد کھجوریں کھاتے تھے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۹، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۴۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین یا پانچ کھجوریں کھاتے تھے اور اگر چاہتے تو اس سے زیادہ کھاتے مگر طاق عدد کھاتے تھے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲)

عبداللہ بن ابی بکر بن انس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ عید الفطر کے دن رسول اللہ ﷺ اس وقت تک عید گاہ نہیں جاتے تھے حتیٰ کہ تین یا پانچ یا سات کھجوریں کھالیں یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ طاق عدد۔

(صحیح ابی حبان: ۲۸۱۴)

عکرمہ نے کہا: لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہی امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۸۹، دار ابن جوزی ریاض ۱۴۱۷ھ)

٥ - بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ

## قربانی کے دن کھانا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عید فضی کے دن کھانے کا وقت نماز کے بعد ہے۔ عید الفطر کے دن کھانے کا وقت نماز سے

$$\frac{1}{2} \frac{1}{2}$$

٩٥٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ  
أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعَذِّبْهُ  
رَجُلٌ فَقَدْ هَدَىٰ نَفْسَهُ فِيهَا لَحْمٌ ذَكَرَ  
جِيرَانُهُ لَمَّا نَافَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَهُ  
قَالَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ  
فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدْرِي  
أَبْلَغْتَ الرُّخْصَةَ مِنْ سِوَاهُ أَمْ لَا؟

۱۔ بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے روزے سے پہلے قربانی کا ہنر روزہ یادہ دوبارہ دین کرے، پھر ایک سال میں نہ کرے ہو کر کہا: اس دن گوشت کی خواہش کی جاتی ہے اور اس نے اپنے پڑوسی کا ذکر کیا، پس گویا کہ نبی ﷺ نے اس کی تصدیق کی، اس شخص نے کہا: میرے پاس چھ ماہ کا ایک بکری کا بچہ ہے جو میرے نزدیک دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ پسندیدہ ہے، پس نبی ﷺ نے اس کو اجازت دے دی، پس میں نہیں جانتا کہ اس کے علاوہ دوسروں کو بھی یہ رخصت پہنچی ہے یا نہیں۔

[اطراف الحديث: ۹۸۴-۵۵۳۶-۵۵۳۹-۵۵۶۱] (صحیح مسلم: ۱۹۶۲، الرقم المسلسل: ۳۹۸۹، سنن نسائی: ۳۳۰۸-۳۳۰۰-۵۸۷، سنن بیہقی





قربانی کی وہ دوبارہ قربانی کرے اگر قربانی کرنا واجب نہ ہوتا تو جس نے غیر وقت میں قربانی کی آپ اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم نہ دیتے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۰۲-۳۰۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۹۵۳۔ ج ۶ ص ۱۳۳ پر مذکور ہے اس کی شرح میں قربانی کا وجوب اور رسول اللہ ﷺ کے اختیارات کا ذکر ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از شعبی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیا پس فرمایا: جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی اس نے صحیح عبادت کر لی اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی وہ نماز سے پہلے ذبح کرنا ہے اور اس کی عبادت (صحیح) نہیں ہے پھر حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کہا: جو حضرت البراء کے ماموں ہیں یا رسول اللہ! میں نے اپنی بکری کو نماز سے پہلے ذبح کر لیا اور مجھے یہ معلوم تھا کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے اور میں یہ پسند کرتا تھا کہ میرے گھر میں میری بکری سب سے پہلے ذبح کی جائے سو میں نے اپنی بکری کو ذبح کر لیا اور نماز سے پہلے اس سے ناشتہ کر لیا آپ نے فرمایا: تمہاری بکری بکری کا گوشت ہے (یعنی قربانی نہیں ہے) انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جو چھ ماہ کا ہے اور وہ مجھے دو بکریوں سے زیادہ پسند ہے کیا وہ میری طرف سے (قربانی میں) کفایت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور تمہارے بعد اور کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا۔

۹۵۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَضْحَى بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلَاتِنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا نُسُكَ لَهُ. فَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالَ الْبَرَاءِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنِّي نَسَكْتُ شَاتِي قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلِ وَشُرْبٍ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَكُونَ سَائِلَ مَا يُذْبَحُ فِي بَيْتِي فَذَبَحْتُ شَاتِي وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ أَتِيَ الصَّلَاةَ قَالَ شَاتُكَ شَاةٌ لَحْمٌ. قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّ عِنْدَنَا عِنَاقًا لَنَا جَذْعَةٌ هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ أَفْتَجْزِي عَنِّي؟ قَالَ نَعَمْ وَلَكِنْ لَعَزِي مِنْ لَحْمٍ بَعْدَكَ. (مسند الطحاوی: ۷۶۴)

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(۱) عید کے دن نماز کے بعد خطبہ دینا مستنون ہے۔

(۲) عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد کھانا کھانا مستحب ہے۔

(۳) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ نے عید کے دن اپنے پڑوسیوں کو کھانا کھلانے کے لیے اپنی قربانی جلد کر لی تھی نبی ﷺ نے اس پر ملامت نہیں کی کہ تم نے پڑوسیوں کو گوشت کھلانے کے لیے کیوں نماز سے پہلے قربانی کی بلکہ یہ مسئلہ بتایا کہ نماز سے پہلے قربانی نہیں ہوتی اور ان پر دوبارہ قربانی کرنا واجب ہے۔

بغیر منبر کے عید گاہ کی طرف نکلنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے

۶۔ بَابُ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى بِغَيْرِ مَنْبَرٍ  
۹۵۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا



## سب سے پہلے عید کی نماز پر خطبہ کو کسی نے مقدم کیا

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عیدین کی نماز میں سب سے پہلے خطبہ کو مقدم کس نے کیا، ابن نافع نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو عیدین میں مقدم کیا تاکہ لوگ نماز میں شامل ہو جائیں، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بھی کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا ہے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، ابن شہاب الزہری نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا ہے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، طارق بن شہاب نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خطبہ کو عیدین کی نماز پر مقدم کیا وہ مروان تھا۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اجتہاد سے لوگوں کے لیے نئے طریقے وضع کرنے چاہئیں جب کہ ان میں لوگوں کی مصلحت ہو اور اس کی اصل اور دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جمعہ کی نماز سے پہلے خطبہ دیا، پھر حضرت عثمان وغیرہ نے عید کے دن نماز کی تقدیم کو ترک کر دیا اور خطبہ کو مقدم کر دیا کیونکہ نبی ﷺ نے جمعہ کے دن خطبہ کو نماز پر مقدم کرتے تھے اور یہ کوئی خاص تغیر نہیں ہے بلکہ ایک فعل کو نبی ﷺ کے دوسرے فعل کے مطابق کیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۳۳-۶۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے عید کے دن کس نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا، امام ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر نے خطبہ کو نماز حیدر پر مقدم کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ پہلے عید کی نماز پر خطبہ دیتے تھے حتیٰ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور ان کے دور خلافت میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے، پس جب وہ خطبہ دینے کے لیے جاتے تو شقی لوگ اٹھ کر چلے جاتے تو پھر حضرت عمر نے خطبہ کو مقدم کر دیا اور نماز کو اختتام پر کر دیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۲، مسند ابی شیبہ: ۵۶۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ عینی نے اس روایت کو شاذ قرار دیا ہے۔

ایک قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا، لیکن اس قول کی کوئی اصل نہیں ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا، نیز قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے زیاد نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا اور یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کیا تھا بلکہ یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مروان نے خطبہ کو نماز عید پر مقدم کیا تھا، جیسے صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

اس حدیث میں نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے کی اصل ہے، خواہ والی اور حاکم کو بُرائی سے روکا جائے کیونکہ مروان اس وقت مدینہ کا والی اور حاکم تھا اور حضرت ابوسعید خدری نے حاکم کو نیکی کا حکم دیا اور خلاف سنت کام سے روکا۔

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت المغیرہ، حضرت ابوسعود اور حضرت ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ نماز عید خطبہ پر مقدم ہے اور ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۴۰۶-۴۰۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

## عیدین کی نماز پر خطبہ کو مقدم کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے نماز عید پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (صحیح البخاری: ۹۸، صحیح مسلم: ۸۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۲-۱۱۳۷-۱۱۳۵، سنن نسائی: ۱۵۷۰-۱۵۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۰، سنن دارمی: ۱۶۰۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۱۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت) (۱۴۱۶ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ نبی ﷺ نے عید کے دن پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۹۶۳، صحیح مسلم: ۸۸۸، سنن ترمذی: ۵۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۶، سنن نسائی: ۱۷۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انہیں عید کے دن کثیر ابن الصلت کے گھر کے پاس خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز کے بعد خطبہ دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نبی ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ عید کے دن حاضر ہوا انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔ (صحیح مسلم: ۴۹، سنن ابوداؤد: ۱۱۴۰، سنن ترمذی: ۵۷۲۰، سنن نسائی: ۵۰۲۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۷۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ہوتی تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۷۲۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۶۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

\* باب ذکر کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۹۵۰- ج ۲ ص ۶۶۳، مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

عید کی نماز کے لیے پیدل اور سوار کی پوجا

۷- بَابُ الْمُنْذِرِ وَالْمُنْذَرِ

اور اذان اور اقامت کے بغیر عید کی نماز

الْعِيدِ وَالصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

کو خطبہ سے پہلے پڑھنا

وَبِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ

۹۵۷- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از عبد اللہ بن عمر کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز پڑھتے تھے پھر نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۹۶۳] (صحیح مسلم: ۸۸۸، رقم المسلسل: ۲۰۱۹، سنن ترمذی: ۵۳۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۹، سنن بیہقی)



ج ۳ ص ۲۹۶، شرح السنہ: ۱۱۰۱، السنن الکبریٰ: ۱۱۶۸، مسند احمد ج ۲ ص ۱۲ طبع قدیم مسند احمد ج ۸ ص ۲۰۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر بن عبد اللہ ابواسحاق الحزامی (۲) انس بن عیاض ابو ضمردہ، یہ یزید بن عیاض کے بھائی نہیں ہیں اور ان کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے (۳) عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۰۷)

۹۵۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: مجھ کو عطاء نے خبر دی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن نکلے پس آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔

[اطراف الحديث: ۹۶۱-۹۷۸] (صحیح مسلم: ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵

خواتین کے پاس جائے اور ان کو نصیحت کرے؟ عطاء نے کہا: بے شک یہ ان پر واجب ہے اور ان کو کیا ہوا جو وہ ایسا نہیں کرتے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید التمیمی الفراء ابو اسحاق الرازی (۲) ہشام بن یوسف ابو عبد الرحمن الصنعانی الیمانی یہ ۱۹۷ھ میں یمن میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما (۶) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۷) حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۰۸)

حدیث: ۹۵۹ میں مذکور ہے: جب پہلی بار حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی۔ یزید بن معاویہ کی موت کے بعد ۶۴ھ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی اور ۷۳ھ میں حضرت عبد اللہ بن الزبیر کو شہید کر دیا گیا تھا، حضرت ابن الزبیر کی خلافت نو سال رہی۔

### عید کی نماز پڑھنے کے لیے پیدل یا سوار ہو کر جانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کے نزدیک عیدین کی نماز میں سنت یہ ہے کہ پیدل جائیں۔ علامہ اس میں تصریح ہے اور سوار ہو کر جانا مباح ہے اس باب کی احادیث میں ایسی کسی حدیث کا ذکر نہیں ہے جس میں عید گاہ کی طرف سوار ہو کر جانے کا ذکر ہو اور زہری نے حضرت عمر بن الخطاب سے نقل کیا ہے کہ وہ عید الفطر کو پیدل جاتے تھے اور حضرت سی بن ابی طالب سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ عید کے دن پیدل عید گاہ کی طرف جائیں امام مالک امام شافعی امام احمد اور فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ مستحب ہے۔

امام مالک نے کہا: ہم پیدل جاتے ہیں جب اس وقت کہ ان وقت میں ہوتے ہیں اور اس کا مکان بعید ہے اگر وہ سوار ہو کر جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے حسن بصریؒ کے سوار کرتے تھے۔ ابراہیمؒ نے عیدین اور جمعہ کے دن سوار ہو کر جانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ربانماز عید کو خطبہ سے پہلے پڑھنا تو اس پر متقدمین اور متاخرین علماء کا اجماع ہے ماسوا بنو امیہ کے وہ خطبہ نماز سے پہلے پڑھتے ہیں اور اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے یہ بظہر من الشمس ہو کہ نماز عید کے لیے اذان اور یہ فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے اور شععی اور حکم اور ابن سیرین نے کہا: عیدین کے دن اذان دینا بدعت ہے۔

سعید بن المسیب نے کہا: جس نے سب سے پہلے عید کے دن اذان دی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، حصین نے کہا: سب سے پہلے عید کے دن زیاد نے اذان دی تھی۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ کام سب سے پہلے ہشام نے کیا، داؤد نے کہا: یہ کام مروان نے کیا تھا، امام شافعی نے کہا: صرف یہ نداء کی جائے کہ نماز تیار ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۰۹)

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶۳۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

\* باب مذکور کی احادیث، شرح صحیح مسلم: ۱۹۴۹-۱۹۴۲ ج ۲ ص ۶۶۴-۶۶۲ پر مذکور ہیں وہاں ان احادیث کی شرح نہیں کی گئی۔

## ۸۔ بَابُ الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيدِ

## نماز عید کے بعد خطبہ دینا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے پہلی احادیث میں یہ ذکر آچکا ہے کہ عید کے دن نماز کے بعد خطبہ دیا جائے گا، پھر امام بخاری نے اس کا دوبارہ ذکر کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے زیادہ تاکید کے لیے ایسا کیا ہے ویسے بھی امام بخاری احادیث کا تکرار بہت کرتے ہیں۔

۹۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَكُلُّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے الحسن بن مسلم نے خبر دی، از طاووس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا: میں عید کے دن رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پاس حاضر تھا، وہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۵۲ کو ملاحظہ فرمائیں۔

۹۶۳۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

ابو عاصم نے بیان کیا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عابد اللہ بن نافع نے حدیث بیان کی، از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۵۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۹۶۴۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي قَبْلَ مَا يَلْقَى الْمَرْءُ بِالنِّسَاءِ رَكْعَةً بَدَلًا لِمَا يَلْقَى بِالنِّسَاءِ ثُمَّ يَلْقَى الْمَرْءُ خُرُصَهَا وَيَسْخَابُهَا.

ابو عاصم نے بیان کیا: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، از عبد بن ثابت از سعید بن جبیر از ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھائی، اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی، پھر آپ خواتین کے پاس گئے، اس وقت آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے، آپ نے خواتین کو صدقہ کرنے کا حکم دیا، پھر خواتین کپڑے میں ڈالتی تھیں، خواتین اس میں اپنی بالیاں اور ہار ڈالتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۶۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

## عید کی نماز دو رکعت ہے

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نماز عید دو رکعت ہے، ابن بزیہ نے کہا: اس پر اجماع منعقد ہے کہ نماز عید دو رکعت ہے، اس سے

زیادہ نہیں ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز عید چار رکعت ہے اگر نماز عید عید گاہ میں پڑھی جائے تو جمہور کا قول ہے کہ وہ دور رکعت ہے۔

### نماز عید سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے کے متعلق اختلاف فقہاء

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نفل نہیں پڑھے جائیں گے۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ثوری کا مذہب یہ ہے کہ نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا جائز نہیں ہے اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے اور ابن وہب اور اشہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ نماز عید سے پہلے نفل نہ پڑھے جائیں اور نماز عید کے بعد نفل پڑھنا مباح ہے۔

الذخیرہ میں مذکور ہے: نماز عید سے پہلے کوئی نماز نہ پڑھی جائے کرخی نے تصریح کی ہے کہ یہ مکروہ ہے شرح الہدایہ میں مذکور ہے کہ محمد بن مقاتل الروزی یہ کہتے تھے کہ عید گاہ کی طرف نفل کر جانے سے پہلے چاشت کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور عامۃ المشائخ نے کہا ہے کہ عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت جابر اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہم نماز عید سے پہلے اور نماز عید کے بعد نوافل کو جائز نہیں سمجھتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسروق شعیبی ضحاک سالم قاسم الزہری معمر ابن جریج اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

### نماز عید پڑھنے کے لیے عورتوں کے عید گاہ میں جانے کے متعلق اختلاف فقہاء اور صدقہ کے مسائل

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نبی ﷺ نے عید گاہ میں جانے کے لیے عورتوں کو صدقہ دینے کا حکم دیتے تھے اور اس حدیث میں خواتین کو وعظ کرنے کا اور ان کو صدقہ دینے کی ترغیب کا استحباب ہے اور یہ اس وقت مستحب ہے جب وعظ کرنے والے عالم اور وعظ سننے والی خواتین پر کسی فساد یا گمراہی کا خطرہ نہ ہوئے۔ اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ نفلی صدقہ میں ایجاب و قبول کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس میں یہ کافی ہے کہ بغیر کسی عذر کے صدقہ دینے والے کی جھولی میں صدقہ کا مال ڈال دیا جائے کیونکہ وہ خواتین حضرت بلال کی جھولی میں صدقہ کے زیورات ڈال دیتی تھیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عید پڑھنے کے لیے خواتین کا عید گاہ میں جانا جائز ہے اس میں سلف صالحین کا اختلاف ہے حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ خواتین عید کی نماز پڑھنے کے لیے جانا واجب ہے ابو قتلابہ نے بیان کیا کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے عید گاہ میں جانا واجب سمجھتے تھے اور عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے لیے جاتی تھیں اور ہمہ اور اسود اپنی خواتین نماز عید کے لیے عید گاہ میں لے جاتے اور نماز جمعہ میں جانے سے منع کرتے تھے۔ ابن ماجہ نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ عیدین اور جمعہ کی نماز کے لیے عورتوں کے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان نمازوں کے لیے جانا ان پر واجب نہیں ہے اور بعض فقہاء تابعین نے عورتوں کے جانے سے منع کیا ہے ان میں عروہ القاسم النخعی یحییٰ الانصاری اور امام ابو یوسف شامل ہیں امام ابو حنیفہ نے ایک مرتبہ اس کی اجازت دی اور ایک مرتبہ منع کیا اور جن فقہاء نے نماز عید کے لیے عورتوں کو جانے کی اجازت دی ہے ان کا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ وہ سنت ثابتہ کے مطابق ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں فتنہ اور فساد غالب ہے اس لیے اب عورتوں کو مطلقاً منع کرنا چاہیے اور جب عورتیں جائیں تو مردوں سے الگ جگہ میں کھڑی ہوں تاکہ فتنہ اور فساد کا خطرہ نہ رہے۔

(میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں عورتیں اپنی ضروریات سیر و تفریح اور تعیش کے لیے گھر سے باہر نکلتی ہیں تو صرف نماز کے لیے ان



کو گھر سے نکلنے سے منع کرنا مناسب نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ ثورت اپنے ذاتی مال سے کسی کو صدقہ دے سکتی ہے البتہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ وہ شوہر کی رضامندی کے بغیر تہائی مال سے زیادہ صدقہ نہ کرے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱۳-۳۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۹۶۵۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَسْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النَّسْلِ فِي شَيْءٍ . فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو بَرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ فَقَالَ اجْعَلْهُ مَكَانَهُ وَإِنْ تَرَفْتِ رَأَيْتِ تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زبید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہم آج کے اس دن جس کام کو سب سے پہلے کرتے تھے وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر ہم لوٹ جاتے ہیں پھر ہم نحر (قربانی) کرتے ہیں سو جس نے یہ کام کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو وہ صرف گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھروالوں کے لیے پیش کیا ہے اس کا عبادت میں کوئی حصہ نہیں ہے پھر انصار میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام حضرت ابو بردہ بن نیار تھا انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں ذبح کر چکا ہوں اور میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو ایک سال کے بکرے سے زیادہ بہتر (فربہ) ہے آپ نے فرمایا: سے اس کی جگہ ذبح کر دو اور تمہارے بعد وہ اور کسی کے لیے کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۹۵۱ کا مطالعہ کریں۔

عید کے دن اور حرم میں ہتھیار

اٹھانا مکروہ ہے

اور حسن بصری نے کہا: مسلمانوں کو اس سے منع کیا گیا تھا کہ وہ عید کے دن ہتھیار اٹھائیں سو اس کے کہ انہیں دشمن کا خطرہ ہو۔

۹۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ

فِي الْعِيدِ وَالْحَرَمِ

وَقَالَ الْحَسَنُ لَهُمْ أَنْ يَحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ عِيدٍ إِلَّا أَنْ يَخَافُوا عَدُوًّا.

اس تخریج کی اصل یہ حدیث ہے:

ضحاک بن مزاحم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن ہتھیار نکالنے سے منع فرمایا سو اس صورت کے کہ تمہیں کسی دشمن کا خطرہ ہو پھر تم ہتھیار نکال لو۔

(معجم عبد الرزاق: ۱۵۶۵-۱۵۶۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۳ اس میں ایک ضعیف راوی ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ ابو

السکین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محاربہ نے حدیث

۹۶۶۔ حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ بْنُ يَحْيَى أَبُو السَّكِينِ

قَالَ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْفَةَ

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ، حِينَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمَحِ فِي أَحْمَصَ قَدَمِهِ، فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرَّكَابِ، فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا، وَذَلِكَ بِمِنَى، فَبَلَغَ الْحَجَّاجُ، فَجَعَلَ يَعُوذُهُ، فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ؟ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَنْتَ أَصَبْتَنِي، قَالَ وَكَيْفَ؟ قَالَ حَمَلْتُ السِّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ، وَأَدْخَلْتُ السِّلَاحَ الْحَرَمَ، وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ الْحَرَمَ. [طرف الحديث: ۹۶۷]

بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سوqe نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر 'انہوں نے بیان کیا: میں اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا جب نیزہ کی نوک ان کے پیر کے تلوے میں چھبائی گئی، ان کا پیر رکاب کے ساتھ چپک گیا، پس میں عواری سے اتر اور ان کے پیر کو رکاب سے نکالا یہ واقعہ منیٰ میں ہوا تھا 'حجاج کو یہ خبر پہنچی تو وہ ان کی عیادت کے لیے آیا 'پس حجاج نے کہا: کاش! ہم کو پتا چل جاتا کہ کس نے آپ کو نیزہ چھبویا ہے 'حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے چھبویا ہے 'حجاج نے پوچھا: کیسے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے اس دن ہتھیار اٹھائے جس دن ہتھیار اٹھائے نہیں جاتے اور تم نے حرم میں ہتھیاروں کو داخل کیا حالانکہ حرم میں ہتھیار داخل نہیں کیے جاتے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) زکریا بن یحییٰ بن عمر الطائی الکوفی ان کی کیت ابوالسکین سے (۲) زبئی ان کا نام عبد رحمان بن محمد ہے ان کی کیت ابومحمد ہے یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) محمد بن سوqe ابوبکر اشجری کوفی (۴) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔  
(عمدة القاری ج ۶ ص ۴۱۵)

### حضرت ابن عمر کے تلوے میں نیزہ کی نوک چھبوانے میں حجاج بن یوسف کا کردار

اس حدیث میں حجاج کا ذکر ہے اس کا نام حجاج بن یوسف ثقفی ہے یہ اس وقت حجاز کا امیر تھا یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ایک سال بعد کا ہے یہ بیس سال راق پر حاکم رہا اس نے اس رخصہ میں بہت خون ریزی کی اور اللہ کے حرم میں الحاد کیا اور اس نے بہت فتنہ اور فساد کیا یہ ۹۵ھ میں واسط میں مر گیا تھا اور وہیں دفن کیا گیا اس کی قبر کا نشان مٹ گیا اور اس کو پانی بہا کر لے گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے حجاج سے کہا: تم نے یہ کیا؟ جواب میں اس جملہ میں حضرت ابن عمر نے سب کی طرف دیکھا ہے کتاب الانساب میں مذکور ہے کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج کی طرف لکھا تھا کہ تم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بات میں مخالفت نہ کرنا یہ حکم حجاج پر شاق گزرا اس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ نیزہ کو زہرا لود کرے اور اس کو حضرت ابن عمر کے پیر کے تلوے میں چھودے اس زہرا لود زخم کی وجہ سے حضرت ابن عمر کئی دن تک بیمار رہے بالآخر ۷۴ھ میں فوت ہو گئے۔

حجاج نے کہا: کیسے یعنی میں نے آپ کے تلوے میں نیزہ کی نوک کیسے چھبوائی؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم نے عید کے دن لوگوں کو حرم میں ہتھیار لے جانے کی اجازت دی جس کی وجہ سے کسی کو یہ موقع ملا کہ وہ میرے تلوے میں نیزہ چھبوائے تو اس کا سبب تم بنے ہو اور تم نے دو وجہ سے سنت کی مخالفت کی تم نے عید کے دن اور حرم میں ہتھیار لے جانے کی اجازت دی حالانکہ اس دن اور اس جگہ میں رسول اللہ ﷺ نے ہتھیار لے جانے سے منع فرمایا ہے۔

جس طرح عید کے دن اور حرم میں ہتھیار لے جانا منع ہے اسی طرح جس دن اور جس جگہ میں لوگوں کا اڑدھام ہو وہاں بھی

ہتھیار لے جانا منع ہے یعنی بغیر غلاف کے تاکہ کھلا ہوا ہتھیار کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دے ہاں! اگر ہتھیار غلاف اور میان میں ہوں تو پھر ان کو لے جانا جائز ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہتھیار لے کر چلنے کی ممانعت کے باوجود مسلمانوں کی موجودہ روش

آج کل نیزوں، تلواروں اور تیروں کا دور تو نہیں ہے لیکن پستول اور بندوق کا اور ٹی ٹی اور کلاشنکوف کا دور ہے اور لوگ برسر عام ان ہتھیاروں کو لے کر گھومتے ہیں۔ شادی بیاہ کے مواقع پر اور تہواروں پر اور نئے سال کی آمد پر بے تحاشا فائرنگ کرتے ہیں جس کی زد میں آ کر کئی بے قصور لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اور لوگ اپنے سیاسی مخالفوں کو برسر عام قتل کرتے ہیں حکومت کی طرف سے اس کے خلاف کارروائی کے اعلانات کیے جاتے ہیں لیکن ان اعلانات پر عمل نہیں ہوتا کیونکہ فائرنگ کرنے والے بہت اثر و رسوخ والے اور مضبوط پارٹی سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں اور اب فائرنگ تو معمولی بات ہے مساجد مدارس اور بڑے بڑے جلسہ گاہوں میں بم دھماکے کیے جاتے ہیں اور سینکڑوں لوگ لقمہ اجل بن جاتے ہیں اور کوئی مجرم پکڑا نہیں جاتا۔ چند دن اس ظلم کے خلاف کارروائی کی بازگشت سنائی دیتی رہتی ہے پھر سب کچھ طاق نسیان کی نذر ہو جاتا ہے۔ ہاں! اگر صدر مملکت یا وزیراعظم کے خلاف دہشت گردی کی کارروائی ہو تو پھر مجرم پکڑ لیے جاتے ہیں اور ان کو سزا بھی ہوتی ہے پچھلے سال کے بارہ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ کو نشتر پارک کراچی میں عید میلاد النبی کے عظیم جلسہ عام میں اسٹیج پر بم دھماکہ کیا گیا جس میں پچاس ساٹھ جلیل القدر علماء شہید ہو گئے۔ ان میں میرا بھانجا سید کاشف علی بھی شہید ہو گیا اور سینکڑوں زخمی ہو گئے لیکن کوئی مجرم قتل نہیں ہوا، نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو کہیں اس سے کوئی مسلمان زخمی نہ ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱

حضرت عبداللہ بن بسر ابو صفوان سلمی البازنی صحابی ابن صحابی ہیں یہ ۸۸ھ میں حمص میں اچانک فوت ہو گئے تھے اس وقت یہ وضوء کر رہے تھے ملک شام میں فوت ہونے والے یہ آخری صحابی ہیں یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱۷)

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

یزید بن خمیر الرجبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن بسر جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے رضی اللہ عنہ وہ لوگوں کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن (نماز عید کے لیے) نکلے انہوں نے امام کی تاخیر پر انکار کیا اور کہا: بے شک اس ساعت میں تو ہم (نماز عید سے) فارغ ہو جاتے تھے اور یہ چاشت کی نماز کا وقت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۳۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۷)

۹۶۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبَدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُحَرِّقَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَلَةٌ لَا فِيهِ لَيْسَ مِنَ النَّسْلِ فِي شَيْءٍ. فَقَامَ خَالِي أَبُو بَرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ؟ وَعِنْدِي جَذْعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ اجْعَلْهَا مَكَالَهَا أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ جَذْعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از زبید از الشعمی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ دیا آپ نے فرمایا: ہم اپنے اس دن میں جس کام سے ابتداء کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر ہم لوٹ کر جاتے ہیں اور نحر (قربانی) کرتے ہیں پس جس نے یہ کام کیے اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا تو وہ صرف گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھروالوں کے لیے تیار کر لیا ہے اس میں عبادت کی کوئی چیز نہیں ہے پھر میرے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر دیا اور میرے پاس ایک چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے اور وہ ایک سال کے بکرے سے زیادہ قریب ہے آپ نے فرمایا: اس کو اس کی جگہ ذبح کر دیا فرمایا: اس کو ذبح کر دو اور تمہارے بعد چھ ماہ کا بکری کا بچہ (قربانی میں) کسی کے لیے کافی نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ج ۹۵ میں گزر چکی ہے۔

”الجدع“ کے فقہی معانی

اس حدیث میں ”الجدع“ کا لفظ ہے اونٹ کے لیے جب ”الجدع“ کا لفظ استعمال ہو تو فقہاء احناف شوافع حنابلہ ظاہریہ اور جعفریہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: وہ اونٹ جو چار سال پورے کر کے پانچویں سال میں داخل ہوا ہو اور جب بیل کے لیے ”الجدع“ مستعمل ہو تو اس کا معنی ہے: وہ بیل جو دو سال پورے کرے تیسرے سال میں داخل ہو اور فقہاء احناف کے نزدیک اس کا معنی ہے: ایک سال کا بیل اور جب گھوڑوں کے لیے یہ لفظ مستعمل ہو تو فقہاء احناف کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو چوتھے سال



میں داخل ہو اور جب دنبہ کے لیے مستعمل ہو تو حنفیہ شافعیہ اور ظاہریہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو پورے ایک سال کا ہو اور حنفیہ اور شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ چھ ماہ کا ہو اور جب بکرے کے لیے یہ لفظ بولا جائے تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس کا معنی ہے: جو ایک سال سے کم ہو یا چھ ماہ کا ہو۔ (القاسوس الفقی ص ۵۹ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

## ۱۱۔ بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

### ایام تشریق میں عمل کی فضیلت

تشریق کا لفظ "شرق اللحم" سے ماخوذ ہے جب گوشت کو دھوپ میں سوکھنے کے لیے پھیلا دیا جائے تو اس کو "شرق اللحم" کہتے ہیں کیونکہ قربانی کے گوشت کو منی میں سکھایا جاتا تھا دوسرا قول یہ ہے کہ تشریق کا معنی ہے: سورج کا چمکنا۔ ہدی اور قربانی کی اونٹنیوں کو اس وقت تک نحر نہیں کیا جاتا تھا جب تک سورج طلوع ہو کر چمکنے نہ لگتا ہو ایک قول یہ ہے کہ "التشریق" سے مراد عید کی نماز ہے کیونکہ عید کی نماز اس وقت ادا کی جاتی تھی جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے جیسا کہ امام ابو عبیدہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علی سے روایت کی ہے کہ جامع شہر کے سوا جمعہ اور تشریق جائز نہیں ہے یعنی نماز جمعہ اور نماز عید جائز نہیں ہے۔ الخلاصہ میں مذکور ہے: قربانی کے ایام تین دن ہیں اور تشریق کے ایام بھی تین ہیں اور تشریق چار دن تک جاری ہے اور دس ذی الحج کا دن نحر کے ساتھ خاص ہے اور تیرہ ذی الحج تشریق کے ساتھ خاص ہے اور ان کے درمیان کے دو دن نحر اور تشریق دونوں کے لیے ہیں۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۳۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَإِذْ تَكُونُوا فِي أَيْامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾ (البقرہ: ۲۰۳) أَيْامُ الْعَشْرِ وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور ایام معدودات میں اللہ کا ذکر (البقرہ: ۲۰۳) "ایام العشر" اور "ایام معدودات" ایام تشریق ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ

(الحج: ۲۸)

وَإِذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ. (البقرہ: ۲۰۳)

قرآن مجید میں ہے: "وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ" (الحج: ۲۸) اور حضرت ابن عباس نے کہا ہے: "وَإِذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ" اس سے مراد ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس سے قرآن مجید، الفار، ارادہ، اور ان کی مراد یہ ہے کہ ایام معلومات سے مراد ذی الحج ہے۔ پتہ دس دن ہیں اور "ایام معدودات" (البقرہ: ۲۰۳) سے مراد تیرہ ذی الحج کے تین دن ہیں۔

مقدمین کا "ایام معدودات" اور "ایام معلومات" کی تفسیر میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک "ایام معلومات" ذی الحج کے دس دن ہیں اور "ایام معدودات" دس گیارہ اور بارہ ذی الحج کے تین دن ہیں اور یہی حسن اور قتادہ کا قول ہے اور حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "ایام معلومات" نحر (قربانی) کے تین دن ہیں اور "ایام معدودات" ایام تشریق ہیں اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے ان کو "معدودات" اس لیے فرمایا ہے کہ ان کی تعداد کم ہے اور قربانی کے ایام کو "معلومات" اس لیے فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ قربانی کے ایام ہیں۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ "ایام معلومات" قربانی کے ایام ہیں اور حضرت علی اور حضرت عمر سے مروی ہے کہ اس سے قربانی کا دن اور اس کے بعد کے دو دن مراد ہیں اور یہی امام

مالک کا قول ہے 'امام طحاوی نے کہا: الحج: ۲۸ میں "اَيَّامٌ مَّغْلُوبَاتٌ" سے مراد قربانی کے ایام ہیں اور ان ہی کو البقرہ: ۲۰۳ میں "اَيَّامٌ مَّعْدُودَاتٌ" فرمایا ہے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ، يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا۔ اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ ذی الحج کے دس دنوں میں بازار کی طرف نکلتے وہ دونوں تکبیر پڑھتے تھے اور ان کی تکبیر کے ساتھ لوگ تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمہ میں تکبیر پڑھتے تھے اہل مسجد اس تکبیر کو سن کر تکبیر پڑھتے تھے پھر بازار والے اس کو سن کر تکبیر پڑھتے تھے حتیٰ کہ تکبیر کی آواز سے منیٰ گونج جاتا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ان ایام میں منیٰ میں تکبیر پڑھتے تھے اور نمازوں کے بعد اور اپنے بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اپنی مجلس میں اور اپنے چلنے کی جگہوں میں ان تمام ایام میں۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۲، نثرانیہ ملتان)

وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ۔ اور محمد بن علی نے نفل نماز کے بعد تکبیر پڑھی۔

اس سے مراد ہیں: محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب جو امام باقر کے نام سے معروف ہیں اس تعلیق کو امام دارقطنی نے المؤلف میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے ابوہریرہ سے خبر دی کہ انہوں نے کہا: میں نے محمد بن علی سے سنا وہ ایام تشریق میں منیٰ میں نوافل کے بعد تکبیر پڑھ رہے تھے۔ الشافعی نے کہا ہے کہ اس پر محمد بن علی کی کوئی دلیل نہیں ہے بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ نوافل اور جناز کے بعد تکبیر پڑھی جائے یہی زیادہ صحیح قول ہے امام مالک کے اس میں دو قول ہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ یہ تکبیرات فرائض کے ساتھ مختص ہیں علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام شافعی اور باقی فقہاء کا بھی یہی قول ہے وہ صرف فرائض کے بعد تکبیرات کو جائز کہتے ہیں۔ (شرح ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۰۰) جمادات کے بعد تکبیر پڑھنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی امام احمد کی مشہور روایت ہے اور امام ابو یوسف، محمد، امام مالک اور امام شافعی نے کہا: تنہا نماز پڑھنے والا بھی تکبیر پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تکبیر پڑھنا واجب ہے اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ یہ سنت ہے امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۲۰)

۹۶۹۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ سَلِمَ الْبَيْتَ، عَنْ سَوَاحِلِ جَبْرِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هَذِهِ. قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ؟ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ذی الحج کے ان دس دنوں میں ان تکبیرات کے پڑھنے سے کوئی عمل افضل نہیں ہے صحابہ نے پوچھا: جہاد بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا: اور نہ جہاد سوا اس کے کسی شخص نے اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈال دیا اور کچھ واپس نہ لایا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۳۳۸، سنن ترمذی: ۷۵۷، سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۴۸، صحیح ابن حبان: ۳۲۴، شرح السنہ: ۱۱۲۵،

مصنف عبدالرزاق: ۸۱۳۱، المعجم الکبیر: ۱۱۳۲۶، شعب الایمان: ۳۷۴۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۴، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۶۸، ج ۳ ص ۴۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)



دن سے افضل ہے کیونکہ اس میں ایام تشریق کی فضیلت بھی ہوگی اور جمعہ کی فضیلت بھی ہوگی۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۲۳-۴۲۲)

## ۱۲ - بَابُ التَّكْبِيرِ أَيَّامَ مِنَى

ایام منی میں اور جب صبح کو عرفہ کی طرف

جانا ہو تو تکبیر پڑھنا

وَإِذَا غَدَا إِلَى عَرَفَةَ

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قَبَائِلِهِ بِمِنَى  
فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ  
الْأَسْوَاقِ حَتَّى تَرْتَجَّ مِنَى تَكْبِيرًا.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منی میں اپنے خیمہ کے اندر تکبیر پڑھتے  
تھے اس تکبیر کو اہل مسجد سن کر تکبیر پڑھتے تھے اور بازار والے بھی  
تکبیر پڑھتے تھے حتیٰ کہ منی تکبیر سے گونج اٹھتا تھا۔

اس تعلق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۴۲۳)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنَى يَلُكُ الْأَيَّامَ  
وَحَلَفَ الصَّلَوَاتِ وَعَلَى فِرَاشِهِ وَفِي فُسْطَاطِهِ  
وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ يَلُكُ الْأَيَّامَ جَمِيعًا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ منی میں ان ایام میں نمازوں کے بعد  
تکبیر پڑھتے تھے اور اپنے بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اپنی مسجد میں  
اور اپنے راستوں میں ان تمام ایام میں تکبیر پڑھتے تھے۔

اس تعلق کی اصل سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۲ میں ہے باب ۱۱ میں اس کا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔

وَكَانَتْ مِمْوَنَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ وَكُنَّ  
النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَخَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ  
الْعَزِيزِ لِبَالِي التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ.

اور حضرت ميمونة رضی اللہ عنہا عید الاضحیٰ کے دن تکبیر پڑھتی تھیں اور  
خواتین ام بن عثمان بن عمر بن عبد العزیز کے پیچھے ایام تشریق کی  
میں تکبیر پڑھتی تھیں۔

اس تعلق کی اصل سنن کبریٰ (ج ۲ ص ۳۱۶) میں مذکور ہے۔

## ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق پڑھنے کا حکم

ہمارے اصحاب کے نزدیک تکبیر تشریق واجب ہے، لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایام تشریق کے بعد شہر کی جماعت مستحبہ میں  
تکبیر مشروع ہے، لہذا وتر نماز عید اور سنن اور نفل کے بعد تکبیر تشریق پڑھنی واجب نہیں ہے اور نہ مسافروں پر واجب ہے اور نہ تنہا  
نماز پڑھنے والوں پر یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور یہی امام احمد کا مشہور مذہب ہے امام  
ابو یوسف اور امام مالک نے کہا: ہر اس شخص پر تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے جو فرض نماز پڑھے خواہ وہ مقيم ہو یا مسافر، تنہا نماز پڑھے یا  
جماعت کے ساتھ اور ان کے مانع کا بھی یہی مذہب ہے امام شافعی کے نزدیک بھی یہ ہے کہ نوافل اور جہان کے بعد بھی تکبیر  
تشریق پڑھے اور مسافروں پر تکبیر تشریق نہیں ہے بسبب ان کے ساتھ نماز نہ ہوں۔

## ائمہ مذاہب کے نزدیک تکبیرات تشریق کی ابتداء اور انتہاء کا وقت

ہمارے اصحاب کے نزدیک یوم عرفہ کو نماز فجر کے بعد تکبیر تشریق شروع کی جائے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یوم نحر کو عصر کے  
بعد تکبیر ختم کر دی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عاتقہ اور اسود اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد  
کے نزدیک ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز کے بعد تکبیر ختم کر دے حضرت عمر بن الخطاب حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت  
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے سفیان ثوری سفیان بن عیینہ ابو ثور اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے امام مالک اور امام  
شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ یوم النحر کی ظہر سے تکبیر شروع کرے اور آخر ایام تشریق کی صبح کو ختم کر دے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عمر  
بن عبد العزیز کا بھی یہی مذہب ہے امام ابو یوسف سے بھی ایک ہی روایت ہے اور امام احمد کے نزدیک مستحسن یہ ہے کہ یوم نحر کی ظہر



سے تکبیر شروع کرے اور جس دن منی سے روانگی ہو اس دن ظہر تک تکبیر پڑھے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۴۲۵-۴۲۴ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابی بکر الشقی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تلبیہ کے متعلق سوال کیا اور اس وقت ہم دونوں صبح کو منی سے عرفات کی طرف جا رہے تھے (سوال یہ کیا: آپ لوگ نبی ﷺ کے ساتھ کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ پڑھتا تو اس پر کوئی انکار نہیں کرتا تھا اور تکبیر پڑھنے والا تکبیر پڑھتا تو کوئی اس پر انکار نہیں کرتا تھا۔

۹۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الشَّقْفِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ قِنَى إِلَى عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ كَانَ يُلَبِّي الْمَلَبِّي لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ. [طرف الحديث: ۱۶۵۹]

(صحیح مسلم: ۱۲۸۵، الرقم المسلسل: ۳۰۴۲، سنن نسائی: ۳۰۰۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۰۸، سنن دارمی: ۱۸۷۷، صحیح ابن حبان: ۳۸۴، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۳ ج ۵ ص ۱۱۲، شرح السنن: ۱۴۰، التلخیص: ۲۱۱، سنن ترمذی: ۳۷۰، سنن ابی داؤد: ۱۲۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### تلبیہ میں تکبیر کو داخل کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس تکبیر کا ذکر کیا گیا ہے وہ ذکر کی ایک قسم ہے اور تلبیہ بھی ذکر کی قسم ہے اسی لیے تلبیہ پڑھنے والا تلبیہ کے درمیان تکبیر کو داخل کر دیتا تھا اور تلبیہ کو منقطع نہیں کرتا کیونکہ شارع علیہ السلام سے یہی ہے کہ آپ نے تلبیہ کو منقطع نہیں کیا حتیٰ کہ جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں اور یہی امام عقیلہ رحمہ اللہ نے شافعی مذہب سے امام مالک نے کہا: جب زوال آفتاب ہو جائے تو تلبیہ کو منقطع کر دے اور یہ بھی کہا: جب مسجد عرفہ کی طرف جانے تو تلبیہ کو منقطع کر دے۔

(عمدة القاری ج ۶ ص ۴۲۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے محمد بن ابی بکر الشقی سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از عاصم از حصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن نکلیں حتیٰ کہ ہم کنواری لڑکی کو بھی اس کے پردہ میں نکالتے حتیٰ کہ ہم حائض عورتوں کو بھی نکالتے پس وہ لوگوں کے پیچھے رہتیں اور وہ لوگوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیر پڑھتیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا کرتیں اور اس دن کی برکت اور طہارت کی توقع رکھتیں۔

۹۷۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَمِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَخْرِجِ الْبُكَرِ مِنْ حِذْرِهَا حَتَّى نَخْرِجَ الْحَيْضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيَكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطَهْرَتَهُ.

اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے۔

عیدین میں تکبیرات پڑھنے کی تفصیل اور مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ان ایام میں تکبیر پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کفار اپنے بتوں کے لیے جانور ذبح کرتے تھے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ کے لیے تکبیر پڑھیں تاکہ ان ایام میں قربانی کرتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا بیان کیا جائے اور صرف اس کا نام بلند کیا جائے۔

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس دن عورتیں بھی تکبیرات پڑھیں اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں شریک ہوں۔ عید کے دن عورتیں بھی گھروں سے نکل کر عید گاہ میں جائیں، پردہ دار خواتین بھی اور حائض عورتیں بھی لیکن حائض نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔ عید کے دن اور عید کی رات کو تکبیرات پڑھنا مستحب ہے، حضرت ابو قتادہ عید کے دن تکبیرات پڑھتے ہوئے عید گاہ پہنچتے تھے اور حضرت ابن عمر بلند آواز سے تکبیرات پڑھتے ہوئے عید گاہ کی طرف جاتے تھے یہ امام مالک کا مذہب ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ عید گاہ میں تکبیر پڑھتا رہے حتیٰ کہ امام آجائے اور امام کے آنے کے بعد تکبیر کو منقطع کر دے اور عید گاہ سے واپسی میں تکبیرات نہ پڑھے۔ امام شافعی نے کہا: مستحب ہے کہ عید الاضحیٰ کی رات میں تکبیرات پڑھیں اور صبح عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے حتیٰ کہ عید الفطر کی صبح کو امام نکل آئے اور نمازوں کے بعد بھی تکبیرات پڑھیں۔

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن اور نماز کے بعد تکبیرات پڑھیں اور عید الفطر کو تکبیرات نہ پڑھیں۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ جس نے عید کے دن تکبیرات پڑھیں اس نے اس آیت پر عمل کیا ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ (البقرہ: ۱۸۵) اور اس طور پر اللہ کی کبریائی بیان کرے کہ اس نے تمہیں ہدایت

دی ہے۔

اس آیت کی یہ تفسیر زید بن اسلم نے کی ہے کہ اپنے اقوال و افعال سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرے۔ اور قیاس یہ ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں میں تکبیرات پڑھیں کیونکہ عیدین کی نماز میں تکبیرات پڑھنے کا اختلاف نہیں ہے اسی طرح ان کی نمازوں کے بعد خطبہ پڑھنے میں اور باقی سنتوں میں اسی طرح عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے تکبیرات پڑھتے ہیں۔

(معالم السنن ج ۱ ص ۱۶، شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۳۵-۶۳۳، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۳۲۸-۳۲۷)

\* باب ذکر کی حدیث شرح مسلم ج ۲ ص ۵۱۳، بیان کی گئی ہے اس کی تفصیل اس کی جگہ۔

۱۳۔ بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ عید کے دن نیزے کی طرف نماز پڑھنا

۹۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ تُرْكُزُ الْحَرْبَةُ قَدَامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ يُصَلِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو نبی ﷺ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا پھر آپ نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۳ میں گزر چکی ہے۔

نمازی کے سامنے سترہ قائم کرنا سنت ہے فرض یا واجب نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے سامنے سترہ اس لیے گاڑا جاتا تھا تاکہ وہ نماز میں آپ کے لیے سترہ ہو جائے جب آپ صحراء میں نماز پڑھا رہے ہوں اور نبی ﷺ کی سنت یہ ہے کہ بغیر سترہ کے نماز نہ پڑھی جائے خواہ امام ہو یا منفرد اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ منیٰ میں بغیر دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے بغیر سترہ قائم کیے ہوئے اس لیے نماز پڑھائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ سترہ قائم کرنا فرض یا واجب نہیں ہے صرف سنت ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۶۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

عید کے دن نیزہ یا برچھی کو امام کے سامنے گاڑنا

۱۴۔ بَابُ حَمْلِ الْعَنْزَةِ أَوْ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالحسن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو یوسف نے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کی یاد گاہ جاتے تھے اور نیزہ آپ کے سامنے اٹھایا جاتا تھا اور آپ کے سامنے عید گاہ میں گاڑ دیا جاتا تھا پس آپ اس کی طرف نماز پڑھتے۔

۹۷۳۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَقِلُ إِلَى الْمُصَلَّى وَالْعَنْزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۹۴ اور ۹۷۲ میں گزر چکی ہے۔

خواتین اور حیض والی عورتوں کا عید گاہ کی طرف جانا

۱۵۔ بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ وَالْحَيْضِ إِلَى الْمُصَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: انس بن مالک نے حدیث بیان کی از ایوب از عمر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم بالغہ اور پردہ دار عورتوں کو (نماز عید کے لیے) گھروں سے نکالیں اور از ایوب از حفصہ بھی اسی کی مثل روایت ہے اور حفصہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: یا کہا: بالغہ اور پردہ دار عورتیں اور حائض عورتیں عید گاہ سے الگ رہیں۔

۹۷۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَوْبٍ عَنْ مُخَيَّبٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَعَنْ ثَوْبٍ عَنْ حَفْصَةَ بَنَحْوَهُ وَزَادَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ قَالَتْ أَوْ قَالَتِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَيَعْتَزِلْنَ الْحَيْضُ الْمُصَلَّى.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۳ میں گزر چکی ہے۔

بچوں کا عید گاہ کی طرف جانا

۱۶۔ بَابُ خُرُوجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلَّى

۹۷۵- حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

## ۱۷ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْإِمَامِ

### النَّاسَ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ

قَالَ أَبُو سَعِيدٍ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَابِلَ النَّاسِ.

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۹۵۶ میں مکمل

۹۷۶- حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحَى إِلَى الْبَيْتِ فَصَلَّى رَاحَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِرُجُلِهِ رَأَى بَنُو الْأَوَّلِ نُسْكَنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُضْحِمَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَفْقَسْنَا وَمَنْ ذَبَعَ قَبْلَ ذَلِكَ لِمَا نَحْنُ فِيهِ عَجَلًا لَا خَلِيلَ لَيْسَ مِنَ السُّلُكِ فِي شَيْءٍ فَلَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي ذَبَعْتُ وَعِنْدِي جَذْعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسْنَةٍ قَالَ إِذْ بَحَثَهَا وَلَا تَفِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کو نبی ﷺ کے ساتھ نکلا آپ نے عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر آپ خواتین کے پاس گئے پس آپ نے ان کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

## عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں

### کی طرف منہ کرنا

حضرت ابوسعید نے کہا: نبی ﷺ لوگوں کے بالمقابل

کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی از زبید از الشعبي عن البراء قال خرج النبي صلى الله عليه وسلم يوم أضحى إلى البيت فصلى راحتين ثم أقبل علينا برجله رأى بنو الأول نuskنا في يومنا هذا أن نبدأ بالصلاة ثم نرجع فنضحم فمن فعل ذلك فقد أفقسنا ومن ذبح قبل ذلك لِمَا نَحْنُ فِيهِ عَجَلًا لَا خَلِيلَ لَيْسَ مِنَ السُّلُكِ فِي شَيْءٍ فَلَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي ذَبَعْتُ وَعِنْدِي جَذْعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسْنَةٍ قَالَ إِذْ بَحَثَهَا وَلَا تَفِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔



## ۱۸۔ بَابُ الْعِلْمِ الَّذِي بِالْمُصَلِّي

۹۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قِيلَ لَهُ أَشْهَدُ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ؟ قَالَ نَعَمْ، وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنَ الصَّغِيرِ مَا شَهِدْتُهُ حَتَّى أَتَى الْعِلْمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ، فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ، وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ، فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ بِأَيْدِيَهُنَّ، يَقْدِفْنَهُ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ.

## عید گاہ میں جھنڈا لگانا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمن بن عابس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ان سے پوچھا گیا: کیا آپ نبی ﷺ کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اگر میں اتنا کم عمر نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ حاضر نہ ہوتا (میں آپ کے ساتھ گیا) حتیٰ کہ آپ اس جھنڈے کے پاس گئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس گاڑا ہوا ہے آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر آپ خواتین کے پاس آئے اور آپ کے پاس حضرت بلال بھی تھے آپ نے ان خواتین کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پھر میں نے عورتوں کو دیکھا وہ ہاتھ بڑھاتیں اور حضرت بلال کے کپڑے میں (ریپرات اتار کر) ڈالتیں پھر آپ اور حضرت بلال اپنے گھر چلے گئے۔

## عید کے دن امام کا خواتین کو نصیحت کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد الرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عطاء نے کہا: میں نے حضرت جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن کھڑے ہوئے پھر آپ نے نماز پڑھائی پھر آپ نے خطبہ دیا پس جب آپ فارغ ہو گئے تو (منبر سے) اترے پھر آپ خواتین کے پاس گئے پس ان کو نصیحت کی اس وقت آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور حضرت بلال نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا اور خواتین اس کپڑے میں صدقہ ڈال رہی تھیں میں نے عطاء سے پوچھا: کیا وہ عید الفطر کا فطرہ تھا؟

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: میں گزر چکی ہے۔

## ۱۹۔ بَابُ مَوْعِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيدِ

۹۷۸۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَصْرِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا جُرَيْجٌ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ عَمْرٍاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ خَطَبَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ، فَذَكَرَهُنَّ، وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ، وَبِلَالٌ بَاسِطُ ثَوْبِهِ، يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ زَكَاةُ يَوْمِ الْفِطْرِ؟ قَالَ لَا، وَلَكِنْ صَدَقَةٌ يَتَصَدَّقْنَ حِينَئِذٍ تُلْقِي فَتَحَهَا وَيُلْقِينَ. قُلْتُ أَرَأَيْ حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذَلِكَ وَيَذَكِّرُهُنَّ؟ قَالَ إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُونَهُ؟

انہوں نے کہا: نہیں! لیکن وہ صدقہ تھا جس کا وہ خواتین صدقہ کر رہی تھیں، وہ عورتیں اپنا جھلے (بغیر رنگ کی انگوٹھی) اتارتیں اور (کپڑے میں) ڈال دیتیں، میں نے پوچھا: کیا امام پر یہ نصیحت کرنا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! یہ ان پر واجب ہے، ان کو کیا ہوا وہ ایسا کیوں نہیں کرتے!۔

ابن جریج نے کہا: اور مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا: میں عید کے دن نبی ﷺ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ حاضر ہوا، وہ سب خطبہ دینے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر خطبہ دیتے تھے اس کے بعد نبی ﷺ وہاں سے نکلے گویا کہ میں آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے پھر آپ سنوں کو چیرتے ہوئے خواتین کے پاس آئے حضرت بلال آپ کے ساتھ تھے آپ نے یہ آیت پڑھی: اے رسول مکرم! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس بیعت کے لیے آئیں۔ (المائدہ: ۱۲) پھر آپ نے فرمایا: کیا تم ان باتوں پر قائم رہو گی! کسی عورت نے کوئی جواب نہیں دیا، صرف ایک عورت نے کہا: جی ہاں! حسن بن مسلم کو معلوم نہیں تھا وہ عورت کون تھی، آپ نے فرمایا: اچھا! تو پھر تم صدقہ دو، حضرت بلال نے کپڑا بچھایا اور کہا: لاؤ! ڈالو! تم پر میرے ماں اور باپ قربان ہوں، وہ عورتیں عزت بلال کے کپڑے میں جھلے، انگوٹھی، ڈال لگیں۔ امام عبد الرزاق نے کہا: اس حدیث میں جو ”فتح“ کا لفظ ہے اس سے بڑے جھلے مراد ہیں، زمانہ جاہلیت میں عورتیں پہنتی تھیں۔

جب عید کے دن کسی عورت کے

پاس چادر نہ ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۹۷۹- قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، يُصَلُّونَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ يُخْطَبُ بَعْدُ، خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجْلِسُ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ، حَتَّى جَاءَ النِّسَاءَ، بَدَأَ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعُنَكَ، (المائدہ: ۱۲) ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَعَ مِنْهَا: إِنَّنِي عَلَى ذَلِكَ؟ قَالَتْ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ: لَمْ يُجِئْ غَيْرُهَا نَعَمْ. لَا يَذَرِي حَسَنٌ مَنْ هِيَ، قَالَ فَتَصَدَّقِي. فَبَدَأَ بِبَلَالٍ ثَوْبَهُ، ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ، لَكُنَّ فِدَاءً أَيْ وَأَبِي. فَيَسِينُ الْفَتْخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بَلَالٍ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ الْفَتْخَ الْخَوَاتِيمَ الْعِظَامُ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۰- بَابُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا

جَلْبَابٌ فِي الْعِيدِ

۹۸۰- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِينَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيدِ، فَجَاءَتْ امْرَأَةٌ

فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلْفٍ، فَاتَتْهَا، فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي بَيْتِ غَزَوَاتٍ، فَقَالَتْ فَكُنَّا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى وَنُدَاوِي الْكَلْمَى، فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، عَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جَلَبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ؟ فَقَالَ لَتَلْبَسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جَلَبَابِهَا، فَلْيَشْهَدَنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَتْ حَفْصَةُ فَلَمَّا قَدِمْتُ أُمِّ عَطِيَّةَ أَمَّتْهَا فَسَأَلْتُهَا أَسَمِعْتِ فِي كَذَا وَكَذَا؟ قَالَتْ نَعَمْ يَا بَنِي وَقَلَّمَا ذَكَرْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَتْ يَا بَنِي قَالَ لِيَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ، أَوْ قَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ شَكَّ أَيُّوبُ وَالْحَيْضُ، وَيَعْتَزِلُ الْحَيْضُ الْمُصَلِّي، وَلْيَشْهَدَنَّ رَأْسُ دَعْوَةِ الْمُؤْمِنِينَ. قَالَتْ فَقُلْتُ لَهَا الْحَيْضُ؟ قَالَتْ نَعَمْ، أَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَافَاتٍ وَتَشْهَدُ كَذَا؟ وَتَشْهَدُ كَذَا؟

انہوں نے کہا: ہم اپنی لڑکیوں کو عید کے دن باہر نکلنے سے منع کیا کرتے تھے پھر ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں ٹھہری میں اس سے ملنے گئی اس نے بیان کیا کہ اس کے بہنوئی نے نبی ﷺ کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی ہے اور اس کی بہن چھ غزوات میں اس کے ساتھ رہی ہے اس کی بہن نے کہا: ہم بیماروں کو دوا دیتے تھے اور زخموں کی مرہم پٹی کرتے تھے پھر اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کسی پر کوئی حرج ہے کہ اگر اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ باہر نہ نکلے؟ آپ نے فرمایا: اس کی سہیلی کو چاہیے کہ وہ اس کو چادر اوڑھائے اور انہیں چاہیے کہ وہ نیکی کے مقامات اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں حنفہ نے کہا: پھر جب حضرت ام عطیہ آئیں تو میں ان کے پاس گئی اور ان سے سوال کیا: کیا آپ نے اس اس طرح کی حدیث سنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میرے باپ! ام! اور وہ اب بھی نبی ﷺ کا ذکر کرتیں تو کہتی تھیں: میرے باپ کی قسم! آپ نے فرمایا تھا: جوان عورتیں نکلیں یا فرمایا تھا: جوان اور پردہ دار عورتیں نکلیں اس میں راوی ایوب کو شک ہے اور حیض والی عورتیں نکلیں اور نماز کی جگہ سے الگ رہیں اور وہ نیکی کے مقامات اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں وہ کہتی ہیں: میں نے ان سے پوچھا: کیا حیض والی عورتیں بھی باہر نکلیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیا حیض والی عورت میدانِ عرفات میں حاضر نہیں ہوتی اور فلاں! فلاں! جگہ حاضر نہیں ہوتی (یعنی منیٰ اور مزدلفہ میں نہیں جاتی)؟

۱۱ حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۳ میں گزر چکی ہے۔

## ۲۱ - بَابُ إِعْتِزَالِ الْحَيْضِ الْمُصَلِّي

۹۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أَمْرُنَا أَنْ نَخْرُجَ، فَنَخْرُجَ الْحَيْضُ، وَالْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ، قَالَ ابْنُ عُثْمَانَ أَوْ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ، فَأَمَّا الْحَيْضُ فَيَشْهَدَنَّ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعَوَتَهُمْ، وَيَعْتَزِلْنَ مَصَلَّاهُمْ.

حیض والی عورتوں کا نماز کی جگہوں سے الگ رہنا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از ابن عون از محمد انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم باہر نکالیں پس ہم حیض والی عورتوں کو اور جوان عورتوں کو اور پردہ دار عورتوں کو باہر نکالتی تھیں ابن عون نے کہا: یا جوان پردہ دار عورتوں کو رہیں حیض والی عورتیں تو وہ مسلمانوں





عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ مَنْ صَلَّى  
صَلَوْتَنَا، وَنَسَكَ نُسُكَنَا، فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ  
نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَيَلْكَ شاةً لَحْمٍ، فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ  
بْنُ نِسَارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَاللَّهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ  
أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلِ  
وَشُرْبٍ، فَتَعَجَّلْتُ وَأَكَلْتُ، وَأَطَعَمْتُ أَهْلِي  
وَجِيرَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَلْكَ شاةً لَحْمٍ، قَالَ فَإِنَّ عِنْدِي عَنَاقَ جَدْعَةٍ هِيَ  
خَيْرٌ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ، فَيَهْلُ تَجْزِي عَنِّي؟ قَالَ نَعَمْ  
وَلَنْ تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

البراء بن عازب رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر کو نماز کے بعد خطبہ دیا، پس فرمایا: جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی تو اس نے صحیح عبادت کر لی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو یہ بکری کا گوشت ہے، پھر حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے نماز عید کی طرف جانے سے پہلے قربانی کر لی اور مجھے معلوم تھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے، پس میں نے جلدی قربانی کی اور خود بھی کھایا، اپنے گھردالوں کو بھی کھلایا اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلایا، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بکری کا گوشت ہے، انہوں نے کہا: میرے پاس بکری کا بچہ ہے اور اس میں دو بکریوں سے زیادہ گوشت ہے کیا وہ میری طرف سے کفایت کرے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن تمہارے بعد اور کسی سے ہرگز کفایت نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از حماد بن زید از ایوب از محمد کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر کو نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، پس آپ نے حکم دیا کہ جس نے نماز سے پہلے (قربانی کو) ذبح کر لیا وہ دوبارہ ذبح کرے، پس انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پڑوسی ہیں، یا تو اس نے یہ کہا کہ بہت ہے، کہ تھے، یا یہ کہ: اگر بہت، کیا ج کھی اور میں نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کر لی، میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے، اس میں دو بلریوں کے گوشت سے زیادہ پسندیدہ گوشت ہے، پس آپ نے اس کو اس (کی قربانی) میں اجازت دے دی۔

٩٨٤ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ حَمَادِ بْنِ زَيْدٍ  
عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي الْحَرِّ  
ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُبَدِّلَ  
ذَبْحَهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
جِيرَانُ لِي إِمَّا قَالَ بِهِمْ خِصَاصَةٌ وَإِمَّا قَالَ بِهِمْ فَقَرُّ  
وَأَيُّ ذَبَحْتُ لِي الْخِصَاصَةُ وَعِنْدِي عَقْدٌ لِي خَدُّ  
إِلَى مِنْ شَاتِي لَحْمِي الرِّخْمُ لَهُ وَبَنِي

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۵۴ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاسود از جندب، انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے یوم نحر کو نماز پڑھائی، پھر خطبہ

٩٨٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ  
الْأَسْوَدِ عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ فَقَالَ مَنْ

ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللَّهِ.

دیا پھر ذبح کیا پھر فرمایا: جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا وہ اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا وہ

[اطراف الحدیث: ۵۵۰۰-۵۵۶۲-۶۶۷۳-۷۳۰۰] اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۰، الرقم المسلسل: ۷۳۹۷-۷۳۶۸-۷۹۷۳، سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۲، مسند الحمیدی: ۷۷۹، المعجم الکبیر: ۱۶۹۴، مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۳)

طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۸۱۲، ج ۳۱ ص ۱۱۰، مؤسسة الرسالة بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراءیدی (۲) شعبہ بن حجاج (۳) الاسود بن قیس العبیدی الکوفی (۴) حضرت جندب بن عبد اللہ بن سفیان البجلی العلقی رضی اللہ عنہ، جس سال حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا یہ اسی سال فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۳۴)

### قربانی کے وجوب کے متعلق دیگر احادیث

اس حدیث میں آپ نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی وہ دوبارہ قربانی کرے اس حدیث میں آپ نے اس کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنا واجب ہے اس کی مؤید دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۰۳، ریخ بعد اد ج ۸، نز العمال: ۱۹)

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی اور ان کے بعد مسلمانوں نے قربانی کی اور اسی کے ساتھ یہ سنت جاری ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۵۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۴)

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ میدانِ اُفات میں وقف کر رہے تھے آپ نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال میں قربانی واجب ہے اور عید ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۸۸، سنن ترمذی: ۱۵۲۳، سنن نسائی: ۴۲۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۵)

پہلے رجب میں ایک جانور ذبح کیا جاتا تھا اس کو رجبیہ اور عیدہ کہتے تھے قربانی سے اس کا وجوب منسوخ کر دیا گیا۔

\* باب مذکور کی حدیث میں صحیح مسلم نے اس میں مذکور ہے اس کی شرح میں قربانی کا وجوب بیان کیا گیا ہے۔

۲۴۔ بَابُ مَنْ خَالَفَ الطَّرِيقَ

راستہ تبدیل کیا

إِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيدِ

۹۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو ثَمِيلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاصِحٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمَ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ. تَابَعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو تمیلہ یحییٰ بن واضح نے خبر دی از فلیح بن سلیمان از سعید بن الحارث از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ (واپسی میں) راستہ بدل دیتے تھے۔ ابو تمیلہ کی یونس بن محمد نے متابعت کی ہے از فلیح از سعید از حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

\* شرح صحیح مسلم: ۱۹۴۱۔ ج ۲ ص ۶۶۱۔ ۶۶۰ میں ہم نے راستہ تبدیل کرنے کی پس وجوہ بیان کی ہیں۔  
 ۲۵۔ بَابُ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ  
 يَصَلِّي رَكْعَتَيْنِ  
 جب کسی شخص کی نماز عید فوت ہو جائے  
 تو وہ دو رکعت نماز پڑھے

اس عنوان سے دو باتیں معلوم ہوئیں: (۱) جب کسی شخص کی نماز جماعت کے ساتھ فوت ہو جائے تو وہ دو رکعت نماز پڑھے خواہ اس کی نماز کسی عارض کی وجہ سے فوت ہوئی ہو یا بغیر عارض کے (۲) وہ اصل کے مطابق دو رکعت قضاء کرے گا اور ان میں سے ہر ایک وجہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

### عید کی نماز قضاء پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف

پہلی وجہ میں یہ اختلاف ہے کہ بعض فقہاء نے کہا ہے: اس پر عید کی نماز کی بالکل قضاء نہیں ہے، امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے، مزنی شافعی کا بھی یہی قول ہے، ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر وہ امام کے ساتھ نماز عید نہیں پڑھ سکا تو وہ اس کی قضاء نہیں کرے گا اور اگر اس کی دونوں کی نماز فوت ہوئی ہے تو دوسرے دن وہ امام کے ساتھ نماز عید پڑھے گا، فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے: اگر اس نے بغیر عذر کے نماز عید کو ترک کیا ہے تو وہ اس کی بالکل قضاء نہیں کرے گا اور اگر اس نے عذر کی وجہ سے نماز عید کو ترک کیا ہے تو اس کو قضا کرے گا، امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری وجہ میں اختلاف یہ ہے کہ جب اس سے نماز عید فوت ہو گئی تو وہ دو رکعت نماز پڑھے گا، یہ امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے، مگر امام مالک نے اس کو مستحب کہا ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو چار رکعت پڑھے، یہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو نماز پڑھے اور اگر وہ چاہے تو نماز نہ پڑھے، اگر وہ چاہے تو چار رکعت پڑھے۔ اور اگر وہ چاہے تو دو رکعت پڑھے۔ (مشکوٰۃ ج ۶ ص ۴۳۵)  
 وَكَذَلِكَ النِّسَاءُ.  
 اور عورتیں بھی اسی طرح کریں۔

یعنی جو عورتیں عید گاہ میں امام کے ساتھ نماز عید پڑھ سکیں وہ بھی اس طرح کریں۔

وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرَى.  
 اور جو لوگ گھروں میں اور بستیوں میں ہوں۔

یعنی اگر بھی اسی طرح نماز عید گھروں اور بستیوں میں پڑھے جو عید گاہ میں حاضر نہ ہو سکیں۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا عِيدُكُمْ  
 أَهْلُ الْإِسْلَامِ.  
 کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: یہ تمہارا عید ہے۔

یہ ان تینوں باتوں کی دلیل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے یہ تفریق نہیں کی کہ وہ امام کے ساتھ ہوں یا نہ ہوں۔

وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُمْ ابْنُ أَبِي عُبَيْدٍ  
 بِالزَّائِيَةِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَيْنَهُ وَصَلَّى كَصَلَاةِ أَهْلِ  
 حَضْرَةِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
 زَاوِيَةٍ فِي حُكْمٍ دِيَا، اس نے حضرت انس کے تمام گھروالوں اور بیٹوں کو جمع کیا اور حضرت انس نے شہر والوں کی طرح انہیں عید کی نماز پڑھائی اور ویسی ہی تکبیریں پڑھیں۔

اس تعلق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸۵۳ (مجلس علمی بیروت) اور سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۰۵ میں مذکور ہے۔ زادیہ بصرہ

سے دو فرسخ کی مسافت پر ہے۔

قَالَ عِكْرِمَةُ أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ يُصَلُّونَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ . وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا قَامَ الْعِيدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ .

عکرمہ نے کہا: شہر کے مضافات والے عید کے دن جمع ہوں اور اس طرح دو رکعت نماز پڑھیں جس طرح امام پڑھتا ہے اور عطاء نے کہا: جس شخص سے نماز عید فوت ہو جائے وہ دو رکعت نماز پڑھے۔

اس تعلق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸۵۲ (مجلس علمی بیروت) میں مذکور ہے۔

۹۸۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامٍ مِنْهُنَّ تَذَقَّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ فَأَنْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعُهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں ایام منیٰ میں دف بجا رہی تھیں اور اس پر ضرب لگا رہی تھیں اور نبی ﷺ کپڑا اوڑھے ہوئے تھے حضرت ابو بکر نے ان لڑکیوں کو ڈانٹا نبی ﷺ نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا: اے ابو بکر! ان کو رہنے دو کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں اور وہ ایامِ یام منیٰ تھے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: جب کسی کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ درست مار پڑھے اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے۔ اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۸۸ - وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرْنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَاكِمَةِ وَهُمْ يَتَسَوَّوْنَ فِي الْمَسْجِدِ فَرَجَرَهُمْ عُسْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُهُمْ أَمَّا بَنِي أَرْفِدَةَ . يَعْنِي مِنَ الْأَمَنِ .

۱۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ مجھے چھپا رہے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھیں اور وہ مسجد میں جنگ کی تیاری کر رہے تھے حضرت عمر نے ان کو ڈانٹا نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو امن سے رہنے دو اے بنو ارفدہ!

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

## ۲۶ - بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيدِ وَبَعْدَهُ

نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد نماز پڑھنا

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا ممنوع ہے۔

وَقَالَ أَبُو الْمُعَلَّى سَمِعْتُ سَعِيدًا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْعِيدِ .

اور ابو المعلى نے کہا: میں نے سعید سے سنا انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی کہ نماز عید سے پہلے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۹۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ

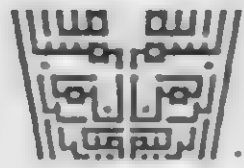
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں



یَوْمَ الْفِطْرِ، فَصَلِّی رُكْعَتَیْنِ، لَمْ یُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا، وَمَعَهُ بِلَالٌ۔  
 نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن نکلے، پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، اس سے پہلے نماز پڑھی نہ اس کے بعد نماز پڑھی، اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔

الحمد لله رب العلمین! اس حدیث پر ”کتاب العیدین“ ختم ہوگئی اور اب ان شاء اللہ ”کتاب الوتر“ شروع ہوگی، اللہ العزیز! میری مغفرت فرماتا اور اس کتاب کو مکمل فرمادینا۔





نحمدہ ونبصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

## ۱۴ - کتاب الوتر

### وتر کا بیان

#### وتر کا بیان

#### ۱ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوُتْرِ

ان ابواب میں وتر کے احکام کا بیان ہے، عیدین کے بعد وتر کا بیان شروع کیا ہے اور ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا ثبوت سنت سے ہے قرآن مجید میں وتر کا ذکر ہے:

وَالشَّفْعِ وَالْوُتْرِ ۝ (النجر: ۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی کہ: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع و عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کی نماز دو رکعت پڑھو پس جب تم میں سے کسی کو صبح کی نماز کا خوف ہو تو وہ (آخری دو گانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھے تو وہ اس کی تمام رکعت کو طاق کر دے گی۔

۹۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةُ اللَّيْلِ مَثْنِي مَثْنِي فَإِذَا خَبَسَ أَحَدُكُمْ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تَوْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۷۲ میں گزر چکی ہے۔

#### ایک رکعت نماز وتر کے رد میں احادیث

امام شافعی رحمہ اللہ ایک رکعت نماز وتر سے قائل ہیں اور وہ اس حدیث کے الفاظ سے استدلال کرتے ہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دم کئی نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اس لیے صرف ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اس لیے ہم اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ آپ آخری دو گانہ کے ساتھ ایک رکعت کو ملا کر اس نماز کو وتر کرتے تھے۔

امام ابن عبد البر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دم کئی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایک رکعت وتر

پڑھے۔ (تمہید ج ۵ ص ۲۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

اور امام نسائی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام نہیں پھیرتے تھے۔



## ایک رکعت وتر پڑھنے کی حدیث کا جواب

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وتر کی ایک رکعت اور دو رکعت کے درمیان فصل کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا فعل ہے اور قول اس کے خلاف ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے وہ قول یہ ہے:

عقبہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے وتر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: کیا تم دن کے وتر پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! وہ مغرب کی نماز ہے انہوں نے فرمایا: تم نے سچ کہا یا اچھا کہا پھر کہا: ہم مسجد میں بیٹھے ہوتے تھے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے وتر کے متعلق یا تہجد کی نماز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو (آخری دو گانہ کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر نماز کو وتر کر لو۔

(شرح معانی الآثار: ۱۶۲- ج ۱ ص ۳۶۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر نے فرمایا: کیا تم دن کے وتر کو پہچانتے ہو؟ اس کا معنی یہ ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی مثل ہے اور مغرب کی نماز ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے حضرت ابن عمر کا یہ قول اس میں دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک وتر بھی ایک سلام کے ساتھ تین رکعت ہے جس طرح مغرب کی نماز ہے پھر اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ بات بیان کی کہ جب تم کو صبح ہونے کا خوف ہو تو نماز کو ایک رکعت کے ساتھ وتر کر لو یعنی اس ایک رکعت سے پہلے ۱۰ گانہ ملے گا اس کے ساتھ اس ایک رکعت کو ملا کر اس کو وتر کر لو اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

عامر شعسی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ رات کو کتنی نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: تیرہ رکعات آخری رکعت (تہجد) دو رکعت تھی اور فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد دو رکعت (سنت فجر) پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ، ۲۶۱-۲۶۲، مسند، ج ۵ ص ۲۸-۲۹)

(نخب الافکار فی تفتیح مہابی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۳۱۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

## ایک رکعت وتر کے رد میں مزید احادیث اور صحابہ اور فضلاء تابعین کے آثار

حسن ابی بکر کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ قول ہے کہ دو تر تین رکعت ہیں دوران کے صرف آخری دو رکعتیں پھیرا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰، مجلس علمی بیروت، ۱۴۰ھ، مسند ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہشام بن الغزالی بیان کرتے ہیں کہ کھول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

قنادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرا جاتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حماد بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابراہیم النخعی نے وتر کی دو رکعتوں میں سلام پھیرنے سے منع کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

زیاد بن ابی مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ اور خلاص سے وتر کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا: اس کو اس طرح پڑھو



جس طرح مغرب کی نماز پڑھتے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۹، دارالکتب العلمیہ بیروت) ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۰، دارالکتب العلمیہ بیروت) ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۱، دارالکتب العلمیہ بیروت) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۲، دارالکتب العلمیہ بیروت) تین رکعت وتر کے ثبوت میں صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: وتر مغرب کی نماز کی مثل تین رکعت ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۸۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، مصنف عبدالرزاق: ۴۶۳۵، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۸) ابن سباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا، پھر مسجد میں داخل ہوئے، پس تین رکعات وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۰، دارالکتب العلمیہ بیروت) حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۳، دارالکتب العلمیہ بیروت) عبدالرحمان بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تین رکعت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۳، دارالکتب العلمیہ بیروت) زاذان ابی عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۵، دارالکتب العلمیہ بیروت) ابو غالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۶، دارالکتب العلمیہ بیروت) عثمان بن غیار بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۹، دارالکتب العلمیہ بیروت) طلق بن معاویہ بیان کرتے ہیں کہ علقمہ نے کہا: وتر تین رکعت ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۰، دارالکتب العلمیہ بیروت) اسماعیل بن عبدالملک نے کہا کہ سعید بن جبیر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۵، دارالکتب العلمیہ بیروت) ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۳، دارالکتب العلمیہ بیروت) زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(منصف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۴، مجلس علمی بیروت، منصف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از مخرمہ بن سلیمان از کریب وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری اور وہ ان کی خالہ تھیں (حضرت ابن عباس نے کہا:) پس میں بستر کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اہلیہ بستر کی لمبائی میں لیٹ گئے پس آپ سو گئے حتیٰ کہ آدھی رات یا اس کے قریب ہو گئی پس آپ بیدار ہوئے اور آپ چہرے پر ہاتھ پھیر کر نیند کو دور کر رہے تھے پھر آپ نے سورۃ آل عمران کی دس آیات پڑھیں ایک مشک لٹکی ہوئی تھی پھر رسول اللہ ﷺ اس کی طرف کھڑے ہوئے تھے پس آپ نے اس سے اچھی طرح وضوء کیا پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی پس میں نے بھی اسی طرح کیا پس میں آپ کے پہلو کی طرف کھڑا ہوا کیا آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے کان کو ملنے لگے پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے وتر پڑھے پھر آپ لیٹ گئے کہ آپ نے پاس مؤذن آیا پس آپ نے کھڑے ہو کر دو رکعت (سنت فجر) پڑھیں پھر آپ نے باہر نکل کر فجر کی نماز پڑھائی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن عبد الرحمن بن القاسم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعت ہے پس جب تم نماز سے مڑنے کا ارادہ کرو تو (آخری دو گانہ کے ساتھ ملا کر) ایک رکعت پڑھ لو وہ تمہاری تمام نماز کو وتر کر دے گا۔

قاسم نے کہا: جب سے ہماری عقل پختہ ہوئی ہم نے لوگوں کو دیکھا ہے وہ تین رکعت وتر پڑھتے ہیں اور بے شک ہر طرح

٩٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ  
مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ  
أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ، وَهِيَ خَالَتُهُ، فَاضْطَجَعْتُ فِي  
عَرْضِ الْوَسَادَةِ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طَرَفِهَا، فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ  
الَّيْلُ، أَوْ قَرِيبًا مِنْهُ، فَاسْتَبَقْتُ يَسْحَ النَّوْمِ عَنْ  
وَجْهِهِ، ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ 'الْإِنْشِقَاقِ'، ثُمَّ قَامَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَيْءٍ مُعَلَّقَةٍ،  
فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَصَنَعْتُ  
مِثْلَهُ، فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ، فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْىٰ عَلَى  
رَأْسِي، وَآخَذَ بِأُذُنِي يَفْتِلُهَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ  
رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ  
رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْوُضُوءُ،  
فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۷۱ میں گزر چکی ہے۔

٩٩٣ - حَدَّثَنَا أَبُو بَرٍّ مَوْلَى قَارِ حَدَّثَنَا عَنْ  
وَهْبٍ عَنْ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَيْمٍ  
حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةُ اللَّيْلِ مِثْنِي مِثْنِي فَإِذَا  
أَرَدْتُ أَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُؤَيِّرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ.

قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَيْتَا أَنَا مِنْذُ أَدْرَكْنَا يُوتِرُونَ  
بِشَلَابٍ وَإِنَّ كُلَّ لَوَاسِعٍ أَرْجُوا أَنْ لَا يَكُونَ بِشَيْءٍ

مِنْهُ بَأْسٌ.

گنجائش ہے اور مجھے امید ہے ان میں سے کسی میں حرج نہیں ہے  
(یعنی خواہ ایک رکعت پڑھی جائے خواہ تین رکعت پڑھی جائے)۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷۱۳ اور ۹۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۹۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ  
الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ  
رَكْعَةً كَانَتْ بِلَاكِ صَلَوَتِهِ تَعْنِي بِاللَّيْلِ فَيَسْجُدُ  
السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً  
قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ  
الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ  
الْمَوْزِنُ لِلصَّلَاةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری از عروہ  
وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول  
اللہ ﷺ گیارہ رکعات پڑھتے تھے ان کی مراد تھی رات کو آپ  
اتنی دیر تک سجدہ کرتے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی شخص پچاس  
آیتیں پڑھتا ہے اس سے پہلے کہ آپ سجدہ سے سر اٹھاتے اور  
آپ نماز فجر سے پہلے دو رکعت پڑھتے پھر آپ دائیں کروٹ پر  
لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس نماز کے لیے مؤذن آتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے۔

### وتر پڑھنے کے اوقات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے یہ وصیت  
کی ہے کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔

۲ - بَابُ سَاعَاتِ الْوُتْرِ  
قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ بِالْوُتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ.

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب ﷺ نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے: (۱) ہر مہینہ میں تین  
روزے رکھنا (۲) چاشت کی نماز پڑھنا (۳) اور یہ کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھوں۔ (بخاری: ۱۹۸۱-۱۱۷۸)  
نبی ﷺ نے یہ وصیت اس لیے کی تھی کہ مبادا رات کو آنکھ نہ کھلے اور وتر رہ جائیں اس لیے بہتر ہے کہ سونے سے پہلے وتر  
پڑھ لیے جائیں اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کو یہ خطرہ ہو کہ رات کے آخر میں وہ  
بیدار نہیں ہو سکے گا وہ رات میں وتر پڑھے۔ (مسند احمد: ۱۱۸۷) اور تم میں سے جس کو یہ خطرہ ہو کہ رات کے آخر میں بیدار ہوگا وہ  
رات کے آخر میں وتر پڑھے کیونکہ رات کے آخر میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ وقت اہل ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۵۵، سنن ترمذی: ۲۱۷، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۹)

۹۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ  
زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ  
أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ أَطِيلُ فِيهِمَا  
الْقِرَاءَةَ؟ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مِثْلِي مِثْلِي وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی  
انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی انہوں  
نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ بتائیے کہ ہم صبح کی  
نماز سے پہلے کی دو رکعت (سنت فجر) میں لمبی قراءت کر لیا کریں؟

الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَكَانَ الْإِذَاانَ بِأَذْنِيهِ .  
قَالَ حَتَّادُ أَيْ بِسُرْعَةٍ .

تو انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ رات کو دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت (کو ملا کر) وتر پڑھتے تھے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور اذان آپ کے کانوں میں ہوتی تھی۔ حماد نے کہا: یعنی جلدی جلدی پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷۲ اور ۹۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۹۹۶ - حَدَّثَنَا عُسْرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ عَنْ مُسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَتَنَّهُ وَتَرَهُ إِلَى السَّحْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: مجھے مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور آپ کے وتر کی انتہاء سحری کے وقت میں تھی۔

(صحیح مسلم: ۷۴۵، رقم المسلسل: ۷۰۰، سنن ابی داؤد: ۱۳۳۵، سنن ترمذی: ۳۵۶، سنن نسائی: ۱۶۸۰، مسند ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۶، مسند الحمیدی: ۱۸۸، المستدرک ج ۳ ص ۳۵، سند احمد ج ۶ ص ۳۶، طبع قدیم منہ: ۱۸۰، ج ۲ ص ۲۰، سیرۃ الرسالہ: بیروت، مسند الشافعی: ۹۳۲)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص النخعی الکوفی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ ابو عمرو النخعی الکوفی (۳) سلیمان الأعمش (۴) مسلم بن صبیح ابو النخعی الکوفی (۵) مسروق بن عبد الرحمن ان کے بن الاعدع کہا جائے گا یہ عبد الرحمن الکوفی کا لقب ہے (۶) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۳)

### رات کے مختلف اوقات میں وتر پڑھنے کے متعلق مذاہب الفقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وتر اگر لی مقرر اور معین وقت نہیں ہے کہ اس وقت کے ہر حصہ میں وتر پڑھنا جائز نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے۔

متقدمین کا وترے وقت میں اختلاف رہا ہے، مسرت ابو ہریرہ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ہریرہ، حضرت رافع بن خدیج رات کے اول حصہ میں وتر پڑھتے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھتی تھی امام مالک، ثوری، فقہاء احناف اور جمہور علماء نے اسی کو مستحب قرار دیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھنا مستحب ہے تو اس حدیث کی کیا توجیہ ہوگی جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں۔ (صحیح البخاری: ۱۹۸۱) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، نبی ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کو یہ اختیار دیا ہے کہ جب ان کو یہ خطرہ ہو کہ ان پر نیند غالب آ جائے گی تو وہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کریں تاکہ ان کے وتر یقینی طور پر ادا ہو جائیں، حضرت ابو قتادہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے



فرمایا: اے ابو بکر! تم وتر کس وقت پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے اول حصہ میں اور حضرت عمر سے فرمایا: تم وتر کب پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا: رات کے آخری حصہ میں آپ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا: تم نے یقینی چیز پر عمل کیا ہے اور حضرت عمر سے فرمایا: تم نے اپنی قوت پر عمل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۳۴) (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۵۵: دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۶۳۳۔ ج ۲ ص ۵۷ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۔ بَابُ إِيقَاطِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَهُ بِالْوُتْرِ  
نبی ﷺ کا اپنے گھر والوں کو وتر  
کے لیے بیدار کرنا

۹۹۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْطَرَّةٌ عَلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤْتِرَ أَتَمَّضَنِي فَأَوْتَرْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے بستر کی چوڑائی میں سو رہی تھی پس جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بیدار کر دیتے پھر میں وتر پڑھتی۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اپنی بیوی کو وتر کی نماز کے لیے بیدار کرنا مستحب ہے جب کہ وہ وتر پڑھنے سے پہلے سو گئی ہو اور اس میں وتر کی نماز کی تاکید کا ثبوت ہے اور اس آیت پر عمل ہے: وَأَمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ. (طہ: ۱۳۲)

اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عورتوں کو نماز کی دعا پڑھانی چاہیے اور اس کا ثبوت ہے اس حدیث کی مفصل شرح 'صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

(رات کو) اپنی آخری نماز وتر کو بنانا چاہیے

۴۔ بَابُ لِيَجْعَلَ آخِرَ صَلَوتِهِ وَتَرًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از عبد اللہ از نبی ﷺ کہ آپ نے فرمایا: رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔

۹۹۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوا آخِرَ صَلَوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَرًا.

(صحیح مسلم: ۷۵۱، الرقم المسلسل: ۱۷۲۳، سنن ابوداؤد: ۱۳۳۸، سنن نسائی: ۱۶۸۰، مسند الطحاوی: ۴۰۲۰)

وتر کے واجب یا سنت ہونے میں ائمہ مذاہب کا اختلاف اور علامہ ابن بطال کے وجوب کے خلاف دلائل

اس حدیث میں امر کا صیغہ ہے: رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وتر کے واجب ہونے میں متقدمین کا اختلاف ہے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عباد بن الصامت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

کہ وتر سنت ہے سعید بن المسیب، حسن بصری، شعبی اور ابن شہاب سے بھی اسی کی مثل مروی ہے اور یہی امام مالک، ثوری، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی اور عامۃ الفقہاء کا مذہب ہے۔

اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: اے اہل القرآن! وتر پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۱۶)

حضرت ابن مسعود اور حضرت حذیفہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہی انھیں کا قول ہے اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وتر واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے کیونکہ نبی ﷺ نے وتر کا حکم دیا ہے اور امر و جوہ کے لیے آتا ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: وتر حق ہے اور جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ ان فقہاء کا قول صحیح ہے جنہوں نے وتر کی نماز کو سنت کہا ہے کیونکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ فرض نمازیں صرف پانچ ہیں اگر وتر بھی فرض ہوں تو فرض نمازیں چھ ہو جائیں گی۔

نبی ﷺ نے جو فرمایا: وتر حق ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وتر کا سنت ہونا برحق ہے اور آپ نے یہ جو فرمایا ہے: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے یہ ترغیب کے لیے ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور ہماری اقتداء کرنے والا نہیں ہے جیسے آپ نے فرمایا: جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور آپ نے اس کلام سے اس کو اسلام سے نکالنے کا ارادہ نہیں کیا۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۵۷-۶۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### علامہ ابن بطلال کے دلائل کے مصنف کی طرف سے جوابات

علامہ ابن بطلال مالکی نے علامہ طبری سے یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ فرض نمازیں پانچ ہیں اگر وتر کو بھی فرض کہا جائے تو فرض نمازیں چھ ہو جائیں گی یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم وتر کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں۔

اور حدیث میں ہے: جس نے وتر نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اس طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا ہے: جو خوش الحانی سے قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے علامہ ابن بطلال کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے آپ نے فرمایا ہے: وتر حق ہے یعنی واجب ہے اور خوش الحانی کے متعلق آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ حق ہے یعنی واجب ہے نیز آپ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس تقریر سے علامہ ابن بطلال کے جوابات ساقط ہو گئے۔

### وتر کے وجوب پر احادیث اور آثار

حضرت ابوسعید بنی ثناء بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۷۵۳، سنن ترمذی: ۳۶۷، سنن نسائی: ۱۶۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۹)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر و جوہ کے لیے آتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اہل قرآن! وتر پڑھو کیونکہ اللہ وتر ہے وتر کو پسند فرماتا

ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۱۶، سنن ترمذی: ۱۶۷۴-۱۶۷۳، مسند احمد ج ۱ ص ۸۶)

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے:

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: وتر حق ہے

جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے وتر حق ہے جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے وتر حق ہے جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۱۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۰، سنن ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۷)

اس حدیث سے وتر کے وجوب پر اس طرح استدلال ہے کہ نبی ﷺ نے شہیدان کیدات کے ساتھ فرمایا: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص وتر سے سو گیا یا بھول گیا تو جب اس کو یاد آئے پس وہ وتر پڑھے یا جب وہ بیدار ہو تو وتر پڑھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۳۱، سنن ترمذی: ۲۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے وتر کی نماز کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے اور قضاء واجب کی ہوتی ہے سنت کی قضاء نہیں ہوتی۔

حضرت ابوالولید العدوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نکل کر ہمارے پاس آئے اور فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تم پر ایک نماز بڑھادی ہے اور وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے اور وہ وتر ہے اور اس کو تمہارے لیے عشاء سے طلوع فجر تک کے وقت میں کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۱۸، سنن ترمذی: ۳۵۲، سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۲۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۵۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تمہاری ایک نماز زیادہ کر دی ہے اور وہ وتر کی نماز ہے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۰، سنن ابن ماجہ: ۱۸۰، سنن ابن ابی شیبہ: ۶۹۲۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۵۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۶۳، سنن الدارقطنی ج ۲ ص ۳۱)

عطاء بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ابویوب نے کہا: وتر حق ہے یا واجب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۵۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم بن میسرہ بیان کرتے ہیں: باہد کے ہاں کہ وتر واجب ہے۔ وہ تم پر فرض نہیں کیا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مجہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالولید العدوی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے سرور ملے گا تو میں اسے ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت، مصنف عبدالرزاق: ۴۵۷۸، کتاب الآثار

لابی یوسف: ۳۳۲، کتاب الآثار لامام محمد: ۱۲۳، الحج علی اہل المدینہ: ۲۶۰)

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وتر حق ہے جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۱۳، مسند احمد ج ۵ ص ۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۳،

دارالکتب العلمیہ بیروت، المستدرک ج ۱ ص ۳۰۵، تاریخ کبیر للبخاری: ۱۲۳۵، الکامل لابن عدی: ج ۴ ص ۱۶۳۶، التلخیص الحمیر ج ۲ ص ۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ وتر ہے وتر سے محبت کرتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۳۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۱، سنن دارمی:

۱۵۸۰ صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۷۱، صحیح البخاری: ۶۳۱۰، صحیح مسلم: ۲۰۶۲، سنن نسائی: ۷۶۵۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۱

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۶۵۲۔ ج ۲ ص ۶۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

## ۵۔ باب الوتر علی الذابّة

### سواری پر وتر پڑھنا

۹۹۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَقَالَ سَعِيدٌ فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ لِحِقْتُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ آيَنَ كُنْتُ؟ فَقُلْتُ خَشِيتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟ فَقُلْتُ بَلَى وَاللَّهِ قَالَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ مَا لِي لِبَعِي.

[اطراف الحدیث: ۱۰۰۰-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۸-۱۱۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو بکر بن عمر بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب از سعید بن یسار انہوں نے بیان کیا کہ میں رات کو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستہ میں جا رہا تھا پس سعید نے کہا: جب مجھے صبح ہونے کا خوف ہوا تو میں سواری سے اتر ا پھر میں نے وتر پڑھے پھر میں ان سے مل گیا پس حضرت عبد اللہ بن عمر نے پوچھا: تم کہاں تھے؟ میں نے کہا: مجھے صبح ہونے کا خوف ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے پس حضرت عبد اللہ نے کہا: کیا تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ نہیں ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! انہوں نے کہا: پس بے شک رسول اللہ ﷺ اونٹ پر وتر پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۷۰۰، الرّم السلسل: ۱۵۸۶، سنن ترمذی: ۳۷۱، سنن نسائی: ۱۶۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۳، صحیح ابن

خزیمہ: ۱۲۶۷، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳، السنن الکبریٰ: ۱۰۹۹، سنن ابی یوسف: ۵۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰، طبع قدیم مسند احمد: ۳۷۱۳، ج ۸ ص ۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۱۳۰۱۱)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس ابو اویس کا نام عبد اللہ ہے یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں (۲) امام مالک بن انس (۳) ابو بکر بن عمر ابن حبان نے کہا: یہ ثقہ ہیں ابو حاتم نے کہا: ان میں کوئی حرج نہیں (۴) سعید بن یسار ابو الخطاب یہ علماء مدینہ میں سے ہیں یہ ۱۱۷ھ میں فوت ہوئے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۷)

## سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے: یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ وہ وتر کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ بغیر عذر کے فرض نماز کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر وتر فرض ہوتے تو رسول اللہ ﷺ بغیر عذر کے وتر سواری پر نہ پڑھتے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ مجاہد نے یہ نقل کیا ہے کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا وہ سفر میں دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور سواری کی پشت پر نوافل پڑھتے تھے اور فجر سے پہلے زمین پر اتر کر وتر پڑھتے تھے اور ابراہیم النخعی نے کہا: وہ اپنے اونٹ



پر نماز پڑھتے تھے اونٹ کا منہ جس طرف بھی ہو سوا فرض اور وتر کے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے فعل میں امام ابو حنیفہ کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے فضیلت کے حصول کے لیے زمین پر اتر کر وتر پڑھے ہوں نہ اس لیے کہ وتر ان کے نزدیک واجب تھا کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمر نے اپنے اونٹ پر وتر پڑھے ہیں، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اسی کی مثل کرتے تھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کے سواری سے اتر کر وتر پڑھنے کی کیا وجہ تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے علم میں یہ مقرر تھا کہ غل سواری پر پڑھنا بھی جائز ہے اور سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا افضل ہے اور یہ فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اتباع میں سواری پر وتر پڑھنے چاہئیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

### سواری پر وتر پڑھنے کے منسوخ ہونے کا بیان

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سواری پر وتر پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ایک نام یہ ہے کہ مسافر کے لیے۔ اور وتر جائز ہے جیسا کہ باقی نوافل کا سواری پر پڑھنا جائز ہے اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ فرائض کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے اور وتر کو سواری سے اتر کر زمین پر پڑھنا چاہیے اور ان کی دلیل یہ احادیث ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سواری پر نماز پڑھتے تھے اور وتر زمین پر پڑھتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۶)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنے اونٹ پر پڑھتے تھے وہ جس طرف بھی منہ کرے اور سحری کے وقت سواری سے اتر کر وتر پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۲۸)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سواری پر وتر پڑھتے تھے اور بعض اوقات سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۴۳۱)

امام طحاوی فرماتے ہیں: یہ ہو سکتا ہے کہ مجاہد نے حضرت ابن عمر کو زمین پر وتر پڑھتے ہوئے دیکھا اور یہ نہ جانا کہ سواری پر وتر پڑھنے کے متعلق ان کا مذہب کیا ہے لہذا انہوں نے یہ روایت کر دی کہ حضرت ابن عمر نے سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھے اور اس سے ان کے سواری پر وتر پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی اور ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر کو مؤکد اور واجب قرار دینے سے پہلے سواری پر وتر پڑھے ہوں اور جب آپ نے وتر کو واجب قرار دے دیا تو پھر اس کو ترک کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس کی دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے بستر کے عرض میں لیٹی ہوئی تھیں جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو آپ ان کو ایک طرف ہونے کا اشارہ کرتے اور فرماتے: یہ وہ نماز ہے جس کو (میرے کہنے سے) تم نے زیادہ کر دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۴۳۲)

خارجہ بن حذافہ العدوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے ایک نماز کے ساتھ تمہاری امداد کی ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، عشاء کی نماز سے طلوع فجر تک وہ وتر ہے وتر ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۳۳۴)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ نے تمہاری ایک نماز زیادہ کر دی ہے، پس اس کو عشاء سے صبح تک پڑھو، وہ وتر ہے وتر۔ (شرح معانی الآثار: ۲۳۳۶)

امام طحاوی فرماتے ہیں: پس نبی ﷺ نے وتر کو مؤکد فرما دیا اور کسی کو اس کے ترک کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس سے پہلے اس کی اس طرح تاکید نہیں تھی، پس ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے جو روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سواری پر وتر پڑھنے وہ اس کو مؤکد کرنے اور واجب قرار دینے سے پہلے کا واقعہ ہو، پھر بعد میں آپ نے اس کو مؤکد کر دیا اور سواری پر وتر پڑھنے کو منسوخ کر دیا، پس جس طرح جو شخص قیام کی طاقت رکھتا ہو وہ زمین پر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا، اسی طرح جو شخص سواری سے اترنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اور اس جہت سے میرے نزدیک سواری پر وتر پڑھنا منسوخ ہو گیا اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۵۵۲-۵۵۳، ملخصاً، تہذیبی کتب خانہ کراچی)

### سواری پر وتر پڑھنے کے عدم جواز کے تحت احادیث کا رد، رفقہ بن ابی نعیم کے آثار

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے قاسم سے پوچھا کہ ایک شخص سواری پر وتر پڑھتا ہے، میں نے جواب دیا کہ ان کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت) قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت) بکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت) منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم النخعی نے کہا کہ وہ لوگ سواریوں پر نماز پڑھتے تھے خواہ ان کا منہ کسی طرف ہو، سوائے فرض اور وتر کے، وہ ان کو زمین پر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت) ہشام بن روہ نے بیان کیا کہ مردان سواری پر نماز پڑھتے تھے، وہ اس کا منہ کسی طرف نہ کرتے، جب نماز پڑھتے، کار کرتے تو سواری سے اترتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو الہرہاز نے کہا: ضحاک جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر پڑھتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت) ہارون بن ابراہیم کہتے ہیں: میں نے حسن بصری سے سوال کیا: کیا میں سواری پر نماز پڑھوں؟ انہوں نے کہا: سواری پر نماز پڑھنا میں نے سوال کیا: سواری پر وتر بھی پڑھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں اور کہا: ابن سیرین زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

\* شرح صحیح مسلم میں اس بحث کے یہ عنوان ہیں: ① وتر کے حکم میں مذاہب ائمہ ② وجوب وتر پر احناف کے مؤید دلائل ③ ائمہ

ثلاثہ کے دلائل کا جواب۔ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۹۷-۴۹۸۔

## ۶۔ بَابُ الْوُتْرِ فِي السَّفَرِ

### سفر میں وتر پڑھنا

۱۰۰۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ يَوْمِيَّاءُ إِيْمَاءُ صَلَوةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے خواہ اس کا منہ جس طرف بھی ہو آپ اشارے سے رات کی نماز پڑھتے تھے ماسوا فرائض کے اور وتر اپنی سواری پر پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

## ۷۔ بَابُ الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَهُ

### رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا

۱۰۰۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطُّسُوعِ؟ قَالَ نَعَمْ. فَعَمِلَ لَهُ أَوْفَقْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ؟ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یوب۔ محمد انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ نبی ﷺ نے نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان سے کہا گیا: کیا رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: رکوع کے بعد تھوڑے دن دعائے قنوت پڑھی ہے۔

[الطراف الحديث: ۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۳۰۰-۲۸۰۱-۲۸۱۳]

۳۰۶۳-۳۱۷۰-۳۰۸۸-۳۰۹۰-۳۰۹۱-۳۰۹۲-۳۰۹۳-۳۰۹۴

[۳۰۹۵-۳۰۹۶-۶۳۹۳-۷۳۴۱]

(صحیح مسلم: ۶۷۷، الرقم السلسل: ۱۸، سنن: ۱۳۰۰، سنن نسائی: ۱۰۰۱، سنن ابی داؤد: ۱۱۸۳، جامع السانید لابن جوزی: ۳۷۶، مستب: ۲۵۶)

الارشاد ریاض: ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۲۵۶)

امام بخاری نے اس باب میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق چار حدیثیں روایت کی ہیں۔

حافظ عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب الحنبلی المتوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے اور یہ دعائے قنوت رکوع کے بعد پڑھی ہے اور تھوڑا عرصہ پڑھی ہے یعنی ہمیشہ نہیں پڑھی نہ زیادہ عرصہ پڑھی ہے آپ نے اس طرح صرف تھوڑا عرصہ پڑھی ہے۔ اس کی تفصیل اس کے بعد والی حدیث میں آ رہی ہے۔

۱۰۰۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا: قنوت (مشروع) ہے میں نے پوچھا: رکوع سے پہلے یا

قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ. قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ؟ قَالَ قَبْلَهُ. قَالَ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ كَذَبٌ إِنَّمَا قُنْتُ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ الرَّكُوعَ شَهْرًا أَرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ زُهَاءُ سَبْعِينَ رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ دُونَ أُولَئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَتَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوا عَلَيْهِمْ.

رکوع کے بعد؟ انہوں نے کہا: رکوع سے پہلے۔ عاصم نے کہا: فلاں شخص نے مجھے آپ سے یہ خبر نقل کی ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد کہا ہے 'حضرت انس نے کہا: اس نے جھوٹ بولا رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے' میرا گمان ہے کہ آپ نے ایک قوم کو مشرکین کی طرف بھیجا تھا جن کو قراء کہا جاتا تھا وہ تقریباً ستر شخص تھے یہ مشرک ان مشرکین کے علاوہ تھے جن کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا رسول اللہ ﷺ ان کے خلاف ایک ماہ تک دعائے ضرر کرتے رہے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) عاصم بن سلیمان الاحول (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵)

### حدیث مذکور کی تفصیل

امام بخاری نے اس حدیث کی زیادہ تفصیل درج ذیل روایت میں کی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رمل ذوالحجہ اور بنو لحيان (عرب) نے اپنے دشمن کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کی آپ نے ستر انصار کو ان کی مدد کے لیے بھیجا ہم ان کے ساتھ مانہ میں القراء کہتے تھے وہ دن میں لکڑیاں کاٹتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب وہ قراء بیر معونہ میں پہنچے تو ان قبائل نے ان کو قتل کر دیا اور عہد شکنی کی نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھی آپ بعض قائل عرب کے خلاف دعائے ضرر کرتے رہے رمل ذوالحجہ اور بنو لحيان کے خلاف حضرت انس نے کہا ہم نے قرآن مجید میں ان کے متعلق یہ آیت پڑھی پھر اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی وہ یہ آیت ہے:

بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا إِنَّا لَقَبْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَارْضَانَا۔

ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔

قاری ان کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کہ یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے ایک ایک شخص کو ایک روز میں قنوت پڑھی آپ اس قبائل کے خلاف دعائے ضرر کرتے رہے رمل ذوالحجہ اور بنو لحيان کے خلاف۔

ایک سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: یہ ستر انصار بیر معونہ میں قتل کر دیے گئے تھے۔

(صحیح البخاری: ۳۰۹۰)

### رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ قنوت میں اختلاف ہے فقہاء صحابہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی یہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو موسیٰ، حضرت البراء، حضرت انس اور حضرت ابن عباس کا مذہب ہے ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔



فقہاء صحابہ کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی جائے گی یہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا مذہب ہے اور حضرت انسؓ نے کہا: دعاء قنوت رکوع سے پہلے بھی پڑھی جاتی تھی اور رکوع کے بعد بھی اور یہی امام احمد کا قول ہے اور ”المدونۃ“ میں مذکور ہے کہ صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھنے میں وسعت ہے اور امام مالک کے نزدیک خصوصیت کے ساتھ رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنا مستحب ہے امام شافعی کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا سنت ہے اور جب مسلمانوں کو حاجت ہو تو تمام نمازوں میں قنوت پڑھی جائے۔

امام طحاوی نے کہا: ان سے پہلے کسی نے اس طرح نہیں کہا، کیونکہ نبی ﷺ آخر حیات تک کفار سے جہاد کرتے رہے اور آپ نے نمازوں میں قنوت نہیں پڑھی۔

فقہاء صحابہ کی ایک اور جماعت نے یہ کہا ہے کہ کسی فرض نماز میں دعا، قنوت نہیں پڑھی جائے گی 'یہ حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن الزبیرؓ کا مذہب ہے اور حضرت ابن عمرؓ نے کہا: یہ بدعت ہے اور قتادہؓ اور ابراہیمؓ نے کہا: حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے فرائض میں قنوت نہیں پڑھی حتیٰ کہ وہ دنیا سے چلے گئے۔

عائقہ نے کہا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی، طاؤس کا بھی اسی کی مثل قول ہے اور یہی فقہاء کوفہ اور لیث کا قول ہے، فقہاء کوفہ نے کہا: دعاء قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے گی، ان کی دلیل یہ ہے کہ ابومالک اشجعی نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے: آپ نے رسول اللہ ﷺ اور اس کے اصحاب سے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، کیا یہ لوگ قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اے میرے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

امام طبری نے کہا: صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث صحیح ہے۔۔۔ اہل سند و سند نے قراء کی شہادت پر ایک ماویا اس سے زیادہ ہر فرض نماز میں قنوت پڑھی پھر اس کو ترک کر دیا اور صبح کی نماز میں آپ کا قنوت پڑھنا ثابت ہے اور یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ دوبا سے چلے گئے۔

ربیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے قنوت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ مہینہ قنوت پڑھتے رہے تا کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

ہمارے نزدیک ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جب بھی مسلمانوں پر ایسی مصیبت آئی جیسے بیر معونہ میں قراء پر مصیبت آئی تھی تو اس وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے حتیٰ کہ مسلمانوں سے وہ مصیبت دور ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ نے اس وقت قنوت پڑھ کر درجہ عزت ابوالیونے کی مشیت سے روایت کی ہے کہ جب ان لوگوں نے آ کر تہی کوئی مشیت اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف دعا ترک کر دی تھی اور حضرت انس نے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک نابینہ قنوت پڑھی۔

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب بھی کسی کے حق میں دعا کرتے یا کسی کے خلاف دعا کرتے تو قنوت پڑھتے اور اسود نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر جب جنگ کرتے تو قنوت پڑھتے اور جب جنگ نہیں کرتے تو قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

امام طبری نے کہا: اگرچہ ہم یہ کہتے ہیں کہ مصیبت کے وقت قنوت پڑھنا مستحب ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ اگر کسی نے عدا  
قنوت کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی یا اس پر سجدہ سہو لازم آئے گا، کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس نے قنوت  
کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اگر اس نے قنوت پڑھی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے فعل کے موافق عمل کیا اور اگر اس

نے قنوت ترک کی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی رخصت پر عمل کیا کیونکہ آپ بعض اوقات قنوت پڑھتے تھے اور بعض اوقات قنوت کو ترک کر دیتے تھے اور اس میں نبی ﷺ نے امت کو تعیم دی ہے کہ انہیں قنوت کے پڑھنے اور نہ پڑھنے میں اختیار ہے۔ جس طرح نبی ﷺ نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بعض اوقات رفع یدین کیا ہے اور بعض اوقات رفع یدین نہیں کیا اور جس صحابی نے نبی ﷺ کو جس وقت جو کرتے ہوئے دیکھا اس کے مطابق خبر دی اور ہر صحابی صادق ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ امام مالک نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کو اختیار کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فیند سے بیدار ہونے والے اس رکعت کو پالیں جس سے ان کو نماز مل جاتی ہے اسی وجہ سے صبح کی نماز میں قیام طویل ہوتا ہے۔

دوسروں نے کہا: حضرت انس نے جو اس شخص کو جھوٹا کہا جس نے ان سے یہ روایت کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ رکوع کے بعد قنوت پڑھتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ رکوع کے بعد قنوت نہیں پڑھی تھی صرف ایک ماہ پڑھی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے۔

المہلب نے کہا: نبی ﷺ سے یہ محفوظ نہیں ہے کہ آپ مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے ہیں بلکہ آپ نے اس کو مغرب میں نہیں پڑھا اگر آپ نے مغرب کی نماز میں قنوت کو پڑھا ہوتا تو اس کو بہت لوگ نقل کرتے حضرت ابو بکر سے روایت ہے کہ وہ مغرب کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد قنوت پڑھتے تھے اس نے اس کو سنا تب کہا ہے امام مالک نے کہا: ہمارا اس پر عمل نہیں ہے کیونکہ یہ روایت ہے کہ وہ رمضان کے وتر میں کفار پر لعنت کرتے تھے امام مالک نے المدونہ میں کہا ہے کہ ہمارا اس روایت پر عمل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۶۶۶-۶۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق متعارض اقوال نقل کیے ہیں یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنا جائز ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کے یہ کسی فرض نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی ہو سکتا ہے ان میں اس طرح تطہیر ہو کہ مسلمانوں کو مصیبت نہ آئے بلکہ ان کو رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی جائے گی اور جب وہ مصیبت دور ہو جائے تو پھر دعاء قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔

رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، اتحاف الخیر: ۲۳۲۰، المطالب العالیہ: ۶۳۱)

سنن دارقطنی ج ۲ ص ۳۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۱)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکوع سے پہلے وتر میں دعاء قنوت پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عبد الرحمن بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے

تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت

پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسود وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اسماعیل بن عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عائقہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی ﷺ کے دیگر اصحاب وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ وتر کے بعد قنوت پڑھتے تھے۔ (۶۹۷۳) اس کا محمل یہ ہے کہ فجر کی نماز کے متعلق اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا وتر کے متعلق ہے۔

### دعاء قنوت کے متعلق احادیث

عن الحسن بن علی قال علمنی جدی ﷺ کلمات اقولہن فی قنوت الوتر اللہم اہدنی فیمن ہدیت، وعافنی فیمن عافیت، وبارک لی فیما اعطیت، وفنی شر ما قضیت، فانک تقضی ولا یقضی علیک، انہ لا یس من والیت، تبارک ربنا وتعالیت۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے تانا ﷺ نے مجھے چند کلمات کی تعلیم دی، جن کو میں وتر کے قنوت میں پڑھتا ہوں۔ اللہ! مجھے میں ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت دی ہے، مجھے ان سے عافیت سے رکھ جن کو تو نے عافیت سے رکھا ہے، اور ان سے محبت سے رکھ جن سے تو نے محبت کی ہے، اور تو نے مجھ کو جو عطا کیا ہے اس میں مجھے برکت دے اور جن چیزوں کو تو نے مقدر کیا ہے مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھ، بے شک تو حکم دیتا ہے اور تجھ پر حکم نہیں کیا جاتا، اور جس کا تو والی ہو وہ رسوا نہیں ہوتا، اے ہمارے رب! تو بابرکت ہے اور تو بلند ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۸، الاحادیث الثانی: ۳۱۷، مسند ابویعلیٰ: ۷۲، المعجم الاکبر: ۲۰۳۰، کتاب السنن: ۳۷۷، مسند ابی یوسف: ۲۰۰، سنن ابی داؤد: ۱۱۷۹، سنن ترمذی: ۳۶۳، المستدرک ج ۳ ص ۱۷۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۱۷۹، سنن دارمی: ۱۵۹۱)

دعاء قنوت کی دوسری حدیث یہ ہے:

”حدثننا ابن فضیل عن عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن قال علمنا ابن مسعود ان نقرأ فی القنوت اللہم انا نستعینک ونستغفرک ونثنی علیک الخیر ولا نکفرک، ونخلع ونترك من یفجرک، اللہم ایاک نعبد، واک نصلی ونسجد، والیک نسعی ونحفد، نرجو رحمتک ونخشى عذابک، ان عذابک الجد بالکفار ملحق۔“

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

یہ دعا اس عبارت سے بھی مروی ہے:

عن عبید بن عمیر قال صلیت خلف عمر بن الخطاب الخصاب الغداة فقال فی قنوته اللہم انا نستعینک، عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی، انہوں نے اپنے قنوت میں پڑھا:

وَسْتَغْفِرُكَ' وَنَسْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ' وَلَا نَكْفُرُكَ' وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مِنْ يَشْجُرُكَ' اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نَصْلِي وَنَسْجِدُ' وَإِلَيْكَ نَسْعِي وَنَحْفِدُ' نَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ' إِنْ عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ مُلْحَقٌ. (مصنف ابن أبي شيبة: ٤١٠٠، مجلس علمي بيروت 'مصنف ابن أبي شيبة: ٤٠٢٨' دار الكتب العلمية 'بيروت')

پڑھا: اے اللہ! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور نیکی کے ساتھ تیری تعریف کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور جو تیری نافرمانی کرے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور اس کو چھوڑتے ہیں اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لیے ہی نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوزتے ہیں اور تیری ہی اطاعت کرتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

یہ قنوت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(مصنف ابن أبي شيبة: ٤١٠٢، مجلس علمي بيروت 'مصنف ابن أبي شيبة: ٤٠٣٠' دار الكتب العلمية 'بيروت')

١٠٠٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي مَحْلَزٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قُنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرًا يَدْعُو عَلَى رِغْلٍ وَذُكْوَانٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی آپ رِغْل اور ذُكْوَان کے خلاف دعا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

١٠٠٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ حَزَلٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ فِي الْقُنُوتِ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: قنوت مغرب اور فجر میں تھی۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ٩٨ میں گزر چکی ہے۔

صبح کی نماز میں دعا قنوت نہ پڑھنے کے تعلق حادیث آثار اور فقہی مباحثین کے احوال

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابو مالک الجعفی روایت کرتے ہیں: میں نے اپنے والد سے کہا: اے میرے والد! آپ نے نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کیا آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ نماز میں دعا قنوت پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! یہ بدعت ہے۔

(مصنف ابن أبي شيبة: ٤٠٣٣، مجلس علمي بيروت 'مصنف ابن أبي شيبة: ٦٩٦١' دار الكتب العلمية 'بيروت' سنن ابن ماجه: ١٢٣١، المستدرک للحکم: ٩٠، ٩١)

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں دعا قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن أبي شيبة: ٤٠٣٥، مجلس علمي بيروت 'مصنف ابن أبي شيبة: ٤٩٦٢' دار الكتب العلمية 'بيروت')



عرفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۳۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھائی اور قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۳۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۷۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی آپ ان لوگوں کے خلاف دعا کرتے تھے جنہوں نے

آپ کے ان اصحاب کو قتل کر دیا تھا جن کو قرآن کہا جاتا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۵۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابو بثر نے کہا: سعید بن جبیر صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۵۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عبید اللہ اور سلیمان نے کہا: ابیہیم انہی امام تھے اور وہ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۰۶۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

### فجر اور مغرب کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک، امام اسحاق، ابی ثبیب بن سعد فرض نماز میں قنوت پڑھنے کو جائز

نہیں قرار دیتے تھے اور جن احادیث میں ارادہ رب کی نماز میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے وہ اس آیت سے منسوخ ہیں:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ ۚ (آل عمران: ۱۲۸)

اس میں آپ کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے

ن کو عذاب دے کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

\* اس بحث میں شرح صحیح مسلم کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① قنوت نازلہ پڑھنے کا محل اور اس کا استحباب ② قنوت نازلہ ③ قنوت نازلہ میں مذاہب ④ احناف کا مذہب ⑤ احناف

کے دلائل ⑥ بعض شارحین کا تسامح ⑦ قنوت نازلہ اجتہادی ہے ⑧ متاخرین احناف ⑨ زندہ کافروں کے لیے لعنت کا عدم جواز

⑩ قنوت فجر میں مذاہب ⑪ شافعیہ اور مالکیہ کا استدلال اور اس کا جواب ⑫ "لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ" (آل عمران: ۱۲۸) کی

تحقیق ⑬ اصحاب بیرونیہ ⑭ علم رسالت پر اعتراض کا جواب ⑮ منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب۔

یہ بحث، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۴ سے لے کر ۳۳۲ پر مذکور ہے۔

### ”کتاب الوتر“ کا اختتام

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد سيد المرسلين وعلى آله واصحابه وازواجه

و ذریعہ و امتہ اجمعین۔

آج ۳ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ / ۲۴ مارچ ۲۰۰۷ء کو ”کتاب الوتر“ ختم ہو گئی! اللہ العالیٰ! اس تحریر کو قبول فرما اور اس کتاب کو مکمل فرمادے اور میری میرے والدین کی میرے اساتذہ اور تلامذہ کی میرے محبین اور قارئین کی مغفرت فرما۔





## نماز استقاء پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب بارش نازل نہ ہو اور مسلمان قحط کا شکار ہوں تو بارش کی طلب کے لیے گھروں سے نکل کر عید گاہ کی طرف جانا اور بارش کی دعا کرنا جائز ہے اور نماز استقاء میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: مسلمانوں پر بارش کے نہ ہونے سے جو مصیبت آئی ہے اس کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور تضرع سے اور گڑگڑا کر دعا کرنی چاہیے اور اگر امام نے مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرانے کے لیے خطبہ دیا تو یہ بھی جائز ہے اور بارش کی طلب کے لیے نماز پڑھنا معروف نہیں ہے امام ابوحنیفہ نے باب مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے مغیرہ نے ابراہیم النخعی سے نقل کیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ بارش کی طلب کے لیے نکلے جب وہ دعا سے فارغ ہو گئے تو لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے ابراہیم نے نماز نہیں پڑھی اور لوٹ آئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۰)

اور باقی فقہاء اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ استقاء میں دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ سے دو رکعت نماز استقاء پڑھنا ثابت ہے اور جن راویوں نے اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں کیا وہ حجت نہیں ہے بلکہ جن راویوں نے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے ان کی روایت اولیٰ ہے کیونکہ یہ حدیث ہمہ زیادت ہے جس کو قبول کرنا واجب ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

## بارش کی دعا کے وقت چادر پلٹنے کا طریقہ اور اس کی حکمت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے چادر کو پلٹا۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

چادر پلٹنے کی صفت میں اختلاف ہے، بعض نے یہ کہا ہے کہ رکعہ اوپر اٹھ بیٹھے کر دے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دے اور چادر کا جو حصہ دائیں کندھے پر ہے اس کو بائیں کندھے پر کر دے اور جو حصہ بائیں کندھے پر ہے اس کو دائیں کندھے پر کر دے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ چادر کی دائیں جانب کو بائیں جانب کر دے اور بائیں جانب کو دائیں جانب کر دے اور امام مالک کا قول بھی اے۔ (معالم السنن ج ۱ ص ۲۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چادر کے پلٹنے میں حکمت یہ ہے کہ چادر کو پلٹ کر مسلمان اپنے حالات کو بدلتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ قحط کو مسلمانوں سے پلٹ دے اور گویا کہ مسلمان یوں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں ہے ہم اس کو پلٹ رہے ہیں اور چادر کو پلٹ رہے ہیں سو جس چیز کو پلٹنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے اس کو تو پلٹ دے اور ہماری خشک سالی کو اور قحط کو بارش زرخیزی اور خوش حالی سے بدل دے اور ہم اپنے گناہوں پر توبہ کرتے ہیں اور معصیت اور گناہ آلود زندگی کو اطاعت اور فرماں برداری اور نیکی سے بدلتے ہیں اے اللہ العظیم! ہمیں توفیق دے کہ ہم اس عزم پر قائم رہیں اور ہماری توبہ کو قبول فرما اور بارش نازل کر کے ہماری خشک سالی کو خوش حالی سے بدل دے! (آمین)

## استقاء میں باجماعت نماز کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ استقاء میں استغفار اور دعا ہے اور اس میں جماعت کے ساتھ



نماز پڑھنا مسنون نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں ہے، صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھیں پھر بھی جائز ہے، اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک سنت یہ ہے کہ امام دو رکعت نماز جماعت کے ساتھ اس طرح پڑھائے جس طرح عید کی نماز پڑھی جاتی ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے، الحیظ میں امام ابو یوسف کا قول امام ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے سوا کسی نے یہ نہیں کہا کہ استقواء میں جماعت کے ساتھ نماز سنت نہیں ہے۔ (علامہ نیشی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ ابراہیم النخعی نے بھی امام ابو حنیفہ کے قول کی مثل کہا ہے، چادر کو پلٹنے کا وقت ہمارے نزدیک خطبہ کے شروع میں ہے، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک دونوں خطبوں کے بعد امام چادر کو پلٹے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۷-۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

### استقواء میں نماز نہ پڑھنے کے متعلق صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے آثار

ابو مردان اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارش کو طلب کر رہے تھے، حضرت عمر نے استغفار کرنے پر کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شععی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بارش کو طلب کرنے کے لیے اللہ سے دعا کی، یہ آیت پڑھی:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًاۙ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَیْكُمْ مِدْرَارًاۙ وَیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَبَنِيْنَ وَیَجْعَلَ لَکُمْ جَنَّاتٍ وَیَجْعَلَ لَکُمْ اَنْهَارًاۙ

تم اپنے رب سے مغفرت کرنے والا ہے O وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے O اور تمہاری امانتوں سے مدد فرمائے گا اور وہ تمہارے لیے (بارش سے) باغات اُگلے گا اور تمہارے لیے دریا جاری کر دے گا O

(نوح: ۱۱-۱۲)

دے گا O

یہ آیت پڑھ کر حضرت عمر منبر سے اتر گئے، پس لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کاش آپ بارش کی دعا کرتے، حضرت عمر نے کہا: میں نے آسمان کے ان آلات سے بارش کو طلب کیا ہے جس سے بارش نازل کی جاتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۲۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اسلم العجلی بیان کرتے ہیں۔ یہ مرتبہ وہ بارش کی دعا کی، نکلے ابراہیم بن کثیر کے ساتھ، جب وہ فارغ ہو گئے تو وہ نماز پڑھنے لگے اور ابراہیم واپس آ گئے اور انہوں نے ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم ان کے ساتھ بارش کو طلب کرنے کے لیے گئے، مغیرہ نے نماز پڑھی، ابراہیم نے جب ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو واپس آ گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

### نماز استقواء کے متعلق امام ابو حنیفہ کے موقف کی وضاحت

امام ابو حنیفہ نے نوح: ۱۱ سے استدلال کیا ہے کہ بارش کو طلب کرنے کے لیے اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر معافی طلب کی جائے، کیونکہ بندوں کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے بارش کو روک لیتا ہے اور جب وہ اپنے گناہوں کی معافی

مانگ لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر موسلا دھار بارش نازل فرمادے گا اور ان احادیث سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی ﷺ سے خطبہ جمعہ کے دوران ایک اعرابی نے بارش کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی تو آپ نے صرف بارش کے نزول کی دعا کی اور باجماعت نماز استقاء نہیں پڑھائی، سو اسی وقت بارش شروع ہو گئی اور اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی اور تمام ندی نالے بھر گئے اور جل تھل ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۲-۱۰۲۹-۱۰۲۱-۱۰۱۸-۱۰۱۵-۱۰۱۳)

اس کے علاوہ دیگر احادیث میں بھی تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بارش کے لیے صرف دعا کی اور نماز استقاء نہیں پڑھائی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۱-۱۰۲۲)

اس لیے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بارش طلب کرنے کے لیے نماز استقاء پڑھنا سنت لازمہ نہیں ہے، لازم صرف دعا اور استغفار کرنا ہے البتہ نماز استقاء پڑھنا سنت مشروعہ ہے جیسا کہ اس باب کی احادیث میں ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔

۲۔ بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ  
كَسِينِي يَوْسُفَ  
نبی ﷺ کی کفار کے متعلق یہ دعا: اے اللہ! ان پر ایسے سال ڈال دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر ڈالے تھے

یعنی جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کفار پر بارش روک لی تھی اور ان پر قحط نازل کیا تھا، ایسی شدت اس زمانہ کے کامروں پر بھی نازل فرما، پھر جب کفار کے خلاف دعائے کفر کیا تو مسلمانوں کے حق میں دعاء خیر کا بھی ذکر فرمایا۔

۱۰۰۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَكَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْجِ عِيَاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْيَزِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضَفِينَ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ أَنْجِ مُحَمَّدًا عَبْدًا وَكَافِرًا اللَّهُمَّ اجْعَلْهُمُ سِنِينَ كَسِينِي يَوْسُفَ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا وَأَسْلَمَ سَأَلَهَا اللَّهُ قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ هَذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں مغیرہ بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از ابی الزناد۔ عرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ جب آخر رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے اے اللہ! اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے اے اللہ! کمزور مومنوں کو نجات دے اے اللہ! مسندین کو نجات دے اے اللہ! یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے اور نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! قبیلہ غفار کی مغفرت کر دے اور اے اللہ! قبیلہ اسلم کو سلامت رکھ۔ ابن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کی کہ یہ سب صبح کی نماز میں تھا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۷۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا تو آپ کی رحمت کی خلاف ہے

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نبی ﷺ تو رؤف رحیم اور رحمۃ للعالمین ہیں تو کفار کے خلاف دعاء ضرر کرنا اور ان پر قحط کے

سال مسلط کرنے کی دعا کرنا تو آپ کی شان کے موافق نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ تو صرف رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمن ہے پس جب قحط کے سال نازل کرنا اللہ تعالیٰ کے رحمن ہونے کے خلاف نہیں ہے تو قحط کی دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کی رحمت کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی کو نعمت دینا بھی اس پر رحمت ہے اور کسی کو نعمت کا سبب فراہم کر دینا بھی اس پر رحمت ہے جن تمام کافروں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی ہے ان سب کو پہلے آپ نے جنت کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی دائمی نعمتوں کی طرف بلایا اور مکہ مکرمہ میں مسلسل تیرہ سال ان کو اللہ تعالیٰ کی دائمی نعمتوں اور اس کی رحمت اور رضوان کی طرف بلاتے رہے لیکن وہ اپنی سرکشی اور تکبر میں غرق رہے اور رسول اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور انہوں نے مسلمانوں کو اپنی مدد کے لیے اور دین سیکھنے کے لیے بلایا اور ان کو شہید کر دیا تب رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی کیونکہ آپ نے نور نبوت سے جان لیا تھا کہ یہ لوگ اسلام لانے والے نہیں ہیں بس جیسے کوئی شخص سورج کے سامنے آنکھیں بند کر لے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ سورج مجھے روشنی نہیں پہنچا رہا اسی طرح ان لوگوں نے آپ کی نعمتوں اور رحمت سے اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا سو اب یہ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں آپ کی رحمت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از مسند ابی اسحق از مسروق انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ جب نبی ﷺ نے لوگوں کی اسلام سے روگردانی دیکھی تو آپ نے ان کے لیے یہ دعا ضرر کی: اے اللہ! ان کو سات سال تک کے لیے قحط میں مبتلا کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال قحط پڑا تھا پس قحط نے ان کو اس طرح پکڑا کہ ہر چیز فنا ہو گئی حتیٰ کہ ان لوگوں نے چمڑا مردار اور مرے ہوئے جانور تک کھا لیے ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے بھوک کی شدت سے دھواں نظر آتا پھر اوسفیان نے آپ کے پاس آ کر کہا: اے (سیدنا) محمد (ﷺ)! آپ اللہ کی اطاعت اور اقرباء پروری کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے سو آپ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے نبی! اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان سے ایک واضح دھواں ظاہر ہو گا O (الدخان: ۱۰) (الیٰ قولہ) (کفر کی طرف سے) لوٹنے والے ہو O جس دن ہم انہیں سختی سے پکڑیں گے۔ (الدخان: ۱۶-۱۵) حضرت ابن مسعود نے بتایا کہ سخت پکڑ تو بدر کے دن تھی اور دھواں

۱۰۰۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضَّحَى أَنَّ نُسْرُوفٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِذْ بَارَأَ قَالَ اللَّهُمَّ سَبِّعْ كَسْبَعِ يُوسُفَ. فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَالْهَيْفَةَ وَتَنَحَّرَ أَحَدُهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فَبَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُودِ فَأَذَى أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللَّهِ وَبِصَلَةِ الْحِمِّ وَإِنْ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَأَدْعُ اللَّهَ لَهُمْ قَالَ أَلَيْسَ نَعْلَمُ ﴿فَلْيَقْبِ يُوسُفُ اسْمًا بِدُخَانٍ مُبِينٍ﴾ (الدخان: ۱۰) (الیٰ قولہ) (الدخان: ۱۰) نَبِّطُشُ الْبَطْشَةِ الْكُبْرَى (الدخان: ۱۶-۱۵). فَأَلْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَقَدْ مَضَتْ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَآيَةُ السُّرُومِ. [أطراف الحديث: ۱۰۲۰-۳۶۹۳-۳۷۶۷-۳۷۷۳]

یکڑ لازم اور آیت روم گزر چکی ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹۸، الرقم السلسل: ۶۹۳۲، سنن ترمذی: ۲۵۳، السنن الکبریٰ: ۱۱۳۸۱، المعجم الکبیر: ۹۰۴، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۹۳، مسند الحمیدی: ۱۱۶، مشکل الآثار: ۳۲۰-۳۱۹، صحیح ابن حبان: ۶۵۸۵، دلائل النبوة لابی نعیم: ۳۶۹، دلائل النبوة للبیہقی ج ۲ ص ۳۲۵-۳۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱، طبع قدیم مسند احمد: ۳۶۱۳، ج ۶ ص ۱۰۷-۱۰۶، مؤسسة الرسالة، بیروت)

### مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کا خلاصہ

اس حدیث میں ”ادباراً“ کا لفظ مذکور ہے اس کا معنی ہے: پیٹھ پھیرنا، یعنی جب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا کہ قریش اسلام قبول کرنے میں تاخیر کر رہے ہیں اور آپ کی دعوت سے منہ موڑ رہے ہیں۔  
”سبعاً“ یعنی ان کے اوپر شدت اور قحط کے ایسے سات سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں شدت اور قحط کے سات سال تھے۔

”حصد کل شیء“ یعنی زمین کا سبزہ اور اس کی پیداوار جز سے اکھڑ گئی اور خالی زمین نظر آنے لگی۔  
”الجیف“ یہ ”الجيفة“ کی جمع ہے اس کا معنی ہے: مردہ کا جسم۔

الدخان: ۱۲ میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے پاس ایسا دھواں آئے گا جس سے عام لوگوں کا دم گھٹ جائے گا اور مومنوں کی ایسی حالت ہو جائے گی کہ کام میں ہوتی ہے۔ یہ دھواں اسی کا اور چالیس دن تک رہے گا اس دھوئیں سے کافر بے ہوش ہو جائیں گے اور ان کے نعتوں کا نور سے دھواں ہو جائے گا اور مومنوں کی زکام کی سی کیفیت ہو گی اس دھوئیں کے متعلق دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ لزر چکا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ان علامات میں سے ہے جو قرب قیامت میں ظاہر ہوں گی۔

”اللزّام“ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے، بعض نے کہا: ”لزّام“ سے مراد زود ہدر میں کفار کو قتل کرنا ہے علامہ قرطبی نے کہا: ”البطشة“ اور ”اللزّام“ کا معنی: حد ہے۔ بعض نے کہا: ”اللزّام“ سے مراد قیامت کا دن ہے ایک قول یہ ہے کہ تمہارے گناہ تم پر لازم رہیں گے مسروق نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں: ”الدخان“ ”اللزّام“ ”روم“ ”البطشة“ اور ”القمر“۔

”آیۃ روم“ اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب غلبہ رومی ہوئی تو مسلمان یہ دیکھ کر کہ رومی غالب ہوں کیونکہ رومی اہل کتاب تھے اور یہ پسند کرتے تھے کہ رومیوں پر غالب ہوں کیونکہ فارس بھی تھے اور یہ مسلمان تھے پھر حضرت ابوبکر اور ابو جہل نے باہم شرط لگائی اور انہوں نے آپس میں سات سال کی مدت طے کی قرآن مجید میں ہے:

غُلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلِبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ ۝ فِي بَضْعِ سِنِينَ. (الروم: ۲-۳)

رومی مغلوب ہو گئے ہیں ۝ نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے ۝ چند سال میں ہی۔

حضرت ابوبکر نے ”بضع“ (چند) سے مراد سات سال لیے تھے نبی ﷺ نے فرمایا: ”بضع“ کا لفظ نو تک مراد لیا جاتا ہے تم مدت اور رقم دونوں کو زیادہ کر دو حضرت ابوبکر نے ایسا کر دیا پھر رومی غالب آ گئے اور اس سے مسلمان خوش ہوئے، شععی نے کہا: اس وقت جو احوال تھا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۴۳-۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہماری تحقیق کے مطابق یہ روایت صحیح نہیں ہے اس کی تفصیل سورۃ الروم کی ابتدائی آیتوں کی تفسیر میں بیان القرآن میں دیکھیں۔



### ۳۔ بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْإِسْتِسْقَاءَ إِذَا قُحِطُوا

۱۰۰۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو قَتَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَلُ بِشَعْرِ أَبِي طَالِبٍ.

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ  
يُمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةً لِلْأَرَامِلِ

جب قحط پڑ جائے تو لوگوں کا امام سے  
بارش طلب کرنے کا سوال کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوقتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ ابوطالب کے اس شعر کو پڑھتے تھے: وہ گورے شخص جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا [طرف الحدیث: ۱۰۰۹] سہارا ہیں اور بیواؤں کے سرپرست ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۲۷۲، مسند احمد ج ۲ ص ۹۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۶۷۳۔ ج ۹ ص ۳۸۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔  
اس اعتراض کا جواب کہ ابوطالب کے یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے؟  
علامہ بدرالدین عینی حنفی متون ۸۵۵ھ کہتے ہیں:

علامہ سیبلی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابوطالب کے یہ کیسے کہ آپ کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے حالانکہ ابوطالب نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ آپ سے بارش طلب کی گئی آپ سے صرف ہجرت کے بعد بارش طلب کی گئی تھی پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ابوطالب نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے قریش کے لیے بارش کی دعا کی تھی اس وقت نبی ﷺ ان کے ساتھ تھے اور اس وقت آپ کم سن تھے اس اعتراض کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوطالب نے اس شعر سے آپ کی مدح کی ہے تاکہ ان کے خیال میں آپ اس شان کے تھے کہ آپ کے چہرے کے وسیلہ سے بارش کے حصول کی دعا کی جاتی ہر چند کہ انہوں نے اس کے وقوع کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

علامہ ابن التمیم نے کہا ہے کہ ابوطالب کے اس شعر میں یہ دلیل ہے کہ وہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کی نبوت کو پہچانتے تھے کیونکہ تمام کے سفر میں ابوطالب نے دیکھا تھا کہ نبی ﷺ راہب کی پیش گوئی کی تھی لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابواسحاق نے یہ کہا ہے کہ ابوطالب نے یہ شعر آپ کی بعثت کے بعد کہا تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب ابوطالب کو آپ کی بعثت سے پہلے بحیراء راہب کی پیش گوئی سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں تو انہوں نے آپ کی بعثت کے بعد یہ شعر کہا ہو تو اس میں کون سا استبعاد ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اور عمر بن حمزہ نے کہا: ہمیں سالم نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے کہا: بسا اوقات مجھے شاعر کا یہ قول یاد آتا جب میں نبی ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھتا آپ بارش طلب کرتے اور ابھی آپ منبر سے نہیں اترتے تھے حتیٰ کہ ہر پرنا لہ زور و شور سے

۱۰۰۹ - وَقَالَ عُمَرُو بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ رُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ 'وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَسْقَى' لَمَّا يَنْزِلُ حَتَّى يَجِيشَ كُلُّ مِيزَابٍ

وَابْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَنَامُ بِوَجْهِهِ  
ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

وَهُوَ قَوْلُ أَبِي طَالِبٍ.

اس حدیث کی شرح، گزشتہ حدیث: ۱۰۰۸ میں گزر چکی ہے۔

بہہ رہا ہوتا تھا اور وہ شعر یہ تھا: وہ گورے شخص جن کے وسیلہ سے  
بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کا سہارا ہیں اور یراؤں  
کے سر پرست ہیں۔

۱۰۱۰ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ  
اللَّهِ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ  
أَنَسٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ  
إِذَا قُحِطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ  
لَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بَنِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَإِنَّا  
نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ.

[طرف الحدیث: ۳۷۱۰] (صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن محمد نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد عبد اللہ بن الحسن نے  
حدیث بیان کی از ثمامہ بن عبد اللہ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ  
جب لوگوں پر قحط پڑا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت  
عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش طلب کی اور یہ دعا کی:  
اے اللہ! ہم تیری طرف اپنے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو  
پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی  
کے چچا کے وسیلہ کو پیش کر رہے ہیں سو تو ہم پر بارش نازل فرما پھر  
ان پر بارش نازل ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ اور دیگر ذوات قدسیہ کے وسیلہ جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے دلائل النبوة میں حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ایک ابراہیمی نبی ﷺ کے پاس آیا پس کہنے لگا:  
یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس آئے ہیں ہمارا ملک برباد ہو رہا ہے اور بچے اس سے دور رہے ہیں پھر یہ شعر پڑھا:  
وَابْنُ فِرَارٍ النَّاسَ إِلَّا إِلَى الرَّسْلِ  
ولیس لنا الا الیک فرارنا

ہم بھاگ کر صرف آپ کے پاس ہی آ سکتے ہیں اور لوگ بھاگ کر صرف رسولوں کے پاس ہی آ سکتے ہیں  
امام عبد القادر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمر میں نماز پڑھائی تو سر سے ہاس سے کہا:  
آپ کھڑے ہو کر بارش کی دعا کریں! حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہو کر۔ کی۔

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ مالک الداری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں پر قحط پڑ گیا  
پس ایک شخص نبی ﷺ کی قبر پر گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں پھر اس  
شخص سے خواب میں یہ کہا گیا کہ تم عمر کے پاس جاؤ۔ (الحدیث)

سیف نے فتوح میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن حارث مزیٰ رضی اللہ عنہ تھے جو صحابی ہیں۔  
الزبیر بن بکار نے "الانساب" میں اس واقعہ کو اپنی سند سے روایت کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس وقت حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت  
ابن عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی تھی حضرت عمر نے دعا میں کہا: اے اللہ! ہر مصیبت کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے اور ہر مصیبت  
صرف توبہ سے دور ہوتی ہے اور یہ قوم اس مصیبت میں ہے۔ پس آئی ہے کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ میرا تیرے نبی کے نزدیک کیا

مقام تھا اور ہم نے تیری طرف اپنے گناہ گار ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور توبہ کے ساتھ اپنی پیشانیاں تیرے حضور جھکائی ہوئی ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما! پھر پہاڑوں کی مثل آسمان پر بادل اُمد آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ زمین سرسبز ہو گئی اور لوگ خوش حال ہو گئے۔

زید بن اسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ قحط کے سال میں حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی اور حضرت عمر نے خطبہ میں کہا: رسول اللہ ﷺ حضرت عباس کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح اولاد اپنے والد کا احترام کرتی ہے، پس اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کے عم محترم کے بارے میں آپ کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس وسیلہ بناؤ! پس وہ ابھی وہاں سے روانہ نہ ہوئے تھے کہ بارش ہو گئی۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قحط کا یہ سال ۱۸ھ میں تھا۔ حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ اہل صلاح، اہل خیر اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے اور اس حدیث میں حضرت عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے اور حضرت عمر کا حضرت عباس کے لیے تواضع کرنا ہے اور ان کے حق کا اعتراف کرنا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۳۶-۵۳۷، ملخصاً دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جس طرح نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرنا مستحب ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک حضرات کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز اور مستحب ہے، بعض بد عقیدہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے دعا نہیں کی بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کی، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کے نزدیک رسول اللہ ﷺ میں سے دور رہنے کے وسیلہ سے دعا کرنا ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زندہ ہونے پر تو بہت دلائل ہیں جس کو ہم متعدد بار پیش کر چکے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تھی تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ سے دین سے دعا بیوں ہوتی ہے اسی طرح آپ کے اہل بیت اور اقرباء کے وسیلہ سے بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

چنانچہ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۲۵ھ نے زکریا سے کہ اس حدیث سے غیر برکت نہ تھی تو تسل جائز نکلا جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت خسیہ کا یا قرابت معنی کا۔ البتہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عمر نے حضرت عباس سے توسل کیا نہ اس لیے کہ پیغمبر ﷺ کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابی سے نکیر منقول نہیں اس لیے اس میں اجماع کے معنی آ گئے۔

(نشر الطیب ص ۳۰۳-۳۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

### رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے دعا کے احکام و ثبوت

رسول اللہ ﷺ کے زندہ ہونے پر یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت بلال بن حارث بنی آپ کی قبر پر گئے اور آپ سے خطاب کیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، پھر خواب میں حضرت بلال بن حارث سے یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ اور ان پر میرا سلام پڑھو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر عنقریب بارش ہوگی اور ان سے کہو کہ تم فہم سے کام لو! پھر حضرت بلال بن حارث حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی تو حضرت عمر نے کہا: اے میرے رب! میں صرف اسی کام کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۶۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۲ ص ۳۲، إدارة القرآن)

امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ کبیر: ۱۲۹۴-ج ۷ ص ۱۸۲، کتاب الجرح والتعديل:

۹۳۴ امام ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے ج ۶۰ ص ۳ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت 'حافظ ابن کثیر' متوفی ۷۷۴ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے 'البدایہ والنہایہ' ج ۵ ص ۱۶۷ 'دار الفکر' بیروت ۱۴۱۹ھ 'حافظ ابن کثیر' نے اس حدیث کو امام بیہقی کی روایت سے بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

### استسقاء میں چادر کو پلٹنا

### ۴۔ بَابُ تَحْوِيلِ الرِّدَاءِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

۱۰۱۱۔ حَدَّثَنَا اسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عِبَادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى فَقَلَبَ رِدَاءَهُ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۱۲۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عِبَادَ بْنَ تَمِيمٍ يُحَدِّثُ أَبَاهُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ رَاكِبًا فَاسْتَسْقَى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ وَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَانَ ابْنُ عُمَيْرٍ يَقُولُ هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ وَلَكِنَّهُ وَهْمٌ لِأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ بْنُ عَاصِمٍ الْمَازِنِي الْأَنْصَارِيَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از محمد بن ابی بکر از عباد بن تمیم از عبد اللہ بن زید بے شک نبی ﷺ نے بارش کے لیے دعا کی اور چادر کو پلٹا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن ابی بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: عباد بن تمیم سے روایت ہے والد سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ خود حضرت عبد اللہ بن زید نے نبی ﷺ عید گاہ کی طرف نکلے پس آپ نے بارش طلب کی پس قبلہ کی طرف منہ کیا اور چادر کو پلٹا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ اللہ نے کہا: ابن عیینہ یہ کہتے تھے کہ عبد اللہ بن زید صاحب الاذان ہیں لیکن یہ وہم ہے کیونکہ یہ عبد اللہ بن زید بن عاصم المازنی الانصاری ہیں۔

### نماز استسقاء کے طریقہ کے متعلق احادیث اور دیگر مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں

امام ابن عباسؓ نے کہا کہ نبی ﷺ کا نماز استسقاء کے لیے ٹکنا رکھنا صحیح ہے۔

اس حدیث میں یہ درکار ہے کہ نبی ﷺ نے بارش طلب کی قبلہ کی طرف منہ کیا۔ دو رکعت پڑھی۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل مفصل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز استسقاء کے متعلق بتایا کہ رسول اللہ ﷺ گھر کے کام کاج کے کپڑے پہنے ہوئے عاجزی اور گڑگڑا کر دعا کرتے ہوئے گھر سے نکلے حتیٰ کہ عید گاہ پر آئے پھر منبر پر چڑھے اور تمہارے اس خطبہ کی طرح خطبہ نہیں دیا لیکن آپ مسلسل دعا کرتے رہے گڑگڑا کر دعا کرتے رہے اور تکبیر پڑھتے رہے پھر اس طرح دو رکعت نماز پڑھائی جس طرح نماز عید پڑھائی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۶۵، سنن ترمذی: ۵۵۸، سنن نسائی: ۱۵۲۰، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۰)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح بارش کی دعا کرتے تھے پھر انہوں نے ہاتھ بلند کیے اور اپنی ہتھیلیوں کو زمین کی جانب رکھا حتیٰ کہ میں نے آپ کی ہتھیلیوں کی سیدھی دیکھی۔ (صحیح مسلم: ۹۸۵، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۱)



حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ شکایت کی کہ بارش نہیں ہو رہی ہے اور قحط پڑ رہا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے عید گاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا اور لوگوں سے وعدہ کر لیا کہ وہ فلاں دن عید گاہ جائیں، حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پس رسول اللہ ﷺ اس وقت نکلے جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو چکا تھا، پس آپ منبر پر بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر پڑھا اور اللہ عزوجل کی حمد کی، پھر فرمایا: تم لوگوں نے اپنے شہروں کی قحط سالی کی اور بارش میں تاخیر کی شکایت کی ہے، حالانکہ اللہ عزوجل نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ تم اللہ سے دعا کرو اور تم سے اس نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول فرمائے گا، پھر آپ نے تلاوت کی: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، حساب کے دن کا مالک ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ جو ارادہ کرتا ہے سو کرتا ہے، اے اللہ! تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، تو غنی ہے اور ہم فقراء ہیں، تو ہم پر بارش نازل فرما اور جو تو ہمارے لیے نازل کرے اس کو ہمارے لیے قوت اور ایک مدت تک زندہ رہنے کا ذریعہ بنادے، پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور ان کو بلند کیے رکھا حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو گئی، پھر آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ کی اور اپنی چادر کو پلٹا اور اس وقت آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے ہوئے تھے، پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھائی، پھر اللہ نے اپنے اذن سے ایک بادل پیدا کیا، وہ کڑکا اور چمکا، پھر برسا، آپ ابھی اپنی مسجد تک نہیں پہنچے تھے کہ تمام نالے بھنے گئے، جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بلایا، کہ آؤ آپ بسنے لگے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے فرمایا:

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اس کا نازک ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۷۱، سنن ترمذی: ۵۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۸)

نماز استسقاء کا وقت وہی ہے جو عیدین کی نماز کا وقت ہے، نماز استسقاء کی آیت سورۃ "سبح اسم ربك الاعلیٰ" پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ "هل اتاك حديث الفاشية" پڑھے اور اس میں بلند آواز سے قراءت کرے حدیث میں ہے: عباد بن تمیم اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے حدیث کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز استسقاء پڑھانے کے لیے لے گئے، آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں بلند آواز سے قراءت کی، اپنی چادر کو پلٹا، آپ بارش کی دعا کی اور قبلہ کی طرف منہ کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۷۱، سنن ترمذی: ۵۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۸)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک صلوٰۃ استسقاء میں نماز سنت مسنونہ نہیں ہے کیونکہ بہت احادیث میں ہے کہ آپ نے استسقاء میں صرف استنفاذ کیا اور دعا کی اور نماز نہیں پڑھی اور جبراً احادیث میں آپ کے نماز استسقاء پڑھنے کا ذکر ہے، ان کا جواب یہ ہے کہ آپ نے کئی جگہ نماز پڑھی، کئی جگہ نماز نہیں پڑھی اور اس سے نفل کا سنت کا کدو نہیں ہوتا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ استسقاء کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۔ بَابُ اِنْتِقَامِ الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ  
جب اللہ کی حدود کو پا مال کیا جائے تو رب عزوجل کا قحط طاری کر کے اپنی مخلوق سے انتقام لینا

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے لیکن اس کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کو اس عنوان کے تحت اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا مانع پیش آیا ہو کہ وہ اس باب کے مناسب کوئی حدیث نہ ذکر کر سکے ہوں۔

۶۔ بَابُ اِلِسْتِسْقَاءٍ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ  
جامع مسجد میں بارش طلب کرنا  
اس باب سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ نماز استسقاء پڑھنے کے لیے عید گاہ میں جانا ضروری نہیں ہے، کیونکہ اصل مقصود

تو صحرا میں نماز پڑھنا ہے تاکہ زیادہ لوگ شریک ہو سکیں اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی یہ مقصود پورا ہو جاتا ہے۔

۱۰۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ  
أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
أَبِي نَجْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ رَجُلًا  
دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وَجْهَ الْمِنْبَرِ  
وَرَسُولُ اللَّهِ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
هَلَكْتَ الْمَوَالِيُّ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ  
بُعِثْنَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا  
قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللَّهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ  
وَلَا قَرَعَةٍ وَلَا شَيْئًا وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ  
وَلَا دَارٍ. قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابٌ مِثْلُ التُّرْسِ  
فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ امْطَرَتْ. قَالَ  
وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ بَاقِيَةً ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ  
الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ قَائِمًا فَقَالَ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتَ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ  
يُمْسِكْهَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ عَلَى  
الْأَكَامِ وَالْجِبَالِ وَالْأَجَامِ وَالْظُّرَابِ وَالْأَوْبَادِ وَمَنْ فِي  
الشَّجَرِ. قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمُشِي فِي الشَّمْسِ  
قَالَ شَرِيكٌ فَسَأَلْتُ أَنَسًا أَهْوَى الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ قَالَ لَا  
أَذْرِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی  
انہوں نے کہا: ہمیں ابو ضمیرہ انس بن عیاض نے خبر دی انہوں نے  
کہا: ہمیں شریک بن عبد اللہ بن ابی نجر نے حدیث بیان کی انہوں  
نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ ذکر کر رہے تھے کہ جمعہ  
کے دن ایک شخص منبر کے سامنے والے دروازہ سے داخل ہوا اور  
رسول اللہ ﷺ اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے وہ  
شخص رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا پس اس نے  
کہا: یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے لہذا  
آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے حضرت انس  
نے کہا: پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے پھر  
دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر اے اللہ! ہم پر بارش نازل  
کر اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر۔ حضرت انس نے کہا: اور اللہ کی  
قسم! ہم میں سے کسی نے اس وقت کچھ نہ دیکھا کہ وہ کھڑے تھے نہ متفرق بادل اور نہ  
کوئی اور چیز اور نہ ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان (کوئی بادل  
چھپا ہوا تھا) اور نہ کسی حویلی اور گھر کے درمیان پس اچانک سلع  
پہاڑ کے پیچھے سے اُجال کی طرح بادل اُٹھے اور جب وہ  
آسمان کے وسط میں پہنچے تو منتشر ہو گئے پھر برسنے لگے حضرت  
انس نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم نے چھ دن تک سورج کو نہیں دیکھا  
پھر اگلے جمعہ کو ایک شخص اسی دروازہ سے داخل ہوا اور اس وقت  
رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے پس وہ آپ  
کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! اموال  
ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ  
وہ اب بارش کو روک لے پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں  
ہاتھوں کو بلند کیا پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد  
بارش نازل کر ہم پر نہ نازل کر اے اللہ! ٹیلوں پر پہاڑوں پر  
میدانوں پر پہاڑیوں پر وادیوں پر اور درختوں کے اُگنے کے  
مقامات پر بارش نازل فرما۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ پھر  
بارش فوراً بند ہو گئی اور ہم دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔ شریک نے

کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: کیا یہ وہی پہلا شخص تھا؟ انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۳۲ میں گزر چکی ہے۔  
راستے منقطع ہونے کی توجیہ اور دیگر مسائل

بارش نہ ہونے کی جس نے شکایت کی تھی اس نے بھی کہا تھا: راستے منقطع ہو گئے اور جس نے بارش زیادہ ہونے کی شکایت کی اس نے بھی کہا: راستے منقطع ہو گئے اس کی توجیہ یہ ہے کہ جس نے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تھی اس کا مطلب تھا کہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے چراگا ہی سوکھ گئیں سبزہ ختم ہو گیا جانوروں کے کھانے کے لیے کچھ نہیں رہا اب جانوروں اور سواریوں پر سوار ہو کر سفر کرنا ممکن نہیں رہا اس لیے اس نے کہا: راستے منقطع ہو گئے اور جس نے بارش زیادہ ہونے کی شکایت کی تھی اس نے بھی کہا: راستے منقطع ہو گئے یعنی بارش کی کثرت سے راستوں میں پانی بھر گیا ندی نالے ابلنے لگے اور اب سفر کرنا ممکن نہیں رہا اس لیے اس نے کہا: راستے منقطع ہو گئے۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ناگہانی افتاد اور مصیبت کے وقت امام سے دورانِ خطبہ کلام کرنا جائز ہے۔

اہل خیر اور اہل صلاح سے اہل جن کی دعا کے مقبول ہونے اور توفیق ان سے دعا کی خواست کرنی چاہیے۔

طلب بارش کی دعا کو خطبہ میں داخل کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے بارش کو نازل کرنے کی دعا کی اور نماز استسقاء نہیں پڑھی اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی واضح

دلیل ہے کہ استسقاء میں اصل استغفار اور دعا ہے اور اس کے لیے نماز پڑھنا سنت مسنونہ نہیں ہے۔

\* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۷۵ ج ۲ میں ہے۔ پند کہ اس کی شرح نہیں لی گئی۔

۷۔ بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ فِي طَبَرِ الْجَنَّةِ

غَيْرِ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ

جمعہ کے طلبہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا

جب کہ خطیب کا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: انس بن سعید نے حدیث بیان کی کہ انس بن مالک نے اس حدیث کی بیان کیا کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس دروازہ سے داخل ہوا جو دارالقضاء کی طرف ہے اور رسول اللہ ﷺ اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اس نے کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کیا پھر کہا: یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے لہذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا پھر دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما! اے اللہ! ہم پر بارش نازل

۱۰۱۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ إِسْمَاعِيلَ بْنَ عِصْمٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبِلْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتَ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ يُغِيثَنَا فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْثِنَا اللَّهُمَّ اغْثِنَا اللَّهُمَّ اغْثِنَا قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللَّهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةٍ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ

مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ. قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ قَتَلَ  
الْقُرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ، ثُمَّ امْطَرَتْ  
فَلَا وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ بَيْنَا، ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ  
ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا، فَقَالَ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ، هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللَّهَ  
يُمَسِّكُهَا عَنَّا. فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوِّالِنَا وَلَا عَلَيْنَا، اللَّهُمَّ  
عَلَى الْأَكَامِ وَالْظُرَابِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ  
الشَّجَرِ. قَالَ فَاقْلَعَتْ، وَخَرَجْنَا نَمُشِي فِي الشَّمْسِ.  
قَالَ شَرِيكَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَهْوَى الرَّجُلُ  
الْأَوَّلُ؟ فَقَالَ مَا أَدْرِي.

فرما! اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما! حضرت انس نے کہا: اور اللہ  
کی قسم! ہم آسمان پر اکٹھے بادل رکھ رہے تھے نہ متفرق بادل اور نہ  
ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان (کوئی بادل کسی اوٹ میں تھا) اور  
نہ کسی حویلی اور کسی گھر کے درمیان پھر سلع پہاڑ کے پیچھے سے  
ڈھال کی طرح بادل اُٹھ آئے اور جب وہ بادل آسمان کے وسط  
میں پہنچے تو منتشر ہو گئے پھر برسنے لگے اور اللہ کی قسم! ہم نے چھ  
دن تک سورج نہیں دیکھا پھر جمعہ کے دن ایک شخص اسی دروازہ  
سے داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ  
دے رہے تھے پس وہ آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا پس اس  
نے کہا: یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے  
پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش کو ہم سے روک لے پھر رسول  
اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے  
دھرم پر نہ برسا! اے اللہ! ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور  
وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر برسا!  
حضرت انس نے کہا: پھر بارش روک دی گئی اور ہم دھوپ میں چل  
رہے تھے۔ شریک نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک سے  
سنا: کیا یہ وہی پہاڑ تھا؟ حضرت انس نے کہا: مجھے معلوم  
نہیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

### منبر پر بارش کی طلب کی دہرا کرنا

### ۸- بَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمَنْبَرِ

۱۰۱۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ  
قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَطَطَ الْمَطَرُ، فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يَسْقِيَنَا.  
فَدَعَا، فَمُطِرْنَا، فَمَا كُنَّا أَنْ نَصِلَ إِلَى مَنْزِلِنَا، فَمَا زِلْنَا  
نُمَطِّرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُتْبِعَةِ. قَالَ فَقَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ  
غَيْرُهُ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَصْرِفَهُ عَنَّا.  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ  
حَوِّالِنَا وَلَا عَلَيْنَا. قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَنْقَطِعُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: میں مسدد نے بیان کیا  
انہوں نے کہا: میں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از قنادہ از حضرت  
انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: جس وقت رسول اللہ ﷺ جمعہ کا خطبہ  
دے رہے تھے، اچانک ایک شخص آیا اس نے کہا: یا رسول اللہ!  
بارش کا قطر پڑ گیا! لہذا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش نازل  
کرنے سو آپ نے دعا کی سو ہم پر بارش نازل کی گئی پس قریب  
نہ تھا کہ ہم اپنے گھروں کو پہنچتے سوا گئے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی  
رہی پھر وہی شخص کھڑا ہوا یا دوسرا شخص پس اس نے کہا: یا رسول  
اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے دور کر دے سو



يَمِينًا وَ شِمَالًا، يُمْطَرُونَ وَلَا يُمْطَرُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ.

رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا، ہم پر نہ برسا۔ حضرت انس نے کہا: پس میں نے تحقیق سے دیکھا کہ بادل برستے ہوئے دائیں بائیں پھٹ رہے تھے اور اہل مدینہ پر بارش نہیں ہو رہی تھی۔

اس کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۹۔ بَابُ مَنْ اكْتَفَى بِصَلَاةِ

جس نے نماز استقاء کے لیے

نماز جمعہ پر اکتفاء کی

الْجُمُعَةِ فِي الْاِسْتِاقَاءِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از شریک بن عبد اللہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا پس اس نے کہا: موسیٰ ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے تو آپ نے دعا کی پھر ہم پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی پھر وہ شخص آیا پس اس نے کہا: مکانات گر گئے اور راستے منقطع ہو گئے اور موسیٰ ہلاک ہو گئے پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو روک لے پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے پس دعا کی: اے اللہ! انہوں پر اور پرانیوں پر اور وادیوں پر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر بارش نازل فرما! پس بارش مدینہ سے اس طرح منقطع ہو گئی جیسے کپڑا منقطع ہو جاتا ہے۔

۱۰۱۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ هَلَكْتَ الْمَوَاشِيُّ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، فَدَعَا، فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ، ثُمَّ جَاءَ فَالْتَمَسَ مِنَ الْبُيُوتِ، وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ، وَهَلَكْتَ الْمَوَاشِيُّ، فَادْعُ اللَّهَ يُمَسِّكْهَا. فَقَامَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَى الْأَكَامِ وَالظَّرَابِ، وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ، فَإِنْ جَاءَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجِيَابَ الثَّوْبِ.

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ دوسرا سائل وہی پہلا شخص تھا۔

۱۰۔ بَابُ الدَّعَاءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ

جب بارش کی کثرت سے راستے منقطع

ہو جائیں اس وقت دعا کرنا

السُّبُلُ مِنْ كَثَرَةِ الْمَطَرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! موسیٰ ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے لہذا آپ اللہ سے دعا کیجئے پس رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی پھر ایک شخص رسول اللہ

۱۰۱۷۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتَ الْمَوَاشِيُّ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللَّهَ. فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمُطِرُوا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ

اللّٰهُ تَهْدِمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ عَلَى رُؤُوسِ الْجِبَالِ وَالْأَكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَأَنْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجِيَابَ الثُّرُبِ.

مُتَّحِدِينَ کے پاس آیا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکانات گر گئے راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! پہاڑوں کے سروں پر اور ٹیلوں پر اور وادیوں کے بطن میں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں میں! پس مدینہ (بارش سے) اس طرح منقطع ہو گیا جس طرح کپڑا منقطع ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۱۱ - بَابُ مَا قِيلَ إِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُحَوَّلْ رِذَاءُهُ فِي

الْإِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

۱۰۱۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرِ قَالَ حَدَّثَنَا

مُعَاوِيَةُ بْنُ عِمْرَانَ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ

عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا شَكَاهُ إِلَى

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلَالَةَ الْمَاءِ وَجَهْدَ

الْعِيَالِ فَدَعَا اللَّهَ يَسْتَسْقِي وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوَّلَ

رِذَاءَهُ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

وہ جو کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے

جمعہ کے دن بارش کی طلب میں

چادر کو نہیں پلٹا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن بشر نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معافی بن عمران نے حدیث

بیان کی از ازاعی بن اسحاق بن عبد اللہ از انس بن مالک وہ بیان

کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے مال کے ہلاک ہونے

دریور پھر اس کی شکایت کی تو آپ نے اللہ سے بارش

کے نزول کی دعا کی اور حضرت انس نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ نے

چادر کو پلٹا اور نہ یہ ذکر کیا کہ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

۱۲ - بَابُ إِذَا اسْتَسْقَى الرَّجُلُ

إِلَى

الْإِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ

وَلَمْ يَرْدِهِمْ

۱۰۱۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكٌ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَيْرٍ عَنْ أَنَسِ

بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ

الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ فَدَعَا اللَّهَ

فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

تَهْدِمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ

جب لوگ امام سے یہ سفارش کریں کہ وہ ان

کے لیے بارش کے نزول کی دعا کرے

اور وہ ان کی سفارش رد نہ کرے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از

شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ

بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پس

اس نے کہا: یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو

گئے لہذا آپ اللہ سے دعا کیجئے سو آپ نے اللہ سے دعا کی پھر ہم

پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی پھر ایک شخص نبی

ﷺ کے پاس آیا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکانات گر گئے

السَّمَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
الَّتِي هُمْ عَلَى ظُهُورِ الْجِبَالِ وَالْأَكَامِ، وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ  
وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ. فَأَنْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجِيَابَ  
الْثَوْبِ.

راستے منقطع ہو گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے! پس رسول اللہ ﷺ  
نے دعا کی: اے اللہ! پہاڑوں کی پشتوں پر اور نیلوں پر اور وادیوں  
کے بطن میں اور درختوں کے پیدا ہونے کی جگہوں پر (بارش نازل  
فرما) سو مدینہ بارش سے کپڑے کی طرح کٹ گیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۱۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ جب امام سے یہ کہا جائے کہ وہ اللہ سے دعا کرے تو اس کو اللہ سے دعا کرنی چاہیے کیونکہ اس  
میں اللہ کی طرف احتیاج ہے اس کے سامنے گزرنا ہے اور لوگوں کے حالات کی اصلاح کرنا ہے۔

### ۱۳ - بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِ كُونُ

جب قحط کے وقت مشرکین مسلمانوں سے

دعا کی درخواست کریں

بِالْمُسْلِمِينَ عِنْدَ الْقَحْطِ

۱۰۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ  
حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ  
مَسْرُوقٍ، قَالَ أَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَقَالَ إِنْ قُرَيْشًا  
أَبْطَرُوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَدَعَا عَلَيْهِمْ لَيْسَ دَلِيَّ اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا، وَأَكَلُوا  
الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ، فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ، فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ  
جَنَّتْ تَأْمُرُ بِصَلَةِ الرَّجِمِ، وَإِنْ قَوْمُكَ هَلَكُوا، فَادْعُ  
اللَّهَ، فَقَرَأَ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ دُخَانًا﴾  
(الدخان: ۱۰). ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ  
تَعَالَى ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى﴾ (الدخان: ۱۶)  
يَوْمَ بَدْرٍ. قَالَ وَزَادَ أَسْبَاطُ، عَنْ مَنْصُورٍ، فَدَعَا رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُقُوا النَّخْلَ، فَأَطْفَأَتْ  
عَلَيْهِمْ سَبَّةٌ، وَشَدَّ السَّرَّارَةُ السَّطْرَ، فَقَالَ اللَّهُ  
حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَأَنْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَأْسِهِ،  
فَسُقُوا النَّاسَ حَوْلَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث  
بیان کی از سفیان انہوں نے کہا: ہمیں منصور اور اعمش نے حدیث  
بیان کی از ابی الضحیٰ انہوں نے کہا: میں حضرت ابن  
مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا پس انہوں نے کہا کہ قریش نے اسلام  
انے میں تاخیر کر دی تو نبی ﷺ نے ان کے خلاف دعائے ضرر  
کی 'سوان کو خشک سالی نے پکڑ لیا' حتیٰ کہ وہ اس میں ہلاک ہو گئے  
اور انہوں نے مردوں کو اور ہڈیوں کو کھایا پس آپ کے پاس  
ابوسفیان آئے اور کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ یہ حکم دینے آئے  
ہیں کہ رشتہ داروں سے ملاپ رکھو اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے  
لہذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے پس آپ نے یہ آیت پڑھی: سو  
آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان کھلم کھلا دھواں لائے گا O  
(الدخان: ۱۰) پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے اس کے متعلق اللہ  
تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: جس دن ہم ان کی زبردست گرفت کریں گے۔  
(الدخان: ۱۶) اس سے مراد یوم بدر ہے۔ اسباط نے از منصور یہ  
اضافہ کیا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی 'پھر ان کو بارش  
سے سیراب کیا گیا' پھر سات دن ان پر مسلسل بارش ہوتی رہی اور  
لوگوں نے بارش کی کثرت کی شکایت کی تو آپ نے دعا کی: اے  
اللہ! ہمارے ارد گرد برسا ہم پر نہ برسا' پھر بادل بالکل چھٹ گئے  
پس اس سال لوگوں کو سیراب کیا گیا۔

امام بخاری نے اسباط کی روایت کا جو اضافہ ذکر کیا ہے اس کی وجہ سے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ امام بخاری نے

اہل مدینہ کے قصہ اور بارش کی کثرت کی شکایت کو قریش کے قصہ میں داخل کر کے گنڈھ کر دیا اور یہ غلط ہے اس حدیث کے باقی مضامین کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

## ۱۴۔ بَابُ الدَّعَاءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ

### حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا

۱۰۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوا فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَحَطَّ الْمَطَرُ وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ فَادْعُ اللَّهَ بِسُقَيْنَا. فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا. مَرَّتَيْنِ وَأَيُّمُ اللَّهُ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ فَرْعَةً مِنْ سَحَابٍ فَنَشَاتُ سَحَابَةً وَأَمْطَرَتْ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَقَامَ النَّبِيُّ لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ صَاحُوا إِلَيْهِ تَهَيَّأَتِ الْبُيُوتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ يَخْبِسْهَا عَنَّا. فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا. فَكَشَطَتِ سَيْدَتُهُ فَمَجَعَتْ تُمْطِرُ حَوْلَهَا وَلَا تُمْطِرُ بِالْمَدِينَةِ فَفَرَّةٌ فَطَارَتْ بِسَيِّدَةِ الْمَدِينَةِ وَإِلَيْهَا لَفِي مِثْلِ الْأَكْلِيلِ.

جب زیادہ بارش ہو تو یہ دعا کرنا:

ہمارے ارد گرد برسا، ہم پر نہ برسا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبد اللہ از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو لوگ کھڑے ہو کر پہ آواز بلند کہنے لگے: یا رسول اللہ! بارش کا قطر پڑ گیا اور درخت سرخ ہو گئے اور جانور ہلاک ہو گئے پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے تب رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرما یہ آپ نے دوبار کہا اور اللہ کی قسم! ہم آسمان پر کوئی بادل کا ٹکڑا نہیں دیکھ رہے تھے پس بادل اٹھ آئے اور برسے لگے اور آپ منبر سے اترے پھر آپ نے نماز پڑھائی پھر جب آپ نماز پڑھا کر مڑے تو اگلے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی پھر جب نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے تو لوگوں نے بلند آواز سے کہا: مکانات گر گئے اور راستے منقطع ہو گئے سو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے روک لے پس نبی ﷺ مسکرائے پھر دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا، ہم پر نہ برسا پھر مدینہ بارش کے پانی سے خالی ہو گیا پھر مدینہ کے ارد گرد بارش ہوتی تھی اور مدینہ پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں گرتا تھا پھر میں نے مدینہ کی طرف نظر کی تو وہ تاج کی طرح تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۰۱۳ کا مطالعہ کریں۔

## ۱۵۔ بَابُ الدَّعَاءِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا

۱۰۲۲۔ وَقَالَ لَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ خَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فَاسْتَسْقَى فَقَامَ بِهِمْ عَلَى رَجُلٍ عَلَى غَيْرِ مَنْبَرٍ فَاسْتَغْفَرَ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ

بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہو کر دعا کرنا

اور ابو نعیم نے ہم سے کہا از زہیر از ابو اسحاق وہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن یزید انصاری بارش طلب کرنے کے لیے نکلے اور ان کے ساتھ حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم نکلے انہوں نے بارش کی طلب کی دعا کی تو وہ بغیر منبر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے پس انہوں نے استغفار کیا پھر دو



وَلَمْ يُؤْذِنْ وَلَمْ يُعِمَّ. قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ وَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ  
بْنُ يَزِيدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رکعت نماز پڑھائی اور بلند آواز سے قراءت کی اور نہ اذان دی اور  
نہ اقامت کہی۔ ابو اسحاق نے کہا کہ عبد اللہ بن یزید نے نبی ﷺ  
کی زیارت کی تھی یعنی وہ صحابی تھے۔

۱۰۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ  
عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبَادُ بْنُ تَيْمٍ أَنَّ عَمَّهُ  
وَكَنَّانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ  
يَسْتَسْقِي لَهُمْ فَقَامَ فَدَعَا اللَّهَ قَائِمًا ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ  
الْقِبْلَةِ وَحَوْلَ رِذَاءَهُ فَاسْقُوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں  
نے کہا: مجھے عباد بن تیم نے حدیث بیان کی کہ ان کے چچا اور وہ  
نبی ﷺ کے اصحاب میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ  
لوگوں کو نماز استقاء کے لیے لے کر گئے تو آپ نے قیام کیا پھر  
اللہ سے کھڑے ہو کر دعا کی پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی  
چادر کو پلٹا تو ان پر بارش ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

استقاء میں سنت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر دعا کی جائے یہ خشوع اور خضوع کا حال ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اس  
نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۱۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

نماز استقاء میں بلند آواز

سے قراءت کرنا

۱۶ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ

فِي الْإِسْتِاقَاءِ

۱۰۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي  
ذُئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ  
خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي فَتَوَجَّهَ  
إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو وَحَوْلَ رِذَاءَهُ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ  
جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از  
الزہری از عباد بن تیم از عم خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ  
بارش طلب کرنے کے لیے نکلے آپ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر  
دعا کی اور اپنی چادر کو پلٹا پھر دو رکعت نماز میں جہراً بلند  
آواز سے قراءت کی۔

نماز استقاء میں خطبہ نماز کے بعد پڑھنا چاہیے یا پہلے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر اتفاق ہے کہ نماز استقاء سے بلند آواز سے قراءت کی جائے گی۔

نیز یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ خطبہ نماز استقاء میں نماز سے پہلے ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے قبلہ کی  
طرف متوجہ ہو کر دعا کی اپنی چادر کو پلٹا پھر دو رکعت نماز پڑھی اور ”پھر“ کا لفظ تاخیر کے لیے آتا ہے اور کلام عرب میں پھر کا لفظ اس پر  
دلالت کرتا ہے کہ ثانی اول کے بعد ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابن الزبیر، حضرت البراء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور عمر بن

عبدالعزیز اور لیث کا بھی یہی قول ہے کہ خطبہ نماز استسقاء سے پہلے ہے۔

امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ پہلے نماز استسقاء پڑھی جائے اور پھر خطبہ دیا جائے۔  
ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بارش کی طلب کے لیے نکلے آپ نے بغیر اذان اور اقامت کے دو رکعت نماز پڑھائی، پھر ہم کو خطبہ دیا اور دعا کی اور نماز پڑھی۔

امام ابو جعفر طحاوی نے کہا: جب کہ اس مسئلہ میں آثار مختلف ہیں تو ہم نے غور کیا تو ہم نے دیکھا کہ جمعہ میں خطبہ ہے اور وہ نماز سے پہلے ہے اور ہم نے دیکھا کہ عیدین میں خطبہ ہے اور وہ نماز کے بعد ہے پس ہم نے ارادہ کیا کہ ہم غور کریں کہ نماز استسقاء کا خطبہ کس خطبہ کے زیادہ مشابہ ہے پس ہم نے دیکھا کہ جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور عیدین کا خطبہ فرض نہیں ہے اور اسی طرح استسقاء میں بھی خطبہ دینا فرض نہیں ہے لہذا استسقاء کی نماز عیدین کی نماز کے مشابہ ہے اس لیے اس میں بھی خطبہ نماز کے بعد ہونا چاہیے۔

۱۷ - بَابُ كَيْفَ حَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
نَبِيِّ سَلَّمَ لَوُغُوں كِي طَرَفِ پِشْتِ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهَرَ إِلَى النَّاسِ

١٠٢٥ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ  
الزَّهْرِيِّ عَنْ عُبَادِ بْنِ تَمِيمٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْوَلِيدِ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَقْفِي قَالَ فَحَوَّلَ  
إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو ثُمَّ حَوَّلَ رَأْسَهُ  
ثُمَّ صَلَّى لَنَا رُكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی کہ میں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از عباد بن ریم کہ وہ خود بیان کرتے ہیں: میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو طلب کرنے کے لیے نکلے آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ پھیری اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنے لگے پھر آپ نے اپنی چادر پھیری پھر ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر میں بلند آواز سے قراءت کی۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۰۲۴ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابُ صَلَوةِ الْإِسْتِسْقَاءِ رَكْعَتَيْنِ

١٠٢٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي  
عَنْ عَمِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى  
فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَقَلَّبَ رِذَاءَهُ.

نماز استسقاء دو رکعت ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فقہ بن سعید نے حدیث بیان کی: "انہیں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی ہریرہ از عباد بن تیم از عم خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بارش طلب کی، پس دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر کو پٹا۔

نماز استسقاء میں دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے اور خطبہ کے وقت لوگوں کی طرف۔۔۔۔۔

اور نمازِ استقواء کی تکبیرات میں اختلافِ ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بارش طلب کرنے کے لیے نکلے اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اپنی بعض دعاؤں میں قبلہ کی طرف منہ کرے اور جو شخص

لوگوں کو خطبہ دے، وہ ان کو مسائل کی تعلیم دے اور وعظ اور نصیحت کرے اور لوگوں کی طرف منہ کرے پھر جب بارش کو طلب کرنے کی دعا کرے تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرنا افضل ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ بارش طلب کرنے کے لیے نکلے پس آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی اور اپنی چادر پھیری پھر دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں عیدین کی نمازوں کی طرح تکبیروں کا ذکر نہیں کیا اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ استسقاء کی تکبیر عیدین کی تکبیر کی مثل ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو ہشام بن اسحاق نے اپنے والد سے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ بارش کی طلب کے لیے نہایت عجز اور تواضع کے ساتھ نکلے اور دعا کی اور دو رکعت نماز پڑھی جیسے عیدین میں نماز پڑھتے ہیں امام طحاوی نے کہا: ہشام بن اسحاق اور ان کے والد دونوں علم میں غیر مشہور ہیں اور ان کی روایت سے حجت ثابت نہیں ہوتی۔

نیز ان کی روایت میں جو مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے نماز استسقاء عیدین کی نماز کی مثل پڑھی اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے عیدین کی مثل دو رکعت نماز پڑھی اس کا یہ معنی ضروری نہیں ہے کہ آپ نے نماز استسقاء میں عیدین کی نماز کی مثل تکبیرات بھی پڑھیں کیونکہ تشبیہ تمام اوصاف میں نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا ظَنِرُ بِظَنِرٍ بِجَنَاحِيهِ اُمَّ اُمَّ اُمَّ كُفُّ

(الانعام: ۳۸) ہے۔

اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ پرندے ہماری مثل بات بھی کر سکتے ہیں بلکہ صرف اس وصف میں مماثلت ہے کہ وہ بھی ہماری طرح گروہ ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۷-۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

عید گاہ میں بارش کی طلب کی دعا کرنا

۱۹۔ بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْمَصَلِّي

۱۰۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُمَازٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُبَّانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ سَمِعَ عِبَادَ بْنَ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَصَلِّي يَسْتَسْقِي رَأْسَ قَبْلَةِ الْقِبْلَةِ أَصْلًا رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ إِذَا دُفِئَ سُقِيَ فَاحْبِسِي الْمَسْعُودِي عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ جَعَلَ الْيَمِينُ عَلَى الشِّمَالِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی بکر وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا از عم خود انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ بارش کی طلب کے لیے عید گاہ کی طرف گئے وہ آپ نے قبلہ کی طرف سے دعا کی اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اپنی چادر چپائی انہوں نے کہا: اے مسعودی نے خبر دی از ابی بکر انہوں نے بتایا آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

نماز استسقاء میں نماز کو خطبہ پر مقدم کرنے کی دلیل اور چادر پہننے کا طریقہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں پہلے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور پھر چادر پہننے کا ذکر ہے اور اس میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ چادر خطبہ میں پٹی جاتی

ہے اس سے معلوم ہوا کہ پہلے آپ نے نماز پڑھی پھر خطبہ دیا اور یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مذہب بھی یہی ہے جیسا کہ امام طحاوی نے بیان فرمایا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ چادر اس طرح پہنتے تھے جس طرح ہم اندلس میں چادر پہنتے ہیں اور مصر اور بغداد والے پہنتے ہیں اور یہ ایسا طریقہ ہے جس میں چادر کو لپیٹا نہیں جاتا کیونکہ نبی ﷺ نے اس چادر کو دائیں طرف سے بائیں طرف پلٹا کیونکہ اگر آپ نے چادر کو لپیٹا ہوتا تو یوں کہا جاتا کہ آپ نے اس کے نیچے والے حصہ کو اوپر کر دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۷۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

### استسقاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو بکر بن محمد نے خبر دی کہ عباد بن تمیم نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن زید انصاری نے ان کو خبر دی کہ نبی ﷺ نماز ادا کرنے کے لیے عید گاہ کی طرف نکلے اور جب آپ دعا کرتے یا دعا کا ارادہ کرتے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے اور اپنی چادر پلٹتے۔ امام ابو عبد اللہ نے کہا: یہ ابن زید مازنی ہے اور پہلا کوئی ہے اور وہ ابن یزید ہے۔

امام بخاری نے عبد اللہ بن زید انصاری اور عبد اللہ بن یزید انصاری کا فرق بیان کیا ہے اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن زید انصاری کا ذکر ہے اور باب: ۱۳ "الدعاء فی الاستسقاء قانما" میں عبد اللہ بن یزید انصاری کا ذکر تھا۔ باقی اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۲۶ اور ۱۰۲۷ کی مثل ہے۔

### نماز استسقاء میں لوگوں کا امام کے ساتھ ہاتھ بلند کرنا

اور ایوب بن سلیمان نے کہا: مجھے ابو بکر بن ادیس نے حدیث بیان کی از سلیمان بن حلال یحییٰ بن سعید نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن دیہات والوں میں سے ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا پس کہنے لگا: یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے بال بچے ہلاک ہو گئے لوگ ہلاک ہو گئے تب رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ اپنے ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: ہم ابھی مسجد سے نہیں نکلے تھے حتیٰ کہ بارش نازل ہو گئی پھر ہم پر مسلسل بارش ہوتی رہی حتیٰ کہ دوسرا جمعہ آ گیا پھر وہی شخص نبی ﷺ کی طرف آیا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مسافر سفر کرنے سے عاجز ہو

۲۰ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الاسْتِسْقَاءِ  
۱۰۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ اخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ عِبَادَ بْنَ تَمِيمٍ اخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ اخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يُصَلِّيُ وَأَنَّهُ لَمَّا دَعَا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَدْعُو اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوْلَ رِذَاءٍ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ زَيْدٍ هَذَا مَا زَيْدٍ وَالْأَوَّلُ كُوفِي هُوَ ابْنُ يَزِيدٍ.

### ۲۱ - بَابُ رَفْعِ النَّاسِ أَيْدِيَهُمْ مَعَ الْإِمَامِ فِي الاسْتِسْقَاءِ

۱۰۲۹ - وَقَالَ أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ هِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ أَتَنِي رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ مِنْ أَهْلِ بَنِي إِسْرَءِيلَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ هَلَكَ الْعِيَالُ هَلَكَ النَّاسُ. فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ يَدْعُوًا وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَهُ يَدْعُونَ. قَالَ لَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى مُطَرْنَا فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتَّى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْآخِرَى فَاتَى الرَّجُلُ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمُنِعَ الطَّرِيقُ.



گئے اور راستے روک دیئے گئے۔

قحط اور دیگر مصائب میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء نے کہا ہے کہ نماز استقاء میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب ہے حدیث میں ہے:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارا رب تبارک و تعالیٰ حیاء دار کریم ہے جب اس کا بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۸۸، سنن ترمذی: ۳۵۵۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۶، مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸)

امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ استقاء میں دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ پشت اپنی طرف ہو اور ہتھیلیاں زمین کی طرف ہوں اور یہ طریقہ اس وقت ہے جب خوف خدا کا غلبہ ہو اور جب اللہ کی طرف رغبت کرتے ہوئے دعا کرے تو ہتھیلیاں اپنی طرف رکھے قرآن مجید میں ہے:

وَيَذْعُوْنَآ رَغْبًا وَرَهْبًا. (الانبیاء: ۹۰)

وہ ہم سے رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے دعا کرتے

ہیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی عورت کو دور کرنے کے لیے کی جائے اس میں وہ اپنے دونوں ہاتھ بلند کرے اور ہتھیلیوں کی پشت کو آسمان کی طرف کرے۔ جب دعا کی چیز کو حاصل کرنے کے لیے دعا کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف رکھے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۷۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۳۰ - وَقَالَ الْأَوْبَسِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَشَرِيكَ سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَتْ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ.

اور اویسی نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سحیب بن شریک ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی ﷺ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دیکھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اویسی سے مراد عبدالعزیز بن عبد اللہ ہیں (۲) یحییٰ بن عمر بن ابی کثیر المدنی (۳) شریک بن عبداللہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۷۴)

نماز استقاء میں امام کا اپنا ہاتھ بلند کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ اور ابن عدی نے حدیث بیان کی

از سعید از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا

کہ نبی ﷺ نماز استقاء کے سوا کسی دعا میں اپنے ہاتھوں کو بلند

نہیں کرتے تھے اور آپ ہاتھ (اس قدر) بلند کرتے کہ آپ کی

بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

۲۲ - بَابُ رَفْعِ الْإِمَامِ يَدَهُ فِي الْإِسْتِثْقَاءِ

۱۰۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ

يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلَّا فِي الْإِسْتِثْقَاءِ وَإِنَّهُ

يَرْفَعُ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.

(صحیح مسلم: ۸۹۶، رقم المسلسل: ۲۰۴۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۷۰)

سنن نسائی: ۱۵۱۲، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۰)





اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ 'فَبَیْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ عَلَی الْمَنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِیَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا اَنْ یَسْقِیَنَا. قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَیْهِ وَمَا فِی السَّمَاءِ قَزَعَةٌ قَالَ فَتَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مَنْبَرِهِ حَتّٰی رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلَی لِحْیَتِهِ. قَالَ فَمُطِرْنَا یَوْمَئِذٍ ذَٰلِكَ وَفِی الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِیْ یَلِیْهِ اِلَی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی. فَقَامَ ذَٰلِكَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْ رَجُلٌ غَیْرُهُ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ تَهْدِمُ الْبَنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا. فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَیْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَوِّالِیْنَا وَلَا عَلَیْنَا. قَالَ فَمَا جَعَلَ یُسَبِّرُ بَیْنَهُ اِلَی مَا حِیَ مِنْ السَّمَاءِ اِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتّٰی صَارَتْ الْمَدِیْنَةُ فِی مِثْلِ الْجَوْبَةِ حَتّٰی سَالَ الْوَادِیْ وَادِی فَنَاءَ شَهْرًا. قَالَ فَلَمْ یَجِءْ اَحَدٌ مِّنْ نَّاحِیَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگوں پر خشک سالی آ گئی، پس جس وقت رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے ایک دیہاتی کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بال بچے بھوکے ہیں لہذا آپ اللہ سے ہمارے لیے یہ دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش نازل کرے حضرت انس نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس وقت آسمان پر بادل نہیں تھے سو پہاڑوں کی مثل بادل اُمد آئے پھر آپ منبر پر ہی رہے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ بارش آپ کی ڈاڑھی پر گر رہی تھی، پس اس دن ہم پر بارش ہوتی رہی اور اس کے دوسرے دن اور اس کے تیسرے دن اور اس کے بعد والے دن دوسرے جمعہ تک پھر وہی دیہاتی کھڑا ہوا یا کوئی اور شخص تھا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مراں کر لیا اور مال ہلاک ہو گیا لہذا آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ! ہمارے ارد گرد برسا اور ہم پر نہ برسا پس آپ اپنے ہاتھ سے آسمان کی جس طرف بھی اشارہ کرتے وہیں سے بادل پھٹ جاتے حتیٰ کہ مدینہ حوض کی طرح ہو گیا حتیٰ کہ قنات نام کی دادی ایک ماہ تک بہتی رہی پس جو شخص جس طرف سے بھی آیا اس نے یہی خبر دی کہ خوب بارش ہو رہی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۱۳ میں گزر چکی ہے۔

جب آندھی چلے تو کیا کیا جائے

۲۵۔ باب اِذَا كَانَتِ الرِّيحُ

امام بخاری نے بت کر کے ہے میں نے جعفر بن محمد بن جعفر نے خبر دی 'انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی 'انہوں نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی 'انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب بہت شدید آندھی چلتی تو نبی ﷺ کے چہرے پر خوف کے آثار دکھائی دیتے۔

۱۰۳۴۔ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ أَبِي مَرْثَدَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ كَانَتْ الرِّيحُ الشَّدِيدَةُ إِذَا هَبَتْ عُرِفَتْ ذَلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

(سنن ابوداؤد: ۵۰۹۸)

آندھی کو دیکھ کر نبی ﷺ کے خوف زدہ ہونے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: نبی ﷺ اس بات سے خوف زدہ رہتے تھے کہ کہیں مسلمانوں پر عام لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے عذاب نہ آ



جائے جیسے (گزشتہ امتوں میں) ان لوگوں پر عذاب آگیا تھا جنہوں نے ابر کو دیکھ کر کہا تھا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ (الاحقاف: ۲۴)

پھر جب انہوں (قوم عاد) نے عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے (نہیں!) بلکہ دراصل یہ وہ عذاب ہے جس کا تم جلد تقاضا کر رہے تھے یہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے

اس آیت سے ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو اللہ کے عذاب کو بھولے ہوئے تھے اور جو لوگ نافرمانی میں اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے ان کو سرزنش کی ہے کہ وہ اپنی روش سے باز آجائیں۔ قرآن مجید میں ہے:

أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ أَوْ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يُلْعَبُونَ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمُرُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ (۱) (اب: ۹۰-۹۱)

تو کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آجائے جب وہ سو رہے ہوں اور کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب چلتا ہے وقت آجائے جب وہ کھیل کود میں مشغول ہوں تو کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں حالانکہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو تباہ و برباد ہونے والے ہوں

(شرح ابن کمال ج ۳ ص ۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ دل یا آدمی کو دیکھتے تو آپ کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آتے حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کو یہ اُمید ہوتی ہے کہ اس میں بارش ہوگی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ جب آپ بادل کو دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہوتے ہیں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر اس بادل میں عذاب ہو تو تم اس سے کوئی مان نہ کرو گا ایک قوم آندھی سے عذاب آگیا تھا آپ نے عذاب کو دیکھا تو کہا تھا: یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۲۹)

رسول اللہ ﷺ پر چونکہ اللہ کی حسیت کا غلبہ تھا اس لیے آپ کی اس طرف توجہ نہیں رہی کہ جب تک آپ ان میں موجود ہیں ان پر آسمانی عذاب نہیں آئے گا اور اس میں ہمیں بھی یہ تعلیم دینا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہ رہیں۔

### آندھی اور بارش کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آندھی اللہ کے حکم سے ہے سلمہ نے کہا: اللہ کا حکم کبھی رحمت لاتا ہے اور کبھی عذاب لاتا ہے پس جب تم آندھی کو دیکھو تو اس کو بُرا نہ کہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۵۰۹۷ سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۷ سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۶۱ المستدرک ج ۳ ص ۲۸۵ صحیح ابن حبان: ۱۹۸۹ مشکوٰۃ: ۱۵۱۶ مصنف عبد الرزاق: ۲۰۰۰۳ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۶۷ مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۸-۵۰۹-۲۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آندھی چلتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جس پر تو نے یہ بھیجی ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور جو اس میں شر ہے اور جس پر تو نے یہ بھیجی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور جب آسمان ابر آلود ہوتا تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا آپ گھر سے نکلتے اور داخل ہوتے اور آگے جاتے اور پیچھے آتے پس جب بارش ہو جاتی تو آپ کی گھبراہٹ دور ہو جاتی حضرت عائشہ نے آپ کی اس کیفیت کو جان کر آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہو سکتا ہے: اے عائشہ! یہ ایسا ہوتا جیسے قوم عاد نے کہا تھا: پھر جب انہوں عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی دادیوں کی طرف آتے دیکھا تو کہا: یہ ہم پر برسے والا بادل ہے۔ (الاحقاف: ۲۴) (صحیح البخاری: ۳۲۰۵، صحیح مسلم: ۸۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے سامنے آندھی پر لعنت کی تو آپ نے فرمایا: آندھی پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ (اللہ کے) حکم کے تابع ہے اور جس نے کسی ایسی چیز پر لعنت کی جو لعنت کا اہل نہیں تھا تو وہ لعنت اس پر لوٹ آئے گی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۸، سنن ترمذی: ۱۹۷۸)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آندھی کو بُرا نہ کہو پس جب تم کسی ناگوار چیز کو دیکھو تو دعا کرو: اے اللہ! میں اس آندھی کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس میں جو خیر ہے اس کا سوال کرتا ہوں اور جس چیز کا اسے حکم دیا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس آندھی کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اس شر سے جو اس میں ہے اور اس شر سے جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۲۵۲، مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو نبی ﷺ اپنے منہ پر دو زانو بیٹھ جاتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! اس کو رحمت بنا، اس کو عذاب نہ بنا، اے اللہ! اس کو ریاح بنا اور اس کو ریح نہ بنا (ریاح رحمت کی ہواؤں کو کہتے ہیں اور ریح عذاب کی آندھیوں کو کہتے ہیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حدیث کتاب میں ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا. (الزمر: ۱۷)

أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَةَ (الذاریات: ۲۱)

وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِعَ. (الحجر: ۲۲)

أَنْ يَسِيلَ الرِّيحُ مَبِشَرَاتٍ. (الزمر: ۲۶)

ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی ○

اور ہم نے پانی سے بوجھل ہوا میں بھیجیں۔

(اس کی نشانیوں میں) خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجنا

ہے۔

(مسند الشافعی ص ۱۸۱، مشکوٰۃ: ۱۵۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ آسمان میں بادل کو دیکھتے تو اپنا کام چھوڑ دیتے اور اس کے سامنے کھڑے ہوتے اور یہ دعا کرتے: اے اللہ! اس میں جو شر ہے اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں اگر وہ بادل چلا جاتا تو آپ اللہ کا شکر ادا کرتے اور اگر وہ بادل برستا تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! اس کو نفع والی بارش بنا دے!

(سنن ابوداؤد: ۵۰۹۹، سنن نسائی: ۱۵۲۳، سنن ابن ماجہ: ۳۸۸۹، مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۰)

نبی ﷺ کا ارشاد کہ صبا سے

میری مدد کی گئی ہے

۲۶۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَرْتُ بِالصَّبَا

صبا وہ ہوا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے اور دُور وہ ہوا ہے جو اس کے برعکس ہے۔

۱۰۳۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ  
الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَصْرْتُ بِالْصَّبَا وَأُهْلِكْتُ عَادًا  
بِالدُّبُورِ. [اطراف الحدیث: ۳۲۰۵-۳۲۳۳-۳۱۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری صبا سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو دُور سے ہلاک کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۹۰۰، رقم المسلسل: ۲۰۵۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۱۷، جامع السانید لابن جوزی: ۲۹۴، مکتبۃ الرشید ریاض)

### حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۲۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بعض مخلوقات کی بعض دوسری مخلوقات پر فضیلت کا ذکر ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو خصوصی نعمت اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس نعمت کا اظہار کرنا جائز ہے، بشرطیکہ یہ اظہار اعترافِ نعمت کے طور پر ہو، فخر اور اترانے کے لیے نہ ہو اور اس میں کچھلی امتوں کی ہلاکت کی بھی خبر ہے۔ (شرح ابن بطل مالک ج ۳ ص ۲۲، دار الفکر، العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

بادِ صبا سے رسول اللہ ﷺ کی مدد فرما اور بادِ دُور سے قوم عاد کو ہلاک فرما۔

اس حدیث میں صبا (مشرق سے چلنے والی آندھی) کے بارے میں ذکر ہے کہ اس نے قریب کے لوگوں کو برباد کر دیا اور انہوں نے جنگ خندق کے دن انتہائی سردرات میں مشرکین کے اوپر سرد آندھی بھیجی جس نے ان کے چولہے بجھا دیئے اور ان کے خیموں کی رسیاں اور میخیں اکھاڑ دیں، ان کے اوپر ان کے خیمے اور سیار گر گئے اور وہ بغیر جنگ کے راتوں میں ہلاک ہو گئے، قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُفِّرُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ  
جَاءَ تَكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا أَلْفَ  
تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا (الاحزاب: ۹)

اور تمند آندھی بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

نیز زبیر بن جراح حدیث میں فرمایا کہ قوم عاد کو بادِ دُور نے ہلاک کر دیا۔

عاد سے مراد عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ اس کی اولاد تیرہ قبائل پر مشتمل تھی یہ لوگ الانحاف اور ریت کے بلند ٹیلے یا پہاڑوں میں بنائے ہوئے غار یہ مقام حضرموت، یمن کے قریب تھا) میں رہتے تھے جب انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی کی اور ان کی مسلسل تبلیغ کے باوجود اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل سخت تندہ تیز آندھی بھیجی جس نے ان کو ہلاک کر دیا، یہ لوگ اپنی قوت پر بہت تکبر کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح پڑے رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان پر آندھی کے عذاب کا ذکر فرمایا ہے:

وَأَمَّا عَادُ فَأَهْلِكُوهَا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ  
سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى  
الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أُعِجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ فَهَلْ

اور رہے عاد تو ان کو گر جتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا پس (اے مخاطب!) تم دیکھتے کہ یہ لوگ زمین

تَرَى لَهُمْ بَاقِيَةً (الحاقہ: ۸-۶)

پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے ○ کیا اب تمہیں ان میں سے کوئی باقی نظر آ رہا ہے ○

(عمدة القاری ج ۷ ص ۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۹۸۳- ج ۲ ص ۱۶ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

زلزلوں اور علامات قیامت کے متعلق جو کہا گیا ہے امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے خبر دی از عبد الرحمن الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ علم کو اٹھالیا جائے اور بہ کثرت زلزلے آئیں اور زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو اور فتنوں کا ظہور ہو اور ہرج مزج زیادہ ہو اور وہ قتل ہے قتل اور تم میں مال بہت زیادہ ہوگا پس دو لوگوں میں بچیل جائے گا۔

۲۷ - بَابُ مَا قَبِلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْآيَاتِ  
۱۰۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَتَقَارِبَ الزَّمَانُ وَتُظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرَجُ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمْ الْمَالُ فَيَفِيضُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن الحسن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے حضرت ابن عمر نے بیان کیا: صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں حضرت ابن عمر نے کہا: آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت دے حضرت ابن عمر نے بیان کیا: صحابہ نے کہا: اور ہمارے نجد میں آپ نے فرمایا: وہاں پر زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا۔

۱۰۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَزَمَانِنَا يَمِينًا. قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمِينِنَا. قَالَ قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا؟ قَالَ قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ. [طرف الحديث: ۷۰۹۳]

(صحیح ابن حبان: ۶۶۳۸، شرح السنہ: ۴۰۰۳، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰، طبع قدیم مسند احمد: ۵۱۰۹- ج ۹ ص ۱۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۱۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۵۱۳۲۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید ابو موسیٰ یہ اہل بصرہ سے ہیں (۲) حسین بن الحسن بن یسار یہ آل مالک بن یسار سے ہیں اور البصری ہیں یہ ۱۸۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد اللہ بن عون بن اربطبان البصری (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۸۳)



صحیح بخاری کے اس نسخہ میں نبی ﷺ کا ذکر نہیں ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے اور انہوں نے نبی ﷺ کا ذکر نہیں کیا، علامہ القابسی نے کہا ہے کہ اس نسخہ سے نبی ﷺ کا لفظ ساقط ہو گیا اور اس کا ہونا ضروری تھا کیونکہ اس قسم کا کلام اپنی رائے سے نہیں کہا جاسکتا ”کتاب الفتن“ کی حدیث میں اس کا ذکر صراحۃً ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۵۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے ”کتاب الفتن“ کی جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ذکر کیا: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں

برکت دے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۷۰۹۴)

نجد کے لیے دعائے کرنے کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے اہل مشرق کے لیے دعا کی، لے کر کہ وہ شرک نہ ہو جائے جو ان کی طرف تھا اور دوسرا اس لیے کہ وہاں پر شیطان فتنوں کو برپا کرتا تھا جس طرح آپ نے اہل مکہ کے خلاف مال قحط کی دعا کی اور جس طرح آپ نے دعا کی تھی کہ مدینہ کا بخار جحفہ کی طرف منتقل کر دیا جائے کیونکہ آپ نے جحش بن لویہ کو اہل مکہ کے نوبہ سے بلاء کے مستحق ہیں تاکہ وہ اہل جحفہ لوگوں کو ایذا پہنچانے سے باز آجائیں اور شیطان کے سینک سے مراد اس کی جماعت ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

شیخ حسین احمد مدنی کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ کے مقلدوں کی تصریحات

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اہل نجد کو اپنی دعا سے محروم رکھا۔ نجدی اہل حنیفہ کے ایک مقام عیینہ میں میلہ کذاب پیدا ہوا تھا اور اسی جگہ محمد بن عبد الوہاب نجدی پیدا ہوا اور اس کی پھیلائی ہوئی بدعتیہ کیوں سے مسلمانوں کے عقائد میں زلزلہ اور زبردست فتنہ پیدا ہوا۔

شیخ حسین احمد مدنی متوفی ۱۳۰۷ھ محمد بن عبد الوہاب نجدی ۱۲۰۸ھ کے متعلق لکھتے ہیں:

صاحبزادہ محمد بن عبد الوہاب نجدی ابتداً تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ غیاب میں باطلہ اور فتنہ ناسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ (اشہاب الثاقب ص ۴۲ میر محمد کتب خانہ کراچی)

شیخ حسین احمد مدنی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند فرقہ وہابیہ کے عقائد کے متعلق لکھتے ہیں:

(۱) محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانانِ دیارِ مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔ (اشہاب الثاقب ص ۴۳ میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء اللہ کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مؤمنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخ میں ہے جو آحاد امت کو ثابت ہے بعض ان کے حفظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظِ کریمہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں دربارہ حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل و تصانیف میں لکھا ہے۔

(اشہاب الثاقب ص ۴۳)

(۳) زیارتِ رسول مقبول ﷺ و حضوری آستانہ شریفہ و ملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعتِ حرام و غیرہ لکھتا ہے اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور و منوع جانتا ہے "لا تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد" ان کا استدلال ہے بعض ان میں کہ سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوة و سلام ذاتِ اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا و غیرہ مانگتے ہیں۔ (اشہاب الثاقب ص ۴۶)

(۴) شانِ نبوت و حضرت رسالت علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ نہایت ستاخی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذاتِ سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلتِ زمانہ تسلیم کرتے ہیں اور اپنی شقاوتِ قلبی اور ضعفِ اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت لے رہے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے تو صل و دعا میں آپ کی ذاتِ پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں ان کے خیال میں "معاذ اللہ" کفر کفرِ نباشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاشی ذاتِ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیارت نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ فخر عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ (اشہاب الثاقب ص ۴۷)

(۵) وہابیہ اشغالِ باطنیہ و اعمالِ صوفیہ مراقبہ ذکر و فکر و ارادت و مشیخت و ربط القلب بالشیخ و فنا و بقاء و خلوت و غیرہ اعمال کو فضول و لغو و بدعت و ضلالت شمار کرتے ہیں اور ان کے اقبال و انحراف کو شرک و غیرہ کہتے ہیں اور ان مسائل میں جس میں بھی مکر و دھوکہ ہو اس سے انکار کرتے ہیں چنانچہ ابن لوطی نے نجد کا سفر کیا ہوگا ان سے استاظنا ہوگا کہ ان کو کچھ بھی معلوم ہو گا لیون روحیہ ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں و مثل هذا۔ (اشہاب الثاقب ص ۶۰)

(۶) وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالہ جانتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظِ داہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہِ اہل سنت و الجماعت کے مخالف ہو گئے چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شیعہ کے پیرو ہیں وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقتِ اظہارِ دعویٰ حنبلی ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عمل در آمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنابلہ خیال کرتے ہیں اس کی وجہ سے حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں ان کا بھی مثل غیر مقلدین کے اکابر امت کی شان میں الفاظِ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے۔ (اشہاب الثاقب ص ۶۳-۶۴)

(۷) مثلاً "علی العرش استوی" وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استواء ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے (اللہ کے لیے) ثبوت جسمیت وغیرہ لازم آتا ہے۔ علیٰ هذا القیاس مسئلہ نداء رسول میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں اور یہ حضرات (علماء دیوبند) نہایت تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ یا رسول اللہ! اگر بلحاظ معنی اسی طرح نکلا ہے جیسے لوگ بوقت منیبت و تکلیف ماں اور باپ کو پکارتے ہیں تو بلا شک جائز ہے علیٰ هذا القیاس! اگر بلحاظ معنی درود شریف کے ضمن میں کہا جاوے گا تو بھی جائز ہوگا علیٰ هذا القیاس! اگر کسی سے غلبہ و شدت وجد و تو فرشتہ میں نکلا ہے تب بھی جائز ہے اور اگر اس عقیدہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ تک اپنے فضل و کرم سے ہماری ندا کو پہنچا دے گا اگرچہ ہر وقت پہنچا دینا ضروری نہ ہوگا مگر اس امید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حریم پر سخت نفرتیں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں۔ وہابیہ نجد یہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے اور یہ وجہ بھی ان کے نزدیک سبب مخالفت کی ہے حالانکہ یہ اکابر مقدسان دین متین اس کو ان اقسام استعانت میں سے شمار نہیں کرتے جو کہ مستوجب شرک یا باعث ممانعت ہو البتہ اگر وہ چیزیں سوال کی جاویں جن کا اعطاء مخصوص بجناب باری عز اسمہ ہے تو البتہ ممنوع اسی وجہ سے ہے نداء بلفظ یا رسول اللہ اور جناب یا سریر کہ جنہوں نے بارگاہ مصطفیٰ میں جائز و مستحب فرماتے ہیں اور وہابیہ وہاں پر بھی منع کرتے ہیں دو وجہ سے اولاً یہ کہ یہ استعانت بغیر اللہ تعالیٰ ہے اور دوم یہ کہ انہی اعتقاد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے واسطے حیات فی القبور ثابت نہیں بلکہ وہ بھی مثل دیگر مسلمین کے متصف باحویۃ البرزخیہ سے ہیں پس جو حال دیگر مؤمنین کا ہے وہی ان کا ہوگا یہ جملہ عقائد ان کے ان لوگوں پر بخوبی ظاہر و باہر ہیں جنہوں نے دیاہ نجد عرب کا سفر کیا ہو۔ یہ لوگ جب مسجد شریف نبوی میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکلتے ہیں اور روزہ اقدس میں حاضر ہو کر مسودۃ و سلام و دعا وغیرہ پڑھنا مکروہ و بدعت شمار کرتے ہیں ان ہی افعال خبیثہ و اقوال و افعال منافیہ سے اللہ عزوجل سے نفرت بے شمار ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ۶۶-۶۳ ملخصاً)

(۸) وہابیہ خبیثہ کثرت صلوٰۃ و سلام و درود بر خیر الانام علیہم السلام اور قراءت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے، انہوں نے کو سخت نتیجہ نکالتے ہیں بعض شعائر کہ قصیدہ بردہ میں ذکر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں مثلاً

سوال: عند حلول الحادث العمم

یا اکرم الخلق مالمی من البوذہ

بہ جز تیرے ہر وقت نزول حوادث

اے افضل المخلوقات! میرا کوئی نہیں جس کی میں پناہ پکڑوں

حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت دیتے رہے ہیں اور ان کو شرف درود و سلام

و قراءت دلائل الخیرات کا امر فرماتے رہے ہیں اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مثل شعر بردہ فرماتے ہیں:

نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

مدد کراے کرم احمدی کہ تیرے سوا

بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا

(الشہاب الثاقب ص ۶۶)

(۹) وہابیہ تمباکو کھانے اور اس کے پینے کو حقہ میں ہو یا سگار میں یا چرٹ میں اور اس کے ناس لینے کو حرام اور اکبر الکبائر میں سے شمار کرتے ہیں ان جہلاء کے نزدیک معاذ اللہ زنا اور سرقت کرنے والا اس قدر ملامت نہیں کیا جاتا جس قدر تمباکو استعمال کرنے والا ملامت کیا جاتا ہے۔ جملہ بزرگان دین تمباکو کے استعمال پر سوائے کراہت تنزیہی و خلاف اولیٰ کے دوسرا کوئی حکم نہیں فرماتے اور بعض بعض حضرات بوجہ ضرورت خود استعمال فرماتے ہیں۔ (اشہاب الثاقب ص ۶۶)

(۱۰) وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم کے پہنچا دیتے ہیں حالانکہ یہ اکابر ظاہر و باہر تحقیق اور ثبوت شفاعت کے حضرت رسالت مآب ﷺ کے لیے قائل ہیں اور اقسام خمسہ مذکورہ کتب کلامیہ سب آپ کے واسطے خصوصاً اور عموماً ثابت مانتے ہیں اور زائر کو حکم کرتے ہیں کہ بوقت حضوری بارگاہ مصطفویٰ اس کا سوال کرے۔ (اشہاب الثاقب ص ۱۰)

(۱۱) وہابیہ سوائے علم احکام و شرائع جملہ علوم اسرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالی جانتے ہیں اور یہ حضرات (علماء دیوبند) یہ فرماتے ہیں کہ علم احکام و شرائع و علم ذات و صفات و افعال جناب باری عز اسمہ و اسرار حقانی کونیہ وغیرہ میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ رتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق کو نصیب ہوا نہ ہوگا۔ علم اور اس کے ماسوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خداوند اکرم عز اسمہ مرتبہ حضور ﷺ کا ہے علوم اولین و آخرین سے آپ مالا مال فرمائے گئے ہیں کوئی بشر کوئی ملک کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ علوم اور دیگر کمالات میں نہیں ہو سکتا چاہے کہ افضل ہو ہاں! البتہ احاطہ جملہ جزئیات و کلیات کو بہ ائمہ میں ہے۔ باری عز اسمہ ہی علامہ سب و الشہادات ہے پس دیکھئے کس قدر فرق ان حضرات کے عقائد اور وہابیہ کے عقائد میں ہے۔ (اشہاب الثاقب ص ۶۷)

(۱۲) وہابیہ نفس ذکر و ولادت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح و بدست لہنے ہیں اور علی حد القیاس اذکار اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی بدست لہنے سے منع فرماتے ہیں اور یہ جملہ حضرات (علماء دیوبند) نفس ولادت شریفہ کو جب کہ بروایات معتبرہ ہو مندوب اور مستوجب برکت فرماتے ہیں البتہ ان قیود کو ملحوظ رکھتے ہیں جن کو جملاء زمانہ نے زیادہ تر کھارام ٹھہرایا ہے اور ان کی وجہ سے شرعاً کوئی قباحت پیدا ہو۔

صاحبان! آپ حضرات کے ملاحظہ کے واسطے یہ چند امور ذکر کر دیئے ہیں جن میں وہابیہ نے علماء حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے جب کہ انہوں نے غالبہ کر کے حرمین شریفین پر حاکم ہو گئے تھے ہزاروں کو تیغ کر کے شہید کیا۔ ہزاروں کو سخت ایذا میں پہنچا کر بار بار قتل کر دئے ہوئے۔ سب انہوں نے ہمارے اکابر کے سخت مخالف ہیں۔ (اشہاب الثاقب ص ۶۸-۶۷ میر محمد کتب خانہ کراچی)

نجد نبی ﷺ کی دعا سے یوں محروم رہا یہ بتانے کے لیے ہم نے شیخ حسین احمد فی متوفی ۱۳۷۷ھ کے اقتباسات پیش کیے تھے اور اب شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ کی رائے پیش کر رہے ہیں وہ لکھتے ہیں:

اور رہا محمد بن عبد الوہاب نجدی تو وہ پلید شخص تھا کم علم تھا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں بہت جلدی کرتا تھا۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۱-۱۷۰ مطبعہ مجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

اور اخیر میں ہم محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بھائی علامہ سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کی اس کے متعلق آراء لکھ رہے

ہیں:



علامہ سلیمان بن عبد الوہاب کی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کے متعلق تصریحات

شیخ نجدی نے جو اپنے خانہ ساز عقائد کی عالم اسلام کو دعوت دی اور اس دعوت کے انکار کو وجہ کفر قرار دے کر تمام مسلمانوں کو واجب القتل قرار دیا اور جہاں جہاں اس کا بس چلا اس نے اپنے ان مذموم مقاصد کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ شیخ نجدی کی اس تکفیر عام بیہمانہ قتل و غارت گری کے خلاف اس وقت سے لے کر آج تک کے علماء اس کی تحریک کے بظان پر کتابیں لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم قارئین کے سامنے ان بے شمار کتابوں میں سے چند کتابوں کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں اور ابتداء میں شیخ نجدی محمد بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۶ھ کے بھائی سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ کی شہرہ آفاق کتاب ”الصواعق الالہیہ“ کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

علامہ سلیمان بن عبد الوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ

علامہ سلیمان بن عبد الوہاب شیخ نجدی کی تکفیر مسلمین پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

توحید و رسالت کی گواہی سے مسلمانوں کی تکفیر پر رد

تمہارے عقائد اور تکفیر کے صحیح نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ توحید و رسالت کی گواہی کے بعد اسلام کا سب سے عظیم رکن نماز ہے اس کے باوجود جو شخص ریاکاری کے طور پر نماز پڑھتا ہے اسے بارے میں علماء نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرمائے گا بلکہ فرمائے گا: میں دوسرے شرکاء کی نسبت اپنے شرک سے زیادہ بے ایمان اس شخص نے اپنے کسی عمل میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کر لیا میں اس کے عمل اور شرک کو پھور دینا ہوں اور یہ امت نے دن ریاکار سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا! جا! کر اپنا اجر اس شخص سے طلب کر جس کے لیے تو نے عمل کیا تھا۔ ایسے شخص کے بارے میں فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ اس کا عمل باطل ہے اور یہ نہیں کہا کہ اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا ہے۔ جب کہ تم اس سے بدعت بلکی اور اس بات کو کفر قرار دیتے ہو۔

سجدہ کی بناء پر تکفیر مسلمین کا رد

اسی طرح نماز کے تمام ارکان میں سب سے اہم رکن سجدہ ہے اور نذر و نیاز اور غیر اللہ کو پکارنے کی بہ نسبت سجدہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے حالانکہ فقہاء اسلام نے سجدہ کے احکام میں بھی فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص سورج، چاند، ستارے یا بت کو سجدہ کرے وہ کافر ہے اور جو شخص ان کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرے، کفر نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ فقہاء اسلام ان کی عبارات کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اپنے حق و انصاف سمجھتے ہوئے ضروریات دین سے انحراف کے منکر کو کافر قرار دیتے ہو اور بن مشتبہ عبارات سے تم استدلال کرتے ہو وہ محض تمہاری مغالطہ آفرینی ہے ہمارا تم سے مطالبہ یہ ہے کہ تم اپنے خود ساختہ مذہب کی تاکید میں فقہاء اسلام میں سے کسی مسلم فقیہ کی نص صریح پیش کرو اور اگر تم ایسی کسی عبارت کے پیش کرنے کے بجائے محض سب و شتم اور تکفیر پر اکتفاء کرتے ہو تو ہم تمہارے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔

تکفیر مسلمین کے رد پر پہلی حدیث

مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں تمہارا موقف اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا اور نذر و نیاز قطعاً کفر نہیں، حتیٰ کہ اس کے مرتکب مسلمان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شبہات کی بناء پر حدود ساقط کر دو۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۰۳) اور حاکم نے اپنی صحیح میں اور ابو عوانہ اور بزار نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی شخص کی سواری کسی بے آب و گیاہ صحرا میں گم ہو جائے تو وہ تین بار کہے: اے

عباد اللہ! (اے اللہ کے بندو!) مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لو تو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو اس کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ (مسند ابی یوسف: ۳۱۲۸، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۵۵۸) اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ اگر وہ شخص مدد چاہتا ہو تو یوں کہے کہ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ (الجم الکبیر: ۱۰۵۱۸) اس حدیث کو فقہاء اسلام نے اپنی کتب جلیلہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی اشاعت عام کی ہے اور معتمد فقہاء میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا چنانچہ امام نووی نے ”کتاب الاذکار“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (کتاب الاذکار: ۸۰۷) اور ابن القیم نے اپنی کتاب ”الکلم الطیب“ میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن مفلح نے ”کتاب الآداب“ میں اور ابن مفلح نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحب زادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (یعنی امام احمد بن حنبل) سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے پانچ بار حج کیے ہیں ایک بار میں پیدل جا رہا تھا اور راستہ بھول گیا میں نے کہا: اے عباد اللہ! مجھے راستہ دکھاؤ میں یوں ہی کہتا رہا حتیٰ کہ میں صحیح راستہ پر آ لگا۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص کسی غائب یا فوت شدہ بزرگ کو پکارتا ہے اور تم اس کی تکفیر کرتے ہو بلکہ تم محض اپنے قیاس فاسد سے یہ کہتے ہو کہ اس شخص کا شرک ان مشرکین کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے جو بحر و بر میں عبادت کے غرض سے غیر اللہ کو پکارتے تھے اور اس کے رسول کی علی الاعلان تکذیب کرتے تھے۔ کیا تم اس حدیث اور اس کے مقتضی پر علماء اور ائمہ کے عمل کو اس شخص کے لیے اصل نہیں قرار دیتے جو بزرگوں کو پکارتا ہے اور محض اپنے فاسد قیاس سے اس کو شرک اکبر قرار دیتے ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں تو اصل کے بناء پر شخص سے تکفیر کیونکر نہ ساقط ہوگی۔ نیز مختصر الروضہ میں کہا ہے: جو شخص تو حید و رسالت کی گواہی دیتا ہو اس کو کسی بدعت کی بناء پر تکفیر نہیں کیا جائے گا۔ ابن تیمیہ نے بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے (جب کہ جو شخص فوت شدہ بزرگوں کو پکارتا ہے وہ کسی بدعت کا مرتکب نہیں ہے) کیونکہ اس کا یہ فعل ایک مضبوط اصل یعنی حدیث صحیح (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) اور سلف کے عمل پر مبنی ہے۔ (سعیذی غفرلہ)۔ (الصواعق الالہیہ ص ۳۵-۳۴ مکتبہ دمشق استنبول)

### تکفیر مسلمین کے رد پر دوسری حدیث

ایک اور مقام پر شیخ نجدی کی تکفیر کا ذکر کرتے ہوئے علامہ سلیمان بن عبد الوہاب لکھتے ہیں: تم نے جو مسلمانوں کی تکفیر کی بنیاد پر اپنے مذہب وقائم کیا ہے اس کے باطل ہونے پر صحیح بخاری کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جس کو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں نقص نہ پہنچاتا ہے۔ یہ اس حدیث صحیح دین پر قائم ہے گی یہاں تک کہ قیامت نہ آجائے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۱) اس حدیث کے مطلب پر اس مرتبہ دلالت ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک امت کے دین پر مستقیم رہنے کی خبر دی ہے اور یہ حقیقت واقعیہ ہے کہ جن امور کو تم وجہ کفر قرار دیتے ہو۔ یہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک تمام دنیائے اسلام میں مروج اور معمول ہیں اگر اولیاء اللہ کے مقابر بڑے بڑے بت ہوتے اور ان سے استمداد اور استغاثہ کرنے والے کافر ہوتے تو تمام امت صحیح دین پر قائم نہ ہوتی بلکہ اس کے برعکس ساری امت کافر اور تمام بلاد اسلام بلاد کفر بن جاتے جن میں علی الاعلان بتوں کی پوجا ہو رہی ہوتی یا بتوں کی عبادت پر اسلام کے احکام جاری ہوتے پھر حضور کے فرمان کے مطابق اس امت کی دین صحیح پر استقامت کی حدیث کس طرح صحیح ہوتی اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ (الصواعق الالہیہ ص ۳۰ مکتبہ دمشق استنبول)

### تکفیر مسلمین کے رد پر تیسری حدیث

شیخ نجدی کا تکفیر مسلمین پر رد کرتے ہوئے علامہ سلیمان بن عبد الوہاب لکھتے ہیں:

تمہارے مذہب کے بطلان پر بخاری اور مسلم کی یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کفر کا گڑھ مشرق کی طرف ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایمان یمانی ہے اور فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۲، صحیح مسلم: ۵۱)

نیز بخاری اور مسلم میں حدیث ہے: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درآں حالیکہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور مشرق کی طرف تھا فتنہ اسی جانب سے ظاہر ہوگا۔ (صحیح مسلم الممسلسل: ۱۸۷)

اور بخاری کی روایت میں (رسول اللہ ﷺ کا فرمان) اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نجد میں۔ آپ نے تیسری بار فرمایا: وہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔

(صحیح البخاری: ۱۰۳۷)

اور امام احمد بن حنبل نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے: اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت نازل فرما ہمارے صاع اور ہمارے مد میں اور ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں پھر مشرق کی طرف منہ کر کے فرمایا: یہاں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا اور فرمایا: یہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ با ر یہ صادق القول ہے اس مآلی کی برکت۔ احمیتیں آپ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر نازل ہوں آپ نے حق امانت ادا کر دیا اور فرائض رسالت کی پیروی کر دی۔

شیخ تقی الدین نے کہا: مدینہ کی جانب شرقی (نجد) سے مسیلمہ کذاب کا ظہور ہوا اور رسول اللہ (ﷺ) کے وصال کے بعد سب سے پہلے جس فتنے کا ظہور ہوا وہ مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت تھا جس کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مکمل استیصال کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث شیخ نجدی کا دعویٰ اور کفر مسلک پر کھڑی ہے، اس سے دلالت کرتی ہے ہم ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان یمانی ہے اور فتنہ مشرق سے نکلے گا اور اس کا رسول اللہ ﷺ نے بار بار ذکر فرمایا۔

(۲) رسول اللہ (ﷺ) نے حجاز اور اہل حجاز کے لیے بار بار دعا فرمائی اور اہل مشرق خصوصاً اہل نجد کے لیے دعا کرنے سے انکار کر دیا۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نجد میں سے ہو وہ نجدی کا فتنہ ہے جس سے مسلمانوں کے ایمان میں کمی آئے گی۔

سے رائج معمولات کو کفر اور مسلمانوں کو کافر بنا دیا، بلکہ شیخ نجدی نے ان لوگوں کو بھی مافر بنا دیا جو ان مسلمانوں کو کافر نہ کہنے حالانکہ مکہ اور مدینہ اور یمن کے علاقوں میں صدیوں سے یہ معمولات رائج ہیں، بلکہ ہم کو تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اولیاء کا وسیلہ ان کی قبروں سے تو تسل اور استمداد اور اولیاء اللہ کا پکارنا یہ تمام امور دنیا میں سب سے زیادہ یمن اور حرمین شریفین میں کیے جاتے ہیں اور یہ بھی ہم کو معلوم ہوا کہ جس قدر عظیم فتنہ سرزمین نجد میں واقع ہوا وہ کسی دور میں بھی کسی اور جگہ وقوع پذیر نہیں ہوا اور (اے شیخ نجدی!) تمہارا کہنا یہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمانوں پر تمہاری اتباع واجب ہے اور جو شخص تمہارے مذہب کی اتباع کرے اور وہ مذہب کے اظہار اور دوسرے مسلمانوں کی تکفیر کی طاقت نہ رکھے اس پر واجب ہے کہ وہ تمہارے شہر کی طرف ہجرت کرے اور یہ کہ تم ہی طاقت منورہ ہو اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے: کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ

نے قیامت تک کے ہونے والے واقعات کا علم عطا فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے امت پر گزرنے والے تمام واقعات کو بتلادیا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو علم ہوتا کہ سرزمینِ مسلمانہ یعنی شہرِ نجدِ مال کا دارالایمان بنے گا اور طائفہ منصورہ اسی شہر میں ہوگا اور ایمان کے فوارے اسی شہر سے چھوڑے جائیں گے اور حرمین شریفین اور یمن بلادِ کفر بن جائیں گے جن میں بت پرستی ہوگی اور وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوگا تو رسول اللہ ﷺ ضرور اس بات کی خبر دیتے اور اہل مشرق اور خصوصاً نجد کے لیے ضرور دعا فرماتے اور حرمین شریفین اور اہل یمن کے لیے دعائے ضرر فرماتے اور رسول اللہ (ﷺ) یہ خبر دیتے کہ وہاں کے باشندے بت پرستی کریں گے اور ان متبرک علاقوں کے لوگوں سے بیزاری کا اظہار فرماتے لیکن جب ایسا نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ نے اہل مشرق کے لیے بالعموم اور نجد کے بارے میں بالخصوص خبر دی ہے کہ وہاں سے شیطان کا سینک طلوع ہوگا اور اس شہر میں اور اس شہر سے فتنے نمودار ہوں گے اور نجد کے لیے دعا کرنے سے آپ نے انکار فرمایا اور یہ بات تمہارے زعم کے بالکل برعکس ہے۔ تمہارے نزدیک جن لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی وہ کفار ہیں اور جس علاقہ کے لوگوں کے لیے رسول اللہ (ﷺ) نے دعا کرنے سے انکار کر دیا اور خبر دی تھی کہ وہاں سے شیطان کا سینک نکلے گا اور فتنوں کا ظہور ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۷) تمہارے عقیدے کے مطابق وہ علاقہ دارالایمان ہے اور اس کی طرف ہجرت واجب ہے۔

### تکفیر مسلمین کے رد پر چوتھی حدیث

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلائل کرتی ہے جس کا بخاری نے مسلم نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ تم سب (مسلمان) میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم کو مال دنیا کی بہ کثرت حاصل ہوگا اور تم مال دنیاوی کی محبت میں متفرق ہو جاؤ گے اور مال و دولت کی وجہ سے تم لوگ آپس میں لڑے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے اس طرح اس سے پہلی امتیں ہلاکت میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۳۴) عقبہ بن عامر کہتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ آخری وعظ سنا تھا۔ (آج سعودی عرب میں سیال تیل کے چشموں اور سونے کی کانوں سے روپیہ کی ریل پیل حضور ﷺ کے اس فرمان کی تصدیق ہے کہ اس وقت مرکزِ فتنہ سعودی عربیہ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

یہ حدیث شریف بھی ہمارے مذہب کے بطلان کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ قیامت تک رسول اللہ ﷺ کی امت پر جس قدر احوال گزرنے لگے حضور (ﷺ) نے وہ تمام احوال بیان فرمادیئے اور اس حدیث صحیح میں حضور نے یہ بتلادیا ہے کہ آپ کی امت بت پرستی سے محفوظ رہے گی اور نہ حضور کو اپنی امت سے بت پرستی کا خطرہ تھا اور نہ اس بات کی آپ نے خبر دی ہے اور جس چیز کا خطرہ تھا اور جس چیز سے رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا وہ مال و دولت کی کثرت اور فراوانی ہے (اور مملکت سعودی عربیہ آج اسی فتنہ میں مبتلا ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔

اور یہ حدیث تمہارے مذہب کے برعکس ہے کیونکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام امت نے بت پرستی کی اور تمام اسلامی ممالک بت پرستی سے بھر گئے اور اگر تمام دنیا میں کسی جگہ میں اسلام کی کوئی رمتی ہے تو وہ نجد میں ہے یہاں تک کہ تمہارے خیال میں روم یمن اور مغرب کے تمام علاقے (حرمین شریفین وغیرہ) بت پرستی سے بھرے ہوئے ہیں اور تم کہتے ہو کہ جو شخص ان لوگوں کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے پس تمہارے عقیدے کے مطابق تمام بلادِ اسلام کے مسلمان کافر ہیں سوا نجد شہر کے اور جو نیا دین تم لائے ہو اس کی عمر



صرف دس سال ہے۔ (الصواعق الالہیہ ص ۳۵-۳۳ مکتبہ بشیق استنبول)

(گویا اس سے پہلے گیارہ سو سال تک کے تمام مسلمان العیاذ باللہ کافر تھے۔ سعیدی غفرلہ)

اس کے بعد علامہ سلیمان لکھتے ہیں:

### تکفیر مسلمین کے رد پر یا نچویں حدیث

تمہارے مذہب کے بظان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش کی جائے لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۲) اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابویعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی کی جائے لیکن اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں پر راضی ہو گیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۹۳۷) اور امام احمد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت پر شرک کا خوف کرتا ہوں میں نے عرض کیا: حضور! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج چاند یا کسی بت کی پوجا نہیں کرے گی لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵، سند احمد ج ۳ ص ۱۲۳)

ان احادیث کی تمہارے مذہب کے بظان دلالت اس حدیث سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جس قدر چاہا اپنے غیب سے مطلع فرمایا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کو آپ نے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے اور شداد کی روایت میں آپ نے خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی نہیں ہوگی اور یہ چیزیں تمہارے مذہب کے برعکس ہیں کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بنو ہاشم اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں وجہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی قبور ہیں اس پر حج کرنا واجب ہے۔ حجاز میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے اور یہاں کے مسلمان بت پرست اور کفار ہیں۔ مگر یہاں پر عرب کے وہ تمام مسلمان ہیں جن کی سلامتی ایمان اور کفر سے براءت کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے لہذا تمام احادیث تمہارے مذہب کا رد کرتی ہیں۔ (الصواعق الالہیہ ص ۳۶-۳۵ مکتبہ بشیق استنبول)

علامہ سلیمان مزید لکھتے ہیں:

### تکفیر مسلمین کے رد پر چھٹی حدیث

اور تمہارے مذہب کے بظان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس کو صحیح قرار دیا اور امام نسائی نے اور ابن ماجہ نے عمرو بن عاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان اس بات سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش کی جائے البتہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اس کی پیروی ہوتی رہے گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۰۵۵) اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے لیکن اس کے علاوہ دوسری باتوں میں پیروی کی جانے پر راضی ہو چکا ہے ان چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے اعمال کو حقیر جانو گے پس اس بات سے احتراز کرنا اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر

تم نے اس کو منسوبی سے تمام لیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔  
ان احادیث میں تمہارے مذہب کے بطلان پر اس طرح دلالت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خصوصاً مکہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بت پرستی نہ ہونے کی خبر دی ہے اور حضور کبھی خلاف واقع خبر نہیں دیتے نیز اس میں حضور نے امت کو بشارت دی ہے اور حضور (ﷺ) کی بشارت کبھی غلط نہیں ہوتی، البتہ اس حدیث میں حضور نے بت پرستی کے علاوہ دوسری غلط باتوں مثلاً لڑائی جھگڑوں سے ڈرایا ہے اور یہ بات حدیث سے بالکل ظاہر ہے اور جن چیزوں کا نام تم شرک اکبر رکھتے ہو اور ان کے کرنے والوں کو (اولیاء سے وسیلہ شفاعت طلب کرتا اور ان کی قبروں سے فیضان طلب کرتا۔ سعیدی) بت پرستی کا مرتکب کہتے ہو ان تمام امور پر تمام اہل مکہ ان کے عوام امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں اس کے باوجود یہ تمام لوگ اب تمہارے دشمن ہیں تم کو سب و شتم کرتے ہیں اور تمہاری اس بد عقیدگی کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجتے ہیں اور مکہ مکرمہ کے علماء اور شرفاء ان تمام امور پر احکام اسلام جاری کرتے ہیں جن کو تم شرک اکبر قرار دیتے ہو اگر تمہارا گمان حق ہے تو یہ لوگ علی الاعلان کافر ہیں لیکن یہ احادیث تمہارے زعم فاسدہ رد کرتی ہیں اور تمہارے مذہب کو باطل کرتی ہیں۔ (الصواعق المبیہ ص ۷۷ مکتبہ المشرق استنبول)

### علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

علامہ شامی شیخ نجدی کی تحریک کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں محمد بن عبد الوہاب کے یروا جو نجد سے تھے رحمت پر قابض ہوئے اور وہ اپنے آپ کو ضلی المذہب کہتے تھے لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان صرف وہ یا ان کے ائمہ ہیں جو ان کے ساتھ ہیں اور جو ان کے خلاف ہیں وہ مسلمان ہی نہیں ہیں بلکہ مشرک ہیں اس بناء پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کے قتل کو جائز رکھا۔

(رد المحتار ج ۶ ص ۳۱۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

۲۸۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَنَجِّنَا﴾

خداوند! ارشاد ہے: اور (قرآن میں) تم اپنا حصہ

یہ رکھتے ہو کہ تم اس کو جھٹلاتے ہو ○ (الواقعة: ۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ”رزقکم“ کی تفسیر میں فرمایا:

رِزْقُكُمْ أَنْكُمْ تَكْذِبُونَ ﴿۱﴾ (نہ: ۱۸۳)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُكْرُكُمْ.

”شکوکم“۔

سورة الواقعة کی زبردستی میں رزق کا جو ذکر ہے اس سے مراد اس کا لازم ہے یعنی شکر، ہذا جہ اللہ کے فضل و کرم سے بارش ہو تو تم کو اس کا شکر کرنا چاہیے لیکن تم اس کو جھٹلاتے ہو اور جہ اس کے کہ تم یہ بولتے ہو کہ اللہ نے پانی برسایا تم کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے (اس تفسیر کی وجہ سے اس حدیث کی کتاب الاستسقاء سے مناسبت ظاہر ہوگئی)۔

۱۰۳۸۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از صالح

بن کیسان از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از زید بن خالد

الجہنی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صبیہ میں صبح

کی نماز پڑھائی اس وقت آسمان پر رات کی باتیں ہوتی تھیں جب

صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ

صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ

الصُّبْحِ بِالْحَدِيثِيَّةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ

فَإِنَّمَا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ  
عَنِ النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَذَرُونَنِي مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟  
قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي  
مُؤْمِنِينَ بِي وَكَافِرِينَ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ  
وَإِنَّمَا هِيَ فَضْلُكَ مُؤْمِنِينَ بِي كَافِرِينَ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا  
مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِسُوءِ كَذَا وَكَذَا فَقَدْ لِكَ كَافِرِينَ بِي  
مُؤْمِنِينَ بِالْكَوْكَبِ.

نبی ﷺ مڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا: کیا تم جانتے  
ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کے  
رسول ہی زیادہ جانتے والے ہیں (آپ نے بتایا: اللہ سبحانہ نے  
فرمایا: میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ بعض مجھ پر ایمان  
لانے والے تھے اور بعض میرا کفر کرنے والے تھے سو جنہوں نے  
کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ تجھ پر  
ایمان لانے والے تھے اور ستاروں کا کفر کرنے والے تھے اور  
جنہوں نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ  
میرا کفر کرنے والے تھے اور ستاروں پر ایمان لانے والے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۔ بَابُ لَا يَذَرِي مَتَى يَجِيءُ  
الْمَطَرُ إِلَّا اللَّهُ

اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ  
بارش کب آئے گی

چونکہ اس سے پہلے باب میں یہ ذکر کیا تھا کہ بارش صرف اللہ کے حکم اور اس کی قضاء اور قضا سے ہوتی ہے اور ستاروں کا اس میں  
کوئی دخل نہیں ہے اس لیے اس باب میں یہ بیان فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔  
وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ.

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵ میں ذکر کیا ہے۔

۱۰۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ  
سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفْتَاخُ الْغَيْبِ  
خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ: أَنْ تَعْلَمَ مَا يَكُونُ لَكَ  
غَدًا وَلَا يَعْلَمَ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْضِ وَلَا تَعْلَمَ  
نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَذَرِي نَفْسٌ بَاتِي أَرْضٍ  
تَمُوتُ وَمَا يَذَرِي أَحَدٌ مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از  
عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیب کی پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ  
سے سوا کوئی نہیں جانتا کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کا ہر گز اور کوئی  
شخص نہیں جانتا کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں  
جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ زمین پر کس  
جگہ مرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔

[اطراف اللہ: ۳۶۲، ۳۶۹، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰]

(جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۵۳، مکتبۃ الرشید الریاض: ۱۴۲۶ھ)

اس باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی موافقت اس جملہ میں ہے: غیب کی پانچ چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں

جانتا۔

## کاہنوں اور نجومیوں کی خبروں کا جھوٹا ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے جن پانچ چیزوں کے علم کی اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے نفی کی ہے ان کا ذکر لقمان: ۳۳ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو کاہن اور نجومی مستقبل کی اور غیب کی خبریں بیان کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کو اس چیز کا علم ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ منفرد ہے اس نے اس دعویٰ سے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی اور یہ کفر ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

## علوم خمسہ اور علم غیب کی تحقیق

حافظ عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں قیامت کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ یہ ذکر ہے کہ بارش کب ہوگی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جو علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان کی تعداد پانچ میں منحصر نہیں ہے بلکہ وہ اس سے بہت زیادہ ہے جتنا اس کی مخلوق کی تعداد ہے قرآن مجید میں ہے:

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُ إِلَّا اللَّهُ رَسُودًا  
فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرْدَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا  
حَبَّةٌ فِی ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِی  
کِتَابٍ مُّبِیْنٍ (الانعام: ۵۹)

اور اللہ کے پاس غیب کی چابیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہی جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو درخت پر پتا گرتا ہے اور جو دانہ زمین کی تاریکیوں میں گرتا ہے اس کو وہی جانتا ہے اور ہر تر اور خشک چیز کا ذکر لوح محفوظ میں ہے

ان پانچ چیزوں کا ذکر اس لیے کیا گیا۔ کہ لوگ ان پانچ چیزوں سے منہ کی دھرت پیش آتی تھی اور وہ کاہنوں سے اور نجومیوں سے ان کے متعلق دریافت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان پانچ چیزوں کا ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے (یعنی بالاستقلال اور بالذات اور اس کے بتائے بغیر کسی کو کسی غیب کا علم نہیں ہو سکتا۔ سعیدی غفرلہ)۔

اور اللہ تعالیٰ ان پانچ چیزوں کے افراد میں کسی فرد کی کسی اطلاع نہ دے مائے تو اس کی نفی اور یہ اطلاع اس آیت میں ہے:

عَالِمُ الْغَيْبِ قَدْ يُخَبِّرُكَ بِغَيْبِ الْأَعْدَاءِ  
الَّذِينَ هُمْ عَنْكَ بِالْأَعْيُنِ مُبْطِلُونَ (الجن: ۲۰-۲۱)

وہ ہر غیب کا علم رکھتا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا ماسوا ان سے جن کو اس نے پسند فرمایا ہے۔ (سب) رسول ہیں۔

اس آیت کی بھرپور تفصیل اور تحقیق بیان القرآن (ج ۱۲) الجن: ۲۶ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔ (سعیدی غفرلہ)

ایک لڑکی نے نبی ﷺ کے سامنے یہ شعر پڑھا:

وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِی غَدِ

تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور وہ اشعار پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۵۱۴)

اس شعر کو پڑھنے سے نبی ﷺ نے اس لیے منع فرمایا کہ کوئی نادانف حال یہ نہ سمجھ لے کہ آپ کو بالذات کفر کا علم ہے کیونکہ

جب علم کو مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے متبادر ذاتی علم ہوتا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)



رہاؤں کے بیٹوں میں کیا ہے؟ سو اللہ تعالیٰ اس کے علم کے ساتھ منفرد ہے اس سے قبل کہ وہ رحم میں بچہ کی تخلیق کا حکم دے اور اس کی موت، حیات، اس کے رزق، اس کے عمل اور اس کے اخروی انجام کو لکھنے کا حکم دے پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ”ما فی الارحام“ کا علم عطا فرمادیتا ہے جس طرح اس فرشتے کو مطلع فرماتا ہے۔

میں کہتا ہوں: آج کل التراساؤنڈ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ پیٹ میں بچہ مذکور ہے یا مونٹ اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ صحت مند ہوگا یا اس میں کوئی مہلک بیماری ہوگی اسی طرح آلات کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بارش کب ہوگی اور محکمہ موسمیات والے پیش گوئی کر دیتے ہیں کہ فلاں دن بارش ہوگی اور یہ پیش گوئی ۷۰ فی صد درست ہوتی ہے اسی طرح آلات رصد یہ سے اس کا بھی علم ہو جاتا ہے کہ دنیا میں کس تاریخ کو کس جگہ اور کس وقت سورج یا چاند گرہن ہوگا اور یہ پیش گوئی ۱۰۰ فی صد درست ہوتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر اور اس کے ان چیزوں کے علم میں منفرد ہونے پر اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ ان کو یہ علم آلات اور اسباب سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو جو علم ہے وہ ذاتی ہے اور کسی سبب، آلہ اور کسی کی تعلیم کے بغیر ہے اور ان کے علوم میں خطا کا بھی احتمال ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی خطا کا احتمال نہیں ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں: اگر ”ما فی الارحام“ وغیرہ کی اطلاع رسولوں کو دی جائے تو وہ علم یقینی ہے اور اگر رسولوں کے غیر کو ہو مثلاً صدیقین اور صالحین کو ہو تو وہ علم ظنی ہے کیونکہ ان کو بھی کبھی اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے علم پر مطلع فرمادیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر وفات آئی تو انہوں نے مجھ سے کہا: تمہارے دو بھائی ہیں اور دو بہنیں ہیں میں نے کہا: میرے دو بھائی تو ہیں، دو بہنیں کون سی ہیں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: (ان کی بیوی) بنت خارجہ حاملہ ہیں اور میرا گمان ہے کہ ان سے ایک بیٹی پیدا ہوگی ہشام کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا: میری بہن تو صرف حضرت اسماء ہیں حضرت ابو بکر نے فرمایا: بنت خارجہ حاملہ ہیں اور ان سے لڑکی پیدا ہوگی۔

کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا اور بارش کب ہوگی اس کا (کمال) قسم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بعض رسولوں کو ان چیزوں کے بعض افراد کا علم عطا فرماتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کو بہ کثرت غیوب مستقبلہ کا علم عطا فرمایا اور آپ نے ان کی خبریں دیں جس طرح آپ نے امیہ بن خلف کے قتل کی خبر دی اور حضرت سعد بن معاذ نے مکہ میں امیہ کو خبر دی تو امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد (ﷺ) جھوٹ نہیں بولتے اور آپ نے تبوک میں یہ خبر دی کہ آج رات بہت سخت آندھی آئے گی اور اسی طرح ہوا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۱۲)

اسی طرح آپ نے امیہ صاحبِ اودی سے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ یہ خبر دی کہ آپ کی بیماری میں اضافہ ہوگا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے حجرہ اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۶۴) نیز آپ نے فرمایا: نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے اس جگہ دفن کیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۸)

اور اولیاء کرام جو غیب کی خبریں دیتے ہیں وہ قطعی اور یقینی نہیں ہوتیں ظن غالب پر مبنی ہوتی ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۶ ص ۳۴۳-۳۴۲ دار ابن الجوزی ریاض: ۱۳۱۷ھ)

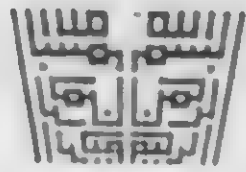
حافظ ابن رجب حنبلی نے نبی ﷺ کی غیب کی خبروں کے متعلق دو تین حدیثیں ذکر کی ہیں ہم نے تبیان القرآن میں نبی ﷺ کے علم قیامت کے متعلق الاعراف: ۱۸۷ کی تفسیر میں پچیس (۲۵) احادیث منسل حوالہ جات کے ساتھ بیان کی ہیں اور نبی ﷺ کی غیب کی خبروں کے متعلق الاعراف: ۱۸۸ کی تفسیر میں اکیاون (۵۱) احادیث منسل حوالہ جات کے ساتھ بیان کی ہیں نیز

آپ کے علم قیامت اور علم ”ما کان وما یکون“ کے متعلق مستند اور مسلم مفسرین، محدثین، ائمہ کرام کے مفصل حوالہ جات دیئے ہیں اور علم غیب کی تحقیق کی ہے۔ قارئین اس بحث کو وہاں ضرور ملاحظہ کریں۔

### کتاب الاستسقاء کا اختتام

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔  
 آج گیارہ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ / ۳۱ مارچ ۲۰۰۷ء پہ روز ہفتہ ”کتاب الاستسقاء“ مکمل ہوگئی۔ اللہ الغامین! صحیح البخاری کی باقی کتب بھی مکمل کرادینا اور میری اور میرے قارئین اور محبین اور جمیع مسلمین کی مغفرت فرمادینا۔  
 ”کتاب الاستسقاء“ میں چالیس احادیث مرفوعہ ہیں، جن میں سے نو تعلیقات ہیں، باقی احادیث موصولہ ہیں، اور اب اس کے بعد ان شاء اللہ العزیز ”کتاب الکسوف“ شروع ہوگی۔





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

## ۱۶۔ کتاب الکسوف

### سورج گہن اور چاند گہن کا بیان

”الکسوف“ کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور ”الخسوف“ کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا اور مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے ان ابواب میں سورج گہن اور چاند گہن کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان

#### ۱۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ

اس باب میں سورج گہن لگنے کی نماز کا بیان کیا ہے۔ اس کی روایت قرآن مجید اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن میں یہ آیت ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخَوِيفًا (بنی اسرائیل: ۵۹) اور ہم صرف لوگوں کو ڈرانے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ سورج کو گہن لگا کر بندوں کو ڈراتا ہے کہ اس کائنات میں سب سے عظیم مخلوق سورج ہے جب اللہ تعالیٰ ایک آن میں سورج کو بے نور کر دیتا ہے تو وہ انسان کی آنکھوں سے بصارت کا نور اور اس کے دل سے ایمان کا نور سلب کرنے پر تو بہت زیادہ قادر ہے تو بندوں کو چاہیے کہ وہ گناہوں کو ترک کرے، اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کی امت کی طرف رجوع کریں اسی میں ان کی کامیابی ہے۔ سنت سے اس کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو بکرہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم سورج اور چاند گرہن کو دیکھو تو نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰)

اور اجماع امت سے اس طرح کی روایت ہے کہ سورج گہن لگے گا تو نماز پڑھیں۔ اور اس کا انکار نہیں کیا۔

یہ نماز سنت ہے واجب نہیں ہے اور اس کی وہی شرائط ہیں جو باقی نمازوں کی ہیں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں اس کی مفصل تحقیق ہم صحیح البخاری: ۷۴۵ میں بیان کر چکے ہیں۔

۱۰۴۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنكَسَفَتِ الشَّمْسُ لِقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَجُرٍّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عوف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از یونس از الحسن از ابی بکرہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے پس سورج کو گہن لگ گیا تو نبی ﷺ اپنے تہبند کو

رَدَاءُهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلْنَا، فَصَلَّى بِنَا  
رَكْعَتَيْنِ حَتَّى انْجَلَبَ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ  
لِمَوْتِ أَحَدٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا وَاذْعُوا، حَتَّى  
يُكْشَفَ مَا بَيْنَكُمْ.

گھٹیتے ہوئے اٹھے آپ مسجد میں داخل ہوئے پس ہم بھی داخل  
ہوئے پس آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی حتیٰ کہ سورج منکشف  
ہو گیا پس نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی  
موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا پس جب تم دونوں کو (گہنایا ہوا)  
دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن ہے وہ منکشف ہو  
جائے۔

[اطراف الحديث: ۱۰۳۸-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۵۷۸۵] (سنن نسائی: ۱۳۹۱-۱۳۹۰، مسند الزہری: ۳۶۶۰، شرح السنن: ۱۳۸۶-۱۳۸۳، سنن بیہقی  
ج ۳ ص ۳۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۶۸، السنن الکبریٰ: ۵۰۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷۴، صحیح ابن حبان: ۲۸۳۳، مسند الطیالسی: ۸۷۲، سنن دارقطنی  
ج ۲ ص ۶۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۷ طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۳۹۰-ج ۳ ص ۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن عون (۲) خالد بن عبد اللہ الطحان الواسطی (۳) یونس بن عبید (۴) الحسن البصری (۵) حضرت ابو بکر بن فضال بن الحارث۔  
(عمدة القاری ج ۷ ص ۹۰)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ جب تم ان کو دیکھو تو نماز

سورج گرہن کی نماز میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احزاب کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت المغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا: جس دن حضرت ابراہیم بنی تمیمہ (آپ کے صاحب زادے) فوت ہوئے تو لوگوں نے کہا:  
ان کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا اب نبی ﷺ نے فرمایا: کسی کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی  
وجہ سے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۶۰، صحیح مسلم: ۹۱۵)

جمہور علماء کے نزدیک سورج گرہن کی نماز دو رکعت ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ ہر رکعت میں دو رکعتیں ہیں۔  
وہ اضافہ ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے۔ (دوسری احادیث صحیحہ ۱۲۱ کے خلاف ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

فقہاء اہل سنت نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ سورج گرہن کی نماز صحیح نماز کے طور پر دو رکعت ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۳۰)  
میں حضرت ابو بکر کی حدیث مذکورہ فقہاء اہل سنت کی نکتہ اس حدیث میں یہ کہ میں نے ایک حدیث سنی ہے کہ میں نے اس  
میں صرف یہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز ایسی پڑھائی چاہیے حتیٰ کہ  
سورج منکشف ہو جائے اگر لوگوں کا یہ گمان ہو کہ عنقریب سورج منکشف ہونے والا ہے اور اس کا نور معمول کے مطابق آنے والا ہے  
تب بھی ان کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس نماز میں دو رکعت زیادہ کر دیں (یعنی دو کی جگہ چار پڑھ لیں)۔

نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ جب تم سورج کو گہنایا ہو اور دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ تم پر جو گہن لگا ہے وہ منکشف ہو جائے  
اس سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب تک سورج منکشف نہ ہو جائے اس وقت تک نماز ختم نہیں کرنی چاہیے۔

امام طحاوی نے کہا: اس حدیث میں وارد ہے کہ نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ سورج کھل جائے اور امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ  
سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن اور چاند گرہن کے وقت دعا مانگنے اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح)



بخاری: ۱۰۵۹) جیسے آپ نے نماز کا حکم دیا ہے پس آپ کا یہ حکم اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے سورج گرہن کی نماز کے لیے کسی مخصوص نماز کا ارادہ نہیں کیا، لیکن آپ نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمان نماز دعا اور استغفار سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت ابو بکرؓ نے یہ کہا کہ نبی ﷺ اپنا تہبند کھینٹتے ہوئے اٹھے اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے دل میں اللہ کا کتنا خوف تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی طرف کتنی سبقت کرتے تھے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ گھبرائے ہوئے تہبند کو کھینٹتے ہوئے نماز کی طرف اٹھے تاکہ اللہ کا جو حکم نازل ہوا ہے اس کو بجالانے میں مشغول ہوں اس سے معلوم ہوا کہ تہبند کو کھینٹنا مطلقاً مذموم نہیں ہے صرف اس شخص کے لیے مذموم ہے جو قصد تہبند کو کھینٹنے۔

اس حدیث میں زمانہ جاہلیت کے اس عقیدہ کا رد ہے کہ کسی بڑے آدمی کے فوت ہونے سے سورج یا چاند کو گہن لگ جاتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹-۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے موقف پر مزید دلائل صحیح البخاری: ۷۴۵ کی شرح میں ملاحظہ فرمائیں خلاصہ یہ ہے کہ جو حدیث غورتوں سے مروی ہے اس میں ایک رکعت میں دو رکوع کا ذکر ہے اور جو حدیث مردوں سے مروی ہے اس میں ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کا ذکر ہے نیز ایک رکعت میں زیادہ رکوع کرنے کی روایت میں اضطراب ہے بعض احادیث میں دو رکوع کرنے کا ذکر ہے بعض میں تین رکوع کرنے کا ذکر ہے اور بعض میں چار رکوع کرنے کا ذکر ہے اس میں اضطراب ہے اور حدیث مضطرب لائق استدلال نہیں ہوتی ایسی صورت میں اس نماز کو اصل کی طرف لوٹنا چاہیے جیسے بخاری کی زیر بحث حدیث ہے اس میں رکوع کی زیادتی کا ذکر نہیں ہے۔

۱۰۴۱ - حَدَّثَنَا شَهَابُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ  
سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِتَوْبَةِ أَحَدٍ  
مِنَ النَّاسِ وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا  
رَأَيْتُمُوهُمَا فَاذْكُرُوا اللَّهَ أَفْكَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں شہاب بن عباد نے  
ابراہیم بن حمید نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی قیس نے حدیث  
بیان کی کہ اسماعیل بن قیس انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو مسعود  
رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سورج  
اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا لیکن  
اللہ کی نشانیاں میں سے دو نشانیاں ہیں: سورج اور چاند کی نشانیاں کو  
دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

(امراف اللہ: ۱۰۵-۱۰۴)

(صحیح مسلم: ۹۱۱، رقم المسلسل: ۲۰۷۹، سنن نسائی: ۱۳۶۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۱)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) شہاب بن عباد الکوفی العبدی (۲) ابراہیم بن عباس الرداسی یہ ۱۷۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) اسماعیل بن ابی خالد  
(۴) قیس بن ابی حازم (۵) حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الانصاری الخزرجی البدری رضی اللہ عنہ یہ بدر کے رہنے والے تھے لیکن  
غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے یہ کوفہ میں رہنے لگے تھے اور حضرت علی بن ابی طالب کے دو خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۹۸-۹۷)

قاضی ابو بکر بن العربی المتوفی ۵۴۳ھ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے سورج گرہن کی نماز میں چھ چیزوں کا حکم دیا ہے: (۱) اللہ کا

ذکر کرو (۲) دعا کرو (۳) تکبیر پڑھو (۴) نماز پڑھو (۵) صدقہ کرو (۶) غلام آزاد کرو۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۳۱ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں آپ نے سورج گہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ سورج اور چاند کو گہن لگنے کا سبب کسی کی موت اور حیات نہیں ہے بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو بندوں کو ڈرانے کے لیے ہے تاکہ وہ گناہوں سے باز آئیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کریں اور اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے۔

۱۰۴۲ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ كَانُ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَاتُ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا۔  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از عبد الرحمن بن القاسم ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ یہ خبر دیتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانی ہیں پس جب تم ان دونوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۱۳، اہرم المسلسل: ۲۰۸۶، سنن ابی یوسف: ۲۵۱۳، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۴۲۶ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبح بن الغرج ابو عبد اللہ المصری (۲) عبد اللہ بن وہب المصری (۳) عمرو بن الحارث المصری (۴) عبد الرحمن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم (۵) ان کے والد القاسم (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۹)  
اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی سورج گہن کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۴۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا أَبِي أَبُو وَهْبٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمَا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ۔ [اطراف الحديث: ۱۰۶۰-۶۱۹۹]  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن عاصم نے بیان کیا انہوں نے کہا: ابی وہب نے بیان کیا از زیاد بن علقہ از حضرت المغیرہ بن شعبہ قال کسفت الشمس علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا جس دن (آپ کے صاحب زادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے تو لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس

جب تم (گہن) دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ عزوجل سے دعا کرو۔

(صحیح مسلم: ۹۱۵، الرقم المسلسل: ۲۰۸۷، سنن نسائی: ۱۳۶۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۹۳، المعجم الکبیر: ۱۰۱۶، ج ۲۰، منصف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷۱، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۸۳۳، کتاب الدعاء للطبرانی: ۲۲۱۳، صحیح ابن حبان: ۲۸۲۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۳۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۱۷۸، ج ۳۰ ص ۱۱۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۶۳۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ ابو جعفر البخاری المسندی (۲) ہاشم بن القاسم ابو النضر اللیشی الکدانی، خراسانی، یہ بغداد میں رہے اور وہیں کیم ذی القعدہ ۲۰۷ھ میں وفات پائی (۳) شیبان بن معاذ یہ الخوی (۴) زیاد بن علاقہ (۵) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔  
(عمدة القاری ج ۷ ص ۹۹)

## حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ

حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کے صاحب زادے ۱۰ھ میں فوت ہو گئے تھے ایک قول ہے: ربیع الاول میں اور ایک قول ہے: رمضان میں اور ایک قول ہے: ذی الحجہ میں ان کی والدہ حضرت ماریہ قطیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں یہ ذی الحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی یہی مشہور قول ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۰۰)

\* صحیح البخاری: ۱۰۴۳ اور ۱۰۴۲ کی احادیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۸، ۲۰۹، ج ۲ ص ۷۳۴ پر مذکور ہیں وہاں ان کی شرح نہیں کی گئی البتہ کتاب الکسوف کے شروع میں سورج گہن پر تفصیل مذکور ہے اس کے عنوان پر ملاحظہ فرمائیے۔

① امام ابو حنیفہ کی دلیل ② ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب ③ امام ابو حنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث۔

## سورج گہن کے دن صدقہ کرنا

## ۲۔ بَابُ الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوفِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام ہاک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پس آپ نے بہت لمبا قیام کیا، پھر رکوع کیا تو بہت لمبا رکوع کیا، پھر آپ نے قیام کیا، پس لمبا قیام کیا اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا، پھر آپ نے رکوع کیا، پس لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر آپ نے سجدہ کیا، پس لمبا سجدہ کیا، پھر آپ نے دوسری رکعت پہلی رکعت کی مثل پڑھی، پھر آپ مڑے اور سورج منکشف ہو چکا تھا، پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو نہ کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے، پس جب تم سورج گہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور تکبیر پڑھو اور نماز

۱۰۴۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَفَّتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ أَفْئَةً فَأَطَالَ الْقِيَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، ثُمَّ لَامَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، وَهُوَ دُونَ الْفَيْئَةِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرُّكُوعِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُولَى، ثُمَّ انْصَرَفَ، وَقَدْ انْجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَخَطَبَ النَّاسَ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْخَفِيَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْعُوا اللَّهَ، وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا

وَقَصَّدُوا. ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ، وَاللَّهِ مَا مِنْ أَحَدٍ  
أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَّتُهُ، يَا أُمَّةَ  
مُحَمَّدٍ، وَاللَّهِ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا  
وَلَكِنْتُمْ كَثِيرًا.

پڑھو اور صدقہ کرو پھر فرمایا: اے امت محمد! اللہ کی قسم! تم میں سے  
کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت والا نہیں ہے جب اس کا بندہ زنا  
کرے یا اس کی بندی زنا کرے اور اے امت محمد! اللہ کی قسم! اگر تم  
ان چیزوں کو جان لیتے جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ  
روتے۔

[اطراف الحدیث: ۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۸-۱۰۶۳-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۲۱۲-۳۲۰۳-۳۶۲۳-۵۲۲۱-۶۶۳۱] (صحیح مسلم: ۹۰۱)  
الرقم المسلسل: ۲۰۶۱ 'سنن نسائی: ۱۳۷۱' 'سنن دارمی: ۱۵۲۹' 'سنن ابوداؤد: ۱۱۹۱-۱۱۸۷' 'السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۸۵۹' 'صحیح ابن حبان: ۲۸۴۵' 'سنن بیہقی  
ج ۳ ص ۳۳۸' 'شرح ال: ۱۱۳۲' 'معنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۶۷' 'المشقی: ۲۵۰' 'مسند الحمیدی: ۱۸۰' 'صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۹۱' 'المستدرک ج ۱ ص ۳۳۳-  
۳۳۳' 'مسند احمد ج ۶ ص ۳۳' 'شیخ قدیم مسند احمد ج ۴۰ ص ۴۹' 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' 'جامع المسانید لابن جوزی: ۵۰۸' 'المسند الطحاوی: ۹۳۷۹

### نماز کسوف میں قراءت کی مقدار

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے لمبا قیام کیا، حضرت ابن عباس سے مروی ہے: آپ نے تقریباً سورۃ البقرہ کے برابر  
قراءت کی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۵۲) اور عروہ سے روایت ہے کہ آپ نے دوسری رکعت میں تقریباً سورۃ آل عمران کے برابر قراءت کی۔  
(سنن ابوداؤد: ۱۱۸)

### نماز کسوف کی ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کرنے کی حدیث

باب مذکور کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے اسی حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا  
ہے کہ سورج گرہن کی نماز میں ایک رکعت میں دو رکوع ہیں اس کے برخلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے  
سورج گرہن کی نماز کی ہر رکعت میں تین رکوع پڑھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۸۳، سنن نسائی: ۱۳۶۹) اور حضرت جابر بن عبد اللہ  
رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۳، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۳، سنن ترمذی: ۵۶۰، سنن نسائی: ۱۳۶۷) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ  
چار رکوع کی بھی حدیث ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۰۸، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۳، سنن ترمذی: ۵۶۰، سنن نسائی: ۱۳۶۷) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ  
سے سورج گرہن کی نماز کی ہر رکعت میں پانچ رکوع کی بھی حدیث ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۸۳)

### ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق احادیث

ظاہر ہے کہ ایک رکعت میں ایک سے زیادہ رکوع کرنے کی روایت صحیح اور معتبر ہیں اور اس پر عمل کرنا صحیح ہے۔ لہذا اس  
اصل کے مطابق اس حدیث پر عمل کرنا لازم ہے جس میں ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کرنے کا ذکر ہے اور وہ احادیث درج ذیل  
ہیں:

حضرت قبیسہ حمالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گرہن لگ گیا، آپ تہبند کو گھسیٹتے ہوئے  
گھبرائے ہوئے نکلے اور میں بھی اس دن مدینہ میں آپ کے ساتھ تھا آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں لمبا قیام کیا، پھر آپ  
مڑے اور سورج منکشف ہو چکا تھا، پس آپ نے فرمایا: یہ نشانیاں ہیں اور ان سے اللہ ڈراتا ہے، پس جب تم ان کو دیکھو تو اتنی نماز پڑھو  
جتنی نماز تم قریب ترین پڑھتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۸۵، سنن نسائی: ۱۳۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گرہن لگ گیا، پھر رسول اللہ ﷺ نکلے، پس آپ



نے لوگوں کو نماز پڑھائی: آپ کھڑے ہوئے تو میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ کیا، پس میں نے دیکھا کہ آپ نے سورۃ البقرہ پڑھی، پھر آپ نے دو سجدے کیے، پھر آپ کھڑے ہوئے، پھر آپ نے لمبی قراءت کی، پس میں نے آپ کی قراءت کا اندازہ کیا، پس میں نے دیکھا کہ آپ نے سورۃ آل عمران پڑھی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۸۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے، آپ نے سورۃ البقرہ کی قراءت کے لگ بھگ طویل قیام کیا، پھر آپ نے رکوع کیا اور حدیث پوری کی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۵۲، صحیح مسلم: ۹۰، سنن نسائی: ۱۳۹۲، سنن ابوداؤد: ۱۱۸۹)

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کیا اور یہی حدیث اصل کے مطابق ہے اور امام ابوحنیفہ کا ان ہی احادیث سے استدلال ہے۔

زنا سے ڈرنا، صدقہ کرنے سے عذاب کا دور ہونا اور کھیل کود کی مذمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے سورج گرہن کی نماز کے خطبہ میں فرمایا: اللہ کو اس سے بہت زیادہ غیرت آتی ہے کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ سے کسی نے کھائی، پئے، یا زنا کیا، تو امام سے ہے کہ وہ لوگوں کو نصیحت کرے اور مسلمانوں کو نیک کاموں کا قہم دے اور ان کو گناہوں سے منع کرے، ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: پس جب تم سورج گرہن دیکھو تو اللہ سے دعا کرو اور بے پروا اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔

اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ صدقہ اور نماز اور استغفار کرنے سے اللہ کا عذاب دور ہوتا ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے غورتوں سے فرمایا تھا: تم صدقہ کیا کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ تم میں سے اکثر اہل ہار ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۰۴)

آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم ان چیزوں کو چھوڑ دینے چاہو، جن میں اللہ کا عذاب ہے، تو تم سے بہتے اور زیادہ روتے۔

اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ کھیل کود میں مستغول رہتے تھے، اسی طرح انصار شروع سے گانے بجانے کے دلدادہ تھے کیونکہ نبی ﷺ نے ایک شادی کے موقع پر فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی کھیل ہے کیونکہ انصار کھیل سے محبت کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۵۱۶۲)

یہ اس کی دلیل ہے کہ کھیل کود کے پیچھے گناہ ہیں، جن پر نشانیں سے منع فرمایا گیا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، آپ نے فرمایا: تم سو بقی کو اس کے پرہیز کرنے کی دعا کرو، جس سے اللہ کی عتاب ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۱۶۲)

(شرح ابن بطل ج ۲ ص ۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن بطل کی یہ عبارت صحابہ کرام کی شان میں بہت سخت معلوم ہوتی ہے، انہیں یہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا۔

\* باب مذکور کی یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۹۹۲، ج ۲ ص ۷۲ پر مذکور ہے، وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی، البتہ ”کتاب الکسوف“ کے شروع میں ص ۱۸ پر یہ عنوان ہیں:

① امام ابوحنیفہ کی دلیل ② ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب ③ امام ابوحنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث۔

سورج گرہن کے دن یہ نداء کرنا

کہ جماعت تیار ہے

۳۔ بَابُ النِّدَاءِ بِالصَّلَاةِ

جَامِعَةٌ فِي الْكُسُوفِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن سلام بن ابی سلام الحبشی الدمشقی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان بن عوف الزہری نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو یہ نداء کی گئی کہ جماعت تیار ہے۔ [طرف الحدیث: ۱۰۵۱]

۱۰۴۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ ابْنُ أَبِي سَلَامٍ الْحَبَشِيُّ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُودِيَ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ.

(صحیح مسلم: ۹۱۰، الرقم المسلسل: ۲۰۷۸، سنن نسائی: ۱۳۷۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷۶، شرح السنن: ۱۱۳۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۲۳، مسند احمد ج ۲

ص ۱۷۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۶۶۳۱، ج ۱۱ ص ۲۰۷، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام اسحاق بن راتوہ ہے (۲) یحییٰ بن صالح الوھاظی (۳) معاویہ بن سلام بن ابی سلام یہ ۱۶۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) یحییٰ بن ابی کثیر (۵) ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف الزہری (۶) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۰۶)

سورج گہن کی نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہے اس میں لوگوں کو جمع کرنے کے لیے صرف یہ نداء کی جاتی ہے: ”الصلوة جامعة“ یا ”جماعت تیار ہے۔“

### ۴ - بَابُ خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوفِ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ خَلَّتِ الشَّمْسُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سورج گہن کی نماز میں امام کا خطبہ

اور حضرت عائشہ اور حضرت اسماء نے کہا: نبی ﷺ نے خطبہ دیا۔

اس تعلیق کی اصل باب: ۱۶ میں آرہی ہے جس کا عنوان ہے سورج گہن کے خطبہ میں امام کا کہنا: اما بعد۔

۱۰۴۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُقَيْلٍ عَنْ أَبِي شَهَابٍ (ح). وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي شَهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ، فَكَبَّرَ، فَاقْرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے احمد بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبیدہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی زندگی میں سورج کو گہن لگ گیا سو نبی ﷺ مسجد کی طرف لکے پس مسلمانوں نے آپ کے پیچھے صف بنائی پس آپ نے اللہ اکبر کہا پس رسول اللہ ﷺ نے طویل

وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً هِيَ أَذْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ أَذْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَالَ فِي الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ فَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتْ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَأَتَنِي عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ هُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتٍ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزِعُوا إِلَى الصَّلَاةِ.

قراءت کی پھر آپ نے اللہ اکبر کہا پس طویل رکوع کیا پھر آپ نے ”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہا پس آپ کھڑے ہو گئے اور سجدہ نہیں کیا اور طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر آپ نے ”سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد“ کہا پھر سجدہ کیا پھر دوسری رکعت پہلی رکعت کی مثل پڑھی پس چار سجدوں میں چار رکوع مکمل کر دیئے اور آپ کے مڑنے سے پہلے سورج منکشف ہو گیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور اللہ کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کے شایان شان ہے پھر فرمایا: یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيرٌ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ إِنَّ أَخَاكَ يَزِيدُ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِأَلْمَدِينَةِ لَمْ يَزِدْ عَلَى رَكَعَتَيْنِ مِثْلَ حَبِيبٍ!؟ أَجَلٌ لِأَنَّهُ أَخْطَا السَّنَةَ.

اور کثیرین میں سے ایک یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جس دن سورج کو گہن لگ جاتا اس حدیث کی مثل بیان کرتے از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پس میں نے عروہ سے کہا کہ جس دن مدینہ میں گہن لگتا تھا اس دن تمہارے صبح کی نماز کی دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے عروہ نے کہا ہاں! لیکن میں نے سنت میں خطاء کی۔

اس قول کے قائل الزہری ہیں اور عروہ کے بھائی حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہیں عروہ بن الزبیر کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سورج گرہن کی نماز میں ہر رکعت میں ایک رکوع کرتے تھے اور عروہ کے نزدیک سنت یہ تھی کہ سورج گرہن کی ہر رکعت میں دو رکوع کرتے تھے لیکن عروہ نے یہ کہہ کر حضرت ابن الزبیر سے کہا کہ میں نے یہ سنت کے مطابق پڑھتے تھے اور سورج گرہن کی نماز میں ایک رکعت میں صرف ایک رکوع کرتے تھے جس سے حضرت ابن الزبیر نے سوچا کہ گہن کی نماز میں ایک رکعت کے اضافہ کے روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰) اور عروہ نے جو اپنے بھائی کو خطاء پر قرار دیا ہے اس میں ان کو خطاء ہوئی ہے جس طرح دو رکوع کی روایت میں ان کو خطاء ہوئی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عروہ تابعی ہیں اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما صحابی ہیں اور سنت کا حال تابعی کی بہ نسبت صحابی پر زیادہ منکشف ہوتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عروہ نے کہا: حضرت ابن الزبیر نے سنت میں خطاء کی اس کی وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن الزبیر تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو کہ سورج گرہن کی نماز میں ہر رکعت میں دو رکوع ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۶۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ) میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کو بھی اس مسئلہ میں خطاء ہوئی ہے کیونکہ اصل اور سنت یہی ہے کہ سورج گرہن کی ہر رکعت

میں ایک ہی رکوع ہوتا ہے ایک سے زیادہ رکوع نہیں ہوتا جیسے حضرت ابو بکرہ کی روایت میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۴۰) اور دیگر متعدد احادیث میں ایک رکوع کی تصریح ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور یہی اصل نماز کے طریقہ کے مطابق ہے اور ایک سے زائد رکوع کی روایات متعارض اور مضطرب ہیں کیونکہ ان میں دو رکوع سے لے کر پانچ رکوع تک کرنے کا ذکر ہے۔

## ۵۔ بَابُ هَلْ يَقُولُ كَسَفَتِ

الشَّمْسُ أَوْ خَسَفَتْ

سورج گہن کے لیے ”کسفت الشمس“ کہا

جائے یا ”خسفت الشمس“ کہا جائے

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سورج گہن کے لیے ”کسوف شمس“ کا لفظ آتا ہے اور چاند گہن کے لیے ”خسوف القمر“ کا لفظ آتا ہے لیکن توسعا اور مجازاً سورج گہن کے لیے ”خسوف“ کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے اور چاند گہن کے لیے ”کسوف“ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ (القیامۃ: ۸)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وَخَسَفَ الْقَمَرُ“ (القیامۃ: ۸)

(۸) یعنی چاند کو گہن لگ گیا۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اگرچہ ”کسوف القمر“ کا استعمال بھی جائز ہے لیکن زیادہ فصیح اور عمدہ ”خسوف القمر“ ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الیث نے حدیث بیان کی انہوں نے

کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا:

مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے ان

کو خبر دی کہ: ”سورج کسوف شمس“ ہوا (سورج کو گہن لگا)

اس دن آپ نے کھڑے ہو کر اللہ اکبر پڑھا پھر بہت طویل قراءت

کی پھر بہت طویل رکوع کیا پھر اپنا سرا اٹھایا پس پڑھا: ”سمع

اللہ لمن حمده“ اور اسی طرح کھڑے رہے پھر آپ نے طویل

قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی پھر آپ نے طویل رکوع

لیا اور یہ پہلی رکعت سے کم تھا پھر آپ نے طویل رکعت کیا پھر آپ

نے دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی مثل پڑھی پھر آپ نے سلام

پھیر دیا اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا پھر آپ نے لوگوں کو

خطبہ دیا پس سورج اور چاند کے گہن میں فرمایا: یہ دونوں اللہ کی

نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا

ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم ان دونوں کو دیکھو تو نماز

کی پناہ میں آؤ۔

۱۰۴۷ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْيَاسِيُّ

قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ

قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ

رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَقَامَ كَمَا هُوَ ثُمَّ

قَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ

رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُولَى

ثُمَّ سَجَدَ سَجُودًا طَوِيلًا فَقَالَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ

مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ

النَّاسَ فَقَالَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِنَّهُمَا

آيَاتَانِ مِنَ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا

لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزِعُوا إِلَى الصَّلَاةِ

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔



۶۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُخَوِّفُ اللَّهُ عِبَادَهُ بِالْكَسُوفِ  
قَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۰۵۹ میں ہے۔

۱۰۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتٍ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ . س

وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ اللَّهُ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ وَشُعْبَةُ وَخَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُونُسَ يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ! وَتَابَعَهُ أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ وَتَابَعَهُ مُوسَى عَنْ مُبَارَكٍ عَنْ الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ.

۷۔ بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ

الْقَبْرِ فِي الْكَسُوفِ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سورج گہن میں عذابِ قبر سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔ خوارزمی نے انما: سے فارغ ہونے کے بعد اس باب کی بابِ سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ سورج گہن میں بھی سورج تاریک ہو جاتا ہے اور قبر میں بھی تاریکی ہوتی ہے سو جس طرح سورج کے روشن ہونے کی دعا کی جاتی ہے اسی طرح قبر میں بھی روشنی کی دعا کرنی چاہیے اور اس کے اندھیرے سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔

۱۰۴۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَابِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تُسَالِّهَا فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذُكَ اللَّهُ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ 'وہ بیان کرکتی ہیں کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت نے آ کر سوال کیا پس آپ سے

نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ اللہ اپنے بندوں کو "کسوف" (گہن) سے ڈراتا ہے اس حدیث کو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یونس از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن اللہ تعالیٰ اس سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

ور ابو عبید اللہ نے کہا: عبد الوارث اور شعبہ اور خالد بن عبد اللہ اور حماد بن سلمہ نے از یونس کر نہیں کیا کہ اللہ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور یونس کی متابعت اشعث نے کی ہے از الحسن اور اس کی متابعت یونس نے کی ہے از مبارک از الحسن انہوں نے کہا: مجھے ابوبکرہ نے خبر دی از نبی ﷺ کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔

سورج گہن میں عذابِ قبر

سے پناہ مانگنا

عَذَابُ الْقَبْرِ . فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِدًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ.

کہا: اللہ آپ کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے! پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: آیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پناہ طلب کرتے ہوئے فرمایا۔

[أطراف الحديث: ۱۰۵۵-۱۲۷۲-۶۳۶۶] (سنن نسائي: ۱۳۹۵-۱۳۷۲ 'سنن كبرى: ۲۱۹۳' لا جري في الشريعة ص ۳۵۹ 'مسند احمد ج ۶ ص ۳۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۱۷۸-ج ۴۰ ص ۲۰۹ 'مؤسسة الرسالة' بيروت 'جامع المسانيد لابن جوزي: ۵۰۸' مكتبة الرشد رياض '۱۳۲۶هـ' المسند الطحاوي: (۹۳۷۸)

عذابِ قبر کا برحق اور سنگین ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عذابِ قبر برحق ہے اس پر ایمان اور اس کی تصدیق پر اہل سنت کا اجماع ہے اس کا انکار صرف جاہل اور بدعتی کرتا ہے البتہ جس کو اس کا علم نہ ہو وہ گناہ گار نہ ہوگا اور جس نے اس کو سنا اس پر واجب ہے کہ وہ ثقہ علماء سے اس کے متعلق معلوم کر کے اس کی تصدیق کرے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عذابِ قبر بہت سنگین ہے حتیٰ کہ نبی ﷺ نے اس سے پناہ طلب کی۔

نمبرۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت

پھر رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت ایک سواری پر سوار ہوئے  
پھر سورج کو کہیں لگ گیا، پھر نبی ﷺ چاشت کے وقت واپس  
آئے، پھر رسول اللہ ﷺ (ازواج کے) حجروں کے درمیان  
سے گزرے، پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور مسلمان آپ  
کے پیچھے مڑے۔ پس آپ نے بہت طویل قیام کیا، پھر آپ  
نے بہت طویل رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا، پھر آپ  
نے طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر آپ نے طویل  
رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھا  
کر سجدہ کیا، پھر آپ نے کھڑے ہو کر طویل قیام کیا، پھر طویل رکوع  
کیا، پھر رکوع سے سر اٹھایا، پھر طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم  
تھا، پھر طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر رکوع سے سر  
اٹھایا، پس سجدہ کیا اور آپ نماز سے مڑے، پھر جو اللہ نے چاہا، وہ  
آپ نے کہا، پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذابِ قبر سے پناہ طلب  
کریں۔

١٠٥٠ - ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرَكَبًا، فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَرَجَعَ ضَحَى، فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانِي الْحَجَرِ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي وَالنَّاسُ رَاءَهُ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ، فَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

نمازِ کسوف میں طویل سجدہ کرنا

٨ - بَابُ طَوْلِ السُّجُودِ فِي الْكُسُوفِ

۱۰۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ  
يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ  
قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُودِيَ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ  
فَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ  
ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكَعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جَلَى  
عَنِ الشَّمْسِ. قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى  
عَنْهَا مَا سَجَدْتُ سُجُودًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهَا.  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از  
ابی سلمہ از عبد اللہ بن عمرو انہوں نے بیان کیا: جب رسول اللہ ﷺ  
کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو یہ نداء کی گئی کہ نماز تیار ہے پھر  
نبی ﷺ نے ایک سجدہ کے ساتھ دو رکوع کیے پھر آپ کھڑے  
ہوئے پھر ایک سجدہ کے ساتھ دو رکوع کیے پھر آپ بیٹھ گئے پھر  
سورج منکشف ہو گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: میں نے اس  
سے پہلے کبھی اتنا طویل سجدہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۵ میں گزر چکی ہے۔

## ۹۔ بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ جَمَاعَةً

سورج گرہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ سورج گرہن کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔

## ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کے متعلق احادیث

علامہ ابوالمعالی برہان الدین سود بن سدر شریعہ ابن مازہ ہارونی متوفی ۶۱۶ھ نے لکھا ہے:

اس پر اجماع ہے کہ سورج گرہن کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ اس میں ادائیگی کے طریقہ میں اختلاف ہے  
ہمارے علماء رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ دو رکعت نماز پڑھیں ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں جس طرح باقی نمازیں پڑھی  
جاتی ہیں خواہ اس نماز کو طول دیں یا اختصار کے ساتھ پڑھیں۔ جو سورت ان کے ساتھ پڑھیں اس میں قرآن مجید کی کسی سورت  
کا پڑھنا معین نہیں ہے پھر دعائیں حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے۔

نماز کسوف دو رکعت پڑھنے پر ہماری دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے  
اتنا طویل نماز کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے پھر آپ نے رکوع کیا اور اتنا طویل رکوع کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر  
نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے رکوع کیا اور اتنا طویل رکوع کیا کہ لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے پھر آپ نے سجدہ کیا اور اتنا طویل سجدہ کیا کہ لگتا تھا  
کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت پڑھی پھر ثری سجدہ میں  
آپ نے سر آہ لی اور اف اف کہا پھر دعا کی کہ اے میرے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت عذاب نہیں  
دے گا جب تک میں ان میں ہوں! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت عذاب نہیں دے گا جب وہ استغفار کر رہے  
ہوں! پھر رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۳، سنن نسائی: ۱۸۶۷-۱۳۸۱)

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگا پس آپ دو دو رکعت نماز پڑھ رہے

تھے اور اللہ سے دعا کر رہے تھے حتیٰ کہ سورج منکشف ہو گیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۳، سنن نسائی: ۱۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۲)

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس میں ایک رکوع ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ

ذکر نہیں ہے کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور انصار کا ایک لڑکا نشانہ لگانے کی مشق کر رہے تھے اس وقت دیکھنے والے کی نظر میں سورج افق سے دو یا تین نیزے پر تھا اور اس وقت سورج سیاہ پڑ چکا تھا حتیٰ کہ وہ سیاہی مائل پودے کی طرح ہو گیا۔ پس ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: چلو! مسجد کی طرف چلیں! پس اللہ کی قسم! سورج کی اس نئی حالت کی ضرور رسول اللہ ﷺ کی امت میں کوئی نہ کوئی بات ہوگی (یعنی امت کے لیے کوئی نیا شرعی حکم ہوگا)۔ پس ہم گئے تو رسول اللہ ﷺ ظاہر تھے پس آپ نے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ پس آپ نے ہمارے ساتھ اتنا طویل قیام کیا کہ کسی نماز میں آپ نے اتنا طویل قیام نہیں کیا تھا۔ ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے پھر آپ نے ہمارے ساتھ اتنا لمبا رکوع کیا کہ کسی نماز میں ہمارے ساتھ اتنا لمبا رکوع نہیں کیا تھا۔ ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے پھر آپ نے بہت طویل سجدہ کیا۔ اتنا طویل سجدہ آپ نے کبھی ہمارے ساتھ نہیں کیا تھا اور ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے پھر آپ نے اسی کی مثل دوسری رکعت پڑھی۔ پھر جب آپ دوسری رکعت میں بیٹھے ہوئے تھے اسی وقت سورج منکشف ہو گیا۔ پھر آپ سلام پھیر کر کھڑے ہو گئے۔ پس اللہ کی حمد و ثناء کی اور یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ شہادت دی کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۱۸۳، سنن ترمذی: ۵۶۲، سنن نسائی: ۱۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۱۲۶۳)

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں ان کے جوابات

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو ایک رکعت میں دو رکوع کی احادیث مروی ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رکعت میں سورۃ دو رکوع کیے ہیں۔ کیونکہ نماز میں جتنا دوزخ نبی ﷺ کے قریب کر دی گئی اور اس نماز میں آپ اپنے ہاتھ سے کسی چیز سے بچ رہے تھے اور آگے ہو رہے تھے اور پیچھے ہٹ رہے تھے اور ان نمازوں میں آپ نے کئی بار کہا: اف اف اور کہا: کیا تو مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب میں اس کے میان ہوں تو تو ان کو عذاب نہیں دے گا اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: دوزخ میرے قریب کر دی گئی کہ میں اپنے ہاتھ سے اس کی چنگاریوں سے بچ رہا تھا اور جنت میرے قریب کر دی گئی کہ میں اس کے بلوں کو چاہتا تو لیتا اور ایک روایت میں ہے کہ اگر میں اس کے خوشوں کو توڑنا چاہتا تو توڑ لیتا۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۳۲۲، صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۷۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۳)

اور اب آپ کے دوزخ قریب کر دی گئی تو آپ نے گھر کر رکوع سے سراٹھایا اور آپ کا رکوع سے سورۃ دو رکوع تھا۔ حقیقت یہ نہیں تھا۔ جب آپ دوزخ سے باہر ہوئے تو آپ نے دوسرا رکوع پڑھا۔ کہ پھر رکوع میں جو کچھ آپ نے پڑھا وہ کی پوری ہو جائے۔ نہ یہ جگہ تھی کہ آپ نے دوسرا رکوع کیا تھا اور آپ نے یہ قیام میں صرف ایک رکوع کیا تھا جیہ کہ اس نماز میں معروف ہے۔

اور اس کی مثال یہ ہے کہ جو شخص اپنی نماز کے رکوع میں ہو پھر اس کو یاد آئے کہ اس نے رکوع سے پہلے سجدہ تلاوت کرنا ہے تو وہ رکوع سے سراٹھائے اور سجدہ میں گر جائے پھر دوبارہ رکوع پورا کرنے کے لیے رکوع کی طرف لوٹے تو یہ اس کی نماز میں دوسرا رکوع نہیں ہوگا۔

شمس اللائمہ الحلوانی نے کہا ہے کہ استاذ ابو علی النسفی نے دوسرا جواب دیا ہے اور وہی معتمد ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس نماز میں بہت طویل رکوع کیا تھا پس بعض نمازی تھک گئے اور انہوں نے اپنا سرا اوپر اٹھایا تو ان سے پیچھے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ نے رکوع سے سراٹھالیا ہے تو انہوں نے اپنے سروں کو اوپر اٹھالیا۔ پھر پہلی صف والے نبی ﷺ کی اتباع میں رکوع کی



طرف لوٹ گئے اور ان کے پیچھے نمازی بھی ان کی اتباع میں رکوع کی طرف لوٹ گئے اور دوسرے نمازیوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے ہیں اور اس قسم کا اشتباہ ان لوگوں کو ہو جاتا ہے جو آخری صف میں ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آخری صف میں نماز پڑھ رہی تھیں اور اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی بچوں کے ساتھ آخری صف میں تھے لہذا ان دونوں نے اسی کو نقل کیا جو ان کے نزدیک واقع ہوا تھا اور اگر یہ صحیح ہوتا تو یہ ایسا امر ہوتا جو نماز کے معروف طریقہ کے خلاف تھا پھر اس کو بڑے بڑے صحابہ بھی نقل کرتے جو رسول اللہ ﷺ کے قریب کھڑے ہو کر اگلی صفوں میں نماز پڑھتے تھے اور جب بڑے بڑے صحابہ نے ایک رکعت میں دو رکوع کرنے کو روایت نہیں کیا تو معلوم ہو گیا کہ صحیح وہی ہے جس کو حضرت ابو بکر و اور دوسرے کبار صحابہ نے نقل کیا ہے۔

نماز کسوف کو جماعت کے ساتھ صرف وہی امام پڑھائے جو جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے۔

(المحیط البرہانی ج ۳ ص ۱۸-۱۵، مجمع المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۳ھ)

وَصَلَّى ابْنُ عَبَّاسٍ لَهُمْ فِي صُفَّةٍ زَمَزَمَ۔

ملوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مسلمانوں کو زمزم کے

چبوترے میں سورج گہن کی نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ طاووس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو انہوں نے زمزم کے چبوترے پر دو رکعت نماز پڑھائی ہر رکعت میں چار رکعت تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۹۳، مجلس علمی بیروت ۸۳۰۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَجَمَعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا۔

اور علی بن عبد اللہ بن عباس نے سورج گہن کی نماز پڑھنے

کے لیے جمع کو جمع اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھائی۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کی معنی روایت کی ہے اور امام بخاری نے ان دونوں اثرات سے یہ

استدلال کیا ہے کہ سورج گہن کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۱۸)

۱۰۵۲۔ مَشَقَّنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ،

عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: انْخَلَسَتْ النَّفْسُ مِنْ جَسَدِي وَرَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ

سُورَةِ الْبَقَرَةِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ

قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا

طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ قَامَ

قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ

رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلم نے

حدیث بیان کی کہ امام مالک بن زید بن اسلم نے عطاء بن یسار از

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ

ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے

نماز پڑھائی سو آپ نے سورۃ البقرہ کی قراءت کے لگ بھگ قیام

کیا پھر آپ نے طویل رکوع کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا

پس طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا پھر آپ نے طویل

رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر سجدہ کیا پھر طویل قیام کیا

اور یہ پہلے قیام سے کم تھا پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے

رکوع سے کم تھا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پھر آپ نے طویل

فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ، لَا يَخْفَيَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْكُرُوا اللَّهَ. قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَأَيْنَاكَ تَسَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَعَكْعَكْتَ؟ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَسَاوَلْتُ عَنْقُودًا، وَلَوْ أَصَبْتُهُ لَا كَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَ الدُّنْيَا، وَأَرَيْتُ النَّارَ، فَلَمْ أَرْ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ، وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا نِسَاءً. قَالُوا بِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ. قِيلَ يَكْفُرْنَ بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَنَ لَوْ أَحْسَنَ إِلَى أَحَدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر آپ نے لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر آپ نے سجدہ کیا، پھر آپ لوگوں کی طرف مڑے اور اس وقت سورج منکشف ہو چکا تھا، پس آپ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گھن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے، پس جب تم اس کو دیکھو تو اللہ کو یاد کرو، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ نے اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑا ہے، پھر ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا، پس میں نے ایک خوشہ کو پکڑا، اگر میں اس کو لے لیتا تو تم اس کو جب تک دنیا باقی رہتی کھاتے رہتے اور مجھے دوزخ دکھائی گئی اور میں نے آج جیسا قبیح منظر کبھی نہیں دیکھا اور میں نے دوزخ والوں میں اکثر عورتوں کو دیکھا، صحابہ نے بچھا: وہ کیوں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ان کے کفر کی وجہ سے، کہا گیا کہ وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ خاوند کی ناسبری کرتی ہیں اور اس کی نیکی کا انکار کرتی ہیں، اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ تمام عمر میں نیکی کرتے رہو، پھر وہ کبھی تم سے تھوڑی سی کمی دیکھے تو وہ کہے گی: میں نے تم سے کبھی کوئی اچھائی نہیں دیکھی۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۷۴۸-۷۴۹ اور ۲۹ میں جی گزر چلی ہے۔

نبی ﷺ نے نمازِ کسوف میں سزا قراءت کی یا جہراً

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے سورۃ البقرہ کے لگ بھگ قیام کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اس نماز میں سزا (آہستہ) قراءت کر رہے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ جہراً قراءت کر رہے ہوں لیکن چونکہ حضرت ابن عباس کم عمر ہونے کی وجہ سے آخری صف میں تھے اس لیے آپ کو آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔

اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے نمازِ کسوف میں عین جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال اور تصویر کو؟

اس حدیث میں ذکر ہے: آپ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا۔

بہ ظاہر اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھا، یعنی آپ کے اور جنت کے درمیان جو حجابات تھے اللہ تعالیٰ نے ان حجابات کو اٹھا دیا اور آپ کے اور جنت کے درمیان جو مسافت تھی اس کو لپیٹ دیا، حتیٰ کہ آپ کے لیے جنت سے



کفار کو بیت المقدس کی نشانیوں کی خبر دے رہے تھے۔ حدیث میں ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا، پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا، پس میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر ان کو اس کی نشانیوں کی خبر دے رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۶، صحیح مسلم: ۱۷۰، سنن ترمذی: ۳۱۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۷۷، مصنف عبدالرزاق: ۹۷۱۹) میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جنت کی مثال کو بھی دیکھا ہے اور عین جنت کو بھی دیکھا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: پس میں نے ایک خوشہ پکڑا، اگر میں اس کو لے آتا تو تم اس کو اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا قائم رہتی۔

یہ حدیث اس طرح ہے جس طرح آپ نے فرمایا: اگر میرے بعد نبی ہوتا تو ضرور عمر نبی ہوتے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۶، مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۴)

اور آپ کے بعد نبی کا ہونا ممکن نہیں ہے، اسی طرح حضرت عمر کا نبی ہونا بھی ممکن نہیں ہے۔ اور اگر نبی ﷺ اس خوشہ کو لے آتے تو آپ اس کو دنیا میں نہ کھاتے کیونکہ جنت کا طعام ہمیشہ باقی رہتا ہے فنا نہیں ہوتا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ دار البقاء کی کوئی چیز دار الفناء میں ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ دنیا میں رزق صرف مشقت اور تھکاوٹ سے حاصل ہوتا ہے اور اللہ کے کلام میں تبدیلی نہیں ہوتی، نیز اللہ تعالیٰ نے جنت کے طعام کا بندوبست لوگوں میں شوق پیدا کیا ہے اور ان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ طعام بندوں کے اعمال صالحہ کی جزاء میں ان کو جنت میں ملے گا اور ان کو جزاء نہیں ہے اس لیے بندوں کو دنیا میں اس طعام کا ملنا ممکن نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میں نے جنت کو دیکھا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھا، سو آپ نے حقیقتاً جنت کو دیکھا اور آپ کے لیے جنت کی مسافت کو لپیٹ دیا گیا تھا جیسے بیت المقدس کی مسافت کو لپیٹ دیا گیا تھا، جب آپ نے بیت المقدس کو دیکھ کر قریش کو اس کی نشانیاں بتائیں۔

جنت کے خواہ اور ہمت، دنیا تک کھاتے رہنے کی توجہ یہ ہے کہ جنت کے پھلوں کو بکھایا جاتا ہے تو آپ پھل کھاتے ہیں اس کی جگہ دوسرا پھل پیدا ہو جاتا ہے۔ صاحب المسند نے جنت کے خوشہ کو دیکھنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ صحابہ جنت بالغیب (بن دیکھے) ایمان تھا، اگر وہ جنت کے خوشہ کو دیکھ لیتے اور اس کو کھا لیتے تو ان کا اس پر ایمان بالغیب نہ رہتا۔

(ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۰۳، دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

سورج گہن کی نماز کو عورتوں کا

مردوں کے ساتھ پڑھنا

۱۰۔ بَابُ صَلَوةِ النِّسَاءِ مَعَ

الرِّجَالِ فِي الْكُسُوفِ

عورتوں کے مردوں کے ساتھ نماز کسوف پڑھنے میں مذاہب فقہاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے ان فقہاء کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو مردوں کے ساتھ عورتوں کے نماز کسوف پڑھنے کو منع



کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عورتیں الگ الگ نماز کسوف پڑھیں یہ قول ثوری اور بعض کوفیین سے منقول ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۴ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر حافظ ابن حجر نے کوفیین سے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا ارادہ کیا ہے تو ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ نماز کسوف بوزھی عورتوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہوں اور امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ عورتیں تمام نمازوں میں جائیں کیونکہ سورج گہن کی منیبت سب کو شامل ہے اور توضیح میں مذکور ہے کہ امام مالک اور فقہاء کوفہ نے بوزھی عورتوں کو اجازت دی ہے اور جو ان عورتوں کو منع کیا ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جو عورتیں بناؤ سنگھار نہ کریں وہ جماعت کے ساتھ نماز کسوف پڑھنے جائیں اور جو عورتیں بناؤ سنگھار کرتی ہوں وہ اپنے گھروں میں نماز کسوف پڑھیں۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از زوجہ خود فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب سورج کو گہن لگ گیا تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ کے پاس آئی اس وقت لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ بھی کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ حضرت عائشہ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا: سبحان اللہ! میں نے پوچھا: یہ کوئی نشانی ہے؟ حضرت عائشہ نے اشارہ کیا: ہاں! حضرت اسماء نے کہا: میں کھڑی رہی حتیٰ کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر میں اپنے سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی جب رسول اللہ ﷺ نماز سے لوگوں کی طرف مڑے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کی پھر فرمایا: میں نے جس چیز کو بھی پہلے نہیں دیکھا تھا اس کو میں نے اپنی اس جگہ دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا ہے اور میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ عنقریب قبروں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی جو دجال کے فتنہ کی مثل یا قریب ہوگی۔ (راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) تم میں سے کسی ایک کے پاس (فرشتہ) کو لایا جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا: اس شخص (کریم) کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ پس رہا مومن یا یقین کرنے والا (راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں حضرت اسماء

۱۰۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أُمِّهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّيُ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ؟ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللَّهِ. فَقُلْتُ آيَةٌ؟ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَكُنْتُ حَتَّى تَجَلَّيَنِي الْغَيْسُ سَعَلَ النَّاسُ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللَّهَ وَأَتَنِي عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَاسِي هَذَا كُنْتُ أَرَى النَّارَ وَلَقَدْ وَجَّهْتُ إِلَيْهَا أَنْتَوْنِ إِلَى النَّارِ وَبِئْسَ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ لَا أَدْرِي أَيَّتُهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ يُوتَنِي أَحَدُكُمْ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلِمَكَ بِهَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ الْمُؤَقِنُ لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَاجْبِنَا وَآمِنَا وَاتَّبِعْنَا فَيَقَالُ لَهُ نَمَّ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤَقِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّتُهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا

أَدْرَى سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ.

نے کیا کہا تھا) حضرت اسماء نے کہا: وہ شخص کہے گا: یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں یہ ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لے کر آئے تھے پس ہم نے ان کے پیغام کو قبول کیا اور ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی تو اس سے کہا جائے گا: تم آرام سے سو جاؤ ہمیں معلوم تھا کہ بے شک تم یقین کرنے والے ہو اور رہا منافق یا شک کرنے والا (مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے کیا کہا تھا) وہ کہے گا: میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تو میں نے بھی کہہ دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْعَتَاةَ

فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ

جو شخص سورج گہن میں غلام آزاد

کرنے کو پسند کرتا ہے

۱۰۵۴ - حَدَّثَنَا رَبِيعُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ربیع بن یحییٰ نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عمار کہ حضرت اسماء نے بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ صَلَوةِ الْكُسُوفِ فِي السَّجْدِ

۱۰۵۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ إِنَّكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّغَابُ النَّاسِ فِي قُبُورِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِدًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ.

سورج گہن کے وقت مسجد میں پڑھنا  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھ امام مالک نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبد الرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ یہودی عورت ان کے پاس سوال کرنے آئی تو اس نے کہا اللہ آپ کو عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یہ دلوں کو ان قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے پناہ مانگتے ہوئے فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۵۶ - ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرَكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضَحَى فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانِي الْحُجَرِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ

پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ سواری پر سوار ہوئے پس سورج کو گہن لگ گیا پھر چاشت کے وقت رسول اللہ ﷺ لوٹ کر آئے پھر رسول اللہ ﷺ از واج مطہرات کے حجرہ کے درمیان سے گزرے پھر آپ کھڑے ہوئے پس آپ نے نماز پڑھی اور صحابہ

فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، ثُمَّ رَفَعَ  
 فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ  
 رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ  
 فَسَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا،  
 وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا،  
 وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا، وَهُوَ  
 دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا، وَهُوَ  
 دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ سَجَدَ، وَهُوَ دُونَ السُّجُودِ  
 الْأَوَّلِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ  
 عَذَابِ الْقَبْرِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۳۳ میں گزر چکی ہے۔

سی کی موت، اور حیات کی وجہ  
 سے سورج کو گہن نہیں لگتا

اسے حضرت ابوبکرہ، حضرت مغیرہ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت  
 ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا۔  
 امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدود نے حدیث  
 میں کی اس نے ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل  
 انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از ابو مسعود انہوں  
 نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کی  
 موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ  
 دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں پس جب تم ان دو  
 نشانیوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

۱۳ - بَابُ لَا تَنْكِسِفُ الشَّمْسُ

لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ

زَوَاهِدُ أَبُو بَكْرَةَ وَالْمَغِيرَةُ، وَأَبُو مُوسَى، وَابْنُ  
 عَبَّاسٍ، وَابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

۱۰۵۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ  
 إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ أَبِي مَرْثَدَةَ قَالَ  
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّمْسُ  
 وَالْقَمَرُ لَا تَنْكِسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ  
 وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا  
 فَتَلَوْا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَسَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
 هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ وَهِشَامِ بْنِ  
 عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا  
 قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے  
 حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی  
 انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری و ہشام بن عروہ از  
 عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ  
 ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا تو نبی ﷺ نے کھڑے

فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ وَهِيَ دُونَ قِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ دُونَ رُكُوعِهِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْفَيَانِ لِنُورِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ يُرِيهِنَّ عِبَادَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَافْزِعُوا إِلَى الصَّلَاةِ.

ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائی پس آپ نے طویل قراءت کی پھر آپ نے رکوع کیا پس طویل رکوع کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا پس طویل قراءت کی اور یہ پہلی قراءت سے کم تھی پھر رکوع کیا پس طویل رکوع کیا یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر اٹھایا پس دو سجدے کیے پھر کھڑے ہوئے پس پہلی رکعت کی مثل دوسری رکعت پڑھائی پھر کھڑے ہوئے پس فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اللہ انہیں اپنے بندوں کو دکھاتا ہے پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح حدیث: ۱۰۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ الذِّكْرِ فِي الْكُسُوفِ

رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اس کو دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔ (صحیح البخاری: ۱۰۵۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہوں نے بیان کیا کہ سورج کو گہن لگ گیا پس نبی ﷺ گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آگئی ہے پس آپ مسجد میں آئے سو آپ نے بہت طویل قیام اور رکوع اور سجود کے بعد نماز پڑھائی جو میں آپ نے کئی رکعتیں پڑھیں دیکھی تھی اور آپ نے فرمایا: یہ وہ نشانیاں ہیں جن کو اللہ عزوجل بھیجتا ہے جو کسی کی موت کی وجہ سے ہوتی ہیں نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن اللہ ان کے سبب سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے پس جب تم ان میں سے کسی چیز کو دیکھو تو اللہ کے ذکر اور اس سے دعا اور استغفار کی پناہ میں آؤ۔

۱۰۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَعَا يَخْشَى أَنْ تَكُونَ السَّحَابَةُ أَوْ السَّحَابَةُ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ رَأَيْتُهُ قَطُّ سَلَّمَ وَقَالَ هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَكُونَ لِقَابِ اللَّهِ وَلَكِنْ يَخَافُ اللَّهُ بِهِمْ ذُلَّهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَافْزِعُوا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ.

(صحیح مسلم: ۹۱۲، رقم المسلسل: ۲۰۲۲، سنن نسائی: ۱۳۹۹، صحیح

ابن خزیمہ: ۱۳۷۱، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۹۵، مکتبۃ الرشیدیہ)

(۱۳۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء بن کریب البہدانی الکوفی (۲) ابو اسامہ حماد بن زید القرظی الکوفی (۳) برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابو موسیٰ الاشعری الکوفی (۴) ان کے دادا ابو بردہ ان کا نام الحارث بن ابی موسیٰ کہا جاتا ہے (۵) عبد اللہ



بن قیس الأشعری۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۲۷-۱۲۶)

اس کی توجیہ کہ نبی ﷺ اس طرح خوف زدہ ہوئے جیسے قیامت آگئی ہو حالانکہ ابھی قیامت کی علامات نہیں آئیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس نبی ﷺ گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آگئی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ راوی نے تمثیل بیان کی ہے گویا کہ اس نے یوں کہا: آپ اس شخص کی طرح گھبرا کر کھڑے ہوئے جو ڈر رہا ہو کہ قیامت آگئی ہے ورنہ نبی ﷺ کو علم یقینی تھا کہ جب آپ صحابہ کے درمیان ہیں تو قیامت نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو تمام ادیان پر سر بلند فرمائے گا اور ابھی کتاب اپنی مدت کو نہیں پہنچی ہے۔

(شرح الکرمانی جز ۶ ص ۱۳۳ 'دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ نووی نے کہا ہے: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے تو چند چیزوں کا وقوع ضروری ہے مثلاً سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دابة الارض کا خروج، دجال کا ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور آپ کا دجال کو قتل کرنا اور یاجوج ماجوج کا نکلنا وغیرہا تو آپ کو سورج کے گہن لگنے سے کہیں یہ خوف نہ آگئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ سورج پر ہن اس سے پہلے کہ جب آپ کو قیامت کی علامات بتائی گئی تھیں یا یہ صرف راوی کا گمان ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ قیامت آگئی ہے اور اس میں آپ کی قیامت کے آنے کا اندیشہ نہیں تھا بلکہ بعض اوقات آپ کو یہ خوف ہوتا کہ امت پر عذاب آ رہا ہے اور راوی نے یہ گمان کر لیا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ قیامت آگئی ہے۔

(مسلم بشرح النووی ج ۲ ص ۲۵۰ 'مکتبہ زارعی' مصر ۱۳۱۸ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: علامہ نووی کا یہ جواب صحیح ہے کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ امت پر عذاب آ رہا ہے کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ آپ کے ہوتے ہوئے امت پر عذاب نہیں آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ. (الأنفال: ۳۳) اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ آپ ان کے درمیان ہوں اور

وہ ان پر عذاب نازل فرمادے۔

علامہ کرمانی کا جواب اس کا ہے کہ جب یہ واقعہ واقع ہوا تو قیامت کا واقعہ بعد میں آئے گا لیکن نبی ﷺ نے سورج گہن کے واقعہ کو تسلیم قرار دیتے ہوئے قیامت کو بہ نزلہ واقعہ قرار دے دیا اپنی امت کو اس پر توجہ دینے کے لیے کہ جب آپ کے بعد سورج کو گہن لگے تو وہ اس سے اس طرح خوف زدہ ہوں جیسے قیامت آگئی ہے اور اس وقت وہ اللہ عزوجل کا ذکر کریں اس سے مغفرت طلب کریں نماز پڑھیں اور صدقہ دیں کیونکہ ان کاموں سے اللہ کا عذاب ٹل جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بعض اوقات نبی ﷺ کو کسی چیز کا علم تو ہوتا ہے لیکن شدت خوف یا کسی اور کیفیت کے غالب سے اس علم سے آپ کی توجہ ہٹ جاتی ہے آپ کو علم تھا کہ وقوع قیامت سے پہلے خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوگا یا جوج ماجوج اور دابة الارض کا ظہور ہوگا لیکن شدت خوف کی وجہ سے ان امور کی طرف سے آپ کی توجہ ہٹ گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "رابطہ فقط يفعلہ" اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ کلام عرب میں "قط" کا لفظ ماضی منفی پر آتا

ہے اور یہاں نفی کا لفظ مذکور نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی حرف نفی مقدر ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے:

تَاللّٰهِ تَفْتُوْا تَذْكُرُ يُوْسُفَ. (یوسف: ۸۵)

اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے۔

یہ اصل میں "لا تفتو" ہے اس کا معنی "لا یزال" ہے یعنی ہمیشہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۱۳۔ ج ۲ ص ۳۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

## ۱۵۔ بَابُ الدُّعَاءِ فِي الْخُسُوفِ

سورج گہن کی نماز میں دعا کرنا

قَالَ أَبُو مُوسَى وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابو موسیٰ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے سورج گہن کی

نماز میں نبی ﷺ سے دعا کی روایت کی ہے۔

عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابو موسیٰ کی دعا سے متعلق حدیث صحیح البخاری: ۱۰۵۹ میں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح البخاری: ۱۰۴۴

میں ہے۔

۱۰۶۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی انہوں نے

کہا: ہمیں زیاد بن علاقہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں

نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس دن

حضرت ابراہیم (آپ کے صاحب زادے) رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو

لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن

لگ گیا ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی

نشانیوں میں ہیں ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن

لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے پس جب تم ان کو دیکھو تو اللہ

سے دعا کرو اور نماز پڑھو حتیٰ کہ سورج منکشف ہو جائے۔

حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْمَغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ

يَقُولُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ

النَّاسُ انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ

آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَبِأَيِّ

رَأْيِكُمُ هُنَا فَادْعُوا اللَّهَ وَصَلُّوا حَتَّى تَنْجَلِيَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۳ میں گزر چکی ہے۔

## ۱۶۔ بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ فِي

امام کا نماز کسوف کے خطبہ

خُطْبَةِ الْكُسُوفِ أَمَّا بَعْدُ

میں ابا بعد کہنا

۱۰۶۱۔ وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ

أَخْبَرَنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ

فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ

تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخُطِبَ فَحَمِدَ اللَّهُ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ

ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

## ۱۷۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الْقَمَرِ

چاند گہن میں نماز پڑھنا

اور ابو اسامہ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں

نے کہا: مجھے فاطمہ بنت المنذر نے خبر دی از حضرت اسماء رضی اللہ

انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ نماز سے مڑے اور اس

وقت سورج منکشف ہو چکا تھا پھر آپ نے خطبہ دیا اور اللہ کی شان

کے لائق حمد کی پھر فرمایا: ابا بعد (یعنی حمد و ثناء کے بعد)۔

۱۰۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يُونُسَ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عامر نے حدیث بیان کی از شعبہ از یونس از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۰ میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے

اس باب کا عنوان ہے: چاند گہن کی نماز اور حدیث میں سورج گہن کی نماز کا ذکر ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چاند گہن اور سورج گہن کی نمازوں کا طریقہ ایک ہے اس پر تنبیہ کرنے کے لیے امام بخاری نے عنوان چاند گہن کا قائم کیا اور اس کے تحت سورج گہن کی نماز کا ذکر کیا۔ (شرح الکرمانی ج ۶ ص ۱۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے علامہ ابن التین سے نقل کیا ہے کہ اصحابی کے نسخہ میں اس حدیث میں سورج کے گہن لگنے کے بجائے چاند کے گہن لگنے کا ذکر ہے پھر حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت یہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۱۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَفَّتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِذَاءَهُ حَتَّى انْتَبَهَى إِلَى الْمَسْجِدِ وَثَابَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ رَكَعَتَيْنِ فَأَنْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَإِنَّهُمَا لَا يَخِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ زَاكَ كَانَ ذَلِكَ فَصَلُّوا وَأَنْتُمْ رَاكِعُونَ حَتَّى تَنْجَلُوا بِكُلِّ وَذَلِكَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ بَعْدَ لَهُ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الحسن از حضرت ابکرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا پس آپ اپنے تہبند کو کھینٹے ہوئے نکلے حتیٰ کہ مسجد کی طرف پہنچے اور لوگ بھی جھپٹ کر آپ کی طرف پہنچے آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی پس سورج منکشف ہو گیا پھر آپ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا اور جب ایسا ہو جائے تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ وہ تم پر منکشف ہو جائے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دن نبی ﷺ کے صاحب زادے فوت ہو گئے تھے جن کا نام (حضرت) ابراہیم (رضی اللہ عنہ) تھا پس لوگوں نے ان کے متعلق کہا تھا (کہ ان کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۸ - بَابُ الرُّكْعَةِ الْأُولَى

فِي الْكُسُوفِ أَطْوَلُ

جب نماز کسوف میں پہلی رکعت  
لمبی پڑھی جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں سنیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عمرو از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے انہیں سورج گہن میں نماز پڑھائی اس میں چار رکوع دو سجدوں میں کیے پہلی رکعت دوسری رکعت سے زیادہ طویل تھی۔

۱۰۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا سُنْيَانٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي سَجْدَتَيْنِ الْأَوَّلُ وَالْأَوَّلُ أَطْوَلُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

چاند گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مہران نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمر نے خبر دی: انہوں نے ابن مسلم بن شہاب سے ۱۰ از عمرو از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے چاند گرہن کی نماز میں ۱۰ بار قرأت کی پس جب آپ قرأت سے فارغ ہوئے آپ نے اللہ اکبر کہا پس رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو کہا: "سَمِعَ اللَّهُ لَنَ حَمْدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" پھر آپ چاند گرہن کی نماز اسی طرح پڑھتے رہے چار رکوع دو رکعتوں اور چار سجدوں میں۔

۱۹ - بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوفِ ۱۰۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ سَمِعَ ابْنَ مُسْلِمٍ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا جَهْرًا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ بِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِهِ كَثَرَ فَرَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكَعَةِ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لَنَ حَمْدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُعَاوِدُ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكَعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ (صحیح مسلم: ۹۰۱، رقم المسلسل: ۲۰۵۹، سنن نسائی: ۱۳۹۰)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مہران ابو جعفر الجمال الرازی یہ ۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) الولید بن مسلم القرشی الاموی الدمشقی یہ ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمان بن نمر الدمشقی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب (۵) عمرو بن الزبیر بن عوف (۶) عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة قریب: ۱۰۱)

اوزاعلی وغیرہ نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از عمرو از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا پس آپ نے ایک منادی بھیجا کہ نماز تیار ہے پھر آپ نے آگے بڑھ کر دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

الولید نے کہا: اور مجھے عبد الرحمان بن نمر نے خبر دی کہ انہوں نے ابن شہاب سے اس کی مثل حدیث سنی۔

الزہری نے کہا: میں نے کہا: تمہارا یہ بھائی عبد اللہ بن الزبیر

۱۰۶۶ - وَلِلْأَوْرَاعِيِّ وَخَيْرَةُ سَيْفِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ مُنَادِيًا بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكَعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ. قَالَ الْوَلِيدُ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ نُمَيْرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهُ.

قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ مَا صَنَعَ أَخُوكَ ذَلِكَ عَبْدُ



اللہ بن الزبیرؓ 'مَا صَلَّى إِلَّا رَكَعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ' اِذْ كَیَا كَرْتَا هُیْ 'وہ جب مدینہ میں (نماز کسوف) پڑھتا ہے تو صبح کی نماز کی طرح صرف دو رکعت پڑھتا ہے؟ (عروہ نے) کہا: ہاں! اس نے سنت میں خطا کی ہے۔

یعنی الزہری نے عروہ بن الزبیر سے کہا کہ تمہارا بھائی عبد اللہ بن الزبیر کیا کرتا ہے وہ نماز کسوف میں ایک رکعت میں دو رکوع نہیں کرتا اور نماز کسوف کو صبح کی نماز کی طرح صرف دو رکعت بغیر تکرار رکوع کے پڑھتا ہے۔ ہم صحیح البخاری: ۱۰۴۶ میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور عروہ بن الزبیر تابعی ہیں اور تابعی کی یہ نسبت صحابی سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں اس لیے دراصل عروہ بن الزبیر کو سنت میں خطا ہوئی ہے نہ کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو۔

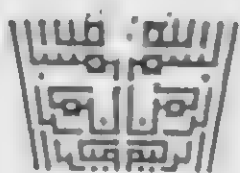
تَابَعَهُ سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ وَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ  
سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ اور سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ نے الزہری سے جبراً قراءت کرنے میں عبد الرحمن بن نمر کی متابعت کی ہے۔

”کتاب الکسوف“ کا اختتام

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله واصحابه وازواجه وذرياته اجمعين.  
آج ۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ / ۱۴ اپریل ۲۰۰۷ء بروز جمعہ ۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ تکمیل ہوگئی اس میں چالیس احادیث ہیں جن میں سے نصف موصول ہیں اور نصف معلق ہیں۔

اللہ العظیم! جس طرح اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کو مکمل فرمایا ہے، صحیح البخاری کی باقی کتب کو بھی مکمل فرمادے اور میری میرے والدین اور میرے قارئین کی اولاد کو بھی مغفرت فرمادے۔ آمین! رب العلمین۔





نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

۱۷۔ کِتَابُ سُجُودِ الْقُرْآنِ  
سجود القرآن کا بیان

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي

سُبْحُوْدُ الْقُرْآنِ

١٠٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ  
قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي اسْعَدٍ قَالَ سَمِعْتُ  
الْأَسْوَدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَرَأَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّجْمَ بِمَكَّةَ لَيْلًا  
فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ غَيْرُ شَيْخٍ أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصَى  
أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ قَالَ يَكْفِينِي هَذَا  
فَرَأَيْتَهُ بَعْدَ ذَلِكَ قُتِلَ كَافِرًا.

[ اطراف الحديث: ١٠٤٠-٣٨-١٤١-١١٦٢ ]

سجود القرآن یعنی سجدہ تلاوت کی

## احادیث کے ابواب

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: میں نے اسے از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مکہ میں سورۃ النجم کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا اور آپ کے ہاتھ اُگتھے، انہوں نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک بورے شخص کے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں کچھ کنکریاں لیں یا مٹی لی، پھر اس کو اپنی بیانی پر رکھ لیا اور کہا: مجھے یہ کافی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا: میں نے بعد میں دیکھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا۔

(۱) مسلم، ۵: ۱۲۰؛ ابوداؤد، ۱۱: ۹۵۹؛ ابن کثیر، ۱: ۱۸۷؛ ابن ماجہ، ۴: ۳۸۸

طبع قدیم سد احمد: ۳۱۸۲-۱۱۰۹، سہ ماہیۃ الرسائل بیروت، جان السانید لابن جوزی، ۳۱۹۷، سہ ماہیۃ الرسائل بیروت، ۵۱۲۳ (طحاوی: ۵۱۲۳)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن بشار ان کا لقب بندار بصری ہے (۲) غندر یہ محمد بن جعفر کا لقب ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابواسحاق السبئی ان کا نام عمرو بن عبد اللہ الکوفی ہے (۵) الاسود بن یزید النخعی (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۳۶)

سورة النجم اور المفضل (النجم، الانشقاق اور العلق) کے سجدات میں مذاہب فقہاء اور امام ابو حنیفہ کے مذہب

کی احادیث سے تقویت اور تائید

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

سورۃ النجم کے سجدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے ' کیونکہ ان کا انفصل کے سجدوں میں اختلاف ہے ' حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سورۃ النجم اور انفصل میں سجدہ کرتے تھے اور یہی امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے اصحاب میں سے ابن وہبؒ اور ابن حبیبؒ کا مذہب ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ سورۃ النجم میں سجدہ نہیں ہے ' صحابہ میں سے حضرت ابی بن کعبؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیبؒ حسن بصریؒ عطاء طاؤسؒ اور مجاہدؒ کا یہی قول ہے ' جو فقہاء سورۃ النجم میں سجدہ کو جائز نہیں سمجھتے ' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے :

حضرت زید بن ثابتؓ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کے سامنے سورۃ النجم کی تلاوت کی اور آپؐ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۷۲، صحیح مسلم: ۵۷۷)

(میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے علامہ ابن بطلالؒ کا سورۃ النجم کے سجدہ کی نفی پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ سجدہ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا ہے اور اسی لیے نبی ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے سورۃ النجم کی تلاوت سن کر سجدہ نہیں کیا تا کہ امت کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ سجدہ تلاوت آیت سجدہ سن کر فوراً واجب نہیں ہوتا۔ سعیدی وغیرہ)

علامہ ابن بطلالؒ فرماتے ہیں :

امام طبریؒ نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ ممکن ہے کہ ﷺ نے اس سجدہ نہ کیا ہو کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے خود اس سورت میں سجدہ نہیں کیا تھا اور جب آیت پڑھنے والا سجدہ کرے تب سننے والا بھی سجدہ کرتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپؐ نے اس لیے سجدہ کرنے کو ترک کیا ہوتا کہ اس پر دلیل قائم ہو کہ سجدہ تلاوت فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے ' امام طحاویؒ نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے آیت سجدہ کو اس وقت تک نہ پڑھا ہو کہ اس وقت میں سجدہ کرنا جائز نہ ہو یا اس وقت آپؐ با وضوء نہ ہوں۔

علامہ ابن القناری نے امام مالکؒ کے مذہب کی تائید میں یہ کہا ہے کہ سورۃ النجم میں سجدہ کی آیت یہ ہے :

فَاسْجُدْ لِلّٰهِ وَاعْبُدْ (النجم: ۶۲)

اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو

اس سے مراد سجدہ تلاوت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز میں اللہ کے لیے سجدہ کرو۔

نیز امام طحاویؒ نے کہا ہے کہ اگر کلام اللہ علیہ السلام کی آیت میں سجدہ کرنے کا حکم ہے تو اس سے مراد نماز کا ہے اور جس آیت میں سجدہ کی خبر دی ہے اس سے مراد سجدہ تلاوت ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۸ 'تذیبی کتب خانہ کراچی' شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۵۱ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلالؒ نے امام طحاویؒ کی پوری عبارت نہیں لکھی ' امام طحاویؒ اس قاعدہ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

اگر ہم نظر اور قیاس سے کام لیں تو جہاں سجدہ کا امر ہو ہم وہاں سجدہ تلاوت کو واجب نہیں کرتے اور جہاں سجدہ کی خبر ہو ہم وہاں سجدہ تلاوت کو واجب کرتے ہیں لیکن جس آیت پر رسول اللہ ﷺ سے سجدہ کرنا ثابت ہے وہاں آپؐ کے فعل کی اتباع کرنا اولیٰ ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۹ 'تذیبی کتب خانہ کراچی')

اس کے بعد امام طحاویؒ متونی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں :

ہم المنفصل میں سورۃ النجم اور سورۃ "اذا السماء انشقت" اور سورۃ "اقرا باسم ربك الذی خلق" میں دیکھتے ہیں کہ ان میں سجود تلاوت احادیث سے ثابت ہیں کہ ان آیات پر نبی ﷺ نے سجدات کیے ہیں۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۷۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

لہذا امام طحاوی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند کہ ان سورتوں میں سجدہ کرنے کا حکم ہے اور نظر اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان سورتوں میں سجدہ سے مراد نماز کا سجدہ ہو اور سجدہ تلاوت مراد نہ ہو لیکن چونکہ احادیث سے ان سورتوں میں نبی ﷺ کا سجدہ تلاوت کرنا ثابت ہے لہذا ہم نظر اور قیاس کو ترک کرتے ہیں اور نبی ﷺ کی احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

المنفصل کی تین آیات میں سجدہ تلاوت کا نبی ﷺ سے ثبوت

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں:

تحقیق تواتر سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے المنفصل میں سجود تلاوت کیے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ "اذا السماء انشقت" (الانشقاق: ۲۱) اور "اقرا باسم ربك الذی خلق" کی آیت: ۱۹ میں دو سجدے کیے ہیں۔

(صحیح مسلم۔ سجود التلاوة: ۱۰۹ رقم الحدیث بجا کر: ۵۷۸ الرقم المسلسل: ۱۲۷۹ شرح معانی الآثار: ۲۰۶۳)

نعمان الجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے "اذا السماء انشقت" کو پڑھا اور اس میں سجدہ کیا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس آیت میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷۷ شرح معانی الآثار: ۲۰۶۳)

ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے "اذا السماء انشقت" (الانشقاق: ۲۱) کو پڑھا اور اس میں سجدہ کیا ان سے پوچھا: آپ اس سورت میں سجدہ کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سورت میں سجدہ تلاوت کرتے دیکھا ہے سو میں اس میں سجدہ کو ہرگز ترک نہیں کروں گا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۷۸ صحیح مسلم: ۵۷۸ الرقم المسلسل: ۱۲۸۱ سنن ابوداؤد: ۱۳۰۸ سنن نسائی: ۹۶۸ شرح معانی الآثار: ۲۰۶۶)

عبداللہ بن نمیر الحنفی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے "اذا السماء انشقت" میں اور "اقم باسم ربك الذی خلق" آیت: ۱۹ میں سجدہ کیے۔ (ابوداؤد: ۱۳۰۸ سنن ماجہ: ۵۷۸ سنن ترمذی: ۵۵۰ شرح معانی الآثار: ۲۰۷۸)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے المنفصل میں سجدہ کرنے کے متعلق متواتر آثار ہیں اور ان اماموں غنیہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۶-۳۶۳ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

دس آیات سجدہ متفق علیہا ہیں

امام طحاوی فرماتے ہیں: دس سجود تلاوت میں فقہاء کا اتفاق ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) "إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ"۔ (الاحراف: ۲۰۶)

(۲) "وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلِّلُهم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ"۔ (الزمر: ۱۵)

(۳) "وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ"۔ (النمل: ۵۰)

(۴) "يَخْرُجُونَ لِلْذِّقَانِ يَسْجُدُونَ"۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۹)



- (۵) "إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا"۔ (مریم: ۵۸)  
 (۶) "أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ"۔ (الحج: ۱۸)  
 (۷) "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ"۔ (الفرقان: ۶۰)  
 (۸) "أَلَا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبَاءَ"۔ (النمل: ۲۶)  
 (۹) "إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ"۔ (الم تزل السجده: ۱۵)  
 (۱۰) "فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ"۔ (خم السجده: ۳۸)

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۷-۳۶۸ قدیمی کتب خانہ کراچی)

المفصل کی تین آیتوں کے سجدہ میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں: النجم: ۶۲، الانشقاق: ۲۱، اور العلق: ۱۹۔  
 فقہاء احناف کے نزدیک ان آیات میں سجدہ تلاوت کرنا سنت سے ثابت ہے اور امام مالک کے نزدیک نہیں ہے۔

### سورہ ص کے سجدے میں مذاہب فقہاء

اسی طرح سورہ ص کے سجدہ میں اختلاف ہے فقہاء احناف کے نزدیک یہ سجدہ ثابت ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ سجدہ شکر ہے۔ فقہاء احناف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رَوَى اللَّهُ عَنْهُ لِيْلَهُ، نے سورہ ص میں سجدہ کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۱۰، شرح معانی الآثار: ۲۰۸۸)

العوام بن حوشب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورہ ص کے سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ. (الانعام: ۸۳)  
 أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَارُ اللَّهِ. (الانعام: ۹۰)  
 ابراہیم کی بریت میں سے داؤد اور سلیمان ہیں۔  
 وہ نبی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ ان کی ہدایت کی اتباع کیجئے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے سو تمہارے نبی کو حضرت داؤد کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۸۰۶، شرح معانی الآثار: ۲۰۸۹)

عمر بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورہ ص کے سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے یہی آیت پڑھی: "أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَارُ اللَّهِ" (الانعام: ۹۰)۔

(سنن ترمذی: ۵۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹، شرح معانی الآثار: ۲۰۹۰)

### سورہ الحج کے آخری سجدہ میں مذاہب فقہاء

نیز امام طحاوی فرماتے ہیں:

الحج کے آخر میں یہ آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا. اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔ (الحج: ۷۷)

یہ سجدہ تلاوت کی آیت نہیں ہے، کیونکہ یہ آیت تعلیم کے لیے ہے اس میں خبر نہیں ہے اور تعلیم کے مقامات میں سجدہ تلاوت نہیں ہوتا۔ اس میں متقدمین کا اختلاف ہے۔

عبداللہ بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ الحج کی تلاوت کی اور اس میں دونوں سجدے کیے۔ (سنن ترمذی: ۵۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱، شرح معانی الآثار: ۲۰۹۱)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورۃ الحج کا پہلا سجدہ عزیمت ہے اور دوسرا سجدہ تعلیم کے لیے ہے اور ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۲۰۹۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

ہم نے اس باب میں جو آثار بیان کیے ہیں وہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال ہیں۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷۰۔ ۷۱، ملخصاً، قدیمی کتب خانہ کراچی)

### سجدات تلاوت کے متعلق ائمہ کے مذاہب کا خلاصہ

امام مالک کے نزدیک گیارہ سجدہ تلاوت ہیں ان میں المفصل یعنی النجم الانشقاق اور العلق کے تین سجدے شامل نہیں ہیں۔ (موطأ امام مالک۔ باب ما جاء فی سجود القرآن ج ۱ ص ۱۳۳، المکتبۃ التوفیقیہ)

امام شافعی کے قول جدید کے مطابق چارہ۔۔۔ ہیں ان میں۔۔۔ سجدے شامل نہیں ہیں۔۔۔ کا دوسرا سجدہ شامل ہے۔ (المہذب ج ۱ ص ۸۵، دار الفکر بیروت)

امام احمد کے نزدیک بھی اسی طرح چودہ سجدے ہیں۔ (الکافی ج ۱ ص ۲۷۲، ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی چارہ سجدے ہیں ان میں سورۃ ص کا سجدہ شامل ہے اور سورۃ الحج کا دوسرا سجدہ شامل نہیں ہے اس کی تفصیل امام طحاوی کی عبارت میں آچکی ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد تینوں کے نزدیک اس مسئلے میں تینوں ائمہ شافعی، امام مالک کے نزدیک یہ شامل نہیں ہیں ان کے نزدیک کل گیارہ سجدے ہیں۔

### سجدہ تلاوت کا شرعی حکم

اس میں اختلاف ہے کہ آیا سجدہ تلاوت واجب ہے یا مستحب ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت واجب ہے اور آیت پڑھنے والے پر اور اس کو سننے والے پر واجب ہے خواہ اس نے اس آیت کو قاعداً کیا ہو یا نہیں۔

اس پر صاحب ہدایہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: جس نے آیت سجدہ کی تلاوت کی یا اس کو سنا اس پر سجدہ کرنا واجب ہے علامہ ابن ہمام نے کہا: اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(فتح القدیر ج ۲ ص ۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت عنقریب آرہی ہے)

### سجدہ تلاوت کے وجوب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

سجدہ تلاوت کے وجوب پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان آیات سے استدلال کیا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ (الانشقاق: ۲۱-۲۰)

انہیں کیا ہوا وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور جب ان پر قرآن کی تلاوت کی جائے تو وہ سجدہ کیوں نہیں کرتے

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں سجدہ تلاوت نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت ادا کرنا واجب ہے۔

فَاسْجُدْ لِلَّهِ وَاعْبُدْهُ ۝ (النجم: ۶۲)

اللہ کے لیے سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں سجدہ کرنے کا حکم ہے اور حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ (العلق: ۱۹)

اور سجدہ کریں اور اللہ کے قریب ہو جائیں ○

اس آیت میں بھی امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

سجدہ تلاوت کے ثبوت میں آثار صحابہ اور مفتہاء تابعین کے اقوال

عطیہ بیان کرتے ہیں کہ سجدہ تلاوت اس پر ہے جس نے آیت سجدہ کو سنا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۲، مجلس علمی بیروت: ۱۴۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۵، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۶)

ابراہیم نافع اور سعید بن جبیر نے کہا: جس نے آیت سجدہ کو سنا اس پر واجب ہے کہ وہ سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۳۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جب کسی شخص نے وضوء ہوا... آیت سجدہ کہنے سے تو وہ وضوء کرے پھر آیت سجدہ کو

پڑھے پھر سجدہ کرے۔ (الحديث) (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جو شخص آیت سجدہ کہے اور وضوء نہ کرے اس کے پاس پانی ہو تو وہ وضوء کرے

اور سجدہ تلاوت کرے اور اگر اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ تمیم کرے اور سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

## ۲۔ بَابُ سَجْدَةِ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ

### سجدة تنزیل السجدة میں سجدہ تلاوت

۱۰۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے

سُفْيَانُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

ابن ابراہیم از عبد الرحمن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي السَّجْدَةِ قُلْ

کرتے ہیں کہ نبی ﷺ پڑھتے تھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى

الْفَجْرِ ۝ (سجدة: ۱) وَ هُوَ اَنَّى عَلَى

تنزیل السجدة "اے اسی علی انسان پر صلی کرتے

الْإِنْسَانِ ۝ (الاحزاب: ۱)۔

تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۹۱ میں گزر چکی ہے، تاہم مزید شرح کی جارہی ہے۔

بہ ظاہر یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ سورۃ قم السجدة میں سجدہ

تلاوت ادا کرتے تھے اس سورت میں سجدہ تلاوت کرنے کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سجدة کی آخری آیت میں سجدہ تلاوت کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۰۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، شرح معانی الآثار: ۲۰۷۹)

بنو سلیم کے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے حم کی پہلی آیت میں سجدہ کیا۔





امام طحاوی نے کہا: ہمارے نزدیک نظر کا تقاضا یہ ہے کہ سورہ ص کا سجدہ ان مواضع میں سے ہے جو خبر کے موضع میں ہے نہ کہ حکم کے موضع میں پس واجب ہے کہ اس کو ان امثال کی طرف لوٹایا جائے جو خبر کے موضع میں ہیں لہذا سورہ ص کا سجدہ واجب ہوگا۔  
مؤکد سجدات میں اختلاف ہے: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: مؤکد سجدات چار ہیں: ”الم تنزیل“ ”حم تنزیل“ ”النجم“ اور ”اقرأ باسم ربك“۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: مؤکد سجدات پانچ ہیں: ”الاغراف“ ”بنو اسرائیل“ ”النجم“ ”اقرأ باسم ربك“ اور ”اذا السماء انشقت“۔

ابن جبیر نے کہا: مؤکد سجدات تین ہیں: ”الم تنزیل“ ”النجم“ اور ”اقرأ باسم ربك“۔  
امام مالک نے کہا: مؤکد سجدات گیارہ ہیں ان میں مفصل کے تین سجدے اور الحج کا دوسرا سجدہ نہیں ہیں۔  
امام ابو یوسف نے کہا: سجدے چودہ ہیں ان میں الحج کا پہلا سجدہ نہیں ہے اور امام شافعی نے بھی کہا: سجدے چودہ ہیں ان میں ص کا سجدہ نہیں ہے کیونکہ یہ شکر کا سجدہ ہے اور ان کے نزدیک حج کے دونوں سجدے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۴-۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

### سورہ ص کے سجدہ کے ثبوت میں احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۵۰-۲۰۰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سورہ ص کا سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۳)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سورہ ص کا سجدہ کرتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے: ”أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدْهُمْ أَقْتِدْ“ (الانعام: ۹۰)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۵۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)  
امام بخاری نے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔ (المصنف ج ۱ ص ۱۰۷-۱۰۸، مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۲) اور دوسری روایت میں اس حدیث میں یہ اضافہ ہے: تمہارے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی پیروی کریں پس حضرت داؤد نے بھی اس پر سجدہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس پر سجدہ کیا لہذا یہ بھی مرفوع حدیث ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۲۳-۱۰۶۹، سنن ابو داؤد: ۱۳۰۳، سنن دارمی: ۱۴۶۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۰-۲۷۹)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سورہ ص پڑھیں اس وقت آپ منبر پر تھے جب آپ آیت سجدہ پڑھتے تو منبر سے اتر کر سجدہ کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)  
ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ طاؤس بھی سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سفیان بن حسین کہتے ہیں: میں اس وقت موجود تھا جب حسن بصری نے سورہ ص کی آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابوالفضلی بیان کرتے ہیں کہ مسروق سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۹۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں نے ضحاک بن قیس کو دیکھا وہ سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے میں نے اس کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس سورت میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۹۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۶۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

#### ۴۔ بَابُ سَجْدَةِ النَّجْمِ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلق کی حدیث موصول اگلے باب میں آرہی ہے۔

۱۰۷۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ تَعَالَى اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجَدَ فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِنْ حَصَى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى وَجْهِهِ فَقَالَ يَنْفِ بَنِي إِدَا فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَتَلَ كَافِرًا.

#### سورة النجم کا سجدہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ النجم کے سجدہ کو نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق از الاسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سورۃ النجم پڑھی پس آپ نے سجدہ کیا اور اس میں قوم کے ہر شخص نے سجدہ کیا پھر قوم میں سے ایک شخص نے مٹی میں گریا۔ بائیں پکڑی ۱۰۰ اس کو اپنے چہرے کی طرف بلند کیا اور کہا: اے یہ کہن ہے پس کہن یہ ہے کہ میں نے اس کو بعد میں دیکھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے صحیح البخاری: ۱۰۶۷ میں گزر چکی ہے رہا وہ شخص جس نے کنکریاں اٹھا کر اپنے چہرے تک بلند کی تھیں علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ وہ شخص اس سورت پڑھا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کی اور آپ کا مذاق اڑایا وہ شخص کافر تھا۔ اس کو دنیا اور آخرت میں سزا دی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور: ۶۳)

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے بچنا چاہیے کہ ان پر کوئی مصیبت آئے یا ان پر عذاب آئے۔

چنانچہ اس آیت پر اس شخص پر مصیبت آئی اور اس کا فتنہ یا عذاب کے دردناک عذاب کا تحقق ہوا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مسلمانوں کا مشرکین کے ساتھ سجدہ کرنا

اور مشرک نجس ہے اس کا

وضوء نہیں ہوتا

اور حضرت ابن عمر بغیر وضوء کے سجدہ تلاوت کرتے تھے۔

#### ۵۔ بَابُ سُجُودِ الْمُسْلِمِينَ مَعَ

الْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ

لَيْسَ لَهُ وَضُوءٌ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

يَسْجُدُ عَلَى غَيْرِ وَضُوءٍ.

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری سے اتر کر پیشاب کرتے پھر سواری پر سوار ہوتے پھر آیت سجدہ کو پڑھتے اور وضوء نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۲، دار الکتب العلمیہ بیروت) ذکر یا بیان کرتے ہیں کہ الشعمی نے کہا: جس شخص نے بے وضوء آیت سجدہ کی تلاوت کی وہ جس طرف چاہے منہ کر کے سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

### بے وضوء سجدہ تلاوت کرنے کی تحقیق

تاہم بے وضوء سجدہ نہ کرنے کی ممانعت میں یہ آثار ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی شخص بغیر طہارت کے سجدہ تلاوت نہ کرے۔

(سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۵، نشر المثلثان)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کا بے وضوء سجدہ تلاوت کرنا ان کے اپنے اس قول کے خلاف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے ان کی مراد طہارت سے طہارت کبریٰ ہو یعنی کوئی شخص حالت جنابت میں بغیر غسل کے سجدہ تلاوت نہ کرے یا ان کی مراد یہ ہو کہ کوئی شخص حالت اختیار میں بغیر وضوء کے سجدہ تلاوت نہ کرے اور انہوں نے جو پیشاب کر کے سجدہ تلاوت کیا تھا وہ حالت اضطرار تھی۔

بے وضوء سجدہ تلاوت کی ممانعت میں دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جو شخص آیت سجدہ کو سنے اور وضوء نہ ہو تو اس پر کوئی سجدہ نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جب کوئی شخص آیت سجدہ کو سنے اور وضوء نہ ہو تو وہ وضوء کرے اور آیت سجدہ کو پڑھ کر سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۵۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جو شخص سجدہ تلاوت کی آیت سجدہ کو سنے اور وضوء نہ ہو اگر اس کے پاس پانی ہو تو وہ وضوء کر کے سجدہ کرے اور اگر اس کے پاس پانی نہ ہو تو وہ تیمم کر کے سجدہ تلاوت کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۲۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

### امام بخاری کا خلیفہ زکریا رحمہ اللہ کا بطلان کا تبصرہ

علامہ ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

تمام شہروں کے فقہاء نے کہا ہے کہ بغیر وضوء کے سجدہ تلاوت کرنا جائز نہیں ہے اگر امام بخاری کا اس تعلق سے یہ مقصد ہے کہ چونکہ مشرکین نے دالنجہ کو سن کر سجدہ کیا تھا تو اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مشرکین نجس ہیں بغیر اسلام لانے کے ان کا وضوء اور ان کا سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تعظیم کے لیے سجدہ نہیں کیا تھا انہوں نے اس لیے سجدہ کیا تھا کہ شیطان نے رسول اللہ ﷺ کی زبان پر ان کے بتوں کا ذکر جاری کر دیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۖ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ

تیسری ایک اور (دیوی) منات کو

الْأُخْرَىٰ (النجم: ۲۰-۲۱)

پس آپ نے کہا: یہ اونچی اڑان والے پرندے بے شک ان کی شفاعت ضرور قبول کی جائے گی۔

پھر جب مشرکین نے اپنے بتوں کی تعظیم سنی تو انہوں نے سجدہ کیا، پھر جب رسول اللہ ﷺ کو یہ علم ہوا کہ شیطان نے آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری کرادیئے ہیں تو آپ بہت خوف زدہ اور غم زدہ ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کا خوف اور غم دور کرنے کے لیے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ. (الحج: ۵۲)

اور ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول اور نبی بھیجا تو جب بھی اس نے تلاوت کی تو شیطان اسے اس کی تلاوت کے دوران اس میں کچھ اپنی طرف سے ڈال دیا، پس اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے، پھر اپنی آیتوں کو خوب پختہ کر دیتا ہے۔

تنبیہ: یہ ترجمہ علامہ ابن بطلال کی ذکر کردہ روایت کے مطابق کیا گیا ہے اس کا صحیح ترجمہ ہم غفریب ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

(سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن بطلال لکھتے ہیں: یعنی جب آپ نے تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی تلاوت میں بتوں کی مذکور الصدر تعریف بھی ڈال دی، لہذا مشرکین کے سجدہ کرنے سے یہ استدلال کرنا جائز نہیں ہے کہ بے وضو سجدہ کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۵۵-۵۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث امام طبرانی نے عروہ ابن الزبیر سے انجم الکبیر: ۸۳۱۶ میں روایت کی ہے اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۱) یہ حدیث امام بزار نے مسند البزار: ۲۲۶۳ میں روایت کی ہے اور امام طبرانی نے انجم الکبیر: ۱۲۳۵۰ میں حضرت ابن عباس سے مرسل روایت کی ہے، یہ حدیث ازکلبی از ابی صالح از ابن عباس مروی ہے۔ علامہ ابیثمی نے کہا ہے: یہ بہت ضعیف سند ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۷۱) ہمارے نزدیک یہ روایت من گھڑت اور موضوع ہے، اس روایت میں ہے کہ شیطان نے نبی ﷺ کی زبان سے یہ کفریہ کلمات کہلوا دیئے تو حضرت جبریل نے آپ سے آکر کہا: آپ نے وہ بات کہی جس کو میں نے کرنا نہیں آتا، نہ اللہ تعالیٰ نے نازل کی، نہ آپ رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن و ملال کو زائل کرنے کے لیے الحج: ۵۲ نازل کی اور یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ سورۃ الحج مدنی ہے اور سورۃ النجم من کر مشرکین کے سجدہ کرنے کا واقعہ ہجرت سے کئی سال پہلے کا ہے تو گویا کئی سال بعد آپ کے حزن و ملال کو زائل کیا گیا اور کئی سال تک مشرکین اور عام مسلمان یہ سمجھتے رہے کہ آپ نے بتوں کی تعظیم کی تھی جس سے فوش ہو کر مشرکین نے انجمن سجدہ کیا تھا، حالانکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ قرآن مجید کو پانچ سال پہلے ہی رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں ہی مکمل فرمایا تھا، لہذا یہ کفریہ کلمات کسی طرح کی لمپی نہیں ہو سکتی، پھر یہ کہ یہ حدیث ہے کہ بہ قول اس روایت کے نبی ﷺ سے العیاذ باللہ یہ کفریہ کلمات صادر ہو گئے اور نبی ﷺ پر شیطان کا جبر کرنا کسی مسلمان کے نزدیک متصور نہیں ہے، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان نے آپ سے یہ کلمات کہلوا لیے ہوں، ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

الحج: ۵۲ کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے:

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی نبی اور رسول کو بھیجا تو جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں (شبہات پیدا کر کے) خلل ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے دوسرے کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔

\* ہم نے شرح صحیح مسلم ج: ۱۱۹۸-ج ۲ ص ۱۵۱ کی شرح میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے اور یہ تحقیق ص ۱۶۳-۱۵۵ تک پھیلی



ہوئی ہے۔ اور اس کی مزید شرح ہماری تفسیر تبیان القرآن الحج: ۵۲ ج ۷ ص ۷۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

نیز علامہ ابن بطلال امام بخاری کی تعلیق مذکور پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر امام بخاری نے اس تعلیق سے حضرت ابن عمر اور شعبی پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے جو بے وضوء سجدہ تلاوت کرنے کو جائز کہتے

ہیں تو پھر صحیح ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۵۵-۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام بخاری کی تعلیق مذکور پر علامہ عینی کا تبصرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا اس تعلیق کو لانے سے مقصود یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کی مشروعیت کو مؤکد کیا جائے حتیٰ کہ مشرکین نے بھی سورۃ النجم کو سن کر سجدہ کیا (اور ان کے سجدہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید میں ان کے بتوں لات مناة اور عزی کا ذکر آگیا ہے نہ یہ وجہ تھی کہ آپ کی زبان سے شیطان نے یہ کہلوایا تھا: "تلك الغرائيق العلى فان شفاعتین لترتجی" سعیدی غفرلہ) اور صحابہ نے ان کے اس فعل کو سجدہ قرار دیا اگرچہ وہ سجدہ کرنے کے اہل نہیں تھے اور جس نے سجدہ نہیں کیا تھا وہ حالت کفر میں قتل کیا گیا اور جن کو سجدہ کی توفیق دی گئی تھی ان کو اس سجدہ کی برکت سے بعد میں اسلام لانے کی توفیق دی گئی اور ان کا نیکی پر خاتمہ ہوا۔

عمدة القاری ج ۳ ص ۱۴۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۷۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكُونَ

وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ. وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ

[طرف الحديث: ۳۸۶۲]

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا میں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے

کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے والنجم کا سجدہ کیا اور آپ

کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکوں اور جن اور انس نے سجدہ کیا اور اس

حدیث کی ابن طہمان نے ایوب سے روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح تفصیل کے ساتھ گزشتہ حدیث: ۱۰۷۰ میں گزر چکی ہے۔

جس نے آیت سجدہ کو پڑھا اور سجدہ نہیں کیا

۶۔ بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ

۱۰۷۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو رَبِيعٍ قَالَ

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ

خُصَيْفَةَ عَنْ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ

أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَرَزَعَهُ

أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾

فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا. [طرف الحديث: ۱۰۷۳]

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں سلیم بن داؤد ابو ربیع

الریج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں اسماعیل بن جعفر

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن خصیفہ نے خبر دی

از ابن قسیط از عطاء بن یسار انہوں نے یہ خبر دی کہ انہوں نے

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا انہوں نے کہا کہ انہوں

نے نبی ﷺ کے سامنے سورۃ والنجم پڑھی تو آپ نے اس میں

سجدہ نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ۵۷۷، الرقم المسلسل: ۱۲۷۵، سنن ابوداؤد: ۱۳۰۳، سنن ترمذی: ۵۷۶، سنن نسائی: ۹۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۵۶۸، صحیح ابن حبان:

۲۷۶۹، سنن دارمی: ۱۳۷۲، المعجم الکبیر: ۴۸۲۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۴، شرح السنہ: ۷۶۹، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۳، طبع قدیم:



قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ (الانشقاق: ۱). فَسَجَدَ بِهَا. فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ؟ قَالَ لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ لَمْ أَسْجُدْ.

نے خبر دی از یحییٰ از ابی سلمہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ”اذا السماء انشقت“ (الانشقاق: ۱) کو پڑھا پس اس کا سجدہ کیا پس میں نے کہا: اے ابو ہریرہ! کیا میں آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ رہا؟ انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں سجدہ نہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۸۔ بَابُ مَنْ سَجَدَ لِسُجُودِ الْقَارِيءِ  
وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَتَسْمِعُنَّ بَنِي حَذَلَمَ وَهُوَ غُلَامٌ فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ أَسْجُدُ فَإِنَّكَ إِمَامُنَا.

جس نے آیت سجدہ پڑھنے والے کی وجہ سے سجدہ کیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمیم بن حذلم سے کہا اس وقت وہ نو عمر لڑکے تھے انہوں نے حضرت ابن مسعود کے سامنے آیت سجدہ پڑھی تو حضرت ابن مسعود نے ان سے کہا: تم سجدہ کرو کیونکہ میں تم ہمارے امام ہوں۔

اس تعلق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے اور اس کے مندرجہ بالا باب میں حدیث ہے۔  
سلیم بن حظلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے سورہ بنی اسرائیل پڑھی جب میں آیت سجدہ پر پہنچا تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اس کو پڑھو پس بے شک تم اس میں ہمارے امام ہو۔

۱۰۷۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْهِ السُّورَةَ فِيهَا السُّجْدَةُ فَسَجَدُ وَتَسْجُدُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدًا يَسْجُدُ مَعَهُ.

مسند ابی شیبہ: ۴۳۹، مجلہ علمی بیروت، ص ۳۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت) بخاری: ۱۰۷۵، حدیث کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ ہمارے سامنے سورہ کی کوئی سورت پڑھتے ہیں آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے کسی شخص سجدہ کرنے کی جگہ ہی نہ ملتی۔ [اطراف الحدیث: ۱۰۷۶-۱۰۷۹]

### سجدہ تلاوت کرنے کے وجوب پر مزید دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:  
تمام شہروں کے فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جب تلاوت کرنے والا آیت سجدہ کی تلاوت کرے تو جو اس کے پاس بیٹھا ہوا آیت سجدہ کو سن رہا ہو اس پر واجب ہے کہ اس کے سجدہ کے ساتھ وہ بھی سجدہ کرے حضرت عثمان نے کہا: جو آیت سجدہ کو سنے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۵۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)  
میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطل نے اس عبارت میں یہ اعتراف کر لیا ہے کہ آیت سجدہ کو سننے سے سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے۔

علامہ یعنی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت سجدہ کی تلاوت سے تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے خواہ وہ نماز میں ہوں یا خارج از نماز ہوں۔ (مدۃ القاری ج ۷ ص ۱۵۳)

المہلب نے کہا: اس حدیث میں ہے: پس آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے 'حتیٰ کہ ہم میں سے کسی شخص کو سجدہ کرنے کی جگہ بھی نہیں ملتی' اس سے معلوم ہوا کہ نیکی پر حرص کرنی چاہیے اور نبی ﷺ کے افعال کی کامل متابعت واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۰ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

## ۹۔ بَابُ اَزْدِحَامِ النَّاسِ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ السَّجْدَةَ

جب امام آیت سجدہ کو پڑھے  
تو لوگوں کا رش

۱۰۷۶۔ حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ اَدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ اخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ فَنَزْدَجِمُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا لِحَبِيبِهِ مَوْضِعًا سَجْدًا عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ آیت سجدہ کو پڑھتے اور ہم آپ کے پاس ہوتے تھے آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی سجدہ کرتے پھر رش ہو جاتا تھا کہ کسی کو اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہ ملتی جس پر وہ سجدہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح 'گزشتہ حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

## ۱۰۔ بَابُ مَنْ رَأَى أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُوجِبِ السَّجْدَةَ

جس کا یہ نظریہ تھا کہ اللہ عز و جل نے  
سجدہ تلاوت کو واجب نہیں کیا

وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ الرَّجُلِ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا؟ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا؟ كَأَنَّهُ لَا يُرْسِبُهُ عَلَيْهِ

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص آیت سجدہ کو سنتا ہے اور اس کے لیے بیٹھتا نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ بیٹھ گیا تو پھر؟ گویا کہ انہوں نے اس پر سجدہ تلاوت کو واجب نہیں کیا۔

اس تعلق کی اصل اس حدیث میں ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ ابوالعلاء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مطرف سے پوچھا: ایک شخص کو یہ شک ہے کہ اس نے آیت سجدہ کو سنا ہے یا نہیں سنا؟ مطرف نے کہا: اگر اس نے سن بھی لیا تو پھر کیا ہے؟ پھر مطرف نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: ایک شخص نہیں جانتا کہ آیا اس نے آیت سجدہ کو سنا ہے یا نہیں؟ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اس نے سن بھی لیا ہے تو پھر کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے اس کے لیے صبح

نہیں کی۔

اس تعلق کی اصل اس حدیث میں ہے:



امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ اپنی سند کے ساتھ ابو عبد الرحمن سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور اس مسجد میں لوگ قرآن مجید پڑھ رہے تھے انہوں نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا تو حضرت سلمان سے ان کے ساتھی نے کہا: اے ابو عبد اللہ! کیوں نہ ہم ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوں (یعنی سجدہ کریں) حضرت سلمان نے کہا: ہم نے اس لیے معذرت نہیں کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۵۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنَّمَا  
السَّجْدَةُ عَلَى مَنْ اسْتَمَعَهَا.

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سجدہ تلاوت صرف اس شخص پر واجب ہے جس نے آیت سجدہ کو بہ غور سنا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

اس میں سے اس سب دین حدیث ہے۔  
امام عبد الرزاق بن حنبل متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک قصہ گو کے پاس سے گزرے اس نے آیت سجدہ پڑھی تاکہ وہ سجدہ کرے اس کے ساتھ حضرت عثمان تھے پس حضرت عثمان نے کہا: سجدہ اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو آیت سجدہ کو بغور سنے پھر حضرت عثمان چلے گئے اور انہوں نے سجدہ نہیں کیا۔

(منصف عبد الرزاق: ٥٢٩٣، دار الكتب العلمية، بيروت ١٤٢٢هـ)

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا تَسْجُدْ إِلَّا لِلَّهِ تَكْبِيرًا  
فَإِذَا سَجَدْتَ وَأَنْتَ فِي حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ  
كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كُنَّ وَجْهُكَ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ عدم وجوب کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تم سوار ہو تو کوئی حرج نہیں خواہ تمہارا منہ کسی طرف ہو کیونکہ یہ نفل کی دلیل ہے اور وجوب کو حالت امن میں سواری پر ادا نہیں کیا جاتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۷، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

وَمَا كَانَ الشَّيْءُ مِنْ يَدِهِ لَا يَسْتَعِذُّ بِشَيْءٍ  
الْقَاصِ.

اور صاحب ان یزید نصہ کی آیت سے یہاں پر یہ نہیں کرتے  
تھے۔

اس تعلیق کے مناسب یہ حدیث ہے:

الزہری نے کہا کہ ابن المسیب مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ جاتے اور قصہ گو آیت سجدہ پڑھتا تو وہ اس کے ساتھ سجدہ نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے: میں اس لیے نہیں بیٹھا تھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۵۹۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۳۸، مجلس علمی، بیروت)

۱۰۷۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مَلِيكَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ بے شک ابن جریج نے انہیں خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابو بکر

التَّيْمِيّ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَدَيْرِ التَّيْمِيّ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَبِيعَةُ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ، عَمَّا حَضَرَ رَبِيعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ سُورَةَ النَّحْلِ، حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ، وَسَجَدَ النَّاسُ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ، قَرَأَ بِهَا، حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ، قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّا لَمُرُّوْا بِالسُّجُودِ، فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ، وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا إِيَّاهُ عَلَيْهِ. وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. وَزَادَ نَافِعٌ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُودَ إِلَّا أَنْ تَشَاءَ.

بن ابی ملیکہ نے خبر دی از عثمان بن عبد الرحمان التیمی از ربیعہ بن عبد اللہ بن الہدیر التیمی ابو بکر نے کہا: ربیعہ ان تمام لوگوں سے بہتر تھے۔ ربیعہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے جمعہ کے دن منبر پر سورۃ النحل پڑھی حتیٰ کہ آیت السجدہ آ گئی پھر حضرت عمر نے منبر سے اتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا حتیٰ کہ جب اگلا جمعہ آیا تو حضرت عمر نے پھر اس سورت کو پڑھا حتیٰ کہ جب آیت السجدہ آئی تو حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: اے لوگو! ہم سجدہ سے گزر رہے ہیں پس جس نے سجدہ کیا تو اچھا کیا اور جس نے سجدہ نہیں کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ نے سجدہ نہیں کیا اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ سے یہ اضافہ کیا ہے کہ بے شک اللہ نے سجدہ تلاوت کو فرض نہیں کیا سوا اس کے کہ ہم چاہیں۔

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

### حدیث مذکور میں وجوب کے خلاف الفاظ کے جوابات

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر نے فرمایا: جس نے سجدہ نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سجدہ تلاوت آیت پڑھنے کے فوراً بعد واجب نہیں ہوتا، سو حضرت عمر کے اس قول کا معنی یہ ہے کہ جس نے فوراً سجدہ نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے سجدہ تلاوت کیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عمر کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب نہیں تھا، ہو سکتا ہے حضرت عمر نے اس لیے فوراً سجدہ نہیں کیا تا کہ ان نمازیوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ سجدہ تلاوت بعد میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب تھا اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبد اللہ بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے صبح کی نماز پڑھائی پس سورۃ الحج کی تلاوت کی اور اس میں دو سجدے کیے۔ (سنن ترمذی: ۵۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱، شرح معانی الآثار: ۲۰۹۱)

### سجدہ تلاوت کے وجوب کے خلاف حافظ ابن حجر کی تاویلات اور مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے قول "فَاسْجُدُوا" (الجم: ۶۲) کو استحباب پر محمول کیا جائے گا یا اس سے مراد نماز کا سجدہ مراد لیا جائے یا اس کو فرض نماز میں وجوب پر محمول کیا جائے گا اور سجدہ تلاوت میں اس کو استحباب پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ امام شافعی کا قاعدہ ہے کہ وہ لفظ مشترک سے دونوں معنی مراد لیتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۶، دار المعرفۃ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی یہ عبارت اس سوال کا جواب ہے کہ امام بخاری کا یہ عنوان کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے جب کہ قرآن مجید میں سجدہ تلاوت کرنے کا صریح امر موجود ہے "فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا" (الجم: ۶۲) اور

فرمایا: ”وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ“ (العلق: ۱۹) ان دونوں آیتوں میں سجدہ کرنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے لہذا سجدہ تلاوت کرنا از روئے قرآن واجب ہے اور امام بخاری کا یہ عنوان صریح قرآن کے خلاف ہے اس کا حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ یہاں امر استحباب کے لیے ہے لیکن حافظ ابن حجر کا یہ جواب غلط ہے کیونکہ امر میں اصل وجوب ہے اور جب تک وجوب کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو اس کو کسی اور معنی پر محمول کرنا باطل ہے غالباً حافظ ابن حجر کو خود بھی اپنے اس جواب کے باطل ہونے کا احساس تھا اس لیے انہوں نے دوسرا جواب دیا کہ: یا اس سے مراد نماز کا سجدہ ہے لیکن ان کا یہ جواب بھی باطل ہے کیونکہ ان آیتوں کے سیاق اور سباق میں نماز کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لیے ان کا یہ جواب بھی باطل ہے اور سب سے زیادہ غلط بات یہ کہی ہے کہ فرض نماز میں ”اسجدوا“ کا لفظ وجوب کے لیے ہے اور سجدہ تلاوت میں استحباب کے لیے ہے اور اس پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے اس کے دلائل میں سے یہ ہے کہ امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ سجدہ تلاوت کا صیغہ امر سے بھی ذکر ہے اور صیغہ خبر سے بھی ذکر ہے اور جہاں صیغہ امر سے ذکر ہے وہاں اختلاف ہے جیسے الحج کا دوسرا سجدہ النجم اور العلق پس اگر سجدہ تلاوت واجب ہوتا تو جہاں اس کا ذکر صیغہ امر سے ہے تو وہ اس کے زیادہ لائق تھا کہ وہاں اس کے وجوب پر اتفاق ہوتا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۸۶ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام طحاوی کی یہی مبارت نقل نہیں کی، امام طحاوی نے کہا ہے کہ جہاں سجدہ کا ذکر امر کے صیغہ سے ہے وہاں اختلاف ہے کہ اس سے مراد سجدہ تلاوت ہے یا نہیں اس لیے اس سے یقینی طور پر یہ سجدہ تلاوت مراد نہیں ہے لیکن چونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے النجم میں سجدہ کیا ہے اس لیے ہم نے یہاں پر قیاس کو چھوڑ دیا اور احادیث کی اتباع میں یہاں سجدہ تلاوت کو واجب کہا ہے۔ (دیکھئے: شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۹ قدیری کتب خانہ کراچی)

اسی طرح سجدہ تلاوت کے وجوب پر اس دلیل الاستقناع: ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳ میں اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور فرمایا ہے:

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ (الانشاق: ۲۱-۲۰) ان کو کیا ہوا یہ ایمان کیوں نہیں لاتے ۝ اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو یہ سجدہ کیوں نہیں کرتے ۝

قرآن ان کی قطعاً آیت ہے مگر ان میں سے کفار ہیں ان کی تمام تادیبات ہے سو ان کی طرح ان سجدہ تلاوت کے وجوب کے خلاف اپنی حقیقات سے جدا غلطی کر رہے ہیں وہ بھی ان آیات سے متصان نہ ہوئے کہ ان کی امت نہیں رکھتے نیز اس کے علاوہ ان آثار کے مزاحم وہ آثار ہیں جو سجدہ تلاوت کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں جن کو ہم صحیح البخاری: ۱۰۶۷ میں پیش کر چکے ہیں اور یہ سجدہ تلاوت کے وجوب پر بہت قوی دلیل ہے۔ والحمد لله رب العلمین۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول جو پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت کو فرض نہیں کیا یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم سجدہ تلاوت کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں۔

جس نے نماز میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی

۱۱۔ بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ

پس اس پر سجدہ کیا

فِي الصَّلَاةِ فَسَجَدَ بِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

۱۰۷۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْتَمِرٌ قَالَ

سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ، فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ﴿(الانشقاق: ۱)﴾ فَسَجَدَ، فَقُلْتُ مَا هَذَا؟ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے کہا: مجھے بکر نے حدیث بیان کی از ابی رافع انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پس انہوں نے یہ آیت پڑھی: ”اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ“ (الانشقاق: ۱) پس سجدہ کیا میں نے کہا: یہ کیسا سجدہ ہے انہوں نے کہا: میں نے ابو القاسم رضی اللہ عنہ کے پیچھے اس آیت پر سجدہ کیا تھا پس میں ہمیشہ اس آیت پر سجدہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ ان سے مل جاؤں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۶۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ مَنْ لَمْ يَجِدْ مَوْضِعًا

لِلسُّجُودِ مِنَ الزَّحَامِ

۱۰۷۹ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا السُّجُودُ، فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ، حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدًا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ.

جس نے رش کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہیں پائی

اس حدیث کی روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ اس سورت کو پڑھتے تھے جس میں سجدہ تھا پس آپ سجدہ کرتے اور ہم سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم کسی ایک اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہیں پاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۵۰ میں گزر چکی ہے۔

”ابواب سجود القرآن“ کی تکمیل

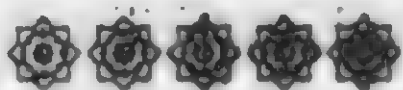
یہاں ”ابواب سجود القرآن“ کی تکمیل ہوئی۔ ان ابواب میں پندرہ احادیث ہیں جن میں سے سب سورہیں اور باقی موصول ہیں اور نو احادیث گزر رہی ہیں اور چھ خالص ہیں۔

اللہ العظیم! نعمۃ الباری کو کمال فرمادے اور میری اور میرے والدین کی مغفرت فرمادے۔

والحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین

وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریئہ اجمعین.

۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ / ۸ اپریل ۲۰۰۷ء







موقع پر حاضر تھا آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں ٹھہرے اور صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے: اے شہر والو! چار رکعت نماز پڑھو! ہم مسافر ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۲۹، سنن ترمذی: ۵۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں سترہ دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو مکہ میں سترہ دن ٹھہرے وہ قصر کرے اور جو زیادہ دن ٹھہرے وہ نماز پوری پڑھے۔

(صحیح البخاری: ۱۰۸۰، سنن ابوداؤد: ۱۲۳۰، سنن ترمذی: ۵۳۹، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۵)

امام ابوداؤد نے کہا: عباد بن منصور نے کہا: عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ انیس دن ٹھہرے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں پندرہ دن ٹھہرے اور نماز کو قصر کرتے رہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۳۱، سنن نسائی: ۱۳۵۲)

امام ابوداؤد نے کہا: اس حدیث کو عبیدہ بن سیمان اور احمد بن خالد الوہبی اور مسلمہ بن الفضل نے ابواسحاق سے روایت کیا ہے

اور اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں سترہ روز ٹھہرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے

تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۸۱، صحیح مسلم: ۶۹۳، سنن ابوداؤد: ۱۲۳۳، سنن نسائی: ۱۳۳۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کی طرف گئے آپ دو رکعت نماز

پڑھتے تھے حتیٰ کہ ہم مدینہ کی طرف لوٹ آئے پس ہم نے کہا: کیا تم نے وہاں کچھ دن ایسا کیا تھا حضرت انس نے کہا: ہم نے دس

دن قیام کیا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۳۳)

### مدت قصر کی احادیث میں علامہ عینی حنفی کے بیان کردہ مماثل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مدت اقامت در اصل پندرہ دن ہے سیاق و سباق سے ظاہر ہے کہ اس کی روایت میں اس کی تصریح ہے جو حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سترہ دن اقامت کی روایت بھی بیان کی اس میں ایک دن میں

داخل ہونے کا ایک دن مکہ سے خارج ہونے کا بھی شرط کر لیا ہے یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن میں ہے اور حضرت

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ آپ ﷺ میں سترہ روز ٹھہرے تھے اس حدیث میں تین دن ایام میں داخل ہونے کے

بھی شامل کر لیے گئے ہیں اور جو دن رات کا ہے وہ امام ابوداؤد نے بغیر ذکر کے بیان میں اس کی روایت مرسل

ہے اور حضرت انس سے جو دس دن کی روایت ہے اس میں صرف مکہ میں اقامت کے ایام مراد ہیں تین دن ایام منیٰ میں قیام کے اور

دو دن آنے اور جانے کے مراد نہیں ہیں۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۶۹-۱۶۸، مع زیادة دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۱ھ)

### مدت قصر کی احادیث میں علامہ ابن بطال مالکی کے بیان کردہ مماثل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

باب مذکور کی حدیث: ۱۰۸۰ میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ انیس دن ٹھہرے اور قصر کرتے رہے۔

نبی ﷺ انیس دن ٹھہر کر اس لیے قصر کرتے رہے کہ آپ نے طائف کا محاصرہ کیا ہوا تھا یا آپ ہوازن کی جنگ میں مشغول

تھے پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس مدت کو نماز کے قصر اور اتمام کے درمیان حد بنادیا اور کہا: جب ہم سفر کرتے تو انیس دن ٹھہرے

کر قصر کرتے اور اس سے زیادہ ٹھہرتے تو نماز کو مکمل کرتے۔

المہلب نے کہا ہے کہ فقہاء اس حدیث کی اس طرح تاویل نہیں کرتے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تاویل کی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس مدت میں قیام کا عزم نہیں کیا تھا کیونکہ آپ فتح کا انتظار کر رہے تھے پھر اس کے بعد نبی ﷺ روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گمان کیا کہ انیس دنوں تک قصر کرنا لازم ہے پھر اس کے بعد آدی جتنے دن ٹھہرے ان میں پوری نماز پڑھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور ان دنوں میں نماز قصر کرتے رہے اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۳۴۷) اور امام ابن عیینہ نے ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سالم بن عبد اللہ سے سوال کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کس طرح قصر کرتے تھے انہوں نے کہا: جب وہ قیام کا پختہ ارادہ کر لیتے تو نماز پوری پڑھتے تھے اور جب وہ یہ کہتے کہ میں آج روانہ ہوں گا اور کل روانہ ہوں گا تو نماز کو قصر کرتے خواہ وہ بیس راتیں ٹھہرتے۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی فقہاء نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ نبی ﷺ کا مکہ میں انیس دن ٹھہرنا اس کو وطن بنانے کے لیے نہیں تھا تا کہ مکہ سے ہجرت سے رجوع نہ ہو جائے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ جس نے دس راتیں اقامت کی نیت کی وہ پورا نماز پڑھے گا یہ اور دوسروں ہے جو بیس دنوں میں ان کی تاویل کے خلاف ہے اور مجھے ائمہ فتویٰ میں سے کسی کے قول کا علم نہیں ہے جس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے منافی کہا ہو اور انیس دنوں کو قصر کی حد قرار دیا ہو سو یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منفرد موقف ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے سترہ دن قیام کیا اور نماز کو قصر کرتے رہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: جس نے سترہ دن قیام کیا وہ نماز کو قصر کرے اور جس نے اس سے زیادہ قیام کیا وہ نماز پوری پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۵، مجلس علمی ہمدان)

اور باب مذکور کی اس حدیث کو عباد بن حمزہ نے حرمہ سے روایت کیا ہے جس میں انیس دنوں کا ذکر ہے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے اور سترہ دنوں کا قول بھی فقہاء میں سے صرف امام شافعی کا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص خصوصیت سے دارالحرب میں سترہ راتیں قیام کرے وہ قصر کرے اور میں اس باب میں ان شاء اللہ اس کا ذکر کروں گا۔

ابن حجر عسقلانی کی حدیث کے بعد دوسرے فقہاء قیام کرے، وہ پوری نماز پڑھے۔ (صحیح ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۱) تو غریب اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف کا ذکر آئے گا اور اس کے شرع میں فقہاء کے احوال اور ان کے دلائل ذکر کروں گا۔

فقہاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی یہ تاویل بھی کی ہے کہ آپ مکہ میں بیس دن ٹھہرے تو روانہ ہونے کی نیت سے ٹھہرے تھے اور جوان عورتیں آپ کو روانہ ہونے سے مانع تھیں اور جس شخص کی روانہ ہونے کی نیت ہو وہ بہر حال قصر کرے گا خواہ وہ طویل مدت تک قیام کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث (۱۰۸۰) سے یہ فقہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان دشمن کی سرزمین میں ہوں اور اس میں ایک مدت تک اقامت کی نیت کریں تو وہ اس پوری مدت میں نماز کو قصر کریں گے کیونکہ ان کو یہ علم نہیں ہوگا کہ ان کو کب روانہ ہونا ہے۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ ابن القصار نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر مسلمان دارالحرب میں ٹھہریں اور ہر روز روانہ ہونے کا انتظار کریں تو ان کے لیے سترہ یا اٹھارہ دنوں تک نماز کو

قصر کرنا جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ دن ٹھہریں تو وہ نماز پوری پڑھیں اور اس قول پر ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ حوازن میں اتنی مدت تک ٹھہر کر قصر کرتے رہے تھے اور امام شافعی نے اپنے اس قول میں دوسرے فقہاء کی مخالفت کی ہے اور ان کا پہلا قول جو دوسرے فقہاء کے موافق ہے وہ صحیح ہے کیونکہ جو شخص دارالحرب میں ٹھہرتا ہے اس کی اقامت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اقامت اس پر موقوف ہے کہ اس کو کب فتح حاصل ہوگی اور دشمن کی سرزمین مسلمانوں کے لیے دار اقامت نہیں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے تبوک میں بیس دن قیام کیا اور نمازوں میں قصر کرتے رہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۳، مجلس علمی) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آذربائیجان میں تھے مہینے جہاد کرتے رہے اور قصر کرتے رہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نیشاپور میں دو سال تک نماز میں قصر کرتے رہے اور صحابہ کی ایک جماعت نے اسی طرح کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۸۸، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۷-۶۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

### مدت قصر میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سفر میں قصر کی جس مدت کے بعد نماز پوری پڑھنا فرض ہے وہ اکیس (۲۱) نمازوں کی مدت ہے جب نمازیں اکیس سے زیادہ جائیں تو پھر پوری نماز پڑھی جائے گی۔ امام مالک، امام شافعی اور ابو ثور کا بھی یہی مذہب ہے کہ جب کوئی شخص چار دن قیامت کی نیت کرے گا تو دو دن کی نیت پڑھے گا اور جب چار دن سے زیادہ اقامت کرے گا تو پوری نماز پڑھے گا کیونکہ تین دن قلت کی حد ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہاجر حج کے افعال مکمل کرنے کے بعد مکہ میں تین دن رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۹۸۵، سنن ترمذی: ۱۰۰۹، سنن نسائی: ۱۳۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۰۳، سنن ابی داؤد: ۴۲۹، ج ۲ ص ۲۲۹) اور سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بیت سے حج کی بات کی تو ان میں سے جو تجارت کے لیے آئے ان کے لیے تین دن مقرر کیے۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۳۸، نثر النعمان)

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تین دن سفر کے حکم میں ہیں اور جو اس سے زائد دن ہوں وہ اقامت کے حکم میں ہیں اور سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے پندرہ دن قیام کیا تو وہ پوری نماز پڑھے گا اور اگر اس سے کم قیام کیا تو وہ قصر کرے گا یہ مذہب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر، ابی ہریرہ، اسعد بن ہشام، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس دونوں نے کہا ہے کہ جب تم آؤ اور تمہارے دن میں یہ کہ تم پندرہ دن ٹھہرو گے تو پوری پڑھو گے اور اس قول کا کوئی مخالف معروف نہیں ہے اور سعید بن المسیب سے بھی اس قول کی مثل مروی ہے۔ (السنن ج ۲ ص ۵۲۹، دارالحدیث قاہرہ: ۱۴۲۵ھ)

### مدت قصر میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تصریح

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

سفر کا حکم اس وقت تک رہے گا حتیٰ کہ وہ کسی شہر یا بستی میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن اقامت کی نیت کرے اور اگر اس نے اس سے کم مدت اقامت کی نیت کی تو وہ قصر کرے گا اور یہ مدت حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔

(ہدایہ مع البنا ج ۳ ص ۲۵۷-۲۵۵، مکتبہ خانیہ، لبنان)



## مدت قصر میں امام ابوحنیفہ کی تائید میں آثار اور اقوال تابعین

مجاہد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: جب تم مسافر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن قیام کرو تو نماز پوری پڑھو اور جب تمہیں روانگی کا پتا نہ ہو تو نماز پوری پڑھتے رہو! امام محمد نے کہا: ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار لامام محمد: ۱۸۸، 'ادارۃ القرآن' کراچی: ۱۳۰۷ھ)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرتے تو اپنی سواری کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے اور چار رکعت نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۱، 'مجلس علمی بیروت'، 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۱۶'، 'دارالکتب العلمیہ' بیروت، 'مصنف عبدالرزاق: ۴۳۵۵') ابوہریر بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: جب تم پندرہ دن سے زیادہ اقامت کی نیت کرو تو نماز پوری پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۲، 'مجلس علمی بیروت'، 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۱۷'، 'دارالکتب العلمیہ' بیروت) دکنج بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان سے سنا کہ جب تم کسی جگہ پر پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرو تو پوری نماز پڑھو جب تم اس جگہ داخل ہو اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کب روانہ ہو گے تو دو رکعت نماز پڑھتے رہو خواہ ایک سال قیام کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۵، 'مجلس علمی بیروت'، 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۲۱'، 'دارالکتب العلمیہ' بیروت) داؤد بن ابی ہند بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا: جب کوئی شخص پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے تو پوری نماز پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۹۶، 'مجلس علمی بیروت'، 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۱۲'، 'دارالکتب العلمیہ' بیروت، 'مصنف عبدالرزاق: ۴۳۶۰')

## نماز قصر کی مشروعیت کی ابتداء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ضحاک نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ نبی ﷺ اسلام کی ابتداء میں ظہر اور عصر کی نماز دو دو رکعت پڑھتے تھے اور مغرب کی تین رکعت پڑھتے تھے اور عشاء اور فجر کی دو دو رکعت پڑھتے تھے۔ اگر جب قرآن نازل ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اشارہ کیا کہ آپ ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور عشاء کی چار رکعت پڑھیں اور فجر کی دو رکعت پڑھیں اور انہوں نے کہا: یا محمد (ﷺ)! رہا پہلا فریضہ تو وہ آپ کی امت کے مسافروں اور مجاہدوں کے لیے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: تاجروں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ تم نے فرمایا کہ ہم کسی نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَإِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْأَرْضِ فَلْيَسْئَلُوا عَنْكُمْ جَنَاحُ  
أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ. (النساء: ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں ہو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

پھر وحی منقطع ہو گئی پھر اس کے ایک سال بعد نبی ﷺ کسی غزوہ میں گئے پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکین کے کہا: (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب نے اپنی سواریوں پر تمہیں قدرت دی پس تم ان پر حملہ کیوں نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے دو نمازوں کے درمیان یہ آیت نازل فرمائی:

إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا. (النساء: ۱۰۱)

اگر تم کو یہ خوف ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کریں گے۔

سلیمان یثکری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نماز کو قصر کرنے کا حکم کس دن نازل ہوا تو انہوں نے بتایا کہ ہم شام سے آنے والے قریش کے قافلہ کے مقابلہ کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب ہم کعبہ کے درختوں کے پاس

پہنچے تو قصر کی آیت نازل ہو گئی۔۔ (جامع البیان جز ۵ ص ۲۸۶ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن الاثیر نے شرح المسند میں لکھا ہے کہ ۳۷ھ میں نماز کو قصر کرنے کا حکم نازل ہوا۔

تفسیر العلوی میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سب سے پہلے نماز عصر کو قصر کیا گیا، نبی ﷺ نے غزوہ ذی

انمار میں عسنان میں نماز عصر کو قصر کیا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متونی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ تمام دلائل کو جمع کرنے سے مجھ پر یہ منکشف ہوا ہے کہ شب معراج کو دو دو رکعت نماز فرض ہوئی، ماسوا مغرب کے، پھر ہجرت کے بعد صبح کی نماز کے علاوہ نمازوں میں اضافہ کر دیا گیا، جیسا کہ امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ذکر کی ہے، فجر کی نماز کو اس لیے ترک کر دیا گیا کہ اس میں لمبی قراءت کی جاتی ہے اور مغرب کی نماز کو اس لیے ترک کر دیا گیا کہ وہ دن کے وتر ہیں، پھر جب چار رکعت نماز مقرر ہو گئی تو سفر میں اس آیت (النساء: ۱۰۱) کے نزول کے وقت اس میں تخفیف کر دی گئی اور اس کی تائید علامہ ابن الاثیر کے اس قول سے ہوتی ہے کہ ۳۷ھ میں نماز کو قصر کیا گیا تھا اور اس کی مزید تائید دوسروں کے اس قول سے ہوتی ہے کہ نماز خوف ۳۷ھ میں فرض کی گئی تھی اور اس آیت کا نزول نماز خوف میں ہوا ہے، الدولابی نے ذکر کیا ہے کہ ربیع الثانی ۲ھ میں نماز قصر ہوئی، اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ ہجرت کے ایک سال بعد ہوئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ہجرت کے چالیس سال بعد نماز قصر کر دیا گیا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي اسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيُ ثَلَاثِينَ رُكْعَةً حَتَّى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ. قُلْتُ أَلَسْتُمْ بِثَلَاثِينَ رُكْعَةً؟ قَالَ أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا. [طرف الحديث: ۴۲۹۷]

م بخاری ۱۰۸۱ - تے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ سے مکہ کئی طرف گئے، آپ دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آ گئے، میں نے پوچھا: آپ لوگوں نے مکہ میں کتنے دن قیام کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: ہم نے دس دن قیام کیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۹۳، سنن ابی داؤد: ۵۵۷، سنن ابی حنبلہ: ۳۸، سنن ترمذی: ۵۴۸، سنن نسائی: ۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷، سنن مصنف عبد الرزاق: ۴۳۳۶، مصنف ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۳، سنن دارمی: ۱۵۱۰، صحیح ابن خزیمہ: ۹۰، صحیح ابن حبان: ۲۷۵۳، انجم الاوسط: ۵۰۰۳، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۶، شرح الن: ۱۰۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۷، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۹۳۵، ج ۲۰ ص ۲۷۴، مؤسسة الرسالة، بیروت، مسند الطحاوی: ۲۷۲)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمر المنقری المتقعد (۲) عبد الوارث بن سعید ابو عبیدہ (۳) یحییٰ بن ابی اسحاق الحنفری، یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۴۲۹۷)

### حدیث میں مذکور مکہ میں دس دن قیام کا محمل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ بختہ کے دن ۱۴ ذی الحج کی صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور بدھ کی رات آپ نے وادی المحصب میں گزاری اور اسی رات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کیا تھا اور اس کی صبح ۱۴ ذی الحج کو مکہ سے نکل گئے تھے آپ دو دو رکعت نماز پڑھ رہے تھے یعنی ظہر، عصر اور غشاء اور فجر اور مغرب کی نماز آپ نے معمول کے مطابق تین رکعت پڑھی تھیں اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ آپ نے مکہ اور اس کے گرد و نواح میں دس دن گزارے تھے نہ کہ فقط مکہ میں کیونکہ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سابق کے معارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث فتح مکہ کے موقع کی تھی اور یہ حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے آپ ۱۴ ذی الحج کو مکہ سے نکل گئے تھے اور مکہ اور اس کے گرد و نواح میں آپ دس دن ٹھہرے تھے جیسا کہ حضرت انس نے بیان کیا ہے اور مکہ میں آپ چار دن ٹھہرے تھے کیونکہ آپ ۸ ذی الحج کو مکہ سے نکلے تھے اور آپ نے ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی تھی۔

### ائمہ ثلاثہ کی چار دن اقامت کی دلیل کا رد اور اقامت کی شرائط

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب مسافر کسی شہر میں چار دن قیام کرے تو وہ قصر کرے گا کیونکہ نبی ﷺ مکہ میں چار دن ٹھہرے تھے امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول اجماع کے خلاف ہے کیونکہ ان سے پہلے یہ کسی سے منقول نہیں ہے کہ مسافر چار دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے اور ہمارے نزدیک اگر مسافر نے پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت کی تو وہ نماز قصر کرے گا۔ پندرہ دن مضر کی حالت ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب تم سفر ہو اور کسی شہر میں دو اور تمہارے دل میں یہ ہو کہ تم پندرہ دن ٹھہرو گے تو تم پوری نماز پڑھو اور اگر تم کو علم نہیں ہے کہ تم بس سفر کرو گے تو چہر نماز قصر کرو۔

(شرح معانی الآثار: ۲۳۵۷-۲۳۵۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرتے تو پوری نماز پڑھتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۰۱، مجلس علمی بیروت۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۰۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

پھر یاد رہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ مسافر پندرہ دن اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے یہ اس وقت ہے جب وہ تین دن کی مسافت کا سفر کرے رہا وہ شخص جو تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے اور وہ رجوع کا ارادہ کرے یا وہ اقامت کی نیت کر لے تو وہ مقیم ہی رہے گا خواہ وہ جنگل میں یا کسی طرح کے مکان میں ہو۔ اس میں مذکور ہے کہ سفر صرف اقامت کی نیت سے ہوتا ہے یا وطن میں داخل ہونے سے پہلے وطن کی طرف واپس ہونے سے پہلے یعنی کاہنہ زیادہ ظاہر ہے کہ یہ ہے اور اقامت کی نیت درج ذیل چار شرائط سے مؤثر ہوتی ہے:

(۱) سفر کو ترک کر دینا حتیٰ کہ اگر وہ دور اپنا سفر اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔

(۲) وہ مقام اقامت کی صلاحیت رکھتا ہو حتیٰ کہ اگر وہ جنگل میں یا سمندر میں یا جزیرہ میں اقامت کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہے۔

(۳) پندرہ دن اقامت کی نیت کرے۔

(۴) وہ اپنی رائے میں مستقل ہو حتیٰ کہ اگر وہ کسی دوسرے کی رائے کے تابع ہو تو اس کی اقامت کی نیت صحیح نہیں ہے جیسے لشکر کا

سپاہی ہو یا بیوی ہو یا نوکر ہو یا شاگرد ہو یا مقروض ہو جو قرض خواہ کے ساتھ ہو۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۱۷۰-۱۶۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۔ بَابُ الصَّلَاةِ بِمَنْىٰ  
منی میں نماز کا بیان

۱۰۸۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ  
عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِمَنْى رَكَعَتَيْنِ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا  
مِنْ إِمَارَتِهِ ثُمَّ اتَّخَمْنَا [طرف الحديث: ۱۶۵۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث  
بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ  
انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ  
انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت  
نماز پڑھی اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ کے ساتھ اور حضرت

(صحیح مسلم: ۶۹۳، الرقم السلسل: ۱۵۶۱، ج ۱، ص ۱۲۶۹، البشیر بن صالح، ابن ماجہ: ۲۹۶۱، صحیح ابن ماجہ: ۳۸۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶، طبع قدیم  
مسند احمد: ۳۶۵۲، ج ۸ ص ۲۷۸، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع السانید لابن ماجہ: ۳، ص ۳۰۰، مکتبۃ المدینہ، طبع ۱۴۲۰ھ)

اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلان قرطبی ۴۴۰ھ ۴۴۱ھ

فقہاء کا مذکر ہے۔ لے لی میری پڑتے میں اختلاف ہے، امام مالک نے کہا کہ مکہ میں پوری نماز پڑھنے اور منیٰ میں قصر کرے، اسی طرح اہل منیٰ منیٰ میں پوری نماز پڑھیں اور مکہ میں اور میدان عرفات میں قصر کریں اور ان مقامات کو ان احکام کے ساتھ خاص کیا گیا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب میدان عرفات میں نماز قصر کی تو اس کے ماسوا کو متمیز نہیں کیا اور یہ نہیں فرمایا: اے اہل مکہ! پوری نماز پڑھو اور یہ بیان کرنے کا مقام تھا، اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد کہا تھا: اے اہل مکہ! اپنی نماز پوری کر دو کیونکہ ہم مسافر لوگ ہیں اور جن سے یہ مروی ہے کہ منیٰ میں قصر کرے گا، وہ حضرت ابن عمرؓ سالم قاسم اور طاؤس ہیں اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ اہل مکہ منی اور عرفات میں نماز قصر نہ کریں کیونکہ مکہ اور منی میں اتنی مسافت نہیں ہے جس کی وجہ سے نماز قصر کی جائے عطاء اور زہری سے اسی طرح مروی ہے اور یہی الشوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور ابو ثور کا



قول ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ حج قصر کا موجب نہیں ہے کیونکہ اہل منیٰ اور عرفات جب حج کرتے ہیں تو نماز پوری پڑھتے ہیں اور قصر کرنے کا حکم کسی مخصوص جگہ کے ساتھ متعلق نہیں ہے بلکہ یہ سفر کے ساتھ متعلق ہے اور اہل مکہ یہاں کے رہنے والے ہیں لہذا وہ قصر نہیں کریں گے اور اس لیے بھی کہ اگر عمرہ کرنے والا منیٰ چلا جائے تو وہ قصر نہیں کرتا اسی طرح اگر حج کرنے والا بھی منیٰ چلا جائے تو وہ بھی قصر نہیں کرے گا۔

جو منیٰ میں قصر کرنے کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حارثہ بن وہب کی روایت ہے کہ ہمیں نبی ﷺ نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی اور ہم اس وقت بہت بڑی تعداد میں اور بہت امن میں تھے اور حضرت حارثہ کی والدہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ان سے عبد اللہ پیدا ہوئے اور حضرت حارثہ کا گھر مکہ میں تھا اور اگر اہل مکہ کے لیے منیٰ میں نماز کو قصر کرنا جائز نہ ہوتا تو حضرت حارثہ کہتے کہ ہم نے منیٰ میں پوری نماز پڑھی یا روایت کرتے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: نماز پوری پڑھو کیونکہ نبی ﷺ پر لازم تھا کہ آپ اپنی امت کے لیے شرعی حکم بیان فرماتے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

### قصر کرنے کے لیے مسافت کی مقدار

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس مسافت کو قطع کرنے کے بعد نماز کو قصر کرنا واجب ہے اس کی مقدار میں فقہاء اختلاف ہے امام ابو حنیفہ ان کے اصحاب اور فقہاء کوفہ نے کہا ہے کہ جس مسافت کے بعد نماز کو قصر کیا جائے وہ اونٹ کی رفتار سے یا پیدل چلنے کی رفتار سے تین دن کی مسافت ہے اور اس میں ان کے نزدیک تسلسل سے چلنا مراد نہیں ہے بلکہ اہوں نے کہا: وہ دن میں سفر کریں اور رات کو آرام کریں (اور اس میں نمازوں اور کھانے پینے کے اوقات بھی داخل ہیں) اور اگر اس کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ اتنی مسافت کو کسی اور راستہ سے ایک دن میں قطع کر لے گا پھر بھی نماز کو قصر کرے۔ اور اس نے اس مسافت کا فرائض کے ساتھ اعتبار کیا ہے ایک قول اکیس فرسخ کا ہے دوسرا قول اٹھارہ فرسخ کا ہے اور اسی حد تک اور اسے بقول پندرہ فرسخ کا ہے اس ایک فرسخ تین (شرعی) میل کا ہے۔

تین دن کی مسافت کی مقدار حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابن مسعود اور حضرت سید بن غفلہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اشعی، النخعی، الثوری، ابن جری، ابو قلابہ، شریک بن عبد اللہ، سعید بن جبیر اور محمد بن سیرین کا بھی یہی موقف ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے۔

اس امام یہ اعتراض ہے کہ امام داؤد بن علی نے اپنی حدیث کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اہل مکہ! چار برید سے کم مسافت میں قصر نہ کرو اور ایک بارہ میل کا ہے یعنی ۲۸ میل سے کم مسافت میں نماز کو قصر نہیں کیا جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبد الوہاب ضعیف راوی ہے اور بعض محدثین نے اس کو کاذب قرار دیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۷۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کا مشتی بہ قول ۱۸ فرسخ ہے جس کے ۵۴ شرعی میل ہوتے ہیں اور یہ انگریزی میل کے حساب سے ۶۱ میل ۲ فرلانگ ۲۰ گز اور ۹۸ اعشاریہ ۷۳۴ کلو میٹر ہے اس سے کم مسافت میں نمازوں کو قصر کرنا جائز نہیں ہے۔

\* اس کی پوری تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۳-۳۶۲ میں درج ذیل عنوانات کے تحت مرقوم ہے:

① تین ایام کی مسافت پر احناف کے دلائل ② امام مالک کے دلائل ③ علامہ ابن رشد مالکی کی دلیل کا جواب ④ علامہ ابن

قدامہ جنبی کے استدلال کا جواب ⑤ علامہ نووی کا استدلال ⑥ علامہ نووی کی دلیل کا جواب ④ مسافت قصر کا اندازہ بہ حساب انگریزی میل و کلومیٹر ⑧ مسافت کا تفصیلی خاکہ۔

حضرت عثمان نے منیٰ میں جو چار رکعت نماز پڑھی اس کی توجیہات اور بحث و نظر

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منیٰ میں پوری نماز پڑھتے تھے اس کی توجیہ میں علماء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مباح پر عمل کیا ہے کیونکہ مسافر کے لیے جائز ہے کہ وہ نماز کو قصر کرے یا نماز پوری پڑھے جیسے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ سفر میں روزہ رکھے یا روزہ نہ رکھے۔

الزہری نے کہا: حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت نماز اس لیے پڑھی کہ اس سال مکہ میں دیہاتی اور اعرابی بہت زیادہ آئے ہوئے تھے تو حضرت عثمان نے پسند کیا کہ ان کو یہ بتائیں کہ نماز چار رکعت ہے۔

معمر نے الزہری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت اس لیے پڑھیں کیونکہ انہوں نے حج کے بعد وہیں رہائش کی نیت کر لی تھی۔

یونس نے الزہری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے جب طائف کے اموال حاصل کیے اور وہیں رہائش کا ارادہ کیا تو چار رکعت نماز پڑھی۔

مغیرہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت اس لیے پڑھی کہ انہوں نے منیٰ کو وطن بنا لیا تھا۔ امام بیہقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر حضرت عثمان اس وجہ سے منیٰ میں چار رکعت پڑھتے تو یہ حضرات صحابہ سے مخفی نہ رہتا اور وہ حضرت عثمان کے ترک سنت پر انکار نہ کرتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گھر پر نماز نہ پڑھتے۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ زہری سے جو توجیہات منقول ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

پہلی توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ اعراب اور انصاریوں کو شریعت نے مکہ کے زمانہ میں نماز کے احکام سے زیادہ ناواقف تھے اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کی تعلیم کے لیے منیٰ میں چار رکعت پڑھائی اور حضرت عثمان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اس چیز کا خوف کریں جس کا نبی ﷺ نے خوف نہیں کیا تھا کیونکہ آپ مسلمانوں پر بہت شفیق اور مہربان ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن دو رکعت نماز جمعہ پڑھاتے تھے حالانکہ یہ منہ کے گرد و نواح سے اعراب اور دیہاتی جمعہ پڑھنے کے لیے آتے تھے اور آپ نے ان کو جمعہ نماز چار رکعت میں پڑھائی کہ وہ جانتے ہوں کہ ظہر نماز چار رکعت ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منیٰ میں تعلیم کے لیے دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھنے کی کیا ضرورت تھی۔

دوسری توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ مہاجرین پر مکہ میں قیام کے ترک کرنے کو فرض کر دیا گیا ہے اور یہ صحت سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان مکہ سے نکلنے میں جلدی کرتے تھے اس خوف سے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو ہجرت کی تھی کہیں اس سے رجوع نہ ہو جائے پس حضرت عثمان حج کرنے کے بعد مکہ میں رہائش کیسے کر سکتے تھے۔ ابن الحنفیہ نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اگر حضرت عثمان کو کوئی ناگزیر وجہ پیش آ جائے جو مکہ میں ان کے قیام کو واجب کر دے تو یہ محال نہیں ہے۔

تیسری توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ جب مسافر کا گزر اپنی مملوکہ زمین پر ہو اور وہاں اس کے بیوی بچے نہ رہتے ہوں تو اس کا حکم وہ ہے جو مقیم کا ہے لہذا طائف کے اموال والا جواب درست نہیں ہے۔

حضرت عثمان کی طرف سے یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں اس لیے پوری نماز پڑھی کہ اس وقت ان کے اہل

وغیر ان کے ساتھ منیٰ میں تھے اس وجہ پر یہ اعتراض ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات تھیں اس کے باوجود آپ نے منیٰ میں نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ عبداللہ بن الحارث کی روایت ہے کہ حضرت عثمان نے ہمیں چار رکعت نماز پڑھائی پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: میں نے مکہ میں اپنے اہل کا گھر بنا لیا ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کسی شہر میں اپنے اہل کا گھر بنا لیا وہ اس شہر کا رہنے والا ہے پس وہ وہاں چار رکعت نماز پڑھے۔ علامہ ابن التین نے بھی ابن شحیر کی روایت سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی سند منقطع ہے امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی عکرمہ بن ابراہیم ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے سفر میں پوری نماز اس لیے پڑھی ہے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ نبی ﷺ نے سفر میں مسافر کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ پوری نماز پڑھے یا قصر کرے اور خود نبی ﷺ اس لیے نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے تھے تاکہ امت کو آپ کی سنت پر عمل کرنے میں چار رکعت کی مشقت نہ اٹھانی پڑے اور آپ نے امت کے لیے آسانی کو اختیار کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی نبی ﷺ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس چیز کو اختیار کرتے۔ زیادہ آسان۔ شریعت۔ وہ گناہ نہ کرتے۔ (بخاری: ۳۵۶۰) پس حضرت عائشہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنے نفسوں پر شدت کو اختیار کیا اور سختی ترک کر دی کیونکہ ان کے لیے یہ امر مباح تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے چار رکعت نماز پڑھنے پر اعتراض کیا اس کے باوجود ان کے پیچھے چار رکعت نماز پڑھی جب حضرت ابن مسعود سے کہا گیا کہ آپ حضرت عثمان کی پوری نماز پڑھنے پر اعتراض بھی کرتے ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز بھی پڑھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ امام کی مخالفت کرنے میں زیادہ شر ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۷۲-۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ تمام تقریر علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۳-۱۷۴ میں بیان کی ہے۔

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۸۷- ج ۲ ص ۵۸ پر مذکور ہے اس کی شرح ص ۳۸۱ پر ہے اور اس کا عنوان ہے: منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر کرنے کی روایت کا جواب یہ ہے۔

۱۰۸۳- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ بِمَنْىٍّ رَكْعَتَيْنِ» [طرف الحدیث: ۱۶۵۶]

امام بخاری نے حدیث بیان کی کہ میں نے ابو ہریرہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ بِمَنْىٍّ رَكْعَتَيْنِ»

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حارثہ بن وہب سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں نبی ﷺ نے بہت امن کے

زمانہ میں منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی۔

(صحیح مسلم: ۶۹۶، رقم المسلسل: ۱۵۶۹، سنن ابوداؤد: ۱۹۶۵، سنن ترمذی: ۸۸۲، سنن نسائی: ۱۳۴۵، الاحاد الثانی: ۲۳۴، المعجم الکبیر: ۳۲۵۳،

السنن الکبریٰ: ۱۹۰۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۰، مسند ابویعلیٰ: ۱۳۷۴، المعجم الکبیر: ۳۲۴۳، صحیح ابن حبان: ۴۷۵۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۴، مسند احمد

ج ۳ ص ۳۰۶، طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۷۲- ج ۳ ص ۲۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۳۰۸، مکتبۃ الرشیدیہ، مسند الطحاوی: ۱۶۷۳)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبعی (۴) حضرت حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ یہ نبید اللہ بن عمر بن الخطاب کے اخیانی بھائی ہیں ان کی والدہ بنت عثمان بن مظعون ہیں۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۱۷۴)

اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جن کا یہ زعم ہے کہ نماز قصر صرف جنگ اور خوف کے زمانہ میں جائز ہے اور رد کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بہت امن کے زمانہ میں بھی نماز قصر کی ہے اس کی مزید تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

۱۰۸۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِنَى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيلَ فِي ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنَى رَكَعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي نَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِمِنَى رَكَعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِنَى رَكَعَتَيْنِ فَلَبِثْتُ حَظِي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكَعَتَانِ مُتَقَبِّلَتَانِ [خرف المحدث: ۱۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی از الأعمش انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمان بن یزید سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھائی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا گیا تو انہوں نے کہا: "إِنَّا لَنَلِيهِ مَا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ" (البقرہ: ۱۵۶) پھر حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے پس کاش! ان چار رکعات کے بجائے میرا حصہ دو رکعتیں ہوتیں جو مقبول ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۹۶۰ سنن نسائی: ۱۳۳۸-۱۳۳۷ مسند ابویعلیٰ: ۵۱۹۳ صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۲ المعجم الکبیر: ۱۰۱۳۱ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۳ سنن کبریٰ: ۱۹۰۷-۱۹۰۶ صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۶۲ مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۸ طبع قدیم مسند احمد: ۳۵۹۳ ج ۶ ص ۷۳ مؤسسۃ الرسالہ: ۲۰۰۰ جامع المسانید لابن جوزی: ۴۱۳۴ مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ مسند الطحاوی: ۵۱۱۳)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ (۲) عبد الواحد بن زیاد العبدی ابو عبیدہ (۳) سلیمان الأعمش (۴) ابراہیم النخعی (۵) عبد الرحمان بن یزید (۶) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۷۶)

## قصر کے واجب یا سنت ہونے میں فقہاء کا اختلاف

بعض علماء نے اس حدیث سے اور اس سے پہلے والی حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک سفر میں نماز کو قصر کرنا لازم نہیں ہے سنت تو نماز کو قصر کرنا ہے لیکن اگر سفر میں نماز چار رکعت بھی پڑھ لی جائے تب بھی جائز ہے اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ منیٰ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں چار رکعت پڑھ لیتے تھے لیکن اس کو خلاف سنت قرار دیتے تھے اور اس پر افسوس کرتے تھے۔



علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رہا سفر میں پوری نماز پڑھنا تو متقدمین فقہاء کا اس میں اختلاف ہے فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ سنت ہے حضرت عائشہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سفر میں پوری نماز پڑھتے تھے اس کو عطاء بن ابی رباح نے ان سے روایت کیا ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے عبد الرحمن بن الاسود سعید بن المسیب اور ابو قتادہ کا بھی یہی قول ہے ابو مصعب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے کہا ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا سنت ہے اور یہی امام شافعی اور ابو ثور کا قول ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کو قصر کرنے کا اختیار ہے لیکن پوری نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام مالک کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ مسافر کو اختیار ہے لیکن قصر کرنا افضل ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ مسافر پر نماز کو قصر کرنا واجب ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھے حضرت عمر حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور محمد بن حنون کا قول ہے اور امام مالک کے اصحاب میں سے اسماعیل بن اسحاق کا مختار ہے۔

قصر کے واجب ہونے کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

یعلیٰ بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا (النساء: ۱۰۱)

تم کو یہ خطا نہ ہو کہ تم کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے تو تم نماز

وقتہ کہ اس میں خفہ ہوگا نہ نہیں ہے۔

اور اب تو لوگ امن میں آچکے ہیں حضرت عمر نے کہا: جس بات پر تم کو تعجب ہوا ہے اس سے مجھ کو بھی تعجب ہوا تھا پس میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ (انعام) ہے اللہ نے اس کا تم پر صدقہ کیا ہے سو تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (صحیح مسلم: ۴۷۸، سنن ماجہ: ۱۰۰، سنن نسائی: ۹۱، سنن خزیمہ: ۹۲، صحیح ابن حبان: ۲۷۳۹، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۲، سنن ترمذی: ۳۰۳۴، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵، ج ۲ ص ۳۰، معجم ابن ابی شیبہ: ۸۲۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۵۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں نبی ﷺ نے قصر کا حکم دیا اور اس کو صدقہ قرار دیا اور اس کو قبول کرنے کا امر فرمایا اور انہیں ان کے لیے آتا ہے پس اس سے واضح ہو گیا کہ نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

سعید بن شقی ان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب ہم لوگ سفر کرتے ہیں تو ہم اے ساتھ ایسے لڑکے ہوتے ہیں جو بی حدی خست کے یہ کہانی ہیں ہم کیسے زبردہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: جب سال اللہ ﷺ سفر کرتے تھے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ سفر سے لوٹ آتے سعید نے کہا: میں نے دوبارہ سوال کیا تو حضرت ابن عباس نے پھر وہی جواب دیا میں نے پھر سوال کیا تو بعض لوگوں نے کہا: کیا تمہیں عقل نہیں ہے کیا تم نے سنا نہیں کہ حضرت ابن عباس نے تمہیں کیا جواب دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۵۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں تاجر ہوں اور سمندروں میں آتا جاتا ہوں آپ نے اس کو دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن صہیب سے نماز کے متعلق سوال کیا اور اس وقت ہم بستان میں تھے تو انہوں نے کہا کہ دو رکعت پڑھو حتیٰ کہ تم اپنے گھر لوٹ جاؤ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۳۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی ہے حالانکہ اس وقت ہم امن میں تھے اور ہم کو کسی چیز کا خوف نہیں تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۳۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۵، مصنف عبد

الرزاق: ۴۲۷۱-۴۲۷۰، سنن ترمذی: ۵۳۷۷، سنن نسائی: ۱۸۹۳-۱۸۹۴)

عون بن ابی حمزہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ منیٰ میں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی، پھر آپ مسلسل دو رکعت پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ مدینہ لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری: ۱۸۷، صحیح مسلم: ۲۵۳-۲۴۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۳۹، مجلس علمی مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۹، المعجم الکبیر: ۲۵۱-۲۲ ج ۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے نماز دو رکعت فرض کی گئی، پھر اس میں اضافہ کیا گیا اور مقیم کے لیے نماز چار رکعت کر دی گئی۔ (صحیح البخاری: ۳۵۰، سنن ابوداؤد: ۱۱۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۰، مجلس علمی بیروت)

ساک الحنفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سفر میں دو رکعت نماز ہے، ان دو رکعت میں قصر نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تو وہ دو رکعت پڑھتے رہے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حرب بن ابی الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ظہر چار رکعت پڑھیں، پھر کہا: جب ہم ان مکانات (شہر کی اطراف) سے تجاوز کریں گے تو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

عبدالرحمان بن حرمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سعید المسیب سے سوال رہا تھا: آیا میں سفر میں پوری نماز پڑھوں اور روزے رکھوں؟ انہوں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: میں اس کی حالت رکھتا ہوں، انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ تم سے زیادہ طاقت رکھتے تھے آپ سفر میں نماز قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو سفر میں نماز قصر کرے اور روزہ افطار کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابن عباس نے کہا: میرے والد جب گھر سے نکلتے تو اپنے اہل میں داخل آتے، تکبیر کو قہقہہ دیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہمارے مجلس میں تھے، لوگوں میں سے ایک نوجوان نے اٹھ کر ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ حج، عمرہ اور جہاد میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عمران نے کہا: اس نے جس چیز کے متعلق سوال کیا ہے اس کا جواب تم بھی سن لو، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا ہے، آپ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا ہے، آپ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے ساتھ فتح مکہ میں حاضر تھا، آپ مکہ میں اٹھارہ راتیں بھرے، آپ صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور شہر کے رہنے والوں سے فرماتے تھے: تم چار رکعت نماز پڑھو، میں مسافر ہوں اور میں نے آپ کے ساتھ تیرہ عمرے کیے ہیں، آپ صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور

میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا اور عمرہ کیا وہ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کئی حج کیے وہ مدینہ لوٹنے تک صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے پھر حضرت عمران نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۷۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی ہے، ممکن ہے انہوں نے اسی تاویل سے چار رکعت نماز پڑھی ہو جس تاویل سے حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی تھی۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابتداء میں دو رکعت نماز فرض کی گئی تھی، پھر شہر کی نماز میں اضافہ کیا گیا اور سفر کی نماز برقرار رہی الزہری نے کہا: میں نے عروہ سے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں پوری نماز پڑھتی تھیں؟ عروہ نے کہا: انہوں نے وہی تاویل کی تھی جو حضرت عثمان نے تاویل کی تھی الزہری نے کہا: پھر میں نے عروہ سے نہیں پوچھا کہ انہوں نے کیا تاویل کی تھی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۶۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس تاویل کا ذکر ہم اس عنوان کے تحت ذکر کر چکے ہیں: حضرت عثمان نے جو منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھی اس کی توجیہات۔

### ۳۔ بَابُ كَمْ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ

#### نبی ﷺ نے اپنے حج میں کتنے دن قیام کیا

۱۰۸۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَاءِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لَصُحِّ رَابِعَةٍ يَلْبُثُونَ بِالصَّحْحِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوا حُجَّةً أَوْ نَسْتَعِثُ الْهَدْيُ. تَابَعَهُ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. [أطراف الحديث: ۱۵۶۳-۲۵۰۵-۳۸۳۲]

م بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی العالیہ البراء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب ۴ ذی الحج کی صبح کو حج کا تلبیہ پڑھتے ہوئے آئے آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کو عمرہ قرار دیں سوا ان کے جن کے پاس قربانی کا جانور ہے۔ عطاء نے ابوالعالیہ کی متابعت کی ہے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

(صحیح مسلم: ۱۰۸۵، سنن ترمذی: ۱۰۹۰، سنن نسائی: ۱۰۸۵، مسند احمد: ۲۵۲، ترمذی: ۲۵۲)

۲۲۷۴۔ ج ۳ ص ۱۳۱، مؤسسة الرسالة بیروت، مسند الطحاوی: ۳۲۵۳

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ (۲) وہیب بن خالد ابوبکر (۳) ایوب السخیانی (۴) ابوالعالیہ زیاد (۵) حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہ۔ (مدۃ القاری ج ۷ ص ۱۷۹)

### نبی ﷺ کے مکہ میں دس دن قیام اور ارکان حج کی ادائیگی کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ اپنے حج کے دوران مکہ میں دس دن ٹھہرے تھے اور

اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ آپ ۴ ذی الحج کو مکہ میں آئے تھے یہ اتوار کا دن تھا آپ نے صبح کی نماز ۴ ذی طویٰ میں پڑھی اس

سال ذی الحج کی پہلی تاریخ اور جمعرات کی شب تھی اور آپ کا یہ قیام اتوار کے دن سے جمعرات کی شب تک تھا پھر جمعرات کے دن آپ منیٰ کے لیے روانہ ہوئے پھر تمام دن اور جمعہ کی رات تک آپ منیٰ میں ٹھہرے پھر جمعہ کے دن زوال کے بعد آپ عرفات کی طرف روانہ ہوئے پھر عرفات کے قریب آپ نے مسجد منرہ میں خطبہ دیا اور غروب آفتاب تک آپ وہاں رہے پھر ہفتہ کی شب کو آپ مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے اور صبح کی نماز تک آپ وہاں ٹھہرے پھر ہفتہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور وہ عید الاضحیٰ کا دن تھا اور منیٰ کی طرف روانگی کا دن تھا پھر چاشت کے وقت آپ نے جمرۃ العقبہ پر کنکریاں ماریں پھر اس دن آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے پھر آپ نے زوال سے پہلے بیت اللہ کا طواف کر لیا پھر اسی دن آپ منیٰ کی طرف لوٹ آئے پھر ہفتہ کے بقیہ دن اور اتوار پیر اور منگل کو وہیں رہے پھر منگل کے دن ظہر کے بعد آپ وادی محصب کی طرف روانہ ہوئے اور وہ ایام تشریق کا آخری دن تھا پھر آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور وہیں بدھ کی رات گزاری اور اسی رات کو آپ نے حضرت عائشہ کو عمرہ کے لیے تنعیم کی طرف روانہ کیا پھر آپ نے سحر کے وقت فجر کی نماز سے پہلے طواف وداع کیا اور یہ بدھ کا دن تھا اور چودہ ذی الحج کی صبح تھی اور آپ نے مکہ اور اس کے گرد دس دن قیام کیا جیسا کہ حضرت انس کی حدیث میں گزر چکا ہے پھر آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے آپ ۲۶ ذوالقعدہ کو مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور ظہر کی نماز آپ نے ذوالحلیفہ میں پڑھی تھی اس کے بعد آپ نے احرام باندھا تھا اور ۳ ذوالحجہ کو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ پہنچ گئے تھے اور یہ معروف جمعہ کے دن واقع ہوا تھا اور اسی دن ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ (المائدہ: ۳) نازل ہوئی تھی۔

### حج کے احرام کو منسوخ کر کے عمرہ قرار دینے میں اختلاف تھا

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث سے امام احمد داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب نے یہ حکم مستنبط کیا ہے کہ حج کو منسوخ کر کے اس کو عمرہ قرار دینا جائز ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ حَجَّ بِلَحْيَتِهِ وَبِلِبَاسِهِ وَبِإِسْلَامِهِ وَبِأَهْلِيهِ وَبِأَمْوَالِهِ وَبِأَهْلِيهِ وَبِأَمْوَالِهِ وَبِأَهْلِيهِ وَبِأَمْوَالِهِ“ (سنن ابوداؤد: ۱۸۰) اور علامہ ابن عباسؓ نے فرمایا: ”مَنْ حَجَّ بِلَحْيَتِهِ وَبِلِبَاسِهِ وَبِإِسْلَامِهِ وَبِأَهْلِيهِ وَبِأَمْوَالِهِ“ (سنن ابوداؤد: ۱۸۰) جبہور نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حکم نبی ﷺ کے اصحاب کے ساتھ خاص ہے اور آج کل یہ جائز نہیں ہے اور اس خصوصیت کی دلیل یہ حدیث ہے:

سیدنا ابن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوداؤدؓ نے فرمایا: ”مَنْ حَجَّ بِلَحْيَتِهِ وَبِلِبَاسِهِ وَبِإِسْلَامِهِ وَبِأَهْلِيهِ وَبِأَمْوَالِهِ“ (سنن ابوداؤد: ۱۸۰) صرف ان کے رول کے لیے ہائے تہجد کے ساتھ تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۰) الحارث بن عباسؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ”یَا رَسُولَ اللَّهِ! آج تاریخ کرے عمرہ قرار دینا صرف ہمارے ساتھ خاص ہے یا ہمارے بعد والوں کے لیے بھی جائز ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”بلکہ یہ صرف تمہارے ساتھ خاص ہے۔“

(سنن ابوداؤد: ۱۸۰، سنن نسائی: ۲۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۹۸۳)

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس مسئلہ میں تمام صحابہ سے اختلاف کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۱۸۰-۱۷۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نماز کو قصر کرنے کی کم سے کم مدت

اور نبی ﷺ نے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کو بھی

سفر فرمایا۔

۴۔ بَابُ فِي كَمْ يَقْصُرُ الصَّلَاةُ

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّفَرَ

يَوْمًا وَلَيْلَةً.



وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقْصُرَانِ وَيُقْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُودٍ وَهِيَ سِتَّةٌ عَشَرَ فَرَسَخًا.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما چار برد کی مسافت میں بھی نماز کو قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے اور چار برود سولہ فرسخ ہیں یعنی ۳۸ شرعی میل۔

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور چار برد یا اس سے زائد مسافت میں روزہ افطار کرتے تھے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷ 'نثر النملتان')

۱۰۸۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ؟ [طرف الحدیث: ۱۰۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا: میں نے ابواسامہ سے کہا: تمہیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی ہے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۸، رقم المسلسل: ۲۰۰۰، سنن ابی شیبہ ج ۳ ص ۵، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۲۷، صحیح ابن حبان: ۲۷۳۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳، طبع قدیم مسند احمد: ۳۶۱۵، ج ۱ ص ۱۰۱، مؤسسة الرسالة، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۷، مکتبہ الرشد ریاض: ۱۳۲۶)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن راہویہ (۲) ابواسامہ بن اسامہ اللیشی (۳) عبید اللہ بن عمر (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۸۳-۱۸۲)

### بغیر محرم کے عورت کے سفر حج میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام وحیدہ دران کے اصحاب نے اور فقہاء اصحاب حدیث نے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت حج کے واجب ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کے ساتھ اس شوہر یا محرم نہ ہو جب کہ اس عورت اور مکہ کے درمیان تین دن اور تین راتوں کی مسافت ہو۔ انھی 'حسن بصری' ثوری اور الامش کا بھی یہی قول ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث ان سفروں پر محمول ہے جو فرض نہ ہوں اس لیے حج کا سفر اس میں داخل نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے الفاظ عام ہیں اور اس میں محرم کے بغیر ہر اس سفر سے منع فرمایا ہے جو تین دن اور تین راتوں کی مسافت پر مشتمل ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی میں نہ رہے مگر اس کے ساتھ (اس کا) محرم ہو اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۱، رقم المسلسل: ۳۲۱۳)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت شوہر یا محرم کے بغیر حج کے لیے نہ جائے، ورنہ رسول اللہ ﷺ یوں فرماتے: اس کو تمہارے ساتھ کیا ضرورت ہے وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہے، تم اس غزوہ میں جاؤ جس میں تمہارا نام لکھا ہوا ہے، نبی ﷺ نے اس کو غزوہ میں جانے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کو اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جانے کا حکم دیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت بغیر خاوند یا محرم کے حج کے لیے نہیں جاسکتی۔

امام شافعی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ عورت فرض حج کے لیے بغیر شوہر یا محرم کے جاسکتی ہے، خواہ اس کے اور مکہ کے درمیان سفر ہو یا نہ ہو، وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں جو بغیر محرم کے سفر کی ممانعت ہے، وہ ان سفروں کے لیے ہے جو واجب نہ ہوں۔ ظاہر یہ کہ مذہب یہ ہے کہ عورت ایک برید (بارہ شرعی میل) سے کم کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے اور ایک برید یا اس سے زائد کا سفر بغیر محرم کے نہیں کر سکتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بغیر محرم کے سفر کرتی تھیں اور ایک جماعت نے اس سے استدلال کر کے یہ کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تمام لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محرم تھے کیونکہ وہ تمام مؤمنین کی ماں تھیں، وہ جس مؤمن کے ساتھ بھی سفر کرتیں، وہ ان کا محرم ہوتا اور دوسری عورتوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۱۸۵-۱۸۳ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم' ۵۹: ۳-۲ ص ۶۵۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوائع کا نظریہ ② زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ ③ زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ ④ عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ ⑤ عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات ⑥ زمانہ امن میں عورت کے تہا سفر کرنے کی تحقیق ⑦ بہ ذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم کے حج پر جانے کی تحقیق۔

\* یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۷۲-۶۵۴ پر مذکور ہے۔

۱۰۸۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَسَافِرُ الْمَرْأَةُ إِذَا مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ عبد اللہ بن عمر نے متابعت کی ہے از عبد اللہ بن مبارک از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ۔

اس حدیث کی مفصل شرح 'صحیح البخاری' ۱۰۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸۸ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمَّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو عورت اللہ پر اور یوم

أَنَّ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ. تَابَعَهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، وَسُهَيْلٌ، وَمَالِكٌ، عَنِ الْمُقْبِرِيِّ، عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کا سفر کرے۔ ابن ابی ذئب کی یحییٰ بن ابی کثیر اور سہیل اور مالک نے متابعت کی ہے از المقبریٰ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۹، رقم المسلسل: ۳۲۰۹، سنن ابوداؤد: ۱۷۲۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۱۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۷۴۱۳، ج ۱۳ ص ۳۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

### بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں علامہ ابن بطلال کی تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت میں احادیث مختلف ہیں، ایک دن اور ایک رات کے سفر کی بھی ممانعت ہے اور بعض روایات میں دو دن کے سفر کی بھی ممانعت ہے اور تین دن کے سفر کی بھی ممانعت ہے، ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ احادیث مختلف سائلین کے جواب میں ہیں، ایک سائل نے سوال کیا کہ کیا عورت ایک دن اور ایک رات کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، پھر دوسرے سائل نے سوال کیا: کیا عورت دو دن کا سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! پھر تیسرے شخص نے سوال کیا: کیا عورت تین دن کی مسافت سفر بغیر محرم کے کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! پس ہر صحابی نے اس حدیث کو روایت کیا جو اس نے سنی تھی، ان میں کوئی تعارض ہے نہ کوئی حدیث منسوخ ہے، کیونکہ اصل یہ ہے کہ عورت بالکل سفر نہ کرے اور نہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں رہے کیونکہ کسی شخص کا اجنبی عورت کے پاس ایک رات میں داخل ہونا یا تین راتوں میں داخل ہونا برابر ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: کوئی ام کہ عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے جو اس کا محرم نہ ہو۔

### بغیر محرم کے عورت کے سفر کی ممانعت کی مختلف احادیث میں مصنف کی تطبیق

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں بہر حال تعارض ہے، یہ اور بات ہے کہ علامہ ابن بطلال اس تعارض کو اٹھا نہیں سکے اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور تائید سے یہ کہتا ہوں کہ ابتداء اسلام میں مدینہ میں مسلمان کم تعداد میں تھے اور مسلمان ضعیف تھے تو نبی ﷺ نے عورت کو بغیر محرم کے ایک دن کے سفر سے منع کر دیا، پھر جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور وہ بہ نسبت پہلے کے قوی ہو گئے اور خطرات بھی کم ہو گئے تو آپ نے عورت کو بغیر محرم کے دو دن کے سفر سے منع فرمادیا، مگر جب مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور مسلمانوں کو شوکت اور غلبہ حاصل ہو گیا تو آپ نے عورت کو محرم کے بغیر تین دن کی مسافت کے سفر سے منع فرمادیا۔

### متعدد خواتین کے ساتھ عورت کے سفر حج پر علامہ ابن بطلال کا استدلال اور مصنف کا جواب

اس کے بعد علامہ ابن بطلال لکھتے ہیں: فقہاء احناف نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کے حج کے سفر کے لیے جائے اور امام مالک (اور امام شافعی) وغیرہ نے کہا ہے کہ جب عورت کے ساتھ متعدد خواتین ہوں تو وہ بغیر محرم کے بھی حج کے سفر پر جا سکتی ہے اور المہلب نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کا جوار شاد ہے کہ کوئی عورت بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کا سفر نہ کرے۔ اس حدیث میں نبی ﷺ نے اس سفر سے منع کیا ہے جو ان پر لازم نہیں ہے اور ان کے لیے اس سفر کو ترک کرنا جائز ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ عورت بغیر محرم کے متعدد

خواتین کے ساتھ جاسکتی ہے کیونکہ جب متعدد خواتین اس کے ساتھ ہوں گی تو پھر خطرہ کم ہو جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۷۹-۷۸ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۳۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہم بغیر محرم کے حج کی ممانعت میں باب سابق میں یہ صریح حدیث پیش کر چکے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا ہوا ہے آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۳۴۱)

اگر سفر حج بغیر محرم کے کرنا جائز ہوتا تو نبی ﷺ اس عورت کے شوہر کو جہاد پر جانے دیتے اور اسے اس کی بیوی کے ساتھ حج پر نہ بھیجتے اور جب آپ نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ کسی عورت کا اپنے محرم کے بغیر حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

اور امام مالک اور امام شافعی نے جو کہا ہے کہ جب کوئی عورت متعدد عورتوں کے ساتھ جائے گی تو پھر اس کو خطرہ نہیں ہوگا انہوں نے صریح حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کیا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا عمل صحیح اور صریح حدیث پر ہے۔

جب کوئی شخص اپنی جگہ (حد و شہر)

۵۔ بَابُ يَتَقَصَّرُ إِذَا خَرَجَ

سے نکلے تو قصر کرے

مِنْ مَوْضِعِهِ

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے نماز قصر کی حالانکہ وہ مکانوں کو دیکھ رہے تھے جب وہ واپس آئے تو ان سے کہا گیا: یہ کوفہ ہے انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

علی بن ربیعہ الاسدی بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوفہ گئے (نکلے اور ہم کوفہ کی طرف دیکھ رہے تھے) حضرت علی نے دو رکعت نماز پڑھی پھر واپس آئے پھر دو رکعت نماز پڑھی اور وہ بستی کی طرف دیکھ رہے تھے ہم نے ان سے کہا: کیا آپ چار رکعت پڑھتے انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ ہم اس میں داخل ہو جائیں۔ (مسند عبد الرزاق: ۳۳-۳۴)

ابو حرب بن ابی السوید بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بصرہ گئے تو انہوں نے جھونپڑیوں میں سے نکلے انہوں نے کہا: اے علی! یہ جھونپڑیاں نہ لے، تو ہم دو رکعت نماز پڑھنے گئے۔ (مسند عبد الرزاق: ۴۱-۴۲)

ابو حرب بن ابی الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے پس ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی پھر فرمایا: جب ہم ان جھونپڑیوں سے نکل جائیں گے تو دو رکعت نماز پڑھیں گے۔

(مسند ابن ابی شیبہ: ۸۲۵۳، مجلس علمی بیروت، مسند ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے ہم شام کا قصد کر رہے تھے پس حضرت علی نے دو رکعت نماز پڑھی حتیٰ کہ جب ہم واپس آئے اور ہم نے کوفہ کی طرف دیکھا اور نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ کوفہ ہے اب ہم پوری نماز پڑھیں؟ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! حتیٰ کہ ہم کوفہ میں داخل ہو جائیں۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۳۶، نشر الملتان)

ان آثار کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان اپنے شہر سے نکل کر کسی دوسرے شہر جانے کا قصد کرے تو جب تک اپنے شہر کی حدود





اس حدیث کی شرح کے لیے 'صحیح البخاری: ۱۰۸۲' اور ۳۵۰ کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابُ يَصُلِّي الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِي السَّفَرِ

١٠٩١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ،

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عَنْ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ .

قَالَ خَيْرُ الْمَغْرِبِ خَيْرٌ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْعَشَاءِ. قَالَ

سَأَلَهُ وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْيَلَهُ السَّيُّ.

سفر میں مغرب کی تین رکعت پڑھی جائیں گی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہریٰ

انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، جب

آب کو سفر میں جلدی روانہ ہوتا ہوتا تو آب مغرب کو موخر کر دیتے،

حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کو جمع کر کے مزہتے۔ سالم نے کہا: اور

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب سفر میں جلدی روانہ ہوتا تو وہ

بھی ایسا ہی کرتے۔

[اخراف الحديث: ١٠٩٢-١١٠٦-١١٠٩-١١٦٨-١٦٤٣-١٨٠٥-٣٠٠٠] (صحیح مسلم: ٤٠٣، الرقم المسلسل: ١٥٩٢، سنن نسائی: ٥٩٢، سنن ترمذی:

۵۵۵ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۹۰ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۹ تصحیح ابن کثیر ۱۵۹۰۰ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۵۷ مسند احمد ج ۲ ص ۴ طبع قدیم مسند

احمد: ۲: ۷۳ ج ۸ ص ۷۳، مؤسستہ الریاضیہ بنیوت حاج السانہ لابن جو: ۱۰: ۷۱، مسند الطحاوی: ۱۹: ۲۰۰

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع البهرانی (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) سالم بن عبد اللہ بن عمر

(۵) الیث بن سعد (۶) یونس بن یزید (۷) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما (۸) شامی ج ۷ ص ۱۹۷

سفر میں نمازوں کو صورتہ جمع کرنے کے متعلق احادیث۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرنی سنوں ۴۹۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح سنت مروی ہے اور یہ ہر سفر مباح میں جائز ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر نے کہا:

میں نے دیکھا کہ جب نبی ﷺ کو سفر میں آجانا ہوتا تو منہ بہ منہ خواہ مخواہ ترحم کر کے مغرب اور عشاء کے جمع کرنے پر تھے۔ یہ حکم ہر

سفر میں عام ہے اور ہونے کے علم بعینہ سفر ہے۔ مگر مخصوص ہے اس پر اس پیشہ کو نا اہل ہے اس سے کہا

جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی طلب میں اور دامن اسلام سے جہاد کے احوال ایک عمدہ ذکر فرمائے ہیں اور ان سے ہجرت کی نماز کے

وجوب کو ساقط کر دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

اللہ کو علم ہے کہ تم تہجد کی نماز کو ہرگز نہ نبھا سکو گے سو اس نے

تمہاری توہ قبول فرمائی، سو جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لیے آسان

ہوا اتنا قرآن بڑھا کر وہ اس کو غم سے کہ تم میں سے بعض بیمار ہوں

صے اور بعض زمین میں۔ مگر کر کے اللہ کے فضل کو تلاش کریں گے اور

بعض اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے۔

عَلَّمَ أَنْ لَيْسَ تُحْصَوُةُ فَتَاتَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا

تَسْتَشِرُ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَنْ سَكُنَ مِنْكُمْ قَرْصٌ

وَآخِرُونَ يَصُفُّونَ فِي الْأَرْضِ يَسْتَفْعُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ

وَأَخْرُؤْنَ يَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. (الزمل: ٢٠)

پس اللہ تعالیٰ نے تہجد کی نماز کو ساقط کرنے میں زمین میں سفر کرنے اور جہاد کو مساوی قرار دیا ہے 'پس اس سے معلوم ہوا کہ سفر

میں قصر کی رخصت لازم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۸۳ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۸۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرنے میں امام شافعی کی دلیل ہے کہ مغرب کی نماز کو عشاء کی نماز تک مؤخر کیا جائے اور یہ حکم تمام سفروں کے لیے عام ہے۔ (شرح انکرمانی جز ۶ ص ۱۶۷-۱۶۸ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضیہ بنت ابی عبید کی تعزیت کو جا رہے تھے میں حضرت ابن عمر رضیہ کے ساتھ سفر میں گیا وہ اپنی زمین پر جانے کا ارادہ کر رہے تھے وہ بہت جلدی جا رہے تھے ان کے ساتھ قریش کا ایک آدمی تھا جو ان کو لے جا رہا تھا سورج غروب ہو گیا اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز کی حفاظت کرتے تھے جب انہوں نے نماز میں تاخیر کر دی تو میں نے کہا: نماز پڑھیے اللہ آپ پر رحم کرے انہوں نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور سفر جاری رکھا حتیٰ کہ جب شفق کا آخری وقت ہو گیا تو وہ سواری سے اترے پھر مغرب کی نماز پڑھی پھر عشاء کی اقامت کہی اس وقت شفق غائب ہو چکی تھی پس ہم کو نماز پڑھائی پھر ہماری طرف مڑ کر کہا: جب رسول اللہ ﷺ کو جلدی جانا ہوتا تھا تو آپ اسی طرح کرتے تھے۔ (سنن نسائی: ۵۹۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۱۳)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ ایک اور قصہ ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۹۸ 'دار المعرفہ' بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ اس حدیث میں جمع صلاہن لکھا ہے کہ ایک نماز کو اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا جائے جیسا کہ صحیح سنن ابوداؤد کی حدیثوں میں ہے رہا ایک نماز کے وقت دوسری نماز کو جمع کر کے پڑھنا سو یہ جمع حقیقی ہے اور یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اس پر تفصیلی بحث ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

\* یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۵۱۸- ج ۲ ص ۱۰۸ پر مذکور ہے اس کے نسخ میں نمازوں کے جمع کرنے میں مذاہب اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات مذکور ہیں۔

۱۰۹۲ - وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَأَلْتُ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ الْمَزْدُجَةَ . قَالَ سَأَلْتُ وَأَخْرَأْتُ عُمَرَ مَغْرِبًا وَكَانَ يُتَضَرَّحُ غَضِيَّ امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ فَقَالَ سِرٌّ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ فَقَالَ سِرٌّ حَتَّى سَارَ مِثْلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ . وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيُهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبُثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيُهَا

اور لیث نے یہ اضافہ کیا: انہوں نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے بیان کیا کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضیہ عنہما کو نماز میں جمع کر کے پڑھتے تھے سالم نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضیہ عنہما نے نماز کو مؤخر کر دیا انہیں ان کی بیوی صفیہ بنت عبید کی موت کی خبر دی گئی تھی (وہ ان کی تعزیت کو جا رہے تھے) میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے انہوں نے کہا: چلتے رہو میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے انہوں نے کہا: چلتے رہو میں نے ان سے کہا: نماز پڑھیے انہوں نے کہا: چلتے رہو حتیٰ کہ انہوں نے دو یا تین میل سفر کیا پھر سواری سے اترے پس انہوں نے نماز پڑھی پھر کہا: میں نے اسی طرح دیکھا ہے جب نبی ﷺ کو جلدی جانا ہوتا تھا تو آپ اسی طرح کرتے تھے

رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ يُسَلِّمُ، وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ، حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

اور حضرت عبد اللہ نے کہا: میں نے دیکھا: جب نبی ﷺ کو جلدی جانا ہوتا تو آپ مغرب کی اقامت کہلواتے پھر اس کی تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر دیتے پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی اقامت کہلواتے پھر اس کی دو رکعت نماز پڑھتے پھر سلام پھیر دیتے اور عشاء کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ آدھی رات کو اٹھتے۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔

## ۷۔ بَابُ صَلَوةِ التَّطَوُّعِ عَلَى

الدَّوَابِّ، حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ

سواری پر نفل نماز پڑھنا خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو

۱۰۹۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت عبد اللہ بن عامر از والد خود انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو اپنی سواری پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اس کا منہ جس طرف بھی

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۷-۱۱۰۳]

تھا۔

(صحیح مسلم: ۵۱۰، الرقم المسلسل: ۱۵۹۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۶۷۳، ج ۲۳ ص ۳۳۳، مؤسستہ الرسالہ بیروت)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ: یہ ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں (۲) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ ابو محمد الشامی (۳) معمر بن راشد (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بہت لمبی سی میں نبی ﷺ کی زیارت کی تھی (۶) ان کے والد حضرت عامر بن ربیعہ العنزی ہیں یہ آل عمر بن الخطاب کے حلیف تھے یہ مہاجرین اذلیین میں سے تھے اور بدر میں حاضر ہوئے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد فوت ہوئے تھے۔ (تذکرۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۰-۱۹۹)

## سفر اور حضر میں سواری پر نفل پڑھنے کے متعلق فقہاء

اس حدیث میں 'راحلہ' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: اونٹنی اور اس کا استعمال گراور مؤنث دونوں کے لیے ہوتا ہے اس سے مراد وہ قوی اونٹ ہے جس پر سواری کی جاسکے اور جس پر بوجھ لادا جاسکے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کا منہ جس طرف بھی تھا اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا منہ خواہ قبلہ کی طرف تھا یا کسی اور طرف۔ امام ترمذی نے کہا: اس حدیث پر عام اہل علم کا عمل ہے، ہمیں ان کے درمیان کسی اختلاف کا علم نہیں ہے وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ وہ جب سواری پر نفل نماز پڑھیں تو خواہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا کسی اور طرف ہو۔

سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کے مسئلہ میں تو فقہاء کا اجماع ہے اور حضر (شہر) میں سواری پر نماز پڑھنے میں اختلاف ہے امام ابو یوسف، ابو سعید الاصبغی، الشافعی، غیر متقلدین اور بعض دیگر شافعی علماء کہتے ہیں کہ حضر (شہر) میں بھی سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے جب کہ سواری کا منہ قبلہ کی طرف ہو امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے حضر (شہر) میں سواری پر نماز پڑھنے کو ناجائز کہا ہے۔



۱۰۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِي غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن عبد الرحمن انہوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ نبی ﷺ نفل پڑھتے تھے اور اس وقت آپ سوار ہوتے تھے اور قبلہ رخ نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری ۱۰۹۳ اور ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے اور اسی پر وتر پڑھتے تھے اور وہ بتاتے تھے کہ نبی ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

## ۸ - بَابُ الْإِيمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

۱۰۹۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْمًا تَوَجَّهَتْ يَوْمِيَّاءَ . وَذَكَرَ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ.

سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری مڑے وہ اشارہ کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ بھی اس طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

## ۹ - بَابُ يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوبَةِ

۱۰۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍاءَ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يَوْمِيَّاءَ بِرَأْسِهِ قَبْلَ آتِي وَجْهِ تَوَجَّهَ وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ ذَلِكَ فِي

فرض پڑھنے کے لیے سواری سے اترنا  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ سواری پر سر کے اشارہ سے نماز پڑھ رہے تھے جس طرح بھی سواری کا رخ ہوا اور نبی ﷺ فرض نماز میں اس طرح نہیں کرتے

## الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ.

تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۹۳ میں گزر چکی ہے۔

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا کہ سالم نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رات کو سواری پر نماز پڑھتے تھے اور وہ اس وقت مسافر تھے اور وہ یہ پرواہ نہیں کرتے تھے کہ سواری کا کس طرف منہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: رسول اللہ ﷺ سواری پر نفل پڑھتے تھے جس طرف بھی اس کا منہ ہو اور اس پر وتر پڑھتے تھے البتہ آپ اس پر فرض نہیں پڑھتے تھے۔

۱۰۹۸ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي عَلَى دَابَّتِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ مَا يَبَالِي حَيْثُ مَا كَانَ وَجْهُهُ . قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ وَجْهَهُ تَوَجَّهَ وَيُؤْتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن عبد الرحمن بن ثوبان انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ مشرق کی طرف منہ کیے ہوئے سواری پر نماز پڑھ رہے تھے پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

۱۰۹۹ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ لَحْوَ الْمَشْرِقِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

## نفل نماز دراز گوش پر پڑھنا

## ۱۰ - بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الْحِمَارِ

ہر چند کہ اس سے پہلے باب میں سواری پر نفل پڑھنے کی احادیث گزر چکی ہیں مگر امام بخاری نے چاہا کہ خصوصیت کے ساتھ دراز گوش (گدھے) پر سواری کے جواز کا حکم بیان کرے اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گدھے کا پسینہ پاک ہوتا ہے کیونکہ اس پر سواری کرنے سے اس کے جسم پر کپڑا پڑتا ہے اس کا پسینہ پاک ہوتا ہے تو اس پر سواری کرتے ہوئے نماز جائز نہ ہوتی۔ ہمارے اصحاب نے کہا کہ گدھے کا پسینہ پاک ہوتا ہے کیونکہ ہر جانور کے پسینہ کو اس کے گوشت پر قربان کیا جاتا ہے لیکن چونکہ نبی ﷺ نے اس پر سواری کی ہے اس لیے خلاف قیاس اس کے پسینہ کو پاک قرار دیا گیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن سیرین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ شام سے آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا ہم ان سے عین التمر کے مقام پر ملے پس میں نے ان کو دیکھا وہ گدھے پر نماز

۱۱۰۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ اسْتَقْبَلْنَا أَنَسًا حِينَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِينَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْنَهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَغْنِي عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ ؟ فَقَالَ لَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ لَمْ أَفْعَلُهُ . رَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . (صحیح مسلم: ۷۰۲، الرقم المسلسل: ۱۵۹۱)

پڑھ رہے تھے اور ان کا منہ اس طرف تھا یعنی قبلہ کی باتیں طرف تھا میں نے ان سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہیں انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں نماز نہ پڑھتا۔ ابن طہمان نے اس حدیث کو از حجاج از انس بن سیرین از حضرت انس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن سعید بن صخر بن سلیمان بن سعید بن قیس بن عبد اللہ ابو جعفر الداری المروزی یہ ۲۴۳ھ میں نیشاپور میں فوت ہو گئے تھے (۲) حبان ابو حبیب بن ہلال الباہلی (۳) ہمام بن یحییٰ العوادی (۴) حضرت انس بن سیرین یہ محمد بن سیرین کے بھائی ہیں (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۰۶-۲۰۵)

### گدھے پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اجماع

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: گدھے، خچر، اونٹ اور کسی بھی سواری پر نفل پڑھنے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے خواہ کم سفر ہو یا زیادہ سفر ہو امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ انہوں نے شہر میں سواری پر نفل پڑھنے کی بابت فرمایا ہے: کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے گدھے پر مدینہ کی گلیوں میں اشارے سے نماز پڑھی ہے اور تمام فقہاء نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۹۳-۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

\* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۵۱۱- ج ۲ ص ۳۰۶ پر مذکور ہے۔ حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

### جو سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے

### بعد کی سنتیں نہ پڑھے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابی بن سلیمان نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: عمر بن محمد نے حدیث بیان کی کہ حفص بن عاصم نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سفر کیا انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ مصاحبت کی ہے میں نے آپ کو سفر میں نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اللہ جل ذکرہ نے فرمایا ہے: تحقیق یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

### ۱۱ - بَابُ مَنْ لَمْ يَتَطَرَّعْ فِي

### السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلَاةِ وَقَبْلَهَا

۱۱۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُ قَالَ سَافَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ وَقَالَ اللَّهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) [طرف الحدیث: ۱۱۰۲]

(صحیح مسلم: ۶۸۹، الرقم المسلسل: ۱۵۵۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۲۲، سنن ترمذی: ۵۴۴، سنن نسائی: ۱۳۵۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ)

ج ۱ ص ۳۸۰ مصنف عبد الرزاق: ۴۴۴۳ مسند ابویعلیٰ: ۵۷۷۸ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵۵ شرح المذ: ۱۰۳۲ صحیح ابن خزمہ: ۹۳ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴ طبع قدیم مسند احمد: ۴۷۱ ج ۸ ص ۲۷۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن سیمان بن یحییٰ ابوسعید الجعفی الکوفی ان کی رہائش مصر میں تھی اور یہ وہ ہیں ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) عمر بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب العسقلانی یہ ثقہ اور جلیل تھے ۱۳۵ھ کے بعد فوت ہوئے تھے (۴) حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۰۸)

### سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول اور فعل کے تعارض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول مذکور ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنی سواری پر اشارے سے نماز پڑھتے تھے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو اور وہ خود بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۹۶-۹۹۹) اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں زمین پر فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے اور اس حدیث میں سواری پر نفل پڑھنے کا ذکر ہے لہذا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول میں تعارض نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر کے علاوہ علی بن الحسین سعید بن المسیب سعید بن سیر بھی فرض سے پہلے اور بعد سفر میں سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عمر نے جو کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا یہ ان صحابہ کے خلاف حجت نہیں ہے جنہوں نے آپ کو فرض سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ جو کسی چیز کی نفی کرے وہ دیکھنے والا نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بھی روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ سفر میں فرض کے ساتھ نفل پڑھتے ہیں اور عامۃ العلماء کا یہی قول ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے نبی ﷺ نے سفر میں نفل پڑھنے کو اس لیے ترک کر دیا ہو جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے تاکہ آپ امت کو یہ تعلیم دیں کہ سفر میں ان کو اختیار سے خواہ وہ سفر میں سنن مؤکدہ پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

(شرح ابن بطل مال ج ۳ ص ۹۵-۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

### سفر میں سنتیں پڑھنے کے متعلق مذہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے نبی ﷺ کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے چاہئیں امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے جو سفر میں نفل نہیں پڑھتے تھے وہ رخصت کو قبول کرتے تھے اور جو نفل پڑھتے تھے ان کے لیے زیادہ فضیلت ہے اور اکثر اہل علم سفر میں نفل پڑھنے کو اختیار کرتے تھے۔

علامہ سرخسی اور علامہ الرضیانی نے کہا ہے کہ سفر میں نفل کو ترک کرنے کی رخصت ہے اور نفل پڑھنے میں فضیلت ہے علامہ البندوانی نے کہا ہے کہ جب سواری سے اتر جائے تو نفل پڑھنا افضل ہے اور جب سواری پر سوار ہو تو نفل کو ترک کرنے کی رخصت ہے ہشام نے کہا: میں نے امام محمد کو دیکھا وہ اکثر سفر میں ظہر سے پہلے اور ظہر کے بعد کی سنتوں کو نہیں پڑھتے تھے اور صبح کی اور مغرب



کی سنتوں کو ترک نہیں کرتے تھے اور میں نے ان کو سفر میں عصر اور عشاء سے پہلے کی سنتوں کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا وہ عشاء پڑھتے تھے پھر وتر پڑھتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۰۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۷۷۔ ج ۲ ص ۶۷۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: سنن کا حکم۔ یہ دو سطروں کی شرح ہے ص ۳۸۳ پر۔

۱۱۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِيْسَى بْنِ حَفْصٍ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّ سَمِيعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ كَذَلِكَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عیسیٰ بن حفص بن عاصم انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کی ہے آپ سفر میں دو رکعت (فرنس) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اسی طرح حضرت ابو بکرؓ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث کا مطالعہ کریں۔

۱۲ - بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي لَمَعَةٍ فِي غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَاةِ وَقَبْلَهَا وَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتِي الْفَجْرِ فِي السَّفَرِ.

میں نے فرمایا ہے پہلے اور بعد کے علاوہ سفر میں نفل پڑھے

اور نبی ﷺ نے سفر میں فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھیں۔

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے صحابہ نماز فجر تک سوتے رہے پس ان کو سورج کی گرمی نے بیدار کیا وہ تھوڑی دیر اٹھے حتیٰ کہ سورج مستقل ہو گیا پھر آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے اذان دی پس آپ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت (سنت فجر) پڑھیں پھر آپ نے اقامت کہلوائی پھر نماز فجر پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

دوسری حدیث میں ہے:

پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس جگہ سے دو رکعت پھر آپ نے اقامت کہلوائی و اذان دینا حکم دیا پس انہوں نے اذان دی پھر سب نے وضوء کیا اور دو رکعت (سنت) فجر پڑھی پھر آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے نماز کی اقامت کہی پس آپ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

ان دونوں حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے سفر میں نماز فجر کی سنتیں پڑھیں۔

۱۱۰۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُمَرُو عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ مَا أَبَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصُّحَى غَيْرُ أَمِّ هَانِئٍ ذَكَرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی لیلیٰ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ماسوا

فَتَحَّ مَحْجَةً اِغْتَسَلَ. فِي بَيْتِهَا، فَصَلَّى ثَمَان رَكَعَاتٍ، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں غسل کیا، پھر آٹھ رکعات پڑھیں، پس میں نے آپ کو اس سے خفیف نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، البتہ آپ رکوع اور سجود پورا کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۱۱۷۶-۱۲۹۲]

(صحیح مسلم: ۳۳۶، رقم المسلسل: ۷۳۸، سنن ترمذی: ۲۷۳۳، سنن نسائی: ۴۲۳، سنن کبریٰ: ۲۲۹، سنن ابن ماجہ: ۴۶۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۳۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۲۰، سنن دارمی: ۱۳۵۲، المعجم الکبیر: ۱۰۶۶، ج ۲۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۸، شرح النہ: ۱۰۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۹۰۰، ج ۴۴ ص ۴۷۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

### سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد سنتیں پڑھنے کے ثبوت میں احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفر کیے ہیں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے ظہر سے پہلے کی دو رکعت سنت کبھی چھوڑی ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن جو آٹھ رکعات چاشت کی نماز پڑھی، یہ بھی آپ نے سفر کے موقع پر زمین پر پڑھی اور سواری پر نہیں پڑھی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ سفر میں زمین پر پڑھنی بھی جائز ہے۔

بے شک آپ نے سفر میں زمین پر قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھ کر رکھی ہے، اسی وجہ سے آپ نے سفر میں دو رکعت سنت فجر پڑھی ہے اور آپ نے سواری پر دن اور رات میں نوافل پڑھے ہیں اور یہ بھی سفر میں زمین پر نفل پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ جب سواری پر نفل پڑھنے جائز ہیں تو زمین پر نفل پڑھنا بہ طریق اولیٰ جائز ہوں گے اور حضرت ابن عمر کا قول اس کے خلاف ہے اور الحسن البصری نے کہا کہ نبی ﷺ کے اصحاب سفر کرتے تھے اور فرض سے پہلے اور بعد نفل پڑھتے تھے۔ یہ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ حضرت علی، حضرت بن عباس، حضرت براء، حضرت ابن مسعود، حضرت انس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم اور بہ کثرت تابعین سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نوافل پڑھتے تھے اور یہ امام مالک، فقہاء احناف، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابو ثور کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ سفر میں فرض سے پہلے اور فرض کے بعد زمین پر نوافل پڑھتے تھے۔

ابن ابی لیلیٰ نے جو یہ روایت کہ حضرت ام ایمنہ کے عہد میں نبی ﷺ نے چاشت کی نماز پڑھی ہے، یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سفر میں ابو ہریرہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے زمین چیزوں کی وصیت کی ہے، ان میں سے ایک چاشت کی نماز ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۹۸-۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ ابن ابی لیلیٰ کے قول کے خلاف درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حارہ بنو معاویہ کی طرف نکلا، آپ نے آٹھ رکعات چاشت کی نماز پڑھی اور ان میں طویل قیام کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۰۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے چاشت کی دو رکعت پڑھنے کی وصیت کی۔

عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ 'عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ.  
وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَخَرَّبٌ عَنْ يَحْيَى 'عَنْ  
حَفْصِ 'عَنْ أَنَسِ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.  
(جامع السانيد لابن جوزي: ۲۸۲ المسند الطحاوي: ۲۸۲)

از انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ مغرب  
اور عشاء کی نمازوں کو سفر میں جمع کرتے تھے۔ حسین کی متابعت علی  
بن المبارک اور حرب نے کی ہے از یحییٰ از حفص از حضرت انس کہ  
نبی ﷺ نے نمازوں کو جمع کیا۔

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی طرف سے حافظ ابن حجر کے دلائل  
حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے نمازوں کو جمع کرنے کے متعلق یہ تین حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اس قید کے  
ساتھ مقید ہے کہ جب آپ کو کہیں جلدی جانا ہوتا تو آپ دو نمازوں کو جمع کر لیتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس قید کے  
ساتھ مقید ہے کہ جب آپ سواری پر سوار ہوتے تو دو نمازوں کو جمع کر لیتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مطلق ہے اس میں دو  
نمازوں کو جمع کرنے کے ساتھ کوئی قید نہیں ہے امام بخاری نے اس باب کا عنان مطلق رکھا ہے کیونکہ مقید مطلق کے افراد میں سے  
ہے اور گویا کہ امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے خواہ وہ سفر کر رہا ہو یا نہیں اور خواہ اس کو کسی  
کام کی جلدی ہو یا نہیں اور اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کتب صحابہ و تابعین و فقہاء میں سے امام شافعی امام احمد  
اسحاق اور اشہب نے یہ کہا ہے کہ سفر میں مطلقاً نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ عرفہ اور مزدلفہ کے سوا دو  
نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے الحسن البصری النخعی امام ابو حنیفہ ان کے صاحبزادے کا قول ہے علامہ نووی نے لکھا ہے کہ صاحبین  
نے اپنے استاذ کی مخالفت کی ہے اور علامہ ابو جری نے ترمذی البہدائی میں رد کیا ہے اور وہی اپنے مذہب کے زیادہ جاننے والے  
ہیں۔ عرفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی بات کتاب الحج میں آئی گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جن احادیث میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا  
ذکر ہے ان کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ جمع صوری پر محمول ہیں اور وہ یہ ہے کہ مثلاً مغرب کو اس کے آخری وقت میں  
پڑھا جائے اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھا جائے۔ علامہ خلیل نے اس پر یہ تعاقب کیا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا درست ہے  
اگر ایسا ہی ہو تو انہیں سے ذکر کیا ہے تو اس میں ہر نماز اپنے وقت میں پڑھنے کی ہر صورت میں وہ تنگی کی جائے گی ان کے اوقات  
کے اول اور آخر کو اکثر لوگ بھرتے جاتے ہیں کہ امام مالک عالم السنن ج ۱ ص ۲۰۰ دارالکتب بیروت نے یہ بیرونی روایت لکھی ہے۔

اس پر دلیل کہ دو نمازوں کو جمع کرنا رخصت ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کی  
امت حرج میں مبتلا نہ ہو۔ (صحیح مسلم الرقم السلسل: ۱۶۰۰) نیز احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو  
جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے متصل باب میں حدیث آ رہی ہے اور جمع کے لفظ سے ذہن میں یہی معنی متبادر ہوتا ہے اور جمع صوری پر جمع  
تقدیم سے نفی وارد ہوتا ہے جس کا ذکر ایک باب کے بعد آ رہا ہے اور لیث نے کہا ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا اس کے ساتھ خاص ہے  
جس کو اپنی مہم پر جلدی روانہ ہونا ہو اور امام مالک کا مشہور قول بھی یہی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا مسافر کے ساتھ  
خاص ہے متیم کے ساتھ خاص نہیں ہے اور یہ ابن حبیب کا قول ہے اور اوزاعی نے کہا ہے کہ یہ اس کے ساتھ خاص ہے جس کا کوئی  
عذر حکمی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ جمع تاخیر جائز ہے اور جمع تقدیم جائز نہیں ہے اور یہ قول امام مالک اور امام احمد سے مروی ہے اور ابن

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۰۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۱۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

۱۱۰۴۔ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عامر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے دیکھا نبی ﷺ رات کے وقت سواری کی پشت پر نفل پڑھ رہے تھے سواری کا منہ جس طرف بھی ہو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۹۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ يَوْمِيءَ بَرَأْسِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ سواری کی پشت پر نفل پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری کا رخ ہو اور سر سے اشارہ کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۹۹ میں گزر چکی ہے۔

سفر میں مغرب اور عشاء کی

نمازوں کو جمع کرنا

۱۳۔ بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ

بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

۱۱۰۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از سالم بن عبد اللہ کہ جب نبی ﷺ کو جلد جانا ہوتا تو آپ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۹۱ میں گزر چکی ہے۔

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از احسین المعلم از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ جب نبی ﷺ سواری پر سفر کرتے تو ظہر اور عصر کی نمازوں کو جمع کرتے اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے۔

۱۱۰۷۔ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

اور از حسین از یحییٰ بن ابی کثیر از حفص بن عبید اللہ بن انس

۱۱۰۸۔ وَعَنْ حُسَيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ





ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا بغیر خوف اور بغیر سفر کے ابو الزبیر نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا: آپ نے کس وجہ سے ایسا کیا تھا؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا تھا حضرت ابن عباس نے کہا: آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کی امت حرج میں مبتلا نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۰۵، الرقم المسلسل: ۱۶۰۰، سنن ابوداؤد: ۱۲۱۱، سنن ترمذی: ۱۸۷، سنن نسائی: ۶۰۱، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۳)

سنن ترمذی میں ہے: بغیر سفر اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو جمع صوری پر محمول کرنا واجب ہے ورنہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ بغیر سفر کے اور بغیر کسی خوف کے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھا جائے اور یہ فقہاء احناف کی بہت قوی دلیل ہے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کی ایک یہ تاویل کی کہ آپ نے بارش کی وجہ سے ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کیا پھر اس تاویل کو خود یہ کہہ کر رد کر دیا کہ سنن ترمذی میں ہے: آپ نے بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کیا۔

دوسری تاویل یہ کی: مطلع ابراہیم لود تھا اور آپ نے ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لی تھی اس کا بعد میں پتا چلا تھا لیکن اس تاویل کو بھی انہوں نے رد کر دیا کہ یہ بات ظہر اور عصر میں تو چل سکتی ہے مغرب اور عشاء میں نہیں۔

تیسری تاویل یہ کی ہے کہ آپ نے پہلی نماز آخری وقت میں پڑھا جب نماز سے غم ہوئے تو پتا چلا کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو چکا تھا اس کو بھی انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ تاویل باطل ہے اور باطل ہے۔

چوتھی تاویل جس پر ان کا اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے بیماری کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا۔

(صحیح مسلم بشرح نووی ج ۳ ص ۲۱۵۰-۲۱۴۹، مکتبہ زار معظی، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ نووی کی یہ تاویل بھی باطل ہے کیونکہ حضرت ابن عباس نے آپ نے بغیر سفر کے اور بغیر خوف کے دو نمازوں کو جمع کیا اگر آپ نے بیماری کی وجہ سے نمازوں کو جمع کیا تو وہ باطل ہے۔ خوف میں داخل ہے حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرما رہے ہیں: آپ نے بغیر خوف کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا نیز آپ کی بیماری کے ایام معروف ہیں اور ان ایام میں آپ کے نماز پڑھنے کی تفصیل کا احادیث میں ذکر ہے اور کسی حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے بیماری کی وجہ سے نمازوں کو جمع کر کے پڑھا۔ علامہ زبیر نے نیز دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا بہرہ القرآن کی نسبت قطعاً باطل ہے بلکہ صحیح ہے کہ نبی ﷺ کے بعد ان کی امت میں کسی نے نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اور یہ کیوں نہ کہا جائے کہ آپ نے ظہر کو آخری وقت میں اور عصر کو اول وقت میں پڑھا اور مغرب کو آخری وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھا اور دو نمازوں کو صورت جمع کیا تا کہ بیماری کے ایام میں امت حرج میں مبتلا نہ ہو اور شہر میں دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں صورت جمع کر کے پڑھ لے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک نماز کے وقت دو نمازوں کو جمع کرنے کے ثبوت میں اس کے متصل باب کا ذکر کیا ہے سو ہم اس باب کی حدیث کی شرح میں اس پر ان شاء اللہ گفتگو کریں گے۔

جب مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے

تو پہلے اذان دے یا اقامت کہے؟

۱۴۔ بَابُ هَلْ يُؤْذَنُ أَوْ يُقِيمُ إِذَا

جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب مسافر مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرے گا تو آیا وہ اذان دے گا یا نہیں؟ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس باب کے تحت امام بخاری نے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ذکر کی ہے اس میں اذان کا ذکر نہیں ہے اور نہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اذان کا ذکر ہے اور نہ اقامت کا ذکر ہے۔

اس کے جواب میں علامہ کرمانی متوفی ۸۶۷ھ لکھتے ہیں: شاید کہ راوی اذان اور اقامت کے ترک کے ذکر کے درپے نہیں ہوا اور اس نے دونوں نمازوں کا مطلقاً ذکر کیا اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ دونوں نمازیں اپنے ارکان شرائط اور سنن کے ساتھ مراد ہیں اور اقامت اور اذان نماز کی سنتوں میں سے ہیں۔ (شرح الکرمانی ج ۶ ص ۱۷۵ 'ادار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۱ھ)

۱۱۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعَجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ. قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعَجَلَهُ السَّيْرُ وَيُقِيمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهِ ثُمَّ يَسْلِمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبُثُ حَتَّى يُقِيمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيَهَا رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكَعَةٍ وَلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسُجْدَةٍ حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ ﷺ کو روانہ ہونے میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے سالم نے کہا: اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے جب ان کو روانہ ہونے میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب کی اقامت کہتے پھر اس کی تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیرتے پھر تھوڑی دیر ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی اقامت کہتے پس اس کی دو رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر دیتے پھر ان کے درمیان ایک رکعت بھی نفل نہیں پڑھتے تھے اور نہ عشاء کے بعد کوئی جہدہ کرتے حتیٰ کہ آدھی رات کو قیام کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۹۱ میں گزر چلی ہے۔ مزید شرح درج ذیل ہے۔

ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے پر فقہاء شافعیہ کا استدلال اور اس کا جواب

اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مغرب کی نماز کو جمع کر کے صبحِ مسلم میں اس کا بیان ہے۔ نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ کی میں جلدی ہوتی تو وہ تہجد کے غائب ہونے کے بعد مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے اور وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب روانگی میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۰۳، الرقم السلسل: ۱۵۹۲)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فقہاء احناف کی تاویل کا ابطال ہے کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ پہلی نماز کو آخری وقت میں پڑھنا اور دوسری نماز کو اول وقت میں پڑھنا (الی قولہ) کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ پہلی نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۱۴۲ 'مکتبہ زابر مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جو دو نمازوں کے جمع کرنے کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں۔

(فتح باری ج ۲ ص ۲۰۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ نووی شافعی اور علامہ عسقلانی شافعی دونوں کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مغرب پڑھ کر تھوڑی دیر ٹھہرتے اور شفق کے غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے ہم کہتے ہیں کہ شفق کا معنی سرخی بھی ہے اور سفیدی بھی ہے اور سرخی جلد غائب ہوتی ہے اور سفیدی دیر سے غائب ہوتی ہے ہو سکتا ہے کہ یہاں شفق کی سرخی مراد ہو اور آپ نے شفق کی سرخی غائب ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھی ہو تاہم چونکہ قرآن مجید میں ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے اگر اس پر اصرار کیا جائے کہ آپ نے عشاء کا وقت شروع ہونے سے پہلے عشاء کی نماز پڑھی تھی تو ہم صریح قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو ترک کر دیں گے جب کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ آپ نے دو نمازوں کے سوا کوئی نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تفسیر اس شخص کی ہے جس نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا۔

۱۱۱۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَان حَدَّثَنَا حَرْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَوَتَيْنِ فِي التَّغَرُّبِ يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حفص بن عبید اللہ بن انس نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں ان دو نمازوں کو جمع کرتے تھے یعنی مغرب اور عشاء کو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۰۸ میں گزر چکی ہے۔

جب زوال سے پہلے سفر کرے تو

نمازِ ظہر کو نمازِ عصر تک مؤخر کرے

اس کے ثبوت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی ﷺ

سے روایت ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الفضل بن فضالہ نے حدیث

بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ

بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ زوال آفتاب سے پہلے روانہ

ہوتے تو ظہر کی نماز کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے پھر ان دونوں

کو جمع کرتے اور جب سورج زائل ہو جاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے پھر

[طرف الحدیث: ۱۱۱۲] سوار ہوتے۔

۱۵۔ بَابُ يُؤَخَّرُ الظُّهْرُ إِلَى الْعَصْرِ إِذَا

ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ

فِيهِ مِنْ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ.

۱۱۱۱۔ حَدَّثَنَا حَسَّانُ الْوَابِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا

الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ

الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ

بَيْنَهُمَا وَإِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

(صحیح مسلم: ۷۰۴، الرقم المسلسل: ۱۵۹۶، سنن ابوداؤد: ۱۲۱۸، سنن نسائی: ۵۸۶، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۹۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۵، سنن قدیم مسند



احمد: ۹۹: ۱۳۔ ج ۲۱ ص ۳۱۲ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت 'جامع المسانید لابن جوزی: ۱۹۷۰' مکتبۃ الرشید ریاض '۱۳۲۶ھ' مسند الطحاوی: (۱۲۸۳)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) حسان بن عبداللہ بن سہل الکندی المصریٰ یہ ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) المنفل بن الفضالہ ابو معاویہ القتبانی یہ مصر کے قاضی تھے اور حجاب الدعوة تھے یہ ۱۸۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۲۳)

### دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے والوں کے نزدیک اس کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو فقہاء ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز کہتے ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو شخص ظہر کی نماز کے وقت میں کسی جگہ ٹھہرا اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز کو ظہر کے ساتھ ملا کر دو نمازوں کو جمع کرے اور جب وہ سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھے جب اس کو اپنے ٹھہرنے پر اعتماد ہو اور عصر کا وقت باقی ہو اور جب وہ ان دونوں نمازوں کے وقت میں سفر کرتا رہے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ جس نماز کو چاہے مقدم یا مؤخر کر کے دو نمازوں کو جمع کرے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلا نماز کو اول نماز کے ساتھ کرے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ بن کرنے کے وقت میں اختلاف ہے اور چاہے تو پہلی نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے اور اگر چاہے تو دوسری نماز کے وقت میں دونوں کو جمع کرے یہ دونوں کا قول ہے ہر نبیوں نے امام ابو حنیفہ کے قول کو نقل کر کے کہا: یہ قول احادیث اور آثار کے خلاف ہے حالانکہ امام ابو حنیفہ کا قول احادیث اور آثار کے خلاف نہیں ہے بلکہ ائمہ ثلاثہ کا قول قرآن مجید کی آیات احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کے خلاف ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں امام ائمہ ثلاثہ نے قرآن مجید سنت آثار صحابہ اور قیاس سے استدلال کیا ہے اور جن احادیث و آثار میں ان نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے ان کو جمع صوری پر محمول کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۲۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ھ)

جب مسافر زوال آفتاب کے بعد روانہ ہو

تو ظہر کی نماز پڑھے پھر سورج اترے

امام بخاری حدیث کرتے ہیں میں نے امام ابو حنیفہ نے بیان کی انہوں نے کہا: میں المنفل بن الفضالہ نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ زوال آفتاب سے پہلے روانہ ہوتے تو ظہر کی نماز کو عصر کی نماز کے وقت تک مؤخر کر دیتے پھر سواری سے اتر کر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے اور اگر آپ کے روانہ ہونے سے پہلے سورج زائل ہو جاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے پھر سوار ہوتے۔

۱۶۔ بَابُ إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ

الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ

۱۱۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَدَّادٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ

فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحَلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۱۱' میں گزر چکی ہے۔

### ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی روایت پر بحث و نظر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ نبی ﷺ دوسری نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۰۷)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کا یہ تقاضا نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ زوال آفتاب کے بعد روانہ ہوتے تو آپ دونوں نمازوں کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ ظہر کو اپنے وقت میں پڑھتے پھر سوار ہوتے اور عصر کو ظہر کی نماز کے بعد متصل نہیں پڑھتے تھے بلکہ عصر کی نماز کو ظہر کی نماز کے بعد اپنے وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ اصول کا تقاضا اسی طرح ہے اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے یہ کہا ہے کہ نماز کو وقت سے پہلے پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام اسحاق بن راہویہ نے حضرت انس سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب سفر میں ہوتے اور سورج زائل ہو جاتا تو آپ ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھتے پھر روانہ ہوتے اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اسحاق کو منکر قرار دیا ہے۔ اسماعیلی نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اسحاق شباہ سے اس حدیث کی روایت میں نظر ہے اور شباہ لوہاء کی طرف دعوت دیتے تھے اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ شباہ مرجئی تھا اس لیے دو نمازوں کو جمع کرنے کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ النوری ج ۷ ص ۱۱۱، مکتب العربیہ ۱۳۲۱ھ)

### بیٹھ کر نماز پڑھنا

### ۱۷۔ بَابُ صَلَوةِ الْقَاعِدِ

امام بخاری نے اس عنوان کو عموم کے ساتھ ذکر کیا ہے 'خوٹا نفل بیٹھ کر پڑھے یا فرض اور غزیر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے یا بغیر عذر کے اور بیٹھ کر نماز پڑھنے والا خواہ امام ہو یا مستدی ہو۔

۱۱۱۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ هُوَ سَائِلٌ لِمَنْ جَارِبٌ وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا كَقِيَامِ النَّاسِ فِي الْجُمُعَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۸۸' میں گزر چکی ہے۔

### جس بیماری کی وجہ سے نبی ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس بیماری کا سبب اور اس کی کیفیت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے اس نے آپ کو گھوڑے کے درخت کے

تے پر گرا دیا اس سے آپ کے پیر کی ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۶-۳۲۵، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰، سنن ابوداؤد: ۶۰۲، مسند ابویعلیٰ: ۱۸۹۶، صحیح ابن خزیرہ: ۱۶۱۵، مشکل الآثار للطحاوی: ۵۶۳۸، صحیح ابن حبان: ۲۱۱۳، المعجم الاوسط: ۳۴۸۱، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۲۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۰-۷۹) (انیس الساری ج ۵ ص ۳۲۱۸، مؤسسۃ الریان ۱۴۲۶ھ)

۱۱۱۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَقَطَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ فَخُدِشَ، أَوْ فَجِحِشَ شِقَّةُ الْإِيْمَنِ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوذُهُ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُودًا، وَقَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُوتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے اس سے آپ کی بائیں جانب کی کھال چھل گئی، سو ہم آپ کی عیادت کے لیے آپ کے پاس گئے پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی، سو ہم نے بھی بیٹھ کر پڑھی اور آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے اٹھے تو تم رکوع سے اٹھو اور جب وہ "سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" کہے تو تم "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" کہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۱۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَكَانَ مُبْتَدِرًا، لَمَّا سَلَّمَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ، وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ، وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ. [أطراف الحديث: ۱۱۱۶-۱۱۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے خبر دی از عبد اللہ بن بریدہ از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا اور ہم کو اسحاق نے خبر دی انہوں نے کہا: ہم کو عبد الصمد نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں الحسین نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت عمران بن حصین نے حدیث بیان کی اور ان کو بوا سیر تھی انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: اگر اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا اور جس نے سو کر نماز پڑھی تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۹۵۲، سنن ترمذی: ۳۷۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳، صحیح ابن خزیرہ: ۹۷۹، مسند احمد ج ۱: ۳۵۱۵، المعجم الاوسط: ۳۴۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۶۹۳، سنن

دارقطنی ج ۱ ص ۳۸۰ 'استدرک ج ۱ ص ۳۱۵' شرح الن: ۹۸۳ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۸۱۹۔ ج ۳۳ ص ۵۲ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت 'جامع السانید لابن جوزی: ۵۸۱۲' مکتبۃ الرشدریاض' ۱۳۲۶ھ 'مسند الطحاوی: ۶۳۳۱)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام الکوجی ابویعقوب (۲) روح بن عبادہ (۳) حسین بن ذکوان المعلم (۴) عبد اللہ بن بریدہ (۵) اسحاق بن ابراہیم الکلبازی (۶) عبد الصمد بن عبد الوارث (۷) ان کے والد عبد الوارث بن سعید التنوری (۸) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۲۹-۲۲۸)

### ”بو اسیر“ کا معنی

اس حدیث میں ”بو اسیر“ کا لفظ ہے یہ ایک بیماری ہے جو انسان کی مقعد میں پیدا ہو جاتی ہے اس کو ناسور بھی کہتے ہیں جسم کے اندر جو زخم ہوتا ہے اس کو ناسور کہتے ہیں اور اس کو ناسور بھی کہتے ہیں یہ جسم کے اندر ایک پھوڑا ہوتا ہے جو عام طور پر ٹھیک نہیں ہوتا اور ناسور کی وجہ سے مقعد میں ورم ہو جاتا ہے اور اس سے مواد نکلتا رہتا ہے۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے پر آدھے اجر کی حدیث نوافل سے متعلق ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث ”رف نوافل سے متعلق ہے“ کیونکہ جس شخص نے نماز بیٹھ کر پڑھے گا اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہوگی یا اس سے عاجز ہوگا اگر اس کو کھڑے ہونے کی طاقت ہے پھر اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو تمام فقہاء کے نزدیک اس کی نماز جائز نہیں ہوگی اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس نماز کو دوبارہ پڑھے تو اس کی نماز کا نصف اجر کیسے ملے گا اور اگر وہ کھڑے ہونے سے عاجز ہے تو اس سے قیام کی فرضیت ساقط ہو جائے گی اور اس کا نصف بیٹھنے کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اب جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا اس سے افضل ہوگا جب وہ بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوگا تو اس پر لازم ہے کہ وہ لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھے اور اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اس سے افضل نہیں ہوگا کیونکہ جو آخر نبی ﷺ سے ثابت ہیں وہ یہ ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مرض یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے کسی نیک عمل سے روک لے تو اس کے لیے اس نیک عمل کا اجر کسا جاتا رہتا ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۵۔ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

### بیمار کی نماز کے احکام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے سوئے ہوئے نماز پڑھی اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ملے گا اس میں سوئے ہوئے سے مراد ہے: جس نے لیٹ کر اشاروں سے نماز پڑھی امام ترمذی نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیمار کی نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو پس اگر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور اگر بیٹھ کر نہ پڑھ سکو تو پھر پہلو کے بل پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۹۵۲، سنن ترمذی: ۳۷۲، سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۶)

نیز امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ اس باب میں حسن بصری کے اس قول کی روایت کی ہے: اگر انسان چاہے تو نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر چاہے تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر چاہے تو لیٹ کر پڑھے۔



سفیان ثوری نے اس حدیث میں کہا ہے کہ جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا انہوں نے کہا: یہ تندرست شخص کے لیے ہے جس کا کوئی عذر نہ ہو یعنی نوافل میں اور جس کا کوئی عذر ہو اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا اجر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کو ملتا ہے۔ (سنن ترمذی ص ۱۸۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

## ۱۸۔ بَابُ صَلَوةِ الْقَاعِدِ بِالْإِيْمَاءِ

بیٹھ کر اشاروں سے نماز

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن بریدہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو بوا سیر تھی اور ابو معمر نے ایک مرتبہ حضرت عمران سے روایت کی کہ میں نے نبی ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ افضل ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا اور جس نے سو کر نماز پڑھی تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا آدھا اجر ملے گا۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: سو کر نماز پڑھنے سے یہاں مراد لیٹ کر نماز پڑھنا ہے۔

۱۱۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمَعْلَمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيدَةَ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ وَكَانَ رَجُلًا مَبْسُورًا وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ مَرَّةً عَنْ عِمْرَانَ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَوةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ نَائِمًا عِنْدِي مُضْطَجِعًا هَهُنَا.

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

## ۱۹۔ بَابُ إِنْ لَمْ يُجِبْ تَائِعًا

صَلَّى عَلَى جَب

جب نمازی میں بیٹھنے کی طاقت نہ ہو

تو وہ لیٹ کر پڑھ لے

اور عطاء نے کہا: جب نمازی قبلہ کی طرف پھرنے پر قادر نہ ہو تو جس طرف اس کا منہ ہوا اس طرف پڑھ لے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ لَمْ يَقْدِرْ أَنْ يَتَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ صَلَّى حَيْثُ كَانَ وَجْهَهُ.

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

عبد اللہ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس جرجج سے کہا: کبھی مریض یا بوہوتا ہے وہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ انہوں نے کہا: پھر وہ قبلہ سے منحرف ہو کر نماز پڑھ لے اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ چپ لیٹ کر نماز پڑھے اپنے سر سے اشارہ کرے عطاء نے کہا: جب وہ رکوع اور سجدہ کرے تو کیا اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے؟ ابن جرجج نے کہا: نہیں! لیکن وہ اپنے سر سے اور ہاتھوں سے اشارہ کرے۔ (معنف عبد الرزاق: ۴۱۴۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مریض کو طاقت ہو تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے اگر وہ کھڑا نہیں ہو سکتا تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اگر وہ سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اشارہ کرے اور اپنے سجدہ کو اپنے رکوع سے نیچا رکھے اگر وہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور اگر وہ دائیں کروٹ پر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ چپ لیٹ کر نماز پڑھے اور اس کے دونوں پیر قبلہ کی جانب ہوں۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۳۳-۳۲ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۰۸-۳۰۷)

میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ نے بھی بیمار کی نماز پڑھنے کا یہی طریقہ بیان کیا ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵-۳)

۱۱۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ الْمُكْتَبُ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِي بَوَاسِيرٌ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن المبارک از ابراہیم بن طہمان انہوں نے کہا: مجھے الحسین المکتب نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: مجھے بوا سیر تھی تو میں نے نبی ﷺ سے نماز کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر تمہیں اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو پس اگر تم کو اس کی طاقت نہ ہو تو کروٹ کے بل نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابُ إِذَا صَلَّى قَاعِدًا ثُمَّ

صَحَّ، أَوْ وَجَدَ خَفَةً

تَمَّمَ مَا بَقِيَ

جب کسی شخص نے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر وہ

تندرست ہو گیا یا اس نے تخفیف محسوس کی

تو پھر وہ باقی نماز پوری کرے

امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی اور امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں: جب بیمار نے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر وہ تندرست ہو گیا یا اس میں کھڑے ہونے کی قوت آگئی تو وہ بقیہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے گا اور امام محمد بن حسن شیبانی یہ فرماتے ہیں کہ وہ از سر نو نماز پڑھے گا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ شَاءَ مُمْرِئٌ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ قَائِمًا وَرَكَعَتَيْنِ قَاعِدًا.

اور حسن بصری نے کہا: اگر مریض چاہے تو دو رکعت کھڑے ہو کر پڑھے اور دو رکعت بیٹھ کر پڑھے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث میں ہے:

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ یونس اور حسن بصری نے کہا: مریض اس حالت کے موافق نماز پڑھے جس پر وہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۳ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۳، مکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: اگر انسان چاہے تو نماز کھڑے ہو کر پڑھے، اگر چاہے تو بیٹھ کر پڑھے۔

لیٹ کر پڑھے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲)

۱۱۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتَّى آسَنَ، فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ، فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً ثُمَّ رَكَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی رات میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ کی عمر زیادہ ہو گئی پس آپ بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے حتیٰ کہ جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے پھر تیس یا چالیس کے قریب آیات



فَإِذَا قَضَىٰ صَلَوتَهُ نَظَرَ، فَإِنْ كُنْتُ يَقْطَعُ نَحْدَتُ جَبَّ آفَ نَمَازِ پوری کر لیتے تو دیکھتے پس اگر میں بیدار ہوتی تو  
میرے ساتھ باتیں کرتے اور اگر میں سوئی ہوئی ہوتی تو آپ لیٹ  
جاتے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۱۸ کا مطالعہ کریں۔

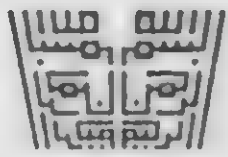
### ”ابواب التقصیر“ کی تکمیل

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين۔ آج یکم ربیع الثانی  
۱۴۲۸ھ / ۲۰ اپریل ۲۰۰۷ء بروز جمعہ قبل از نماز عصر ”نماز کو قصر کرنے کے ابواب“ مکمل ہو گئے! اے مالک ارض و سماء! ان ابواب  
کی اور اب تک کی شرح بخاری کو قبول فرما اور اس شرح کو مکمل فرما دے اور مجھے اس کی تکمیل کے لیے صحت اور توانائی عطاء فرما اور میری  
میرے والدین کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دے۔ (آمین)

”ابواب التقصیر“ میں ۵۲ احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سولہ معلق احادیث ہیں اور بقیہ احادیث موصول ہیں۔







نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

## ۱۹۔ کتاب التَّهَجُّدِ تہجد کا بیان

رات کو تہجد پڑھنا

۱۔ بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ﴾ (الاسراء: ۷۹)۔  
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھئے جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔ (الاسراء: ۷۹)

”تہجد“ کا معنی ہے: غیند کو ترک کر کے اٹھنا اور پھر نماز پڑھنا۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا ہے کہ ”نافلۃ لک“ کا معنی ہے: اضافہ آپ کے لیے کہ تم آپ کی تعمیل میں کسی حال میں غفلت نہیں کرتے اور لوگ بہت سے احکام میں غفلت کرتے ہیں۔

دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ تہجد آپ کے لیے نفل ہے۔ نفل زائد ہے، کیونکہ آپ کی مغفرت ہو چکی ہے لہذا آپ جو عمل بھی کریں گے وہ زائد ہوگا اور دوسرے مسلمان جو بھی عمل کرتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے پس ان کا عمل زائد نہیں ہوگا۔ (تذویلات اہل السنۃ ج ۷ ص ۹۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

### تہجد کی فضیلت میں احادیث

حضرت ابوالفضل محمد بن علیؑ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رات کو اٹھ کر قیام کرنے کو لازم رکھو، کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے۔ اور رات کو قیام کہ اللہ تعالیٰ کے قریب کا سبب ہے اور گناہوں سے روکنے کا اور اللہ کے رسولوں کو ماننے کا اور جسم کی بیماریوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۵۳۵، مسونۃ ابن ابی الدنیاج ۱ ص ۲۳۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۰۲، المستدرک ج ۱ ص ۳۰۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں فضیلت والے لوگ حاملین قرآن ہیں اور تہجد گزار ہیں۔ (المعجم الکبیر ج ۱۲ ص ۱۲۵، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۲۴، ج ۸ ص ۸۰، مسونۃ ابن ابی الدنیاج ۱ ص ۲۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں مجھے ایسے کام کی خبر دیجئے کہ جب میں وہ کام کر لوں تو میں جنت میں داخل ہو جاؤں، آپ نے فرمایا: کھانا کھاؤ، یہ کثرت سلام کرو، رات کو اٹھ کر نماز پڑھو، جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اور جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۳-۲۹۵، المستدرک ج ۴ ص ۱۲۹، ابن ابی الدنیاج ص ۲۳۶)

مزہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رات کی نماز کی فضیلت دن کی نماز پر اس طرح ہے جس طرح خفیہ صدقہ دینے والے کی فضیلت ظاہر صدقہ دینے والے پر ہے۔

(الکبیر ج ۹ ص ۳۲، کتاب التہجد لابن المبارک: ۲۲۳، ابن ابی الدنیاج ص ۲۳۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن ابی مسلم نے حدیث بیان کی از طاؤس، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رات کو نبی ﷺ تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرے لیے ہی حمد ہے، تو ہی آسمانوں کا اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا قائم کرنے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے، آسمانوں اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا تو ہی مالک ہے، اور تیرے لیے ہی حمد ہے، تو آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے والا ہے، اور تیرے لیے ہی حمد ہے، اور تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تجھ سے ملاقات حق ہے اور تیرا قول حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور انبیاء حق ہیں اور (سیدنا) محمد (ﷺ) حق ہیں اور قیامت حق ہے، اے اللہ! میں تیرے لیے اسلام لایا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر توکل کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی وجہ سے لڑا، اور تیری ہی طرف مقدمہ کیا سو تو میرے ان (بہ ظاہر خلاف اولیٰ) کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے، جو بعد میں کیے، اور جن کو میں نے چھپا کر کیا اور جن کو میں نے دکھا کر کیا، تو ہی مقدم کرنے والا ہے اور تو ہی موخر کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یا تیرے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔ سفیان نے کہا: عبدالکریم ابوامیہ نے اضافہ کیا: ”ولا حول ولا قوة الا باللہ“ سفیان نے کہا: سلیمان بن ابی مسلم نے کہا: اس کو انہوں نے طاؤس سے سنا ہے از حضرت ابن عباس از نبی ﷺ۔

۱۱۲۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، لَكَ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَعَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ أَمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أُنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاعْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ السَّمِيعُ، وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَوْ لَا إِلَهَ غَيْرُكَ. قَالَ سُفْيَانُ وَإِذَا عَبْدُ الْكَرِيمِ أَبُو أُمَيَّةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحديث: ۶۳۱۷-۶۳۸۵-۷۳۲۲-۷۳۹۹]

(صحیح مسلم: ۷۶۹، الرقم المسلسل: ۱۷۷۷، سنن ابوداؤد: ۷۷۱، سنن ترمذی: ۳۳۱۸، سنن نسائی: ۱۶۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ

ج ۱۰ ص ۲۵۹، الادب المفرد: ۶۹۷، صحیح ابن حبان: ۲۵۹۸، کتاب الدعاء للطبرانی: ۷۵۶، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۶۰، شرح السنن: ۹۵۰، الکبیر

الکبیر: ۱۰۹۹۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۷۱۰، ج ۲ ص ۳۳۱-۳۳۰، مؤسسة الرسالة، بیروت)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) سلیمان بن ابی مسلم المکیؒ یہ ابن ابی نجیح کے ماموں ہیں  
(۴) طاؤس بن کیسان الیمانی (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵۱)

## نبی ﷺ کی دعا میں مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور میں ہے: تو آسمانوں اور زمینوں کا اور ان میں موجود چیزوں کا قسیم ہے، یعنی تو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور ان کو قائم رکھنے والا ہے اور ان میں موجود چیزوں کو ان کی مدت تک باقی رکھنے والا ہے اور ان کے اعمال کو پیدا کرنے والا ہے اور ان کو رزق دینے والا ہے اور ”قیوم“ کا معنی ہے: جو ہمیشہ رہنے والا ہو جس پر کبھی فناء نہ آئے۔  
تو آسمانوں اور زمینوں کا منور کرنے والا ہے: یعنی تو آسمانوں اور زمینوں میں ہر عیب اور ہر نقص سے مبری ہے اور تو آسمانوں کو سورج، چاند اور ستاروں سے مزین کرنے والا ہے اور زمین کو انبیاء، علماء اور اولیاء سے مزین کرنے والا ہے تو حق ہے: یعنی تو ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا تجھ پر کبھی زوال کا آنا ممکن نہیں ہے۔  
تیرا وعدہ حق ہے: یعنی تو نے جو وعیدیں دی ہیں ان سے کبھی کبھار ان کا خلاف نہ کیا ہے اور تیرے کلام میں کذب ممکن نہیں ہے۔

تجھ سے ملاقات حق ہے: یعنی مرنے کے بعد انسان بار بار زندہ ہوگا۔ عذابوں کے سامنے پیش ہونا حق ہے۔  
سیدنا محمد ﷺ حق ہیں: آپ کے تمام اوصاف کمالیہ برحق ہیں آپ کی بعثت اس لیے ضروری تھی کہ آپ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے انسانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچ جائے اور بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت قائم ہو جائے۔  
قیامت حق ہے: اس کو ”ساعت“ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ایک لحظہ کی قیامت واقع ہوگی اور قیامت کا ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ جن لوگوں کو ان کے کفر اور ظلم پر دیا گیا عذاب میں دیا گیا ان کو عذاب دیا جائے اور جن لوگوں کو دنیا میں ان کے نیک اعمال اور مظلومیت کی جزاء نہیں ملی ان کو ان کے نیک اعمال پر جزاء مل جائے۔  
اے محمد! یہ تجھ پر اسلام لایا: اسلام لانے کا معنی یہ ہے کہ انسان کاموں کا تو نے حکم دیا ہے میں ان تمام اعمال کو کرتا ہوں اور جن کاموں سے تو نے منع کیا ہے ان تمام سے اجتناب کرتا ہوں۔  
میں تجھ پر ایمان لایا: یعنی میں نے تیرے واحد لا شریک ہونے کی تصدیق کی اور تمام صفاتِ مادیہ سے متصف ہونے اور عیوب اور نقائص سے تیرے مبری ہونے کی تصدیق کی۔

تجھ پر توکل کیا: میں نے اسبابِ عادیہ سے قطع نظر کر کے اپنے تمام معاملات کو تجھ پر چھوڑ دیا۔

تیری ہی طرف رجوع کیا: میں نے اپنی تمام تدبیروں میں تیری طرف رجوع کیا اور تیری عبادت کرنے اور تجھ سے ہی دعا کرنے اور سوال کرنے میں مشغول رہا۔

اور تیری ہی وجہ سے لڑا: یعنی جو معاندین تیری توحید کا انکار کرتے ہیں ان کے سامنے دلائل پیش کیے جہاں زبانی بحث کی ضرورت تھی وہاں زبانی بحث کی اور جہاں تلوار سے جہاد کی ضرورت تھی وہاں جہاد کیا۔

اور تیری ہی طرف مقدمہ کیا: یعنی جس نے کسی معاملہ میں حق کا انکار کیا تو اس معاملہ میں میں نے صرف تجھ کو حاکم بنایا ہے

سو تو میرے (ان بہ ظاہر خلاف اولیٰ) کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے اور جو بعد میں کیے اور جن کو میں نے چھپا کر کیا اور جن کو میں نے دکھا کر کیا: نبی ﷺ نے اپنی مغفرت کی دعا کی حالانکہ آپ مغفور ہیں اس کی متعدد وجوہ ہیں: (۱) اپنی تواضع اور انکسار کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کو ظاہر کرنے کے لیے (۲) امت کی تعلیم کے لیے تاکہ وہ بھی آپ کی اقتداء کریں (۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ (النصر: ۳) اس حکم پر عمل کرنے کے لیے (۴) اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (البقرہ: ۲۲۲) اس کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے (۵) مغفرت کا معنی ہے: گناہوں کو ڈھانپنا اور جس کے گناہ نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ استغفار کرنے سے اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے سو آپ استغفار کرتے تھے تاکہ آپ کے درجات بلند کر دیئے جائیں۔ تو ہی مقدم کرنے والا ہے اور تو ہی مؤخر کرنے والا ہے: دنیا میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی بعثت کو مؤخر فرمایا اور آخرت میں آپ کی شان کو تمام نبیوں اور رسولوں پر مقدم فرمائے گا۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۳۳-۲۳۱ ملخصاً وموضحاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

## رات کے قیام کی فضیلت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی اور ہمیں محمود نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سالم از والد خبر نبی ﷺ نے کہا کہ نبی ﷺ کی حیات (ظاہرہ) میں جب کوئی خواب دیکھتا تو وہ اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کرتا تھا میں نے یہ تمنا کی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کروں اور میں نو جوان لڑکا تھا اور میں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد میں بیٹھا تھا پس میں نے خواب میں دیکھا کہ دفعتاً مجھے خبر ہوئی کہ آپ ﷺ نے آپ ﷺ کے پاس دوزخ کھدائی کی طرف لے چے پس دوزخ کھدائی کی طرف لے گئے بنی ہول تھے اس کی دو چرخیاں تھیں اور اس میں کچھ لوگ تھے جن کو میں پہچانتا تھا پس میں دل میں کہہ رہا تھا کہ میں دوزخ کی آگ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں انہوں نے بیان کیا: پھر ہمیں ایک اور فرشتہ ملا اس نے مجھ سے کہا: تم ڈرو نہیں۔

## ۲۔ بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ

۱۱۲۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى رُؤْيَا فَصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَمَنَّى أَنْ أَرَى رُؤْيَا، فَأَقْصَهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا، وَكُنْتُ فِي النَّبِيِّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنِّي مَلَكَ يُخَذِّنِي فَذَهَبَ بِي إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ عَلَى الْمَاءِ، لَهَا قُرْآنٌ وَإِذَا فِيهَا نَارٌ، قَدْ عَرَفْتُهُمْ، فَجَعَلْتُ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ بِأَلْسِنَتِي نَارًا، فَلَقِينَا مَلَكًا آخَرَ، فَقَالَ لِي لَمْ تَرْغُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۲۲ - فَصَّصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ، فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

پس میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بیان کیا حضرت حفصہ نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا آپ نے فرمایا:



فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنْ اللَّيْلِ . عبد اللہ کیا ہی اچھا آدمی ہے، کاش! وہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا۔  
فَكَانَ بَعْدَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا . اس کے بعد وہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

[اطراف الحديث: ۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰]

صالحین کے سامنے خواب بیان کرنا، مسجد میں سونے کی تحقیق، فرشتوں کو خواب میں دیکھنا،

رات کو زیادہ سونے کی کراہت اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ کے سامنے خواب بیان کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ مؤمن کا خواب نبوت کا چھیلیساواں حصہ ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔

نیز اس سے معلوم ہوا کہ اچھا خواب دیکھنے کی تمنا کرنی چاہیے تاکہ انسان اس خواب کو کسی مرد صالح کے سامنے بیان کرے اور خیر کی اور علم کی تمنا کرنی چاہیے اور اس کی حرص کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں مسجد میں سونے کا بیان ہے، امام شافعی کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، امام ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کی ایک قوم نے اس کی اجازت دی ہے، حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: مسجد کراہت کے سونے کی اور دن کے قیلولہ کی جگہ نہیں بنانا چاہیے اور بعض اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن عمر نے کہا ہے کہ جس کا گھر ہو اس کو مسجد میں نہیں سونا چاہیے اور مسافر کے لیے مسجد ہی گھر ہے اور اگر امام یا ملک یا سربراہ کسی بیمار شخص کو مسجد میں ٹھہرائے تو جائز ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ کو مسجد میں ٹھہرایا تھا، تاکہ آپ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں اور جیسا کہ نبی ﷺ نے ایک بے گھر نو مسلم خاتون کو مسجد میں ٹھہرایا تھا، امام مالک نے شبہ کے تندرست آدمی کے لیے مسجد میں سونے کو مکروہ کہا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواب فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے کہ نیک آدمی کو خواب میں ڈرانا ممکن ہے اور اس میں یہ بھی ثبوت ہے کہ مسلمانوں کا پردہ رکھنا چاہیے اور ان کی غیبت کو ترک کرنا چاہیے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے دوزخ میں ان لوگوں کو دیکھا جن کو میں پہچانتا تھا، ان کا اجمالی طور پر ذکر کیا تاکہ وہ متنبہ ہوں اور ان کا یہ نہ بن کر گیا تاکہ ان کی غیبت نہ ہو، یہ وہ لوگ ہیں جو گمراہی میں ہیں جن کا خاتمہ کفر ہو ہوا ہو۔

اس میں اہل علم کے سامنے خواب کے بیان کرنے کا ذکر ہے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ تک یہ خواب پہنچایا اور اس حدیث میں رات کو نماز میں قیام کرنے کی فضیلت ہے اور اس کا امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے اور اس میں نو جوان کی عبادت کرنے کی فضیلت ہے اور حضرت ابن عمر کی مدح ہے اور رات کو زیادہ سونے کی کراہت ہے اور اس میں ان کو نیک کام پر متنبہ کرنا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ام سلیمان نے سلیمان سے کہا: اے میرے بیٹے! رات کو زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ رات کو سونے کی کثرت قیامت کے دن مرد کو فقیر بنادے گی اور حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۳۷-۲۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

رات کے قیام میں طویل سجدہ کرنا

۳۔ بَابُ طُولِ السُّجُودِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

۱۱۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ بِلَكَ صَلَوتِهِ يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِيهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِي لِلصَّلَاةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات نماز پڑھتے تھے یہ آپ کی نماز تھی اس میں آپ سر اٹھانے سے پہلے اتنی مقدار کا سجدہ کرتے تھے جتنی دیر میں تم میں سے کوئی شخص پچاس آیات پڑھتا ہے اور آپ نماز فجر پڑھنے سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے پھر آپ دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے تھے حتیٰ کہ آپ کے پاس نماز (کی اطلاع دینے) کے لیے مؤذن آتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے جن امور کی شرح وہاں نہیں کی گئی وہ درج ذیل ہیں:

### تہجد میں نبی ﷺ کے طویل سجدہ کا سبب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قدس سرہ متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

آپ تہجد کی نماز میں طویل سجدہ میں ایسے کرتے تھے کہ آپ سجدہ میں دعا کی حالت کو پیش کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے تھے اور سجدہ اللہ کے سامنے تواضع اور تذلل کرنے کا بہت بیخ حد ہے اور سجدہ کرنے کا بلیس نے انکار کیا تھا اور وہ لعنت کا مستحق ہو گیا تھا اور قیامت تک اس لعنت میں رہے گا اور بعد ازاں ہمیشہ کے لیے دوزخ کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا اور نبی ﷺ خلوت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے اور اس سے مناجات کرنے کے لیے طویل سجدہ کرتے تھے۔ مسلمانوں کے لیے اس میں اسوۂ حسنہ ہے ان دعا کی تہجد میں نبی ﷺ کے فعل کی اقتداء کریں اور جس کو تہجد کی نماز میسر ہو وہ سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ سے غور و مضرت کے دال کے اور اسے صالحین ایسا کرتے تھے ابواسحاق نے کہا: میں نے حضرت ابن الزبیر سے زیادہ کسی کو عظیم سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن وثاب نے کہا: حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ میں پڑھتے تھے اور چڑیاں آکر ان کی کمر پر بیٹھ جاتی تھیں وہ سمجھتیں تھیں یہ کسی دیندار کا کوئی حصہ ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۸ کتاب التہجد: ۱۱۸۱)

### بیمار کے لیے قیام کو ترک کرنے کی نصیحت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود انہوں نے کہا: میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ بیمار ہو گئے پھر آپ نے ایک رات یا دو راتیں قیام نہیں کیا۔

۴ - بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيضِ  
۱۱۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ.

[طواف الحدیث: ۳۹۵۰-۳۹۵۱-۳۹۸۳]

(صحیح مسلم: ۱۷۹۷، الرقم المسلسل: ۳۵۷۶، سنن ترمذی: ۳۳۳۵، السنن الکبریٰ: ۱۱۶۸۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳، صحیح ابن حبان: ۶۵۶۶، المعجم الکبیر: ۱۷۰۹)

مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۸۰ ج ۳ ص ۱۰۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) الفضل بن دکین (۲) سفیان الثوری (۳) الاسود بن قیس (۴) جندب بن عبد اللہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۳۸)

جس شخص کی کوئی عبادت مرض یا سفر کی وجہ سے رہ جائے اسے اس عبادت کا اجر دیا جاتا ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ سے روایت ہے کہ جس شخص کا عبادت میں کوئی حصہ ہو اور اللہ اس کو اس مرض کی وجہ سے اس عبادت سے روک دے تو اللہ عزوجل اس کو اپنے فضل سے اس عبادت کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

امام بخاری حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ بیمار ہو یا سفر کرے تو اس کے لیے اس عمل کی مثل لکھی جاتی ہے جو وہ اقامت اور صحت کی حالت میں کرتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۲۹۹۶ سنن ابوداؤد: ۳۰۹۱ مصنف عبدالرزاق: ۵۳۳ مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۰)

اور نبی ﷺ سے روایت ہے کہ جو بندہ کوئی نماز پڑھتا ہو اور اس پر نیند غالب آ جائے تو اس کو اس نماز کا اجر دیا جاتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۱۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَنَّ أَحْمَرَ بْنَ سَفْيَانَ عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جَنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِحْتَبَسَ جَبْرِيلُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَالَتْ امْرَأَةً مِنْ قُرَيْشٍ أَبْطًا عَلَيْهِ سَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ ﴿وَالضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۝ لَا وَفَاءَ لَكَ بِتِلْكَ وَمَا قَلَىٰ ۝﴾ (النجم: ۱-۳)۔ (سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۰۰ باب النیند لابن جوزی: ۱۳۳۲ مکتبۃ الرشیدیہ ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: انس بن سفیان نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل (چند روز) نبی ﷺ کے پاس آنے سے رک گئے تو قریش کی ایک عورت نے کہا: ان کے شیطان نے ان کے پاس آنے سے تاخیر کر دی تو یہ آیات نازل ہوئیں: روشن دن کی قسم! اور رات کی قسم جب س کی سیاہی پھیل جائے! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا! (النجم: ۱-۳)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے اپنی سند سے اس حدیث کو رقم کیا ہے اور اس کی سند میں نبی ﷺ سے روایت ہے کہ ابولہب کی بیوی نے کہا: یا محمد! میرا یہی گمن ہے کہ آپ کا شہان آپ سے ناراض ہو چکا ہے اس عورت کا نام ام جہیل تھا یہ کافی تھی یہ حرب بن امیہ کی بیٹی اور ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی اور ابولہب کی بیوی تھی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۱۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی پوری تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورۃ "تبت ید ابی لہب و تب" نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی سے کہا گیا کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نے تمہاری جھوکی ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اس وقت آپ لوگوں کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اور کہنے لگی: یا محمد (ﷺ)! آپ نے کس وجہ سے میری جھوکی ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تمہاری جھوکیں کی تمہاری جھو اللہ نے کی ہے اس نے کہا: کیا آپ نے مجھے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے دیکھا ہے؟ کیا آپ نے میرے گریبان میں

کھجور کے چمکے کی بیٹی ہوئی رسی دیکھی ہے پھر وہ چلی گئی پس کئی روز تک نبی ﷺ پر وحی نازل نہیں ہوئی پھر وہ آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یا محمد (ﷺ)! میرا یہی گمان ہے کہ آپ کے صاحب نے آپ کو چھوڑ دیا ہے اور وہ آپ سے ناراض ہو گیا ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَالضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ  
وَمَا قَلَىٰ ۝ (الشع: ۱-۳)

روشن دن کی قسم! اور رات کی قسم جب اس کی سیاہی پھیل جائے! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا!

(المستدرک: ۳۹۳۵-ج ۲ ص ۵۲۷ طبع قدیم السيرة النبوية ج ۱ ص ۱۳۸ الاحسان ج ۱ ص ۳۴۱)

حاکم نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر اس کی سند میں یزید بن زید کے متعلق ابن المدینی نے کہا ہے کہ وہ مجہول ہے اس سے ابواسحاق کے سوا اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

\* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۵۳۲-ج ۵ ص ۵۶۱-۵۶۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

اس حدیث کی مزید تفصیل بیان القرآن ج ۱۲ 'سورة "تبت يدا ابي لهب" میں مطالعہ کریں۔

۵۔ بَابُ تَحْرِيطِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَلَاةِ اللَّيْلِ وَاتِّوَافِلِ

نبی ﷺ کا بغیر فرض قرار دیئے ہوئے رات کی نماز اور نوافل کی

ترغیب دینا

وَطَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِطْمَنَ وَعَلِيًّا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَيْلَةً لِلصَّلَاةِ

اور نبی ﷺ رات کو حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔

اس تعلیق کی اصل عنقریب صحیح البخاری: ۱۲۷۱ میں آئے گی۔

۱۱۲۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ لَيْلَةً وَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَاذَا أَنْزَلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ! مَاذَا أَنْزَلَ مِنَ الْخَزَائِنِ! مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ؟ يَا رَبُّ كَمَا سَيِّئَةٌ فِي الدُّنْيَا غَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی کہ الزہری نے خبر دی کہ اُمّ سلمہ نے خبر دی کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے رات کو فرمایا: سبحان اللہ! اس رات خزانوں سے کیا کیا آزمائشیں نازل کی گئی ہیں! کوئی ہے جو حجروں والیوں کو بے دار کرے دنیا میں بہت سی ملبوس عورتیں آخرت میں برہنہ ہوں گی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۲۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی کہ الزہری نے خبر دی کہ حسیں بن علی نے خبر دی کہ ان کو حضرت حسین بن



رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَهُ وَفَاطِمَةَ  
بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا  
تُصَلِّيَانِ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْفُسَنَا بِيَدِ اللَّهِ فَإِذَا  
شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَأَنْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ  
يَرْجِعْ إِلَيْنَا شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلِّ يَضْرِبُ  
فِي حَذَاهُ وَهُوَ يَقُولُ ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ  
جَدَلًا﴾ (الكهف: ۵۴).

[اطراف الحدیث: ۳۷۲۳-۳۷۲۴-۳۷۲۵]

علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خبر  
دی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس اور حضرت فاطمہ بنت النبی  
ﷺ کے پاس ایک رات آئے آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں نماز  
نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ  
میں ہیں پس جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں سو  
جب ہم نے یہ کہا تو نبی ﷺ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب  
نہیں دیا آپ پیٹھ موڑ کر اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے جا رہے  
تھے اور یہ فرما رہے تھے: انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا  
ہے۔ (الكهف: ۵۴)

(صحیح مسلم: ۷۷۵، الرقم المسلسل: ۱۷۸۷، سنن نسائی: ۱۶۱۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۰۵، مسند الزہراء: ۷۰۵، مسند ابویعلیٰ: ۵۶۶، صحیح ابن خزیمہ:

۱۱۳۹، مسند احمد ج ۱ ص ۹۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۰۵، ج ۲ ص ۱۱۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن ثافع (۲) شعب بن ابی مزہ (۳) سلم الزہری (۴) علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب یہ  
زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں (۵) ان کے والد حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہ (۶) ان کے والد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔  
(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵۳)

### تہجد کی ترغیب دینے پر حضرت علی نے نبی ﷺ کو جو جواب دیا اس کی وضاحت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال، لکھی قلمی حواشی ۲۹۹ کے تحت ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ کام مستحب ہو اور واجب نہ ہو اس کام کے نہ کرنے میں  
انسان پر کوئی حرج نہیں ہے اور امام اور عالم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نوافل پڑھوانے میں شدت کریں۔  
حضرت علی نے جو کہا کہ ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں یہ کلام صحیح ہے نبی ﷺ نے اس پر قناعت کر لی اور نفل نہ پڑھنے  
میں ان کے ہر رکوع میں فرمایا اور ان کی کوتاہی کرنے میں اس سے روک دیا کہ اس سے کہہ سکتا تھا کہ حضرت علی نے جو کہا: ہماری جانیں اللہ کے  
قبضہ میں ہیں اس جواب کی مثال اس حدیث میں ہے:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خیبر سے واپس آ رہے تھے حتیٰ کہ جب رات کا آخری حصہ رہ گیا تو  
آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہماری صبح کی نماز کی حفاظت کرنا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سو گئے اور جب  
تک حضرت بلال کے لیے مقدر تھا وہ بھی جاگ کر حفاظت کرتے رہے انہوں نے سواری کی طرف ٹیک لگائی اور اس وقت وہ فجر کے  
مقابل تھے پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی پس رسول اللہ ﷺ بے دار ہوئے نہ حضرت بلال اور نہ سواروں میں سے کوئی حتیٰ  
کہ ان پر دھوپ آ گئی پس رسول اللہ ﷺ گھبرا کر اٹھے پھر حضرت بلال نے کہا: یا رسول اللہ! میری جان کو بھی اسی نے پکڑ لیا تھا  
جس نے آپ کی جان کو پکڑ لیا تھا۔ (الحدیث) (موطا امام مالک: ۲۵، دار المعرفۃ بیروت: ۱۴۲۰ھ)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی اقتباس کیا تھا:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ. (الزمر: ۴۲) اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن روحوں کو موت نہیں آئی ان کو نیند میں (قبض کرتا ہے) پھر جن روحوں کی موت کا فیصلہ کر لیا ہے ان کو روک لیتا ہے۔

یعنی سونے والے کی روح اللہ کے ہاتھ میں روکی ہوئی ہوتی ہے اور جو بے دار ہے اس کی روح اس کے جسم کی طرف چھوڑی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہوتی اس لیے نبی ﷺ نے اس جواب پر قناعت کر لی اور واپس چلے گئے۔

### نوافل کی ادائیگی پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے

رہا یہ کہ رسول اللہ ﷺ اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے اور یہ فرماتے ہوئے گئے:

وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا. (الکہف: ۵۴) اور انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا ہے۔

آپ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ان کو حرج میں ڈالا اور آپ کو انہیں متنبہ کرنے پر افسوس ہوا اور اسی طرح علماء کو چاہیے کہ جب وہ لوگوں کو نوافل کی ترغیب دیں تو ان کو حرج میں اور تنگی میں نہ ڈالیں ان کو صرف یاد دلائیں اور مشورہ دیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۲۴-۱۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ علامہ ابن بے کی تائید ہے اور اس پر رد رکھا ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بھال کی شرح سے اختلاف لیا ہے وہ کہتے ہیں:

اگر نبی ﷺ کو تہجد کی نماز کی فضیلت کا علم نہ ہوتا تو آپ اپنی صاحب زادی کو اور اپنے عم زاد کو اس وقت جگانے کے لیے نہ جاتے جس وقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے آرام اور سکون کے لیے بنایا۔ آپ نے ان کے آرام اور سکون کے اوپر تہجد کی فضیلت کو ترجیح دی اور قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کیا:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ. (طہ: ۱۳۲) اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۱۹ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی ﷺ ان کے بہت رحمت جواب دیئے کہ آپ انہوں نے عذر پیش کیا تھا آپ نے ان کے اس عذر کو قبول نہیں کیا اسی لیے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے گئے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۲۸۰ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے جو گئے اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی امر منکر پر تنبیہ کے لیے زانو پر ہاتھ مارنا جائز ہے۔

(اکمال المعلم بشوائد مسلم ج ۳ ص ۳۱۳۱ دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

\* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۵-ج ۲ ص ۵۳۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۱۲۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

مَالِكُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَعْمَلَ بِهِ،  
خَشْيَةً أَنْ يَعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ، وَمَا سَبَّحَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحَى  
قَطْرًا، وَإِنِّي لَا سَبِّحُهَا. [طرف الحديث: ۱۱۷۷]

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن  
شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول  
اللہ ﷺ کسی کام کو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ آپ اس عمل کو پسند  
کرتے تھے اس خدشہ سے کہ لوگ اس پر عمل کرنے لگیں گے تو ان  
پر وہ کام فرض ہو جائے گا اور رسول اللہ ﷺ نے کبھی چاشت کی  
نماز نہیں پڑھی اور بے شک میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۱، رقم السلسل: ۱۶۳۲، سنن ابوداؤد: ۱۲۹۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۶۵۹۰، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۶۰۵۶، ج ۲۰)

ص ۶۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا ذکر اس سے پہلے کئی بار ہو چکا ہے۔

امام بخاری نے جس باب کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے اس کا عنوان ہے: ”نبی ﷺ کا بغیر فرض قرار دیئے ہوئے رات  
کی نماز اور نوافل کی ترغیب دینا“ اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی اور حضرت عائشہ نے  
کہا: میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں۔ یہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے  
عنوان میں نوافل کا ذکر ہے اور چاشت، نوافل میں سے ہے اس لئے بہت سے حدیث عنوان کے بق ہے جس کا معنی عنوان کے دوسرے جزء  
کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ہے

### نبی ﷺ سے چاشت کی نماز پڑھنے کا ثبوت

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے کبھی چاشت کی نماز نہیں پڑھی حالانکہ متعدد صحابہ سے  
ثابت ہے کہ آپ چاشت کی نماز پڑھتے تھے وہ احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت ام حانیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فجر کے بعد نماز پڑھی اور میں نے اس سے پہلے آپ کے غسل  
کے لیے پانی رکھا سو آپ نے غسل کیا پھر آپ نے چاشت کی آٹھ رکعات نماز پڑھی اس سے پہلے آپ نے یہ رکعات پڑھی تھیں  
اور نہ اس کے بعد پڑھیں۔ (المکرم الکبیر: ۱۰۰۳، ج ۲، مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۹۰، مجلس علمی بیروت)

حضرت یوسف بن زید بن زبیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کے بعد نماز پڑھی اور میں نے اس سے پہلے آپ کے غسل  
کے لیے پانی رکھا سو آپ نے غسل کیا پھر آپ نے چاشت کی آٹھ رکعات نماز پڑھی اس سے پہلے آپ نے یہ رکعات پڑھی تھیں  
اور نہ اس کے بعد پڑھیں۔ (المکرم الکبیر: ۱۰۰۳، ج ۲، مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۹۰، مجلس علمی بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صرف ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا  
ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۷۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، کنز العمال: ۳۷۸۸۳)

اس حدیث میں حرہ بنو معاویہ کا ذکر ہے یہ مسجد نبوی کے مشرق میں ہے اور مسجد بنو معاویہ اب بھی موجود ہے اور اب وہ مسجد  
الاجابۃ کے نام سے معروف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صرف ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا  
ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۷۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، مسند احمد ج ۲ ص ۸۷، سنن  
نسائی: ۳۷۷۷، مسند ابی داؤد: ۶۹۶، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۳)

نبی ﷺ سے چاشت کی نماز کی نفی کے متعلق علامہ ابن بطلال کی بیان کردہ توجیہات  
علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے چاشت کی نماز پڑھنے کی نفی کی ہے اس کی دو توجیہات ہیں پہلی توجیہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اس وقت فرمایا ہو جب صرف آپ ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی اور آپ کی امت پر فرض نہیں تھی کیونکہ حدیث میں ہے: مجھے رات کو نماز پڑھنے کے لیے نکلنے سے اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ مجھے یہ خوف تھا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۱۲۹) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کی نماز صرف آپ پر فرض تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رات کا قیام نبی ﷺ پر فرض تھا۔

اس حدیث کو ابن الاذہبی نے ذکر کیا ہے اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے: رسول اللہ ﷺ کسی کام کو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ آپ اس کو پسند کرتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی امت کی وجہ سے کسی عمل کا اظہار کرنے اور اس عمل کی طرف دعوت دینے کو چھوڑ دیتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اس عمل کو بالکل ترک کر دیتے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس عمل کو فرض کیا تھا یا آپ کے لیے اس عمل کو مستحب قرار دیا تھا کیونکہ آپ اپنی امت سے بہت زیادہ متقی تھے اور ان کی بہ نسبت عمل میں بہت زیادہ کوشش کرنے والے تھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ رمضان میں تیسری یا چوتھی رات کو جب بہت زیادہ مسلمان نماز پڑھنے کے لیے جمع ہو گئے تو آپ ان کی طرف نہیں دیکھتے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ابن بھی نبی ﷺ نے اپنے معمول کے مطابق نماز پڑھی تھی۔

پس آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر آپ ان کی طرف نکلے اور انہوں نے بھی آپ کے ساتھ رات کی نماز کا التزام کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان رات کی نماز کے حکم کو مساوی کر دے گا اور ان پر بھی آپ کی طرح رات کی نماز فرض ہو جائے گی کیونکہ شریعت میں معروف یہ ہے کہ نماز میں امام اور مسند کا الگ مساوی ہونا نماز میں امام و مستند کی مساوی ہے اور اسی طرح سنن اور نوافل میں بھی مساوی ہیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۲۵ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابن بطلال کی پہلی توجیہ پر مصنف کا تبصرہ اور یہ بتانا کہ نماز کے جمیع احکام میں امت -----  
اور نبی مساوی نہیں ہیں

میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل غلط ہے اس کا بوضوح منہ سے تہجد کی نماز آپ پر نہیں تھی حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ نبوت کے پہلے سال سے بعد نبی ﷺ سے تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی تھی اس کی کتب میں ہم نے قرآن کی بارہویں جلد میں سورۃ المزمل کی تفسیر میں بیان کر دی ہے نیز درج ذیل آیت بھی اس پر دلیل ہے کہ نبی ﷺ پر تہجد کی نماز فرض نہیں تھی:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ. (بنی اسرائیل: ۷۹) اور آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز پڑھیے جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔

نیز علامہ ابن بطلال کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ نماز پڑھنے کے حکم میں نبی ﷺ اور آپ کے امتی مساوی ہیں کیونکہ اگر امتی بیٹھ کر نفل پڑھیں تو ان کو آدھا ثواب ہوتا ہے اور اگر آپ بیٹھ کر نفل پڑھیں تو آپ کو پورا ثواب ہوتا ہے حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: بیٹھ کر نماز پڑھنے



سے انسان کو نصف نماز کا اجر ملتا ہے انہوں نے کہا: پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے یہ حدیث بیان کی گئی تھی کہ آپ نے فرمایا ہے: بیٹھ کر نماز پڑھنے سے انسان کو نصف اجر ملتا ہے اور آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن میں تم میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہوں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۱۷، صحیح مسلم: ۷۳۵، سنن نسائی: ۱۶۵۹، مسند احمد ج ۴ ص ۴۴۳)

اسی طرح امت کے لیے عصر کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہیں اور آپ ہمیشہ عصر کے بعد نفل پڑھتے تھے امت کے لیے عصر کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت کی یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرما دیا حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرما دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۱، صحیح مسلم: ۸۲۶، سنن ابوداؤد: ۱۲۷۶، سنن ترمذی: ۱۸۳، سنن نسائی: ۵۶۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰)

اور نبی ﷺ عصر کے بعد نفل پڑھتے تھے اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کو کبھی ترک نہیں کیا حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو گئے۔

(صحیح البخاری: ۵۹۱، صحیح مسلم: ۲۹۹، سنن ابوداؤد: ۱۲۷۶، سنن ترمذی: ۳۷۳، سنن نسائی: ۵۷۳، مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۹)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کسی شخص کو اس حال میں بدائیں کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ آپ کے بلانے پر آ جائے جب کہ کوئی اور شخص کسی نمازی کو نماز میں بلانے تو اس کے لیے اس کے بلانے پر نماز چھوڑ کر جانا جائز نہیں ہے:

حضرت ابوسعید بن المعالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا پس میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے سو آپ نے مجھے بلایا میں آپ کے پاس نہیں گیا حتیٰ کہ میں نے نماز پڑھ لی پھر میں آپ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا: تمہیں میرے پاس آنے سے کس چیز نے منع کیا تھا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ. (الأنفال: ۲۴)

آؤ۔

(صحیح البخاری: ۴۶۳۷)

امام ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے ساتھ یہ واقعہ ہوا اور جب آپ نے یہ آیت پڑھی تو انہوں نے کہا: ضرور یا رسول اللہ! اب آپ جب بھی مجھے بلائیں گے تو میں ضرور آؤں گا خواہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔

(جامع البیان ج ۹ ص ۲۵۲، دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر ہم نماز میں قبلہ کی طرف پینچ کر لیں تو ہماری نماز فاسد ہو جاتی ہے اور نبی ﷺ نماز میں قبلہ سے پینچ پھیر لیں اور آپ صرف دو سہو کے سجدے کر لیں تو آپ کی نماز ہو جاتی ہے حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی آپ نے اس میں کچھ زیادتی کی یا کمی کر دی جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نپا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟

صحابہ نے بتایا: آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے، آپ نے اپنے پیروں کو موڑا اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے پھر سلام پھیرا اور فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تم کو بتا دیتا لیکن میں تمہاری مثل بشر ہوں، میں بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔

(صحیح البخاری: ۳۰۱، صحیح مسلم: ۵۷۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۲۰، سنن نسائی: ۱۲۳۹، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱)

نبی ﷺ کی نماز کے حکم میں اور ہماری نماز کے حکم میں اتنی وجہ سے فرق ہے تو علامہ ابن بطلال کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ نماز کے حکم میں آپ اور آپ کی امت مساوی ہیں۔

### علامہ ابن بطلال کی دوسری توجیہ

علامہ ابن بطلال نے دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ نبی ﷺ کو یہ خوف تھا کہ اگر صحابہ دوام کے ساتھ رات کی نماز پڑھتے رہے تو وہ ضعف کی وجہ سے پھر نہیں پڑھ سکیں گے اور جو اس کو ترک کرے گا وہ گنہگار ہوگا کیونکہ وہ آپ کی اتباع کو ترک کرنے کی وجہ سے اور آپ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے عذاب کا مستحق ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کو فرض کر دیا ہے قرآن مجید میں ہے:

وَاتَّبِعُوا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (الہراف: ۱۵۸) اور نبی کی اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

سو آپ کو یہ خوف ہوا کہ جس نے آپ کی نماز کو ترک کیا وہ فرض کا ترک ہوگا اس لیے پھر آپ نماز پڑھانے کے لیے باہر نہیں

نکلے۔

### نبی ﷺ سے چاشت کی نماز کی نفی کرنے کی علامہ ابن بطلال کی توجیہات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی ﷺ نے چاشت کی نماز بالکل نہیں پڑھی اور میں پڑھتی ہوں علامہ خطابی نے کہا: حضرت عائشہ نے اس چیز کی خبر دی ہے جس کا انہیں علم تھا اس کی خبر نہیں دی جس کا انہیں علم نہیں تھا جب کہ یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز پڑھی تھی اور آپ نے سنت ابونا ورسرہ بوہریرہ رضی اللہ عنہ کو چاشت کی نماز پڑھنے کی وصیت کی ہے اور علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں: حضرت عائشہ نے فرمایا ہے کہ نبی ﷺ نے چاشت کی نماز بالکل نہیں پڑھی اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو سنن کا بالخصوص علم ہو اس سے بعض اہل علم علم حاصل کر لیتے ہیں اور صحابہ میں سے کسی نہ کسی سے ضرور کسی نہ کسی سنت کا علم رہ جاتا ہے اور یہ محال ہے کہ تمام صحابہ کو تمام سنتوں کا علم ہو اور مزید ان کے علم کتابوں کے ذریعہ حاصل ہوا اور بہت کم ایسا ہے کہ نبی ﷺ چاشت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوں آپ اس وقت سفر میں ہوتے یا سجد میں ہوتے تھے اس لیے کہ ہوتے تھے یا دوسری ازواج مطہرات کے پاس ہوتے تے درودن کے بعد آپ کی باری حضرت عائشہ کے پاس آتی تھی بہت حضرت عائشہ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ میں نے آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مراد یہ تھی کہ میں نے آپ کو دوام کے ساتھ چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا پس حضرت عائشہ نے چاشت کی نماز پر دوام کی نفی کی ہے نفس چاشت کی نماز کی نفی نہیں کی۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۱۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ ابن الزبیر از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی

النَّاسِ جِدًّا فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوا مِنَ اللَّيْلِ الثَّلَاثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَسْتَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ.

پس لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی پھر اگلی رات بھی آپ نے نماز پڑھی پس بہت لوگ ہو گئے پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی لوگ جمع ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کی طرف نہیں نکلے پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: بے شک میں نے دیکھ لیا جو تم نے کیا تھا اور تمہاری طرف نکل کر آنے کے لیے مجھے صرف اس چیز نے منع کیا تھا کہ مجھے یہ خوف تھا کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی اور یہ رمضان کا واقعہ ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۷۲۹ میں گزر چکی ہے تراویح پر مفصل بحث ہم ان شاء اللہ صحیح البخاری: ۲۰۰۸ میں کریں گے۔

۶۔ بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ

نبی ﷺ کا اس قدر قیام کرنا حتیٰ کہ آپ کے دونوں قدم سوج گئے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا حَتَّى تَفْطَرَ قَدَمَاهُ. وَالْفُطُورُ الْمُرُوفُ ﴿الْأَنْفَارُ: ۱﴾ انْشَقَّتْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے اتنا قیام کیا کہ آپ کے دونوں قدم پھٹ گئے۔ ”الْفُطُور“ کا معنی ہے: پھٹنا۔ ”الْأَنْفَارُ: ۱“ کا معنی ہے: پھٹ گیا۔

۱۱۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمَغِيرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقْدُمُ أَوْ لَيُصَلِّي حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ أَوْ قَاهُ الْقَدْرُ أَوْ أَقْلًا أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ بے شک نبی ﷺ قیام کرتے تھے یا نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پاؤں سوج جاتے تھے یا آپ کی پندلیاں پس آپ سے کہا جاتا تو آپ فرماتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

[اطراف الحدیث: ۳۸۳۶-۳۸۳۷]

صحیح بخاری: ۲۰۰۸، سنن ترمذی: ۳۱۲، سنن ابن ماجہ: ۱۹، السنن الکبریٰ: ۱۱۵۰، سنن ابی داؤد: ۴۷۱، المعجم الکبیر: ۱۰۱۰۔ ج ۲۰، مسند احمدی: ۷۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۸۳، صحیح ابن حبان: ۳۱۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۰، شعب الایمان: ۳۵۲۲، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۶۹۳، شہدائے ترمذی: ۲۵۹، شرح السنہ: ۹۳۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۱۹۸، ج ۳ ص ۱۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۶۳۳۱، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۶۹۰۸۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) مسعر بن کدام (۳) زیاد بن غلامہ الشعلی (۴) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۶۰)

نبی ﷺ کی طرف مغفرتِ ذنوب کی نسبت اور اس کی وضاحت

اس حدیث میں مذکور ہے: پس آپ سے کہا جاتا، کیا کہا جاتا اور کون کہتا اس کا ذکر نہیں ہے۔ امام بزار نے حضرت ابو ہریرہ

سے روایت کیا ہے: آپ سے کہا جاتا: یا رسول اللہ! آپ ایسا کر رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ تمام کاموں) کو معاف فرمادیا ہے۔

(شمائل ترمذی: ۲۴۹، صحیح ابن خزییمہ: ۱۱۸۳، شعب الایمان: ۱۳۱۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۰، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۸۶)

محمد بن عمرو سے روایت ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں: ”إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۖ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ“ (النّٰح: ۱-۲) تو آپ نے کھڑے ہو کر اتنی نماز پڑھی کہ آپ کے دونوں قدم سوچ گئے اور آپ نے اتنی عبادت کی کہ آپ کا جسم پرانی مشک کی طرح ہو گیا، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ یہ کر رہے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (تمام بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں) کو معاف فرمادیا ہے آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

(شعب الایمان: ۱۳۱۵)

اس مضمون کی حدیث، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے: •

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ رات کو قیام کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر پھٹ جاتے، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (تمام بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں) کو معاف فرمادیا ہے آپ نے فرمایا: کیا میں اس سے محبت نہیں کرتا کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ بن جاؤں!

(صحیح البخاری: ۳۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۸۲۰، رقم المسلسل: ۶۹۹۳)

قرآن مجید کی آیت النّٰح: ۲ میں اور صحابہ کرام کے اقوال میں رسول اللہ ﷺ کی طرف جو ذنب کی نسبت کی گئی ہے اس سے مراد ذنب کا حقیقی معنی نہیں ہے کیونکہ ذنب کا حقیقی معنی ام اور گناہ ہے اور نبی ﷺ معصوم ہیں اور آپ سے کبھی کوئی گناہ خواہ نبوت سے پہلے یا نبوت کے بعد صادر نہیں ہوا، عداۃ نہ ہوا اور آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے نہ حقیقتہً نہ صورۃً، لہذا النّٰح: ۲ اور صحابہ کے اقوال مجاز پر محمول ہیں اور ذنب سے مراد مجازاً خلافِ اولیٰ کام ہیں، تنزیہی کام ہیں، خلافِ اولیٰ یا میرہ تنزیہی گناہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

نیکوں کے جو نیک کام ہیں، مقربوں کے حق میں گناہ ہیں، وہاں ترکِ اولیٰ کو جی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترکِ اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۷۷، دارالعلوم امجدیہ کراچی)

بہ اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ یہ قرآن مجید کے الفاظ اختیار کرنے کی صراحت ہے کیونکہ تنزیہی گناہ نہیں ہوتا، وہ صرف خلافِ اولیٰ ہے نیز حضور ﷺ نے بیانِ جواز کے لیے قصداً ایسا کیا اور نبی ﷺ قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۵۰-۳۴۹، رضانائڈنڈیشن، جامع نظامیہ رضویہ لاہور)

\* اس بحث کی زیادہ تفصیل، شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۹۰-۶۸۶، اور شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۴۵-۳۱۸، اور تبیان القرآن ج ۱۱، الاحقاف: ۹، اور النّٰح: ۲ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں، یہاں پر ہم نے جو لکھا ہے وہ ان مباحث کا خلاصہ ہے۔

اس بحث میں یہ عبارت بھی حل طلب ہے:

حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ لکھتے ہیں:

جواب نمبر ۶: انبیاء و رسل اُن النواغ ذنوب و خطایا سے جو شانِ نبوت کے منافی ہوں معصوم و مامون ہیں۔



(سیف چشتیائی ص ۳۵۷ طبع چہارم ۱۹۶۳ء، مبرمیرس ۲۰۹ طبع سوم ۱۹۷۳ء)

علامہ سید محمد امین بن عمر شامی متوفی ۱۲۵۸ھ نے لکھا ہے کہ کتابوں اور تصانیف میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔

(رد المحتار ج ۶ ص ۵۰۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

لہذا حضرت پیر صاحب گوڑوی رحمہ اللہ کی اس عبارت کا معنی یہ ہوگا کہ جو ذنوب اور خطایا شانِ نبوت کے منافی نہیں ہوتے تو ان سے انبیاء اور رسل علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے لہذا ضروری ہوا کہ ان ذنوب اور خطایا سے مراد ان کاموں کو لیا جائے جو خلافِ اولی ہوں یا مکروہ تنزیہی ہوں تاکہ عصمت انبیاء کا عقیدہ محفوظ رہے اور یہی وہ بات ہے جو ہم شروع سے کہہ رہے ہیں۔

## ۷۔ بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ جو شخص سحر کے وقت سو جائے

۱۱۳۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ عُمَرُو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرُو بْنَ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَحَبُّ الصَّيَامِ إِلَى اللَّهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی کہ ان کو عمرو بن اوس نے خبر دی کہ ان کو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں حضرت داؤد آدھی رات تک سوتے تھے اور تہائی رات میں قیام کرتے تھے پھر ۱/۳ رات کے چھٹے حصے میں سوتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

[احرف الحدیث: ۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۹۷۶-۱۹۷۵]

۱۹۷۷-۱۹۷۸-۱۹۷۹-۱۹۸۰-۱۹۸۱-۱۹۸۲-۲۰۰۲-۵۰۵۲

[۵۰۵۳-۵۱۹۹-۶۱۳۳-۶۲۷۷]

(صحیح مسلم: ۱۱۵۹، البرقم المسلسل: ۲۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۲۳۲۷، سنن نسائی: ۲۳۹۲، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۶۲، سنن کبریٰ: ۲۷۰۰، صحیح ابن

حبان: ۶۶۰، یہ الاولیاء ج ۱ ص ۲۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۸۸، طبع قدیم: ۶۷۰، ج ۱۱ ص ۳۷۳-۳۷۴، مؤسسۃ المدینۃ العلمیۃ: ۱۰۰)

## حدیث مذکور کے حوالے

(۱) ابن عبد اللہ المعروف بابن المذہب (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) عمرو بن عثمان بن عفان (۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما

ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۶۳)

## رات کے نصف تہائی اور چھٹے حصہ کی تمثیل

اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام رات کے نصف حصے میں سوتے تھے اور رات کے تہائی حصہ میں قیام کرتے تھے اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں سوتے تھے فرض کیجئے کہ رات چھ گھنٹے کی ہو تو اس کا نصف تین گھنٹے ہوا اس کا تہائی دو گھنٹے ہوا اور اس کا چھٹا حصہ ایک گھنٹا ہوا اگر رات مثلاً ۹ گھنٹے کی ہو تو اس کا نصف ساڑھے چار گھنٹے ہوا اور اس کا تہائی تین گھنٹے ہوا اور اس کا چھٹا حصہ ڈیڑھ گھنٹا ہوا باقی راتوں کو اسی حساب سے قیاس کر لیا جائے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اس سے مراد سیدنا

محمد ﷺ کی نماز کے ماسواہ گریہوں کی نمازیں ہیں۔

١١٣٢ - حَدَّثَنِي عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ  
شُعْبَةَ عَنْ أَشْعَثَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ  
مُسْرُوقًا قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا  
أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتَى كَانَ يَقُومُ؟ قَالَتْ  
يَقُومُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ.

امام بخاری رذائیت کرتے ہیں: مجھے عبدالان نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از اشعث' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا 'انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: نبی ﷺ کو کون سا عمل زیادہ محبوب تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: جو دائمی ہو 'میں نے پوچھا: آپ (صبح) کس وقت اٹھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: جب مرغ اذان دیتا تھا۔

خَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو  
الْأَحْوَصِ عَنْ الْأَشْعَثِ قَالَ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ  
فَقَضَى. [أطراف الحديث: ٦٣٦١-٦٣٦٢]

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن سلام نے انہوں نے کہا: ہمیں ابو الاوصیٰ نے خبر دی از الاشعث انہوں نے کہا: جب آپ مرغ کی اذان سنتے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

(صحیح مسلم: ۷۴۱، الرقم المسلسل: ۱۶۹۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۱، سنن نسائی: ۱۶۱۶، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۰، سنن ترمذی ج ۳ ص ۳، صحیح ابن حبان: ۲۴۴۴، کامل ابن عدی ج ۱ ص ۴۱۵، مسند ابن ماجہ ج ۱ ص ۹۳، مع قدیم مسند احمد ج ۶ ص ۶، مسند ابرار، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۷۴۸۸، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۴۲۶ھ)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان ان کا نام عبد اللہ ہے اور عیسیٰ ان کا لقب ہے، نام پر غالب ہے (۲) ان کے والد ان کا نام عثمان بن جبہ ہے  
(۳) شعبہ بن الحجاج (۴) اشعث (۵) ان کے مداد بن اسماء کا بیٹا ہے۔ (۶) مسروق بن الاعدغ (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۶۴)  
دائمی عمل کی فضیلت خواہ وہ کم ہو

اس حدیث میں دائمی عمل کی ترغیب دی ہے، کیونکہ جو عمل کثیر ہو، وہ کبھی کبھی ہو اس سے وہ عمل بہتر ہے جو دائمی، مگر قلیل ہو، کیونکہ جو عمل بغیر حقیقت اور تقاضا کے دائمی کیا جائے، اس سے سادہ ماہل خوش الحاشیہ رہتا ہے، اس کے برخلاف جو عمل زیادہ کام کیا جائے اور اس میں مشقت اور محنت ہو، اس کا انسان بہت زیادہ اور بہتر رشتہ سے کرتا ہے۔

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۷۲۵- ج ۲ ص ۵۳۶ پر مذکور ہے، وہاں اس کی بہت مفصل اور مبسوط شرح کی گئی ہے اس کے عنوان یہ ہیں:

۱ اُکتانے اور استہزاء کا اللہ پر اطلاق ۲ نفلی عبادت میں دوام کا معنی ۳ نفلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل ۴ جس فعل کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے ۵ رسول اللہ ﷺ کے کسی کام کو ترک کرنے کی وجہ سے بدعت کا ضابطہ ۶ نفلی عبادت کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت ۷ بدعت سیئہ کی تعریف ۸ بدعت کا شرعی معنی اور اقسام ۹ بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ ۱۰ بدعات حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سیئہ کا مصداق ۱۱ ایک شبہ کا ازالہ ۱۲ قرون ثلاثہ پر بدعت اور سنت کا مدار۔

۱۱۳۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا  
إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ  
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ  
عِنْدِي إِلَّا نَائِمًا تَغْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: میرے والد نے ذکر کیا از ابوسلمہ از حضرت  
عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سحری  
کے وقت سوتے ہوئے ہی پایا۔

(صحیح مسلم: ۷۴۲، الرقم المسلسل: ۱۷۰۰، سنن ابوداؤد: ۱۳۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۹۷، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۸، مکتبۃ الرشیدیہ: ۱۴۲۶ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری التبوذکی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف ابواسحاق الزہری یہ بغداد کے  
قاضی تھے (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۶۵)

### نبی ﷺ کے سحری کے وقت سونے کا معنی

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ سحری تک نماز پڑھتے رہتے تھے پھر سحری کے وقت سو جاتے تھے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے  
کہ یہ وقت رات کا چھٹا حصہ ہے۔ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام پڑھتے تھے۔ ان بطلان نے کہا ہے کہ نبی ﷺ لمبی راتوں  
میں سحر کے وقت سوتے تھے اور یہ غیر رمضان کا واقعہ ہے کیونکہ نبی ﷺ تاخیر سے سوتے تھے۔ (شرح ابن بطلان ج ۳ ص ۱۳۰)

بس نے سحری کی پھر نماز پڑھنے کھڑا ہوا

پھر نہیں سویا حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم  
نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی  
انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت  
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ اور حضرت انس بن ثابت رضی اللہ  
عنہ نے سحری کی جب وہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر نماز پڑھ رہے تھے تو نبی ﷺ  
نماز کی طرف مڑے۔ انس آپ نے نماز پڑھائی ہم نے  
حضرت انس سے پوچھا: ان کے سحری سے فارغ ہونے اور نماز  
میں داخل ہونے کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے بتایا: جتنی  
مقدار میں ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھتا ہے۔

۸ - بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ

حَتَّى صَلَّى الصُّبْحَ

۱۱۳۴ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا  
رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ  
مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ  
تَسَحَّرَا فَلَمْ يَنَمْ حَتَّى صَارَ صَبْحٌ وَنَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَلَاتِهِ فَصَلَّى. فَلَمَّا لَانَ  
كُمُ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي  
الصَّلَاةِ قَالَ كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۹ - بَابُ طُولِ الصَّلَاةِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

۱۱۳۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

رات کی نماز میں لمبا قیام کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ. قُلْنَا وَمَا هَمَمْتُ؟ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

الاعمش از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ مسلسل کھڑے رہے حتیٰ کہ میں نے ایک بُری بات کا ارادہ کیا ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی ﷺ کو کھڑا رہنے دوں۔

(صحیح مسلم: ۷۷۳، الرقم السلسل: ۱۷۸۳، شمائل ترمذی: ۱۸-۱۷، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۸، مسند ابویعلیٰ: ۵۱۶۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۵۳، صحیح ابن حبان: ۲۱۳۱، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۳۶، ج ۶ ص ۱۵۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۴۱۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۵۱۳۲۶)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) سلیمان بن حرب ابویوب الواسطی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلیمان الاعمش (۴) ابوداؤد، ان کا نام ہے: شقیق بن سلمہ الاسدی (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۶۷)

نبی ﷺ کو کھڑا چھوڑ کر خراب بیٹھ جانے کے برا ہونے کی توجیہ علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بظاں ماکی قرطبی متوفی ۴۰۹ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹھنے والی بات کیوں فرمائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی مخالفت بُری بات ہے قرآن مجید میں ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ. (النور: ۶۳)

جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے۔

اسی طرح جن لوگوں نے رسول ﷺ کے پیچھے نہ ہو کر اپنا ارادہ کر لیا آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی سنتوں کی جائے (الیٰ قوبہ) پس جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (صحیح البخاری: ۳۷۸)

پس جو شخص نماز کے کسی عمل میں اپنے امام کی مخالفت کرے اس کا وہ عمل بُرے کاموں میں سے شمار ہوتا چاہیے۔

حضرت ابن مسعود کی اس حدیث میں رات کی نماز میں طویل قیام کی دلیل ہے، کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی ﷺ اتنا دیر کھڑے رہے کہ انہوں نے بیٹھنے کا ارادہ کیا، ان کا یہ ارادہ نبی ﷺ کے طویل قیام کی وجہ سے تھا۔

### آیا طول قیام افضل ہے یا کثرت رکوع اور سجود؟

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ نفل نماز میں طول قیام افضل ہے یا کثرت رکوع اور سجود افضل ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ طویل قیام نہیں کرتے تھے اور رکوع اور سجود کی کثرت کرتے تھے ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کے درجہ کو بلند کرتا ہے اور اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۸۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک نوجوان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو لمبی نماز پڑھ رہا تھا جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت ابن عمر نے کہا: اس کو کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں جانتا ہوں حضرت ابن عمر نے فرمایا: اگر میں اس کو جانتا ہوتا تو میں اس کو حکم دیتا کہ یہ لمبے رکوع اور سجود کرے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب بندہ



کترے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہوں کو اس کے سر کے اور کندھوں کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ جب بھی رکوع اور سجدہ کرتا ہے تو اس کے گناہ گر جاتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۲۶۶۷ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ لمبا قیام کرنا افضل ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس میں لمبا قیام ہو۔ (صحیح مسلم: ۷۶)

ابراہیم نخعی، ابو مجاز، حسن بصری کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی موقف ہے۔

اشہب ماکنی نے کہا ہے: میرے نزدیک یہ قول زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ لمبے قیام میں زیادہ قرآن پڑھا جائے گا۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ حضرت ابوذر کی حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے رکوع اور سجدہ کرے، اللہ اس کا درجہ بلند کرے اور اس کا گناہ مٹائے اور اگر اس نے اس کے ساتھ لمبا قیام کیا تو وہ افضل ہوگا اسی طرح حضرت ابن عمر کی حدیث میں بھی رکوع اور سجود کی لمبے قیام پر فضیلت نہیں ہے اس میں تو صرف یہ بیان ہے کہ رکوع اور سجود کرنے سے گناہ گری جاتی ہیں اور ہو سکتا ہے کہ لمبا قیام کرنے کی وجہ سے اس کو اس سے افضل اجر عطا کیا جائے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث (صحیح بخاری: ۱۱۳۵) میں اس قول کی محکمات پر شہادت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۳-۱۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن بطال نے یہ بحث فرج ۷۰۰ ورنہ اس کا مرجع نہیں ۱۰۹۰ء تک کی ہے۔

\* باب مذکور کی یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۲-ج ۲ ص ۱- پر مذکور ہے اس کی تصریح تعظیم رسول کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۳۶ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا بَنُو عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُورُ فَوَاقِدَ الْكَ

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۲۴۴۱ میں ہے یہاں پر ہم یہ بیان کر رہے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: رات کو لمبا قیام کرنا' اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے اس کی کیا توجیہ ہوگی۔

طول قیام کے اب میں مسواک کرنے کی حدیث کو ذکر کرنے کی وجہ سے امام بخاری پر غصہ ضرور۔۔۔۔۔

اور اس کے جوابات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ کی اس حدیث کا اس باب میں کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز پڑھنے کے لیے منہ کو مسواک سے صاف کرنے کی رات کی نماز کے احوال پر کوئی دلالت نہیں ہے اور نہ اس کی رات کی نماز کے اقتصار پر کوئی دلالت ہے، صحیح بخاری نقل کرنے والے ناخین اور کاتبین نے اس حدیث کو غلط جگہ پر درج کر دیا ہو اور اگر اس طرح نہیں ہوا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کو قضاء نے اتنی مہلت نہ دی ہو کہ وہ اپنی کتاب پر نظر ثانی کر کے اس کی تہذیب کر لیتے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن المنیر نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے امام بخاری نے یہ ارادہ کیا ہو کہ مسواک کا استعمال کرتا عمدہ حالت بنانے اور نماز کی تیاری پر



اللّٰهُ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ صَلَوةُ اللَّيْلِ؟ قَالَ مَشْنِيْ مَشْنِيْ فَاِذَا خِفْتُ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ.

نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! رات کی نماز کس طرح (پڑھوں)؟ آپ نے فرمایا: دو دو رکعت پڑھیں جب تم کو صبح کا خوف ہو تو (آخری دو گانہ کے ساتھ) ایک رکعت ملا کر نماز کو وتر کرلو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۳۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ تَعَالٰی اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ صَلَوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةٍ رَّكَعَةً يَغْنِي بِاللَّيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ انہوں نے کہا: مجھے ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ رات کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے۔

۱۱۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حُذَيْفٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا عَنْ صَلَوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَإِحْدَى عَشْرَةَ سِوَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: اسرائیل نے خبر دی از ابی حذیفہ عن یحییٰ بن وثاب عن مسروق قال سألت عائشة رضي الله عنها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في الليل فقالت سبع وتسع وإحدى عشرة سوا ركعتي الفجر۔

۱۱۴۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا حُظَلَّةٌ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنْ لَيْلٍ ثَلَاثَ عَشْرَةٍ رَّكَعًا وَهُوَ الْوَتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حظلہ نے خبر دی از القاسم بن محمد عن عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے تین میں سے دو رکعات فجر۔

ان احادیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۹۵-۹۹۴ میں گزر چکی ہے مزید شرح کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

### رات کی نماز کی مختلف رکعات میں تطبیق

ان احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ رات کو سات رکعات بھی پڑھتے تھے اور نو رکعات بھی پڑھتے تھے سات رکعات کے متعلق یہ حدیث ہے:

جب رسول اللہ ﷺ کی عمر زیادہ ہو گئی اور آپ پر گوشت چڑھ گیا تو آپ سات رکعات پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں بیٹھتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۱۳)

اور نورکعات کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نورکعات کے ساتھ وتر پڑھتے تھے پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے پھر جب آپ کمزور ہو گئے تو سات رکعات کے ساتھ وتر پڑھتے تھے پھر آخر میں بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۷۸۱)  
اور صحیح البخاری: ۱۱۳۹-۱۱۳۸ میں یہ تصریح ہے کہ آپ صبح کی دو سنتوں کے علاوہ رات کی نماز گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور عنقریب باب: ۲۸ "ما یقرب بعد الفجر" میں یہ تصریح آئے گی کہ آپ تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور اس کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے تھے اس طرح رات کی نماز پندرہ رکعت ہو گئیں اس میں عشاء کی دو سنتیں بھی شامل ہیں اس طرح تین رکعت وتر ملا کر رات کی نماز کی تعداد گیارہ رکعات ہیں اور صبح کی دو سنتیں ملا کر تیرہ رکعات ہیں اور صرف رات کی نماز گیارہ رکعات ہیں جس میں تین رکعات وتر شامل ہیں۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ رات کی کتنی رکعات نماز پڑھتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رمضان ہو یا اس کا غیر رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو پھر چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو پھر آپ تین رکعت وتر پڑھتے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳۷ صحیح مسلم: ۷۳۸ سنن ابوداؤد: ۱۳۳۱ سنن ترمذی: ۳۳۹ سنن نسائی: ۱۶۹۶)

نبی ﷺ کا رات کو قیام کرنا اور سونا

اور رات کے قیام (کی فرضیت)

کا منسوخ ہونا

۱۱ - بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ ﷺ لِلَّهِ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَنَوْمِهِ وَمَا نَسِخَ

مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے چادر لپیٹنے والے! رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا! آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں! اس پر کچھ اضافہ کر دیں اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں! بے شک ہم آپ پر بھاری کلام نازل فرمائیں گے! بے شک رات کو اٹھنا (نفس پر) سخت بھاری ہے اور کلام کو درست رکھنے والا ہے! بے شک دن میں آپ کی بہت مصروفیات ہیں! (الزلزلہ: ۱۷) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی! پس تم جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو اللہ کو علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوئے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے ہوں گے! پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دے دو اور تم اپنی بھلائی کے لیے جو کچھ آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس اس

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿يَسْأَلُهَا الْمَرْءَاتُ أَفَمِ الْبَلِّ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ۵ نَصْفَهُ أَوْ انْقُصَ مِنْهُ قَلِيلًا ۵ أَمْ يَكُنَّ لَكُمْ رَازِقًا ۵ تَرْتِيلًا ۵ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ آيَاتٍ ۵ نَقِيلًا ۵ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ۵ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْعًا طَوِيلًا ۵ (الزلزلہ: ۱۷) ۱۸. وَقَوْلُهُ ﴿وَعَلَّمَ أَنَّ لُكُلَ تَسْبُوءَةٍ﴾ ۱۹ بَابُ سَبْعَةٍ فَافْقَرُوا وَمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِيمٌ أَنْ يَسْكُرُوا مِنْكُمْ مَوْرُضِي ۵ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۵ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاقْرَأُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاقْرَءُوا اللَّهَ قَرُضًا حَسَنًا وَمَا تَقْدَمُوا لَكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمُ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۵ (الزلزلہ: ۲۰).



سے بہتر اور زیادہ ثواب میں پاؤ گے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا ہے حد رحم فرمانے والا ہے (المزمل: ۲۰)

ان آیات کی تفصیل کے لیے قیام القرآن ج ۱۲ میں سورۃ المزمل کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔  
 قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَشَأَ فِيهِ قِيَامٌ بِالْحَبَشِيَّةِ.  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”نَشَأَ“ کا معنی حبشی زبان میں ہے: قیام کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے سند صحیح کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔  
 ﴿وِطَاءٌ﴾ قَالَ مُوَاطَّاةُ الْقُرْآنِ أَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَقَلْبِهِ. ﴿لِيُوَاطَّنُوا﴾ (التوبہ: ۳۷). دیکھنے اور دل سے غور کرنے میں قرآن مجید کے بہت زیادہ موافق ہو۔ ”لیواطنوا“ کا معنی ہے: تاکہ وہ موافقت کریں۔

اس تعلیق کو بھی امام عبد بن حمید نے سند موصول کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۲۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

اس مسئلہ میں علماء کا اکتلاف ہے۔ قرآن مجید میں نون اور عین لفظ ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ موجود ہیں جیسے ”سجیل“ ”لردوس“ اور ”ناشئة“۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی غیر عربی لفظ نہیں ہے اور جو اس قسم کے الفاظ ہیں ان میں دو لغتوں کا توافقی ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۷۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

آیا نبی ﷺ پر تہجد کی نماز فرض تھی، یا نفل؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے اقوال اور قول رائج کا بیان

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں کہا ہے: رات کے قیام کہ جو منسوخ کیا گیا۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ رات کا قیام آپ پر فرض نہیں تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:

قُمِ الْاَمَلِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِصْفُهُ اَوْ اَنْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ. (المزمل: ۲-۴)  
 رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑا ۝ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں ۝ یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں۔

جب کہ فرض اس طرح بیان ہوتا ہے فرض میں حتم پر کچھ کم کیا جاتا ہے یا طلب کی شان ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رات کا قیام صرف نبی ﷺ پر فرض تھا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہاری طرف نکلنے سے صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ رات کی نماز تم پر فرض کر دی جائے گی۔ (صحیح البخاری: ۱۱۲۹) اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ رات کی نماز صحابہ پر فرض نہیں تھی۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ کب معلوم ہوا کہ رات کی نماز رسول اللہ ﷺ پر فرض تھی جب کہ قرآن مجید کی صریح آیت

یہ ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ. (بنی اسرائیل: ۷۹)

اور آپ رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھیے جو خاص آپ کے لیے نفل ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس سلسلہ میں تیسرا قول یہ ذکر کیا ہے:  
رات کا قیام آپ پر بھی فرض تھا اور آپ کی امت پر بھی فرض تھا، پھر سورۃ المزمل کی اس آیت سے رات کا قیام منسوخ کر دیا گیا:

عَلِمَ أَنَّ لَنْ تُخْصَوَهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ. (المزمل: ۲۰)  
اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانو! تم ہرگز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے، سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔

جمہور علماء کا یہی موقف ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:  
سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: یا ام المؤمنین! مجھے نبی ﷺ کے (رات کے) قیام کے متعلق خبر دیجئے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم یہ سورت نہیں پڑھتے؟ (سایہا المزمل) میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے اس سورت کے اول میں آپ پر رات کا قیام فرض فرمایا، پس نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ایک سال تک (رات کو) قیام کیا حتیٰ کہ ان کے قدم سوج گئے اور اللہ عزوجل نے اس سورت کے آخری حصہ (المزمل: ۲۰) کو بارہ مہینے تک روک رکھا، پھر اللہ عزوجل نے اس سورت کے آخر میں قیام لیل میں تخفیف نازل فرمائی، پھر رات کے قیام کی فرضیت کے بعد اس کو نفل کر دیا۔ (الحديث) (صحیح مسلم: ۷۴۶، الرقم المسلسل: ۱۷۰۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۲، سنن نسائی: ۱۶۰۱، السنن الکبریٰ: ۱۳۳۵)

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور سنن کبیر کی اس حدیث سے دائرہ خارج ہو گیا کہ صحیح قول یہی ہے کہ شروع کے ایک سال میں آپ پر اور آپ کے اصحاب پر تہجد فرض تھی، پھر ایک سال بعد اس فرضیت کو منسوخ کر کے اس کو نفل کر دیا گیا۔

۱۱۴۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصُومُ مِنْهُ شَيْئًا وَيَصُومُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَلَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصْبِحًا إِلَّا رَأَيْتَهُ وَلَا إِيمًا إِلَّا أَسَدًا تَدْنِيهِ السَّكَّانُ وَبُؤْسُ الْأَحْمَرِ عَنْ حُمَيْدٍ. [أطراف الحديث: ۱۹۷۲-۱۹۷۳-۱۹۷۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی مہینہ روزے چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ بالکل روزے نہیں رکھیں گے اور کسی مہینہ آپ روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے کہ اب آپ بالکل روزے نہیں چھوڑیں گے اور تم آپ کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ روز پڑھتے ہوئے دیکھ لو گے اور تم آپ کو رات میں سوتے ہوئے دیکھنا چاہو تو آپ کو سوتے ہوئے دیکھ لو گے محمد بن جعفر کی سلیمان اور ابو خالد الاحمر نے ازحمید متابعت کی ہے۔

نبی ﷺ کی تہجد اور دیگر نفل عبادات کے معمولات مختلف تھے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے رات کو نفل نماز پڑھنے اور سونے کے معمولات مختلف تھے اسی طرح نفل روزے رکھنے کے معمولات بھی مختلف تھے۔

جو شخص رات کی نماز نہ پڑھے اس کی گدی

۱۲ - بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلَى قَافِيَةٍ

## الرَّاسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

۱۱۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَغْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ فَإِنْ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسَلَانٍ [طرف الحديث: ۳۲۶۹]

## پر شیطان کا گرو لگانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ پر یہ پڑھ کر پھونک دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے لہذا تم سو جاؤ پس جب وہ (بندہ) بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو پہلی گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وضوء کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے پھر اگر نماز پڑھ لے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے پھر صبح کو وہ خوش اور تروتازہ اٹھتا ہے ورنہ وہ صبح کو نحوست اور سستی کے ساتھ اٹھتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۰۶، مع المسانید لابن جوزی: ۶۶۱، مستدرک زکریا: ۱۳۲۶، مسند السنن: ۶۰۳)

## جس کی گدی پر شیطان گرہیں لگاتا ہے اس کے دشمن میں مسائل اور بعض اعتراضات کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ

اس حدیث کے عنوان میں ہے: جو شخص رات کو نماز نہ پڑھے اس کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے رات کو نماز نہ پڑھنے سے مراد عام ہے اس نے عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو یا رات کو اٹھا کر تہجد نہ پڑھی ہو۔ اس حدیث میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس سے عشاء کی نماز نہ پڑھنا۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے سوتے وقت شیطان اس کی گدی پر یہ گرہیں لگا دیتا ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے: جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کی تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ خوش خوش تروتازہ اٹھتا ہے وہ خوش اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی عبادت کی توفیق دی اور تروتازہ اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اور اس کے تصرفات میں برکت رکھی اور شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا کر اس کو تروتازہ رکھ رہا ہے اور نماز پڑھنے کے لیے نہیں اٹھا تو وہ نحوست اور سستی سے اٹھتا ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما رات کے اول حصے میں وتر پڑھتے تھے اور آخر رات تک سوتے رہتے تھے تو کیا وہ بھی اس وعید کے مصداق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد وہ شخص ہے جو رات کو سو جائے اور آخر رات میں اس کے اٹھنے کی نیت نہ ہو اور جس شخص کی رات کو تہجد پڑھنے کی نیت ہو اور وہ نہ اٹھ سکے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس وعید میں وہ شخص داخل ہے جو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو جائے اور رات بھر سوتا رہے اور اس کی یہ نیت نہ ہو کہ وہ رات کے کسی وقت میں اٹھ کر عشاء کی نماز پڑھ لے گا۔

پہلے جواب کی تائید میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ بھی دل میں یہ ارادہ کرے کہ وہ رات کو کسی وقت اٹھ کر نماز پڑھے گا پھر وہ سوتا رہ جائے تو اس کی نیند کو اللہ اس پر صدقہ کر دے گا اور اسے اس عبادت کا اجر ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۲۵۸۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۴۲۲۳)

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث میں فرمایا: وہ صبح کو خبیث النفس اٹھے گا حالانکہ ایک حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہے۔

(مسند الحمیدی: ۲۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۹ ص ۶۷، صحیح البخاری: ۶۱۷۹، صحیح مسلم: ۲۲۵۰، سنن ابوداؤد: ۴۹۷۹، صحیح ابن حبان: ۵۷۲۴، المعجم الاوسط: ۲۶۳۳، شعب الایمان: ۵۲۱۰، شرح السنن: ۳۳۹۰، السنن الکبریٰ: ۱۰۸۸۹، مسند احمد ج ۶ ص ۵۱، طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۲۴۳، ج ۳۰ ص ۲۸۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ خبیث کے دو معنی ہیں: ایک دین میں فساد ہے دوسرا سستی اور نحوست ہے ان احادیث میں دین میں فساد کے اعتبار سے خبیث کہنے کی ممانعت ہے اور اس باب کی حدیث میں جو خبیث فرمایا ہے وہ سستی اور نحوست کے معنی میں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں کسی شخص کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ خود اپنے نفس کو خبیث کہے اور اس باب کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ خود اپنے نفس کو خبیث کہے بلکہ شارب غلیظہ نے اس کے نماز پڑھے بغیر ساری رات سوتے رہنے کی وجہ سے اس کو ڈرانے کے لیے اس کی مذمت کے طور پر اس کو خبیث فرمایا ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ شیطان کس کے نیچے گرہ یوں کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گدی کے پیچھے وہم کا محل ہوتا اور وہم شیطان کے دوسو سو کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ احادیث میں ہے: جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر سو جائے وہ شیطان کے دوسو سو سے محفوظ رہتا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کے وقت آیۃ الکرسی پڑھی وہ شام تک محفوظ رہتا ہے اور جس نے شام کو پڑھی وہ صبح تک محفوظ رہتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۸۷۹)

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حضرت بریل مجھے پارسے اور کہا: ایک بہت بڑا جن آپ کے ساتھ مکر کرتا ہے لہذا جب آپ بستر پر جائیں تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کریں۔ (مسوئۃ ابن ابی الدنیاج ۲ ص ۵۴۸، المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۳۲۶ھ)

پھر شیطان کو گدی میں گرہ لگانے کا موقع کس طرح ملتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جو سونے سے پہلے آیۃ الکرسی نہیں پڑھتے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ شخص اگر سونے کے لیے وضوء کرنا چاہے یا اس کو غسل کرنا پڑے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو غسل کرنا پڑے گا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۸۲-۲۸۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۶، ج ۲ ص ۵۳۳-۵۳۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی دو سطروں میں شرح کی گئی ہے۔

۱۱۴۳ - حَدَّثَنَا مَرْقَلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّوْيَا قَالَ أَمَّا الَّذِي يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل بن ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے اپنے خواب کی



عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ.

تعبیر کے سلسلہ میں فرمایا: رہا وہ شخص جس کے سر کو پتھر سے کچلا جاتا تھا یہ وہ شخص تھا جو قرآن کو حاصل کرتا تھا پھر اس کو چھوڑ دیتا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

جو شخص سو جائے اور نماز نہ پڑھے شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے

۱۳۔ بَابُ إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ

الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ

۱۱۴۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ

قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ مَا قَامَ

إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ.

المرفوع: ۲۷۰۰

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی انہوں نے

کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از ابووائل از حضرت عبداللہ

رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر

کیا گیا پس بتایا گیا کہ وہ شخص صبح تک سوتا رہتا ہے نماز کے لیے

نہیں اٹھتا آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا

(صحیح مسلم: ۷۷۴، الرقم المسلسل: ۱۷۸۶، سنن نسائی: ۲۰۷، سنن ماجہ: ۳۰، سنن ابی خزیمہ: ۱۱۳۰، سنن بیہقی ج ۳

ص ۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۷۱، طلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۲۰، صحیح ابن حبان: ۲۵۶۲، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۲، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷، طبع قدیم

مسند احمد: ۳۵۵۷، ج ۶ ص ۲۲-۲۱، مؤسسۃ الرشد، بیروت، جامع المسانید، بیروت، ج ۱ ص ۱۱۰، المجلد، بیروت، ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۵۰۵۰)

کان میں شیطان کے پیشاب کرنے کے متعدد محال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے علامہ قرطبی نے کہا ہے

کہ اس کی حقیقت سے کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی محال نہیں ہے یہ ثابت ہے کہ شیطان کھاتا اور پیتا ہے شیطان کمانے اور

پینے سے پہلے اللہ عزوجل نے اس کے لیے شریک ہو جاتا ہے تو اس کے پیشاب کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے: جس شخص کی ہری نیند ہو اور وہ نماز سے غافل ہو اس کے کان میں پیشاب کرنے سے تشبیہ دی

ہے جس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہو امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ اس سے استعارہ ہے کہ شیطان اس پر حکومت کرتا ہے

اور وہ اس کی اطاعت کرتا ہے اور علامہ تورپشتی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کے کانوں میں باطل باتوں کو بھر دیتا ہے

اور اذان اور حق کی باتوں کو سننے سے اس کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتا ہے اور اس چیز کو اس کے کانوں میں پیشاب کرنے سے تعبیر کیا

ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کی توہین کرتا ہو اور اس کا استخفاف کرتا ہو اور جس چیز کی توہین کی جاتی ہے اس کو پیشاب کرنے

سے تعبیر کرتے ہیں جیسے بیت الخلاء کو پیشاب کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے اور کسی چیز کے فاسد کرنے کو بھی پیشاب کرنے سے تعبیر

کرتے ہیں یعنی شیطان نے اس کی سماعت کو فاسد کر دیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۴۔ ج ۲ ص ۵۳۲ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

## ۱۴۔ بَابُ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ

مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ

وَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَتَجَعَّلُونَ﴾ أَيْ مَا يَنَامُونَ ﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (الذاریات: ۱۸-۱۷).

۱۱۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرَبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ يَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟

رات کے آخری حصہ میں نماز

پڑھ کر دعا کرنا

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: وہ رات کو بہت کم سوتے تھے اور سحری کے وقت مغفرت طلب کرتے تھے ○ (الذاریات: ۱۸-۱۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ والی عبد اللہ الاغرا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے وہ فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں اور کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اس کی عطا کروں۔ کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کر دوں؟

[اطراف الحديث: ۶۳۲۱-۷۳۹۳]

(صحیح مسلم: ۷۵۸، الرقم المسلسل: ۱۷۳۱، سنن ابوداؤد: ۳۳۳۳، سنن ترمذی: ۳۳۳۳، سنن ابی ہریرہ: ۸۰۸، سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۶، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۲۸۰، صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۹۹، سنن داری: ۱۳۷۹، مسند ابویعلیٰ: ۶۱۵۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۵، طبع قدیم مسند احمد: ۷۵۹۲، ج ۱۳ ص ۳۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۳۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القنسی (۲) م مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمن (۵) ابو عبد اللہ الاغرا ان کا نام سلمان القنسی ہے اور الاغرا ان کا لقب ہے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۸۵) اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کے مسئلہ میں فقہ اسام کے نظریات اور حدیث مذکور کے رجال علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

معتبر نے اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کو ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے علو اور اد پر جہت ثابت ہے۔ الزہری الاوزاعی ابن المبارک مکحول سفیان ثوری سفیان بن عیینہ و دیگر فقہاء تابعین ائمہ اربعہ امام مالک امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام احمد وغیرہم جمہور علماء نے کہا ہے کہ ہمارا ان احادیث پر ایمان ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے ساتھ مشابہ نہیں مانتے وہ اس سے منزہ ہے اور وہ کس کیفیت سے نازل ہوتا ہے اس کا اسی کو علم ہے۔

بعض دوسرے علماء نے اس حدیث کی تاویل کی انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نازل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کا حکم نازل ہوتا ہے یا اس کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ رات کے آخری تہائی حصہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور یہ اہل اخلاص کی عبادت کا وقت ہے۔

## ۱۵ - بَابُ مَنْ نَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ

وَأَحْيَا آخِرَهُ

وَقَالَ سَلْمَانُ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ قُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۹۶۸ میں ہے

۱۱۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كَيْفَ كَانَ صَلَوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ ؟ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ وَيَقُومُ آخِرَهُ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُرَاتِبُ وَكَانَ فَإِنْ كَانَ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ.

جو شخص رات کے اول حصہ میں سویا اور رات

کے آخری حصہ میں اس نے نماز پڑھی

حضرت سلمان نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے کہا: سو جاؤ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو کہا: اٹھو! نبی ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی اور مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ نبی ﷺ رات کو کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت - عائشہ نے بتایا کہ آپ رات کے اول حصہ میں سوتے اور آخری حصہ میں قیام کرتے پس نماز پڑھتے پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آتے پھر جب مؤذن اذان دیتا تو آپ جلدی سے اٹھتے پس اگر آپ کو حاجت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضوء کر کے گھر سے نکل جاتے۔

(صحیح مسلم: ۷۳۹، الرقم السلسل: ۱۹۹۷، سنن ابی داؤد: ۱۳۳۴، سنن ترمذی: ۲۶۵۱، سنن ابی حبان: ۲۵۸۹، مسند احمد

ج ۶ ص ۶۳ طبع قدیم مسند احمد: ۲۳۳۲ ج ۲ ص ۲۰۱ - ۲۰۲، رسائل بیروت: ۱۳۸۸، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) ولیہ شام: عبد الملک بن ابی سلمی (۲) شعبہ بن (۳) سلیمان بن حرب البواثی (۴) ابی اسحق اسمعی عمر بن

عبد اللہ (۵) الاسود بن (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۷) عبد القاری ج ۲ ص ۲۰۱

## نبی ﷺ کا تہجد کے لیے اخیر شب میں اٹھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ چونکہ رات کے آخری حصہ میں جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اس لیے نبی ﷺ اس وقت اٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور یہی سلف صالحین کا طریقہ ہے عبد الرحمن بن عبد القاری سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس وقت میں تم سو جاتے ہو وہ وقت میرے نزدیک اس وقت سے افضل ہے جس وقت میں تم اٹھتے ہو (یعنی تراویح پڑھنے سے تہجد پڑھنا افضل ہے)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تراویح کے متعلق فرمایا: جس نماز کو تم چھوڑ دیتے ہو (یعنی تہجد) وہ اس سے افضل ہے جس کے لیے تم قیام کرتے ہو (یعنی تراویح)۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ تہجد پڑھنے کے بعد اپنے بستر کی طرف لوٹتے تھے اور جماع کرتے تھے اور صبح کو جنبی اٹھتے تھے پھر غسل کرتے تھے اور بعض اوقات اس طرح نہیں کرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۳۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے کہا ہے کہ اسود نے اس حدیث کی روایت میں غلطی کی ہے اس باب میں عمدہ احادیث یہ ہیں کہ جب نبی ﷺ سونے کا ارادہ کرتے اور آپ جنبی ہوتے تو آپ وضوء کرتے اور جو آپ سے اس کے متعلق سوال کرتا اس کو بھی آپ یہی حکم دیتے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۹۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۳ھ)

## ۱۶۔ بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ

۱۱۴۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي

سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي

رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْوَاثِ عَشْرَةِ رَكْعَةٍ

يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسَيْنٍ وَلَا عَنْ

يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسَيْنٍ وَلَا عَنْ

يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُؤْتِرَ؟ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ

وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. [الطراف الحديث: ۲۰۱۳-۳۵۶۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سعید

بن ابی سعید المقبری از ابی سلمہ بن عبد الرحمن وہ بیان کرتے ہیں کہ

ہمیں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ

رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ

رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ

نہیں پڑھتے تھے آپ چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور طول

میں متعلق نہ پوچھو آپ پھر چار رکعت پڑھتے تم ان کے حسن اور

طول کے متعلق نہ پوچھو پھر آپ تین رکعت (وتر) پڑھتے حضرت

عائشہ نے بیان کیا: میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے

سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں

سوتی ہیں اور میرا دل نہیں ہوتا۔

(صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، سنن ترمذی: ۳۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۶، حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۸۳، مصنف عبد الرزاق: ۴۷۱۱، صحیح ابن

خزیمہ: ۱۱۶۶، شرح مشکل الآثار: ۳۳۳۱، صحیح ابن حبان: ۳۳۳۰، سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۲۲، ج ۲ ص ۳۹۵، ج ۳ ص ۶، ج ۷ ص ۶۲، دلائل النبوة ج ۱

ص ۷۱، شرح السنن: ۸۹۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶، طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۰۷، ج ۴ ص ۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی:

۷۳۸۸، مکتبۃ الرشدریاض ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۹۳۹۱)

بیس رکعات تراویح کے متعلق رسول اللہ ﷺ صحابہ اور فقہاء تابعین کے معمولات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا رمضان کی نماز کے عدد میں اختلاف ہے:

امام ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:



حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۳۹۳، إدارة القرآن، کراچی، المعجم الکبیر: ۱۲۱۰۲، المعجم الاوسط: ۸۰۲، اکمل لابن عدی ج ۱ ص ۲۲۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

میں کہتا ہوں کہ بیس رکعت تراویح کے متعلق مزید یہ روایات ہیں:

ثثیر بن شکل کے بارے میں مروی ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۳۹۳، إدارة القرآن، کراچی) ابو الحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ان کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، الترغیب والترہیب: ۱۷۸۹، مختصر اختلاف العلماء، للجصاص ج ۱ ص ۳۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۷، الجوهر النقی ج ۲ ص ۴۹۶)

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے

تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ان کو بیس رکعت پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عبد العزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رمضان میں مدینہ میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور

تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابو السنہری بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں پانچ ترویحات (یعنی ۲۰ رکعت تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

الحارث بیان کرتے ہیں کہ وہ رمضان میں دو رکعت اور وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۶۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ وتر کو اگر تیس (۲۳) رکعت پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

سید بن عبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے رمضان میں پانچ ترویحات اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابن بطل لکھتے ہیں:

بیس رکعت تراویح کی احادیث حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں

اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے، مگر حضرت ابن عباس کی حدیث کی سند میں بنی شیبہ کا دادا ابراہیم ضعیف راوی ہے اس

لیے ان کی حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے اور حضرت عمر اور حضرت علی سے بیس رکعات تراویح معروف ہے۔ عطاء نے کہا: میں نے

دیکھا لوگ وتر سمیت تیس رکعات پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور ابن مہدی نے از داؤد بن قیس روایت کی ہے کہ میں

نے عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگ مدینہ میں چھتیس رکعت اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۷۷۱، مجلس

علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۹ء 'دار الکتب العلمیہ' بیروت) اور یہ امام مالک اور اہل مدینہ کا قول ہے۔  
میں کہتا ہوں کہ صرف حضرت ابن عباس کی مرفوع روایت کی سند میں ضعف ہے اور حضرت عمر اور حضرت علی کے آثار میں کوئی  
ضعف نہیں ہے۔

رات کی نماز چار چار رکعات پڑھی جائے گی یا دو دو رکعت  
نیز علامہ ابن بطل لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے: نبی ﷺ رات کی نماز چار چار رکعت پڑھتے تھے۔ یہ حدیث مجمل  
ہے اور ابواب الوتر میں حضرت عائشہ کی مفصل روایت اس کے خلاف ہے وہ روایت یہ ہے:  
از ابن ابی ذئب از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعات وتر کے  
ساتھ پڑھتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

یہ روایت مفصل ہے اور مفصل روایت مجمل پر رائج ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ رات کی نماز دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا:  
رات کی نماز دو رکعت پڑھو پس جب تم میں سے کسی شخص کو صبح کا خواب آوے (آخری دو رکعت کے ساتھ ملا کر) ایک رکعت پڑھ لے تو  
وہ اس کی تمام نماز کو طاق کر دے گی۔ (صحیح البخاری: ۱۹۳۔ ۱۹۴)

نیند سے نبی ﷺ کے وضوء نہ ٹوٹنے کی تحقیق

نیز اس باب کی حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں۔ میرا دل نہیں سوتا۔ یہ انبیاء السلام کا بہت اعلیٰ  
مرتبہ ہے اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء السلام کا خواب آتی ہوتا ہے کیونکہ وہ دل کے سونے میں تمام لوگوں سے ممتاز  
ہوتے ہیں اور آنکھوں کے سونے میں تمام لوگوں کے مساوی ہوتے ہیں۔

از ایوب از عکرمہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ سو گئے حتیٰ کہ انہوں نے آپ کے خزانے سے  
پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا، عکرمہ نے کہا: نبی ﷺ محفوظ تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸)

اگر یہ اعتراض آئے کہ نبی ﷺ نے وضوء کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے لیے وضوء  
کرتے تھے اور یہ بیدار ہیں کہ جب بیدار آپ کے لب پر آب آ جائے تو آپ وضوء کریں۔ یہ بہت اعلیٰ مرتبہ ہے جیسا کہ ایک  
سفر میں صبح کی نماز کے وقت آپ کو نیند تھی تاکہ آپ کی امت کے لیے یہ نمونہ ہو کہ وقت نکلنے کی وجہ سے نماز ساقط نہیں ہوتی خواہ آپ  
پر نیند کا غلبہ ہو یا آپ بھول گئے ہوں۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۱۳۷ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۱۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا  
بُخَيْرِيُّ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ  
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَوةِ اللَّيْلِ  
جَالِسًا حَتَّى إِذَا كَبَّرَ قَرَأَ جَالِسًا فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از  
ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی نبی ﷺ کو رات کی نماز  
میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ جب آپ کی

السُّورَةُ ثَلَاثُونَ أَوْ أَرْبَعُونَ آيَةً قَامَ فَفَرَّاهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ.  
 عمر زیادہ ہو گئی تو آپ بیٹھ کر قرآن مجید پڑھتے ہیں جب آپ کی  
 تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان آیات  
 کو پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

## ۱۷۔ بَابُ فَضْلِ الطُّهُورِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

وَفَضْلِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْوُضُوءِ

بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

رات اور دن میں وضوء کرنے کی فضیلت

اور رات اور دن میں وضوء کرنے

کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے  
 حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی  
 از ابو حیان از ابو زرعة از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں  
 کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے  
 فرمایا: کیا یہ بتاؤ کہ تم نے اسلام میں جو عمل کیے ہیں ان میں تم کو  
 سب سے بہتر کی چیز کیا ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں اپنے  
 آگے تمہارا۔ دو تیس سے پہلے کی آہٹ سنی ہے حضرت بلال نے  
 کہا: میں نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس پر مجھے زیادہ اجر ملنے کی توقع  
 ہو بے شک میں جب بھی دن یا رات کے کسی وقت میں وضوء کرتا  
 ہوں تو اس وضوء سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی  
 ہے۔

۱۱۴۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو  
 أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 قَالَ لِبَلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَا بَلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى  
 عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ فَأَتَنِي بِمَنْفَعَةٍ دَلَّ نَعَمْتُ  
 بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ غَفْلًا أَوْ جَنِي  
 عِنْدِي إِنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهُورًا فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ  
 إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ.

(صحیح مسلم: ۲۳۵۸ رقم السلسل: ۶۲۰۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۳۶، صحیح ابن خزیمة: ۱۲۰۸، صحیح ابن حبان: ۷۰۸۵، شرح المذ: ۱۰۱۱، مسند

ابو یعلیٰ: ۶۱۰۳، مسند احمد: ۳۳۳، طبع قدیم مسند احمد: ۳۰۳، مسند احمد: ۳۳۶، مؤسسه الرسالہ بیروت: جامع المسانید لا

الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن نصر: اسحاق بن ابراہیم بن نصر ہیں امام بخاری ان کی نسبت کبھی ان کے والد کی طرف کرتے ہیں اور کبھی ان  
 کے دادا کی طرف (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ (۳) ابو حیان ان کا نام یحییٰ بن سعید ہے (۴) ابو زرعة ان کا نام حرم بن جریر بن عبد اللہ  
 ابجلی ہے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (معدۃ القاری ج ۷ ص ۲۹۹)

حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت کے حصول کی وجوہ اور دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال نے کہا: میں ہر وضوء کے بعد اتنی نماز پڑھتا ہوں جو میرے لیے مقدر کی گئی ہے۔

اس نماز سے مراد عام ہے خواہ فرض ہو یا نفل علامہ ابن الحین نے کہا: حضرت بلال نے یہ اعتقاد اس لیے کیا تھا کیونکہ نبی ﷺ

سے سن کر انہیں یہ علم تھا کہ تمام اعمال میں افضل عمل نماز ہے اور پوشیدہ عمل ظاہر عمل سے افضل ہوتا ہے۔  
زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جو ان سے سوال کیا تھا کہ تمہیں کس عمل پر زیادہ اجر کی توقع ہے اس سے آپ کی مراد ظاہری عمل تھی ورنہ فرائض قطعی طور پر نوافل سے افضل ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنا مقرر کیا تھا اور اس پر ان کو جنت میں رسول اللہ ﷺ کے آگے چلنے کی سعادت حاصل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس عمل کی تصویب کی۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: اس حدیث میں وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ وضوء اپنے مقصود سے خالی نہ رہے۔

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ جو پوشیدہ عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بہت عظیم جزاء دیتا ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین سے پوچھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کون سے نیک عمل کی توفیق دی ہے تاکہ اس کو سن کر دوسرے بھی ان کی اقتداء کریں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ کو اپنے شاگرد کے عمل کے متعلق پوچھنا چاہیے تاکہ اگر اس کا عمل نیک ہو تو وہ دوسروں کو اس کی ترغیب دے اور اگر اس کا عمل بُرا ہو تو وہ شاگرد کو اس عمل سے منع کرے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اوقات میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ جن اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے حضرت بلال اگر ان اوقات میں وضوء کرتے ہوں گے تو ان کو مؤخر کر دیتے ہوں گے۔  
مگر اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ سنن ترمذی میں ہے: حضرت بلال نے کہا: میرا جب بھی وضوء ٹوٹا تو میں نے اسی وقت وضوء کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۹) اور مسند احمد میں ہے: میں نے جب بھی وضوء توڑا تو اس کے بعد وضوء کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۴)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال اسی وقت بھی وضوء کرتے تھے تو اس وقت سے نماز پڑھتے تھے خواہ جو بھی وقت ہو۔  
اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت بلال مکروہ اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت سے پہلے ایسا کرتے ہوں دوسرا جواب یہ ہے کہ سنن ترمذی اور مسند احمد کی حدیثوں میں جو عموم ہے وہ مخصوص عنہ البعض ہے یعنی مکروہ اوقات کے علاوہ جب بھی ان کا وضوء ٹوٹا یا وہ وضوء توڑتے تو وہ وضوء کر کے دو رکعت نماز پڑھتے۔ (سعیدی غفرلہ)

حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سننے کا قصہ نبی ﷺ کے خواب کا واقعہ ہے، بحث و نزاع اور فوائد  
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت بلال کی جوتیوں کی جو آواز سنی تھی یہ خواب میں سنی تھی کیونکہ جنت میں موت سے پہلے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہو کیونکہ نبی ﷺ شب معراج جنت میں داخل ہوئے تھے جہاں تک حضرت بلال کا معاملہ ہے تو اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوئے تھے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں نے جنت میں تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنی اور اس وقت حضرت بلال جنت سے خارج تھے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہ احتمال بہت بعید ہے کیونکہ اس قصہ کا سیاق و سباق یہ بتانا ہے کہ حضرت بلال کو ہر وضوء کے بعد نماز پڑھنے کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ وہ جنت کے اندر دکھائی دیئے نہ کہ جنت سے باہر اور اس حدیث میں یہ جملہ ہے کہ اے



بلال! تم نے کس عمل کی وجہ سے جنت میں مجھ پر سبقت کی اور یہ جملہ اس مفہوم میں ظاہر ہے کہ آپ نے حضرت بلال کو جنت کے اندر دیکھا اور یہ واقعہ خواب کا تھا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عنقریب حضرت عمر کے فضائل میں یہ حدیث آئے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا پس میں نے جوتیوں کی آہٹ سنی تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک باندی تھی مجھے بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر کا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۷۹، مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۲)

اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے اپنے آپ کو دیکھا میں جنت میں ہوں پس ناگاہ ایک عورت محل کی ایک جانب میں وضوء کر رہی تھی پس بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر کا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۶۸۰)

اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت بلال کا یہ قصہ خواب کا تھا اور اس سے حضرت بلال کی فضیلت ثابت ہو گئی کیونکہ انبیاء اللہ کے خواب وحی ہوتے ہیں رہا حضرت بلال کا نبی ﷺ کے آگے چلنا تو یہ بیداری میں ان کی عادت کے موافق تھا تو خواب میں بھی اسی طرح دکھایا گیا (یعنی وہ بیداری میں خادم کی حیثیت سے آگے چلتے تھے) اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت بلال جنت میں نبی ﷺ سے پہلے داخل ہوئے ہوں کیونکہ یہ ان کے تابع ہونے کا مقام تھا اور گویا کہ اس میں نبی ﷺ نے یہ اشارہ کیا کہ حضرت بلال کا زندگی میں جو مقام ہے اور بلا مرتبہ ہے وہ حد میں بھی ان کا اصل ہے گا اور اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے۔ اس حدیث میں داعی با وضوء رہنے کا استحباب ہے اور یہ ثابت ہے کہ ان کی جزا جنت میں داخل ہے کیونکہ جس شخص نے ہمیشہ با وضوء رہنے کو لازم کر لیا وہ رات بھی با وضوء گزارے گا اور جس نے با وضوء رات گزاری اس کی روح عروج کرتی ہوئی عرش کے نیچے سجدہ کرے گی جیسا کہ امام بیہقی نے حنفی عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ (الجامع لشعب الایمان: ۲۵۲۷) اور عرش جنت کی چھت ہے جیسا کہ عنقریب اس کتاب میں آئے گا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے حالانکہ صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں اصل دخول عمل کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے فضل کی وجہ سے ہوگا لیکن جنت میں درجات انسان کو اس کے عمل کی وجہ سے حاصل ہوں گے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہو گیا کہ جنت اب تک وجود میں نہیں آئی اور اس میں مبتلا ناز ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کوئی شخص بھی مرنے سے پہلے جنت میں نہیں جائے گا حالانکہ رسول اللہ ﷺ زندگی میں اور بیداری میں جنت میں گئے اور بہ ظاہر ان میں تعارض ہے لیکن علامہ کرمانی کے قول کی یہ توجیہ کی جائے گی کہ غیر انبیاء میں سے کوئی شخص بھی مرنے سے پہلے جنت میں نہیں جائے گا یا یہ نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ عالم دنیا سے نکل کے عالم ملکوت میں داخل ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۳۹-۶۳۸، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

### معمولات اہل سنت کی دلیل

حضرت بلال نے اپنے اجتہاد سے نفلی عبادت کا وقت معین کیا اور نبی ﷺ نے اس کی تصویب کر دی اس سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادت کا اپنے اجتہاد سے وقت معین کرنا جائز ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ معمولات اہل سنت صحیح ہیں کیونکہ اہل سنت نے اپنے اجتہاد

سے غید میاں ادا نبی اور گیارہویں شریف سوئم چہلم اور عرس کا وقت معین کیا ہے جس طرح حضرت بلال نے ہر وضوء کے بعد دو رکعت پڑھنے کا وقت معین کیا تھا اور نبی ﷺ نے چونکہ اُن کا رد نہیں کیا اس لیے ان ایام کے معین کرنے میں شرعاً حرج نہیں ہے۔

## ۱۸۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيدِ

عبادت میں شدت اختیار

کرنا مکروہ ہے

فِي الْعِبَادَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزيز بن صبيح از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ (مسجد میں) داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹکی ہوئی ہے آپ نے پوچھا: یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے پس جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک جاتی ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں! اس کو کھول دو تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک عبادت کرے جب تک اس میں فرحت ہو پس جب وہ تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

۱۱۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هَذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوا هَذَا حَبْلٌ لَزَيْنَبٍ فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُوهُ يُصِلَ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ.

(صحیح مسلم: ۷۸۳، الرقم المسلسل: ۱۷۱۵، سنن ابوداؤد: ۱۳۱۲، السنن الکبریٰ: ۱۳۰۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۸۰، صحیح ابن حبان: ۲۴۹۲، شرح السنن: ۹۴۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۹/، ج ۱۹ ص ۳۵، مسند السنن لابن جوزی: ۳۴۵، مکتبہ الرشیدیہ ریاض) ۱۳۲۶، مسند الطحاوی: ۱۹۸)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر ان کا نام عبد اللہ بن عمرو المنقری المقعد ہے (۲) عبد الوارث بن سعید التتوری ابو عبیدہ (۳) عبد العزيز بن صبيح البناني الاعلمی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۰۳) عبادت میں میاں دے والی تلتین تمام رات عبادت کرنے میں مذاہب فقہاء نے دیگہ سائل علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں شدت کو اختیار کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ شدت کی وجہ سے انسان تھک جاتا ہے اور اکتا جاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بہترین عمل وہ ہے جس پر عمل کرنے والا دوام کرے خواہ وہ عمل تھوڑا ہو۔ (صحیح البخاری: ۱۹۷۰) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ: ۲۸۶) اللہ کسی شخص کو اتنا ہی مکلف کرتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ. (الحج: ۷۸) اور اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ پس نبی ﷺ نے عبادت میں افراط کو ناپسند کیا تا کہ لوگ عبادت سے منقطع نہ ہو جائیں اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتا جاؤ۔ (صحیح البخاری: ۱۹۷۰، صحیح مسلم: ۱۱۵۶)

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو ثواب دینا اس وقت تک منقطع نہیں کرتا جب تک تم عمل کرنے سے منقطع نہ ہو جاؤ۔

متقدمین کا نفلی عبادت میں رستی سے لٹکنے میں اختلاف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ابو حازم سے روایت کی ہے کہ ان کی باندی اصحاب الغنہ سے تھی وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رستی تھی جب ہم نماز سے تھک جاتے اور نیند آنے لگتی تو ہم اس رستی سے لٹک جاتے سو ہمارے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے کہا: ان رستیوں کو کاٹ دو اور زمین پر بیٹھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۲۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۰۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت حذیفہ نے نماز میں رستی سے لٹکنے کے متعلق کہا: اس طرح یہود کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۲۳، مجلس علمی بیروت) دوسرے علماء نے اس کی اجازت دی ہے، عراق بن مالک نے کہا: میں نے رمضان میں لوگوں کو دیکھا ان کے لیے رستیاں باندھی جاتی تھیں اور وہ بے قیام کی وجہ سے ان کا سہارا لیتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۲۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۹-۲۴۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے عبادت میں میانہ روی کی ترغیب دی ہے اور عبادت میں تقشف (سختی) سے منع فرمایا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ جب تک تم خوشی سے عبادت کر سکتے ہو اس وقت تک عبادت کرو اور جب تم کھڑے کھڑے تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ کے لیے والی جی کوٹا دیا اس میں یہ بتایا کہ کسی کو اپنے ہاتھ سے مٹانا چاہیے نیز اس میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کا مسجد میں نفل پڑھنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ میں نفل پڑھنا تھا آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ نماز کے دوران رستی سے لٹکنا مکروہ ہے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ تمام رات نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے، متقدمین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے امام مالک سے بھی یہی روایت ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۰۳-۳۰۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۲۸۷ ج ۲ ص ۷۷ پر مذکور ہے اس کی شرح: عنوان ہے: نفلی عبادات میں دوام کا معنی۔

۱۱۵۱ - قَالَ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَلَيْسَ لَكَ جِرٌّ أَمْرًا مِنْ بَنِي أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هَذَا؟ قُلْتُ فُلَانَةٌ لَا تَنَامُ اللَّيْلُ فَذَكَرَ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَتْ مَهْ عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور عبد اللہ بن مسلمہ نے کہا از امام مالک از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ذاسک ایک عورت تھیں پس میرے پاس رسول اللہ ﷺ آئے آپ نے فرمایا: یہ کس سے ہے؟ میں نے بتایا کہ یہ فلانہ عورت ہے یہ رات بھر نہیں سوتی اس کی نماز کا بہت چرچا ہے آپ نے فرمایا: چھوڑو! تم اتنا عمل کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتاؤ۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۳ میں گزر چکی ہے۔

جو شخص رات کو قیام کرتا ہو اس کا رات کے قیام کو ترک کرنا مکروہ ہے

۱۹ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُومُهُ

۱۱۵۲ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ. وَقَالَ هَشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعَشِيرِينَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ مِثْلَهُ. وَتَابَعَهُ عُمَرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عباس بن الحسین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مبشر نے حدیث بیان کی از الاوزاعی (رح) اور مجھے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ! فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے رات کا قیام ترک کر دیا اور ہشام نے کہا: ہمیں ابن ابی العشرین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمر بن الحکم بن ثوبان انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے اس حدیث کی مثل بیان کی اور ابن ابی العشرین کی عمرو بن ابی سلمہ نے متابعت کی ہے از الاوزاعی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۳۱ کا مطالعہ کریں۔

## ۲۰ - بَابُ

## بَابُ

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا کیونکہ یہ باب بھی باب سابق کے ساتھ ملتا ہے۔

۱۱۵۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرُو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أَخْبِرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ؟ قُلْتُ إِنِّي أَفْعَلُ ذَلِكَ. قَالَ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا وَلَا هَلِيلَكَ حَقًّا فَصُمْ وَأَفِطِرْ وَقُمْ وَنَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو ابی العباس انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر دی گئی کہ تم رات کو قیام کرتے ہو اور دن کو روزے سے رہتے ہو میں نے کہا: بے شک میں ایسا کرتا ہوں آپ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو تمہاری آنکھیں اندر دھنس جائیں گی اور تمہارا بدن لاغر ہو جائے گا بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے پس تم روزہ رکھو اور روزہ چھوڑو اور رات کو قیام کرو اور سوؤ۔

(صحیح مسلم: ۱۱۵۹، الرقم المسلسل: ۲۶۸۳، سنن ابوداؤد: ۲۴۲۷، سنن نسائی: ۲۳۹۲، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۶۲، السنن الکبریٰ: ۷۰۰، صحیح ابن

حبان: ۳۶۶۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۹، طبع قدیم مسند احمد: ۶۷۶۰، ج ۱۱ ص ۳۷۲-۳۷۱، مؤسسة الرسالة بیروت)



## حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) ابو العباس ان کا نام سائب بن فروخ ہے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۰۷)

اللہ تعالیٰ کی عبادت کو شروع کر کے اس کو ترک کرنے کی مذمت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو منقطع کر دے تو یہ مذموم ہے اس وجہ سے اللہ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے پس فرمایا:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔  
 رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کی ہم نے اس کو ان پر فرض نہیں کیا تھا یہ بدعت انہوں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے (المہدیہ: ۲۷)

پس وہ لوگ اس وجہ سے مذمت کے مستحق ہوئے کہ انہوں نے ترک دنیا کی جس عبادت کو شروع کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا اور نہ اس کی مکمل رعایت کی اس وجہ سے کسی عبادت کو شروع کر کے اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے بلکہ انسان کو یہ چاہیے کہ وہ نیک عمل میں ہر روز ترقی کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اس کے عمل کا اختتام خیر ہو۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اس عمل کو پسند کرتے تھے جو دائمی ہو خواہ تھوڑا ہو۔

اگر کسی شخص نے کسی نیک عمل کو بیماری کی وجہ سے یا کسی کام میں مشغولیت کی وجہ سے یا کمزوری کی وجہ سے ترک کر دیا تو اس کو ملامت نہیں ہوگی کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کوئی نیک کام کرتا تھا پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ نیک کام نہیں کر سکا تو اسے اس نیک کام کا اجر ملتا رہے گا جو وہ صحت اور قیام کے ایام میں کرتا تھا۔ (مسند احمد: ۹۹۶)

قرآن مجید میں اس معنی کی شہادت ہے:  
 ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ○ (الحین: ۵)  
 پھر ہم اس کو سب سے نچلی حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں ○  
 یعنی بڑے اچھے اور کمزوری کی وجہ سے اس میں انسان کی ارزاں عمر کی طرف اشارہ ہے جس میں جوانی اور قوت کے بعد بڑھاپا اور کمزوری آ جاتی ہے انسان کی عقل و ذہن بچوں کی طرح ہوتا ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ هُمْ فِي رِجَائِنَا ○  
 سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے سوا ان کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا ○ (الحین: ۶)

یعنی ان کا اجر کبھی منقطع نہیں ہوگا خواہ وہ کمزوری یا بیماری کی وجہ سے عمل نہ کر سکیں انہوں نے جوانی اور صحت کے ایام میں جو نیک عمل کیے تھے ان کا اجر ان کے صحیفہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطل کی یہ شرح باب سابق کے مناسب ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا وہ رات کو قیام کرتا تھا پھر اس نے رات کو قیام ترک کر دیا۔ اس باب میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔

اس کی شرح میں علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو مباح راحت اور لذت پیدا کی ہے وہ حرام نہیں ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی قوت اور نشاط حاصل ہوتی ہے اسی طرح اس کی بیوی کا اس پر حق ہے سو انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کی ضروریات کو پورا کرے اور اس کے جسمانی حقوق کو ادا کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۵۰-۱۴۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

## دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرنا اور عبادت میں اعتدال سے کام لینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو نے رسول اللہ ﷺ کے پوچھنے پر بتایا کہ وہ رات کو قیام کرتے ہیں اور دن میں روزہ رکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا اپنے نیک اعمال کی دوسروں کو خبر دینا جائز ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تھا: کیا تم ایسا کرتے ہو؟ اس سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ کو اور ملک کے سربراہ کو اپنے متعلقین کے احوال کی تفتیش کرنی چاہیے اور ان کی اصلاح کرنی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو نصیحت کی کہ اگر تم اسی طرح عبادت میں مشقت اٹھاتے رہے تو تمہارا بدن کمزور ہو جائے گا تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عبادت میں اعتدال رکھنا چاہیے اور اس حد تک کہ اپنی طاقت اور طبیعت کے خلاف مشقت اٹھانے سے عموماً صحت خراب ہو جاتی ہے اور ان اوقات میں کام کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اور اس میں آپ نے یہ ترغیب دی ہے کہ انسان کو اتنی عبادت کرنی چاہیے جس سے اس کو پیر معمولی مشقت نہ اٹھانی پڑے کیونکہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو کے طریقہ کو سخت ناپسند کیا اور ان کو میانہ روی کی تلقین کی گویا کہ آپ نے فرمایا: تم دین اور دنیا دونوں کی مصلحتوں کو حاصل کرو عبادت کے حق میں کمی نہ کرو اور اپنے اہل و عیال کے حقوق میں بھی کمی نہ کرو۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس شخص کی فضیلت جو رات کو بیدار

ہو پس نماز پڑھے

## ۲۱۔ بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ

مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى

اس باب کے عنوان کا معنی ہے: انسان کی رات کو بیدار ہو کر نماز پڑھنا اور کام کرنا۔ ظاہر حدیث میں اس کا معنی ہے: بیدار ہونا۔

۱۱۵۴۔ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے خبر دی از الاوزاعی انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن حانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے جنادہ بن ابی امیہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا پڑھے: اللہ کے

شَيْءٍ قَدِيرٌ، الْحَمْدُ لِلَّهِ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا  
اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، ثُمَّ قَالَ  
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ، اَوْ دَعَا، اُسْتَجِيبْ لَهٗ، فَاِنْ تَوَضَّأَ  
قَبِلَتْ صَلَوَتُهُ.

سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے  
اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تمام تعریفیں اللہ کے  
لیے ہیں اور اللہ سبحان ہے (ہر عیب سے پاک ہے) اللہ کے سوا  
کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ کی مدد کے

سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اللہ سبحان ہے (ہر عیب سے پاک ہے) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ کی مدد کے بغیر گناہ سے بچنا ممکن ہے نہ نیکی کی طاقت پھر کہے: اے اللہ! میری مغفرت فرما یا کوئی اور دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوگی پھر اگر وضوء کرے تو اس کی نماز قبول ہوگی۔

(سنن ترمذی: ۳۴۱۳ سنن ابوداؤد: ۵۰۶۰ سنن ابن ماجہ: ۳۸۷۸ سنن داری: ۲۶۸ شیخ ابن حبان: ۲۵۹۶ تمل الیوم والایام لابن السنی: ۱۵۷ احیاء الایام ج ۵ ص ۱۵۹ سنن بیہقی ج ۲ ص ۵ شرح السنہ: ۹۵۳ کتاب الدعاء للطبرانی: ۷۶۳ مسند الشامیین: ۲۲۴ مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۳ مسند عبد بن حمزہ: ۲۲۶ ج ۲ ص ۳۷۷ مسند احمد: ۳۴۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۲۶۹۰ مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ ھ)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الغنفل ابو الغنفل المروزی (۲) الولید بن مسلم ابو العباس القرشی الدمشقی (۳) عبد الرحمن بن عمرو الازراعی (۴) عمیر بن حافی، عمیر بن حافی، ہر روز ایک خزاں کو تیرے پڑھتے تھے ایک لاکھ اسی ہزار اللہ نے جنت تھے ۱۲۷ھ میں ان کو شہید کر دیا گیا (۵) جنادہ بن ابی امیہ الازدی، الزہری، اس کی یہ کہار تابعین میں ہے۔ ۸۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۰۹)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبادہ کی یہ حدیث بہت عظیم و بڑی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو شخص غنیمت سے بیدار ہو اور اس نے صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کو - حیدر اس کی ربوبیت کی گواہی دی اور اس کی ملکیت کی تصدیق کی اور اس کی غیر متناہی نعمتوں کا اعتراف کیا اور اس کی قدرت کا رعبہ اس کی حمد کی اور صفات نقش - اس کی تزیین کی اور یہ اعتراف کیا کہ اللہ کی مدد کے بغیر وہ کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی دعا کو قبول کرے گا اور اس کے بعد جو وہ نماز پڑھے گا اس کو بھی وہ قبول فرمائے گا اور وہ کریم اور وہاب ہے پس ہر مومن جس کو یہ حدیث پہنچے وہ اس پر عمل کرنے کو غنیمت جانے اور اخلاص نیت کے ساتھ یہ دعا کرے۔ اس کو اللہ تعالیٰ رات کے تیمم سے حصہ عطا فرمائے۔ اگر یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے کفر و دوزخ سے آزاد کر دے اور اس کو نیک دُرس کے خالق و قیوم بنائے اور تمام پر اس کا خاتمہ کرے انبیاء علیہ السلام نے یہ دعائیں پڑھیں ہیں جو اللہ کے پسندیدہ بندے اور تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں سو جس کو اللہ تعالیٰ رات کے تیمم سے حصہ عطا فرمائے وہ اللہ کا بہت شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ نعمت دائمًا عطا فرمائے اور نیک اعمال پر اس کا خاتمہ فرمائے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۵۲-۱۵۱ و اہر الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی علامہ ابن بطال کی اس شرح کو نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۳۴ دار المعرفۃ عمدة القاری ج ۷ ص ۳۱۰ دار الکتب العلمیہ)

۱۱۵۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از

الْهَيْثَمُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَهُوَ يَقْصُصُ فِي قَصَصِهِ، وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَخَالَكُمْ لَا يَقُولُ الرَّفَثُ. يَعْنِي بِذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ: وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُوا كِتَابَهُ إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ النَّجْرِ سَاطِعٌ أَرَانَا الْيُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ إِذَا اسْتَقَلَّتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمُضَاجِعُ تَابَعَهُ عُقَيْلٌ. وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيدٍ وَالْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

[طرف الحدیث: ۶۱۵۱] (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۵۷)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن کثیر یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن کبیر ابو زریا (۲) لیث بن سعد (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (۵) الہیثم بن ابی سنان (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۱۱)

### رسول اللہ ﷺ جو فرمائیں اس کا واقع ہو جانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی نعت پڑھی اور اس کو نبی ﷺ نے پسند فرمایا اس نعت کے ایک شعر میں ہے: انہوں نے جو کہا وہ ہو گیا۔ اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص کے گھر سے گزرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے ابوخیثمہ! سو وہ شخص ابوخیثمہ انصاری ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸۰)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

قاسم عیاض مالکی نے کہا: میرے نزدیک حق کے قریب بات یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا: ہو جا یہ تحقق اور وجود کے لیے ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اے شخص! تو حقیقہ ابوخیثمہ ہو جا! علامہ نووی فرماتے ہیں: قاسم عیاض نے جو کہا ہے وہی صحیح ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۱ ص ۶۹۱۰ مکتبہ نزار معصوفی الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

۱۱۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے الہیثم بن ابی سنان نے خبر دی انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ اپنے قصوں کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرنے لگے آپ نے فرمایا: تمہارے بھائی عبد اللہ بن رواحہ کوئی فضول بات نہیں کہتے، یہ شعر کہتے ہیں: ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں جب صبح پڑھتے ہیں تو روشن ہوتی ہے انہوں نے ہماری گمراہی کے بعد ہمیں ہدایت دکھائی سو ہمارے دل ان پر ایمان لانے والے ہیں انہوں نے جو کہا وہ ہو گیا وہ رات اسی حال میں گزارتے ہیں کہ ان کا پہلو بستر سے دور ہوتا ہے جب کہ نیند کی وجہ سے مشرکین پر بستر بھاری ہوتے ہیں۔ یونس کی غنیل نے متابعت کی ہے اور زبیدی نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی از سعید اور الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بِيَدِي قِطْعَةً اسْتَبْرَقُ فَكَأَنِّي لَا أُرِيدُ مَكَانًا مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ وَرَأَيْتُ كَانَ الثَّانِي اتَّيَانِي أَرَادَا أَنْ يَذْهَبَا بِي إِلَى النَّارِ فَتَلَقَاهُمَا مَلَكٌ فَقَالَ لَمْ تَرَعَا خَلِيَا عَنْهُ.

نبی ﷺ کی زندگی میں خواب دیکھا گویا میرے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا ہے پس گویا کہ میں جنت کی جس جگہ میں بھی جانا چاہتا ہوں وہ ریشم کا ٹکڑا از کروہاں چلا جاتا ہے اور میں نے دیکھا گویا کہ دو آدمی میرے پاس آئے انہوں نے ارادہ کیا کہ مجھے دوزخ کی طرف لے جائیں پس ان دونوں کو ایک فرشتہ ملا پس اس نے کہا: تم کو نہیں ڈرایا گیا (ان دونوں سے کہا: اس کو چھوڑ دو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۴۰ کا مطالعہ کریں۔

۱۱۵۷ - فَقَصَّصْتُ حَفْصَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى رُؤْيَايَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعَمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرْضَى اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے سامنے میرے دو خوابوں میں سے ایک خواب کو بیان کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: عبد اللہ اچھا آدمی ہے کاش! یہ رات کو نماز پڑھتا پس حضرت عبد اللہ رات کو نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۲۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۵۸ - وَكَانُوا لَا يَزَالُونَ يَفْضُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا أَنَّهَا فِي اللَّيْلِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْآخِرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتُمْ رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَّاتُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيًا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْآخِرِ.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: اور صحابہ ہمیشہ نبی ﷺ کے سامنے خواب بیان کرتے تھے کہ یہ رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارا خواب دیکھا اور وہ رمضان کے آٹھ دس دنوں کے موافق ہے پس جو شب قدر ڈھونڈنے والا ہے اس کو آخری دس دنوں میں ڈھونڈے۔

[اطراف الحديث: ۲۰۱۵-۲۹۹۱]

اس حدیث کی منسل شرح "کتاب الصیام" (روزوں کے بیان) کے آخر میں آئے گی۔

فجر کی دو سنتوں کو دانتھا پڑھنا

۳۲ - بَابُ الْمَدَاوِمَةِ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

۱۱۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَالِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَرَكَعَتَيْنِ جَالِسًا وَرَكَعَتَيْنِ بَيْنَ الْبَدَاءِ بَيْنَ وَلَمْ يَكُنْ يَذْهَبُ عَنْهُمَا أَبَدًا.

امام بخاری بیان کرتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: انیس سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عراق بن مالک از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی پھر آٹھ رکعات پڑھیں اور دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھیں اور دو رکعتیں (صبح کی) اذان اور اقامت کے درمیان پڑھیں اور آپ ان دو رکعتوں کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ الضُّجْعَةِ عَلَى الشَّقِ

الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ

۱۱۶۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى بَاقِهِ الْأَيْمَنِ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۴ - بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ

الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَضْطَجِعْ

۱۱۶۱ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ أَبِي شَرِبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ حَتَّى يُؤْذِيَ بِالصَّلَاةِ.

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۵ - بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنِي مَثْنِي

قَالَ مُسْنَدُ وَبُذَكَرُ ذَلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَابْنِ أَبِي ذَرٍّ وَأَنَسٍ وَجَاهِرِ بْنِ زَيْدٍ وَبَكْرِ بْنِ وَائِلٍ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِمْ. وَفَالِ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ مَا أَدْرَكْتُ فَقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُونَ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ.

۱۱۶۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُكَدِّرِ عَنْ جَاهِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ

صبح کی دو سنتوں کے بعد دائیں

کروٹ پر لیٹنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابو الاسود نے حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

جس نے فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے

کے بعد باتیں کیں اور نہیں لیٹا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن الحکم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: اس سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: اسے سالم بن ابی النضر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ جب نماز پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرنے اور نہ آپ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کو نماز کی اطلاع دی جاتی۔

دو دو رکعت پڑھنے کے متعلق احادیث

امام محمد (بخاری) نے کہا: حضرت ابو ذر حضرت انس رضی اللہ عنہما اور جابر بن عبد اللہ عکرمہ اور اسرار نے اس کا ذکر کیا اور یحییٰ بن سعید بخاری نے کہا: میں نے اپنی سرزمین کے فقہاء کو دن کی ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہوئے دیکھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ تمام کاموں میں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح ہمیں قرآن مجید کی کسی سورت کی

يَقُولُ إِذَا هُمْ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ لِيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْضِ لَهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي قَالَ وَيُسَمَّى حَاجَتَهُ.

[اطراف الحديث: ۶۳۸۲-۶۳۹۰]

تعلیم دیتے تھے آپ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعت پڑھے پھر یوں دعا کرے: اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے طاقت طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں ہوں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی علام الغیوب ہے اے اللہ! اگر تجھے یہ علم ہے کہ یہ کام میرے دین اور دنیا اور میرے کام کے آغاز اور انجام میں بہتر ہے تو تو اس کام کو میرے لیے مقدر فرما دے اور اس کام کو میرے لیے آسان فرما دے پھر اس کام میں میرے لیے برکت رکھ اور اگر تجھے یہ علم ہے کہ یہ کام میرے دین اور دنیا میں اور میرے کام کے آغاز اور انجام میں نقصان دینے والا ہے تو تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس کام سے دور کر دے اور میرے لیے مقدر کر دے وہ جہاں کہیں بھی ہو پھر مجھے راضی کر دے۔

پھر آپ نے اس کام کا نام لیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۳۸، سنن ترمذی: ۳۸۰، سنن نسائی: ۳۲۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۳، الادب المفرد: ۷۰۳، مسند ابویعلیٰ: ۲۰۸۶، صحیح ابن حبان: ۸۸۷، سنن بیہقی ج ۳ ص ۵۲، کتاب الاسماء والصفات ص ۱۲۵-۱۲۴، شرح السنن: ۱۰۱۶، مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۲، طبع قدیم مسند احمد: ۷۰۷-۱۴ ج ۲ ص ۵۶-۵۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۱۱۴۶، مکتبۃ الشذریاں: ۱۳۲۶ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) عبد الرحمن بن ابی الموالیٰ ابو محمد یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے (۳) محمد بن المنکدر زید ۱۳۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۲۳)

### استخارہ کرنے کا شرعی حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد بنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز استخارہ پڑھنا مستحب ہے اور جن چیزوں کا خیر ہونا معلوم نہیں ہے ان کے خیر ہونے کو معلوم کرنے کے لیے وہ دعا کرنی چاہیے جس کا اس حدیث میں ذکر ہے اور جن چیزوں کا خیر ہونا معلوم ہے جیسے عبادات اور جائز پیشہ و رانہ کام اور جائز ملازمت وغیرہ ان میں استخارہ کی ضرورت نہیں ہے البتہ عبادت کے اوقات کے لیے استخارہ کرنا درست ہے جیسے اس سال حج کیا جائے یا نہیں۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### استخارہ کرنے کا شرعی طریقہ

اگر تم یہ سوال کرو کہ آیا استخارہ کو بار بار کرنا مستحب ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! اس کے لیے بار بار نماز پڑھنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے انس! جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کرو پھر یہ دیکھو کہ تمہارے دل میں کیا بات آتی ہے پس بے شک اسی بات میں خیر ہے۔

(عمل الیوم واللیلۃ للذینوری: ۵۹۸، مؤسسۃ الکتب الشافیہ: ۱۴۰۸ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

نماز پڑھ کر اس دعا کے ساتھ استخارہ کرنا مستحب ہے یہ نماز دو رکعت نفل ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ دو رکعت سنت مؤکدہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور ثحیۃ المسجد اور دیگر نوافل سے بھی پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ ”قل یا ایہا الکافرون“ پڑھے اور دو رکعت میں سورۃ ”قل هو اللہ احد“ پڑھے اور (صحیح البخاری میں مذکور) دعا کو ”الحمد للہ“ پھر رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھ کر ختم کرے پھر استخارہ کرنا تمام کاموں میں مستحب ہے جیسا کہ اس صحیح حدیث میں اس کی تشریح ہے استخارہ کرنے کے بعد اس کام کو کرے جس کے لیے اس کا شرح صدر ہو جائے۔

حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ کسی کام کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے:

اللہم خیر لی و اخیرو لی۔ (شعب الایمان: ۲۰۳)

اے اللہ! اس کام کو میرے لیے پسند فرما لے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام دینوری نے جو سات باری استخارہ کرنے کی حدیث روایت کی ہے اس کی سند غریب ہے۔

کتاب الاذکار ج ۱ ص ۱۳۸۔ ۱۳۹ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ

میں کہتا ہوں کہ اگر امام دینوری کی حدیث کی سند ضعیف ہے، تو پھر اس فضائل میں اس کی سند ضعیف الحدیث پر عمل کرنا مستحب

ہے۔ خود علامہ نووی لکھتے ہیں:

محدثین فقہاء اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ فضائل اور تغیب اور ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز اور مستحب ہے

جب تک کہ وہ موضوع نہ ہو۔ (کتاب الاذکار ج ۱ ص ۱۱۰۔ ۱۰۹ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)۔

غلا وہ ازیں تین بار دعا کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تو تین مرتبہ دعا کرتے اور جب آپ سوال

کرتے تو تین مرتبہ سوال کرتے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۹۳)

استخارہ کرنے میں مشائخ کا معمول

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض متقدمین سے منقول ہے کہ پہلی رکعت میں اس آیت کا اضافہ کرے: ”وَرَبِّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ“ (”یعلنون“

تک) (التقصص: ۶۹۔ ۶۸) اور دوسری رکعت میں اس کا اضافہ کرے: ”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ“ (الاحزاب: ۳۶) اور استخارہ کا

سات بار تکرار کرنا چاہیے جیسا کہ امام دینوری کی روایت ہے اور ”شرح الشرحۃ“ میں مذکور ہے کہ مشائخ سے یہ سنا گیا ہے کہ آدمی با

وضوء قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھ کر سو جائے اگر اس کو خواب میں سفید یا سبز چیز نظر آئے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کام

میں خیر ہے اور اگر اس کو سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو وہ اس کام کے شر ہونے کی علامت ہے پھر اس کام سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۴۱۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

واضح رہے کہ ہر شخص اپنے لیے خود استخارہ کرے کوئی شخص دوسرے کے لیے استخارہ نہیں کر سکتا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث



میں متکلم کے صیغوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ آج کل بعض لوگ مسجد کے امام سے کہتے ہیں: آپ ہمارے فلاں کام کے لیے استخارہ کر دیں یاں۔ وہی پر کوئی صاحب دوسروں کے لیے استخارہ کر کے مسئلہ کا حل بتاتے ہیں یہ دونوں طریقے غلط اور خلاف حدیث ہیں۔

۱۱۶۳ - حَدَّثَنَا الْمُحْكِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرْقِيِّ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسُ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الہکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن سعید از عامر بن عبد اللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی انہوں نے حضرت ابوقتادہ بن ربیع الانصاری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ دو رکعت پڑھ لے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ اسْتَرْفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر مز کر چلے گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ صَلَاتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور ظہر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی جمعہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور عشاء کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶۶ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ أَوْ قَدْ خَرَجَ فَلْيُصَلِّ رَكَعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو یا امام حجرہ سے نکل آئے تو وہ دو رکعت نماز

پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۶۷ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ، فَقِيلَ لَهُ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ. قَالَ فَأَقْبَلْتُ، فَأَجَدُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ، وَأَجَدُ بَلَالًا عِنْدَ الْبَابِ قَائِمًا، فَقُلْتُ يَا بَلَالُ، أَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ نَعَمْ، قُلْتُ فَأَيْنَ؟ قَالَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوْ صَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَكْعَتِي الْخَامِسِي. وَقَالَ عِتْبَانُ غَدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّهَارُ، وَصَفَقْنَا وَرَاءَهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ.

## ۲۶ - بَابُ الْحَدِيثِ يَنْبَغِي

بَعْدَ رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ

۱۱۶۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَقِظَةً حَدَّثَنِي، وَإِلَّا اضْطَجَعْتُ. قُلْتُ لِسُفْيَانَ قَالَ بَعْضُهُمْ يَرْوِيهِ رَكْعَتِي الْفَجْرِ؟ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ ذَاكَ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۱۸ میں گزر چکی ہے۔

## ۲۷ - بَابُ تَعَاهُدِ رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ

وَمَنْ سَمَاهُمَا تَطَوُّعًا

ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سیف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر آئے انہیں بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ کعبہ میں داخل ہوئے ہیں حضرت ابن عمر نے کہا: میں آگے بڑھا تو رسول اللہ ﷺ کعبہ سے نکل چکے تھے اور میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا میں نے پوچھا: اے بلال! کیا رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: کہاں پر؟ انہوں نے کہا: ان دو ستونوں کے درمیان پھر آپ کعبہ سے نکل گئے پھر اس کے دروازہ پر دو رکعت نماز پڑھی۔ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے کی وصیت کی اور حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کو دن چڑھنے کے بعد میرے ہاں آئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

## صبح کی دو رکعت سنت کے

بعد باتیں کرنا

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی ابو النضر نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ دو رکعت نماز پڑھتے تھے اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ آپ لیٹ جاتے۔ میں نے سفیان سے کہا: بعض اس کو یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ صبح کی دو رکعت سنت پڑھتے تھے سفیان نے کہا: اسی طرح ہے۔

فجر کی دو رکعت سنت کی حفاظت کرنا

اور جس نے ان کو نفل کہا

۱۱۶۹ - حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ التَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُداً عَلَى رَكْعَتِي الْفَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از عبد بن عمیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ فجر کی دو رکعت سے زیادہ کسی نفل کی حفاظت نہیں کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۴۰، الرقم المسلسل: ۱۶۵۱، سنن ابوداؤد: ۱۲۳۵، سنن کبریٰ: ۳۵۶، صحیح ابن خزمہ: ۱۱۰۹، صحیح ابن حبان: ۲۳۵۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰، مسند ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۱، مسند احمد ج ۶ ص ۴۳، طبع قدیم مسند احمد: ۲۴۱۶، ج ۲ ص ۴۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

(الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۲۸ - بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي رَكْعَتِي الْفَجْرِ

۱۱۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ الْبَدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَدَرٌ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْشُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمَّتِهِ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) رَكْعَتَيْنِ أَهْلًا مِنْ يُونُسَ وَفِي حَدَّثَنَا قَالَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى إِنِّي لَا قَوْلَ هَلْ قَرَأَ بِأَمِ الْكِتَابِ؟

اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے

فجر کی دو رکعت سنت میں کتنی قراءت کی جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تیرہ رکعات نماز پڑھتے تھے پھر جب آپ صبح کی اذان سنتے تو جلدی جلدی دو رکعت پڑھتے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں غندر محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن عبد الرحمن بن یونس نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سعید ہیں از محمد بن عبد الرحمن از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ صبح کی نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے حتیٰ کہ میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔

سنت فجر میں قرآن پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے امام ابو حنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

صبح کی دو رکعت سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی مقدار میں چار مذاہب ہیں:

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے: ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ صبح کی دو رکعت سنت میں قرآن نہ پڑھے اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ خصوصیت کے ساتھ سورۃ فاتحہ کو تخفیف کے ساتھ پڑھے یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ابن وہب کی روایت کے متعلق یہی امام مالک کا مذہب ہے۔

فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ اس میں تخفیف کے ساتھ قرآن پڑھے اور سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے ابن القاسم کی روایت کے مطابق یہی امام مالک کا مذہب ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نخعی اور مجاہد سے روایت ہے کہ اگر ان دو رکعتوں میں لمبی قراءت کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۱۸، مجلس علمی، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ بعض اوقات میں فجر کی دو رکعت سنت میں قرآن مجید کی اپنی منزل پڑھتا ہوں اور یہی ان کے اصحاب کا قول ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر کی دو رکعت سنت دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۵، سنن ترمذی: ۴۱۶، شرح معانی الآثار: ۱۷۴۲)

لہذا ادلیٰ یہ ہے کہ نوافل میں جب لمبی قراءت کی جاتی ہے تو میرے افضل قراءت کی جائے اور یہ ہمارے نزدیک کم قراءت کرنے سے افضل ہے کیونکہ اس میں لمبے قیام کو رکھنا اور اللہ ﷻ کی بیہمت قراءت افضل قرار دیا ہے۔ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں قرآن نہ پڑھا جائے انہوں نے اس باب کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ نبی ﷺ صبح کی فرض نماز سے پہلے تخفیف کے ساتھ دو رکعت پڑھتے تھے میں سوچتی تھی کہ آپ نے سورۃ الفاتحہ پڑھی ہے یا نہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۷۱) یہ حدیث حضرت عائشہ کی روایات کے خلاف ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں حضرت عائشہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے۔

لہذا یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے جو سنت فجر میں قرآن پڑھنے کی نفی کرتے ہیں اور یہ حدیث ان کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ آپ سنت فجر میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھتے تھے اور یہ کہ آپ نے اس میں سورۃ الفاتحہ بھی پڑھی ہے اور سورت بھی پڑھی ہو اور بہت قلیل۔ مائتہ تراجم کی ہر کتاب میں حضرت عائشہ نے کہا: کہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھتی تھی۔

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی چھوٹی سورت بھی پڑھتے تھے ان کی روایت ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں شام نہیں کر سکتا کہ میں نے سی مرتبہ سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر سے پہلے دو رکعت سنت فجر میں اور مغرب کے بعد دو رکعت سنت میں سورۃ "قل یا ایہا الکافرون" اور سورۃ "قل هو اللہ احد" پڑھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۴۳۱، شرح معانی الآثار: ۱۷۲۵)

اس حدیث کی مثل سنت فجر میں حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۹۵، مجلس علمی، بیروت) اور سعید بن جبیر اور ابن سیرین اور دیگر فقہاء تابعین سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۰۲، ۶۳۰۰، ۶۳۹۹، مجلس علمی، بیروت)

علامہ ابن بطل لکھتے ہیں:

یہ آثار امام ابو حنیفہ اور ان فقہاء کے خلاف حجت ہیں جو سنت فجر میں لمبی قراءت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ سے ان آثار



کے خلاف حدیث محفوظ نہیں ہے اور سنت ثابتہ کے خلاف کسی کا قیاس دلیل نہیں ہے اور ابن سیرین کے سامنے ابراہیم نخعی کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ سنت فجر میں لمبی قراءت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۱۸) تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا یہ کیا ہے اور حضرت ابن مسعود کے اصحاب اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر کی ان حدیثوں پر عمل کرتے تھے جن میں تخفیف قراءت کا ذکر ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ آپ سنت فجر میں اس لیے تخفیف کے ساتھ قراءت کرتے تھے کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت پڑھنے کے لیے آتا تھا۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۶۵-۱۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطلال کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے جو امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیے ہیں وہ ان کے کلام کو سمجھے بغیر کیے ہیں امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا کہ سنت فجر میں کم قراءت کرنا جائز نہیں ہے نہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ سنت فجر میں لازماً طویل قراءت کی جائے۔ امام طحاوی نے جو ان کی عبارت نقل کی ہے وہ یہ ہے:

حسن بن زیاد نے کہا: میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بعض اوقات میں سنت فجر کی دو رکعت میں قرآن مجید کے دو جز (دو پارے) پڑھتا ہوں، ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور ان دو رکعت میں لمبی قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نفل میں کم قراءت کرنے کے بجائے لمبی قراءت کرنا افضل ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۴۳۳-ج ۱ ص ۳۹۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پہلا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے لوگوں کو سنت فجر میں طویل قراءت کرنے کے لیے نہیں کہا، انہوں نے صرف اپنا فعل بیان کیا ہے کہ وہ اس میں قرآن مجید کے دو جز پڑھتے ہیں اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ (صحیح البخاری: ۷۰۳، صحیح مسلم: ۴۶۷، سنن ترمذی: ۲۳۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۶)

پس اگر امام ابوحنیفہ خود نماز پڑھتے ہیں اور سنت فجر میں زیادہ قراءت کرتے ہیں تو وہ مذکورہ حدیث کے مطابق کرتے ہیں اور اس پر اعتراض کرنا دراصل رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرنا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سنت فجر میں طویل قراءت اس لیے کرتے تھے کہ حدیث میں ہے: افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

(صحیح مسلم: ۷۵۶، سنن ابوداؤد: ۱۲۵۸، شرح معانی الآثار: ۱۴۳۸-۱۴۳۷-۱۴۳۶)

لہذا اگر امام ابوحنیفہ نے زیادہ قراءت کر کے لمبا قیام کر کے سنت فجر پڑھی تو یہ اعتراض بھی دراصل رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے: میں بعض اوقات سنت فجر میں قرآن کے دو جز پڑھتا ہوں، یہ تو نہیں فرمایا کہ میں ہمیشہ ایسا کرتا ہوں جب کہ خود رسول اللہ ﷺ اور بعض فقہاء تابعین بھی بعض اوقات سنت فجر میں زیادہ قراءت کرتے تھے پھر امام ابوحنیفہ پر کیا اعتراض ہے اس سلسلہ میں احادیث اور آثار حسب ذیل ہیں:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات نبی ﷺ دو رکعت سے سنت فجر لمبی پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۱۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۳۴، ادارۃ القرآن، کراچی، سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۴)

سو امام ابو حنیفہ کا بعض اوقات سنت فجر کو لمبا پڑھنا، رسول اللہ ﷺ کے عمل کے عین مطابق ہے، پھر یہ امام اعظم پر اعتراض ہے یا رسول اعظم پر!

اس سلسلہ میں دیگر فقہاء تابعین کے آثار حسب ذیل ہیں:

حسن بصری نے کہا: دو رکعت سنت فجر کو لمبا پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، نمازی کی قرآن کی جو منزل تہجد میں پڑھنے سے رہ گئی، وہ اس کو ان سنتوں میں پڑھ لے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۱۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مجاہد نے کہا: فجر کی دو رکعت سنت میں لمبا قیام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۱۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۵۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

چوتھا جواب یہ ہے کہ امام اعظم نے فرمایا: میں بعض اوقات سنت فجر میں قرآن کے دو جز پڑھتا ہوں، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اکثر اوقات میں سنت فجر میں کم قراءت کرتے ہیں جیسا کہ اکثر احادیث میں ہے کیونکہ کتابوں اور علماء کے اقوال میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔

علامہ ابن بطلال بہت ذہین اور محقق عالم ہیں لیکن فقہی تعصب کی بناء پر وہ ان امور کی طرف توجہ نہ کر سکے جن کی ہم نے نشان دہی کی ہے۔

## نوافل کے ابواب

## أَبْوَابُ التَّطَوُّعِ

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ عنوان نہیں ہے۔

## ۲۹۔ بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ

۱۱۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ ظَهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظَّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِي بَيْتِهِ. قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مَوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ. تَابَعَهُ كَثِيرٌ مِنْ قُرْقِدٍ وَأَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ.

## فرض کے بعد نفل پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھیں اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھیں اور مغرب کے بعد دو رکعت پڑھیں اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھیں اور جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھیں، ابن ابی الزیاد نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع، آپ نے عشاء کے بعد اپنے اہل میں نماز پڑھی۔ موسیٰ بن عقبہ کی کثیر بن فرقہ اور ایوب نے متابعت کی ہے از نافع۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۳۷ میں گزر چکی ہے۔

### ظہر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق احادیث

حضرت ام حبیبہؓ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات اور ظہر کے بعد چار رکعات کی حفاظت کی اس پر دوزخ حرام ہو جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۶۹، سنن ترمذی: ۴۲۷، سنن نسائی: ۱۸۱۳، سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۰، مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۵)

حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ظہر سے پہلے چار رکعات جن کے درمیان سلام نہ ہو ان کے پڑھنے والوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۷۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۴۲۴، مسند احمد ج ۱ ص ۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ ظہر سے پہلے چار سنتیں نہ پڑھتے تو ان کو ظہر کے بعد پڑھتے۔

(سنن ترمذی: ۴۲۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۵۸)

### عصر سے پہلے چار سنتیں پڑھنے کے متعلق حدیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعت

پڑھیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۷۱، سنن ترمذی: ۴۳۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۷)

(حضرت ابن عمر نے کہا:) اور مجھے میری بہن حفصہ نے

حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ طلوع فجر کے بعد دو خفیف رکعت پڑھتے تھے اور اس وقت میں نبی ﷺ کے پاس داخل نہیں ہوتی تھی۔ عبید اللہ بن مسعود بہت کثیر بن فرقد اور ایوب نے کی ہے از نافع ابن ابی نجاد نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از نافع: عشاء کے بعد اپنے اہل میں۔

۱۱۷۳ - وَحَدَّثَنِي أَخِي حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ، وَكَانَتْ سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا. تَابَ كَثِيرٌ مِنْ قَدِيحٍ وَأَبُو بَرْزَاءٍ عَنْ نَافِعٍ. وَقَالَ ابْنُ أَبِي نَجَادٍ: مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۰ - بَابُ مَنْ لَا يَتَطَهَّرُ رَمَاهُ الْمَكْرُوهُ

۱۱۷۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَرَزَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَاءِ جَابِرًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيعًا، وَسَبْعًا جَمِيعًا. قُلْتُ يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ أَظَنَّهُ آخَرَ الظُّهْرِ وَعَجَلَ الْعَصْرَ، وَعَجَلَ الْعِشَاءَ وَآخَرَ الْمَغْرِبَ؟ قَالَ وَأَنَا أَظَنُّهُ.

جس نے فرض کے بعد نفل نہیں پڑھے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے کہا: میں نے ابوالشعثاء جابر سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعات (ظہر اور عصر) اکٹھی پڑھیں اور سات رکعات (مغرب اور عشاء) اکٹھی پڑھیں! میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو جلدی پڑھا اور عشاء کو جلدی پڑھا اور مغرب کو

مؤخر کیا انہوں نے کہا: میں بھی یہی گمان کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۴۳ میں گزر چکی ہے۔

### سفر میں چاشت کی نماز

### ۳۱۔ بَابُ صَلَوةِ الصُّحَىٰ فِي السَّفَرِ

جب دن کے اول وقت میں سورج چوتھائی آسمان تک بلند ہو جائے تو اس وقت کو اور اس کے بعد کے وقت کو چاشت کا وقت

کہتے ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از توبہ از مورق انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا حضرت عمر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا حضرت ابو بکر پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے پوچھا: کیا نبی ﷺ پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: میرے گمان میں نہیں۔

۱۱۷۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ تَوْبَةَ عَنْ مُوَرَّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اتَّصَلَى الصُّحَى؟ قَالَ لَا، قُلْتُ فَعُمَرُ؟ قَالَ لَا، قُلْتُ فَأَبُو بَكْرٍ؟ قَالَ لَا، قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ لَا أَخَالَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ہمیں کسی نے یہ حدیث بیان کی کہ اس نے نبی ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ماسوا ام ہانی کے بے شک انہوں نے یہ کہا کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں داخل ہوئے پس آپ نے غسل کیا اور آٹھ رکعات نماز پڑھی پس میں نے اس سے زیادہ خفیف نماز کبھی نہیں دیکھی مگر آپ رکوع اور سجود پورا کرتے تھے۔

۱۱۷۶۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي لَيْلَى يَقُولُ مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِيٍّ، فَإِنَّهَا قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتَحَ مَكَّةَ، فَاغْتَسَلَ، وَصَلَّى ثَمَانِي رَكَعَاتٍ، فَلَمْ أَرِ صَلَوةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتَمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۷۰ اور ۱۱۰۳ میں گزر چکی ہے۔

چاشت کی نماز کی رکعات کے متعلق مختلف احادیث اور آثار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

چاشت کی نماز کے متعلق مختلف آثار مروی ہیں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے آٹھ رکعات چاشت کی نماز کی روایت کی ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۷۶)

نمامہ نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے چاشت کی بارہ رکعات پڑھیں



اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنادے گا۔ (سنن ترمذی: ۴۷۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۰)

حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی چھ رکعات پڑھتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۱۲۹۸)  
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۱)  
حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو چاشت کی دو رکعت کی وصیت کی اور فرمایا: جس نے ان کی حفاظت کی اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کی مثل ہوں۔

(سنن ترمذی: ۴۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۶۸)

### آثار مختلفہ میں تطبیق

امام طبری نے کہا ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث دوسری حدیث کے معارض نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جس نے چار رکعت کی روایت کی ہے اس نے آپ کو چار رکعت ہی پڑھتے دیکھا ہو اور دوسرے نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو آٹھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو چھ رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور دوسرے نے آپ کو دس رکعت پڑھتے دیکھا ہو اور کسی نے آپ کو بارہ رکعت پڑھتے دیکھا ہو سو جس نے آپ کو جتنی رکعات پڑھتے دیکھا اس نے اتنی رکعات کی خبر دی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۶۹-۱۶۸، دار الکتب العلمیہ: ۱۴۲۴)

۳۲۔ بَابُ مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصُّحَّىٰ وَرَأَاهُ وَاسْعَأَ  
جس نے چاشت کی نماز نہیں پڑھی  
اور اس میں گنجائش کا اعتقاد کیا

۱۱۷۲۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا بَنُ أَبِي ذُبِّبٍ  
عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا  
قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَبَّحَ سُبْحَةَ الصُّحَّىٰ وَإِنِّي لَا سَبِّحُهَا.  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں ابن ابی ذئب سے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور بے شک میں اس کو پڑھتی ہوں۔

اس حدیث کی شرح: فتح الباری: ۲۸۱ میں مذکور ہے۔

۳۳۔ بَابُ صَلَاةِ الصُّحَّىٰ فِي الْحَضَرِ  
قَالَ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.  
چاشت کی نماز حضر میں  
اس کو حضرت عتبان بن مالک نے نبی ﷺ سے روایت کیا

۴۰

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

۱۱۷۸۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا  
شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْجَرِيرِيُّ هُوَ ابْنُ فَرُّوخَ  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی انہوں نے

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۰)

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي بِثَلَاثٍ لَا أَدْعُهُنَّ حَتَّى أَمُوتَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلَاةُ الصُّحَى وَنَوْمٌ عَلَى وَتَرٍ. [طرف الحديث: ۱۹۸۱]

کہا: ہمیں عباس الجریری نے خبر دی وہ ابن فروخ ہیں از ابی عثمان النہدی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے میرے خلیل نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے جن کو میں نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ میں فوت ہو جاؤں: ہر ماہ میں تین دن کے روزے اور چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔

(صحیح مسلم: ۷۸۱، الرقم المسلسل: ۱۶۳۳، سنن نسائی: ۱۶۷۷، سنن الکبریٰ: ۴۷۶، مصنف عبد الرزاق: ۳۸۵۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۶۷۱، ج ۱۳ ص ۱۰۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۵۱۵۸، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی القصاب (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عباس بن فروخ الجریری (۴) ابو عثمان بن عبد الرحمن بن مل النہدی (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۵۲)

اس حدیث کا عنوان ہے: حضرت میں چاشت کی نماز پڑھنا اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں سفر کا ذکر ہے نہ حضر کا ذکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے اور سفر اور حضر دونوں کو شامل ہے۔

### خلیل کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے خلیل نے۔ اس سے حضرت ابو ہریرہ کی مراد نبی ﷺ ہیں اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا، کیونکہ متمنع یہ ہے کہ نبی ﷺ کسی کو خلیل بنائیں اور اگر کوئی نبی ﷺ کو خلیل بنائے تو یہ متمنع نہیں ہے، خلیل کا معنی ہے: ایسا خالص دوست جس کی محبت دل میں حلول کر جائے اور رنج جائے۔

### حدیث میں مذکور وصیت کی حکمت

ہر مہینہ کے تین دن میں روزے رکھنے کی وصیت ہے: اس میں یہ حکمت ہے کہ نفس کو روزے رکھنے کا عادی بنایا جائے اور چاشت کی نماز کی وصیت اس لیے ہے کہ نفس کو نماز کا عادی بنایا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صبح کی نماز اور ظہر کی نماز میں کافی وقفہ ہوتا ہے تو درمیان میں بھی ایک نماز پڑھی جائے اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت میں یہ حکمت ہے کہ اگر وتر کو تہجد کے ساتھ پڑھا جائے تو ہو سکتا ہے کہ تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلے اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ وتر کو سونے سے پہلے پڑھ لیا جائے۔

۱۱۷۹ - عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ أَفْصَحَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا، فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ، وَنَضَحَ لَهُ طَرَفَ خَصِيرِهِ بِمَاءٍ، فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكَعَتَيْنِ، وَقَالَ فَلَانُ بْنُ فَلَانٍ بَنِ جَارُودٍ لَا نَسِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن النضر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از انس بن سیرین انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ ایک انصاری کا بھاری جسم تھا انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا، پس انہوں نے نبی ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر بلایا اور آپ کے لیے چٹائی کی ایک طرف کو پانی سے دھو کر صاف کیا، پس آپ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی اور فلاں بن فلاں بن

اللہ علیہ وسلم یُصلّی الصُّحی؟ فَقَالَ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّی  
غَيْرَ ذَلِكَ الْيَوْمِ.  
جاوود نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ چاشت کی  
نماز پڑھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: میں نے اس دن کے علاوہ  
آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۷۰ میں گزر چکی ہے۔

### ۳۴۔ بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

### ظہر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا

۱۱۸۰۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّی  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ  
وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ  
وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ  
الصُّبْحِ، كَانَتْ سَاعَةً لَا يَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّی اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان  
کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:  
میں نے نبی ﷺ کی دس رکعات محفوظ کر رکھی ہیں دو رکعت ظہر  
سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اپنے  
گھر میں اور دو رکعت عشاء کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعت صبح  
سے پہلے اور اس وقت میں کوئی نبی ﷺ کے پاس نہیں جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۹۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۸۱۔ حَدَّثَنِي حَفْصَةُ أَنَّه كَانَ إِذَا أَدَّنَ الْمُؤَذِّنُ  
وَطَلَعَ الْفَجْرُ، صَلَّی رَكَعَتَيْنِ.

(حضرت ابن عمر نے کہا:) مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے  
حدیث بیان کی کہ: جب مؤذن اذان دیتا اور فجر طلوع  
ہو جاتی تو آپ دو رکعت نماز پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۸۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ  
شُعْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُنْثَرِ، عَنْ أَبِيهِ  
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدْعُ رَجُلًا قَبْلَ الْفَجْرِ وَرَكَعَتَيْنِ  
قَبْلَ الْغَدَاةِ. تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَعَمْرُو، عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از  
ابراہیم بن محمد بن ابی عادیہ از عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:  
ظہر سے پہلے چار رکعت سنت کو اور فجر سے پہلے دو رکعت سنت کو  
نہیں چھوڑتے تھے۔ یحییٰ بن سعید کی متابعت ابن ابی عدی اور عمرو  
نے کی ہے از شعبہ۔

(صحیح مسلم: ۷۳۰، الرقم المسلسل: ۱۶۶۸، سنن ابوداؤد: ۱۲۵۱، سنن ترمذی: ۴۳۶، سنن الکبریٰ: ۳۳۶، جامع المسانید لابن جوزی: ۷۱۴)

مکتبۃ الرشدریاض (۵۱۳۲۶)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابراہیم بن محمد المنثر یہ مسروق ہمدان کے بھتیجے ہیں (۵) ان  
کے والد محمد بن المنثر الابدع (۶) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۲۵۵)

## ۳۵۔ بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرَبِ

۱۱۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ الْحُسَيْنِ عَنْ ابْنِ بَرِيدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ الْمُزَنِيُّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرَبِ . قَالَ فِي الثَّلَاثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةً أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً.

[طرف الحدیث: ۷۳۶۸]

## مغرب سے پہلے نماز پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از ابن بریدہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبد اللہ المزنی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: مغرب سے پہلے نماز پڑھو تیسری مرتبہ فرمایا: جو چاہے اس کو ناپسند فرمایا کہ لوگ اس کو سنت بنالیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۸۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۹، مسند احمد ج ۵ ص ۵۵ طبع قدیم)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المقری (۲) عبد الوارث بن سعید ابو عبیدہ (۳) حسین بن ذکوان المعتم (۴) عبد اللہ بن بریدہ (۵) حضرت عبد اللہ بن الفضل رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۵۷)

۱۱۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيدَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيَّ أَنَّ أَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ أَلَا أُعْجِبُكَ مِنْ أَبِي تَمِيمٍ يَرْكَعُ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرَبِ؟ فَقَالَ عُقْبَةُ إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قُلْتُ فَمَا يَسْنَعُكَ الْآنَ . قَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے مرثد بن عبد اللہ الیزنی سے سنا انہوں نے کہا: میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا پس میں نے کہا: آپ اللہ تعالیٰ پر تعجب نہیں کرتے وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں پس حضرت عقبہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہم بھی پڑھتے تھے میں نے کہا: پھر آپ کو اب کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے کہا: شغل۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۸۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۹، مسند احمد ج ۵ ص ۵۵ طبع قدیم)

مؤسسة الرسالة بيروت

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یزید المقری ابو عبد الرحمن (۲) سعید بن ابی ایوب الخزاعی ابو ایوب کا نام مقلص ہے (۳) یزید بن ابی حبیب ان کی کنیت ابو رجاء ہے ابو حبیب کا نام سدید ہے (۴) مرثد بن عبد اللہ الیزنی ان کی نسبت یزن کی طرف ہے جو حمیر کی شاخ ہے (۵) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۱۹)

## نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز میں اختلاف فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کا نماز مغرب سے پہلے نفل پڑھنے میں اختلاف ہے حضرت ابی بن کعب حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت سعد



بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن اذان دیتا تھا تو صحابہ ستونوں کی طرف سبقت کرتے تھے پس نماز پڑھتے تھے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا: سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب ہر اذان کے وقت نماز پڑھتے تھے اور حسن بصری اور ابن سیرین نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔

ابراہیم النخعی نے کہا: حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مغرب سے پہلے دو رکعت نماز نہیں پڑھتے تھے ابراہیم نے کہا: یہ دو رکعت پڑھنا بدعت ہے رسول اللہ ﷺ کے خیار صحابہ میں سے حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت حذیفہؓ حضرت غمارؓ اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہم کوفہ میں تھے پس جس نے ان صحابہ کو دیکھا ہے اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی مغرب سے پہلے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہی امام مالکؓ امام ابو حنیفہؓ اور امام شافعیؓ کا قول ہے۔ المہلب نے کہا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نماز ابتداء اسلام میں پڑھی جاتی تھی تاکہ یہ اس پر دلالت کرے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کی جو ممانعت تھی مغرب کے بعد اس کا وقت ختم ہو گیا اور اب نفل پڑھنے کی اجازت ہے پھر لوگوں نے نماز مغرب کے فرض پڑھنے میں سبقت کر لی تاکہ فاضل وقت میں مغرب کی نماز میں تاخیر نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۷۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

میں کہتا ہوں کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنے کے جواز میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھیں الخیار بن نفل نے کہا: میں نے حضرت اس سے پوچھا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ دیکھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: ہاں! ہم کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا پس ہم کو نماز کا حکم دیا اور اس سے نسخ لیا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۱ سنن ابوداؤد: ۱۴۸۲)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان نماز ہے ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے جو چاہے۔ (صحیح البخاری: ۶۲۷۷ صحیح مسلم: ۸۰۰ سنن ترمذی: ۱۸۵۰ سنن ابوداؤد: ۶۸۰۰ سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۲)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینیؒ متوفی ۸۵۵ھ کہتے ہیں کہ سب ذیل حدیث سے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز کو ابن شاہین نے منسوخ قرار دیا ہے:

امام ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو شعیب از طاؤس انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسی کو ۱۰۰ رکعت نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ انہوں نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۸۰ موطا: ۳۵۸)

میں کہتا ہوں کہ ابن عمرؓ کا اس حدیث سے اتنا حال نہیں ہے کیونکہ اس حدیث صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے اس میں صحابہ اس نماز کو پڑھتے تھے جیسا کہ صحیح البخاری: ۱۱۸۴ میں گزر چکا ہے علاوہ ازیں یہ حدیث معلول ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کی اجازت دی حالانکہ عصر کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے۔

\* (مغرب سے پہلے دو رکعت نہ پڑھنے کے متعلق احناف کی تائید میں دلائل کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۴۴-۴۴۳ ملاحظہ فرمائیں)۔

نوافل کی نماز جماعت سے پڑھنا

۳۶۔ بَابُ صَلَاةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً

اس کو حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ

ذَكَرَهُ أَنَسٌ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

سے روایت کیا ہے۔

عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی ملیکہ نے کھانا تیار کر کے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی آپ نے اس سے کھایا پھر فرمایا: کھڑے ہو پس میں تم کو نماز پڑھاؤں حضرت انس نے کہا: پھر میں ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو زیادہ استعمال سے مٹی ہو چکی تھی پس میں نے اس کو پانی سے دھویا پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بوڑھی خاتون ہمارے پیچھے تھی پس رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی پھر آپ لوٹ گئے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۰، صحیح مسلم: ۶۵۸، سنن ابوداؤد: ۶۱۲، سنن ترمذی: ۲۳۴، سنن نسائی: ۸۰۰)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے عہد میں سورج کو گھن لگ گیا پس رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز

پڑھائی۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۱۰۳۳، صحیح مسلم: ۹۰۱)

۱۱۸۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِهِ مِنْ بَنَرٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے حضرت محمود بن الربیع الانصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی انہوں نے بتایا کہ ان کو رسول اللہ ﷺ یاد ہیں اور ان کو یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر ان کے چہرے پر کھلی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۸۶، میر گز رہن ہے۔

۱۱۸۶ - فَزَعَمَ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَادَةَ بْنَ أَبِي رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَكَانَ مِنْ شُهَدَاءِ بَدْرٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُنْتُ أَصْلَى لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ، وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَإِذَا جَاءَتْ الْأَنْصَارُ فَيَسْأَلُنِي الْجَبَرَةُ قَبْلَ مَسْجِدِهِمْ، فَيَجَنُّتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصْرِي، وَإِنَّ الْوَادِيَّ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إِذَا جَاءَتْ الْأَمْطَارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّيَ مِنِّي بَنِي مَكَنَا أَتَّخِذُهُ مُصَلًى؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ. فَعَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، بَعْدَ

حضرت محمود نے یہ گمان کیا کہ انہوں نے حضرت عثمان بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں حاضر تھے وہ بیان کرتے تھے کہ میں اپنی قوم بنو سالم کو نماز پڑھاتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک وادی حائل تھی اور جب بارشیں ہوتیں تو میرا اس وادی سے مسجد کی طرف جانا مشکل ہو جاتا پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ سے عرض کیا کہ بے شک میری نظر کم زور ہو گئی ہے اور جو وادی میرے اور میری قوم کے درمیان ہے جب بارش آتی ہے تو وہ بے گنتی ہے سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر آئیں اور میرے گھر میں ایک جگہ نماز پڑھائیں اور میں اس جگہ کو مصلی بنالوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عنقریب ایسا کروں گا پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب

مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ، فَاسْتَاذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنَتْ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ آيِنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ فَاشْرُتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ، وَصَفَّقْنَا وَرَاءَهُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ، فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيرٍ يُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي، فَثَابَ رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ مَا فَعَلَ مَالِكُ؟ لَا أَرَاهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ ذَلِكَ مُنَافِقٌ، لَا يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَلِكَ، أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يَتَّقُنْ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ. فَقَالَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَلَمْ أَنْزِلْ قَوْلَ اللَّهِ لَا نَرَى وَدَّهَ وَلَا حَدِيثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِينَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يَتَّقُنْ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ. قَالَ مُحَمَّدٌ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا مِنْهُمْ أَبُو أَيُّوبَ، صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوقَى فِيهَا، وَيَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بَارِضُ الرَّبِ، فَانْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُو أَيُّوبَ، وَقَالَ وَاللَّهِ مَا أَظُنُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَا قُلْتُ قَطُّ. فَكَبَّرَ إِلَيْكَ صَلَّى، فَجِئْتُ لِدَيْهِ فَنَزَلْتُ فِي سَكْنِي حَتَّى أَقْبَلَ مِنْ غَزْوَتِي أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، إِنْ وَجَدْتُهُ حَيًّا فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ، فَقُلْتُ، فَاهْلَلْتُ بِحُجَّةٍ أَوْ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ بَسَرْتُ حَتَّى قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَاتَيْتُ بَنِي سَالِمٍ، فَإِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ أَعْمَى يُصَلِّيُ لِقَوْمِهِ، فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ، وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا، ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثَنِيهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ.

خوب دن چڑھ گیا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی، پس آپ نہیں بیٹھے، حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھاؤں؟ میں نے آپ کو اشارے سے بتایا کہ میں اس جگہ نماز پڑھنا چاہتا ہوں، پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے تکبیر پڑھی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، پس آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں، پھر سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیر دیا، میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا تھا، سو میں نے آپ کو وہ کھانا کھلانے کے لیے روک لیا، حویلی والوں نے سن لیا کہ آپ میرے گھر تشریف لائے ہیں، پس حویلی کے لوگ بہت تیزی سے آئے حتیٰ کہ گھر میں بہت زیادہ لوگ آ گئے، پس ان میں سے ایک شخص نے کہا: مالک کو کیا ہوا میں اس کو نہیں دیکھ رہا، ان ہی میں سے ایک شخص نے جواب دیا: وہ منافق ہے، اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کہہ کر تم اس کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ کہا ہے، اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے، رہے ہم تو اللہ کی قسم! ہم اس کی دوش اور اس کی بات چیت صرف منافقین کے ساتھ دیکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا۔ حضرت محمود نے کہا: میں نے یہ حدیث ان لوگوں کے سامنے بیان کی جن میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت ابوایوب ہماری بھی تھے، اس غزوہ میں فوت ہوئے، تھے حواری روم میں ہوا تھا اور یزید بن معاویہ ان پر امیر تھا، تو حضرت ابوایوب نے میری بات کا انکار کیا، اور کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں گمان کرتا کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ بات کہی ہوگی جو تم نے بیان کی ہے، یہ بات مجھ پر شاق گزری، پس میں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے مجھے اس غزوہ سے سلامتی کے ساتھ لوٹا دیا تو اگر حضرت عتبان بن مالک اپنی قوم کی مسجد میں زندہ ہوئے تو میں ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کروں گا، پھر میں لوٹ آیا، میں نے حج یا عمرہ کا احرام

باندھا پھر میں روانہ ہوا حتیٰ کہ میں مدینہ پہنچ گیا پھر میں بنو سالم میں گیا اس وقت حضرت عثمان بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے اور وہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے جب انہوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے ان کو سلام کیا اور بتایا کہ میں کون ہوں پھر میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث اسی طرح سنائی جس طرح پہلی بار سنائی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۴ میں گزر چکی ہے بعض نے اور اہم فوائد کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے:

حضرت معاویہ کی خلافت میں یزید کا امیر لشکر ہونا صرف کلمہ پڑھنے سے دوزخ کے حرام ہونے کی تحقیق اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یزید بن معاویہ کو ان پر امیر بنا دیا گیا تھا۔ یہ ۵۰ھ یا ۵۲ھ کا واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے اس غزوہ میں اس لشکر نے القسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

حضرت ابویوب انصاری نے حضرت نمود کی حدیث کا انکار کیا تھا کی وجہ یہ تھی کہ اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا کیونکہ اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گناہ گار مسلمان دوزخ میں نہیں داخل ہوگا اور یہ کثیر آیات اور احادیث صحیحہ مشہورہ کے خلاف ہے لیکن ان میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ سے محفوظ رہے گا اور اپنی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا یا ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا شفاعت کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کو جماعت سے نماز پڑھائی اور یہ نفل کی جماعت تھی۔ امام بخاری نے اسی کے ثبوت کے لیے باب کا عنوان قائم کیا ہے 'تاہم نفل کی جماعت کا اعلان نہیں کرنا چاہیے اور اس کے لیے لوگوں کو جمع نہیں کرنا چاہیے' تاکہ جس کو اس نماز سے نفل ملے گا علم نہ ہو وہ اس کو فرض نہ سمجھ لے اس سے تراویح کی جماعت مستثنیٰ ہے کیونکہ بعد از نماز تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا ہے نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پانی بھر جاتا تو حضرت عثمان مسجد میں نماز پڑھانے نہیں جاتے تھے اور ان کی غرض بھی کمزور تھی اس سے معلوم ہوا کہ بیماری کے عذر کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور اس میں مذکور ہے کہ حضرت مالک بن دحس رسول اللہ سے ملنے نہیں آئے تو صحابہ نے ان کی مذمت کی اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی بزرگ کے تشریف لانے پر اس سے ملنے نہ آئے اس کی مذمت کرنا جائز ہے چونکہ ان کا منافقتین سے ملنا جلنا تھا اس لیے صحابہ نے ان کی مذمت کی اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کا جو کام ظاہر ہو اس کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے اور کلمہ شہادت پڑھنا اجراء احکام مسلمین کے لیے کافی ہے حضرت محمود دوبارہ حضرت عثمان کے پاس اس حدیث کے سماع کے لیے گئے کیونکہ حضرت ابویوب نے اس حدیث کا انکار کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو یہ خطرہ ہو کہ وہ حدیث بھول گیا ہے یا اس پر تہمت ہو تو وہ اپنے شیخ سے دوبارہ حدیث کا سماع کرے اور اس میں سماع حدیث کے لیے سفر کرنے کا ثبوت ہے۔



## حدیث مذکور سے علامہ عینی کے استنباط کردہ پچپن مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ذکر کیے ہیں:

- (۱) جو شخص رسول اللہ ﷺ کو یا آپ کے کسی فعل کو یاد رکھے اس کا صحابہ میں شمار ہوتا ہے جیسے حضرت محمود نے پانچ سال کی عمر میں یہ یاد رکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے چہرے پر کھلی کی تھی۔
- (۲) رسول اللہ ﷺ مومنین کی اولاد پر شفقت فرماتے تھے جیسے آپ نے شفقت سے محمود بن ربیع کے چہرے پر کھلی کی تھی۔
- (۳) آپ بچوں سے ان کے آباء کی وجہ سے الفت کرتے تھے اور ان سے مزاح کرتے تھے۔
- (۴) اس میں بچوں کے ساتھ آپ کے مزاح کرنے کا ثبوت ہے جیسے آپ نے پانچ سالہ حضرت محمود کے چہرے پر کھلی کی۔
- (۵) آپ بعض اوقات آرام فرماتے تھے تاکہ اس سے عبادت کرنے پر مدد حاصل ہو جیسے نماز پڑھانے کے بعد آپ کا حضرت عتبہ کے گھر میں ٹھہرنا۔
- (۶) نفس کے حقوق کو ادا کرنا اور اس کو ہر وقت مشقت میں نہ ڈالنا۔
- (۷) کنویں سے پانی نکالنے کے لیے ڈول رکھنا جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمود کے گھر کے کنویں سے پانی لے کر کھلی کی۔
- (۸) منہ سے کھلی کرنا۔
- (۹) بچے کے چہرے پر کھلی کرنا جیسے رسول اللہ ﷺ نے پانچ سالہ عیسیٰ کے چہرے پر کھلی کی۔
- (۱۰) مدینہ کے گرد رہنے والے قبیلوں کا اپنی مساجد میں نماز پڑھانا۔
- (۱۱) کمزور آدمی کا امامت کرنا اور اندھیرے اور کچھڑ پانی میں مسجد میں نہ جانا جیسے حضرت عتبہ اپنی مسجد میں امامت کراتے تھے۔
- (۱۲) مرد کا فرض نماز اپنے گھر میں پڑھنا اسی طرح نوافل بھی گھر میں پڑھنا جیسے حضرت عتبہ بارش کے ایام میں گھر میں نمازیں پڑھتے تھے۔
- (۱۳) کسی بزرگ سے یہ سوال کرنا کہ وہ کس گھر کی جگہ نماز پڑھائیں تاکہ اس جگہ کو نماز پڑھنے کے لیے معین کر لے۔
- (۱۴) کسی شخص کا اپنا عذر بتانے کے لیے اپنا مرض بیان کرنا شکوہ اور شکایت نہیں ہے جیسے حضرت عتبہ نے اپنی بصارت کی کمزوری بیان کی۔
- (۱۵) شارع علیہ السلام اپنے استحقاق کی درست ثابت کرنا جیسے آپ نے حضرت عتبہ کے گھر جانے کی دعوت قبول کر لی۔
- (۱۶) امامہ کسی جگہ اپنے تابع و ساتھ والے رہنا جیسے رسول اللہ ﷺ حضرت عتبہ کے گھر حضرت ابو بکر کو ساتھ لے کر گئے۔
- (۱۷) صحابہ میں سے حضرت ابو بکر کو ساتھ لے کر جانا ان کے افضل الصحابہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔
- (۱۸) صرف حضرت ابو بکر کا نام لینا کیونکہ وہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔
- (۱۹) آپ نے حضرت عتبہ سے پوچھا: کس جگہ نماز پڑھوں؟ کیونکہ گھر والا ہی اپنے گھر کی جگہوں کو زیادہ جانتا ہے۔
- (۲۰) حضرت عتبہ نے کہا: جس جگہ آپ نماز پڑھیں گے میں اس کو مصلی بنالوں گا اس میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے۔
- (۲۱) یقین کو طلب کرنا اجتہاد پر مقدم ہے کیونکہ جس جگہ شارع علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے اس کا قبلہ رخ ہونا یقینی تھا جب کہ باقی جگہوں کا قبلہ رخ ہونا اجتہاد سے معلوم کیا جاتا ہے۔
- (۲۲) کسی معین جگہ پر نماز کو طلب کرنا تاکہ اس جگہ نماز پڑھنا نبی ﷺ کی برکت سے نماز باجماعت کے قائم مقام ہو۔

(۲۳) نبی ﷺ نے حضرت شہان سے نماز کی جگہ کے متعلق پوچھا تا کہ ان کے گھر کی اطراف میں بحسب نہ کرنا پڑے۔

(۲۴) گھروں میں باجماعت نوافل پڑھنے کا ثبوت کیونکہ آپ نے دن چڑھنے کے بعد جماعت کرائی۔

(۲۵) نبی ﷺ جس جگہ نماز پڑھیں اس کی فضیلت کیونکہ حضرت عثمان نے اسی لیے آپ سے نماز پڑھوائی تھی۔

(۲۶) دن کے نوافل بھی رات کے نوافل کی طرح دو دو رکعت پڑھے جائیں کیونکہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

(۲۷) گھر کے اندر جس جگہ نماز پڑھی جائے اور اس جگہ کو نماز کے لیے مختص کر لیا جائے، اس جگہ کی ملکیت برقرار رہتی ہے۔

(۲۸) نماز کے لیے کسی جگہ کو خاص کرنے کی ممانعت مساجد میں ہے، گھروں میں نہیں ہے، کیونکہ آپ نے حضرت عثمان کو گھر میں نماز کی جگہ معین کرنے سے منع نہیں فرمایا۔

(۲۹) نبی ﷺ نے دن چڑھنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھائی اور یہی 'یا شت کی نماز ہے' اس کا استحباب۔

(۳۰) کسی بزرگ کے آنے پر اس کی کھانے کی دعوت کرنا خواہ اس کو پہلے اس کی اطلاع نہ دی جائے۔

(۳۱) دعوت میں غیر معمولی تکلف کا اہتمام نہ کرنا اور سادگی سے ماحضر پیش کرنا۔

(۳۲) نبی ﷺ کو جو کھانا بھی پیش کیا جاتا آپ تناول فرمالیتے اور کسی کھانے کی مذمت نہ فرماتے۔

(۳۳) نبی ﷺ نیکی کے کاموں پر دوام فرماتے تھے، جیسے آپ نے حضرت عثمان کے گھر میں بھی چاشت کی نماز پڑھی۔

(۳۴) حضرت عثمان نے اشارے سے کہہ دیا: "جہاں دو نماز پڑھا ہے، اسی جگہ سے۔" اوم ہوا کہ اشارے پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔

(۳۵) حضرت عثمان نے اشارے کے ساتھ تصریح بھی کی اور نے ہوا کہ اش کے الفاظ سے تصریح بھی کرنا چاہیے۔

(۳۶) جس حویلی میں لوگوں کے متعدد گھر ہوں، اس حویلی لودار سے تعبیر کرنا جائز ہے، جیسے آپ نے فرمایا: انصار کے گھروں میں

بنو النجار کے گھر سب سے بہتر ہیں اور اس حدیث میں ہے کہ اہل الدار نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ میرے بیت میں ہیں۔

(۲۷) مختلف گھروں سے لوگوں کا اس گھر میں آنا جس میں کوئی مایہ ناز نہ آیا ہو۔ اس کی زیارت سے مستفید ہوں اور اس سے

برکت حاصل کریں جیسے اس حویلی کے گھر والے۔ اگ اللہ تعالیٰ بقیم کی برکت اور آپ سے فیض حاصل کرنے آئے۔

(۳۸) جو شخص اس بزرگ کی زیارت کے لیے نہ آئے تو اس کی مذمت کرنا جیسے صحابہ کا حضرت مالک بن نوخل کی مذمت کرنا۔

حفت مالک بن دحس بن عثمد بدری صحابی ہیں، عقبہ میں ان کے حاضر ہونے میں اختلاف ہے، انہوں نے اسلام میں ایسے نیک

اعمال کیے ہیں جو ان سے نفاق کی تہمت کو دور کر دیتے ہیں۔

(۳۹) اس احادیث سے معلوم ہوا کہ منافقوں اور بد مذہبوں سے میں جول اور بات نہیں کرتا جانے۔

(۴۰) منافقوں کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے جو شخص کسی مسلمان پر نفاق کی تہمت لگا۔ اس کو سزا دی جائے گی نہ یہ کہا جائے گا: تم نے

گناہ کیا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہ کی مذمت نہیں کی جنہوں نے حضرت مالک پر نفاق کی تہمت لگائی تھی۔

(۳۱) نبی ﷺ مسلمانوں کے دلوں کے حال پر مطلع تھے کیونکہ آپ نے حضرت مالک کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اللہ کی رضا جوئی

کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے یا آپ کو وحی سے مطلع کیا گیا تھا۔

(۴۲) نبی ﷺ نے ان صحابہ کو منع کیا کہ وہ حضرت مالک کو منافق کہیں اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بزرگ کے سامنے کسی مسلمان

کو منافق کہا جائے تو وہ اس سے منع کرے۔

(۴۳) اگر کوئی شخص دلیل کی بناء پر کسی کو عیب لگائے تو یہ غیبت نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت مالکؓ کو منافق کہا

گیا اور آپ نے اس کو غیبت نہیں قرار دیا۔

(۴۴) جس شخص نے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے حق ہونے کا اعتقاد کیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور جنت میں داخل ہوگا کیونکہ آپ نے اسی طرح فرمایا۔

(۴۵) جس شخص نے کسی شیخ کے صاحب سے حدیث سنی اس کو اس کی توثیق کرنی چاہیے۔

(۴۶) اگر کوئی حدیث ظاہر قرآن مجید اور احادیث مشہورہ کے خلاف ہو تو اس پر اعتراض کرنا درست ہے جیسے حضرت ابوایوب نے اس حدیث پر اعتراض کیا تھا کیونکہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو اس کے گناہ پر سزا نہیں ملے گی۔

(۴۷) جب کسی حدیث پر اعتراض کیا جائے تو اس کی تحقیق کی جائے جیسا کہ حضرت محمود دوبارہ حضرت عثمان کے پاس اس حدیث کے سماع کے لیے گئے۔

(۴۸) علم کی طلب کے لیے سفر کرنا جیسے حضرت محمود اس حدیث کے دوبارہ سماع کے لیے سفر کر کے مدینہ طیبہ گئے۔

(۴۹) حضرت محمود نے بتایا کہ حضرت عثمان نابینا ہو گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی پہچان کے لیے اس کو نابینا کہنا غیبت نہیں ہے۔

(۵۰) نابینا کی امامت کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت عثمان نابینا ہونے کے بعد امامت کراتے تھے۔

(۵۱) نوافل کو خفیہ طریقہ سے پڑھنا کیونکہ نبی ﷺ نے اس نفل کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔

(۵۲) جب کوئی شخص کسی کے گھر کسی کام سے جائے اجازت طلب کرے جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان سے اجازت طلب کی تھی۔

(۵۳) نماز کے لیے قبلہ کو طلب کرنا کیونکہ آپ نے پوچھا: کہاں نماز پڑھوانی ہے؟

(۵۴) امام کسی شخص کو لشکر کا امیر مقرر کرے جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کا امیر یزید بن معاویہ کو بنایا تھا۔

(۵۵) ایک سفر میں حج یا عمرہ کو اور طلب علم کے لیے سفر کرنے کو جمع کرنا جیسے حضرت محمود اب جج یا عمرہ کے لیے گئے تو حضرت عثمان سے دوبارہ اس حدیث کا سماع کرنے کے لیے سفر کر کے مدینہ منورہ گئے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۶۳ مع التوضیح والزیادة دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

گھر میں نفل پڑھنا

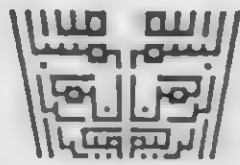
۳۷۔ بَابُ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

امام بخاری نے بتا دیا ہے: میں نے عبد اللہ بن مسعود سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہی حدیث بیان کی از ایوب و عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی اپنی نمازوں سے حصہ رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ وہیب کی متابعت عبد الوہاب نے کی ہے از ایوب۔

۱۱۸۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَتْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ يَرْبُوبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا قُبُورًا. تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۳۲ میں گزر چکی ہے۔

الحمد لله على احسانه! اس حدیث پر ”کتاب التہجد“ مکمل ہو گئی اب اس کے بعد ان شاء اللہ مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز کی فضیلت کا بیان شروع ہوگا۔ اے مالک ارض و سماء! اس شرح کو قبول فرما اور اس کو مکمل فرما دے۔



نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

## ۲۰۔ کتاب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکہ والمدینہ

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

۱۔ باب فضل الصلوٰۃ فی

مسجد مکہ والمدینہ

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز

پڑھنے کی فضیلت

اس عنوان میں اگرچہ مطلقاً نماز کا ذکر ہے مگر اس سے مراد فضل نماز ہے۔

۱۱۸۸۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ قَزْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَرَبَعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ثِنْتِي عَشْرَةَ غَزْوَةً. (ح).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد الملک نے خبر دی از قزعة انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے چار حدیثیں سنیں انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں رہے تھے۔ (ح)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۸۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۱۸۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى.

امام بخاری نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف تین مسجدوں کی طرف سفر کے لیے کجاوے لگے جائیں: مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد اقصی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۷، رقم السلسل: ۳۳۲۴، سنن ابوداؤد: ۲۰۳۳، سنن نسائی: ۶۹۹، سنن ترمذی: ۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۹، مصنف ابن ابی

ثیبر ج ۴ ص ۶۷، مشکل الآثار: ۵۹۲-۵۸۷، صحیح ابن حبان: ۱۶۳۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۴، مصنف عبدالرزاق: ۹۱۷۱-۹۱۶۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع

قدیم مسند احمد: ۷۱۹۱-ج ۱۲ ص ۱۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید لابن جوزی: ۴۶۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۷۶۲۸)



## مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ اور کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر ماننا جائز نہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جو ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے، امام مالک نے کہا: جس نے کسی ایسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی جس میں کسی سواری پر سفر کیے بغیر نہیں پہنچ سکتا، تو وہ اپنے شہر کی مسجد میں نماز پڑھے سوا اس کے کہ وہ مکہ مدینہ یا بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو اس پر سفر کر کے وہاں جانا لازم ہے۔

علامہ ابن بطل فرماتے ہیں: جس نے صالحین کی مسجد میں نماز پڑھنے اور ان سے تبرک حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے لیے یہ مباح ہے، خواہ وہ سواری پر سفر کر کے جائے یا نہیں اور اس حدیث کی ممانعت اس کے لیے نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سفر کر کے پہاڑ طور پر گئے، جب وہ واپس آئے تو ان کی ملاقات حضرت بصرہ بن ابی بصرہ سے ہوئی اور انہوں نے ان کے اس سفر پر ناگواری کا اظہار کیا اور ان سے کہا: اگر میں آپ کے نکلنے سے پہلے آپ سے ملاقات کر لیتا تو آپ نہ نکلتے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین مساجد کے سوا سواری پر سفر نہ کیا جائے۔ (مسند احمد: ۲۳۸۵۰ ج ۶ ص ۷، المعجم الکبیر: ۲۱۶۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۰۶-۱۳۴۸) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت بصرہ کا مذہب یہ تھا کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اور اگر کسی طرف کسی حال میں نہ کیا جائے اور اس میں نذر ماننے والا اور نفلی طور پر سفر کرنے والا دونوں داخل ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے، حضرت ابو ہریرہ نے حضرت ابو ہریرہ سے اس پر اعتراض کیا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ مدینہ سے گئے تھے جہاں پر ان تین مساجد میں سے ایک مسجد ہے، جس کی طرف سفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو شخص اس طرح ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس مسجد میں نماز پڑھے اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے طور پر جانے کی نذر مانی تھی اور ظاہر یہ ہے کہ وہ نفلی طور پر طور گئے تھے اور نہ میں ۱۱۰۰ کی مسجد اور نہ سورۃ الفضل میں۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو مدینہ میں بیت المقدس کی طرف جاتے ہیں، نذر مانے، امام مالک نے کہا: وہ پیدل بھی جاسکتا ہے اور سوار بھی ہو سکتا ہے، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: وہ مدینہ یا مکہ کی مسجد میں نماز پڑھے، امام ابو یوسف نے اس پر استدلال کرتے ہوئے کہا کہ مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنا بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے افضل ہے، اس لیے کہ مکہ یا مدینہ کی مسجد میں نماز بیت المقدس کی نماز سے کفایت کرے گی۔

امام طحاوی نے امام ابو حنیفہ اور امام محمد سے یہ سنا کیا ہے کہ جس نے یہ نذر مانی کہ میں ملاں جہاں چاہوں گا، اس پر اس نے کسی اور جگہ نماز پڑھ لی تو یہ جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوا مسجد حرام کے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۹۰) اس سے مراد فرض نماز ہے نہ کہ نفل کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض کے سوا مرد کی بہترین نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱، صحیح مسلم: ۷۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۷، سنن ترمذی: ۳۵۰، سنن نسائی: ۱۵۵۸۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲)

## مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کون سی مسجد زیادہ افضل ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مسجد میں ہزار نماز پڑھنے سے افضل ہے سوا مسجد حرام کے، تو فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنا مدینہ سے افضل ہے یا مدینہ میں نماز پڑھنا مکہ سے افضل ہے؟ ایک جماعت کا یہ

مذہب ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے اور یہی امام مالک کا اور اکثر اہل مدینہ کا قول ہے۔

دوسری جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے، یہ علماء اہل مکہ، فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے، امام شافعی نے کہا کہ روئے زمین کا سب سے افضل مکان مکہ مکرمہ ہے، ابن وہب مالکی اور ابن حبیب اندلسی کا بھی یہی مذہب ہے، یہ دونوں جماعتیں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے استدلال کرتی ہیں۔

علامہ ابن بطلال فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں کسی فریق کی دلیل نہیں ہے، حضرت ابو ہریرہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا اس کے سوا باقی مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے، ماسوا مسجد حرام کے، اس میں مسجد حرام کا استثناء کیا گیا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ مسجد حرام مسجد نبوی کے مساوی ہو یا اس سے افضل ہو یا اس سے مفضول ہو۔

جو مسجد نبوی کی نماز کو افضل کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: مسجد حرام کی ایک نماز اس کے ماسوا کی سو نمازوں سے افضل ہے، ابو عبد اللہ بن ابی صفرہ نے کہا: حضرت عمر کا یہ قول نبی ﷺ کی اس حدیث کی تفسیر ہے: میری اس مسجد کی ایک نماز اس کے ماسوا کی ہزار نمازوں سے افضل ہے، ماسوا مسجد حرام کے۔

اسی تاویل کی مثل عبد اللہ بن نافع مالکی نے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں کی ہے، وہ کہتے تھے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز باقی تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ مسجد حرام کے لیونکہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے مگر اس کی ہزار نمازوں سے افضل نہیں ہے۔

اور جو مسجد حرام کو افضل قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے کی سو نمازوں سے افضل ہے۔

(مسند عبد الرزاق: ۹۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۱ھ)

یہ طریق نظر ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر ان میں سے ایک مسجد حرام کا قصد کرنے (یعنی حج) کو فرض قرار دیا ہے اور ان پر مسجد نبوی کے قصد کرنے کو فرض قرار نہیں دیا، انہوں نے امام مالک کے قول سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس نے نذر مانی کہ وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھے گا اس پر پیدل جانا لازم نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ سوار ہو کر جائے اور جس نے مکہ میں سوار جانے کی نذر مانی کہ وہ مسجد حرام میں نماز پڑھے گا اس پر پیدل جانا لازم نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ سوار ہو کر جائے اور جس نے امام مالک کے قول سے استدلال کیا ہے کہ مسجد حرام کی ایک نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے کی سو نمازوں سے افضل ہے، تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد حرام کی ایک نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے کی سو نمازوں سے افضل ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۸۳-۱۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۲۳ھ)

دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے کعبہ میں نماز پڑھنے کی فضیلت میں وہ احادیث ذکر کی ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں سے افضل ہے مگر بعض احادیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ دوسری مساجد کی بہ نسبت کعبہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے، ماسوا مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا اس کے سوا دوسری مساجد میں ایک لاکھ

نمازوں کے پڑھنے سے افضل ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۶، شرح مشکل الآثار: ۵۹۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۲۷۱، ج ۲ ص ۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

علامہ شعیب الارنؤط اور ان کے شرکاء نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز ہے اور اس کا قبائل (محلہ) کی مسجد میں نماز پڑھنا پچیس نمازیں ہیں اور اس کا جامع مسجد میں نماز پڑھنا پانچ سو نمازیں ہیں اور اس کا مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نماز پڑھنا پچاس ہزار نمازیں ہیں اور اس کا میری مسجد میں نماز پڑھنا (بھی) پچاس ہزار نمازیں ہیں اور اس کا مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازیں ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۳)

علامہ بوسیری متوفی ۸۴۰ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابو الخطاب الدمشقی ہے، یہ مجہول ہے اور زُرّیق ہے، ابو زرعہ نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے، ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور ضعفاء میں بھی اور کہا: اس کی روایت سے استدلال صحیح نہیں جب یہ منفرد ہو۔ (زوائد ابن ماجہ ص ۲۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ)

میں کہتا ہوں: اگر اس حدیث کی سند ضعیف ہو پھر بھی فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث معتبر ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز ایک لاکھ نمازیں ہیں اور میری مسجد میں نماز دس ہزار نمازیں ہیں اور سرحدوں کی مسجد میں نماز ایک ہزار نمازیں ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۶، دارالکتب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ، طبع قدیم، حلیۃ الاولیاء: ۱۱۳۳، طبع جدید، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ)

الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۱۶، کنز العمال: ۳۳۶۳۳-۳۳۶۳۲، تاریخ دمشق الکبیر: ۵۸۳۱، ج ۲۸ ص ۱۷۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ)

**نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے متعلق شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ**

شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

واما اذان کان قصده بالسفر زیارة قبر النبی ﷺ دون الصلوٰۃ فی مسجده فہذہ المسالۃ فیہا خلاف فالذی علیہ الانمۃ واكثر العلماء ان ہذا غیر مشروع ولا مأمور بہ لقولہ ﷺ لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام ومسجدی ہذا والمسجد الاقصی ولہذا لم یذکر العلماء ان مثل ہذا السفر اذا نذرہ یجب الوفاء بہ۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۹، مطبوعہ دار البیروت، بیروت ۱۴۱۸ھ)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی شخص محض رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے قصد سے سفر کرے نہ کہ مسجد نبوی میں نماز کے قصد سے تو یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اس بارے میں علماء کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ یہ سفر جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کجاوے صرف تین مساجد کی طرف باندھے جائیں: مسجد حرام کی طرف، میری اس مسجد کی طرف اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے یہ ذکر نہیں کیا کہ جب کوئی شخص اس جیسے سفر کی نذر مان لے تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

جو شخص مسجد نبوی میں آ کر نماز ادا نہ کرے بلکہ فقط قبر پر حاضری دے کر چلا جائے تو امام مالک اور دیگر ائمہ نے اس کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور کسی بھی عالم کے نزدیک یہ ارادہ مستحب

واما اذا قدر ان من اتی المسجد فلم یصل فیہ ولکن اتی القبر ثم رجع فہذا هو الذی انکرہ الانمۃ کمالک وغیرہ ولیس ہذا مستحباً عند احد

من العلماء وهو محل النزاع هل هو حرام او مباح وما علمنا احدا من علماء المسلمين استحباب مثل هذا بل انكروا اذا كان مقصوده بالسفر مجرد القبر من غير ان يقصد الصلوٰۃ فی المسجد و جعلوا هذا من السفر المنهى عنه.

نہیں ہے، بلکہ اختلاف ہے کہ آیا ایسا ارادہ حرام ہے یا جائز۔ ہمیں تو کسی عالم کے بارے میں نہیں معلوم کہ اس نے اس طرح کے سفر کو مستحب قرار دیا ہو بلکہ جب کسی شخص کا مقصد فقط قبر کی زیارت کرنا ہو اور مسجد نبوی میں نماز کا قصد نہ ہو تو اس سفر کو علماء نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور اسے ممنوع سفر میں شمار کیا ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۸۳)

### حافظ ابن حجر عسقلانی کا شیخ ابن تیمیہ کے نظریہ کا رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے: ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں بہ کثرت مناظرے ہوئے ہیں اور طرفین سے رسائل لکھے گئے ہیں (حافظ عسقلانی کہتے ہیں:) اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ شیخ تقی الدین السبکی وغیرہ نے شیخ تقی الدین بن تیمیہ اور ان کے حامی شمس الدین عبدالبہادی کے رد میں جو کتابیں لکھیں اور وہ ہمارے شہروں میں مشہور ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ نے شدّ رحال کی ممانعت کی حدیث سے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر سے منع کیا، ابن تیمیہ سے جو قبیح مسائل منقول ہیں یہ ان میں سے قبیح مسئلہ ہے، اس کے رد میں اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ افضل اعمال سے ہے اور اللہ عزوجل کے قرب اس سے بزرگ ذریعہ ہے اور بغیر کسی اختلاف کے اس کے جواز پر اجماع ہے۔

شدّ رحال کی حدیث میں مستثنیٰ منہ مذکور ہے یا مقدر ہے، مستثنیٰ منہ یا تو عام مقدر ہے اور اب معنی ہوگا: ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کے سفر کے لیے اونٹنیوں پر کادے نہ کئے جائیں، نہ تو ہو نہیں سکتا، ورنہ لازم آئے گا کہ تجارت کے لیے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے اور طلب علم کے لیے سفر نہ کیا جائے، پس یہ خاص مستثنیٰ منہ مقدر مانا جائے گا، جس کی مقام کے ساتھ زیادہ مناسبت ہو، اور وہ یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر نہ کیا جائے، پس اس حدیث سے نبی ﷺ کی قبر شریف اور دیگر صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کی ممانعت پر استدلال کرنا باطل ہو گیا۔ علامہ سبکی نے کہا ہے کہ روئے زمین پر کسی جگہ میں ذاتی مناسبت نہیں ہے کہ اس کی زیارت کے لیے سفر کیا جائے سوائے ان تین شہروں کے، بلکہ ہر کسی کی زیارت کے لیے زیارۃ کے یہ یا طبع جسم وغیرہ کے لیے سفر کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۳ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کے جواب میں فرمایا ہے: اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ مطلقاً سفر سے منع نہیں فرمایا بلکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کے لیے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۵، مطبوعہ لاہور)

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے کسی سواری کا کبادہ نہ کسا جائے سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۶۳ طبع قدیم دار الفکر، مسند احمد: ۱۱۵۵۲ - ج ۱، طبع دار الحدیث، قاہرہ ۱۴۱۶ھ)



میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں لکھا ہے کہ شہر بن حوشب بہت صادق ہے اور یہ بہت ارسال کرتا ہے اور اس کے بہت وہم ہیں۔ (تقریب العہد یب ج ۱ ص ۴۲۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد نے اس کے متعلق کہا: اس کی حدیث کتنی حسین ہے اور اس کی توثیق کی اور کہا کہ عبد الحمید بن بہرام کی وہ حدیث جس میں امام ترمذی نے کہا: امام بخاری نے فرمایا: شہر حسن الحدیث ہے اور اس کا امر قوی ہے ابن معین نے کہا: یہ ثقہ ہے ان کے علاوہ اور بہت ناقدین فن نے شہر کی توثیق کی ہے۔ (تہذیب التجزیب ج ۴ ص ۳۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حافظ جمال الدین مزنی متوفی ۷۴۲ھ اور علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے بھی شہر بن حوشب کی تعدیل میں یہ اور بہت ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ (تہذیب الکمال ج ۸ ص ۴۰۹، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۹۰، طبع بیروت)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے خصوصیت سے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۶) اور شیخ احمد شاہ کرمتی ۱۳۷۳ھ نے بھی اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے کیونکہ امام احمد اور امام ابن معین نے شہر بن حوشب کی توثیق کی ہے۔ (مسند احمد ج ۱۰ ص ۲۰۱ طبع ۱۳۷۳ھ)

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث میں مستثنیٰ منہ مسجد کو نہ مانا جائے، بلکہ عام مانا جائے اور یہ معنی کیا جائے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی جگہ کا بھی سفر کا قصہ نہ کیا جائے تو پھر نیکو لوگوں کی زیارت، شہداء و اربابوں سے ملنے، دوستوں سے ملنے، علوم مروجہ کو حاصل کرنے، تلاشِ معاش، حصولِ دولت، تفریح، استراحت کے لیے سفر کرنا بھی ناجائز، حرام اور سفرِ معصیت ہوگا۔

شیخ مہارک پوری نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے: رہا تجارت یا طلب علم یا کسی اور غرض صحیح کے لیے سفر کرنا تو ان کا جواز دوسرے دلائل سے ثابت ہے (اس لیے یہ ممانعت عموم پر محمول ہے)۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۷۱، مطبوعہ نشر الملتان)

میں کہتا ہے کہ ۔۔۔ سفر کے نوائے زرد ہیں اور سب رنگ رخسار پر مہنی ہیں ان سے جو یہ کون سے دلائل کی محتاج ستہ کی اس حدیث کی ممانعت کے عموم کے مقابل میں اس ہوا صوصہ ایک لوگوں رشتہ میں دوستوں کی زیارت کے ملاقات کے لیے سفر کرنے اسی طرح سائنسی علوم کے حصول تلاش معاش حصول ملازمت اور سیر و تفریح کے لیے سفر کرنے کے جواز پر کون سے دلائل ہیں؟ جو اس حدیث کی ممانعت پر رائج یا اس کے لیے مانع ہوں نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کرنے کے جواز پر اور بھی بہت دلائل ہیں اور ممانعت کی اس حدیث کی ہم نے ان مذکور تو جیہات کے علاوہ اور بھی کئی تو جیہات ذکر کی ہیں اس کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۴-۶۵ ملاحظہ فرمائیں شیخ ابن تیمیہ نے جو اس سفر کو حرام کہا ہے حافظ ابن حجر نے فرمایا: یہ ان کا انتہائی مکروہ قول ہے۔

اور ملا علی بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے، کیونکہ اس نے نبی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہا ہے، بعض علماء

نے اس مسئلہ میں افراط کیا ہے اور اس سفر کے منکر کو کافر کہا ہے اور یہ دوسرا قول صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بہ طریق اولیٰ کفر ہوگا۔

(شرح الشفاء علی حاشیہ نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴، مطبوعہ بیروت)

\* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۳۲۸۰۔ ج ۳ ص ۷۶۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا حکم ② شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر ③ قبر انور کی زیارت کے ثبوت میں روایات۔

۱۱۹۰۔ سَعَدُ ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا  
مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ رِبَاحٍ وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ  
الْأَعْرَبِيُّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْرَبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
صَلُوةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلُوةٍ فِيَمَا  
سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید  
بن رباح و عبید اللہ بن ابی عبد اللہ الاغراز ابی عبد اللہ الاغراز حضرت  
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری  
اس مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت  
ہزار نمازوں سے افضل ہے ماسوا مسجد حرام کے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۴، الرقم المسلسل: ۳۳۱۵، سنن ترمذی: ۳۲۵، سنن نسائی: ۲۸۹۹-۲۶۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۴۰۴، مسند ابویعلیٰ: ۶۱۶۶، مسند احمد

ج ۲ ص ۲۵۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۴۸۱-۷۴۸۲، ص ۴۵، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، مسند ابی یوسف: ۲۶۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶، مسند

الطحاوی: ۷۶۱۵)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف ابو محمد التیمیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) زید بن رباح، یہ ۱۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبید اللہ بن  
عبد اللہ (۵) ابو عبد اللہ ان کا نام سلمان الاغریبیہ اہل مدینہ کے واسطے تھے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۷۰)  
مسجد حرام اور مسجد نبوی کی نمازوں کی فضیلت میں اختلاف فقہاء اور مسجد نبوی کی فضیلت پر دلیل  
قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک روئے زمین کی سب سے افضل جگہ ہے اور مکہ اور مدینہ روئے زمین پر سب سے  
افضل ہیں پھر میں اختلاف ہے کہ قبر مبارک کے گھر کے دروازوں سے کون افضل ہے ان میں سے بعض کہتے ہیں امام مالک اور  
اکثر اہل مدینہ اس کے قریب ہیں کہ مدینہ منورہ افضل ہے اور انہوں نے کہا کہ مسجد حرام کے سوا باقی مساجد سے مسجد نبوی کی نماز ہزار  
نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام سے ہزار نمازوں سے کم افضل ہے حضرت عمر نے کہا: مسجد حرام میں ایک نماز اس کے ماسوا سے سو  
نمازوں سے افضل ہے پس مسجد نبوی کی فضیلت نو سو نمازیں ہیں اور مسجد حرام کے غیر پر ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

اہل مکہ اور فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے اور ہمارے اصحاب میں سے ابن حبیب اور ابن  
وہب کا بھی یہی موقف ہے اور الساجی نے امام شافعی سے بھی اسی کی حکایت کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ مکہ میں نماز پڑھنا افضل  
ہے۔ (ایکمال المعلم بطوائف مسلم ج ۴ ص ۵۱۱، دار الوفاء: ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت پر اس حدیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے:  
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! تو نے مکہ میں جتنی برکتیں رکھی ہیں اس کی دو ضعف برکتیں

مدینہ میں نازل فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۳۶۹)

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ مدینہ میں مکہ سے چار گنا برکتیں نازل فرما لیکن شارحین نے اس کو تین مثل پر محمول کیا ہے، ہم پہلے مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی احادیث سے یہ بتا چکے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا کم از کم تین لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔

\* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۳۲۷۰۔ ج ۳ ص ۵۴ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر زیادہ ہے یا مسجد حرام میں؟ ② کیا مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ میں بھی ثواب زیادہ ہوتا ہے؟ ③ کیا مسجد نبوی میں ثواب کے اضافہ سے قضاء نمازوں کی تلافی ہو جاتی ہے؟ ④ آخر المسجد پر قادیانیوں کے ایک اشکال کا جواب۔

مسجد قبا

## ۲۔ بَابُ مَسْجِدِ قُبَاءِ

اس باب میں مسجد قباء کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، یا قوت حموی نے کہا ہے کہ جو شخص مدینہ سے مکہ کی طرف جا رہا ہو، اس کی بائیں جانب دو میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے، جس کا نام قباء ہے وہیں پر مسجد القباوی ہے۔

الرشاطی نے کہا ہے کہ قباء اور مدینہ کے درمیان چھ میل ہیں، ابن قرقول نے کہا: یہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۷۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی، از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز صرف دو دنوں میں پڑھتے تھے جس دن وہ مکہ آتے تھے کیونکہ وہ مکہ میں چاشت کے وقت آتے تھے، پس وہ بیت اللہ کا طواف کرتے، پھر وہ مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھتے اور جس دن وہ مسجد قباء میں آتے تھے اور وہ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں آتے تھے، پس جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تو وہ نماز پڑھنے بغیر مسجد سے نکلنے کو ناپسند کرتے اور حضرت ابن عمر یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سواری پر اور پیدل مسجد قباء کی زیارت کرتے تھے۔

۱۱۹۱۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ لَا يُصَلِّي مِنَ الصُّحَى إِلَّا فِي يَوْمَيْنِ يَوْمَ يَقْدَمُ بِمَكَّةَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْدَمُهَا صُحَى، فَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فِي الْمَقَامِ، وَيَوْمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءِ، فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيهِ كُلُّ سَبْتٍ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ حَتَّى يُصَلِّيَ فِيهِ. قَالَ وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُهُ رَاكِبًا وَفَرَسًا.

[اطراف الحديث: ۱۱۹۳-۱۱۹۴-۷۳۲۶]

(صحیح مسلم: ۱۳۹۹، رقم المسلسل: ۳۳۳۰، سنن ابوداؤد: ۲۰۴۰)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر، ان کی کنیت ابو یوسف ہے (۲) ابن علیہ، ان کا نام اسماعیل بن ابراہیم بن سہم ہے، یہ ابن علیہ سے معروف ہیں، علیہ ان کی ماں کا نام ہے (۳) ایوب بن کيسان السخثیانی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۷۶)

حضرت ابن عمر کہتے تھے: میں اس طرح کرتا ہوں جس طرح

میں نے اپنے اصحاب کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میں کسی کو نماز

۱۱۹۲۔ قَالَ وَكَانَ يَقُولُ لَهُ إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يَصْنَعُونَ، وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا أَنْ يُصَلِّيَ لِيْ أَيْ

سَاعَةً شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، غَيْرَ أَنْ لَا تَتَحَرَّوْا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا۔  
پڑھنے سے منع نہیں کرتا خواہ وہ دن اور رات کو کسی وقت بھی نماز پڑھے مگر طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز کا قصد نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلان مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابوجعفر الہادی نے کہا: نبی ﷺ کا مسجد قباء میں جانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو فضیلت والی مسجد شہر کے قریب ہو اس میں پیدل اور سوار ہو کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ تین مسجدوں کے علاوہ کجاوے کسے کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے برابر ہے

امام ابن ابی شیبہ نے از ابی امامہ بن سہل از والد خود از نبی ﷺ یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۰، مجلس علمی بیروت سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۱، الاحاد والثانی: ۱۹۸۹، سنن ترمذی: ۳۲۳، المستدرک ج ۱ ص ۴۸۷، ابن ابی حاتم ج ۹ ص ۱۳۸)

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اس میں نماز پڑھنا عمرہ کی مثل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۳، مجلس علمی بیروت)

دکیع سے روایت ہے کہ حضرت انس بن سہر بنی مالک نے کہا: میں نے آنحضرت ﷺ کی اس میں نماز پڑھنے کی بات سنی ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: وہ مسجد نبوی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۳، مجلس علمی بیروت، صحیح ابن حبان: ۱۶۰۵، المعجم الکبیر: ۶۰۲۵، ج ۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱)

دکیع نے حضرت ابوسعید خدری سے بھی اس کی شکل و صورت کہی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۲، مجلس علمی بیروت، المستدرک ج ۲ ص ۳۳۴، دلائل النبوة ج ۶ ص ۲۶۳، سنن ترمذی: ۳۰۹۹، سنن نسائی: ۷۷۶، صحیح ابن حبان: ۷۶۰)

امام دارقطنی نے کثیر بن ولید سے از نبی ﷺ اس کی مثل روایت کی ہے اور یہ حضرت ابن عمر سعید بن المسیب اور امام مالک بن انس کا قول ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں مسجدوں کی اپنی تقویٰ پر ہو۔

اس میں فقہ مالکیہ اختلاف ہے کہ اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے یا نہ ہے وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت پر پڑھ

لے۔ (شرح ابن بطلان ج ۳ ص ۱۸۴-۱۸۳، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مسجد قباء کی فضیلت اور ہفتہ کے دن مسجد قباء جا کر نماز پڑھنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث میں قباء کی فضیلت ہے اور قباء کی مسجد کی فضیلت ہے اور وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت ہے۔

(۲) اس میں مسجد قباء کی زیارت کا استحباب ہے اور اس مسجد میں نماز پڑھنے میں نبی ﷺ کی اقتداء ہے اسی طرح ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت مستحب ہے۔

(۳) ہفتہ کے دن مسجد قباء کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ہجرت کی ابتداء میں سب سے پہلے اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی تھی پھر اس کے بعد مدینہ میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تھی اور جمعہ کے دن مسجد نبوی میں جمعہ کی نماز پڑھی



جاتی تھی اور جمعہ کے دن اہل قباء مدینہ میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے آتے تھے اور جمعہ کے دن جمعہ کے وقت میں مسجد قباء نماز سے معطل ہو جاتی تھی تو اس کے تدارک کے لیے نبی ﷺ اور آپ کی اتباع میں صحابہ ہفتہ کے دن مسجد قباء میں آ کر چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔

(۴) اس حدیث میں بعض ایام کو بعض نفلی عبادات کے ساتھ خاص کرنے کی دلیل ہے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۷۸-۳۷۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ سوئم، چہلم اور عرس میں دنوں کی تعیین کی اصل بھی یہی حدیث ہے، شیخ تھانوی نے اس حدیث سے عرس کے لیے دن کی تعیین کی اصل نکالی ہے۔ (دیکھئے: البوادر النوار ص ۴۵۸، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء)

\* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۳۱۸۵-ج ۳ ص ۷۸ پر مذکور ہے، اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① مسجد قباء اور اس کے فضائل ② ہفتہ کے دن مسجد قباء جانے کی خصوصیت ③ اعمال صالحہ کی بعض ایام میں تخصیص۔

جو ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء آیا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء پیدل اور سوار ہو کر آتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۳ - بَابُ مَنْ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ  
۱۱۹۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَفْعَلُهُ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۹۱ میں گزر چکی ہے۔

مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن جریج نے کہا: ہم نے حدیث بیان کی از ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مسجد قباء سوار ہو کر اور پیدل آتے تھے۔ ابن نمیر نے یہ اضافہ کیا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع، پس وہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۴ - بَابُ إِتْيَانِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا  
۱۱۹۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي قُبَاءً رَاكِبًا وَمَاشِيًا. رَأَى ابْنُ نُسَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ، فَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۹۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قبر اور منبر کے درمیان فضیلت کا بیان

۵ - بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن ابی بکر از عباد بن حمیم از حضرت عبد اللہ بن زید المازنی رضی اللہ

۱۱۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَادِ بْنِ حَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمَنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رَّيَاضِ الْجَنَّةِ. [طرف الحديث: ۷۳۵]

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۹۱۵، المعجم الخیر: ۱۱۱۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۲۳ - ج ۱۲ ص ۱۵۹)

آپ کے گھر آپ کے حجرہ اور آپ کی قبر کی فضیلت کے متعلق احادیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے گھر اور منبر کے درمیان۔ اس کے دو معنی ہیں: پہلا معنی یہ ہے:

(۱) میرے اس گھر کے درمیان جس میں میں رہتا ہوں اور یہ معنی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ متعارف یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص اپنے گھر میں ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اس گھر میں ہے جس میں وہ رہتا ہے اور ایک روایت میں ہے: میرے حجرہ اور میرے منبر کے درمیان اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۲، مسند احمد: ۹۳۳۸-ج ۱۵ ص ۱۹۶)

(۲) دوسرا معنی یہ ہے: زید بن اسلم نے کہا: اس حدیث میں ”بیست“ سے مراد آپ کی قبر ہے اور اس معنی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان۔ (مسند ابویعنی: ۱۲۴۱، مشکل الآثار ج ۳ ص ۷۰، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۰۳، المعجم الکبیر: ۱۳۱۵۶، المعجم الاوسط: ۶۱۴، الضعفاء للعسقلانی ج ۳ ص ۷۳، حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۳۲۴، شرح مشکل الآثار: ۲۸۷۲، مسند الزہراء: ۱۱۹۳، مسند احمد ج ۳ ص ۶۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۶۱۰، ج ۱۸ ص ۱۵۳، مؤسسۃ البرصالیۃ بیروت)۔

امام طبری نے کہا ہے کہ جب کہ آپ کی قبر انور آپ کے گھروں میں سے ایک گھر ہے تو یہ حدیث اس سے مؤید ہے اس حدیث کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں لیکن اس کا معنی متفق ہے کہ آپ کا وہ گھر جس میں آپ کی قبر ہے وہ آپ کے گھروں میں سے ایک حجرہ ہے اور آپ کے گھروں میں سے ایک گھر ہے اور وہی آپ کی وفات کے بعد وہی آپ کا گھر ہے پس آپ کا وہ گھر اور آپ کا وہ حجرہ جس میں آپ کی قبر ہے وہ جنس کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور ”روضۃ“ کلام عرب میں اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں خشک اور تر گھاس ہو۔

نبی ﷺ کی مراد یہ ہے کہ جس بندہ کوئی نیک عمل نہ کرے اور نہ چاہتا ہو یا کوئی ذکر کرے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو یا کوئی شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہو تو یہ چیزیں اس کو جنت کی طرف لے جائیں گی، اسی طرح جو شخص نبی ﷺ سے ایمان اور دین کی باتیں سنتا ہو تو وہ چیزیں بھی اس کی جنت کی طرف قیادت کریں گی، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں چرایا کروا  
صحابہ نے پوچھا: جنس کے باطن کیا ہیں؟ فرمایا: ذکر کے سلقے۔ سنن ترمذی: ۴۳۱۔ سنن داری: ۱۰۰۰۔ مسند امام احمد: ۴۰۰۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کر دے پس جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرو اور یاد رکھو کہ جنت تلواریں کے سایوں کے نیچے ہے۔  
(صحیح البخاری: ۳۰۲۶، صحیح مسلم: ۱۷۴۱، سنن کبریٰ للنسائی: ۸۶۳۴)

یعنی جہاد ایسا عمل ہے جو جنت تک پہنچاتا ہے اسی طرح اللہ کا ذکر بھی بندہ کو جنت کی طرف پہنچا دیتا ہے۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے اس کا ایک معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ بعینہ اسی منبر کو حوض پر لوٹا دے گا اور اس کو بلند کر کے حوض پر رکھ دے گا، دوسرا معنی یہ ہے کہ حوض پر بھی نبی ﷺ کا ایک منبر ہوگا۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۵-۱۸۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ قرار دینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

آپ کے حجرہ اور منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ اس لیے فرمایا ہے کہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنے والے فرشتے اور انسان اور جنات سر جھکائے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی مدینہ منورہ کی فضیلت پر دلالت ہے خصوصاً اس جگہ پر جو آپ کے حجرہ اور آپ کے منبر کے درمیان ہے اور جو شخص اس جگہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو لازم رکھے گا تو یہ اطاعت اس کو جنت کے باغات میں سے کسی باغ کی طرف پہنچا دے گی اور جس شخص نے آپ کے منبر کے پاس عبادت کو لازم رکھا تو اس عبادت کی وجہ سے اس کو جنت کے حوض سے پلایا جائے گا۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۳۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

۱۱۹۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَىٰ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي حُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے حبیب بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة ومنبری علی حوض۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۸۸-۶۵۸۸-۷۳۳۵] ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۱۱۹۵ کا مطالعہ کریں۔

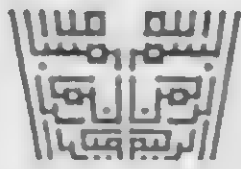
### بیت المقدس کی مسجد

### ۶ - بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

۱۱۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ سَمِعْتُ قَزْعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أبا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ مِنْ نَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعَجَبَنِي وَأَنْقَنِي قَالَ لَا تُسَافِرُ السَّرَّاءُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمٌ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَلَا صَلَاةٌ بَعْدَ صَلَوَتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبد الملک انہوں نے کہا: میں نے زیاد کے آزاد شدہ غلام قزعة سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار حدیثوں کی روایت کرتے تھے جو مجھے بہت اچھی اور دلکش لگیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت اپنے خاوند یا محرم کے بغیر دو دن کا سفر نہ کرے اور دو دن روزہ نہ رکھے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اور دو نمازوں کے بعد نماز نہ پڑھے: صبح کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور تین مسجدوں کے سوا اونٹنیوں پر کجاوے نہ لگے جائیں: مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۶ کا مطالعہ کریں۔



نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

## ۲۱۔ کتاب العمل فی الصلوٰۃ

### نماز میں کوئی عمل کرنے کا بیان

۱۔ بابُ اسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ إِذَا

نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جب کہ

كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ

اس عمل کا تعلق نماز سے ہو

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کوئی شخص نماز میں اپنے

يَسْتَعِينُ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ بِدَيْتِهِ أَوْ بِسَيْدِهِ

جسم سے بچا ہے یا اپنے کمرے سے اس عمل کا تعلق نماز سے ہو۔

اس تعلیق پر یہ اعتراض ہے کہ عنوان میں ہاتھ سے مدد لینے کا ذکر ہے اور اس تعلیق میں جسم سے مدد لینے کا ذکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھ بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔

وَوَضَعَ أَبُو إِسْحَاقَ قَلَسُوتَهُ فِي الصَّلَاةِ

اور ابواسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اٹھایا۔

وَرَفَعَهَا.

ابواسحاق کا نام عمرو بن عبد اللہ السدوسی ہے۔ بہار النعمین ص ۳۸۸ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مشائخ میں سے ہیں انہوں نے

نبی ﷺ کے ۳۸ اصحاب کی زیارت کی تھی۔

وَوَضَعَ عَلِيُّ بْنُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَفَّهُ عَلَى

حضرت علی نے اپنی ہتھیلی بائیں کھائی پر رکھی سو اس کے کہ وہ

رُصْغِهِ (رُغْه) الْاَيْسَرُ إِلَّا أَنْ يَحُلَّ جِلْدًا أَوْ سُلِيَّةً

بلد کو کھجائیں یا اپنے کپڑے کو ٹھیک کریں۔

ثَوْبًا.

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

غزوہ بن جریر الضحی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ بائیں کھائی پر رکھتے پھر اسی طرح رکھے رہتے حتیٰ کہ رکوع کرتے یا اپنے کپڑے کو ٹھیک کرتے یا جسم پر کہیں کھجاتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۶۱، مجلس علم بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۰، کراچی)

۱۱۹۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

مَالِكُ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از مخرمہ

ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

بن سلیمان از کریم مولی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام المؤمنین میمونہ





(صحیح مسلم: ۵۳۸، الرقم السلسل: ۱۱۸۱، سنن ابوداؤد: ۹۲۳، سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۹، سنن کبریٰ: ۵۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷۳، مسند ابویعلیٰ: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمہ: ۸۵۵، المعجم الکبیر: ۱۰۱۲۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۸، شرح السنہ: ۷۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۷۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۵۶۳، ج ۲ ص ۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۱۱، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۵۰۴۳)

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُرَيْثُ بْنُ سَفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

اس حدیث کی دوسری سند: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہریم بن سفیان نے حدیث بیان کی از الأعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، اسی کی مثل مروی ہے۔

۱۲۰۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى هُوَ ابْنُ يُونُسَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شَبِيلٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ إِنَّ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ، حَتَّى نَزَلَتْ ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ﴾ (البقرہ: ۲۳۸)، فَأَمَرْنَا بِالسُّكُوتِ. [طرف الحدیث: ۳۵۳۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی اور وہ ابن یونس ہیں از اسماعیل از الحارث بن شبیل از ابی عمرو الشیبانی، انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی ﷺ کے عہد میں نماز میں کلام کرتے تھے ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت کی بات کرتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی: تم (تمام) نمازوں کی حفاظت کرو اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے خاموشی سے کھڑے رہو (البقرہ: ۲۳۸) پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۵۳۹، الرقم السلسل: ۱۱۸۳، سنن ابوداؤد: ۹۳۹، سنن ترمذی: ۳۰۵، سنن نسائی: ۱۲۱۹، السنن الکبریٰ: ۱۱۰۳، صحیح ابن خزیمہ: ۷۵۶-۷۵۷، صحیح ابن حبان: ۲۲۳۶، المعجم الکبیر: ۵۰۶۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۸، شرح السنہ: ۷۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۷۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۲۷-۱۹۲۸، ج ۲ ص ۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۷۲، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۱۹۷۳)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یونس بن زاذان التیمی الفرار ابو اسحق (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحق السبعی (۳) اسماعیل بن ابی خالد الحمسی البجلی، ابو خالد نام سعد ہے (۴) حارث بن شیبہ (۵) ابو عمرو الشیبانی، ان کا نام سعید بن یونس ہے (۶) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ الانصاری الخزرجی، یہ ۶۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۶۳)

نماز میں اصلاح نماز کے لیے کلام کرنے پر علامہ ابن بطلال کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۳۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام اوزاعی نے نماز کی مصلحت کے لیے نماز میں کلام کرنے کی اجازت دی ہے اور فقہاء احناف نے اس سے منع کیا ہے، امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز دو رکعت پڑھا دی تو حضرت ذوالیدین نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اب نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے؟ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: آیا جو یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے، صحابہ نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے دو رکعت اور پڑھیں اور سہو کے دو سجدے کیے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۷)

فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کی حدیث حضرت ذوالیدین کے قصہ کے لیے ناخ ہے اور ہم عنقریب حضرت ذوالیدین کی حدیث کی شرح میں اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ذکر کریں گے اور یہاں پر فقہاء احناف کا رد کرنے کے لیے کچھ دلائل کا ذکر کریں گے۔

تواتر کے ساتھ آثار سے یہ ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود حبشہ سے نبی ﷺ کے پاس آئے تھے جب آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا اور فرمایا تھا: بے شک نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اور یہ مکہ کا واقعہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ مدینہ میں فتح خیبر کے سال (۶ھ) میں اسلام لائے تھے تو پہلے کا واقعہ بعد والے واقعہ کو کیسے منسوخ کرے گا۔

اگر وہ یہ کہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کے لیے ناخ ہے جس میں حضرت ذوالیدین کا قصہ ہے کیونکہ حضرت زید بن ارقم انصار میں سے ہیں اور وہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی بنے اور سورۃ البقرہ بھی مدنی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی تاریخ نہیں ہے کہ کون سی حدیث دوسری حدیث سے پہلی ہے البتہ حضرت زید بن ارقم حضرت ابو ہریرہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور حضرت ابو ہریرہ فتح خیبر کے سال اسلام لائے تھے اور پانچ سال نبی ﷺ کے مصاحب رہے اور جب یہ معلوم نہیں ہے کہ ان اصحابی دور سے پہلے ہے تو ان میں سے کسی کی بھی حدیث کے منسوخ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت زید بن ارقم نے جو کہا ہے کہ ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور اصلاح نماز کے لیے کلام برقرار رہا تا کہ حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔

حضرت زید بن ارقم کی حدیث اس حدیث سے کہ امام سے روایت میں منع کیا گیا تھا کیونکہ انہوں نے کہا ہے: ہم ایک دوسرے سے اپنی ضروریات کے متعلق کلام کرتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۰۰) اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس قسم کا کلام نماز میں حرام ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے: ہم نماز میں ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے اور جب ہم حبشہ سے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا اور فرمایا: نماز میں مشغولیت ہوتی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں اس قسم کے کلام سے منع کیا گیا ہے جس کا صلہ نماز سے نہیں ہو اور حضرت ذوالیدین کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جس کلام کا صلہ اصلاح نماز سے ہو وہ مکہ نماز میں جائز ہے اور یہ مدینہ نماز میں ناجائز ہے تاکہ حدیث میں تضاد نہ ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۹-۱۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

### فقہاء احناف کے موقف پر امام طحاوی کے دلائل اور مخالفین کے جوابات

علامہ ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ حضرت ذوالیدین کی حدیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ اگر مقتدیوں میں سے کوئی شخص امام کو اس کے سہو پر مطلع کرنے کے لیے اس سے کلام کرے تو یہ جائز ہے کیونکہ حضرت ذوالیدین نے نبی ﷺ سے کلام کیا: کیا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں اور آپ نے ان کو جواب دیا کہ نماز کی مقدار کم ہوئی ہے نہ میں بھولا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸)

فقہاء احناف نے اس کے خلاف کہا ہے کہ نماز میں سوائے تکبیر پڑھنے، تسبیح پڑھنے، لا الہ الا اللہ پڑھنے اور قرآن پڑھنے کے اور

کوئی کلام کرنا جائز نہیں ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

معاویہ بن الحکم سلمیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، اچانک ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا: ”یرحمک اللہ“ تو نمازی مجھے آنکھوں سے گھورنے لگے میں نے کہا: تمہاری ماں تمہیں روئے! تم مجھے کیوں گھور رہے ہو! تو نمازیوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیئے جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے مجھے بلایا پس آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں! میں نے آپ سے بہتر معلم اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد اللہ کی قسم! آپ نے مجھے مارا نہ ڈانسا نہ بُرا کہا لیکن مجھ سے یہ فرمایا: بے شک ہماری اس نماز میں لوگوں سے کلام کرنا جائز نہیں ہے اس میں صرف تکبیر اور تسبیح ہے اور تلاوت قرآن ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۷، الرقم السلسل: ۱۱۷۹، سنن ابوداؤد: ۹۳۰، سنن نسائی: ۱۲۱۸، السنن الکبریٰ: ۱۲۱۸)

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں تسبیح اور تکبیر کے علاوہ کوئی اور کلام کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئے تو وہ سبحان اللہ کہے، تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے اور مرد سبحان اللہ کہیں۔ (صحیح البخاری: ۶۸۳، صحیح مسلم: ۴۲۱، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۰)

امام ابو جعفر فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حضرت ذوالیدین کی نماز میں کلام کرنے کی روایت ہے وہ نماز میں کلام کو منع فرمانے سے پہلے کہ اللہ سے درود اور تسبیح نہ پڑھا ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ تو فتح خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے تھے اور انہوں نے حضرت ذوالیدین کے نماز میں کلام کرنے کی حدیث روایت کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ۷ھ تک نماز میں کلام کرنا جائز تھا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کا نام حرقہ ہے وہ جنت بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ امام محمد بن اسحاق بن زید رحمہ اللہ نے اس کی تائید کی ہے کہ وہ شہداء بدر میں سے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ نے جو ان کا واقعہ بیان کیا ہے وہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے یہ واقعہ کسی اور سے سنا ہے۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد کے ایک ستون کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۹) اور حضرت عمران کی حدیث میں ہے: پھر آپ حجرہ کی طرف چلے گئے۔ (صحیح مسلم الرقم السلسل: ۱۲۷۱)

یہ باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے جب نماز میں چلے بھی تھے اگر کسی حدیث میں منسوخ نہ مانا جائے تو کیا نماز میں کلام کرنے سے منع تھا؟ پھر اس پر دلالت ہے کہ جب آپ ﷺ نماز میں چلے تھے تو آپ ﷺ کی نماز میں چلنا بھی جائز ہے اور کیا نماز میں چلنا آپ ﷺ کے لیے واجب تھا؟ (شرح معانی الآثار ج ۵ ص ۵۷۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت ذوالیدین کی حدیث کے منسوخ ہونے پر قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کی روایت والے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے پھر ان کے زمانہ خلافت میں بھی ایسا ہوا تو انہوں نے نماز دوبارہ پڑھی۔

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا پھر نمازیوں کی طرف مڑے تو ان کو بتایا گیا پس انہوں نے کہا: میں نے عراق سے ایک سامان سے لدا ہوا قافلہ تیار کیا تھا حتیٰ کہ وہ مدینہ میں آ گیا میں اس کے خیال میں مستغرق تھا پھر انہوں نے ان کو چار رکعت نماز پڑھائی (یعنی اس خیال کی وجہ سے دو رکعت نماز پڑھا

دی)۔ (شرح معانی الآثار: ۲۵۴۱)



حضرت عمر کو رسول اللہ ﷺ کے فعل کا علم تھا کہ آپ نے ایسی صورت میں دو رکعت مزید پڑھ کر سجدہ سہو کیا تھا اس کے باوجود جب ان کو بتایا گیا کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی ہے تو انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور یہ واقعہ جب پیش آیا تو رسول اللہ ﷺ کے دیگر اصحاب بھی موجود تھے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ نے حضرت ذوالیدین کی حدیث کے خلاف عمل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت ذوالیدین کی حدیث پر عمل منسوخ ہو چکا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۷۵ ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

\* باب مذکور کی دونوں حدیثیں شرح صحیح مسلم: ۱۱۰۵-۱۱۰۳ ج ۲ ص ۹۳ پر مذکور ہیں ان کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① منسوخیت کلام کی تاریخ ② اباحت اصل ہے ③ فقہی احکام ④ بقیہ فوائد۔

نماز میں مردوں کے لیے سبحان اللہ

اور الحمد للہ کہنے کا جواز

۳۔ باب مَا يَجُوزُ مِنَ التَّسْبِيحِ

وَالْحَمْدِ فِي الصَّلَاةِ لِلرَّجَالِ

۱۲۰۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يُصَلِّحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ لُؤْلُؤٍ وَخَانِتِ  
الصَّلَاةِ فَجَاءَ بِلَالٌ أبا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ  
حُبِسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَمَّ النَّاسُ؟  
قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتُمْ فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ فَتَقَدَّمَ أَبُو  
بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَصَلَّى الْهَاءِ ثُمَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصَّفِّ يَتْلُو آيَاتًا  
حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيحِ  
قَالَ سَهْلٌ أَلَمْ تَذَرُونَا مَا التَّصْفِيحُ؟ هُوَ التَّصْفِيحُ  
وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا يَتَفَتَّحُ فِي  
صَلَاتِهِ فَأَتَانَا الْكَرْبُ الْكَبِيرُ فَأَدَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ فَأَشَارَ إِلَيْهِ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو  
بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ  
وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے  
حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں  
کہ نبی ﷺ بنی عمرو بن لؤلؤ کے درمیان صلح کرانے کے لیے گھر  
سے نکلے اور نماز کا وقت آگیا پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت  
ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے پس کہا: نبی ﷺ وہاں مصروف ہو  
گئے کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ حضرت ابوبکر نے کہا:  
ہاں! اگر تم چاہو پس حضرت بلال نے نماز کی اقامت کہی پس  
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گئے بڑھے پس نماز پڑھائی پھر نبی ﷺ  
صفوں کو چیرتے ہوئے چلتے ہوئے آئے حتیٰ کہ آپ صفِ اول  
میں کھڑے ہو گئے پس نمازیوں نے تالیاں بجانا شروع کیں  
حضرت سہل نے کہا: کیا تم تالی بجانا جانتے ہو؟ وہ ہاتھ پر ہاتھ  
مارتے تھے اور حضرت ابوبکر اپنی نماز میں ادھر ادھر توجہ نہیں کرتے  
تھے پس جب نمازیوں نے زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر  
متوجہ ہوئے تو دیکھا: نبی ﷺ صف میں کھڑے ہوئے تھے  
آپ نے حضرت ابوبکر کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ نماز پڑھاتے رہو  
حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا پھر  
اٹے پاؤں پیچھے لوٹ گئے اور نبی ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز  
پڑھادی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۸۳ میں گزر چکی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کے عنوان میں مردوں کے

لیے سبحان اللہ کہنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے صحیح البخاری: ۶۸۳ میں اس حدیث کے آخر میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے نمازیوں سے فرمایا: تم اتنی زیادہ تالیاں کیوں بجا رہے تھے جب کسی شخص کو نماز میں کوئی چیز بتانی ہو تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے سوا امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ اس مکمل حدیث کے اعتبار سے ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں بھی فقہاء احناف کی دلیل ہے کیونکہ اگر اصلاح نماز کے لیے نماز میں امام سے کلام کرنا جائز ہوتا تو صحابہ تالیاں نہ بجاتے بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہتے: آپ پیچھے آ جائیں کیونکہ نبی ﷺ آچکے ہیں اور نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ مرد سبحان اللہ کہیں اس میں بھی یہ دلیل ہے کہ وہ نماز میں امام سے کلام نہ کریں صرف سبحان اللہ کہیں۔

جس نے نماز میں کسی کا نام لیا یا کسی کو بالمشافہ سلام

کیا اور جس کو سلام کیا اس کو علم نہ ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں ابو عبد الصمد عبد العزیز بن عبد الصمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از ابو داؤد از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں سلام کرتے تھے اور نام لیتے تھے اور ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے اس کو رسول اللہ ﷺ نے سن لیا تو آپ نے فرمایا: تم کہا کرو: تمام قوی عبادتیں اور بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پس جب تم نے ایسا کر لیا تو تم نے آسمان اور زمین میں اللہ کے ہر نیک بندہ کو سلام کر لیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۳۱ میں گزر چکی ہے اس حدیث میں بھی یہ دلیل ہے کہ مسلمان نماز میں پہلے ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا اور یہ عمل منسوخ کر دیا گیا۔

تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از

۴۔ بَابُ مَنْ سَمَّى قَوْمًا أَوْ سَلَّمَ فِي

الصَّلَاةِ عَلَى غَيْرِهِ مَوَاجَهَةً وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

۱۲۰۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو

عَبْدِ الصَّمَدِ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا

حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَقُولُ

التَّحِيَّاتُ فِي الصَّلَاةِ وَنُسَمِّي وَنُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلَى

بَعْضٍ فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ قُولُوا التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَامَاتُ لِلنَّبِيِّ

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ

أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ

وَرَسُولُهُ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذَلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ

عَلَى كُلِّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

۵۔ بَابُ التَّصْفِيقِ لِلنِّسَاءِ

۱۲۰۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا

سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجانیں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے، یعنی اگر امام کو اصلاح نماز کے لیے کسی بات پر متوجہ کرنا ہو تو نمازی کلام نہ کریں صرف سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تالی بجانیں۔

۱۲۰۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از ابی حازم از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تسبیح پڑھنا مردوں کے لیے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی 'صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۶ - بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فِي صَلَوَتِهِ أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرِ بَنِي زَوَاهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ جو شخص نماز میں پچھلے پیروں پر لوٹا یا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے آگے بڑھا اس حدیث کو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اس تعلق کی حدیث 'صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۰۵ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ يُونُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَكَرَّرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يُصَلِّي بِهِمْ فَفَجَّاهُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَشَفَ بَسْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَفَرَّ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ فَكَبَّرَ يَمُحُكُ فَكَبَّرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى عَقْبِيهِ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَهُمْ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ ائْتُوا ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتَوَقَّى ذَلِكَ الْيَوْمَ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی یونس نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی یونس نے کہا: زہری نے بیان کیا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ مسلمان پیر کے دن فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے پس اچانک انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پردے کا پردہ کھینچ دیا تھا آپ نے مسلمانوں کی صفوں کو دیکھا وہ صفوں میں تھے آپ ہنستے ہوئے مسکرائے حضرت ابوبکر اپنی ایزدوں کی طرف لوٹے اور انہوں نے گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی طرف نکلنے کا ارادہ فرما رہے ہیں اور مسلمانوں نے ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کو دیکھنے سے جو خوشی ہوئی ہے اس میں وہ نماز کو توڑ دیں آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے اور پردہ ڈال دیا اور اسی دن آپ وصال فرما گئے۔







گر جے میں عبادت کرتا تھا، ایک عورت نے کہا: میں ضرور جرتج کو فتنہ میں ڈالوں گی، اس نے جرتج کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر کے گناہ کے لیے کہا، جرتج نے انکار کیا، وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے نفس پر قادر کیا، پس اس نے ایک بچے کو جنم دیا، اور لوگوں سے کہا: یہ جرتج سے ہے، لوگ جرتج کے پاس آئے اور اس کے گرجے کو توڑ ڈالا اور اس کو گرجے سے نکال کر اس کی مذمت کی، پھر جرتج نے وضو کیا اور نماز پڑھی، پھر اس نوزائیدہ بچے کے پاس جا کر کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے کہا: چرواہا ہے، لوگوں نے کہا: ام تمہارا اگر جاسو نے کا بنا دیتے ہیں، جرتج نے کہا: نہیں! تم صرف مٹی کا بنا دو۔ (صحیح البخاری: ۲۴۸۲)

جرتج کے قصہ کے متعلق دیگر احادیث

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہد (پالنا یا پنگوڑہ) میں صرف تین (بچوں) نے کلام کیا ہے: (ایک) حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں، (دوسرا) بنی اسرائیل کا عابد تھا جس کا نام جرتج تھا، اس نے گر جانا جس میں وہ عبادت کرتا تھا، پس بنی اسرائیل میں جرتج کی عبادت کا بہت چرچا ہوا، ان میں سے ایک فاحشہ عورت نے کہا: اگر تم چاہو تو میں اس کو فتنہ میں ڈال دوں، انہوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں، پس وہ عورت جرتج کے پاس گئی اور اس کے درپے ہوئی، جرتج نے اس کی طرف توجہ نہیں کی، پھر اس عورت نے ایک چرہ دہا ہے کو اپنے نفس پر قادر کیا، جو جرتج کے گرجے کے پاس بکریاں چراتا تھا، وہ حاملہ ہو گئی اور اس نے ایک بچہ جنم دیا، لوگوں نے پوچھا: یہ بچہ کس سے؟ اس نے کہا: جرتج سے، پھر جرتج نے اس کو گرجے سے نکالا، اس کو گالیاں دیں اور زد و کوب کیا اور اس کے گرجے کو منہدم کر دیا، جرتج نے پوچھا: تم نے اس سے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ تم نے اس فاحشہ عورت سے زنا کیا ہے اور اس نے بچہ جنم دیا ہے، جرتج نے پوچھا: وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ یہ ہے، پھر جرتج کھڑا ہوا، اس نے نماز پڑھی اور دعا کی، پھر وہ بچہ کی طرف گیا اور اس کو انگلی چبھائی، پھر کہا: اللہ کی قسم! اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میں چرہ دہا ہے کا بیٹا ہوں، پھر وہ لوگ تیز سے جرتج کی طرف آئے، اس کو بوت سینے لگے اور کہنے لگے: ہم آپ کے لیے سونے کا گر جانا دیتے ہیں، جرتج نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میرے لیے پہلے جیہ مٹی کا گر جانا دو۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۳۳۳۶، صحیح مسلم: ۲۵۵۰، صحیح ابن حبان: ۶۳۸۹، شعب الایمان: ۷۸۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۰۷۱۔

ج ۱۴ ص ۴۳۵-۴۳۴ مؤسسه الرساله بیروت

امام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "السنون ۸" ہے، بھی اس حدیث کو دیکھ لیں۔ یہ اضافہ ہے: پھر وہ لوگ برقع کی طرف برہنہ ہو گئے۔ اس سے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

(موسوعة ابن أبي الدنيا ج ٢ ص ٣٠٤ المكتبة العصرية بيروت ١٤٢٦هـ)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے نیکی کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بتایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جو اپنے گرجے میں عبادت کرتا تھا اس کا نام جرتج تھا اس کی ماں تھی جو اس کے پاس آتی تھی وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے باتیں کرتا تھا ایک دن وہ اس کے پاس آئی تو وہ نماز پڑھ رہا تھا اس نے اس کو آواز دی اس نے اپنا سر اوپر اٹھا کر اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر اس کو اے جرتج اے جرتج! کہہ کر تین مرتبہ آواز دی ہر بار جرتج یہ کہتا: اے میرے رب! میری ماں ہے اور میری نماز ہے پس اس کی ماں غضب ناک ہوئی اور اس نے بددعا دی: اے اللہ! جرتج اس وقت تک نہ مرے

جب تک فاحشہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے، اس شہر کے بادشاہ کی بیٹی بالغ ہو کر حاملہ ہو گئی اور اس نے ایک بچہ جن دیا، لوگوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کس نے یہ کام کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ گر بے والا ہے جس کا نام جرتج ہے، پھر جرتج نے اپنے گر بے کی بنیاد میں پھاڑے مارنے کی آوازیں سنیں، اس نے پوچھا: تم پر افسوس ہے یہ تم کیا کر رہے ہو؟ جب جرتج نے یہ دیکھا تو وہ رستی پکڑ کر نیچے لٹک گیا، لوگوں نے اس کو زد و کوب کرنا شروع کیا اور کہا: تم ریاکار ہو اور لوگوں کو اپنے عمل سے دھوکا دیتے ہو، جرتج نے کہا: تم پر افسوس ہے تمہیں کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس بستی کے بادشاہ کی بیٹی کو تم نے حاملہ کر دیا ہے، جرتج نے پوچھا: اس لڑکی کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس نے بچہ جن دیا ہے، جرتج نے پوچھا: کیا وہ بچہ زندہ ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! جرتج نے کہا: اچھا میرے پاس سے جاؤ، لوگ چلے گئے، جرتج نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک درخت کے پاس گیا اور اس کی ایک شاخ توڑی، پھر اس نوزائیدہ بچے کے پاس آیا جو اپنے پالنے میں تھا، اور اس سے کہا: تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا باپ فلاں چرواہا ہے، لوگوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کے لیے سونے کا گر جا بنادیں اور اگر آپ چاہیں تو چاندی کا گر جا بنادیں، جرتج نے کہا: اس کو پہلے کی طرح بنادو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۲۵-۲۲۴، المعجم الکبیر: ۷۴۹۴، صحیح ابن حبان: ۶۳۸۹، حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی المفضل بن فضالہ ہے، اس کی امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے، بہر حال اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۵)

اگر نمازی کو نماز میں رسول اللہ ﷺ یا والدین بلائیں تو وہ کیا کرے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بلا، ماں قریشی متوفی ۱۳۹ھ، اس حدیث کی شرح لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جرتج کی شریعت میں نماز میں بلا کرنا ممنوع نہیں تھا، اسی وجہ سے جب اس نے اپنی ماں کے بلانے پر جواب نہیں دیا تو اس کے خلاف اس کی ماں کی دعا قبول کی گئی، پہلے ہماری شریعت میں بھی نماز میں باتیں کرنا جائز تھا، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہو گئی:

وَقَوْمُوا لِلّٰہِ قُنُوتَیْنِ ○ (البقرہ: ۲۳۸)

امام بخاری نے حضرت سعید بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، پس مجھے نبی ﷺ نے بلایا، میں نے آپ کو جواب نہیں دیا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا، آپ نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا:

اَسْتَجِیْبُوا لِلّٰہِ وَالرَّسُولِ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُخْفِیْکُمْ ○ (الانفال: ۲۴)

تم اللہ اور رسول کے بلانے پر چلے آؤ، ہم جانتے ہیں وہ تمہیں کیا چھپاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۶۳۷)

اور نبی ﷺ کا حضرت سعید بن مسعود کو نہ آنے پر زجر کرنا اسی وقت جائز تھا، جب نماز میں کلام مباح تھا، اور جب نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا تو کسی نماز کے لیے نماز توڑنا جائز نہیں ہے خواہ نماز میں اس کی ماں بلائے یا کوئی اور کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۵۳۶) اور شریعت میں اللہ تعالیٰ کا حق ماں باپ کے حق پر مقدم ہے، لیکن فقہاء نے کہا ہے کہ وہ نماز میں تخفیف کرے اور ماں باپ کے بلانے پر چلا جائے۔

رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث مرسل اس کے خلاف مروی ہے:

محمد بن المنکدر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہاری ماں تمہیں نماز میں بلائے تو اس کو جواب دو، اور

جب تمہارا باپ تمہیں بلائے تو اس کو جواب نہ دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

محمد بن المنکدر کی جو حدیث ہے فقہاء اس کے خلاف ہیں اور میرے علم میں مکحول کے سوا اس کا کوئی قائل نہیں ہے اور ہو سکتا ہے اس کا یہ معنی ہو کہ جب تمہاری ماں تم کو نفل نماز میں بلائے تو سبحان اللہ کہہ کر اس کو جواب دو اور جب تمہارا باپ تمہیں نفل نماز میں بلائے تو نماز کو مختصر کر کے سلام پھیرو پھر اس سے کلام کرو اور جب تمہاری ماں تمہیں بلائے تو جلدی سے سبحان اللہ پڑھو اور سلام پھیر دو۔

المہلب نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص میں قوت ہو اور وہ عبادت میں شدت کو اختیار کرے تو یہ افضل ہے کیونکہ جرتج نے اللہ کے حق کی رعایت کی اور عبادت میں خشوع کو لازم رکھا اور اپنی ماں کو جواب دینے پر نماز کو ترجیح دی اور ماں کو جواب نہ دینے پر اللہ نے اس کو سزا دی اور اس کی بددعا کا اسے سامنا کرنا پڑا پھر اللہ سے مناجات کرنے اور اس کے خشوع کا اس کو یہ صلہ دیا کہ بچہ کو کلام کرنے سے اس کی کرامت ظاہر فرمائی۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۹۷-۱۹۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال نے اچھی شرح کی ہے لیکن ان کا مطلقاً یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ جب نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا تو کسی کے لیے نماز کو توڑنا جائز نہیں ہے بلکہ ماں یا باپ اور کلمہ اس سے یہ تبرا ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے بلائے پر بھی نماز چھوڑ کر آنا جائز نہیں ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اور الانفال: ۲۳ میں اس کا رد موجود ہے اور عام مسلمانوں کے بلائے پر نبی ﷺ کے بلائے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

### حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ نے اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ذکر کیے ہیں:

- (۱) والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی بہت اہمیت ہے اور ان کی دعا اور بے سادوں کی دعا ہوتی ہیں۔
- (۲) جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی مشکل میں مبتلا ہوں تو اللہ ان کے لیے مشکل سے نکلنے کی راہ پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (الحاق: ۲)

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ بنا دیتا

اور ان پر جو شدت اور سختی طاری ہوتی ہے اس سے ان کا اجر زیادہ ہوتا ہے۔

(۳) جب کوئی مشکل پیش آئے تو وضوء کر کے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

(۴) وضوء کرنا ہماری امت سے پہلی امتوں میں بھی مشروع اور معمول تھا۔

(۵) اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے معتزلہ اس کے مخالف ہیں۔

(۶) بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں یہی صحیح مذہب ہے۔

(علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۳ میں اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری ج ۴ ص ۶۱۵ میں اس کو نقل کیا ہے)۔

(۷) کرامات ہر قسم کے خوارق کو شامل ہیں بعض لوگوں نے کہا: اس کا تعلق صرف دعا قبول ہونے کے ساتھ ہے یہ غلط ہے اور

مشاہدہ کے خلاف ہے بلکہ کرامات سے حقائق بدل جاتے ہیں اور کوئی چیز عدم سے وجود میں آ جاتی ہے۔

(صحیح مسلم بشرح نووی ج ۱۰ ص ۶۵۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۳۸۵۔ ج ۷ ص ۳۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① نماز میں والدین کے بلانے پر نماز توڑ کر آنے کے متعلق فقہاء کے نظریات ② اولیاء اللہ کی کرامات کی تحقیق ③ اولیاء اللہ پر مصائب اور مشکلات طاری ہونے کی حکمتیں ④ وسیلہ کا لغوی معنی ⑤ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات ⑥ حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا ⑦ رسول اللہ ﷺ کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا ⑧ رسول اللہ ﷺ کا سالکین کے وسیلہ سے دعا کی تلقین فرمانا ⑨ رسول اللہ ﷺ کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا ⑩ بعض ناشرین کا جامع ترمذی کے نسخوں سے ”یا محمد“ کو حذف کر دینا ⑪ حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا ⑫ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا ⑬ شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید توثیق اور تصحیح ⑭ طبرانی کی روایت مذکورہ کا دوسری روایت سے تعارض کا جواب ⑮ توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات ⑯ توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ ⑰ توسل بعد وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ ⑱ توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ ⑲ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے استمداد کے متعلق احادیث ⑳ رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات ㉑ امام ابن اثیر اور کثیر کے کتب میں عہد صحابہ میں ندائے یا محمد (ﷺ) کا رواج ㉒ ندائے یا محمد (ﷺ) اور توسل میں علماء دیوبند کا موقف ㉓ ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف۔

نماز میں کنکریوں کو ہاتھ سے ہٹانا

## ۸۔ بَابُ مَسْحِ الْحَصَةِ فِي الصَّلَاةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت معقیب بنی ثعلبہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے اس شخص کے متعلق فرمایا: اپنے سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرتا ہے: اگر تم یہ کرنے والے ہو تو ایک دفعہ کرو۔

۱۲۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ سَمِعْتُ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُعَقِّبُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةٌ.

(صحیح مسلم: ۵۳۶، رقم المسلسل: ۱۱۹۹، سنن ابوداؤد: ۹۴۶، سنن ترمذی: ۳۸۰، سنن نسائی: ۱۱۹۲، سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۶، المستدرک: ۲۱۸، مسند ابوداؤد

الطحاوی: ۱۱۸، صحیح ابن خزیمہ: ۸۹۵، مشکل الآثار: ۱۳۳۱، المعجم الکبیر: ۸۲۶، ج ۲۰، سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸۵-۲۸۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۶، طبع قدیم

مسند احمد: ۱۵۵۰۹، ج ۲۳ ص ۲۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۶۷، مکتبۃ الرشد ریاض، مسند الطحاوی: ۶۸۷۰)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن رکیں (۲) شیبان بن عبد الرحمن (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف (۵) معقیب بن ابی فاطمہ الدوسی، یہ بنو عبد شمس کے حلیف ہیں، قدیم الاسلام ہیں، یہ رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی کے محافظ تھے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ان کو بیت المال کا محافظ بنایا، ان کو جذام کا مرض ہو گیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اطباء کو جمع کیا تو مرض رک



گیا یہ وہی ہیں جن کے ہاتھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نبی ﷺ کی انگوٹھی گر گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۵)

**سجدہ کی جگہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء**

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سجدہ کی جگہ سے نماز میں ایک مرتبہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی رخصت دی گئی ہے، حضرت ابوذرؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہم نے یہ رخصت دی ہے، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نماز میں ایسا کرتے تھے، فقہاء تابعین میں ہے ابراہیم نخعی اور ابو صالح کا یہی قول ہے۔

علامہ خطابی نے معالم السنن میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے، صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ کہا ہے اور فقہاء تابعین میں سے حسن بصری نے اور بعد کے علماء نے۔ (معالیم السنن ج ۱ ص ۲۰۱)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کی کراہت میں علماء کا اتفاق ہے کیونکہ یہ تواضع کے خلاف ہے اور نمازی کی نماز سے توجہ ہٹانے کا سبب ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کی کراہت پر اتفاق نہیں ہے کیونکہ امام مالک اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور وہ نماز میں ایسا کرتے تھے اور تلوٰع میں مذکور ہے کہ متقدمین کی ایک جماعت اپنے سجدہ کی جگہ پر ایک مرتبہ کنکریوں پر ہاتھ پھیر کر ہٹاتی تھی اور ایک مرتبہ سے زیادہ کو وہ مکروہ کہتے تھے اور اہل لائبر (لیبر متقدمین) ایک مرتبہ سے زیادہ ہاتھ پھیرنے کو حرام کہتے ہیں، ابن حزم نے کہا ہے کہ نمازی پر فرض ہے کہ وہ کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرے اور اس کو ترک کرنا افضل ہے، لیکن شیخ زکریا نے سے پہلے سجدہ کی جگہ کو صاف کر لے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۱۶)

### سجدہ گاہ سے کنکریوں کو صاف کرنے کے متعلق احادیث

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے، لہذا وہ کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۳۵، سنن ترمذی: ۳۷۷، سنن نسائی: ۱۱۹۰، مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۹)

حضرت معقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو کنکریوں پر ہاتھ نہ پھیرو، اگر تم نے ضرور ایسا کرنا تو ایک مرتبہ کنکریوں کو ہم وار کر لو۔ (سنن ابوداؤد: ۹۳۵، سنن نسائی: ۱۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۶، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کنکریوں کو ہاتھ سے لے لیا تو اس نے لغو کام کیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۰۲۵)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جس نے بلا ضرورت کنکریوں کو چھوا یا ایک مرتبہ سے زیادہ کنکریوں کو چھوا تو اس نے لغو کام کیا۔

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۱۱۲۱۔ ج ۲ ص ۱۱۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① حضرت معقیب رضی اللہ عنہ ② حدیث سے حاصل شدہ فقہی احکام۔

نماز میں سجدہ کے لیے

کپڑا بچھانا

۹۔ بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي

الصَّلَاةِ لِلْسُّجُودِ

۱۲۰۸۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا غَالِبٌ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

ہمیں غالب نے حدیث بیان کی از بکر بن عبد اللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے تھے جب ہم میں سے کوئی شخص زمین پر اپنا چہرہ نہ رکھ سکتا تو وہ (زمین پر) کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۔ بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ

۱۲۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أُمُّ رَجُلٍ فِي قِبْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيُ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَرَفَعْتُهَا فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا.

نماز میں جو عمل کرنا جائز ہے  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو النضر از ابو سلمہ از عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کے قبلہ کی طرف ٹانگیں پھیلا لیتی تھی اور آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے پس جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے اشارہ کرتے تو میں اپنی ٹانگیں سمیٹ لیتی پس جب آپ کھڑے ہوتے تو میں ٹانگیں پھیلا لیتی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۱۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ يَصْنَعُ لِي فَنَسُدُّ عَلَى يَفْقَطُ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَأَمْكَنِي اللَّهُ مِنْهُ فَنَدَعْتُهُ وَأَقْدَمْتُ أَنْ أُوثِقَهُ إِلَى سَارِيَةٍ حَتَّى تُصْبِحُوا تَنْظُرُوا إِلَيَّ فَذَكَرْتُ قَوْلَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ أَيْ مُسْلِمٌ أَلَيْسَ بِإِسْمٍ مِنْ بَعْدِي (مس: ۳۵) فَرَدَّهُ اللَّهُ خَائِبًا ثُمَّ قَالَ النَّضْرُ بْنُ شَمِيلٍ فَذَعْتُهُ بِالذَّالِ أَيْ خَنَقْتُهُ وَفَدَعْتُهُ مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿يَوْمَ يُدْعُونَ﴾ (النور: ۱۳) أَيْ يُدْفَعُونَ وَالصَّوَابُ فَذَعْتُهُ إِلَّا أَنَّهُ كَذًا قَالَ بِتَشْدِيدِ الْعَيْنِ وَالتَّاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زید عن ابی ہریرہ از نبی ﷺ آپ نے نماز پڑھا کر فرمایا: بے شک شیطان میرے پاس آیا پس مجھ پر حملہ کیا تا کہ میری نماز توڑ دے پس اللہ نے مجھ کو اس پر قدرت دی سو میں نے اس کو دھکا دیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو (مذبح کے) کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ تم صبح کو اٹھ کر اس کو دیکھتے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعایاد آئی: اے اللہ! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کے لیے سزاوار نہ ہو (مس: ۳۵) پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ناکام لوٹا دیا پھر النضر بن شمیل نے کہا ہے کہ یہ لفظ ”فدعته“ ذال کے ساتھ ہے یعنی میں اس کا گلا گھونٹ دوں اور ”فدعته“ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے: ”يَوْمَ يُدْعُونَ“ (النور: ۱۳) یعنی جس دن ان کو دور کیا جائے گا اور صحیح لفظ ”فدعته“ یعنی عین اور تا پر تشدید ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

## ۱۱۔ بَابُ إِذَا انْفَلَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلَاةِ

اس عنوان میں ”انفلت“ کا لفظ ہے اس کا مصدر ”انفلات“ ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز سے چھٹکارا پانا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب نماز میں سواری رتی چھڑا کر بھاگ جائے تو نمازی کیا کرے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ إِنْ أَخَذَ ثَوْبَهُ يَتَّبِعُ السَّارِقَ وَيَدْعُ الصَّلَاةَ۔  
اور قتادہ نے کہا: اگر چور نمازی کا کپڑا چرائے تو وہ نماز چھوڑ دے۔

اس تعلق کے مقارب یہ حدیث ہے:

معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے پوچھا: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ایک بچہ کنویں پر ہے اور اس کو خطرہ ہے کہ وہ کنویں میں گر جائے گا، کیا وہ نماز سے پھر جائے؟ قتادہ نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: وہ ایک چور کو دیکھتا ہے جو اس کا خچر لے جانا چاہتا ہے؟ قتادہ نے کہا: وہ نماز سے پھر جائے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۳۲۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

۱۲۱۱۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نَقَاتِلُ الْخُرُوشَةَ، فَبَيْنَا أَنَا عَلَى جُرْفٍ نَهْرٍ إِذْ رَجُلٌ يُتَلِّىٰ وَإِذَا لِحَامٌ ذَابَّتْ بِيَدِهِ، فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهُ، وَنَعَالٌ يَتَّبِعُهَا، قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُو بَرَزَةَ الْأَسْلَمِيُّ، فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَقُولُ اللَّهُمَّ افْعَلْ بِهَذَا الشَّيْخِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ إِنِّي سَجَعْتُ لَوْلَاكُمْ، وَإِنِّي غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ غَزَوَاتٍ، أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، أَوْ ثَمَانٍ، وَشَهِدْتُ تَبْسِيرَهُ، وَإِنِّي إِنْ كُنْتُ أُرَاجِعُ مَعَ ذَابَّتِي، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدْعَهَا تَرْجِعَ إِلَيَّ، فَالْتَمَسْتُ الْبَيْتَ عَلَىٰ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ازرق بن قیس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہم الاہواز میں خوارج کے خلاف جہاد کر رہے تھے، جس وقت میں دریا کے کنارے پر تھا، اس وقت ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی سواری کی لگام اس کے ہاتھ میں تھی، سواری اس سے بھاگ رہی تھی اور وہ سواری کا پیچھا کر رہا تھا، شعبہ نے کہا: وہ شخص حضرت ابو برزہ سلمیؓ تھے، خوارج میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس بوڑھے کے ساتھ ایسا کر جب وہ بوڑھا نماز سے فارغ ہو گیا تو اس نے کہا: میں نے تمہاری بات سن لی ہے اور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ غزوات میں شریک رہا ہوں اور آپ کی دی ہوئی آسانی اور سہولت پر میں حاضر تھا اور میں اپنی سواری کے ساتھ واپس جاؤں، یہ مجھ کو اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اپنی سواری کو چھوڑ کر جاؤں، یہ اپنی چراگاہ میں جرتی پھرے، یہ مجھ پر دشوار ہے۔

[طرف الحدیث: ۶۱۲] (صحیح ابن خزیمہ: ۸۶۶، المستدرک ج ۱ ص ۲۵۵، مسند ابویعلیٰ: ۴۳۵، صحیح ابن حبان: ۴۱۰، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۰)

طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۷۷ء۔ ج ۳ ص ۱۷-۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) ازرق بن قیس الحارثی البصری (۴) حضرت ابو برزہ سلمیؓ، ان کا نام





میں دیکھا، اسی نے عرب میں بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں (کو حرام قرار دینے) کی رسم نکالی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نبی ﷺ کے نماز میں آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کا ذکر ہے اور اس کی عنوان سے قدرے مناسبت ہے۔

۱۲ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْبُزَاقِ نماز میں تھوکنے اور پھونک

## مارنے کا جواز

اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز کسوف کے سجدہ میں پھونک ماری۔

وَالنَّفْخُ فِي الصَّلَاةِ

وَيَذْكُرُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ غَمْرٍ نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُجُودِهِ فِي كُسُوفٍ.

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس میں قیام کیا۔ لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے پھر آپ نے رکوع کیا، پس لگتا تھا کہ آپ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا، پس لگتا تھا کہ آپ سجدہ نہیں کریں گے پھر آپ نے سجدہ کیا اور لگتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور دوسری رکعت بھی اسی طرح ہوئی، پھر آپ نے سجدہ سے آخر میں پھونک ماری اور فرمایا: اُف۔ (سنن ابوداؤد: ۱۱۹۳، سنن نسائی: ۱۳۸۱)

١٢١٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى  
نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ  
وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَبْلَ أَحَدِكُمْ فَإِذَا كَانَ فِي صَلَاتِهِ فَلَا  
يُبْزُقَنَّ أَوْ قَالَ لَا يَتَنَخَّعَنَّ ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِإِصْبَعِهِ  
وَقَالَ ابْنَ الْمُبَرِّكِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از یوب۔ رفع از حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے مسجد کے قبلہ میں بلغم دیا۔ ہوا دیکھ کر آپ مسجد والوں پر ناراض ہوئے اور فرمایا: بے شک اللہ تم میں سے ہر ایک کے سامنے ہوتا ہے پس جب وہ (شخص) نماز میں ہو تو نہ تھو کے یا فرمایا: وہ بلغم نہ تھو کے پھر آپ نے اُسے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے بلغم کو اُٹھا کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص تھو کے تو اپنی بائیں جانب تھو کے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۰۶ میں گزر چکی ہے۔

١٢١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ

خَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا  
كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَزُقُّ بَيْنَ  
يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ شِمَالِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا، حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، پس وہ اپنے

الْبُسْرَى.

سامنے تھو کے نہ اپنی دائیں طرف لیکن اپنی بائیں طرف اپنے بائیں  
قدم کے نیچے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۱ میں گزر چکی ہے۔

جس مرد نے ناواقفیت سے اپنی نماز میں تالی بجائی  
تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی

اس کے ثبوت میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ  
سے حدیث روایت کی ہے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِنَ الرِّجَالِ  
فِي صَلَاتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ  
فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلق کے موافق منسل حدیث، صحیح البخاری: ۱۲۳۴ میں ہے۔

جب نمازی سے کہا گیا: آگے بڑھو یا انتظار کرو  
اور اس نے انتظار کیا تو کوئی حرج نہیں ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث  
ابن کثیر سے روایت کی ہے کہ انیس سفیان نے خبر دی از ابی حازم از  
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی ﷺ  
کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ انہوں نے اپنے تہ بند  
چھوئے ہونے کی وجہ سے اپنی گردنوں پر باندھے ہوئے ہوتے  
تھے تو عورتوں سے کہنا کہ تم اس وقت تک اپنے سروں کو نہ اٹھایا  
کرو حتیٰ کہ مرد سیدھے بیٹھ جائیں۔

۱۴ - بَابُ إِذَا قِيلَ لِلْمُصَلِّيِّ تَقَدَّمَ أَوْ  
انْتَظِرْ، فَانْتَظِرْ، فَلَا بَأْسَ

۱۲۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا  
سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ عَاقِدُوا أُرْجُلَهُمْ، عَلَى رِقَابِهِمْ  
مِنَ الصِّغَرِ، فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ حَتَّى  
يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۶۲ میں گزر چکی ہے۔

نمازی نماز میں سلام کا جواب نہ دے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے بیان  
کیا کہ ابی نعیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کو نماز میں سلام کرتا تھا آپ مجھے  
سلام کا جواب دیتے تھے پس جب ہم (جہشہ سے) لوٹے تو میں  
نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا اور فرمایا: بے شک  
نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

۱۵ - بَابُ لَا يَرُدُّ السَّلَامُ فِي الصَّلَاةِ

۱۲۱۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي نَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
ابْنُ فَضِيلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنْتُ أَسْلِمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَيَرُدُّ عَلَيَّ، فَلَمَّا  
رَجَعْنَا، سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، وَقَالَ إِنَّ فِي  
الصَّلَاةِ شُغْلًا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۹۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث

۱۲۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ

قَالَ حَدَّثَنَا كَثِيرٌ بْنُ شَيْخٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُ، فَاِنْطَلَقْتُ، ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا، فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَا اللَّهُ أَعْلَمُ بِهِ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي لَعَلَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَيَّ آتِيَّ أَبْطَأْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ، فَوَقَعَ فِي قَلْبِي أَشَدُّ مِنَ الْأُولَى، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ، فَقَالَ إِنَّمَا مَنَعَنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ إِنِّي كُنْتُ أَصِلِي. وَكَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، مُتَوَجِّهًا إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں کثیر بن شخیر نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام سے بھیجا میں گیا پھر واپس آیا اور میں وہ کام کر چکا تھا پس میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا اس سے میرے دل میں اتنا رنج ہوا کہ اللہ ہی اس کو زیادہ جانتا ہے میں نے دل میں کہا: شاید رسول اللہ ﷺ مجھ پر اس وجہ سے ناراض ہوئے ہیں کہ میں نے کام میں دیر کر دی۔ میں نے آپ کو پھر سلام کیا آپ نے پھر مجھے جواب نہیں دیا میرے دل میں اب پہلی مرتبہ سے زیادہ رنج ہوا میں نے پھر سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب دیا پھر فرمایا: مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور آپ اپنی سواری پر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث میں کلام نفسی کا ثبوت ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دل میں کہا: شاید رسول اللہ ﷺ مجھ پر ناراض ہیں اور اس حدیث میں غیر قبلہ کی طرف سواری پر نفل پڑھنے کا ثبوت ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ نمازی کو سلام نہیں کرنا چاہیے۔

## کسی بیش آمدہ امر پر نماز میں دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت ہبل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ بلاء میں بنو عمرو بن عوف کے درمیان کچھ رنجش ہے آپ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے اپنے چند اصحاب کے ساتھ نکلے پس رسول اللہ ﷺ کو تاخیر ہو گئی اور نماز کا وقت آ گیا پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے پس کہا: اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ کو تاخیر ہو گئی ہے اور نماز کا وقت آ چکا ہے تو آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو پھر حضرت بلال

## ۱۶۔ بَابُ رَفْعِ الْأَيْدِي فِي الصَّلَاةِ، لِأَمْرِ نَزَلَ بِهِ

۱۲۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ بَلَّالَ بْنَ رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ابْنَ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِبُيُوتِهِ كَانَ يَنْهَاهُمْ شَيْءٌ، فَخَرَجَ يُصَلِّحُ بَيْنَهُمْ فِي النَّاسِ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَحُبِسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ بَلَّالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ، وَقَدْ خَانَتِ الصَّلَاةُ، فَهَلْ لَكَ أَنْ تَوْمَّ النَّاسَ؟ قَالَ نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بَلَّالُ الصَّلَاةَ، وَتَقَدَّمَ أَبُو

بَكَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَكَثُرَ لِلنَّاسِ، وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ يَشْفِيهَا شَفَا حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيحِ، قَالَ سَهْلُ التَّصْفِيحِ هُوَ التَّصْفِيحُ، قَالَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّفَتُّ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ بِأَمْرِهِ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَدَهُ، فَحَمِدَ اللَّهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ، حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ. وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيحِ؟ إِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنَّاسِ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ. ثُمَّ التَفَتَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشْرُتُ إِلَيْكَ؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ، مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَاظٍ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے نماز کی اقامت کہی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے اور لوگوں کے لیے اللہ اکبر کہا اور رسول اللہ ﷺ صفوں کے درمیان چلتے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آئے، حتیٰ کہ (پہلی) صف میں کھڑے ہو گئے، پس لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں، حضرت سہل نے کہا: ”تصفیح“ کا معنی ہے: ”تصفیق“ (تالی بجانا)۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں ابھرا، توجہ نہیں کرتے تھے، جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو وہ متوجہ ہوئے، پس ناگاہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اشارہ سے ان کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا، پھر وہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے آگئے حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ آگے بڑھ گئے، آپ نے لوگوں کو نماز پڑھانی، پس جب آپ نماز پڑھا، تو آپ نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے، سو آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں کیا ہوا تھا جب تمہیں نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آئی تو تم نے تالیاں بجانی شروع کر دیں، تالیاں بجانا تو صرف عورتوں کے لیے جائز ہے، جب کسی شخص کو نماز میں کوئی بات کوئی چیز پیش آئے تو وہ کہے: سبحان اللہ! پھر آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے، پس فرمایا: اے ابو بکر! جب میں نے تمہیں اشارہ کیا تھا تو تم کو نماز پڑھاتے رہنے سے کس نے منع کیا تھا؟ حضرت ابو بکر نے کہا: ابو قحافہ کے بیٹے کے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھانی شروع کر دے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

## ۱۷۔ بَابُ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ

۱۲۱۹ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ. وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُو هِلَالٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحديث: ۱۲۲۰]

## نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اور ہشام اور ابو ہلال نے کہا از ابن سیرین از حضرت ابو ہریرہ از نبی ﷺ۔



۱۲۲۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى  
قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ  
مُخْتَصِرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے  
کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے  
حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: کسی (بھی)  
شخص کو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

### حدیث اول کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب بن ابی تمیمہ السخنیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) ہشام بن  
حسان ابو عبد اللہ القردوسی یہ ۱۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) ابو حلال محمد بن سلیم الراسی یہ ۱۶۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۷) عمرو بن  
علی السیرفی الفلاس (۸) یحییٰ بن سعید القطان (۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۴۳۲-۴۳۱)

### نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کی وجوہ

یہود اکثر اپنی کوکھ پر ہاتھ رکھتے تھے اس لیے مسلمانوں کو نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا تاکہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ  
ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں اہل بنی اسرائیل کی مشابہت ہے اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں:  
سروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو کبر و کمال سمجھتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اس طرح یہود کرتے  
ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۰۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)  
خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو کوکھ پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اسی طرح اہل  
دوزخ دوزخ میں جاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۰۰، دار الفکر بیروت)  
صالح مولی التومہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعباس رضی اللہ عنہ اس کو کمر میں مکرہ کہتے تھے اور کہتے تھے کہ شیطان اس پر حاضر  
ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۲۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)  
اسحاق بن عویمر بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: کوکھ پر ہاتھ رکھنا اہل دوزخ کے آرام کا طریقہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)  
حمید بن حلال نے کہا: نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا اس لیے مکروہ ہے کہ جب ایسے کو جنت سے اتار دیا گیا تو کوکھ پر ہاتھ رکھے  
ہوئے تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۵۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)  
سروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ قرار دیتی تھیں اور فرماتی تھیں: یہود کی مشابہت  
نہ کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۰۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

کسی شخص کا نماز میں

غور و فکر کرنا

۱۸۔ بَابُ تَفَكُّرِ الرَّجُلِ

الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک میں لشکر کو تیار کرتا ہوں  
اور اس وقت میں نماز میں ہوتا ہوں۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنِّي لَا أَجْهَزُ  
جَيْشِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ.

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ ابو عثمان انہدی سے روایت کیا ہے۔

(منصف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳۴، مجلس علمی بیروت، منصف ابن ابی شیبہ: ۷۹۵۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اسی کے موافق یہ اثر ہے:

عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بحرین کا جزیرہ گنتا رہتا ہوں اور میں اس وقت نماز میں ہوتا

ہوں۔ (منصف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳۳، مجلس علمی بیروت، منصف ابن ابی شیبہ: ۷۹۵۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

عیاض الاشعری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں قراءت نہیں کی، حضرت ابو موسیٰ نے ان سے کہا: آپ نے قراءت نہیں کی، حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: انہوں نے کہا: حضرت ابو موسیٰ نے سچ کہا ہے، حضرت عمر نے نماز دوبارہ پڑھائی، پھر فرمایا: جس نماز میں قرآن نہ پڑھا جائے وہ نماز نہیں ہوتی، میں نے شام کی طرف قافلہ بھیجا تھا، میں اس کے متعلق غور کر رہا تھا، اس وجہ سے مجھ سے قراءت رہ گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے قراءت کو ترک کرنے کی وجہ سے نماز دہرائی، نہ اس وجہ سے کہ وہ غور و فکر میں مستغرق ہو گئے تھے۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۴۳۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابی یوسف نے حدیث بیان کی جو ابن سعید ہیں، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی، پس جب آپ نے سلام پھیرا تو جلدی سے کھڑے ہو گئے اور بعض اذان کے حجرے میں داخل ہوئے، پھر آپ نکل آئے آپ نے جلدی کی وجہ سے نمازیوں کے چہروں پر تعجب کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا: مجھے نماز میں یاد آیا کہ ہمارے پاس (کچھ) سونا ہے، سو مجھے ناپسند ہوا کہ وہ ہمارے پاس شام یا رات گزارے، پس میں نے اس کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

۱۲۲۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ، هُوَ ابْنُ مَرْوَانَ، قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِعًا، فَدَخَلَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ، وَرَأَى مَا فِي رُجُومِ الْقَوْمِ مِنْ تَعْجِبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ، فَقَالَ ذَكَرْتُ وَأَذَانِ الصَّلَاةِ نَسْرًا عِنْدَنَا، فَكِرِهْتُ أَنْ يُمْسِيَ، أَوْ يَبْتَثَّ عِنْدَنَا، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن کبیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر از الاعرج، انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے حتیٰ کہ وہ اذان نہیں سنتا، پس جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے، پھر ب اقامت

۱۲۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كُبَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أِذِّنَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطًا حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ أَقْبَلَ، فَإِذَا ثَوَّبَ أَذْبَرَ، فَإِذَا سَكَتَ أَقْبَلَ، فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ

کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر لیتا ہے پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے پھر مسلسل انسان سے کہتا رہتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد کر جس کو وہ یاد نہیں رکھتا تھا حتیٰ کہ انسان کو پتا نہیں پتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن ہشام نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص اس طرح کرے تو وہ بیٹھے ہوئے سہو کے دو سجدے کرے اور ابو سلمہ نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔

يَقُولُ لَهُ اذْكُرْ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى لَا يَذَرِيْكُمْ صَلَّى . قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ اِذَا فَعَلَ ذَلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ . وَسَمِعَهُ أَبُو سَلَمَةَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ .

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

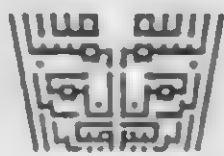
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المتبری انہوں نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ یہ ہیں ابو ہریرہ: حدیث بیان کرتے ہیں میں ایک شخص ملا ہے اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے گزشتہ رات عشاء کی نماز میں کون سی سورت پڑھی تھی؟ اس نے کہا: مجھے پتا نہیں میں نے کہا: تم عشاء کی نماز میں حاضر نہیں تھے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: لیکن مجھے علم ہے آپ نے فلاں فلاں سورت پڑھی تھی۔

۱۲۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ النَّاسُ أَكْثَرُ أَبُو هُرَيْرَةَ فَلَقِيتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَا قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ؟ فَقَالَ لَا أَدْرِي فَقُلْتُ أَلَمْ تَشْهَدْهَا؟ قَالَ بَلَى قُلْتُ لَكِنْ أَنَا أَدْرِي قَرَأَ سُورَةَ كَذًا وَكَذًا .

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کو یہ حدیث ”العمل فی الصلوٰۃ“ کے ابواب کے بجائے ”صلوٰۃ اللیل“ کے ابواب میں ذکر کرنی چاہیے تھا! بہر حال ”العمل فی الصلوٰۃ“ کے ابواب میں ۳۲ احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے ۶ معلق ہیں اور باقی موصول ہیں۔

الحمد لله رب العالمین۔ آج ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ / سنی ۲۰۰۷ء جمعہ ۱۴ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ صلوٰۃ کے ابواب مکمل ہو گئے اس کے بعد ان شاء اللہ ”کتاب السنو“ شروع ہو گئی۔ اللہ اعلم! جس طرح یہاں تک لکھوا دیا ہے پوری کتاب مکمل کرا دے۔ (آمین)





۲۲ - كِتَابُ السَّهْرِ

## سہو کا بیان

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّهْرِ إِذَا

قَامَ مِنْ رَكْعَتِي الْفَرِيضَةِ

## سہو اور نسیان کی تحقیق

سہو کا معنی ہے: کسی چیز سے غفلت اور ذہن کا دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: بعض علماء نے سہو اور نسیان کا فرق کیا ہے اور "شیء" (کچھ نہیں) ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۸۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: انہوں نے جو کہا ہے وہ ”لیس، بشیء“ ہے حقیقت یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں باریک فرق ہے

اور وہ یہ ہے کہ سہو میں شعور معدوم ہو جاتا ہے اور نہ اس میں انساں کا شعور ہوتا ہے۔

(عمدة القارئ ج ٤ ص ٣٣٨ 'دار الكتب العلمية' بيروت ١٤٢١هـ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے سہو اور نسیان میں صحیح فرق نہیں لکھا، صحیح فرق یہ ہے:

علامہ شمس محمد امین عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

تحقیق ہے کائنات کے اعتبار سے کائنات کوئی نیا نہیں ہے اور عطا اللہ کے اعتبار سے کائنات کوئی نیا نہیں ہے۔

ہے: ضرورت کے وقت کسی چیز کا دامن میں نہ سمجھنا ہو: جس اجزاء میں مذکور ہے: معنی: یہ مسئلہ ہے: امت مسلمہ کے لئے: معمولی توجہ

سے ذہن اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور نسیان میں معلوم زائل ہو جاتا ہے اور حکماء کہتا ہے کہ سہو میں معلوم کی صورت حافظہ میں

موجود ہوتی ہے اور مد رکہ سے زائل ہو جاتی ہے اور نسیان میں معلوم کی صورت حافظہ اور مد رکہ دونوں سے زائل ہو جاتی ہے اور اس کے

حصول کے لیے دوبارہ کسب کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۷۱، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹)

۱۲۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: اُمّیں عبد اللہ بن یوسف نے

مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدِيثُ بَيَانِ كِيْ انْهُوْنِ نَ كَہَا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی

الْأَعْرَجُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُ اَللهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ  
 انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کسی نماز کی دو



وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ، ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ، فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَلَمَّا قَضَى صَلَوتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيمَتَهُ، كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ، فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ، ثُمَّ سَلَّمَ.

رکعت نماز پڑھائی پھر آپ کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں پس نمازی بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے جب آپ نے اپنی نماز پوری کر لی تو ہم آپ کے سلام کے منتظر تھے آپ نے سلام پھیرنے سے پہلے اللہ اکبر کہا پھر بیٹھے ہوئے دو سہو کے سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۲۹ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری امور ذکر کیے جا رہے ہیں:

فقہاء احناف کے موقف کے ثبوت میں سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کے متعلق احادیث

اس حدیث کے ظاہر سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں زیادتی ہو یا کمی سجدہ سہو نماز میں مطلقاً سلام سے پہلے کیا جائے گا یہی امام شافعی کا صحیح مذہب ہے اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے امام ابو حنیفہ ان کے اصحاب اور ثوری کا یہ مذہب ہے کہ نماز میں زیادتی ہو یا کمی سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے گا حضرت علی بن ابی طالب حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت ابن مسعود حضرت عمار حضرت ابن عباس حضرت ابن الزبیر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور فقہاء تابعین میں سے انحنی ابن ابی لیلیٰ اور حسن بصری کا یہی موقف ہے۔ ان کا استدلال حسب اہل احادیث سے ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی ان میں کچھ زیادتی یا کمی کی جب آپ نے سلام پھیر دیا تو آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی حکم ایسا ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ نمازیوں نے کہا: آپ نے اس طرح اس طرح نماز پڑھائی ہے آپ نے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سہو کے سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۳۰۱، صحیح مسلم: ۵۷۲)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی پس تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا پھر آپ اپنے گھر چلے گئے پھر ایک شخص کھڑے ہوئے جن کا نام خرباق تھا اور ان کے ہاتھوں میں طول تھا انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! پھر آپ کے نماز پڑھانے کی رکعات کا ذکر کیا رسول اللہ ﷺ غصہ میں اپنا تہ بند گھسیٹے ہوئے نکلے حتیٰ کہ نماز بوائے تک پہنچے پس آپ نے پوچھا: کیا یہ حق ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں آپ نے ایک رکعت پڑھائی پھر سلام پھیر دیا آپ نے دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔ (صحیح مسلم: ۵۷۳، سنن ابوداؤد: ۱۰۱۸)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

الشعمی بیان کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پس وہ دو رکعت پڑھانے کے بعد کھڑے ہو گئے پس نمازیوں نے سبحان اللہ کہا اور انہوں نے بھی سبحان اللہ کہا پس جب انہوں نے باقی نماز پڑھا دی تو سلام پھیرا پھر بیٹھ کر دو سجدہ سہو کیے پھر ان کو یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس طرح کیا تھا جس طرح انہوں نے کیا تھا۔

(سنن ترمذی: ۳۶۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۸)

اس حدیث میں بھی یہ بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا۔

صالح بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک نماز پڑھی اس میں ان

کو ہو ہو گیا انہوں نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا پھر ہماری طرف مڑ کر کہا: سنو! میں نے اسی طرح کیا ہے جس طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (المجموع الاوسط: ۶۵۱۲، مکتبۃ المعارف، ریاض: ۱۳۱۵ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کو اپنی نماز میں شک ہو وہ صحیح چیز پر غور کر کے اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر دے اور دو سجدہ سہو کرے۔

(صحیح ابن خزیمرہ: ۱۰۲۸، صحیح البخاری: ۴۰۱، صحیح مسلم: ۵۷۲، سنن نسائی: ۱۲۳۹، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۱)

اس حدیث میں آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا ہے:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو وہ سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۳۳، سنن نسائی: ۱۲۳۷)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر سہو کے لیے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں

(المجموع الکبیر: ۱۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۹، مسند عبدالرزاق: ۲۵۳۳، مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۰)

اس حدیث میں نبی ﷺ کا صریح حکم ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیے جائیں۔

سلام سے پہلے یا بعد سجدہ سہو کرنے میں مذاہب فقہاء

(۱) فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً سلام سے بعد سجدہ سہو کیے جائیں اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک مطلقاً سلام سے پہلے سجدہ سہو کیے جائیں۔

(۲) امام مالک کے نزدیک اگر نماز میں کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کیے جائیں اور اگر نماز میں زیادتی ہو تو سلام کے بعد سجدہ سہو کیے جائیں۔

(۳) امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جن صورتوں میں نبی ﷺ نے سلام سے پہلے سجدہ سہو کیے ہیں وہاں سلام سے پہلے سجدہ سہو کیے جائیں اور جن صورتوں میں نبی ﷺ نے سلام کے بعد سجدہ سہو کیے ہیں وہاں سلام کے بعد سجدہ سہو کیے جائیں۔

(۴) ظاہر یہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف ان ہی صورتوں میں سجدہ سہو کیا جائے جن صورتوں میں نبی ﷺ نے سجدہ سہو کیا ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف صرف اولویت میں ہے اگر سلام سے پہلے بھی سجدہ کر لیا جائے تو فقہاء احناف کے نزدیک جائز ہے۔ (عمدة القاری ج ۷ ص ۴۴۰، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

جن صورتوں میں نبی ﷺ نے سجدہ سہو کیا

(۱) نبی ﷺ دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے جیسا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۵)

(۲) نبی ﷺ نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ حضرت ذوالیدین کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۷)

(۳) نبی ﷺ نے تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۷۳)

(۴) نبی ﷺ نے پانچ رکعات پڑھیں جیسا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۲۲۶)

(۵) نبی ﷺ نے شک کی صورت میں سجدہ سہو کیا جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۲۴)

۱۲۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ

الْأَعْرَجُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ.

بن سعید از عبد الرحمان الاعرج از حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور دو رکعت کے بعد نہیں بیٹھے جب آپ نے نماز پڑھ لی تو دو سجدے کیے پھر اس کے بعد سلام پھیر دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۲۹ اور گزشتہ حدیث: ۱۲۲۲ میں گزر چکی ہے۔

### جب پانچ رکعات نماز پڑھیں

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعات پڑھادیں آپ سے پوچھا گیا: کیا اب نماز میں اضافہ ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: آپ نے پانچ رکعات نماز پڑھائی ہے آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

### ۲۔ بَابُ إِذَا صَلَّى خَمْسًا

۱۲۲۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ لَهُ أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ صَلَّيْتُ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

### ۳۔ بَابُ إِذَا سَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ أَوْ فِي ثَلَاثٍ فَسَجَدَ سَجْدَةً أَوْ ثَلَاثًا

### سُجُودُ الصَّلَاةِ أَوْ أَطْوَلَ

۱۲۲۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ أَوْ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ذُو الْبَيِّنِ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْقَصَتْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا ضَحَابَ أَحَقُّ مَا يَقُولُ؟ قَالُوا نَعَمْ. فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيْنِ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَالَ سَعْدٌ وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بِنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ هَكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

### جب دو رکعت میں سلام پھیر دیا یا تین رکعت میں

### پھر نماز کے سجدے کی طرح دو سجدے کیے

### یا زیادہ طویل

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: میں نبی ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی پس سلام پھیر دیا پھر آپ سے حضرت دوالید بن رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی؟ پس نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: آیا جو یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پس آپ نے دو اور رکعت پڑھائیں پھر (سہو کے) دو سجدے کیے سعد نے کہا: اور میں نے عروہ بن الزبیر کو دیکھا انہوں نے مغرب کی دو رکعت پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا اور کلام کیا پھر باقی نماز پڑھائی اور (سہو کے) دو سجدے کیے اور کہا: اسی طرح نبی ﷺ نے کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے، رہا نبی ﷺ کا کلام کرنا تو یہ آپ کی خصوصیت تھی یا اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں کلام مباح تھا۔

۴۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَتَشَهَّدْ فِي

سَجْدَتِي السَّهْوِ

وَسَلَّمَ اَنَسُ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا

جس نے سہو کے دو سجدوں

میں تشہد نہیں پڑھا

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اور حسن بصری نے سلام پھیرا اور

تشہد نہیں پڑھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

قنادہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور حضرت انس نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے پھر وہ دونوں کھڑے ہو

گئے اور سلام نہیں پھیرا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۹۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور قنادہ نے کہا: تشہد نہ پڑھے۔

وَقَالَ قَنَادَةُ لَا يَتَشَهَّدُ

اس تعلیق کے موافق یہ اثر ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا: سہو کے دو سجدوں میں نہ تشہد ہے نہ سلام ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۹۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث

بیان کی از یزید بن ابی سیرین، تمیمہ سختیانی از محمد بن سیرین از حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ دو رکعت نماز پڑھانے کے بعد

(نمازیوں کی طرف) مز گئے تو آپ سے حضرت ذوالمیدین رضی اللہ

نے کہا: یا رسول اللہ! آیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟

اس رسول اللہ ﷺ نے چھا: آیا ذوالمیدین نے سچ کہا ہے؟

وگوں نے کہا: ہاں! پس رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے، آپ

نے دو اور رکعت پڑھیں پھر آپ نے سلام پھیر دیا پھر آپ نے

اللہ اکبر کہا، پس آپ نے سجدہ کیا پہلے سجدہ کی مثل یا اس سے طویل

پھر آپ نے سجدہ سے سراٹھایا۔

۱۲۲۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ

مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَانِي

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ الْبَصْرِيُّ

الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ

النَّاسُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ

مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِي سَجْدَتِي

السَّهْوِ تَشَهُدٌ؟ قَالَ لَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ

ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا:

ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از سلمہ بن علقمہ انہوں نے کہا: میں

نے محمد سے پوچھا: کیا سہو کے دو سجدوں میں تشہد ہے؟ انہوں نے

کہا: حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں نہیں ہے۔



## ۵۔ بَابُ مَنْ يَكْبِرُ فِي سَجْدَتِي السَّهْوِ

۱۲۲۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَوَتِي الْعِشِيِّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَكَثُرَ ظَنِّي الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشْبَةٍ فِي مُقَدِّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَهَابَا أَنْ يَكَلِمَاهُ وَخَرَجَ سَرْعَانَ النَّاسِ فَقَالُوا أَقْصَرَتِ الصَّلَاةُ؟ وَرَجُلٌ يَدْعُوهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَنْسَيْتُ أَمْ قَصُرَتْ؟ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ قَالَ بَلَى قَدْ نَسَيْتُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ.

## سجدہ سہو میں تکبیر پڑھے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی محمد نے کہا: میرا زیادہ گمان یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز تھی آپ نے دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا پھر آپ لکڑی کے ایک ستون کی طرف کھڑے ہو گئے جو مسجد کے اگلے حصہ میں تھا آپ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور نمازیوں میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے وہ آپ سے کلام کرتے ہوئے ڈرے اور لوگ جلدی جلدی نکلے پس لوگوں نے کہا: کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ اور ایک شخص جن کو نبی ﷺ ذوالیہین کہتے تھے انہوں نے کہا: کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم ہوئی ہے انہوں نے کہا: کیوں؟ تحقیق آپ بھول گئے ہیں پس آپ نے دو رکعت پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا پھر آپ نے اللہ اکبر کہا پھر پہلے سجدہ کی مثل یا اس سے طویل سجدہ کیا پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا پھر آپ نے اپنا سر مبارک سجدہ میں رکھ دیا اور تکبیر کہی اور اپنے سجود کی مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور تکبیر کہی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۰۔ حَدَّثَنَا قُسَيْبُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَحْبَحٍ الْأَسَدِيِّ خَلِيفَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَكَبَّرَ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قسب بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابن شہاب از الاعرج از حضرت عبد اللہ ابن نحسینہ الاسدی جو بنو عبد المطلب کے خلیف ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز میں کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ کو بیٹھنا تھا پس جب آپ نے نماز مکمل کی تو سہو کے دو سجدے کیے پس ہر سجدہ کے لیے بیٹھے ہوئے تکبیر پڑھی سلام پھیرنے سے پہلے اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دو سجدے کیے آپ کو جو بیٹھنا تھا جس کو آپ بھول گئے تھے اس کے لیے یہ دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۸۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۶۔ بَابُ إِذَا لَمْ يَذْرَ كُمْ صَلَّى ثَلَاثًا

أَوْ أَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

۱۲۳۱ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ اللّٰهُ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الْإِذَانَ فَإِذَا قُضِيَ الْإِذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا تَوَبَّدَ بِهَا أَذْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ التَّوْبُّ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ أَذْكَرُ كَذًا وَكَذًا مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكَرُ حَتَّى يَظُلَّ الرَّجُلُ إِنْ تَذَبَّدَ مِنْكُمْ مَمْلُوءًا فَإِذَا لَمْ يَذْرَ أَحَدُكُمْ كُمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

جب یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں  
تین یا چار تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن ابی عبد اللہ الدستوائی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر لیتا ہے حتیٰ کہ وہ اذان نہ سنے پس جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے پس جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر لیتا ہے پس جب اقامت مکمل ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ انسان کے دل میں باتیں ڈالتا ہے فلاں چیز یاد کر اور فلاں چیز یاد کر جو اس کو یاد نہیں ہوتی حتیٰ کہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی ہیں جب تم میں سے کسی کو پتا نہ چلے کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت پڑھی ہیں تو وہ بیٹھے ہوئے (سہو کے) دو سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۷۔ بَابُ السَّهْوِ فِي الْفَرَضِ وَالتَّطَوُّعِ

وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وَتَرِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وتر کو سنت قرار دیتے تھے اس کے باوجود انہوں نے وتر میں سہو ہونے پر سجدہ سہو کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اس میں اس بندہ سہوہ اس سم تھا جو راس میں تھا۔ اس تعلیق کے تحت میں حسب ذیل آثار ہیں:  
امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ روایت کرتے ہیں:

ثعنی اور سعید بن جبیر نے کہا: نفل میں سجدہ سہو ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۵، مجلس علمی بیروت)

ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن المسیب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نوافل میں بھی اسی طرح دو سجدہ سہو ہیں جس طرح فرائض میں ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۶۷، مجلس علمی بیروت، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۱۲۳۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي، جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَذَرِيَكُمْ صَلًى، فَإِذَا وَجَدَ ذَلِكَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس پر اشتباہ ڈال دیتا ہے 'حتیٰ' کہ اس کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں 'پس جب تم میں سے کوئی شخص اس کیفیت کو پائے تو وہ بیٹھنے ہوئے دو (سہو کے) سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

## ۸ - بَابُ إِذَا كَلِمَ وَهُوَ يُصَلِّي

### فَأَشَارَ بِيَدِهِ وَاسْتَمَعَ

۱۲۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَالْمُسَوَّرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَمَلُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلِّمْ عَنْ الرُّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَوةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا إِنَّا أَخْبَرْنَا أَنَّكَ تُصَلِّيَنِيهِمَا وَقَدْ بَلَّغْنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا. قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي بِهِ فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجَتْ إِلَيْهِمْ فَأَخْبَرَتْهُمْ بِمَا أَمَرْتُ. فَرَدُّوا إِلَيَّ أُمَّ سَلَمَةَ بِمَا نَهَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُمَا ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيهِمَا حِينَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِي حَرَامٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُومِي بِجَنِّهِ قُولِي لَهُ تَقُولُ لَكَ أُمَّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيَهُمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَخِرِي عَنْهُ.

جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس سے بات کی گئی تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور بات سنی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از کریم کہ حضرت ابن عباس، حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت عبد الرحمن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کو سلام دینا چاہا تو آپ نے فرمایا: تم سب کی طرف سے سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق سوال کرنا اور ان سے کہنا کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ پھر ان دو حضرات سے منع کرتے تھے اور حضرت ابن عباس نے کہا: میں حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ مل کر لوگوں کو ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر مارتا تھا کریم نے کہا: میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور جو پیغام دے کر انہوں نے مجھے بھیجا وہی پیغام دے کر بھیجا جو پیغام دے کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا تھا پس حضرت ام سلمہ نے ان حضرات کے پاس جا کر حضرت عائشہ کے جواب کی خبر دی پھر انہوں نے مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہی پیغام دے کر بھیجا جو پیغام دے کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا تھا پس حضرت ام سلمہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے پھر میں نے دیکھا کہ جب آپ عصر کی نماز پڑھتے تھے تو یہ دو رکعت بھی پڑھتے تھے پھر آپ میرے پاس اس وقت آئے جب میرے

فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتُ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهَمْنَا هَاتَانِ. [طرف المديت: ۴۳۷]

پاس انصار میں سے بنی حرام کی خواتین بیٹھی تھیں! میں نے آپ کے پاس ایک باندی بھیجی! میں نے اس سے کہا کہ تم آپ کے پہلو میں کھڑی ہو جانا اور آپ سے کہنا: یا رسول اللہ! ام سلمہ آپ سے یہ عرض کرتی ہیں کہ میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور میں نے آپ کو یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے! پس اگر آپ اپنے ہاتھ سے اشارہ کریں تو تم پیچھے ہٹ جانا! پس اس باندی نے ایسا کیا! آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ باندی پیچھے ہٹ گئی! پس جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد کی دو رکعت کے متعلق سوال کیا ہے! اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس عبدالقیس کا وفد آیا تھا! انہوں نے مجھے ظہر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے مشغول رکھا! سو یہ وہ دو رکعت ہیں۔

### حدیث مذکور سے دس مسائل کا استخراج

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل کا استخراج کیا ہے:

- (۱) نبی ﷺ نے نماز میں حضرت ام سلمہ کی بات سنی! اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے لیے اثناء نماز میں کسی کی بات سنانا جائز ہے۔
- (۲) آپ نے نماز میں اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا! اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرنا جائز ہے۔
- (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عصر کے بعد دو رکعت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مسائل کو حضرت ام سلمہ کے پاس بھیج دیا کہ انہیں اس مسئلہ کا زیادہ علم ہے! اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی سے کسی کے متعلق سوال کیا جائے اور اس کو علم ہو کہ دوسرے عالم کو اس کا زیادہ علم ہے تو وہ مسائل کو اس کے پاس بھیج دے اور اس میں اہل علم کی فضیلت کا اعتراف ہے۔
- (۴) اگرچہ از خود حضرت ام سلمہ کے پاس نہیں گئے! ان کے پاس گئے جنہوں نے ان کو بھیجا تھا! اس سے معلوم ہوا کہ جس کو کسی کے پاس بھیج دینے پر زحمت نہ رہے! بلکہ یہ ایسے سچے والے آدمی ہوں گے جو اس کے پاس بھیجتے ہیں! انہیں
- (۵) جب مسالحوں اور باتیں تعارض نہ کرے تو؟ سنت امام ہو! اس کو مقدم رکھو! آپ کے پاس عبد اللہ آیا جن کو اسلام کے احکام کی تعلیم دینی تھی اور آپ نے ظہر کی سنتیں بھی پڑھنی تھیں! لیکن اسلام کے احکام کی تعلیم زیادہ اہم تھی! اس لیے آپ نے اس کو مقدم کیا اور ظہر کی سنتوں کو مؤخر کر دیا۔
- (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی سے کہا: تم نبی ﷺ کے پہلو میں بیٹھنا! اس سے معلوم ہوا کہ مسائل کو عالم کے آگے یا پیچھے نہیں بیٹھنا چاہیے! بلکہ پہلو (جانب) میں بیٹھنا چاہیے! آگے اس لیے نہ بیٹھئے کہ وہ ادب کے خلاف ہے اور پیچھے اس لیے نہ بیٹھئے کہ پھر عالم کو اس کی طرف مڑنا پڑے گا۔

(۷) اس حدیث میں سنتوں کو قضاء کرنے کا ثبوت ہے! مگر یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے۔

(۸) نبی ﷺ نے یہ سنتیں گھر میں پڑھی تھیں! اس سے معلوم ہوا کہ سنن اور نوافل گھر میں پڑھنے چاہئیں۔



(۹) چند خواتین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے آئیں اور اس وقت نبی ﷺ بھی گھر میں تشریف فرما تھے اس سے معلوم ہوا کہ کسی خاتون سے ملنے کے لیے دیگر خواتین اس وقت بھی آ سکتی ہیں جب اس کا شوہر گھر پر ہو۔

(۱۰) حضرت ام سلمہ نے نبی ﷺ سے عسر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا سبب دریافت کیا اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ سے دینی مسائل دریافت کرتی تھیں اور حضرت ابن عباس وغیرہ نے اس مسئلہ کو معلوم کرنے کے لیے کرب کو حضرت عائشہ کے پاس پھر حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ازواج مطہرات سے دینی مسائل معلوم کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب عالم کا عمل اس کے قول کے خلاف ہو تو اس سے اس کا سبب معلوم کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عسر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا تھا اور آپ خود عسر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے اس لیے حضرت ام سلمہ نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔

(عمدة القاری ج ۷ ص ۳۶۲-۳۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### نماز میں اشارہ کرنا

اس کا ذکر کرب نے کیا از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ۔

### ۹ - بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ

قَالَهُ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس تعلق کے موافق حدیث باب سابق میں درج کی ہے۔

ابن بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبد الرحمن نے

حدیث بیان کی از امام احمد از حضرت اہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ وہ

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ بنو عمرو بن عوف

کے درمیان کچھ رنجش ہے پس رسول اللہ ﷺ چند اصحاب کے

ساتھ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے نکلے پس رسول اللہ

ﷺ کو وہاں تاخیر ہو گئی اور ادھر نماز کا وقت آ گیا تو حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا:

ابو بکر! بے شک رسول اللہ ﷺ کو وہاں تاخیر ہو گئی اور نماز کا

وقت آ گیا ہے پس آپ کی کیا رائے ہے کہ آپ لوگوں کو نماز

پڑھائیں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو پس حضرت بلال

نے اقامت کہی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے پس لوگوں

کے لیے اللہ اکبر کہا پس رسول اللہ ﷺ آگئے آپ صفوں میں

چلتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے پھر لوگ

تالیاں بجانے لگے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں ادھر ادھر

التفات نہیں کرتے تھے پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں

۱۲۳۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ

بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ

عَوْفٍ كَانُوا بَيْنَهُمْ شَيْءٌ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أَنْاسٍ مَعَهُ فَحُبِسَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ الصَّلَاةُ

فَجَاءَ بِلَالٌ بِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حُبِسَ وَقَدْ حَانَتْ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَكَ أَنْ تَوْمَ النَّاسَ؟

قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ. فَأَقَامَ بِلَالٌ وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فِي الصُّفُوفِ حَتَّى

قَامَ فِي الصَّفِّ فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيقِ وَكَانَ أَبُو

بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا

اَكْثَرَ النَّاسُ التَّمَتُّ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَمْرِهِ أَنْ يُصَلِّيَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللَّهَ، وَرَجَعَ التَّهْنِئَتِي وَرَاءَهُ، حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيقِ، إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ، فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِينَ يَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ إِلَّا التَّفَتُّ، يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِينَ أَشْرْتُ إِلَيْكَ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بجائیں تو انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہیں، پس رسول اللہ ﷺ نے ان کو اشارہ سے یہ حکم دیا کہ وہ نماز پڑھاتے رہیں پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے، پس اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے لوٹے، حتیٰ کہ صف میں کھڑے ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھ گئے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پس جب آپ فارغ ہو گئے تو نمازیوں کی طرف مڑے، پس فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا ہوا جب تمہیں نماز میں کوئی چیز اچانک پیش آ جائے تو تم تالیاں بجاتے ہو تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے جائز ہے، جس شخص کو اس کی نماز میں اچانک کوئی چیز پیش آ جائے تو اس کو سبحان اللہ کہنا چاہیے، کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ متوجہ ہوگا، اے ابو بکر! جب میں نے تم کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تھا تو تم کو نماز پڑھاتے رہنے سے کس نے منع کیا تھا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو قحافہ کے بے ہوشی کے لیے یہ مانع نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھاتا رہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۸۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْفَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّيُ قَائِمَةً وَالنَّاسُ قِيَامٌ فَقُلْتُ مَا هَذَا؟ فَأَشَارَتْ بِرِيسَتِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ أَيْتُهَا؟ فَقَالَتْ بِرَأْيِهِ أَيْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی، اس نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ثوری نے حدیث بیان کی، از ہشام از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور وہ کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے کہا: عاتشہ! آپ نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، میں نے پوچھا: یہ کوئی علامت ہے؟ تو انہوں نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں!

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۶۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۳۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی، از ہشام از والدہ خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے کہا: وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ بیمار تھے تو آپ نے اپنے گھر میں نماز پڑھی

جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ  
اجْلِسُوا، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ  
بِهِ، فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا.

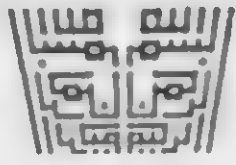
نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو  
آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بیٹھ جائیں پس جب آپ  
نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لیے بنایا  
جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ رکوع کرے تو تم  
رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم رکوع سے سر اٹھاؤ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۶۸۸ میں گزر چکی ہے۔

### ”کتاب السہو“ کا اختتام

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين! آج ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ / ۱۳ مئی ۲۰۰۷ء بہ  
روز اتوار بعد از نماز ظہر ”کتاب سجود السہو“ مکمل ہو گئی اس کتاب میں ۱۹ احادیث مرفوعہ ہیں اور ۲ احادیث معلقہ ہیں۔  
اللہ العظیم! اس شرح نعمۃ الباری کو مکمل فرما اس کو قبول عام عطاء فرما اور میری میرے والدین کی میرے اساتذہ اور احباب کی  
قارئین اور جملہ مؤمنین کی مغفرت فرما۔ (آمین)





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

## ۲۳۔ کتاب الجنائز

### جنائز کا بیان

یہ کتاب جنائز کے احکام میں ہے جنائز جنازہ کی جمع ہے جنازہ اس تحت کو کہتے ہیں جس پر میت ہو امام بخاری نے نماز اور زکوٰۃ کے احکام کے درمیان میت کے احکام بیان کیے ہیں اس کتاب میں میت کو غسل دینے اس کو کفن پہنانے اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور اس کو دفن کرنے کے احکام کے متعلق احادیث کو ذکر کیا جائے گا۔

اسلام میں نماز جنازہ کا آغاز ہجرت کے پہلے ہی ہوا۔ حافظ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ اور حافظ ابن کثیر متوفی ۷۴۷ھ نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے مدینہ منورہ میں ہجرت کے سات مہینے بعد مسکنوں میں پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۵ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۶) امام احمد بن محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسعد بن زرارہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو سب سے پہلے بقیع میں دفن کیا گیا۔ (طبقات کبریٰ ج ۳ ص ۴۵۹) حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ امام بغوی نے کہا ہے: یہ خبر پہنچی ہے کہ ہجرت کے بعد صحابہ سے پہلے فوت ہوئے وہ حضرت اسعد بن زرارہ تھے اور نبی ﷺ نے سب سے پہلے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (مسند ابی حنیفہ ج ۱ ص ۲۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس کا آخری کلام ہو:

”لا الہ الا اللہ“

۱۔ باب فی الجنائز، وَمَنْ كَانَ الْاٰخِرُ

كَلَامِهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

یعنی جس کا آخری کلام ہو: ”لا الہ الا اللہ“ اس عنوان کے متعلق یہ حدیث ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلام ”لا الہ الا اللہ“ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۱۶ مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۳ المسند رک ج ۱ ص ۳۵۱)

امام ابن حبان کی روایت میں ہے: جس کا موت کے وقت آخری کلام ”لا الہ الا اللہ“ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح ابن حبان: ۷۶۹-۷۱۹)

الغلامین! موت کے وقت ہماری زبان پر کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ جاری فرمادینا۔ (آمین)

وَقِيلَ لِرُوحِ بْنِ مُنَبِّهِ الْيَسَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور وہب بن منبہ سے کہا گیا: کیا ”لا الہ الا اللہ“ جنت کی مفتاح الجنۃ؟ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لَّيْسَ بِمِفْتَاحٍ اِلَّا لَهٗ چابی نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن ہر چابی کے اَسْنَانُ فَإِنَّ جَنَّتَ بِمِفْتَاحٍ لَهٗ اَسْنَانُ فُتِّحَ لَكَ وَالْاَسْنَانُ دندانے ہوتے ہیں اگر تم دندانے والی چابی لائے تو (جنت کا تالا)





۱۲۳۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ. وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. [الطراف الحديث: ۴۴۹-۶۶۸۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک کرتے ہوئے مر گیا وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(صحیح ابن حبان: ۲۵۱، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۳۸، مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۵۵۲، ج ۶ ص ۱۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص النخعی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث بن طلق (۳) سلیمان الأعمش (۴) شقیق بن سلمہ (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۷)

### ۲ - بَابُ الْأَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

۱۲۳۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْأَشْعَثِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ ابْنَ مَقْرِنٍ عَنْ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ فَتَرَكْنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَعِبَادَةَ التَّرْبِيعِ، وَاجَابَةَ الدَّعَايِ، وَنَصْرَ الْمَظْلُومِ، وَإِبْرَارَ الْقَسَمِ، وَرَدَّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيعَ نَعَاطِسٍ، وَنَعَانَا عَنْ إِيْبَةِ الْفُضَّةِ، وَالسِّمِّ، وَالذَّهَبِ، وَالسَّرِيرِ، وَالْبَيْعِ، وَالْقَسَمِ، وَالْإِسْتِزَالِ. [الطراف الحديث: ۲۱۱۵-۵۱۷۵-۵۶۳۵-۵۶۵۰-۵۸۱۲۸]

جنائز کے ساتھ جانے کا حکم  
ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الأشعث: انہوں نے کہا: میں نے سید بن سوید بن مقرن سے سنا از حضرت براء بن عازب: انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں نبی ﷺ نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا: ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے کا، مرینس کی عیادت کرنے کا، دعوت دینے والے کی بات قبول کرنے کا، مظلوم کی مدد کرنے کا، قسم پانے کا، سب سے بڑا جواب دینے کا، رچھڑنے والے کا عادیہ کا حکم دیا، اور ہم کو چاندی کے برتن استعمال کرنے سے، سونے کی انگلی پہننے سے، ریشم و بیاج، قس، اور استبرق پہننے سے منع فرمایا۔

[۵۸۱۲۸-۵۸۶۳-۶۲۲۲-۶۲۳۵-۶۶۵۳]

(صحیح مسلم: ۲۰۶۶، الرقم المسلسل: ۵۲۹۰، سنن ترمذی: ۲۸۰۹، سنن نسائی: ۱۹۳۹، سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۵، سنن نسائی: ۱۹۳۹، مشکل الآثار: ۶۷، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲، شعب الایمان: ۸۷۵۶، شرح السنہ: ۱۳۰۶، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۵۰۴، ج ۳ ص ۳۶۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۶۵۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ، مہند الطحاوی: ۷۳۳)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الأشعث بن سلیم بن الاسود الحاربی یہ ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) معاویہ بن سوید بن مقرن (۵) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۸)

## جنازہ کے فقہی احکام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو پہلا حکم دیا گیا ہے وہ جنازوں کے ساتھ جانا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے جنازہ کے ساتھ جانے کا معنی ہے: جنازہ کو اٹھانا اور ایک دوسرے سے کندھا بدلنا یہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر واجب ہے جنازہ کی اتباع کرنے کی تین اقسام ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ فقط اس کی نماز پڑھی جائے اس پر ایک قیراط اجر ملتا ہے جو میزان میں احد پہاڑ کے برابر ہوگا دوسری قسم یہ ہے کہ وہ جنازہ کے ساتھ جائے اور دفن تک اس کے ساتھ رہے اس میں دو قیراط اجر ملتا ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ اس کی موت کے وقت خود کلمہ پڑھے تاکہ مرنے والے کا ذہن بھی کلمہ پڑھنے کی طرف متوجہ ہو اسی طرح ہمارے نزدیک جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۱)

## جنازہ کے آگے یا پیچھے چلنے کے متعلق احادیث اور مذاہب فقہاء

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ اس وقت اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے حضرت ابوسعید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلام کیا انہوں نے ان کے سلام کا جواب دیا حضرت ابوسعید نے کہا: اے ابوالحسن! مجھے یہ بتائیے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے یا آگے چلنا افضل ہے؟ حضرت علی نے اپنی آنکھوں کے درمیان اپنے ماتھے پر شکن ڈال کر کہا: سہن اللہ! تم جیسا شغف اس مسئلہ سے ہے؟ حضرت ابوسعید نے کہا: ہاں! مجھ جیسا شخص آپ جیسے شخص سے یہ مسئلہ معلوم کر رہا ہے حضرت علی نے فرمایا: اس ذات کی قسم! اس نے سیدنا محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! جنازہ کے پیچھے چلنے والے کی فضیلت جنازہ کے آگے چلنے والے پر ایسی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر ہے حضرت ابوسعید نے کہا: ابوالحسن! یہ آپ اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں یا آپ نے اس کو نبی ﷺ سے سنا ہے؟ حضرت علی غضب ناک ہوئے اور فرمایا: سبحان اللہ! اے ابوسعید! کیا اس قسم کی باتیں ابی راہ سے ہو گئی ہیں! اللہ میں نے اس کو نبی ﷺ سے متعدد بار سنا ہے ایک دفعہ یا دو دفعہ یا تین دفعہ نہیں! یہ سنا ہے کہ حضرت ابوسعید نے کہا: اللہ کی قسم! میں ایک انصاری کے جنازہ میں حاضر ہوا اس کے جنازہ میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تھے میں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ جنازہ کے آگے چل رہے تھے حضرت علیؓ بنے اور پوچھا: تم نے ان کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا؟ حضرت ابوسعید نے کہا: ہاں! حضرت علیؓ نے کہا: تم رے وہ کون اور مجھ سے یہ بات کہاں آئی؟ میں نے اس کی تصدیق نہ کی لیکن میں غیب جانتا ہوں۔ جھوٹ بولنا تمہاری شان نہیں ہے اللہ ان روزوں کی مسرت فرمائے اس امت میں سب سے افضل ابوبکرؓ ابن ابی لہ و عمرؓ ابن الخطابؓ تھے پھر اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ اب کہاں ہیں اور اگر میں ان کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھ لیتا تو ان کو منع کرتا وہ دونوں خوب جانتے تھے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا جنازہ کے آگے چلنے سے اس طرح افضل ہے جس طرح فرض نماز نفل نماز سے افضل ہے اور ان دونوں نے اس بات کو رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا تھا جس طرح میں نے سنا تھا لیکن انہوں نے اس کو پسند کیا کہ لوگ جمع ہوں اور تنگ ہوں پس انہوں نے جنازہ کے آگے چلنے کو اختیار کیا تاکہ وہ لوگوں کو آسانی مہیا کریں اور وہ جانتے تھے کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے اس وجہ سے وہ جنازہ کے آگے چلے حضرت ابوسعید نے کہا: اے ابوالحسن! یہ بتائیے کہ اگر میں جنازہ پر حاضر ہوں تو کیا میرا جنازہ کو اٹھانا واجب ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا: نہیں! یہ بہتر ہے جو چاہے اس کو اٹھائے اور جو چاہے ترک کر دے۔ الحدیث

العیزار نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جنازہ کے آگے چلنے کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا: تم جنازہ کو رخصت کرنے والے ہو خواہ تم اس کے آگے چلو خواہ پیچھے چلو خواہ اس کی دائیں طرف چلو خواہ اس کی بائیں طرف چلو۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۲۸۷)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جنازہ متبوعہ ہے تابعہ نہیں جو جنازہ کے آگے چلا وہ جنازہ کے ساتھ نہیں ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۲۹۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۸۳، سنن ترمذی: ۱۰۱۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۳)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے اصحاب میں سے اہل علم اور دیگر کا یہ مذہب ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے سفیان ثوری اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ سعیدی غفرلہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ جنازہ کے آگے چلتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۷۹، سنن ترمذی: ۱۰۰۷، سنن نسائی: ۱۹۳۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۲، مسند احمد ج ۲ ص ۸)

امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

جنازہ کے آگے چلنے میں اہل علم کا اختلاف ہے نبی ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اہل علم اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے امام ترمذی، امام احمد کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۲، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۲۳ھ)

اس حدیث کا وہی محل ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

دعوت کو قبول کرنے، قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، چھینک والے کو دعا دینے اور سلام کا جواب دینے

سونے چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنے اور ریشم پہننے کے فقہی احکام

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

رہا دعوت کو قبول کرنے کا حکم تو اگر دعوت دینے والے پر ہو تو جہاں علماء اس کے قبول کرنے کو فرض قرار دیتے ہیں اور جو شخص روزہ دار نہ ہو اس پر اس طعام کے کھانے کو واجب قرار دیتے ہیں بہ شرطیکہ وہ کھانا جائز آمدنی سے ہو اور اس تقریب میں کوئی غیر شرعی امر نہ ہو اس کے علاوہ نوات ہوں ان کے قبول کرنے کو علماء حسن معاشرت کی وجہ سے مستحب قرار دیتے ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ وہ دعوت کو قبول کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے افضل ہے۔ (مدۃ القبول ص ۱۵)

علامہ ابن بطلال لکھتے ہیں: رہا منکر کی نہ دکرنا ذرہ انسان کی قدرت اور طاقت کے مطابق ہے۔

کسی کی قسم کو پورا کرنا مستحب ہے جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ اس کا بھائی فلاں کام کرے گا اور اس کام میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ کام کرے تاکہ وہ شخص اپنی قسم میں سچا ہو جائے اور یہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔

سلام کا جواب دینا امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک فرض عین ہے۔ (واضح

رہے کہ احناف کے نزدیک سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ ائمہ ثلاثہ چونکہ فرض اور واجب میں عموماً فرق نہیں کرتے اس لیے علامہ

ابن بطلال نے فرض عین لکھ دیا۔ سعیدی غفرلہ)

جس شخص کو چھینک آئے تو اس کو دعا دینا سنت ہے یعنی جب کسی کو چھینک آئے اور وہ ”الحمد للہ“ کہے تو اس کے جواب

میں ”یرحمک اللہ“ کہنا سنت ہے۔



چاندی اور سونے کے برتنوں میں پانی پینا اور ان کو استعمال کرنا مردوں اور عورتوں پر حرام ہے اور سونے کی انگوٹھی پہننا خاص طور پر مردوں پر حرام ہے۔

نہایت ریشم مردوں پر حرام ہے البتہ جنگ اور دواء کے طور پر مردوں کے لیے جائز ہے اور عورتوں کے لیے ریشم حلال ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۳۹ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از الازرائی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت کو قبول کرنا اور چھینک لینے والے کو جواب دینا۔ عمرو بن سلمہ کی متابعت عبد الرزاق نے کی ہے انہوں نے کہا: میں معمر نے خبر دی اور اس حدیث کو سلامہ نے عقیق سے روایت کیا ہے۔

۱۲۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْيِيتُ الْعَاطِسِ. تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَرَوَاهُ سَلَامَةُ عَنْ عَقِيلٍ.

اس حدیث کی شرح، گزشتہ حدیث: ۱۲۳۹ میں گزر چکی ہے۔

\* باب مذکور کی حدیث: ۱۲۳۹، شرح صحیح مسلم: ۵۲۷۴۔ ج ۶ ص ۳۳۴ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① کفار فردع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ ② مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل ③ سونے چاندی کے بٹن اور دیگر مسائل۔

جب میت کو کفن میں لپیٹ دیا جائے

تو پھر اس کے پاس آنا

۳ - بَابُ الدُّخُولِ عَلَى الْمَيِّتِ

بَعْدَ الْمَوْتِ إِذَا أُدْرِجَ فِي كَفَنِهِ

۱۲۴۱، ۱۲۴۲ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ وَيُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى قَرَسِهِ مِنْ مَسْكِنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يَكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَتَيَمَّمَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْجِي بِرِدِّ جَبْرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے معمر اور یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی انہوں نے بتایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں واقع اپنے گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے حتیٰ کہ مسجد میں ٹھہرے پھر کسی شخص سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے پس نبی ﷺ کا قصد کیا اس وقت آپ ایک سوتی چادر میں لپیٹے ہوئے تھے حضرت ابو بکر نے آپ کے چہرے کو کھولا پھر آپ پر

وَجْهِهِ، ثُمَّ أَكْبَبَ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ، ثُمَّ بَكَى فَقَالَ يَا بَنِيَّ أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكَ فَقَدْ مَتَّهَا. قَالَ أَبُو سَلَمَةَ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ خَرَجَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَكْلِمُ النَّاسَ فَقَالَ إِيَّاهُ أَجْلِسْ، فَأَبَى فَقَالَ أَجْلِسْ فَأَبَى فَتَشَبَّهَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ إِيَّاهُ النَّاسُ وَتَرَكَوْا عُمَرَ فَقَالَ أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَتَّى لَا يَمُوتَ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ﴾ إِلَى الشَّائِكِ بْنِ (١٦٤: ١٦٤) وَاللَّهُ لَكَانَ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا عِلْمُونَ أَوْ اللَّهُ أَنْزَلَ الْآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَتَلَقَّاهَا مِنَ النَّاسِ فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ إِلَّا يَتْلُوَهَا.

[اطراف الحديث: (حدیث: ۱۲۳۲) ۳۶۶۷-۳۶۵۳-۳۳۵۵]

۵۷۱۰ (حدیث: ۱۲۳۲) ۳۶۶۸-۳۶۷۰-۳۳۵۳-۳۳۵۲

[۵۷۱۱-۳۳۵۷]

جھک کر آپ کے چہرے کو بوسا دیا، پھر رونے لگے، پس کہا: آپ پر میرے باپ ندا ہوں، اے اللہ کے نبی! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا، رہی وہ موت جو اللہ نے آپ کے لیے لکھ دی تھی، سو اس موت کو آپ پا چکے ہیں۔ ابوسلمہ نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نکل گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے، حضرت ابوبکر نے کہا: بیٹھ جائیں، پس انہوں نے انکار کیا، انہوں نے پھر کہا: بیٹھ جائیں، انہوں نے انکار کیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا، تو لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضرت عمر کو چھوڑ دیا، پس حضرت ابوبکر نے کہا: بعد حمد و صلوة کے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تم میں سے جو شخص (سیدنا) محمد (ﷺ) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد (ﷺ) کو موت آگئی اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے، اس کو موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں، ”الشَّكِرِیْنَ“ تک۔ (آل عمران: ۱۴۴) اور اللہ کی قسم! لوگوں کو یوں لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ابھی نازل کیا ہے، حتیٰ کہ اس آیت کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلاوت کی اور لوگوں نے حضرت ابوبکر سے سن کر اس آیت کو یاد کیا، پس جس بشر نے بھی اس آیت کو سنا وہ اس کی تلاوت کر رہا تھا۔

(سنن نسائی: ۱۸۳۰، سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۷، صحیح ابن حبان: ۶۶۲۰، مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۸۶۳، ج ۳ ص ۳۵۶، مؤسسۃ

الرسالۃ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد السخیان المروزی، یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) معمر بن راشد (۴) یونس بن یزید (۵) محمد بن مسلم انزہری (۶) ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عوف (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۹)

میت کا چہرہ کھولنا، میت کو بوسا دینا اور میت پر آنسوؤں سے رونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ میت کے چہرے سے کپڑا کھولنا جائز ہے، بہ شرطیکہ اس میں کوئی ناگوار چیز نہ ہو اور اس میں میت کے چہرے کو بوسا دینے کا ثبوت ہے، امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ

ﷺ حضرت عثمان بن مظعون پر داخل ہوئے ان پر جھکے پس ان کو بوسا دیا پھر روئے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آنسو آپ کے رخساروں پر بہ رہے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۸۰۵)

اور اس حدیث میں میت پر رونے کا ثبوت ہے جب کہ آواز بلند نہ کی جائے۔

رہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا واللہ اعلم! اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب وغیرہ نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو موت نہیں آئی وہ عنقریب انھیں گے اور لوگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالیں گے پس حضرت ابوبکر نے یہ ارادہ کیا کہ اللہ آپ پر دنیا میں دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا بایں طور کہ اس موت کے بعد پھر آپ کو زندہ کرے اور پھر آپ پر موت کو طاری کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حضرت ابوبکر کے اس قول کی توجیہ: اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

زیادہ شدید اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا اس اشکال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر نے اپنے اس قول سے ان لوگوں کے دل کی طرف اشارہ کیا ہے جن کا یہ زعم تھا کہ آپ عنقریب زندہ ہو کر لوگوں کے ہاتھ کاٹ دیں گے کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو لازماً لائے گا کہ آپ پر دو موتیں جمع ہوں گی۔ موت آتی تو حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ تعالیٰ اس سے بہت کریم ہے کہ آپ کے اوپر دو موتیں جمع کرے۔ چنانچہ ان لوگوں پر دوبار موت آئی جن کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أَلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ۔ اور اترتے کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ پھر ان کو زندہ کر دیا۔ (البقرہ: ۲۴۳)

یہ گزشتہ کسی امت کا واقعہ ہے جو جہاد میں موت کے ڈر سے یا وبائی طاعون کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلّم کر دی پھر ان کے نبی کی دعا سے زندہ کر دیا پھر دوبارہ اپنے وقت پر ان کو طبعی موت آئی اس طرح ان پر دوبارہ موت آئی اسی طرح ایک اور آیت میں ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَاءْنَا آلَ لُوطٍ غُرُوبَهُمْ قَالُوا أَنَّىٰ يُغَيِّبُ اللَّهُ عَنْكَ مَوْتَهُمَا فَآمَنَّا تَهُمُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثْنَا۔ (البقرہ: ۲۵۹)

موت طاری کر دی پھر اس کو زندہ کر دیا۔

اس شخص کے متعلق تفسیروں میں متعدد اقوال ہیں مشہور قول یہ ہے کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے ان پر سو سال موت طاری رہی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا پھر اپنے وقت پر ان کو دوبارہ طبعی موت آئی اس طرح ان پر بھی دوبارہ موت آئی۔

سو جس طرح ان لوگوں پر دوبارہ موت آئی تھی اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا اور یہ سب سے واضح اور صحیح جواب

(۲) داؤدی نے یہ جواب دیا ہے کہ عام مسلمانوں کو قبر میں فرشتوں کے سوالات کے جوابات دینے کے لیے زندہ کیا جاتا ہے پھر ان پر موت طاری کی جاتی ہے اس طرح ان پر دوبار موت آتی ہے اللہ تعالیٰ اس طرح آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا (یعنی آپ قبر میں قیامت تک زندہ رہیں گے)۔

(۳) اللہ تعالیٰ اس طرح آپ کو دوبارہ موت نہیں دے گا کہ آپ کے نفس پر بھی موت آئے اور آپ کی شریعت پر بھی موت آئے۔  
(۴) موت سے مجازاً سکرات الموت کی تکلیف مراد ہے یعنی آپ پر دوبار یہ تکلیف نہیں آئے گی ایک بار تو آپ نے سکرات الموت کی تکلیف اٹھالی اب دوبارہ آپ پر یہ تکلیف نہیں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۰۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)  
علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی ان ہی جوابات کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۰)

### حضرت ابو بکر کے اس قول کا آیت سے تعارض کا جواب

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تو کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا حالانکہ قرآن مجید میں ہے: قیامت کے دن لوگ کہیں گے:

أَمْتَنَا اثْنَتَيْنِ وَأُحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ. (المومن: ۱۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ جمہو مفسرین کے مطابق پہلی موت سے مراد نطفہ ہے جو باپ کی پشت میں ہوتا ہے اور وجود سے پہلے انسان کے عدم کو موت سے تعبیر فرمایا دوسری موت سے مراد حقیقی موت ہے جو وقت سرور آتی ہے سو اس معنی میں دو موتیں حضرت ابو بکر کے قول کے معارض نہیں ہے اور دو زندگیوں میں سے پہلی زندگی دنیا کی زندگی اور دوسری زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

### نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق محدثین کی تصریحات

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے جو شخص (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو موت آئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کو موت نہیں آئے گی۔  
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بعض علمائے کرام نے یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب زندہ نہیں ہیں اور عام لوگوں کی طرح معاذ اللہ آپ اپنی قبر میں مردہ ہیں ہمارے ہاں کراچی میں غیر مقلدین ہر سال عید میلاد النبی کے موقع پر بڑے بڑے اشتہار چھپا کر چسپاں کرتے ہیں جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ لکھا ہوتا ہے اور وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ زندہ نہیں ہیں اس لیے ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خطبہ سے علامہ نے کیا جوابات دیے ہیں؟  
حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو قبر میں حیات ہے اس پر موت نہیں آئے گی بلکہ آپ مسلسل زندہ رہیں گے اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو بکر نے جو کہا تھا: اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا اس سے وہ دو موتیں مراد ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص پر آتی ہیں پس بے شک انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں موت نہیں آتی بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں اور باقی مخلوق پر قبر میں موت آتی ہے اور وہ قیامت کے دن زندہ کیے جائیں گے۔ (عمدة القاری ج ۱۶ ص ۲۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شمس الدین محمد عبدالرحمان السخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:



ان احادیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ نبی ﷺ دائماً زندہ ہیں اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور امام بیہقی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں۔

(القول البدیع ص ۲۴۳ مکتبہ المؤید)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور یہ حدیث صحیح ہے کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں امام بیہقی نے کہا: انبیاء علیہم السلام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر ہونا عقلاً جائز ہے جیسا کہ خبر صادق میں وارد ہے۔ (مرقات ج ۳ ص ۶۰ مکتبہ الحتمیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حیات انبیاء متفق علیہ ہے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے یہ حیات جسمانی 'دنیاوی' حقیقی ہے نہ کہ حیات معنوی روحانی جیسا کہ شہداء کی ہے نیز آپ نے فرمایا: اللہ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(اشعۃ المساعی ج ۱ ص ۶۱۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۴۷)

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس موت کے طاری ہونے کے بعد آپ بارگاہ نبوی میں رہیں گے اس کے بعد اللہ آپ کو زندہ کر دے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے چالیس روز تک قبر میں چھوڑے رکھے اس کے بعد دائمی حیات ہوگی اور موت طاری نہیں ہوگی۔ (مدارج ج ۲ ص ۷۴۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

قول مختار و مقرر جمہور یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو موت کے بعد دائمی حیات کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں۔

(تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۶۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی اس موت کے بعد اللہ آپ کو حیات ابدی کے ساتھ زندہ کر دے گا اس کے برخلاف تمام مسلمانوں کو منکر کے سوال کے وقت زندہ کیا جاتا ہے پھر مار دیا جاتا ہے۔ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۳۲۵-۳۲۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات سے متعلق فقہاء کی تصریحات

علامہ حسن بن عمار بن علی شربلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

محققین کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ تمام لذتوں اور عبادات کے ساتھ نفع پاتے ہیں البتہ کوہ و مینوں کی نظروں سے آپ حجاب میں ہیں۔ (نور الایضاح مع مراقی الفلاح ج ۲ ص ۳۲۸ مکتبہ الفوئیدہ کراچی)

علامہ سید احمد الطحاوی المتوفی ۱۲۳۱ھ اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص قریب سے آپ پر درود شریف پڑھے تو آپ خود سنتے ہیں اور جب دور سے پڑھے تو فرشتے آپ کو پہنچا دیتے

ہیں۔ (حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح ج ۲ ص ۳۲۸ مکتبہ الفوئیدہ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز شامی متوفی ۱۲۵۸ھ لکھتے ہیں:

انبیاء اللہؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (رد المحتار ج ۶ ص ۱۸۶ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۹ھ)

صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

انبیاء اللہؑ اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح حیات حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے کھاتے پیتے ہیں جہاں چاہتے آتے جاتے ہیں تصدیق وعدۃ الہیہ کے لیے ایک آن کے لیے ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہو گئے ان کی حیات حیات شہداء سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے لہذا شہید کا ترکہ تقسیم ہوگا اس کی بی بی بعد عدت نکاح کر سکتی ہے بخلاف انبیاء کے کہ وہاں یہ جائز نہیں۔

(بہار شریعت ج ۱ ص ۱۰ 'مطبوعہ نیا، القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

### نبی ﷺ کی قبر میں دائمی حیات کے متعلق علماء دیوبند کی تصریحات

بانی مدرسہ دیوبند شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے ہاں! فرق ذاتیت و عرضیت مقصود نہیں وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مؤمنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے اس لیے وقت موت حیات نبوی ﷺ زائل نہ ہوگی ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات مؤمنین ساری یا آدھی زائل ہو جاوے گی۔ سو در صورت تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ ﷺ کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا یا مثل شمع جہاں آگ بجھ جائے کہ جب کو کس بجھ جائے یا بجھ کر آگ بجھ جائے تو اس کا نور بالہذا بہت مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہو جاتا اور دوبارہ زوال حیات مؤمنین کو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے یا مثل چراغ بجھئے کہ گل ہو جانے کے بعد اس میں نور باطل نہیں رہتا۔

(آب حیات ص ۱۸۵-۱۸۴ 'مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان' ۱۴۱۳ھ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ پر موت آنے سے آپ کی حیات زائل نہیں ہوتی لوگوں کی نگاہوں سے چھپ گئی تھی اور عام مسلمانوں پر موت آنے سے ان کی حیات ساری یا آدھی زائل ہو جاتی ہے۔

شیخ محمد یوسف لدھیانوی متوفی ۲۰۰۰ء لکھتے ہیں:

الغرض! میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات نبوی سے تو کچھ فرق ہے جو آپ اس جگہ کا انکار کرتے ہیں اس کا اکابر عالم دیوبند اور اس ابن امت کی تصریحات مطابقت رکھتی ہیں۔ تعجب نہیں کہ میں نے ان میں سے نہیں کہتا۔ روضہ مطہرہ کے نزدیک ۱۰۰۰ سال ہیں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۵۱۴ 'مکتبہ لدھیانوی' کراچی ۲۰۰۲ء)

### نبی ﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات

قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۳۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۰۸ھ)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ اپنی موت کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس حدیث کو امام

بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے اور اس مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا ہے۔

استاذ ابو منصور بغدادی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین متکلمین نے کہا ہے کہ نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبروں میں رزق دیا جاتا ہے اور نبی ﷺ بھی شہداء میں سے ہیں۔ (السران الوہاب ج ۳ ص ۳۲۹-۳۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۵ھ) نیز نواب صاحب نے لکھا ہے:

قبر میں آپ کو حفظ نہ ہوا کذا الک الانبیاء حالانکہ اس حفظ سے کوئی صالح وغیرہ سالم نہیں رہتا اور نہ سباع آپ کا جسد کھا سکتے ہیں و کذا الک الانبیاء اور کسی مضطر کو میت نبی کا کھانا جائز نہیں ہے اور آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اوس کے اذان و اقامت کے ساتھ و کذا الک الانبیاء ولہذا یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں ہے اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلوٰۃ مصلین آپ کو پہنچاتا ہے "اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہ وبارک وسلم" اعمال امت آپ پر عرض کیے جاتے ہیں آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (اشمات العبر یہ من مہلذ خیر البریہ ص ۵۲ ۱۳۰۵ھ) غیر متقدمین کے شیخ الکلی فی الکلی میاں نذیر حسین دہلوی متوفی ۱۹۰۳ء لکھتے ہیں:

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں خصوصاً اس حضرت ﷺ کے فرماتے ہیں کہ جو عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث سے واضح ہے لیکن کیفیت حیات کی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۵۲ مکتبہ ثانیۃ المعارف الاسلامیہ گوبرنوالہ)

### قرآن مجید کی آیات سے نبی ﷺ کی بعد از وفات حیات پر استدلال

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتٌ بَلْ أَحْیَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○ (البقرہ: ۲۰۷)

نبی ﷺ بھی شہید ہیں آپ کو جو خیر میں زہر دیا گیا تھا اسی کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جس مرض میں آپ کی موت ہوئی اس میں آپ فرما رہے تھے: اے عائشہ! میں مسلسل اس طعام کا دواؤں میں سے خیر میں کھا رہا تھا اس وقت ہے کہ اس زہر کے اثر سے میرے اپنے دل کے کھنکھنے کو پارہا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۳۴۲۸)

اس سے معلوم ہوا آپ شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتے ہیں بلکہ آپ افضل الشہداء ہیں اور آپ کی حیات شہداء کی حیات سے افضل ہے نیز قرآن مجید میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوا شُهَدَآءَ عَلٰی النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا.

اور ہم نے اسی طرح تمہیں افضل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔ (البقرہ: ۱۴۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تمام امت کے اعمال پر گواہ ہیں اور گواہی دینا بغیر حیات کے متصور نہیں ہے سو اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ قبر انور میں زندہ ہیں اور اعمال امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

اور قرآن مجید میں ہے:

قُلْ إِنْ صَلَّيْتُمْ وَنُسَكِيتُمْ وَمَتَّعْتُمْ لِلَّهِ  
رَبِّ الْعَالَمِينَ (الانعام: ۱۶۲)

آپ کہیے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے O شہید وہ ہوتا ہے جس کی موت اللہ کے لیے ہو اور وہ زندہ ہوتا ہے اور آپ کی تو موت اور حیات دونوں اللہ کے لیے ہیں تو آپ تو بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں۔

### رسول اللہ ﷺ کی حیات کے ثبوت میں احادیث

امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے کتاب حیات الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسند ابو یعلیٰ: ۳۴۲۵ 'حیۃ الانبیاء للبیہقی ص ۳' سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی: ۶۲۱ 'مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱' المطالب العالیہ: ۳۴۵۲ 'تاریخ دمشق الکبیر: ۳۵۱۱- ج ۱۵ ص ۱۵۹' دار احیاء التراث العربی بیروت: ۱۴۲۱ھ)

ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: کیا تمہیں یہ علم ہے کہ انبیاء کے سوا بھی کوئی اپنی قبروں میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! (حلیۃ الاولیاء: ۲۵۶ 'طبع جدید دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۸ھ)

امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے 'م' میں مجھ پر بہترین صلوٰۃ پڑھا کر دو کیونکہ ہماری صلوٰۃ (درود شریف) مجھ پر پیش کی جاتی ہے 'صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر ہماری صلوٰۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء ﷺ کے اجسام کے ہاتھ لے کر حرام کر دیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۰۴ 'سنن نسائی: ۳۷۱۳ 'سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۵ 'مسند احمد ج ۴ ص ۸ 'سنن کبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۹ 'المستدرک ج ۴ ص ۵۶۰ 'کنز العمال: ۲۳۳۰۱ 'المبدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۸ 'دار الفکر: ۱۳۱۸ 'سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد میں اس حدیث کے بعد یہ بھی مذکور ہے: اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۷ 'المبدایہ ج ۴ ص ۲۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے (اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ دور سے خود نہیں سن سکتے کیونکہ یہ بھی حدیث میں ہے کہ کوئی شخص کہے: میں بھی درود سننے کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے۔ (المبدایہ ج ۴ ص ۸) فرشتہ درود پہنچاتا آپ کے پاس آتا ہے 'یہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کے پاس اعمال پہنچاتے ہیں۔)

(شعب الایمان: ۱۵۸۳ 'کنز العمال: ۲۱۶۵ 'مجمع الجوامع: ۲۲۳۵۶) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے وہ میری قبر پر کھڑا ہوا ہے۔ (التاریخ الکبیر للبخاری: ۸۹۰۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرتا ہے 'ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے 'جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔ (کنز العمال: ۲۲۴۲ 'مجمع الجوامع: ۲۲۳۵۵ 'اتحاف السادة المستعین ج ۳ ص ۲۴۱)



حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء اللہ کو چالیس راتوں کے بعد ان کی قبروں میں نہیں چھوڑا جاتا لیکن وہ اللہ سبحانہ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور میں پھونکا جائے۔ (جمع الجوامع: ۴۹۹۰، کنز العمال: ۳۲۲۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے! عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، درآں حالی کہ وہ امام عادل ہوں گے، وہ ضرور صلیب کو توڑ دیں گے اور وہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا، سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں: یا محمد! تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ (مسند ابویعلیٰ: ۶۵۸۳، حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵، المطالب العالیہ: ۴۵۷۴، ج ۴ ص ۲۴)

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں نبی ﷺ کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نہیں نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتا چلتا تھا جو نبی ﷺ کی قبر سے آتی تھی۔ (سنن الدارمی: ۹۳، مشکوٰۃ: ۵۹۵۱)

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: یہ احادیث نبی ﷺ کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اور باقی انبیاء اللہ کی حیات پر بھی، اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزُقُونَ (آل عمران: ۱۶۹)

موت نہ کہ بلکہ وہ زندہ ہیں ان کو ان کے رب کے پاس سے روزی

دی جاتی ہے ○

اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء اللہ جو ان سے بہت افضل اور اجل ہیں وہ بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں اور بہت کم کوئی نبی ایسا ہوگا جس میں وصف شہادت نہ ہو لہذا شہداء کی حیات کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو قتل کیا گیا تو میرے نزدیک اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے کہ میں ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ کو نبی بنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۵۲۰۷، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱، المستدرک ج ۳ ص ۵۸، جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود: ۶۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس بیماری میں نبی ﷺ وفات پا گئے تھے اس میں آپ فرماتے تھے: عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کا دریا ہوں جو میں نے خیر میں کھایا تھا (اس طعام میں زندہ رہا ہوا تھا) اور اس وجہ سے اب میری رگ حیات کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۲۸، جامع المسانید والسنن مسند عائشہ: ۱۵۰۳)

نبی ﷺ کی حیات کے متعلق مستند علماء کی تصریحات اور مزید احادیث

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: پس قرآن مجید کی صریح عبارت سے یا مفہوم موافق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ امام بیہقی نے ”کتاب الاعتقاد“ میں کہا ہے کہ انبیاء اللہ کی رگوں کو قبض کرنے کے بعد ان کی رگوں کو لوٹا دیا جاتا ہے پس وہ اپنے رب کے سامنے شہداء کی طرح زندہ ہیں۔

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ نے اپنے شیخ احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ سے نقل کر کے کہا ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے، وہ صرف ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شہداء اپنے قتل ہونے اور اپنی موت کے بعد زندہ

ہوتے ہیں اور وہ خوش و خرم ہوتے ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے اور جب شہداء کو حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام تو ان سے زیادہ حیات کے حق دار ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو نہیں کھاتی اور معراج کی شب نبی ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے اور آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نبی ﷺ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ جو شخص بھی آپ کو سلام کرتا ہے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں اور ان تمام احادیث کے مجموعہ سے یہ قطعی یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت کا یہ معنی ہے کہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہیں، ہر چند کہ وہ زندہ ہیں اور موجود ہیں اور ان کا حال فرشتوں کی طرح ہے، وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور ہماری نوع انسان میں سے کوئی شخص ان کو نہیں دیکھتا ماسوا اولیاء اللہ کے، جن کو اللہ تعالیٰ نے کرامت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ (الذکر ج ۱ ص ۲۶۵-۲۶۳، مطبوعہ دار البخاری، ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر قرطبی متوفی ۶۶۸ھ کے شیخ علامہ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی متوفی ۶۵۶ھ ہیں اور ان کی یہ مذکور الصدر عبارت ”المفہم شرح مسلم“ ج ۶ ص ۲۳۴-۲۳۳، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ میں موجود ہے۔

اس کے بعد حافظ سیوطی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے ناخوش ہوتے ہیں اور آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر درود پڑھتا ہے آپ کو سنتے ہیں۔ (الذکر ج ۱ ص ۲۶۵-۲۶۳، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ) اور زمین اس میں سے کسی چیز کو نہیں کھاتی اور ہمارے نبی ﷺ نے معراج کی شب حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ نے پہلے آسمان میں حضرت آدم کو دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یونس کو دوسرے آسمان میں حضرت موسیٰ کو اور چھٹے آسمان میں حضرت ہارون کو اور چھٹے آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۴) ان وجوہ سے ہمارے لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں۔

اور اصحاب نے جو یہ کہا ہے کہ آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے رنجیدہ ہوتے ہیں اس کی اصل یہ احادیث ہیں:

بکر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور حب میں رہتے ہو، اس کا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی، تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، تمہارے گناہوں کی تمہاری طرف سے توبہ کی جاتی ہے، تمہارے گناہوں کی توبہ کی جاتی ہے، تمہارے گناہوں کی توبہ کی جاتی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳، دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، المطاب العالیہ ج ۴ ص ۲۲، سرائیں ج ۱۱ ص ۲۰۷، جامع الصغیر ج ۱ ص ۵۸۲، البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ، مسند احمد: ۳۶۶، دار الفکر، مسند ابی یوسف: ۸۳۵، حافظ البیہقی نے کہا: مسند ابی یوسف کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

خراش بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے، حیات اس لیے بہتر ہے کہ میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اور میری وفات اس لیے بہتر ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، سو جو نیک عمل ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو برے عمل ہوتے ہیں تو میں تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۹۳۵، دار الفکر، الوفاء لابن الجوزی ص ۸۱۰، مطبوعہ مصر، ۱۳۶۹ھ)

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: حافظ ابو بکر بیہقی نے ”کتاب الاعتقاد“ میں کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام روحوں کے قبض کیے جانے کے بعد اپنے رب کے پاس شہداء کی طرح زندہ ہوتے ہیں ہمارے نبی ﷺ نے انبیاء کی ایک جماعت کو دیکھا ہے اور ان کی امامت کی ہے اور آپ نے یہ خبر دی ہے کہ ہمارا درود اور سلام ان تک پہنچایا جاتا ہے اور آپ کی خبر صادق ہے۔ (انباء الاذکیاء ص ۷)

حافظ بیہقی نے جو کہا ہے کہ ہمارا درود اور سلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے اس کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کے کچھ زمین میں سیاحت کرنے والے فرشتے ہیں تاکہ وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچائیں۔

(سنن نسائی: ۱۲۸۱، مسند احمد: ۴۲۱۰، ج ۲، دار الفکر، البدایہ والنہایہ، ج ۱ ص ۹۲، دار الفکر: ۱۳۱۸، جامع المسانید والسنن مسند ابن مسعود: ۹۹)

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں مجھ پر فرشتے پیش کیے جاتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو ہم نے پوچھا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (جاء الانہام ص ۶۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۱۷ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من احد یسلم علی الارواح علی روحی جو شخص مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح حتیٰ ارد علیہ السلام۔ کو لوٹا دیتا ہے تاکہ اس کے سلام کا جواب دوں۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۴۱، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲، سنن کبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۲۴۵، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲، مشکوٰۃ: ۹۲۵، التریب والتریب ج ۲ ص ۳۹۹، کنز العمال: ۲۲۰۰۰)

### سلام کے وقت آپ کی روح کو لوٹانے کی حدیث کے اشکال کے جوابات

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: اس حدیث سے بظاہر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب بھی آپ کو سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے بدن میں روح کو لوٹا دیتا ہے اور پھر روح کو نکال لیا جاتا ہے اور چونکہ آپ کو بار بار سلام کیا جاتا ہے تو گویا بار بار آپ کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے اور بار بار داخل کی جاتی ہے اور یہ عمل آپ کے لیے شدید تکلیف کا موجب ہے اور روح کا نکالنا موت کے سن میں ہے اس کا مطالب یہ ہے کہ آپ کو بار بار موت سے آتی ہے اور یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے جن میں سے پہلے ذکر کرتے ہیں اس اشکال کے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حسب ذیل جوابات منصف دیے ہیں:

(۱) ”الارواح علی روحی“ جملہ حالیہ ہے اور عربی قواعد کے مطابق اس سے پہلے ”قد“ کا لفظ محذوف ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: ”خَصِرَتْ صُدُورُهُمْ“ (النساء: ۹۰) اس سے پہلے بھی لفظ ”قد“ محذوف ہے اور اس کا معنی ہے: یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تم سے لڑنے کے لیے بھی ان کے دل تنگ ہوں۔ اسی طرح اس حدیث کا بھی معنی ہے: جو شخص بھی مجھے سلام کرتا ہے وہ اس حال میں سلام کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ روح لوٹا چکا ہوتا ہے اور اب یہاں پر ”رد اللہ“ کا جملہ ماضی کے معنی میں ہے کیونکہ اشکال اس وقت ہوتا جب ”رد اللہ“ حال یا استقبال کے معنی میں ہوتا اور اس سے بار بار روح کا لوٹنا لازم آتا اس سے ایک تو یہ لازم آتا کہ جسم سے بار بار روح کے نکلنے سے آپ کو بار بار درود ہوتا اور یہ آپ کی تکریم کے خلاف ہے نیز یہ حیات شہداء کے خلاف ہے کیونکہ شہداء کی حیات مستمر ہے تو نبی ﷺ اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کی حیات مستمر ہو

اور تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ معنی قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ صرف دو بار موت اور دو بار حیات ہے اور اس صورت میں بہ کثرت موتیں اور حیاتیں لازم آئیں گی اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ یہ معنی ان احادیث صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے جن سے آپ کی حیات مستمر ثابت ہے اور جو معنی قرآن مجید اور احادیث متواترہ کے خلاف ہو اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔

(۲) اس حدیث میں لفظ ”رد“، ”صیورۃ“ کے معنی میں ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ”قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ“ (الاعراف: ۸۹) ”عدنا“ کا لفظ ”عود“ سے بنا ہے اور ”عود“ کا معنی ہے: لوٹنا اگر یہاں عود اپنے معنی میں ہو تو اس کا معنی ہوگا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار سے فرمایا: اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اور کفار کے دین میں لوٹ جانا اس کو مستلزم ہے کہ حضرت شعیب پہلے بھی ان کے دین میں تھے اور یہ معنی باطل ہے اس لیے اس آیت میں ”عدنا“ کا لفظ ”صرنا“ کے معنی میں ہے یعنی اگر ہم تمہارے دین میں ہو جائیں تو پھر ہم اللہ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اسی طرح اس حدیث کا معنی ہے: جب کوئی شخص مجھ کو سلام کرتا ہے تو اس وقت میری روح مجھ میں ہوتی ہے۔

(۳) روح کو لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ آپ کی روح کو سلام کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ نبی ﷺ احوال برزخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور آپ کے مشرہدہ میں مشرق ہوتے ہیں تو آپ کو سلام کرنے والے کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

(۴) روح کو لوٹانا آپ کی حیات کے دوام اور استمرار سے لٹا یہ ہے کیونکہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ سے کوئی نہ کوئی شخص آپ کو سلام عرض کر رہا ہوتا ہے تو آپ ہر وقت کسی نہ کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں تو ہر وقت آپ کو حیات حاصل ہوتی ہے۔

(۵) رد روح سے مراد یہ ہے کہ سلام کے وقت اللہ تعالیٰ آپ کے لفظ کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۶) رد روح سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو غیبی جمالی سماعت عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص کہیں سے بھی سلام کرے آپ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(۷) رد روح سے مراد یہ ہے کہ آپ عالم ملکوت کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے جواب کی طرف فارغ کر دیتا ہے۔

(۸) روح سے خوشی و راحت مراد یہ ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: ”الروح وریحان“ (الزلزال: ۸۹) ”جوشن مقرب“ ہو اس کے لیے راحت اور خوشی ہے اسی طرح اس حدیث کا معنی ہے: جب کوئی شخص آپ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی راحت اور راحت کو تازہ کر دیتا ہے۔

(۹) رد روح سے مراد ہے: صلوٰۃ کے ثواب کو آپ کی طرف لوٹانا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور انعامات کو آپ پر لوٹاتا رہتا ہے۔

(۱۰) امام راغب نے ”رد“ کا ایک معنی تفویض بھی لکھا ہے اس صورت میں حدیث کا معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے سلام کے جواب کو آپ کی طرف منفوض کر دیا ہے یعنی اس کی طرف رحمت کے لوٹانے کو جیسا کہ حدیث میں ہے: جو شخص مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ اس پر دس صلوٰات بھیجتا ہے یعنی اس پر دس رحمتیں بھیجنے کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف منفوض کر دیا ہے اور آپ کی اس پر رحمت یہ ہے کہ آپ اس کی شفاعت فرمائیں۔



(۱۱) روح سے مراد وہ رحمت ہے جو نبی ﷺ کے دل میں آپ کی امت کے لیے ہے یعنی آپ کو آپ کی اس رحمت کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(۱۲) رزق روح سے مراد یہ ہے کہ آپ اعمالِ برزخ میں مشغول ہوتے ہیں مثلاً اعمالِ امت کو ملاحظہ فرماتے ہیں ان کے نیک اعمال پر اللہ کی حمد کرتے ہیں اور ان کے بُرے اعمال پر استغفار فرماتے ہیں ان سے مصائب دور ہونے کی دعا کرتے ہیں اطرافِ زمین میں برکت پہنچانے کے لیے آمد و رفت جاری رکھتے ہیں اور امت کے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازوں پر تشریف لے جاتے ہیں یہ تمام امور اشغالِ برزخ سے ہیں جو احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان اشغالِ برزخ سے ہٹا کر سلام کے جواب دینے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

(انباء الاذکیاء ص ۱۳) حافظ سیوطی کی ترتیب سے اس جواب کا نمبر دس ہے ہم نے تلیخیص کی سہولت سے جوابات کی ترتیب بدل دی ہے (۱۳) روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبر انور پر مقرر کر دیا ہے جو امت کا سلام آپ تک پہنچاتا ہے۔ (۱۴) ہو سکتا ہے کہ آپ کو ابتداء میں یہی بتایا گیا ہو کہ جواب کے وقت آپ کی روح جسد میں لوٹائی جائے گی بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات میں ترقی فرمائی اور آپ پر وحی فرمائی کہ آپ کو حیات ہمیشہ حاصل رہے گی۔

حافظ سیوطی نے پندرہ جوابات ذکر فرمائیے ہیں ان میں سے پہلے جواب کو انہوں نے بہت کمزور قرار دیا تھا یعنی راویوں کو اس حدیث کی عبارت میں وہم ہوا ہے آج کل اس کا کثرت کیا اور اسے جواب سے ابتداء کی اس لیے چودہ جواب ذکر کیے ہیں اور جوابات کی ترتیب بھی ہم نے اپنی سہولت سے قائم کی ہے یہ بات انباء الاذکیاء ص ۱۶-۸ میں درج ہیں۔ واضح رہے کہ یہ حافظ سیوطی کی عبارت کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ ان کی عبارت کا خلاصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی حیات کے مظاہر

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امام احمد کے ایک زیادہ کا بیان ہے کہ آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے شیخ سراج الدین بن الحسن نے "حجۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں عجمی شخص ہوں فصحاء و شہداء کے سامنے کلام کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس سے ساتھ ساتھ اپنے منہ سے کلام کیا: میں نے فرمایا: میں نے کلام کیا تو انہیں رحمت و مدد نصیب ہوئی ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو پھر میں طہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا میرے پاس بہت حقوق آئی اور مجھ پر کلام جس ہو گیا پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولا تو میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعابِ دہن ڈالا میں نے کہا: آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے ادب کی وجہ سے پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہرملکی رسول اللہ ﷺ کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ کی

سترہ مرتبہ زیارت کی ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ نے فرمایا: اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قرار نہ ہوا کرو کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے "لطائف الحسن" میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابو العباس مری سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے انہوں نے کہا: میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا اور شیخ مری نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۵۱-۵۲ دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا کی ایک خاتون تھیں انہوں نے نبی ﷺ سے بیعت کی تھی وہ بیان کرتی ہیں کہ مہاجرین کو قرعہ اندازی سے تقسیم کیا گیا پس ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے پس ہم نے ان کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا پس ان کو بہت شدید درد ہو گیا جس میں وہ فوت ہو گئے پس جب وہ فوت ہو گئے تو ان کو غسل دیا گیا اور انہیں ان کے کپڑوں میں کفن پہنایا گیا رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابو السائب! تم پر اللہ کی رحمت ہو میری تمہارے متعلق یہ شہادت ہے کہ بے شک اللہ نے تمہاری تکریم کی ہے پس نبی ﷺ نے فرمایا: تمہیں کس نے بتایا کہ اللہ نے ان کی تکریم کی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ نذاہوں! پھر اللہ کس کی تکریم کرے گا؟ پس آپ نے فرمایا: رہے وہ تو ان کے پاس یقینی بات آچکی ہے اور اللہ کی قسم! میں ان کے لیے خیر کی توقع رکھتا ہوں اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کبھی بھی کسی کی تعریف نہیں کرتی۔ ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے اس کی مثل حدیث بیان کی اور نافع بن یزید نے کہا از عقیل "ما یفعل بہ" اور شعیب اور عمرو بن دینار اور معمر نے اس حدیث کی متابعت کی۔

۱۲۴۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ إِمْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ أُقْسِمَ السُّهَاجِرُونَ قُرْعَةً فُطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ فَأَنْزَلَنَاهُ فِي أَبِيانَا فَوَجَعَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ فَلَمَّا تَوَفَّى وَغُسِّلَ وَكُنِيَ بِي رَأْبِهِ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ أبا السَّائِبِ فَشَهِدَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللَّهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَذْرِيكَ أَنَّ اللَّهَ أَكْرَمَهُ؟ فَقُلْتُ يَا أَبِیْ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمْ يُكْرِمَهُ اللَّهُ؟ فَقَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ كَرَّمَهُ اللَّهُ وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ لَا رَجُوءَ لَهُ الْخَيْرِ وَاللَّهُ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللَّهِ مَا يُفْعَلُ بِي قَالَتْ فَوَاللَّهِ لَا أُرِيكَ أَحَدًا مَعَهُ أَبَدًا حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ أَنَّ عَمْرُو بْنَ دِينَارٍ وَمَعْمَرُ وَقَالَ نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عُقَيْلٍ مَا يَفْعَلُ بِهِ وَتَابِعَةُ شُعَيْبٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَمَعْمَرُ

[الطراف الحديث: ۲۶۸۷-۳۹۲۹-۴۰۰۳-۴۰۰۴-۴۰۱۸]

(الاحاد الثانی: ۳۳۲۳ المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۳۳۸ حلیۃ الاولیاء

ج ۱ ص ۱۰۴ مسند الشامیین: ۳۲۱۲ المستدرک ج ۱ ص ۳۷۸ سنن بیہقی

ج ۴ ص ۷۶ مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۶ طبع قدیم مسند احمد: ۲۷۴۵۷-۲۷۴۵۸ ج ۳۵

ص ۳۵۰-۳۴۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ابوزکریا الحزومی (۲) لیث بن متعدد (۳) غنیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری یہ مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک ہیں ۱۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) حضرت ام العلاء بنت الحارث بن ثابت بن خارجہ الانصاریہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۲)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام العلاء کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ وہ جنت میں ہے یا دوزخ میں ہے لیکن نیک مسلمان کے لیے حسن عاقبت کی توقع رکھی جائے اور بدکار کے متعلق عذاب کا خوف رکھا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ کی مغفرت کے متعلق تو الفتح: ۲ میں مغفرت کی بشارت آچکی ہے پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کی مغفرت فرمادے ہے کیونکہ دل اللہ کے واسطے اللہ کی وجہ سے علم نہیں تھا۔

شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۴۳-۲۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ

## حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹ میں مماثلت

جس طرح حضرت ام العلاء کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس طرح آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ مَا يَنصُرُنِي بَلَدٌ وَلَا  
بِكُمْ. (الاحقاف: ۹)

اور نہ میں از خود جانتا ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا (اور نہ میں از خود یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اکثر جمہور مفسرین کا مضاف قول ہے کہ آپ ﷺ مطالبہ کیا کہ میں از خود یہ نہیں جانتا کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور اس آیت کا حکم درج ذیل آیات سے منسوخ ہے:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ (الفتح: ۱-۲)

(اے رسول پریم!) ہم نے آپ کے لیے سی ہوئی فتح عطاء فرمائی ۝ تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر برقرار رکھے ۝

چونکہ الفتح: ۲ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کی کلی مغفرت کر دی گئی ہے اس لیے تمام مستند اور محقق مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اب الاحقاف: ۹ کا یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے کہ آپ یہ کہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا کیونکہ اب آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا اور آپ کی امت کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

علامہ آلوسی، حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور اور الاحقاف: ۹۔۔۔۔۔

پراعتراض کے جوابات

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

جس چیز کو میں اختیار کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس آیت سے اس درایت کی نفی کرنا مراد ہے جو بغیر وحی کے ہو (یعنی میں از خود نہیں جانتا) عام ازیں کہ وہ درایت تفصیلی ہو یا اجمالی ہو اور خواہ اس کا تعلق دنیاوی امور سے ہو یا اخروی امور سے ہو اور میرا اعتقاد یہ ہے کہ نبی ﷺ اس وقت تک دنیا سے منتقل نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور تمام شانوں کا علم دے دیا گیا اور جن چیزوں کے علم کو کمال قرار دیا جاتا ہے ان تمام چیزوں کا علم آپ کو دے دیا گیا اور آپ کو اتنا علم دیا گیا ہے کہ تمام جہانوں میں کسی کو اتنا علم نہیں دیا گیا اور میرا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ دنیا کے بعض جزوی حوادث کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے علم کا کمال نہیں رہے گا، مثلاً یہ کہ زید آج اپنے گھر میں کیا کر رہا ہے اور کل کیا کرے گا؟ اور میں کسی قائل کے اس قول کو اچھا نہیں جانتا کہ نبی ﷺ غیب کو جانتے ہیں اس کو اس کے بجائے یہ کہنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا ہے یا اللہ سبحانہ نے آپ کو غیب کا علم عطا فرما دیا ہے یا اس طرح کی کوئی اور بات کہنی چاہیے۔ (روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۷-۱۶ 'دار الفکر بیروت' ۱۳۱۷ھ)

حضرت ام العلاء کی حدیث کا لامہ آیت نے یہ جواب بھی دیا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا ”مَا أَدْرِى مَا يُفْعَلُ بِي“ فرمانا اس آیت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے یعنی ”يَغْفِرُ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ“ (التغ: ۲)۔

(روح المعانی جز ۲۶ ص ۱۶، دار الفکر)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آپ کا ”ما ادری“ فرمانا الاحقاف: ”کے موافق ہے کہ کہ ”ما ادری“ بھی ”ما ادری“ ہے اور یہ واقعہ ”لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ“ (۲: ۲۲۲) سے پہلے کا ہے۔ ونگہ سورۃ الاحقاف مکی ہے اور سورۃ النحل بالاتفاق مدنی ہے اور یہ چیز ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا اس کے علاوہ اور صریح احادیث ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو اپنے اخروی احوال اور مقامات کا علم تھا، سو جن احادیث میں آپ کے اخروی علم کا ثبوت ہے وہ آپ کے اجمالی پر محمول ہیں اور جن آیات اور احادیث میں آپ کے علم اخروی کی نفی ہے وہ علم محیط اور علم تفصیل پر محمول ہیں۔

(شيخ الباری ج ۲ ص ۵۰۵ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ بدرالدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عثمان بن مظعون غزوہ بدر کے بعد فوت ہوئے اور انہوں نے اس غزوہ میں شرکت کی تھی اور نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی مغفرت فرمادی اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس حدیث میں جو 'مسا' اذری ' فرمایا ہے وہ پہلے کا واقعہ ہے اور اہل بدر کے جنتی ہونے کی خبر آپ کو بعد میں دی گئی 'دوسرا اعتراض یہ ہے کہ غزوہ احد میں آپ نے حضرت جابر کے والد رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا: فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایا کر رہے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کے والد کا حال آپ کو صرف وحی سے معلوم ہوا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اخروی احوال کی جو خبر دی ہے اس کا علم آپ کو وحی سے ہوا اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بغیر وحی کے از خود تو آپ کو بھی اپنے اخروی حال کا علم نہیں ہے تو حضرت ام العلاء، قطیعت کے ساتھ حضرت عثمان بن مظعون کے نیک انجام کی بشارت کیسے دے سکتی ہیں؟



(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۳-۲۴ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام العلاء کی حدیث میں جو آپ نے ”ما ادری“ فرمایا ہے وہ ”لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ“ (الفتح: ۲) کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ الاحقاف کی ہے اور الفتح مدنی ہے اور آپ کو پہلے اپنی مغفرت کلی کا علم نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم نہیں دیا تھا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرمایا تو آپ نے اس کو جان لیا۔ (الی ان قال) علامہ بیناوی نے کہا ہے کہ دنیا اور آخرت کا پہلے آپ کو تفصیلی علم نہ تھا۔ علامہ برماوی نے کہا ہے کہ بعض تفصیل آپ سے مخفی تھیں۔ (ارشاد الساری ج ۳ ص ۳۴۸ دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرف سے الاحقاف: ۹ اور حدیث مذکور پر اعتراض کا جواب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ۱۳۴۰ھ نے بھی الاحقاف: ۹ کو الفتح: ۲ سے منسوخ قرار دیا ہے چنانچہ وہ رشید احمد گنگوہی کے رد میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہی مولوی رشید احمد صاحب پھر لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: ”وَاللَّهِ لَا اَدْرِ مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا يَكُنْ“ الحدیث اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

قطع نظر اس کے کہ حدیث اول خود احاد ہے، سلیم لہ اس کے بدلانی تو وہ مشہور ہوتا ہے۔ میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت و حدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم و احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ناخ موجود ہے کہ جب آیت کریمہ:

”لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ“ تا کہ بخش دے۔ دانت سے سب اگلے پچھلے گناہ (نازل ہوئی)۔

صحابہ نے عرض کی: ”هنيأ لك يا رسول الله“ فقال بين الله لك ما يَفْعَلُ بِي فَمَاذَا يَفْعَلُ بِنَا“ یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو خدا کی قسم! اللہ عز و جل نے یہ تو صاف بیان فرمادیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ اس پر آیت اتری: ”لِيَدْخُلِ الْمُؤْمِنِينَ (الَّذِينَ كَانُوا فِي الشُّكِّ) الْفَوْزَ الْعَظِيمَ“ تا کہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باریک نظر کے بہرے میں اور ان میں اور ان سے ان کے گناہ اور یہ آیت کے یہاں بڑی مراد پاتا ہے۔

یہ آیت اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل و شہیر ایسوں کو کیوں بھائی دیتیں۔

(انباء المصطفیٰ ص ۹-۸ نوری کتب خانہ لاہور)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے ”انباء الحی“ ص ۳۸۸ (مرکز اہل سنت برکات رضا) میں بھی متعدد احادیث کے حوالوں سے اسی طرح لکھا ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ نے بھی الاحقاف: ۹ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت الفتح: ۲ سے منسوخ ہے۔

۱۲۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَكْشِفُ الثُّوبَ عَنْ وَجْهِهِ أَبْكِي وَيَنْهَوْنِي عَنْهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِي فَجَعَلْتُ عَمَّتِي فَاطِمَةَ تَبْكِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْكِينَ أَوْ لَا تَبْكِينَ مَا زَالَتْ مَا لَانِكَةَ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعْتُمُوهُ. تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

[اطراف الحديث: ۱۲۹۳-۲۸۱۶-۳۰۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے محمد بن المنکدر سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا: جب میرے والد کو شہید کر دیا گیا تو میں ان کے چہرے سے کپڑا کھول کر رو رہا تھا اور لوگ مجھے اس سے منع کر رہے تھے اور نبی ﷺ مجھے اس سے منع نہیں فرما رہے تھے پھر میری پھوپھی فاطمہ روئے لگیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم روؤ یا نہ روؤ فرشتے ان پر اپنے پروں سے سایا کر رہے ہیں حتیٰ کہ تم نے ان (کے جنازہ) کو اٹھا لیا۔ شعبہ کی متابعت ابن جریج نے کی ہے انہوں نے کہا: مجھے ابن المنکدر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

(صحیح مسلم: ۱/۲۳۷، رقم المسلسل: ۶۲۳۷، سنن نسائی: ۱۸۳۲، جامع المسانید لابن جوزی: ۹۷۰، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

### حضرت جابر کے والد کی تکریم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کے اوپر اپنے پروں سے سایا کر رہے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ فرشتے ان کے والد کی تکریم کر رہے ہیں اور ان کی روح کو اوپر لے کر جا رہے ہیں۔  
\* یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۶۲۳۳-۶۲۳۷' پر ذکر کی گئی ہے اس کی شرح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

### کوئی شخص میت کے گھر والوں کو

#### اس کی موت کی خبر دے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ جس دن النجاشی فوت ہوئے اس دن رسول اللہ ﷺ نے ان کی موت کی خبر دی آپ عید گاہ کی طرف نکلے آپ نے مسلمانوں کی صفیں بنائیں اور چار تکبیریں پڑھیں۔

(صحیح مسلم: ۹۵۱، رقم المسلسل: ۲۱۶۹، سنن ابوداؤد: ۳۲۰۳، سنن نسائی: ۱۹۷۱، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۹۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۵، مسند احمد

ج ۲ ص ۲۸۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۷۷۶-ج ۱۳ ص ۱۹۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۱۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ، مسند

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال ماکی قرطبی متوفی ۵۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نجاشی کی روح نبی ﷺ کے سامنے حاضر تھی سو آپ نے اس پر نماز پڑھی تھی اور آپ کے لیے جنازہ کو اٹھا کر لایا گیا تھا جیسا کہ آپ کے لیے بیت المقدس کو منکشف کر دیا گیا تھا جب کفار قریش نے آپ سے بیت المقدس کی صفات کے متعلق سوال کیا تھا آپ کو نجاشی کی موت کا علم تھا اور آپ نے اپنے اصحاب کو اس کی موت کی خبر دی تھی آپ گھر سے نکلے اور آپ نے مسلمانوں کو اس کی نماز جنازہ دھائی اور یہ اس کا خصوصیت کی دلیل ہے اسی وجہ سے امت نے غائبانہ نماز جنازہ کو ترک کر دیا ہے اور میں نے امت میں سے کسی نوکس پایا جس نے غائبانہ نماز پڑھنے کی اجازت دی ہو۔

میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ نے تین اور مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے اور وہ بھی آپ کی خصوصیت ہے:

(الْعَجْمُ) ۰۳۰: ۱۱۰ ص ۴۰ بعد ۲ ص جمع الوندج ۳ ص ۳۸ شیء۔ باب۔ یہ حدیث منکر ہے۔ ہے اور علامہ الذہبی نے کہا ہے: یہ حدیث منکر ہے۔ جمع الزوائد ۳ ص ۳۸)

علامہ عبد اللہ بن یوسف الزیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ضعیف سندوں سے مروی ہے کہ آپ نے دو اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی ہیں اور وہ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی نمازیں ہیں اور حدیث میں ہے کہ ان کے جنازوں کو بھی آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا تھا۔ امام واقدی نے اپنی سند کے ساتھ کتاب المغازی میں عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ جب لوگ غزوہ موتہ میں گئے تو رسول اللہ ﷺ منبر پر بیٹھے اور آپ کے لیے شام کو منکشف کر دیا گیا، آپ ان کے میدان جنگ دیکھ رہے تھے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اب جھنڈا زید بن حارثہ نے لیا، پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے، پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا





أَنَسَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ. وَإِنَّ عَيْنِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَذُرِفَانِ. ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ مِنْ غَيْرِ أَمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ. [الطراف الحديث: ٢٤٩٨-٣٠٦٣-٣٦٣٠-٣٤٥٤-٦٢٣٢] (سنن نسائي: ١٨٤٤، جامع السانيد لابن جوزي:

انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: زید (بن حارثہ) نے جھنڈا پکڑا پس وہ شہید ہو گئے، پھر جعفر (بن ابی طالب) نے جھنڈا پکڑا پس وہ شہید ہو گئے، پھر عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا پکڑا پس وہ شہید ہو گئے اور بے شک رسول اللہ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے پھر بغیر کسی کے مشورہ کے خالد بن ولید نے جھنڈا پکڑا پس ان کو فتح حاصل ہو گئی۔

۱۵۴ 'مکتبۃ الرشید' ریاض ۱۳۲۵ھ)

غزوہ موسیٰ کی تاریخ

یہ قصہ غزوہ موتہ کا ہے، یہ شام کے علاقہ البلقاء میں پیش آیا تھا، اس کا سبب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ایک لشکر بھیجا تھا، اور اس لشکر کا امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا، اور آپ نے فرمایا تھا: اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب لوگوں کے امیر ہوں گے، پھر اگر جعفر شہید ہو جائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کے امیر ہوں گے، پس وہ تین ہزار نفوس پر مشتمل لشکر روانہ ہو گیا، انہوں نے کفار سے مقابلہ کیا، پس حضرت زید بن حارثہ شہید ہو گئے، پھر حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا لیا اور قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے، پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمادی۔

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو ان کو مقتولین میں پایا اور ان کے جسم پر ستر سے زینہ لگا ہوا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۶۸۱)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذرا لی ہے کہ جب موتہ میں میرے ۲ سون میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں، پس میرے ہاتھوں میں صرف صحیفہ یمانہ (یمنی خنجر) باقی رہ گیا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۶۵)

حضرت زید العسکری، جعفر اور حضرت عبد اللہ بن ہاشم، واثق، قنار

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے دادا کو نام سے آپ نے ان کو یاد دلا کر اپنا بیٹا بنالیا۔ حضرت زید بن حارثہ کے سوا اللہ تعالیٰ نے صحابہ میں سے کسی کا جی قرآن مجید میں نام ذکر نہیں کیا، صرف ان کا نام ذکر فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضَىٰ رَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا. (الاحزاب: ۳۷)

پس جب زید نے اپنی بیوی سے اپنی حاجت پوری کر لی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ ان کو شہادت کے بعد اللہ عز و جل کی وجہ سے دو پر عطا کیے گئے تھے اور یہ جنت میں اڑتے تھے ان کو الطیار کہا جاتا ہے انہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتیں کیں یہ حبشہ میں مہاجرین کے امیر تھے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ الخزرجی المدنیؓ یہ ان میں سے تھے جو مکہ کی گھاٹیوں میں آ کر اسلام لائے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی دلیل، میت پر رونے کا جواز اور ضرورت کے وقت از خود لشکر کا امیر بننے کا جواز

اس حدیث میں ہمارے نبی ﷺ نے مدینہ میں اس واقعہ کی خبر دی جو موتہ میں ہوا تھا اور یہ غیب کی خبر تھی۔

اس حدیث میں میت پر رونے کا جواز ہے، کیونکہ جب آپ نے ان صحابہ کی شہادت کی خبر دی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے جس کے دل میں رحمت ہو اسی کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں اور یہ اچھی صفت ہے۔

حضرت خالد بن ولید کو کسی نے اس لشکر کا امیر نہیں بنایا تھا وہ از خود امیر بن گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ جب قوم کا کوئی امیر نہ رہے اور بغیر امیر کے قوم کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو جو شخص اہل ہو اس کا از خود امیر بننا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ حضرت خالد کے اس اقدام سے راضی ہوئے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۳-۳۴ ملخصاً وموضحاً وخارجاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### جنازہ کی خبر دینا

### ۵۔ بَابُ الْإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ

وَقَالَ أَبُو رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا كُنْتُمْ أَذْنُتُمُونِي.

اور ابو رافع نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد تھا جو مسجد کی صفائی کرتا تھا وہ فوت ہو گیا نبی ﷺ نے اس کے متعلق دریافت کیا پس لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی! مجھے اس کی قبر بتاؤ پھر آپ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی (ترمذی صحیح مسلم سنن ابوداؤد سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۷)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۱۱۰ ج ۲ ص ۷۱-۷۲ پر ذکر کی گئی ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: قبر پر نماز

جنازہ۔

۱۲۴۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، الشَّعْبِيُّ، عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَكُونُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوذُ بِمَا بِاللَّيْلِ إِذْ قَفَرَهُ لَيْلاً، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعَلِّمُونِي؟ قَالُوا كَأَنَّ اللَّيْلَ الْكَرِيهَةَ وَكَانَتْ لِمَمَّةٍ نَسِيتُ اسْمَ ابْنِهَا وَتَنِي لَا أَصْلَ لَهَا فِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ابو معاویہ نے خبر دی از ابی اسحاق الشیبانی از ابو عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انسان فوت ہو گیا جس کی رسول اللہ ﷺ عیادت کرتے تھے وہ رات کو فوت ہوا تھا تو صحابہ نے رات کو اسے دفن کر دیا جب صبح ہوئی تو انہوں نے آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا: کیا اس چیز نے مجھے اس کی اطلاع دی ہے؟ رکھا تھا صحابہ نے کہ وہ رات کا وقت تھا ہم نے اس کو ناپسند کیا کہ اندھیرے میں آپ کو آنے میں مشکل پیش آئے پس آپ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

اس شخص کی فضیلت جس کا بیٹا فوت ہو گیا

اور اس نے ثواب کی نیت سے صبر کیا

یعنی اس نے اللہ کی تقدیر پر راضی ہو کر صبر کیا اور اس کی رحمت اور مغفرت کی امید رکھی۔

### ۶۔ بَابُ فَضْلِ مَنْ مَاتَ لَهُ

### وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ

وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾ اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: آپ صبر کرنے والوں کو بشارت

(البقرہ: ۱۵۵)۔

دیکھئے۔ (البقرہ: ۱۵۵)

اس پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے: آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجئے جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں O اور مصیبت کا لفظ عام ہے بیٹے کی موت کی مصیبت بھی اس میں شامل ہے۔

۱۲۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَقَّى لَهُ ثَلَاثٌ لَمْ يَلْغُوا الْجَنَّةَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ. [طرف الحديث: ۱۳۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے بھی تین ایسے بیٹے فوت ہو جائیں جو بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں تو اس شخص کی ان بچوں پر رحمت کے فضل کی وجہ سے اللہ اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا۔

(سنن نسائی: ۱۸۷۲، سنن ابن ماجہ: ۱۶۰۵، سنن ترمذی: ۱۰۶۱، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۰۹، شعب الایمان: ۹۷۴۹، مسند احمد ج ۱ ص ۷۵ طبع

قدیم مسند احمد: ۳۵۵۳، ج ۶ ص ۱۵، مؤسسۃ ماہ بیروت جامع المسانید ج ۵ ص ۵۰، مکتبۃ المدینہ: ۱۳۲۶ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبد اللہ بن عمر (۲) عبد الوارث بن سعید (۳) عبد العزیز بن صہیب (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۴۲)

### حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت پر اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث کے بیان میں ہے: جس شخص اپنے ذات شدہ بیٹے پر ثواب کی نیت سے صبر کرے اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا اگرچہ صراحتہ ذکر نہیں ہے لیکن التزاماً ذکر ہے کیونکہ وہ جنت میں اسی وقت داخل ہوگا جب ثواب کی نیت سے اپنے بیٹوں کی موت پر صبر کرے گا۔

### ”الْجَنَّةُ“ کا معنی اور بالغ بچوں کی موت پر صبر کی تخصیص کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ تین بیٹے ”الْجَنَّةُ“ کو نہ پہنچے ہوں ”الْجَنَّةُ“ کا معنی ہے گناہ اور اس کا لفظی فعل اسی وقت گناہ قرار دیا جاتا ہے جب وہ بالغ ہو چکا ہو اس لیے اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

تالبع بچوں کی موت پر صبر کرنے کی وجہ سے جنت میں دخول کی بشارت اس لیے ہے کہ تالبع بچوں سے محبت اور شفقت اور ان پر رحمت بہت زیادہ ہوتی ہے اور تالبع بچوں پر اتنی شفقت اور رحمت نہیں ہوتی کیونکہ عموماً اولاد تالبع ہونے کے بعد ماں باپ کی نافرمانیاں بہت زیادہ کرتی ہے اس لیے اس سے محبت کا وہ جذبہ نہیں رہتا۔

۱۲۴۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذُكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النِّسَاءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن الاصبہانی نے حدیث بیان کی از ذکوان از

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا فَوْعَظُهُنَّ  
وَقَالَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ كَانُوا  
جِجَابًا مِّنَ النَّارِ. قَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَانِ؟ قَالَ وَاثْنَانِ.

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہ عورتوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ  
ہمارے لیے ایک دن مقرر کر دیں پس آپ نے ان کو وعظ کیا کہ  
جس عورت کے بھی تین بچے فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لیے  
دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے ایک عورت نے کہا: اگر  
دو فوت ہوں؟ آپ نے فرمایا: اور دو بھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۰ - وَقَالَ شَرِيكُ عَنِ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ  
خَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.  
قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَمْ يَلْفُوا الْجَنَّةَ.

اور شریک نے کہا از ابن الاصبہانی انہوں نے کہا: مجھے  
ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو سعید و حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ عنہما عن نبی ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ بچے بلوغت  
کی عمر کو نہ پہنچے ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَزْزَنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ  
سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي  
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ  
فَيَلْجَ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ  
﴿وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ (مریم: ۱۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان  
کی اس نے کہا: زہری نے بیان کیا حدیث بیان کی انہوں نے کہا:  
اس نے الزہری سے سماع سے سماع سے سماع سے سماع سے سماع سے  
از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوں  
تو وہ صرف قسم کو پورا کرنے کے لیے دوزخ میں داخل ہوگا۔ امام  
ابو عبد اللہ نے کہا: قسم! تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل  
ہوگا۔ (مریم: ۱۱)

[طرف اللہ: ۶۶۵۶]

(صحیح مسلم: ۲۶۳۲، رقم المسلسل: ۶۵۷۳، سنن ابوداؤد: ۲۲۶۰، سنن ترمذی: ۱۰۶۰، سنن نسائی: ۱۸۷۵، مسند الحمیدی: ۱۰۸۳، مسند ابویعلیٰ:

۵۸۶۹، صحیح ابن حبان: ۳۱۰۶، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۱۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰، طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۶۵، ج ۱۲ ص ۲۰۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع

المسانید لابن ابی: ۳۷۳، مشکوٰۃ: ۱۰۶۶، سنن ابی داؤد: ۲۲۶۰)

ہر شخص کا دوزخ پر سے گزر ہوگا اس آیت کی متعدد تفاسیر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہوگی اور یہ جمہور علماء کا قول ہے اس پر اس جماعت کا اجماع  
ہے جس کا غلط ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے فضل سے ان کے آباء کو معاف فرمادے اور ان کی اولاد  
پر رحمت نہ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ کی قسم! تم میں سے ہر شخص دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مریم: ۱۱)

علماء کا اس دخول میں اختلاف ہے حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہر نیک اور ہر بد دوزخ میں  
داخل ہوگا مؤمن پر دوزخ ٹھنڈی اور سلاستی والی بن جائے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بن گئی تھی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ



اور کعب احبار نے کہا: اس دخول سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے۔

حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ اس آیت میں کفار سے خطاب ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ آیات ہیں:

فَوَرَبِّكَ لَنُخْشِرَنَّهُمْ وَالشَّيْطَانِ ثُمَّ لَنُخْضِرَنَّهُمْ  
حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًا ۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَنتِمْ  
أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِثِيًا ۝ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ  
أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًا ۝ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ  
رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنْجِي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ  
الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًا ۝ (مریم: ۷۲-۷۸)

سو آپ کے رب کی قسم! ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو  
جمع کریں گے پھر ہم انہیں ضرور جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے  
ہوئے حاضر کریں گے ۝ پھر ہم ہر گروہ سے اس کو ضرور باہر نکالیں  
گے جو رحمن پر سب سے زیادہ اکڑنے والا ہوگا ۝ پھر بے شک ہم  
ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ  
لائق ہیں ۝ اور بے شک تم میں سے ہر شخص ضرور دوزخ پر وارد ہوگا  
یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے ۝ پھر ہم متین کو  
دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ  
دیں گے ۝

ایک جماعت نے کہا ہے کہ مؤمن کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا وہ اس کو دیکھے گا نہ اس پر وارد ہوگا اور دنیا میں جو اس کو بخار  
آیا تھا وہی اس کے حق میں دوزخ پر وارد ہوگا انسان نے کہا: کی آگ سے مؤمن کا حصہ دنیا میں بخار آتا ہے سو وہ  
آخرت میں دوزخ پر وارد نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد لے کر عیادت کی میں بھی آپ کے ساتھ  
تھا آپ نے اس سے فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میری آگ ہے جس کو میں بندہ مؤمن کے اوپر مسلط کرتا  
ہوں تاکہ یہ اس کے لیے آخرت کی آگ کا حصہ ہو جائے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۳۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۰، المستدرک ج ۱ ص ۳۲۵)

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ صرف کہ دوزخ میں داخل ہوں گے مسلمان داخل نہیں  
ہوں گے دوسرا قول یہ ہے کہ مؤمن اور کافر سب دوزخ میں داخل ہوں گے تیسرا قول یہ ہے کہ دوزخ میں دخول سے مراد سب کا پل  
صراط سے گزرنا ہے چوتھا قول یہ ہے کہ سب دوزخ کے قریب۔ دوزخ کو دیکھیں گے اور بانچواں قول یہ ہے کہ مسلمانوں پر جو دنیا  
میں بخار آتا ہے یا اگر مسلمان آتے ہیں وہ ان کے دوزخ میں داخل ہونے کے قریب ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۳۸-۲۳۷، مع زیادة دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

\* اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۷ ص ۳۰۷، سورہ مریم: ۷۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۷- بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ  
عِنْدَ الْقَبْرِ اَصْبِرِي  
مرد کا قبر کے پاس کسی عورت  
سے یہ کہنا: صبر کرو

۱۲۵۲- حَدَّثَنَا اَدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا  
ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ  
مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرِ وَهَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان  
کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:  
ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ

نَبِيَّكَ، قَالَ إِنِّي اللَّهُ وَاصْبِرْ يٰ.

نبی ﷺ قبر کے نزدیک ایک عورت کے پاس سے گزرے وہ اس

[اطراف الحدیث: ۱۲۸۳-۱۳۰۲-۷۱۵۳] وقت رو رہی تھی آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔

(صحیح مسلم: ۹۲۶، الرقم السلسل: ۲۱۰۵، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۳، سنن ترمذی: ۹۸۸، سنن نسائی: ۱۸۷۹-۱۸۷۰، مسند ابویوسف: ۳۳۵۸، فہم الیوم والمیاء:

۱۰۶۸ 'مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۴۰' شرح السنہ: ۱۳۱۱، صحیح ابن حبان: ۲۸۹۵، سنن بیہقی ج ۱، ص ۵۳۹، شعب الایمان: ۹۷۰۲، الختم الموسط: ۶۲۴۰

مؤلف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۱، سنن دارمی: ۶۸۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۴۵۸ - ج ۱۹ ص ۴۴۳، مؤسسه الرسالۃ بیروت)



فَاعْطَانَا حِقْوَهُ، فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ. تَعْنِي إِزَارَةً. تو مجھے بتانا پس جب ہم ناریغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو بتایا پس آپ نے ہم کو اپنا تہبند دیا اور فرمایا: اس تہبند کو اس کا ازار بنا دینا۔

(صحیح مسلم: ۹۳۹، الرقم المسلسل: ۲۱۳۳، سنن ابوداؤد: ۳۱۳۲، سنن نسائی: ۱۸۸۵-۱۸۸۰، سنن ابن ماجہ: ۱۳۵۸، سنن ترمذی: ۹۹۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۳، المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۶۵، مسند الحمیدی: ۳۶۰، مسند احمد ج ۵ ص ۸۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۰۷۹۵-۲۰ ج ۳ ص ۳۹۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) امام مالک بن انس (۳) ایوب السخیانی (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ام عطیہ الانصاریہ یہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو غسل دینے کے موقع پر حاضر تھیں میت کو غسل دینے کے متعلق ان سے اعلیٰ کسی کی حدیث نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۵۶)

### نبی ﷺ کی صاحبزادی کا تذکرہ اور آثار صالحین سے تبرک کا حصول

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی فوت ہو گئیں ان کا نام حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا یہ ابو العاص بن الربیع کی زوجہ تھیں اور حضرت امامہ کی والدہ تھیں، جن کو رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اٹھایا ہوا تھا جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے۔ نبی رسول ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں ان کا نکاح ابو العاص بن الربیع سے ہوا ان سے حضرت علی اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے حضرت زینب ۸ھ میں فوت ہوئیں بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ صاحبزادی حضرت ام کلثوم تھیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ قصہ حضرت زینب کا ہے کیونکہ جب حضرت ام کلثوم فوت ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ بدر میں گئے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس تہبند ان کے لیے دینا یعنی ان کے جسم کے لیے نچھ لپیٹ دینا تاکہ انہیں آپ کے آثار شریفہ کا تبرک حاصل ہو آپ نے ان کو ابتداء میں ہندوئیہ یا بلوچ خرم دیا تاکہ زیادہ دیر تک یہ آپ کے جسم مبارک کے ساتھ لگا رہے اور یہ حدیث آثار صالحین سے تبرک کے حصول کی اصل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو پیری کے پتوں کے پانی سے غسل دینا چاہیے اور اس کے کفن میں کافور یا اور کسی قسم کی خوشبو لگانی چاہیے۔ طاق مرتبہ غسل دینا چاہیے۔ مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۳، المکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

### طاق مرتبہ غسل دینے کا استحباب

### ۹- بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُغْسَلَ بِهِ

۱۲۵۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّهْمَنِ النَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ، فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، بِمَاءٍ وَبِذَرٍّ، وَاجْعَلْنَ فِي الْأَخِرَةِ كَافُورًا، فَإِذَا فَرَعْتَنَ فَأَذْنِي. فَلَمَّا فَرَعْنَا أَذْنَاهُ، فَالِقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ، فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب النقفی نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہم اس وقت آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ پانی سے اور پیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کے آخر میں کافور رکھنا اور جب تم ناریغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع



إِيَّاهُ. فَقَالَ أَيُّوبُ وَحَدَّثَنِي حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ وَكَانَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ اغْتَسَلْنَهَا وَتَرَّأَ. وَكَانَ فِيهِ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا. وَكَانَ فِيهِ أَنَّ قَالَ ابْدَأُوا بِمَيَّامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا. وَكَانَ فِيهِ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ وَمَسَّطَنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

دینا پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی آپ نے ہم کو اپنا تہبند دیا اور فرمایا: اس کو ان کے بدن سے ملا دینا پس ایوب نے کہا: مجھے حفصہ نے محمد کی مثل حدیث بیان کی اور حفصہ کی حدیث میں مذکور تھا: ان کو طاق مرتبہ غسل دینا اور اس میں تین یا پانچ یا سات مرتبہ کا ذکر تھا اور اس میں یہ ذکر تھا کہ ان کی دائیں جانب سے ابتداء کرنا اور وضوء کے اعضاء سے غسل شروع کرنا اور اس میں یہ ذکر تھا کہ حضرت ام عطیہ نے کہا: اور ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح 'گزشتہ حدیث: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

#### ۱۰ - بَابُ يُبْدَأُ بِمَيَّامِنِ الْمَيِّتِ

۱۲۵۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأَنَّ بِمَيَّامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا.

میت کی دائیں طرف سے غسل کی ابتداء کی جائے  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حفصہ بنت سیرین عن ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحب زادی کے غسل کے متعلق فرمایا: ان کی دائیں جانب سے اور وضوء کے اعضاء سے غسل کی ابتداء کرنا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

#### ۱۱ - بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنَ الْمَيِّتِ

۱۲۵۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا غَسَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا ابْدَأُوا بِمَيَّامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا.

میت کی وضوء کی جگہیں  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از سفیان عن خالد الحداء عن حفصہ بنت سیرین عن ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ہم نے ان کو غسل دیا تو جس رات ہم غسل دے رہی تھیں آپ نے ہم سے فرمایا: ان کی دائیں جانب سے اور وضوء کے اعضاء سے غسل کی ابتداء کرنا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

#### ۱۲ - بَابُ هَلْ تُكْفَنُ الْمَرَأَةُ

فِي إِذَا رَجُلٍ

کیا عورت کو مرد کے تہبند میں  
کفن دیا جاسکتا ہے

۱۲۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَمَادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تَوَقَّيْتُ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتَنَ فَإِذَا فَرَعْتَنَ فَأَذِنِّي. فَلَمَّا فَرَعْنَا أَذْنَاهُ فَتَزَعَّ مِنْ حَقْوِهِ إِزَارَهُ فَأَعْطَانَا. وَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالرحمن بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عثمن نے خبر دی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی صاحب زادی فوت ہو گئیں پس آپ نے ہم سے فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا پھر جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو مطلع کیا آپ نے اپنا تہبند اتار کر ہمیں عطاء کیا اور فرمایا: اس کو ان کے جسم سے ملا دینا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو مرد کے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے: قمیص، تہبند، دوپٹہ، لفافہ اور وہ کپڑا جس کے ساتھ اس کے پستانوں کو باندھا جائے پہلے قمیص پہنائی جائے پھر اس کے سر پر دوپٹہ رکھا جائے جو قمیص کے اوپر ہو اور تہبند اور لفافہ کے نیچے ہو اور اس کپڑے کو سینہ کے پاس باندھا جائے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۶۳)

باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۶۳۔ ج ۲ ص ۵۶ پر ذکر کی گئی ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

کافور کو آخر میں رکھا جائے

۱۳ - بَابُ يُجْعَلُ الْكَافُورُ فِيْ آخِرِهِ

۱۲۵۸ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تَوَقَّيْتُ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتَنَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنِي فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا كَزَيْنَا مِمَّنْ كَافُورٌ فَإِذَا فَرَعْتَنَ فَأَذِنِّي. قَالَتْ فَلَمَّا فَرَعْنَا أَذْنَاهُ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حَقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ. وَعَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بَنَحْوِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ایک صاحب زادی فوت ہو گئیں آپ گھر سے نکلے پس فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخر میں کافور کا پانی بہاؤ اس پر اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے مطلع کرنا حضرت ام عطیہ نے کہا: جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو اطلاع دی آپ نے اپنا تہبند ہم کو عطا کیا اور فرمایا: اس کو ان کے جسم سے ملا دینا۔ اور ایوب نے حدیث بیان کی از حفصہ از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا اس کی مثل۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۵۹ - وَقَالَتْ إِنَّهُ قَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتَنَ. قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَجَعَلْنَا

اور انہوں بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ غسل دو یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو حفصہ نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور ہم نے ان

رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ. کے سر میں تین چوٹیاں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۔ بَابُ نَقْضِ شَعْرِ الْمَرْأَةِ عورت کے بالوں کو کھولنا

وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ أَنْ يُنْقَضَ شَعْرُ الْمَرْأَةِ. اور ابن سیرین نے کہا: عورت کے بالوں کو کھولنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا: جب عورت کو غسل دیا جائے تو اس کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں، پھر ان کو اس کے پیچھے ڈال دیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۰۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۹۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

۱۲۶۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَيُّوبُ وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيرِينَ قَالَتْ حَدَّثَنَا أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا جَعَلَتْ رَأْسَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ، فَغَسَلْنَاهُ، ثُمَّ جَعَلْنَاهُ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ. امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی، ایوب نے کہا: اور میں نے حفصہ بنت سیرین سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حبس ادی کے سر میں تین مینڈھیاں بنائیں، ان کو کھول دیا، پھر ان کو دھویا، پھر ان کی تین مینڈھیاں بنادیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۔ بَابُ كَيْفِ الْإِشْعَارِ لِلْمَيِّتِ

وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْخَيْسَةُ تُلْبَسُهَا الْقِيحَذَيْنِ وَالْوَرَّ كَيْنٍ، تَحْتَ الدَّرْعِ. اس حدیث کے موافق یہ حدیثیں ہیں:

ابن سیرین نے کہا: میت کے پیٹے پر کپڑا لٹایا جائے، اس کے ساتھ اس کی رانوں کو باندھا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۰۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابن سیرین نے کہا: پانچویں کپڑے میں قمیص کے نیچے اس کی رانوں کو لپیٹا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۰۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

۱۲۶۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِيرِينَ يَقُولُ جَاءَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِي بَايَعْنَ، قَدِمَتْ الْبَصْرَةَ، تَبَادَرُ ابْنَاهَا فَلَمْ تَذَرِكُهُ، فَحَدَّثَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ ان کو ایوب نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے ابن سیرین سے سنا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ

ﷺ سے بیعت کی تھی، وہ اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے سبقت کر کے بصرہ آئیں اور اس کو نہ دیکھ سکیں، انہوں نے ہمیں حدیث بیان کی کہ ہم آپ کی صاحب زادی کو غسل دے رہی تھیں، آپ نے فرمایا: ان کو تین مرتبہ غسل دو یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو، ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کے آخر میں کافور رکھو، پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا۔ حضرت ام عطیہ نے کہا: پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو آپ نے ہمیں اپنا تہبند عطا کیا، پس فرمایا: اس کو ان کے بدن کے ساتھ ملا دو اور اس پر اضافہ نہ کیا جائے اور مجھے نہیں معلوم وہ آپ کی کون سی صاحب زادی تھیں، اور ان کا زعم تھا کہ تہبند کو لپیٹا جائے اور اسی طرح ابن سیرین عورت کے بارے میں حکم دیتے تھے کہ اس کے بدن پر کپڑا لپیٹ دیا جائے اور اس کو تہبند نہ پہنایا جائے۔

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتِنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَبِسَدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْأَخِرَةِ كَافُورًا فَإِذَا فَرَعْتُنَّ فَأِذْنِي. قَالَتْ فَلَمَّا فَرَعْنَا الْقِيَّ إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ. وَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ ذَلِكَ وَلَا أَذْرِي أَيْ بَنَاتِهِ. وَزَعَمَ أَنَّ الْأَشْعَارَ الْفُفْنَهَا فِيهِ. وَكَذَلِكَ كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَأْمُرُ بِالْمَرَاةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤَزَّرَ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

## ۱۶ - بَابُ هَلْ يُجْعَلُ شَعْرُ

### الْمَرَاةِ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ

۱۲۶۲ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أُمِّ الْهَذِيلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ ضَفَرْنَا شَعْرَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي ثَلَاثَةَ قُرُونٍ. وَقَالَ وَكَيْفَ قَالَ سُفْيَانُ نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

## ۱۷ - بَابُ يُلْقَى شَعْرُ الْمَرَاةِ خَلْفَهَا

۱۲۶۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ تُوَفِّتُ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وَتَرًا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتِنَّ ذَلِكَ وَاجْعَلْنَ فِي الْأَخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ فَإِذَا فَرَعْتُنَّ

## کی عورت کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنائی جائیں

قبیصہ نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی کہ ہشام از ام الہذیل از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم نے نبی ﷺ کی صاحب زادی کی تین مینڈھیاں بنائیں اور وکیع نے کہا کہ سفیان نے کہا کہ اس کی پیشانی اور کنپٹیوں کے بالوں کی۔

## عورت کے بالوں کو پیچھے ڈال دیا جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی کہ ہشام بن حسان نے کہا: ہمیں حفصہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کی صاحب زادیوں میں سے ایک فوت ہو گئیں، پس ہمارے پاس نبی ﷺ آئے، پس فرمایا: اس کو بیری کے پتوں سے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ غسل دو اگر تم اس کو مناسب سمجھو اور اس کے آخر



فَإِذْنِي. فَلَمَّا فَرَّغْنَا 'اذْنَاهُ' فَالْقَى إِلَيْنَا حَقْوَهُ، فَضَفَرْنَا  
شَعْرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ، وَالْقَيْنَاهَا حَلْفَهَا.  
میں کا نور رکھنا یا کچھ کا نور پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے مطلع کرنا،  
پس جب ہم فارغ ہو گئیں تو ہم نے آپ کو مطلع کیا، آپ نے ہم کو  
اپنا تہبند عطا کیا، پس ہم نے ان کے بالوں کی تین مینڈھیاں  
بنائیں اور ان کو ان کے پیچھے ڈال دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۵۳ میں گزر چکی ہے۔

### ۱۸۔ بَابُ الثِّيَابِ الْبَيْضِ لِلْكَفَنِ

۱۲۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ  
اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بَيَاضٍ  
سُحُولِيَّةٍ بَيْنَ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهِمْ قِمِيصٌ وَلَا  
عِمَامَةٌ.

### کفن کے لیے سفید کپڑا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے  
حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے  
کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سوتی  
کپڑوں میں کفن دیا گیا جو یمنی حولی روئی سے بنے ہوئے تھے، ان

[اطراف الحدیث: ۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۳۸۷] میں قیص تھی نہ عمامہ تھا۔

(صحیح مسلم: ۹۳۱، الرقم المسلسل: ۲۱۴۴، المستدرک ج ۳ ص ۷۰، سنن ترمذی ج ۱ ص ۴۰۰، سنن ابن ماجہ ج ۳ ص ۵۸، السنن الکبریٰ: ۲۰۲۶،  
صحیح ابن حبان: ۳۰۳، المعجم الاوسط: ۸۳۶۹، دلائل النبوة ج ۷ ص ۲۴۶، شرح السنن: ۱۳۷۶، مسند احمد ج ۶ ص ۴۰، طبع قدیم: مسند احمد: ۲۳۱۱۹-ج ۴ ص ۴۰  
ص ۱۳۶، مؤسسة الرسالة، بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابوالحسن، مجاور مکہ، یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہوئے تھے (۱) عبد اللہ بن المبارک (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ  
بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۷۰)

### نبی ﷺ کے کفن کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا، ان میں قیص تھی نہ عمامہ تھا۔  
(صحیح البخاری: ۱۲۶۳، صحیح مسلم: ۹۳۱، سنن ترمذی: ۹۹۶، سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۹، سنن نسائی: ۱۸۹۸)  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا، دو کپڑے حلہ تھا اور ایک وہ  
قیص تھی جس میں آپ فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۱)

### حدیث مذکور کے مسائل اور کفن میں عمامہ کے متعلق مختلف روایات

اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد کے حق میں کفن میں سنت یہ ہے کہ تین کپڑوں میں کفن دیا  
جائے: ازار، قیص اور لفافہ، امام شافعی نے کہا ہے کہ میت کو تین لفافوں سے کفن دیا جائے، امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے، ہمارے  
اصحاب کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا: قیص، ازار اور لفافہ۔

(اکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۱ 'المکتبۃ الاثریہ پاکستان)

اس حدیث میں عمامہ کا ذکر نہیں ہے البسوط میں مذکور ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے عمامہ کو مکروہ کہا ہے کیونکہ پھر کفن کے کپڑے جفت ہو جائیں گے اور بعض مشائخ نے عمامہ کو مستحسن کہا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے واعد کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا: قمیص، عمامہ اور تین لفافے اور عمامہ کا شملہ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اس حدیث کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۷۲ 'دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی ذکر کردہ حدیث یہ ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ واعد بن عبد اللہ فوت ہو گئے تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا: قمیص، تین لفافے اور عمامہ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۶۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۵۹، 'دارالکتب العلمیہ بیروت') جابر بن زید نے کہا ہے کہ میت کو عمامہ نہ پہنایا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۷۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۶۷، 'دارالکتب العلمیہ بیروت')

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۰۷۴۔ ج ۲ ص ۷۵۸۔ ۷۵۹ پر بیان کی گئی ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① تنقیح میں مذاہب ② احناف کے دلائل ③ عورت کا کفن۔

## دو کپڑوں میں کفن

## ۱۹۔ بَابُ الْكُفْنِ فِي ثَوْبَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص عرس عرس میں گڑا ہوا تھا اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر گیا اونٹنی نے اس کو ہال کر دیا نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے نسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا۔

۱۲۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوْقَ صَتهُ أَوْ قَالَ لَوَقَعَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْمِضْ بِمَا رَأَيْتَ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُكْبًيًا. [أطراف الحديث: ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲۔ ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶۔ ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸۔ ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰۔ ۱۴۷۱۔ ۱۴۷۲۔ ۱۴۷۳۔ ۱۴۷۴۔ ۱۴۷۵۔ ۱۴۷۶۔ ۱۴۷۷۔ ۱۴۷۸۔ ۱۴۷۹۔ ۱۴۸۰۔ ۱۴۸۱۔ ۱۴۸۲۔ ۱۴۸۳۔ ۱۴۸۴۔ ۱۴۸۵۔ ۱۴۸۶۔ ۱۴۸۷۔ ۱۴۸۸۔ ۱۴۸۹۔ ۱۴۹۰۔ ۱۴۹۱۔ ۱۴۹۲۔ ۱۴۹۳۔ ۱۴۹۴۔ ۱۴۹۵۔ ۱۴۹۶۔ ۱۴۹۷۔ ۱۴۹۸۔ ۱۴۹۹۔ ۱۵۰۰۔ ۱۵۰۱۔ ۱۵۰۲۔ ۱۵۰۳۔ ۱۵۰۴۔ ۱۵۰۵۔ ۱۵۰۶۔ ۱۵۰۷۔ ۱۵۰۸۔ ۱۵۰۹۔ ۱۵۱۰۔ ۱۵۱۱۔ ۱۵۱۲۔ ۱۵۱۳۔ ۱۵۱۴۔ ۱۵۱۵۔ ۱۵۱۶۔ ۱۵۱۷۔ ۱۵۱۸۔ ۱۵۱۹۔ ۱۵۲۰۔ ۱۵۲۱۔ ۱۵۲۲۔ ۱۵۲۳۔ ۱۵۲۴۔ ۱۵۲۵۔ ۱۵۲۶۔ ۱۵۲۷۔ ۱۵۲۸۔ ۱۵۲۹۔ ۱۵۳۰۔ ۱۵۳۱۔ ۱۵۳۲۔ ۱۵۳۳۔ ۱۵۳۴۔ ۱۵۳۵۔ ۱۵۳۶۔ ۱۵۳۷۔ ۱۵۳۸۔ ۱۵۳۹۔ ۱۵۴۰۔ ۱۵۴۱۔ ۱۵۴۲۔ ۱۵۴۳۔ ۱۵۴۴۔ ۱۵۴۵۔ ۱۵۴۶۔ ۱۵۴۷۔ ۱۵۴۸۔ ۱۵۴۹۔ ۱۵۵۰۔ ۱۵۵۱۔ ۱۵۵۲۔ ۱۵۵۳۔ ۱۵۵۴۔ ۱۵۵۵۔ ۱۵۵۶۔ ۱۵۵۷۔ ۱۵۵۸۔ ۱۵۵۹۔ ۱۵۶۰۔ ۱۵۶۱۔ ۱۵۶۲۔ ۱۵۶۳۔ ۱۵۶۴۔ ۱۵۶۵۔ ۱۵۶۶۔ ۱۵۶۷۔ ۱۵۶۸۔ ۱۵۶۹۔ ۱۵۷۰۔ ۱۵۷۱۔ ۱۵۷۲۔ ۱۵۷۳۔ ۱۵۷۴۔ ۱۵۷۵۔ ۱۵۷۶۔ ۱۵۷۷۔ ۱۵۷۸۔ ۱۵۷۹۔ ۱۵۸۰۔ ۱۵۸۱۔ ۱۵۸۲۔ ۱۵۸۳۔ ۱۵۸۴۔ ۱۵۸۵۔ ۱۵۸۶۔ ۱۵۸۷۔ ۱۵۸۸۔ ۱۵۸۹۔ ۱۵۹۰۔ ۱۵۹۱۔ ۱۵۹۲۔ ۱۵۹۳۔ ۱۵۹۴۔ ۱۵۹۵۔ ۱۵۹۶۔ ۱۵۹۷۔ ۱۵۹۸۔ ۱۵۹۹۔ ۱۶۰۰۔ ۱۶۰۱۔ ۱۶۰۲۔ ۱۶۰۳۔ ۱۶۰۴۔ ۱۶۰۵۔ ۱۶۰۶۔ ۱۶۰۷۔ ۱۶۰۸۔ ۱۶۰۹۔ ۱۶۱۰۔ ۱۶۱۱۔ ۱۶۱۲۔ ۱۶۱۳۔ ۱۶۱۴۔ ۱۶۱۵۔ ۱۶۱۶۔ ۱۶۱۷۔ ۱۶۱۸۔ ۱۶۱۹۔ ۱۶۲۰۔ ۱۶۲۱۔ ۱۶۲۲۔ ۱۶۲۳۔ ۱۶۲۴۔ ۱۶۲۵۔ ۱۶۲۶۔ ۱۶۲۷۔ ۱۶۲۸۔ ۱۶۲۹۔ ۱۶۳۰۔ ۱۶۳۱۔ ۱۶۳۲۔ ۱۶۳۳۔ ۱۶۳۴۔ ۱۶۳۵۔ ۱۶۳۶۔ ۱۶۳۷۔ ۱۶۳۸۔ ۱۶۳۹۔ ۱۶۴۰۔ ۱۶۴۱۔ ۱۶۴۲۔ ۱۶۴۳۔ ۱۶۴۴۔ ۱۶۴۵۔ ۱۶۴۶۔ ۱۶۴۷۔ ۱۶۴۸۔ ۱۶۴۹۔ ۱۶۵۰۔ ۱۶۵۱۔ ۱۶۵۲۔ ۱۶۵۳۔ ۱۶۵۴۔ ۱۶۵۵۔ ۱۶۵۶۔ ۱۶۵۷۔ ۱۶۵۸۔ ۱۶۵۹۔ ۱۶۶۰۔ ۱۶۶۱۔ ۱۶۶۲۔ ۱۶۶۳۔ ۱۶۶۴۔ ۱۶۶۵۔ ۱۶۶۶۔ ۱۶۶۷۔ ۱۶۶۸۔ ۱۶۶۹۔ ۱۶۷۰۔ ۱۶۷۱۔ ۱۶۷۲۔ ۱۶۷۳۔ ۱۶۷۴۔ ۱۶۷۵۔ ۱۶۷۶۔ ۱۶۷۷۔ ۱۶۷۸۔ ۱۶۷۹۔ ۱۶۸۰۔ ۱۶۸۱۔ ۱۶۸۲۔ ۱۶۸۳۔ ۱۶۸۴۔ ۱۶۸۵۔ ۱۶۸۶۔ ۱۶۸۷۔ ۱۶۸۸۔ ۱۶۸۹۔ ۱۶۹۰۔ ۱۶۹۱۔ ۱۶۹۲۔ ۱۶۹۳۔ ۱۶۹۴۔ ۱۶۹۵۔ ۱۶۹۶۔ ۱۶۹۷۔ ۱۶۹۸۔ ۱۶۹۹۔ ۱۷۰۰۔ ۱۷۰۱۔ ۱۷۰۲۔ ۱۷۰۳۔ ۱۷۰۴۔ ۱۷۰۵۔ ۱۷۰۶۔ ۱۷۰۷۔ ۱۷۰۸۔ ۱۷۰۹۔ ۱۷۱۰۔ ۱۷۱۱۔ ۱۷۱۲۔ ۱۷۱۳۔ ۱۷۱۴۔ ۱۷۱۵۔ ۱۷۱۶۔ ۱۷۱۷۔ ۱۷۱۸۔ ۱۷۱۹۔ ۱۷۲۰۔ ۱۷۲۱۔ ۱۷۲۲۔ ۱۷۲۳۔ ۱۷۲۴۔ ۱۷۲۵۔ ۱۷۲۶۔ ۱۷۲۷۔ ۱۷۲۸۔ ۱۷۲۹۔ ۱۷۳۰۔ ۱۷۳۱۔ ۱۷۳۲۔ ۱۷۳۳۔ ۱۷۳۴۔ ۱۷۳۵۔ ۱۷۳۶۔ ۱۷۳۷۔ ۱۷۳۸۔ ۱۷۳۹۔ ۱۷۴۰۔ ۱۷۴۱۔ ۱۷۴۲۔ ۱۷۴۳۔ ۱۷۴۴۔ ۱۷۴۵۔ ۱۷۴۶۔ ۱۷۴۷۔ ۱۷۴۸۔ ۱۷۴۹۔ ۱۷۵۰۔ ۱۷۵۱۔ ۱۷۵۲۔ ۱۷۵۳۔ ۱۷۵۴۔ ۱۷۵۵۔ ۱۷۵۶۔ ۱۷۵۷۔ ۱۷۵۸۔ ۱۷۵۹۔ ۱۷۶۰۔ ۱۷۶۱۔ ۱۷۶۲۔ ۱۷۶۳۔ ۱۷۶۴۔ ۱۷۶۵۔ ۱۷۶۶۔ ۱۷۶۷۔ ۱۷۶۸۔ ۱۷۶۹۔ ۱۷۷۰۔ ۱۷۷۱۔ ۱۷۷۲۔ ۱۷۷۳۔ ۱۷۷۴۔ ۱۷۷۵۔ ۱۷۷۶۔ ۱۷۷۷۔ ۱۷۷۸۔ ۱۷۷۹۔ ۱۷۸۰۔ ۱۷۸۱۔ ۱۷۸۲۔ ۱۷۸۳۔ ۱۷۸۴۔ ۱۷۸۵۔ ۱۷۸۶۔ ۱۷۸۷۔ ۱۷۸۸۔ ۱۷۸۹۔ ۱۷۹۰۔ ۱۷۹۱۔ ۱۷۹۲۔ ۱۷۹۳۔ ۱۷۹۴۔ ۱۷۹۵۔ ۱۷۹۶۔ ۱۷۹۷۔ ۱۷۹۸۔ ۱۷۹۹۔ ۱۸۰۰۔ ۱۸۰۱۔ ۱۸۰۲۔ ۱۸۰۳۔ ۱۸۰۴۔ ۱۸۰۵۔ ۱۸۰۶۔ ۱۸۰۷۔ ۱۸۰۸۔ ۱۸۰۹۔ ۱۸۱۰۔ ۱۸۱۱۔ ۱۸۱۲۔ ۱۸۱۳۔ ۱۸۱۴۔ ۱۸۱۵۔ ۱۸۱۶۔ ۱۸۱۷۔ ۱۸۱۸۔ ۱۸۱۹۔ ۱۸۲۰۔ ۱۸۲۱۔ ۱۸۲۲۔ ۱۸۲۳۔ ۱۸۲۴۔ ۱۸۲۵۔ ۱۸۲۶۔ ۱۸۲۷۔ ۱۸۲۸۔ ۱۸۲۹۔ ۱۸۳۰۔ ۱۸۳۱۔ ۱۸۳۲۔ ۱۸۳۳۔ ۱۸۳۴۔ ۱۸۳۵۔ ۱۸۳۶۔ ۱۸۳۷۔ ۱۸۳۸۔ ۱۸۳۹۔ ۱۸۴۰۔ ۱۸۴۱۔ ۱۸۴۲۔ ۱۸۴۳۔ ۱۸۴۴۔ ۱۸۴۵۔ ۱۸۴۶۔ ۱۸۴۷۔ ۱۸۴۸۔ ۱۸۴۹۔ ۱۸۵۰۔ ۱۸۵۱۔ ۱۸۵۲۔ ۱۸۵۳۔ ۱۸۵۴۔ ۱۸۵۵۔ ۱۸۵۶۔ ۱۸۵۷۔ ۱۸۵۸۔ ۱۸۵۹۔ ۱۸۶۰۔ ۱۸۶۱۔ ۱۸۶۲۔ ۱۸۶۳۔ ۱۸۶۴۔ ۱۸۶۵۔ ۱۸۶۶۔ ۱۸۶۷۔ ۱۸۶۸۔ ۱۸۶۹۔ ۱۸۷۰۔ ۱۸۷۱۔ ۱۸۷۲۔ ۱۸۷۳۔ ۱۸۷۴۔ ۱۸۷۵۔ ۱۸۷۶۔ ۱۸۷۷۔ ۱۸۷۸۔ ۱۸۷۹۔ ۱۸۸۰۔ ۱۸۸۱۔ ۱۸۸۲۔ ۱۸۸۳۔ ۱۸۸۴۔ ۱۸۸۵۔ ۱۸۸۶۔ ۱۸۸۷۔ ۱۸۸۸۔ ۱۸۸۹۔ ۱۸۹۰۔ ۱۸۹۱۔ ۱۸۹۲۔ ۱۸۹۳۔ ۱۸۹۴۔ ۱۸۹۵۔ ۱۸۹۶۔ ۱۸۹۷۔ ۱۸۹۸۔ ۱۸۹۹۔ ۱۹۰۰۔ ۱۹۰۱۔ ۱۹۰۲۔ ۱۹۰۳۔ ۱۹۰۴۔ ۱۹۰۵۔ ۱۹۰۶۔ ۱۹۰۷۔ ۱۹۰۸۔ ۱۹۰۹۔ ۱۹۱۰۔ ۱۹۱۱۔ ۱۹۱۲۔ ۱۹۱۳۔ ۱۹۱۴۔ ۱۹۱۵۔ ۱۹۱۶۔ ۱۹۱۷۔ ۱۹۱۸۔ ۱۹۱۹۔ ۱۹۲۰۔ ۱۹۲۱۔ ۱۹۲۲۔ ۱۹۲۳۔ ۱۹۲۴۔ ۱۹۲۵۔ ۱۹۲۶۔ ۱۹۲۷۔ ۱۹۲۸۔ ۱۹۲۹۔ ۱۹۳۰۔ ۱۹۳۱۔ ۱۹۳۲۔ ۱۹۳۳۔ ۱۹۳۴۔ ۱۹۳۵۔ ۱۹۳۶۔ ۱۹۳۷۔ ۱۹۳۸۔ ۱۹۳۹۔ ۱۹۴۰۔ ۱۹۴۱۔ ۱۹۴۲۔ ۱۹۴۳۔ ۱۹۴۴۔ ۱۹۴۵۔ ۱۹۴۶۔ ۱۹۴۷۔ ۱۹۴۸۔ ۱۹۴۹۔ ۱۹۵۰۔ ۱۹۵۱۔ ۱۹۵۲۔ ۱۹۵۳۔ ۱۹۵۴۔ ۱۹۵۵۔ ۱۹۵۶۔ ۱۹۵۷۔ ۱۹۵۸۔ ۱۹۵۹۔ ۱۹۶۰۔ ۱۹۶۱۔ ۱۹۶۲۔ ۱۹۶۳۔ ۱۹۶۴۔ ۱۹۶۵۔ ۱۹۶۶۔ ۱۹۶۷۔ ۱۹۶۸۔ ۱۹۶۹۔ ۱۹۷۰۔ ۱۹۷۱۔ ۱۹۷۲۔ ۱۹۷۳۔ ۱۹۷۴۔ ۱۹۷۵۔ ۱۹۷۶۔ ۱۹۷۷۔ ۱۹۷۸۔ ۱۹۷۹۔ ۱۹۸۰۔ ۱۹۸۱۔ ۱۹۸۲۔ ۱۹۸۳۔ ۱۹۸۴۔ ۱۹۸۵۔ ۱۹۸۶۔ ۱۹۸۷۔ ۱۹۸۸۔ ۱۹۸۹۔ ۱۹۹۰۔ ۱۹۹۱۔ ۱۹۹۲۔ ۱۹۹۳۔ ۱۹۹۴۔ ۱۹۹۵۔ ۱۹۹۶۔ ۱۹۹۷۔ ۱۹۹۸۔ ۱۹۹۹۔ ۲۰۰۰۔ ۲۰۰۱۔ ۲۰۰۲۔ ۲۰۰۳۔ ۲۰۰۴۔ ۲۰۰۵۔ ۲۰۰۶۔ ۲۰۰۷۔ ۲۰۰۸۔ ۲۰۰۹۔ ۲۰۱۰۔ ۲۰۱۱۔ ۲۰۱۲۔ ۲۰۱۳۔ ۲۰۱۴۔ ۲۰۱۵۔ ۲۰۱۶۔ ۲۰۱۷۔ ۲۰۱۸۔ ۲۰۱۹۔ ۲۰۲۰۔ ۲۰۲۱۔ ۲۰۲۲۔ ۲۰۲۳۔ ۲۰۲۴۔ ۲۰۲۵۔ ۲۰۲۶۔ ۲۰۲۷۔ ۲۰۲۸۔ ۲۰۲۹۔ ۲۰۳۰۔ ۲۰۳۱۔ ۲۰۳۲۔ ۲۰۳۳۔ ۲۰۳۴۔ ۲۰۳۵۔ ۲۰۳۶۔ ۲۰۳۷۔ ۲۰۳۸۔ ۲۰۳۹۔ ۲۰۴۰۔ ۲۰۴۱۔ ۲۰۴۲۔ ۲۰۴۳۔ ۲۰۴۴۔ ۲۰۴۵۔ ۲۰۴۶۔ ۲۰۴۷۔ ۲۰۴۸۔ ۲۰۴۹۔ ۲۰۵۰۔ ۲۰۵۱۔ ۲۰۵۲۔ ۲۰۵۳۔ ۲۰۵۴۔ ۲۰۵۵۔ ۲۰۵۶۔ ۲۰۵۷۔ ۲۰۵۸۔ ۲۰۵۹۔ ۲۰۶۰۔ ۲۰۶۱۔ ۲۰۶۲۔ ۲۰۶۳۔ ۲۰۶۴۔ ۲۰۶۵۔ ۲۰۶۶۔ ۲۰۶۷۔ ۲۰۶۸۔ ۲۰۶۹۔ ۲۰۷۰۔ ۲۰۷۱۔ ۲۰۷۲۔ ۲۰۷۳۔ ۲۰۷۴۔ ۲۰۷۵۔ ۲۰۷۶۔ ۲۰۷۷۔ ۲۰۷۸۔ ۲۰۷۹۔ ۲۰۸۰۔ ۲۰۸۱۔ ۲۰۸۲۔ ۲۰۸۳۔ ۲۰۸۴۔ ۲۰۸۵۔ ۲۰۸۶۔ ۲۰۸۷۔ ۲۰۸۸۔ ۲۰۸۹۔ ۲۰۹۰۔ ۲۰۹۱۔ ۲۰۹۲۔ ۲۰۹۳۔ ۲۰۹۴۔ ۲۰۹۵۔ ۲۰۹۶۔ ۲۰۹۷۔ ۲۰۹۸۔ ۲۰۹۹۔ ۲۱۰۰۔ ۲۱۰۱۔ ۲۱۰۲۔ ۲۱۰۳۔ ۲۱۰۴۔ ۲۱۰۵۔ ۲۱۰۶۔ ۲۱۰۷۔ ۲۱۰۸۔ ۲۱۰۹۔ ۲۱۱۰۔ ۲۱۱۱۔ ۲۱۱۲۔ ۲۱۱۳۔ ۲۱۱۴۔ ۲۱۱۵۔ ۲۱۱۶۔ ۲۱۱۷۔ ۲۱۱۸۔ ۲۱۱۹۔ ۲۱۲۰۔ ۲۱۲۱۔ ۲۱۲۲۔ ۲۱۲۳۔ ۲۱۲۴۔ ۲۱۲۵۔ ۲۱۲۶۔ ۲۱۲۷۔ ۲۱۲۸۔ ۲۱۲۹۔ ۲۱۳۰۔ ۲۱۳۱۔ ۲۱۳۲۔ ۲۱۳۳۔ ۲۱۳۴۔ ۲۱۳۵۔ ۲۱۳۶۔ ۲۱۳۷۔ ۲۱۳۸۔ ۲۱۳۹۔ ۲۱۴۰۔ ۲۱۴۱۔ ۲۱۴۲۔ ۲۱۴۳۔ ۲۱۴۴۔ ۲۱۴۵۔ ۲۱۴۶۔ ۲۱۴۷۔ ۲۱۴۸۔ ۲۱۴۹۔ ۲۱۵۰۔ ۲۱۵۱۔ ۲۱۵۲۔ ۲۱۵۳۔ ۲۱۵۴۔ ۲۱۵۵۔ ۲۱۵۶۔ ۲۱۵۷۔ ۲۱۵۸۔ ۲۱۵۹۔ ۲۱۶۰۔ ۲۱۶۱۔ ۲۱۶۲۔ ۲۱۶۳۔ ۲۱۶۴۔ ۲۱۶۵۔ ۲۱۶۶۔ ۲۱۶۷۔ ۲۱۶۸۔ ۲۱۶۹۔ ۲۱۷۰۔ ۲۱۷۱۔ ۲۱۷۲۔ ۲۱۷۳۔ ۲۱۷۴۔ ۲۱۷۵۔ ۲۱۷۶۔ ۲۱۷۷۔ ۲۱۷۸۔ ۲۱۷۹۔ ۲۱۸۰۔ ۲۱۸۱۔ ۲۱۸۲۔ ۲۱۸۳۔ ۲۱۸۴۔ ۲۱۸۵۔ ۲۱۸۶۔ ۲۱۸۷۔ ۲۱۸۸۔ ۲۱۸۹۔ ۲۱۹۰۔ ۲۱۹۱۔ ۲۱۹۲۔ ۲۱۹۳۔ ۲۱۹۴۔ ۲۱۹۵۔ ۲۱۹۶۔ ۲۱۹۷۔ ۲۱۹۸۔ ۲۱۹۹۔ ۲۲۰۰۔ ۲۲۰۱۔ ۲۲۰۲۔ ۲۲۰۳۔ ۲۲۰۴۔ ۲۲۰۵۔ ۲۲۰۶۔ ۲۲۰۷۔ ۲۲۰۸۔ ۲۲۰۹۔ ۲۲۱۰۔ ۲۲۱۱۔ ۲۲۱۲۔ ۲۲۱۳۔ ۲۲۱۴۔ ۲۲۱۵۔ ۲۲۱۶۔ ۲۲۱۷۔ ۲۲۱۸۔ ۲۲۱۹۔ ۲۲۲۰۔ ۲۲۲۱۔ ۲۲۲۲۔ ۲۲۲۳۔ ۲۲۲۴۔ ۲۲۲۵۔ ۲۲۲۶۔ ۲۲۲۷۔ ۲۲۲۸۔ ۲۲۲۹۔ ۲۲۳۰۔ ۲۲۳۱۔ ۲۲۳۲۔ ۲۲۳۳۔ ۲۲۳۴۔ ۲۲۳۵۔ ۲۲۳۶۔ ۲۲۳۷۔ ۲۲۳۸۔ ۲۲۳۹۔ ۲۲۴۰۔ ۲۲۴۱۔ ۲۲۴۲۔ ۲۲۴۳۔ ۲۲۴۴۔ ۲۲۴۵۔ ۲۲۴۶۔ ۲۲۴۷۔ ۲۲۴۸۔ ۲۲۴۹۔ ۲۲۵۰۔ ۲۲۵۱۔ ۲۲۵۲۔ ۲۲۵۳۔ ۲۲۵۴۔ ۲۲۵۵۔ ۲۲۵۶۔ ۲۲۵۷۔ ۲۲۵۸۔ ۲۲۵۹۔ ۲۲۶۰۔ ۲۲۶۱۔ ۲۲۶۲۔ ۲۲۶۳۔ ۲۲۶۴۔ ۲۲۶۵۔ ۲۲۶۶۔ ۲۲۶۷۔ ۲۲۶۸۔ ۲۲۶۹۔ ۲۲۷۰۔ ۲۲۷۱۔ ۲۲۷۲۔ ۲۲۷۳۔ ۲۲۷۴۔ ۲۲۷۵۔ ۲۲۷۶۔ ۲۲۷۷۔ ۲۲۷۸۔ ۲۲۷۹۔ ۲۲۸۰۔ ۲۲۸۱۔ ۲۲۸۲۔ ۲۲۸۳۔ ۲۲۸۴۔ ۲۲۸۵۔ ۲۲۸۶۔ ۲۲۸۷۔ ۲۲۸۸۔ ۲۲۸۹۔ ۲۲۹۰۔ ۲۲۹۱۔ ۲۲۹۲۔ ۲۲۹۳۔ ۲۲۹۴۔ ۲۲۹۵۔ ۲۲۹۶۔ ۲۲۹۷۔ ۲۲۹۸۔ ۲۲۹۹۔ ۲۳۰۰۔ ۲۳۰۱۔ ۲۳۰۲۔ ۲۳۰۳۔ ۲۳۰۴۔ ۲۳۰۵۔ ۲۳۰۶۔ ۲۳۰۷۔ ۲۳۰۸۔ ۲۳۰۹۔ ۲۳۱۰۔ ۲۳۱۱۔ ۲۳۱۲۔ ۲۳۱۳۔ ۲۳۱۴۔ ۲۳۱۵۔ ۲۳۱۶۔ ۲۳۱۷۔ ۲۳۱۸۔ ۲۳۱۹۔ ۲۳۲۰۔ ۲۳۲۱۔ ۲۳۲۲۔ ۲۳۲۳۔ ۲۳۲۴۔ ۲۳۲۵۔ ۲۳۲۶۔ ۲۳۲۷۔ ۲۳۲۸۔ ۲۳۲۹۔ ۲۳۳۰۔ ۲۳۳۱۔ ۲۳۳۲۔ ۲۳۳۳۔ ۲۳۳۴۔ ۲۳۳۵۔ ۲۳۳۶۔ ۲۳۳۷۔ ۲۳۳۸۔ ۲۳۳۹۔ ۲۳۴۰۔ ۲۳۴۱۔ ۲۳۴۲۔ ۲۳۴۳۔ ۲۳۴۴۔ ۲۳۴۵۔ ۲۳۴۶۔ ۲۳۴۷۔ ۲۳۴۸۔ ۲۳۴۹۔ ۲۳۵۰۔ ۲۳۵۱۔ ۲۳۵۲۔ ۲۳۵۳۔ ۲۳۵۴۔ ۲۳۵۵۔ ۲۳۵۶۔ ۲۳۵۷۔ ۲۳۵۸۔ ۲

امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کو تین کپڑوں سے کم میں کفن پہنانا ہمارے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے اور اگر کسی شخص کو دو کپڑوں میں کفن دیا گیا تو وہ اس حدیث کے ظاہر کے اعتبار سے مستحب ہے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ محرم کو کس طرح کفن پہنایا جائے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ محرم کو کفن پہنایا جائے اور اس کے سر کو نہ ڈھانپا جائے اور نہ اس کو خوشبو لگائی جائے کیونکہ اس کے احرام کا حکم باقی ہے حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے جو کہ ظاہر حدیث کے مطابق ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ محرم کو اسی طرح کفن پہنایا جائے گا جس طرح عام مسلمان کو کفن پہنایا جاتا ہے اور حضرت عثمان، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ اس قول کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے ماسوا تین کے: صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور وہ نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۰، سنن نسائی: ۳۶۵۱، سنن ترمذی: ۱۳۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت سے عبادت منقطع ہو جاتی ہے لہذا احرام کی عبادت بھی منقطع ہو گئی اور سر کو نہ ڈھانپنا اور خوشبو نہ لگانا احرام کی عبادت سے متعلق ہیں اور موت سے اس کا احرام منقطع ہو چکا ہے۔

حضرت عمر کے بیٹے کو جب موت آئی تو وہ ارم تھے اور حضرت ابن عمر نے ان کا روضہ نپا تھا اور حضرت ابن عمر نے کہا: اگر ہم محرم نہ ہوتے تو اس کو خوشبو بھی لگاتے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث خاص محرم کے متعلق ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: یہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا جیسا کہ آپ نے شہداء کے متعلق فرمایا ہے: بے شک شہید قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی (سنن ترمذی: ۱۶۵۶) پس ہر وہ شخص جو شہید ہے وہ بشارت مستحق ہے، پھر حضرت جعفر کو انعموم سے خاص کر لیا گیا آپ نے فرمایا: اس کے دو پر ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں رہا ہے۔ (المزہب ج ۳ ص ۱۰۹) آپ نے کسی اور شہید کے متعلق اس طرح نہیں فرمایا جس شہید کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے ہوں پس اسی طرح اس محرم کو بھی عام فوت ہونے والے مسلمانوں کے حکم سے خاص کر لیا گیا۔

اور پھر یہی ہوتا ہے کہ اس محرم کو اس وقت تک غسل نہ دیا جائے کہ اس کا حج قبول ہو اور اس کا حج قبول ہونے کے بعد اور کوئی شخص نہیں ملتا کہ وہ تعارف کا حج قبول فرما لے یا نہیں اسی سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کو الجحفہ میں غسل دیا اور ان کے سر اور چہرے کو ڈھانپا کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا حج قبول کیا ہے یا نہیں حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے مگر وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۱۸۷۶، فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ: ۱۰۵)

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کا حج خاص اللہ کے لیے ہے سو اسی کا حج قبول ہوگا اور نبی ﷺ نے جو سر کھلا رکھنے اور خوشبو نہ لگانے کا حکم دیا تھا وہ بھی اسی محرم کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۳-۲۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۳ھ)

\* حدیث مذکور شرح صحیح مسلم: ۲۷۸۷-ج ۳ ص ۳۶۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوانات ہیں:

① محرم کی تکفین میں مذاہب اور موقف احناف کی وضاحت ② امام شافعی اور امام احمد کی پیش کردہ حدیث کا جواب ③ تکفین میں محرم کا سر ڈھانپنے کی بحث ④ مردہ محرم کا سر ڈھانپنے میں امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ ⑤ علامہ نووی کے اعتراض کا جواب ⑥ محرم کی وفات کے بعد بھی اجر کی توقع۔

### میت کو خوشبو لگانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان عرفہ میں کھڑا ہوا تھا اچانک وہ اپنی سواری سے گرا جس نے اس کو ہلاک کر دیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو پانی سے اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔

### ۲۰۔ بَابُ الْحَنُوطِ لِلْمَيِّتِ

۱۲۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَقَفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَأَقْصَعَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَقْصَعَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَبَسْدِرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَيِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

### محرم کو کیسے کفن دیا جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص کو اس کے اونٹ نے گرا دیا اور ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور وہ شخص محرم تھا پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو دو کپڑوں میں کفن پہناؤ اور اس کو خوشبو نہ لگانا اور نہ اس کا سر ڈھانپنا کیونکہ اللہ اس کو قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھائے گا۔

### ۲۱۔ بَابُ كَيْفَ يُكْفَنُ الْمُحْرِمُ

۱۲۶۷ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا رَقَصًا بَعِيرُهُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوا بِمَاءٍ وَبَسْدِرٍ وَكَفِّنُوا فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تَمْسُرُوهُ طَبِيبًا وَلَا تُخَيِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص میدان عرفہ میں نبی ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا وہ اپنی سواری سے گر پڑا ایوب نے کہا: ”فوقصته“ اور عمرو نے کہا: ”فأقصعته“ (پس اس کو سواری سے گرا دیا) پس وہ فوت ہو

۱۲۶۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَجُلٌ وَقَفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ قَالَ أَيُّوبُ فَوَقَصَتْهُ وَقَالَ عَمْرُو فَأَقْصَعَتْهُ فَمَاتَ فَقَالَ اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَبَسْدِرٍ وَكَفِّنُوهُ فِي



ثَوْبَيْنِ، وَلَا تُحِطُّوهُ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ، قَالَ أَيُّوبُ يَلْبَسِي، وَقَالَ عُمَرُ وَمُلَيَّا.

گیا، پس آپ نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو،  
اور اس کو دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کو خوشبو نہ لگانا، اور نہ اس کا سر  
ڈھانپنا کیونکہ اس کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا، ایوب نے کہا:  
اس حال میں کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا، عمرو نے کہا: وہ تلبیہ پڑھنے  
والا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۶۵ میں گزر چکی ہے۔

## ۲۲ - بَابُ الْكُفْنِ فِي الْقَمِيصِ الَّذِي

يُكْفَى، أَوْ لَا يُكْفَى، وَمَنْ كُفِّنَ بغير قَمِيصٍ  
۱۲۶۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

اس قمیص میں کفن دینا جس کا حاشیہ سلا ہوا ہو

یا بے سلا اور بغیر قمیص کے کفن دینا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ،  
انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ

کہ عبد اللہ بن ابی جب مر گیا تو اس کا بیٹا رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے

پاس گیا، پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اپنی قمیص مجھے عطا

کریں، میں اس کو کفن کرنے کا اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور

اس کے لیے استغفار کریں، پس نبی ﷺ نے ان کو اپنی قمیص عطا

فرمائی اور فرمایا: مجھے مطلع کرنا میں اس کی نماز پڑھاؤں گا، پس

انہوں نے آپ کو مطلع کیا، پس جب آپ نے اس کی نماز پڑھانے

کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کھینچا، پس کہا:

کیا اللہ نے آپ کو منافقین کی نماز پڑھانے سے منع نہیں فرمایا؟

آپ نے فرمایا: مجھے اللہ نے دو چیزوں کا اختیار دیا ہے، اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے: آپ ان کے لیے استغفار کریں، ان کے لیے

استغفار نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ (بھی) استغفار کریں

تو اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ (التوبہ: ۸۰) آپ نے اس کی

نماز جنازہ پڑھائی تو پھر یہ آیت نازل ہوئی: اور ان میں سے جو کوئی

مر جائے تو آپ اس کی کبھی بھی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (التوبہ: ۸۴)

سَعِيدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي لَمَّا  
تَوَفَّى، جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أَكْفِنَهُ بِهِ، وَصَلَّ  
عَلَيْهِ، وَاسْتَغْفِرْ لَهُ. فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ، فَقَالَ 'إِذْنِي أَصَلِّي عَلَيْهِ. فَأَذَنَهُ، فَلَمَّا  
أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى  
عَنْهُ، فَقَالَ أَلَيْسَ اللَّهُ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى  
الْمُنَافِقِينَ؟ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا بَشَرٌ  
خَيْرَتَيْنِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ  
لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾  
(التوبہ: ۸۰) فَصَلَّى عَلَيْهِ، فَزَلَّتْ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ  
مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ (التوبہ: ۸۴).

[اطراف الحدیث: ۳۶۷۰-۳۶۷۲-۵۷۹۶]

(صحیح مسلم: ۶۸۹۶-۲۷۷۳، سنن ترمذی: ۳۰۹۸، سنن نسائی: ۱۹۰۰، السنن الکبریٰ: ۱۱۲۳۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۳، صحیح ابن حبان: ۷۵، سنن

بیہقی ج ۸ ص ۱۹۹، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۸۰-ج ۸ ص ۳۰۸، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۵۲۰، مکتبہ

الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۴۰۴۴)

## قیص کو کفن بنانے پر علامہ ابن بطل کا امام ابو حنیفہ پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قیص میں کفن دینا جائز ہے امام مالک کے اصحاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کے لیے اپنی قیص اس لیے عطا فرمائی تھی کہ عبد اللہ بن ابی نے غزوہ بدر کے دن آپ کے ساتھ ایک نیکی کی تھی اور وہ یہ تھی کہ آپ کے چچا عباس اس وقت قیدیوں میں تھے اور ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں تھا پس نبی ﷺ نے ان کے لیے قیص تلاش کی ان کا قد لمبا تھا اور کسی کی قیص ان کو پوری نہیں آ رہی تھی عبد اللہ بن ابی کی قیص ان کو پوری تھی اس نے اپنی قیص ان کے لیے دے دی پس رسول اللہ ﷺ نے اس کا بدلہ اتارنے کے لیے اپنی قیص اس کے لیے عطا فرمادی۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۶۵-۲۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

## مصنف کی طرف سے امام ابو حنیفہ پر علامہ ابن بطل کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطل نے یہ غلط لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ قیص میں کفن دینا چاہیے بلکہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا استدلال ان حدیثوں سے ہے:

حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کفن کپڑوں میں کفن دیا گیا: قیص ازار اور لفافہ۔

(اکمال لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۱۱ المکتبۃ الاثریہ پاکستان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کفن کپڑوں میں کفن دیا گیا دو کپڑے حلتے تھے اور ایک وہ قیص تھی جس میں آپ فوت ہوئے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۵۳ سنن ابن ماجہ: ۱۴۷۱)

## کافر کو غسل دینے، کفن پہنانے اور دفن کرنے سے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں مردہ کافر کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو آیا مردہ کافر کو غسل دینا، کفن پہنانا اور اس کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں! علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جس شخص کا کافر باپ مر گیا اس کا مسلمان بیٹا اس کو غسل نہ دے اور نہ اس کی قبر میں داخل ہو! ہاں! اگر اس کے جنازہ کے سماع نے کا خط ہو تو اس کی قبر میں چھپا دے۔ امام مالک نے اس کی المیہ نہ پڑ سرتی کی ہے۔

سنت رسول ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو خبر دی کہ ان کے والد فوت ہو گئے تو آپ نے فرمایا: جاؤ! ان کو زمین میں چھپا دو اور ان کو اسے غسل دینے کا حکم نہیں دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے انہیں اسے غسل دینے کا حکم دیا لیکن اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اپنے کافر باپ کی قبر کو درست کرانے کے لیے اس کی قبر پر کھڑا ہونا جائز ہے اور اس کو دفن کرنے کے لیے اس کے متعلق حدیث صحیح ہے اور اہل علم نے اس پر عمل کیا ہے۔

صاحب الہدایہ نے کہا ہے کہ اگر کافر مر جائے اور اس کا بیٹا مسلمان ہو تو وہ اس کو غسل دے اور کفن پہنائے اور اس کو دفن کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے والد ابوطالب کے متعلق اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

امام محمد بن سعد نے الطبقات میں یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو ابوطالب کی وفات کی خبر دی تو آپ روئے پھر مجھ سے فرمایا: ان کو غسل دو، کفن پہناؤ اور ان کو زمین میں چھپا دو!

سو میں نے ایسا کیا پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ! جا کر غسل کرو۔ (سنن نسائی: ۱۹۰)

امام محمد بن سعد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کئی دن تک ابوطالب کے لیے مغفرت طلب کرتے رہے اور اپنے گھر سے نہیں نکلے حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ. (التوبہ: ۱۱۳)

نبی اور مؤمنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت طلب کریں۔

(المطبوعات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۸ھ)

صاحب ہدایہ نے کہا ہے: لیکن کافر کو اس طرح غسل دے جس طرح نجس کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ دے اور اس کے کفن پہنانے کے عذر میں سنت کی رعایت نہ کرے اور نہ اس کو خوشبو لگائے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے کہ کافر کے دلی (وارث) کے لیے اس کو غسل دینا اور اس کو کفن پہنانا جائز نہیں ہے، لیکن امام مالک نے کہا ہے کہ اس کو زمین میں چھپا دے۔

اس حدیث میں حضرت عمر کی فضیلت ہے کہ ان کی رائے کے موافق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہو گئی، جس میں منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ جس وقت آپ نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی تھی اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ (عمد القاری ج ۸ ص ۱۰۰ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۸ھ)

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۶۸۹۹ - ج ۷ ص ۷۳' مذکور ہے اس کی شرح کے سب ذیل عنوان ہیں:

① عبد اللہ بن ابی کی مختصر سوانح ② ابن ابی کو قیص مبارک عطا فرمانے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق ③ ابن ابی کو کفن کے لیے قیص عطا فرمانے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے ایک ہزار منافقوں کا اسلام قبول کرنا ④ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق احادیث ⑤ رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی کے غلام کے وجود اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ ⑥ مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی کی نماز جنازہ کی پڑھائی تھی ⑦ "استغفرلہم اولاً تستغفرلہم" سے استغفار کا اختیار مراد لینے پر بعض علماء کا اضطراب ⑧ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق امام رازی کا تسامح ⑨ کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے۔

\* یہ بحث 'شرح صحیح مسلم' میں ج ۷ ص ۵۸۰ سے ۵۹۱ تک پھیلی ہوئی ہے۔

ہم نے ان تفسیر القرآن میں "استغفرلہم اولاً تستغفرلہم" (۸۰:۱) تفسیر میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے اس کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا شان نزول (۲) عبد اللہ بن ابی کے لیے قیص عطا فرمانے کی وجہ (۳) اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود عبد اللہ بن ابی کے لیے استغفار کی توجیہات (۴) ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح۔ چونکہ شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن میں اس بحث کے تمام پہلو آ گئے ہیں اس لیے ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں اس کی زیادہ تفصیل نہیں کی جو قارئین اس بحث کو زیادہ تفصیل سے پڑھنا چاہیں وہ شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کا مطالعہ کریں۔

۱۲۷۰ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ عَنْ سَمِعٍ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی

قَالَ اتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي بَعْدَ مَا دُفِنَ، فَأَخْرَجَهُ، فَفَنَفَتْ فِيهِ مِنْ رِيقِهِ، وَالْبَسَهُ قَمِيصَهُ. [اطراف الحديث: ۱۳۵۰-۳۰۰۸-۵۸۹۵]

از عمر و انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ عبد اللہ بن ابی کے دفن ہونے کے بعد اس کے پاس گئے، آپ نے اس کو قبر سے نکالا، پھر اس میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی۔

(صحیح مسلم: ۲۷۷۳، الرقم المسلسل: ۶۸۹۲، سنن نسائی: ۲۰۱۹-۱۹۰۱، جامع السانید لابن جوزی: ۹۳۸، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۱۰۸۲) حضرت جابر کی اس روایت کا حضرت ابن عمر کی روایت سے تعارض کا جواب اور عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا فرمانے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی یہ روایت: ۱۲۷۰، اس سے پہلی روایت: ۱۲۶۹ کے معارض ہے، روایت: ۱۲۶۹ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کو قمیص عطا کی اور اس روایت میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن ابی کو دفن کر دیا گیا تھا، پھر آپ نے اس کو قبر سے نکالا اور اس کو قمیص پہنائی، پہلی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور دوسری روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ان دو روایتوں میں تطبیق اس طرح کی گئی ہے کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کے بیٹے کو قمیص عطا کر دی تھی، پھر اس کے گھر والوں نے سوچا کہ آپ کو آنے میں مشقت ہوگی، اس لیے آپ کے پہنچنے سے پہلے عبد اللہ بن ابی کو دفن کر دیا گیا۔ نبی ﷺ اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے پہنچ گئے، اس وقت عبد اللہ بن ابی دفن کیا جا چکا تھا، پھر آپ نے کفن دیا، اس کو قبر سے نکالا جائے، اور آپ نے اس کو اپنی قمیص پہنائی اور اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام ابن الجوزی نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے اس کو دو قمیص عطا کی ہوں، ایک قمیص اس کے کفن کے لیے اس کے بیٹے کو دی، دوسری قمیص اس کو قبر سے نکال کر پہنائی اور ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو اور حضرت ابن عمر نے اس واقعہ کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ (كشف المشكل ج ۲ ص ۱۶۲)

اگر یہ اعتراض ہو کہ عبد اللہ بن ابی کے لیے قمیص عطا کرنے میں کیا حرج تھا، نیکو وہ منافقین کا سردار تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا بیٹا مخلص مؤمن اور صحابی تھا، آپ نے اس کی دل جوئی اور تکریم کے لیے قمیص عطا فرمائی، دوسرا جواب یہ ہے: آپ سے جب بھی کوئی سائل سوال کرتا تو آپ اس کے جواب میں ”نہ“ نہیں فرماتے تھے اور اس کے سوال کو مسترد نہیں کرتے تھے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: بے شک میری قمیص اس سے اللہ کے کسبِ عذاب و دوزخ میں کر سکتی ہیں، لیکن یہ سید ہے کہ اس سبب سے اس کی قوم سے ملے آئے گی، چنانچہ روایت ہے کہ خزرج نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو قمیص عطا کی اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو خزرج کے ایک ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

دفن کے بعد میت کو قبر سے نکالنے اور قبر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عبد اللہ بن ابی کو دفن کرنے کے بعد قبر سے نکالا گیا، اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد کسی ضرورت یا مصلحت سے اس کو قبر سے نکالنا جائز ہے۔

رہا دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا، اس کو بعض فقہاء نے مکروہ (تجریمی) کہا ہے اور دوسروں نے جائز قرار دیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اگر ایک میل یا دو میل تک منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں، ایک قول یہ ہے کہ اگر مسافت سفر سے کم فاصلہ تک منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مسافت قصر کے فاصلہ تک بھی منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ حضرت



عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا تھا کہ جو قبریں مسجد کے پاس ہیں ان کو بقیع کی طرف منتقل کر دیا جائے اور فرمایا: اپنی مسجد کو وسیع کر دو اور امام محمد نے کہا ہے کہ یہ فعل معصیت اور گناہ ہے۔

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ہمارے مذہب میں ظاہر یہ ہے کہ میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا جائز ہے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید العقیق میں فوت ہوئے اور ان کو مدینہ میں دفن کیا گیا۔

الحاوی میں مذکور ہے: امام شافعی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک میت کو منتقل کرنا پسندیدہ نہیں ہے تاہم مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس کا قرب حاصل کرنے اور اس جگہ کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے میت کو منتقل کیا جائے تو جائز ہے علامہ بغوی اور البندنجی نے کہا ہے کہ میت کو منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک میت کو اس کی قبر سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے حضرت معاذ نے اپنی بیوی کی قبر کھود کر اس کو وہاں سے نکالا اور حضرت طلحہ نے قبر کو منتقل کیا اور جماعت کی مخالفت کی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۸۲-۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل اور فقہاء احناف کی تصریحات شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۱۰-۸۰۸ میں بیان کی گئی ہیں۔

بغیر قیص کے کفن دینا

۲۳ - بَابُ الْكُفْنِ بِغَيْرِ قَمِيصٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کو تین سفید سوتی سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں قیص تھی نہ عمامہ۔

۱۲۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ سَمِعْنَا سُفْيَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سَحُولٍ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۶۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں "سحول" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: وہ کپڑا سحولیہ نامی یمن کی بستی کا بنا ہوا تھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اس میں قیص تھی نہ عمامہ۔

۱۲۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۱۲۶۳ میں گزر چکی ہے۔

سنت کے مطابق کفن میں مذاہب

اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ کفن میں سنت یہ ہے کہ صرف تین لفافے ہوں نہ ان میں قیص ہو نہ عمامہ ہو امام مالک کے نزدیک کفن میں عمامہ بھی سنت ہے ان کے نزدیک اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ یہ تین لفافے قیص اور عمامہ پر زائد تھے

ہمارا مذہب دلائل کے ساتھ حدیث: ۱۲۶۳ میں گزر چکا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۸۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

## ۲۴ - بَابُ الْكُفْنِ بِلَا عِمَامَةٍ

۱۲۷۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بَيْضٍ سَحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قِمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۶۴ میں گزر چکی ہے۔

## ۲۵ - بَابُ الْكُفْنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعُمَرُو بْنُ دِينَارٍ وَقَبَادَةُ.

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے کہ الزہری اور قتادہ نے کہا کہ کفن جمیع مال سے ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۴)

اسی طرح عطاء کا قول ہے۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۸، وعمر بن دینار کا قول ہے۔

وَقَالَ عُمَرُو بْنُ دِينَارٍ الْحَنُوطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ.

المال.

اس تعلق کی اصل بھی مصنف عبدالرزاق: ۶۲۴۸ میں ہے۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يُبْدَأُ بِالْكَفْنِ ثُمَّ بِالْمَقْبَرَةِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْقَبْرُ هُوَ مِنَ الْكُفْنِ.

اس تعلق کی اصل بھی مصنف عبدالرزاق: ۶۲۵۰ میں ہے۔

۱۲۷۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَحْمُودٍ السَّجَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَوْمًا بَطْعَامِهِ فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَكَانَ خَيْرًا مِنِّي فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مَا يَكْفُنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ وَقُتِلَ حَمْزَةُ أَوْ رَجُلٌ آخَرٌ خَيْرٌ مِنِّي فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مَا يَكْفُنُ فِيهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ تَكُونَ قَدْ عَجَلْتُ لَنَا طَيِّبَاتِنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي.

[اطراف الحديث: ۱۲۷۵-۱۲۷۶]

## بغیر عمامہ کے کفن دینا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ کو یمن کے بنے ہوئے تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں قمیص تھی نہ عمامہ۔

## تمام مال سے کفن دینا

اور عطاء الزہری، عمرو بن دینار اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے کہ الزہری اور قتادہ نے کہا کہ کفن جمیع مال سے ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۴)

اسی طرح عطاء کا قول ہے۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۸، وعمر بن دینار کا قول ہے۔

وَقَالَ عُمَرُو بْنُ دِينَارٍ الْحَنُوطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ.

المال.

اس تعلق کی اصل بھی مصنف عبدالرزاق: ۶۲۴۸ میں ہے۔

اور ابراہیم نے کہا: کفن سے ابتداء کی جائے گی پھر قرض سے پھر وصیت سے اور سفیان نے کہا: قبر کھودنے کی اور غسل کی اجرت کفن سے شمار کی جائے گی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد بن حنبل نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از سعد از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کو کفن پہنانے کے لیے صرف ایک چادر مل سکی اور حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا اور ایک اور شخص کو جو مجھ سے افضل تھے ان کو کفن دینے کے لیے بھی صرف ایک چادر مل سکی مجھے اس کا خطرہ ہے کہ ہماری پسندیدہ چیزیں ہمیں دنیا کی زندگی میں ہی دے دی گئی ہیں

پھر وہ رونے لگے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد المکی الاذرقی ابو محمد (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف (۳) ان کے والد سعد بن ابراہیم مدینہ کے قاضی تھی ۱۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوسعید ابراہیم بن عبد الرحمن (۵) حضرت عبد الرحمن بن عوف یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں یہ قدیم الاسلام ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے انہوں نے دو ہجرتیں کیں اور تمام مشاہد میں حاضر رہے غزوہ احد میں ثابت قدم رہے اور بیس سے زیادہ زخم کھائے جنگ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی یہ ۳۲ھ میں فوت ہوئے تھے اور البقیع میں مدفون ہوئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۸۵-۸۳)

جمع مال سے کفن دینے کی دلیل دنیا سے بے رغبتی اور جنت کی بشارت کے باوجود خوفِ آخرت کی توجیہ علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ میت کے تمام مال سے اس کا کفن دیا جائے گا اگر اس کے خلاف کسی کا کوئی شاذ قول ہے تو اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور وہ یہ ہے کہ میت کے تہائی مال سے اس کا کفن دیا جائے گا ایک اور شاذ قول خلاص بن عمرو اور طاؤس کا ہے انہوں نے کہا: اگر اس کا مال بہت زیادہ ہے تو اس کے اصل مال سے کفن دیا جائے گا اور اگر اس کا مال کم ہے تو اس کے تہائی مال سے کفن دیا جائے گا۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۲۵۲-۶۲۵۱)

اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جمہور کے قول پر واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کے پاس اتنا مال نہیں تھا جس سے ان کو کفن دیا جاتا صرف ایک جہش سی چادر تھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں کفن دیا اور آپ نے کسی قرض خواہ کی طرف التفات کیا نہ کسی غریب کی طرف اور نہ کسی وارث کی طرف پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام اصل مال سے کفن دیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب اور کوئی کپڑا نہ ملے تو ایک چادر سے بھی کفن دیا جاسکتا ہے جیسے امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے اور میں اصل شرم گاہ کو چھپاتا ہے اور نبی ﷺ نے ان دونوں کے لیے اس چادر میں کفن دینے کو پسند کیا کہ ان کو مکمل ڈھانپنے والی ہو۔ کیونکہ اگر چادر کا شہیہ کیے گئے ہوتے اور اس چادر میں ان شاذ قول اٹھائے جاتے گے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف سے یہ حدیث ہے کہ مال و صالحین کی سیرت پر عمل کرنا چاہیے اور دنیا سے بہت کم حصہ لینا چاہیے اور دنیا میں کم رغبت کرنا چاہیے اور صالحین کے طریقہ کے نہ ملنے پر رونا چاہیے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف روئے اور انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔

اور انسان کو چاہیے کہ اس کے پاس جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو یاد کرے اور ان کے شکر کی ادائیگی میں کمی کا اعتراف کرے اور اس سے ڈرے کہ وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جائے گا اور اس نے جو نیک اعمال کیے ہیں ان کا صلہ صرف یہی دنیا کی نعمتیں ہو جائیں گی جن کا اس نے شکر ادا نہیں کیا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کے لیے نبی ﷺ نے جنت کی ضمانت دی ہے اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں تو پھر ان کو آخرت کا اس قدر خوف کیوں تھا اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قیامت کے دن کے طول حساب

سے ڈرتے تھے اور وہ بلند درجات کی تمنا کرتے تھے، اگرچہ ان کو جنت کی بشارت مل چکی تھی لیکن ان کو یہ ڈرتھا کہ کہیں وہ بلند درجات سے محروم نہ ہو جائیں اور ان سے زیادہ دیر تک حساب نہ لیا جائے اور وہ اللہ کے جلال اور اس کی بے نیازی سے ڈرتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۶-۲۶۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۳ھ)

جب ایک کپڑے کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے  
کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از والد خود ابراہیم  
انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس  
کھانا لایا گیا وہ اس وقت روزہ دار تھے پس انہوں نے کہا: حضرت  
مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کو ایک  
ایسی چادر میں کفن دیا گیا تھا کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر  
کھل جاتے تھے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل  
جاتا اور ان کو دفن کر دیا جاتا تھا انہوں نے کہا کہ حضرت حمزہ کو شہید کر دیا  
گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے ہمارے لیے دنیا کشادہ کر دی گئی  
جیسا کہ کشادہ کر دی گئی اور ہم کو دنیا سے وہ دیا گیا جو دیا گیا اور ہم کو  
یہ ڈر ہے کہ ہماری نیکیوں کا اجر ہمیں جلدی دے دیا گیا ہے پھر  
حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کھانا ترک کر دیا۔

۲۶۔ بَابُ إِذَا لَمْ يَوْجَدْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ  
۱۲۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا  
عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي رَاهِمٍ عَنْ  
أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُ أَتَى بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ  
مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ  
عُطِيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رَجُلَاهُ وَإِنْ عُطِيَ رَجُلَاهُ بَدَتْ  
رَأْسُهُ. وَأَرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمَزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ثُمَّ  
بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ أَوْ قَالَ أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا  
مَا أُعْطِينَا وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ  
لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ.

اس حدیث کی شرح، گزشتہ حدیث: ۱۲۷۴ میں گزشتی ہے۔

۲۷۔ بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا إِلَّا مَا يُوَارَى  
رَأْسًا أَوْ قَدَمَيْهِ، غُطِّيَ بِهِ رَأْسُهُ

۱۲۷۶۔ حَدَّثَنَا سُرَيْسُ بْنُ خَفْصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ  
حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ  
قَالَ حَدَّثَنَا خُبَّابٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا  
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللَّهِ  
فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ  
أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَمِنَّا مَنْ آيَنَعَتْ  
لَهُ لَمَرَّتُهُ فَهُوَ يَهْدِيهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا  
نُكْفِيهِ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غُطِينَا بِهَا رَأْسُهُ خَرَجَتْ رَجُلَاهُ

جب اس کے سوا کفن نہ ملے جو سر کو چھپائے  
یا قدموں کو ڈھکے سر کو ڈھانپا جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن سُرَيس نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں  
نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں  
حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے  
نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہم اللہ کی رضا ڈھونڈتے تھے پس  
ہمارا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہو گیا پس بعض ہم میں سے وہ ہیں جو  
فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ حاصل نہیں کیا



وَإِذَا غَطَيْنَا رَجُلِيهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُغْطِيَ رَأْسَهُ، وَأَنْ نَجْعَلَ عَلَى  
رَجُلِيهِ مِنَ الْإِذْخِرِ. [اطراف الحديث: ۳۸۹-۳۹۱۳-۳۹۱۳-۳۹۱۳]

ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر ہیں، اور ہم میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جن کے لیے ان کا پھل پک گیا اور وہ اسے چن چن کر کھاتے ہیں، حضرت مصعب بن عمیر غزوہ احد میں شہید ہو گئے، ہمیں ان کے کفن کے لیے کچھ نہ ملا، بس ایک چادر تھی جس سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے تھے، پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا تھا، پس نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر ازخر (گھاس) ڈال دیں۔

(صحیح مسلم: ۹۳۰، الرقم السلسل: ۲۱۴۲، سنن ابوداؤد: ۲۸۷۶، سنن ترمذی: ۳۸۵۳، سنن نسائی: ۱۹۰، المعجم الکبیر: ۳۶۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۶۰-ج ۱۴ ص ۳۹۳، المستثنی: ۵۲۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۴۰۱، شرح الن: ۱۴۷۹، مصنف عبد الرزاق: ۶۱۹۵، مسند الحمیدی: ۱۵۵، شرح مشکل الآثار: ۴۰۴۶، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۰۵۸-ج ۳۴ ص ۵۳۸، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۶۰۰، مکتبہ الرشید ریاض، ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: (۱۸۶۸)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ ابو حفص النخعی (۲) ان کے والد حفص بن غیاث (۳) سلیمان الأعمش (۴) شقیق بن سلمہ الاسدی ابو داکل (۵) حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۸۷)

کفن کی مقدار کم ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ اور حدیث مذکور سے مستنبط دیگر مسائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بکر، مالکی قرطبی متنی ۴۴۹ ص لکھتے ہیں:

علامہ ابن المذر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ لیل ہے کہ جب پڑے کہ قدر کم ہو تو پیر ڈھانپنے کی بجائے اولیٰ یہ ہے کہ سر کو ڈھانپا جائے۔

المہلب نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ میت کا سر ڈھانپنے کے بعد اس کے افضل اعضاء کو ڈھانپا جائے اور اگر پھر یہ کسی ریح تو اس پر گھاس ڈال دیا جائے اور میت اس کی میں سر کو ڈھانپنا واجب ہے اور اجنبی آدمی کو اسے دیکھنا اور چھونا حرام ہے۔ حوازی کے بقول شذوذ نے اس آیت کے لیے حلال کر دیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کے پہلے لوگ صدق و صفا کے اعلیٰ درجہ پر تھے وہ دنیا سے اپنی لذت کے لیے کچھ نہیں رکھتے تھے اور اپنے نفس کو شہوات سے روک کر رکھتے تھے تاکہ آخرت میں تمام لذات کو حاصل کریں وہ فقر پر صبر کرتے تھے اور مشقتوں کو برداشت کرتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۶۸-۲۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میت کی شرم گاہ کو دھونے کا طریقہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ آدمی کا پورا جسم محترم ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ پس مردوں کے لیے عورتوں کو غسل دینا جائز نہیں ہے اور عورتوں کے لیے اجنبی مردوں کو وفات کے بعد غسل دینا جائز نہیں ہے حسن نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ذکر کی ہے: جب میت کو غسل دینا ہو تو اس کو بڑا تہبند پہنایا جائے اور ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے کہ اگر غسل دینے والے پر تہبند کے نیچے غسل دینا دشوار ہو تو اس

کی شرم گاہ پر کپڑے کا ٹکڑا ڈال دیا جائے اور البدائع میں مذکور ہے کہ غسل دینے والا اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر کپڑے کے نیچے سے اس کی شرم گاہ کو دھوئے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو استبراء کرائے اور صاحبین کے نزدیک اس کو استبراء نہ کرائے 'مردہ کی شرم گاہ وہی ہے جو زندہ کی شرم گاہ ہے اور وہ ناف سے گھٹنے تک ہے اور گھٹنا ہمارے نزدیک شرم گاہ ہے' لیکن اس کی غلیظ شرم گاہ کو ڈھک دینا کافی ہے اور وہ اس کا اگلا اور پچھلا حصہ ہے ہمارا اور امام مالک کا یہی صحیح مذہب ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۸۸ 'دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جس نے نبی ﷺ کے زمانہ میں کفن

تیار کیا تو اس پر انکار نہیں کیا گیا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے

حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث

بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک

عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چادر لے کر آئی 'جس کے

کناروں پر بنائی کی ہوئی تھی 'کیا تم جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے؟

لوگوں نے کہا: وہ چادر ہے 'انہوں نے کہا: ہاں! اس عورت نے کہا:

میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے تاکہ میں یہ آپ کو

پہناؤں 'نبی ﷺ نے یہ چادر لے لی 'اس وقت آپ کو اس کی

ضرورت بھی تھی 'آپ ہمارے پاس وہ چادر پہن کر آئے 'فلاں

شخص نے اس کی تعریف کی 'پس کہنے لگا: یہ کتنی اچھی چادر ہے 'یہ

آپ مجھے پہنا دیجئے 'لوگوں نے اس سے کہا: یہ تم نے اچھا نہیں کیا '

اس چادر کو نبی ﷺ نے پہنا تھا اور اس وقت آپ کو اس کی

ضرورت تھی 'پھر تم نے اس کو مانگ لیا اور تم کو معلوم ہے کہ آپ

کو مسترد نہیں کرتے 'اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے پہنے

کے لیے اس چادر کا سوال نہیں کیا 'میں نے اس لیے سوال کیا ہے

تاکہ یہ میرا کفن ہو جائے۔ حضرت سہل نے کہا: پس یہ چادر اس

شخص کا کفن ہو گئی۔

۲۸۔ بَابُ مَنْ اسْتَعَدَّ الْكُفْنَ فِي زَمَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ

۱۲۷۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ

أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ

امْرَأَةً جَاءَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ

مَنْسُوجَةٍ فِيهَا خَاشِيَتُهَا اتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوا

السَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ. قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ

لَا تُكْسُو كُفَّهَا فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارَةٌ فَحَسَنَتْهَا

فُلَانٌ فَقَالَ أَكْسَيْتُهَا مَا أَحْسَنَتْهَا قَالَ الْقَوْمُ مَا

أَحْسَنْتُ لِبَسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلَتْ: وَعِلِمْتُ أَنَّ لَا بُرْدَةَ قَالَتْ

وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُ لِبَسَهَا إِنَّمَا سَأَلْتُ لِتَكُونَ كَفْنِي

قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفْنَهُ.

[اطراف الحديث: ۲۰۹۳-۵۸۱۰-۶۰۳۶]

(سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۵، المعجم الکبیر: ۵۸۸۷، شعب الایمان: ۶۲۳۴، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۸۲۵، ج ۳ ص ۳۸۲۔

۳۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۲۳۰۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۵۱۳۲۶)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنسی (۲) عبد العزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد ابو حازم سلمہ بن دینار الاعرج، یہ اہل مدینہ کے

قاضی تھے (۴) حضرت سہل بن سعد بن مالک الساعدی رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۸۹)

## حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور دیگر فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو وقت سے پہلے تیار کر کے رکھنا جائز ہے، بہت سے صالحین نے اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کو کھود کر رکھا اور اس میں آخرت کی تیاری کی فکر کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ان مؤمنین کا ایمان افضل ہے جو موت کو زیادہ یاد رکھتے ہیں اور اس کی اچھی تیاری کرتے ہیں۔ (مجھے اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا)

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان کو فقیر کا ہدیہ قبول کرنا چاہیے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ فقیر کو اس ہدیہ کے بدلہ میں کچھ نہ دینا بھی جائز ہے اور اس میں یہ دلیل بھی کہ سلطان اور عالم سے تبرک کے لیے کسی قیمتی چیز کا سوال کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۶۹-۲۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے بعض فوائد مذکور میں علامہ ابن بطل سے اختلاف کیا ہے، علامہ ابن بطل نے لکھا ہے کہ ہدیہ کے بدلہ میں کچھ نہ دینا بھی جائز ہے کیونکہ جس عورت نے آپ کو ہدیہ میں وہ چادر پیش کی، آپ نے اس کو کچھ نہیں دیا تھا، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ آپ کی عادت کریمہ مستمرہ یہ تھی کہ آپ ہدیہ دینے والے کو کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔ اس موقع پر آپ کے جواباً کچھ عطا فرمانے کا ذکر نہیں ہے اور ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے واقع میں کچھ عطا نہ فرمایا ہو، نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس خاتون نے آپ کو وہ چادر بہرہ پر دے دی ہو بلکہ خریدنے کے لیے پیش کی ہو، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آپ سائل کو رد نہیں فرماتے تھے خواہ آپ کو خود ضرورت ہو اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ جو کچھ آپ کے جسم کے ساتھ لگ جائے، صحابہ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے، لہذا اس میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور جو کام بہ ظاہر خلاف ادب ہو، اس پر انکار کرنا چاہیے جیسے صحابہ نے چادر مانگنے کی وجہ سے اس شخص پر انکار کیا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۹۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی لکھا ہے، انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ انسان کی روایت میں ہے: اس شخص نے اپنا عذر بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب نبی ﷺ نے اس پر درک کر لیا تو مجھے اس کی برکت کی امید ہو گئی تاکہ میں اس کو اپنا کفن بناؤں۔ (صحیح البخاری: ۶۰۳۰) اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام طبرانی نے زمعه بن صالح سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ آپ کے لیے اور چادر بنائی جائے، پھر آپ اس چادر کے بننے سے پہلے وصال فرما گئے۔ (المعجم الکبیر: ۵۹۲۰) اور اس میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے اور آپ کے حسن خلق کا بیان ہے کہ آپ عورت سے بھی یہ قبول فرماتے تھے، آپ ان سخاوت کا بیان ہے، علامہ ابن بطل نے یہ کہ ثابت ہے، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: صحابہ سے اس ایک نے بھی اسی طرح نہیں کیا، اگر یہ کام مستحب ہوتا تو اس کو بہ کثرت کیا جاتا اور بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ جس چیز میں کسی کو صلاح اور برکت کا اعتقاد ہو، اسے اس کو حاصل کرنے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۲۸-۷۲۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

## ۲۹ - بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از خالد از

ام الہذیل از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا، ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے

سے منع کیا گیا تھا اور ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے کی زیادہ ترغیب

۱۲۷۸ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

عَنْ خَالِدٍ عَنْ أُمِّ الْهَذِيلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لِهَيْئَتِنَا اتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ

عَلَيْنَا.

نہیں دی گئی تھی یا ہم کو زیادہ تاکید سے منع نہیں کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۳ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری امور کا ذکر کیا جا رہا ہے:

جنازوں کے ساتھ عورتوں کے جانے میں صحابہ، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا مکروہ تنزیہی ہے اور جمہور اہل علم کا یہی

قول ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم عورتوں کے جنازوں کے ساتھ جانے کو مکروہ کہتے تھے اور فقہاء تابعین میں سے ابراہیم، حسن بصری، مسروق، ابن سیرین، اوزاعی، امام احمد اور اسحاق اس کو مکروہ کہتے تھے، ثوری نے کہا: عورتوں کا جنازوں کے ساتھ جانا بدعت ہے اور امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ عورتوں کو جنازوں کے ساتھ نہیں جانا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قاسم، سالم، الزہری، ربیعہ اور ابو الزناد نے عورتوں کو جنازوں کے ساتھ جانے کی اجازت دی ہے اور امام مالک نے بھی اس میں رخصت دی ہے اور جو ان عورتوں کے لیے مکروہ کہا ہے، امام شافعی نے بھی کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۹۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)۔

خاوند کے لیے عورت کا سوگ کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن الفضل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: سلمہ بن علقمہ نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا فوت ہو گیا، جب تیسرا دن آیا تو انہوں نے پیلا رنگ منگایا اور اس کو اپنے جسم پر لگایا، کہا کہ ہمیں اس سے منع کیا گیا تھا کہ ہم اس کے علاوہ کسی اور کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کریں۔

۳۰۔ بَابُ حَدِّ الْمَرْأَةِ عَلَى غَيْرِ زَوْجٍ

۱۲۷۹۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عُلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ تَوَفَّى ابْنُ لَأْمٍ عَطِيَّةٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّلَاثُ دَعَتْ بِسُفْيَانَ فَتَمَسَّحَتْ بِهِ، وَقَالَتْ نَهْنَأُ أَنْ نُحَدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ إِلَّا بِزَوْجٍ

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸۰۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ أُمَّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّلَاثِ، فَتَمَسَّحَتْ عَارِضِيهَا وَذَرَأَعِيهَا، وَقَالَتْ إِنِّي كُنْتُ عَنْ هَذَا الْغَنِيَّةِ، لَوْ لَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حمید بن نافع نے خبر دی از زینب بنت ابی سلمہ، انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر شام سے آئی تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن پیلا رنگ منگایا اور اپنے رخساروں اور کلائیوں پر ملا اور کہا: بے شک میں اس سے مستغنی





موت کی خبر آئی تھی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۳۰-۷۲۹ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اس تقریر کا ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے مسند ابن ابی شیبہ کی روایت کا ذکر نہیں کیا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۹۵ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از حمید بن نافع از زینب بنت ابی سلمہ انہوں نے خبر دی کہ وہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ کے پاس گئیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو عورت اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت کے اوپر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے شوہر کے اس پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔

۱۲۸۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمِّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تَجِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

اس حدیث کی شرح 'گزشتہ حدیث: ۱۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

پھر وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں جب ان کے بھائی فوت ہو گئے تھے پھر انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی پھر کہا: مجھے اب خوشبو کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو منہ پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے اپنے شوہر کے اس پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔

۱۲۸۲ - ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبِ بِنْتِ جَحْشٍ حَضْرَتِهَا تَوَفَّى أَخُوَهَا فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ ثُمَّ قَالَتْ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرُ آتِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ يَقُولُ لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمِّنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تَجِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

[ط ف الحدیث: ۵۳۳۵] (جامع المسانید لابن جوزی ۷: ۵۱۹)

مکتبہ الرشیدیہ، لاہور

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات پر سوگ کیا تھا وہ کافر تھا اور کافر کی موت پر سوگ کرنا جائز نہیں

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ زین الدین نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تین بھائی تھے: عبد اللہ، عبید اللہ اور ابواحمد حضرت زینب نے جس بھائی کی وفات کا ذکر کیا ہے وہ عبد اللہ تو ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ جنگِ احد میں شہید ہو گئے تھے اور اس وقت حضرت زینب نبی ﷺ کے نکاح میں نہیں آئی تھیں اور نہ عبید اللہ ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ حبشہ میں اس حال میں فوت ہوئے تھے کہ وہ نصرانی تھے یہ ۵۵ھ یا ۶۰ھ کا واقعہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے اس کے بعد نکاح کیا تھا اور نبی ﷺ نے ان سے نکاح ۶۰ھ یا ۷۰ھ میں کیا تھا اور زینب بنت ابی سلمہ اس وقت چھوٹی تھیں اگرچہ یہ ممکن ہے کہ وہ اس

وقت سمجھدار ہوں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان کے وہ بھائی ابواحمد ہوں کیونکہ حضرت زینب بنت جحش ان سے پہلے فوت ہو گئی تھیں پس زیادہ قریب احتمال یہ ہے کہ ان کے وہ بھائی عبید اللہ ہوں جو نصرانی ہونے کی حالت میں فوت ہوئے تھے اس پر یہ اعتراض ہے کہ کافر کی موت پر تو اہل بیت نبوت کو افسوس نہیں کرنا چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ رنج اور افسوس بشری تقاضے سے طبعی طور پر تھا۔ اس حدیث سے فقہاء احناف نے اس پر استدلال کیا ہے کہ شوہر کی وفات پر سوگ کرنا واجب ہے۔

### ۳۱ - بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ

۱۲۸۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرِ فَقَالَ اتَّقِي اللَّهَ وَاصْبِرِي. قَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبِّ بِمُصِيبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَائِزَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ التَّوَكُّلِ لَاوَلِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھی آپ نے اس سے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو اس نے کہا: تم مجھ سے ایک طرف ہٹو تم پر وہ مصیبت نہیں آئی جو مجھ پر آئی ہے اور اس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا اس کو بتایا کہ یہ نبی ﷺ تھے تب وہ نبی ﷺ کے دروازہ پر آئی اس نے وہاں دربان نہیں دیکھے اس نے کہا: میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا آپ نے فرمایا: صبر اس وقت شمار ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۲۰ میں درج ہے: "مزمع زیارة القبور" تفصیل لکھی جا رہی ہے۔

### زیارت قبور کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اجماع ہے کہ زیارت القبور میں اختلاف ہے الما زمی نے کہا ہے کہ اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مردوں کے لیے زیارت قبور جائز ہے علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ زیارت القبور بالعموم صحیح ہے پہلے بالعموم زیارت القبور سے منع کیا گیا تھا جس پر مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے اور اس کی اہانت میں بہ کثرت احادیث مردوں میں۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے اس لیے منع کیا گیا تھا کہ وہ زمانہ بت پرستی اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے قریب تھا پھر جب اسلام مستحکم ہو گیا اور لوگوں کے دلوں میں قوی ہو گیا اور قبروں کی عبادت اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے مسلمان مامون ہو گئے تو قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ کر دیا کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

### زیارت قبور کے متعلق احادیث آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو (پہلے) زیارت قبور سے منع

کرتا تھا سواب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۷۷، سنن ترمذی: ۱۰۵۳، سنن نسائی: ۲۰۳۲، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۱، سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۶، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۶، مشکوٰۃ: ۱۷۶۹، کنز العمال: ۳۲۵۵۵، موطا امام مالک۔ کتاب الضحایا: ۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی، پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت دے دی۔

(صحیح مسلم: ۹۷۶، سنن ابوداؤد: ۳۲۳۳، سنن نسائی: ۲۰۳۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۲)

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان کی طرف جائیں تو ان میں سے ایک کہنے والا یہ کہے: ”السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون انتم لنا فرط ونحن لکم تبع ونسال اللہ لنا ولکم العافیة“ (ترجمہ: السلام علیکم! اے مؤمنین اور مسلمین کے گھر والو! ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں اور ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے معافی کا سوال کرتے ہیں۔) (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳، سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰، صحیح ابن حبان: ۳۱۷۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۷، سنن نسائی: ۱۰۹۳۰-۲۱۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

زازان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: ”السلام علی من فی هذه الدیار من المؤمنین والمسلمین انتم لنا فرط ونحن لکم تبع وانا لکم للاحقون وانا الیہ راجعون“۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب اپنی زمین سے واپس آتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو کہتے: ”السلام علیکم وانا لکم للاحقون“ پھر اپنے صحاب سے کہتے: کیا تم شہداء پر سلام نہیں کرتے کہ وہ بھی تم کو سلام کا جواب دیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۸، سنن بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عبداللہ بن سعد جاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبداللہ! جب تم ان قبروں کے پاس سے گزر دو جن کو تم پہچانتے ہو تو کہو: ”السلام علیکم اصحاب القبور“ اور جب تم ان قبروں کے پاس سے گزر دو جن کو تم نہیں پہچانتے تو کہو: ”السلام علی المسلمین“۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۸۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو موسیٰ بن مہزیار نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ روایت کیا تھا کہ جب آپ ﷺ کی طرف جائیں تو ان پر صلوٰۃ پڑھیں یا سلام دیں۔ (ترمذی: ۷۲، سنن احمد ج ۳ ص ۸۹، سنن دارقطنی: ۸۱، سنن ابی داؤد: ۳۲۳۰، مستدرک ج ۳ ص ۵۶-۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

محمد بن ابراہیم التیمی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سال کی ابتداء میں شہداء (احد) کی قبروں پر جاتے تھے پس فرماتے تھے: تم پر سلام ہو کیونکہ تم نے صبر کیا اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے ایک روایت میں ہے: آپ اور حضرت ابوبکر وغیرہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: (۱۸۲۸)۔ ۶۷۳۵، کتاب المغازی للواتدی ج ۱ ص ۳۱۳، عالم الکتب، دلائل النبوة ج ۳ ص ۳۰۸، شرح الصدور ص ۲۱۰) نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کہیں جانے کا ارادہ کرتے تو مسجد (نبوی) میں داخل ہوتے پس نماز پڑھتے پھر نبی ﷺ کی قبر (مبارک) پر آتے پس کہتے: ”السلام علیک یا رسول اللہ! السلام علیک یا ابا بکر! السلام علیک یا“



ابتداء! (اے ابا جان!) پھر جہاں جانا ہوتا جاتے اور جب سفر سے واپس آتے تب بھی مسجد میں آ کر اسی طرح کرتے اور وہ اپنے گھر جانے سے پہلے اس طرح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۹۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ کی قبر کی ہر جمعہ زیارت کی یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی! اور یہ لکھ دیا جائے گا کہ یہ بڑی ہے۔ (المعجم الصغیر: ۹۵۵، البیہقی نے کہا: اس کی سند میں عبد الکریم ابو امیہ ضعیف راوی ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰، مگر فضائل اعمال میں احادیث ضعیف سند معتبر ہوتی ہیں)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ احد سے لوٹے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (کی قبر) اور دیگر اصحاب (کی قبروں) پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو! پس تم ان کی زیارت کرو اور ان کو سلام کرو! پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! تم قیامت تک ان میں سے جس پر بھی سلام کرو گے وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو بندہ بھی کسی ایسے مسلمان کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا، پھر اس کو سلام کرتا ہے تو وہ قبر والا اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۲۵۴۳-۲۵۴۳، ج ۱۰ ص ۲۹۳، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ)

اسماعیل بن عبد الاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی وارث کی قبر کی زیارت کرتا تھا ایک دن وہ اس کی قبر کی زیارت کے لیے گیا تو اس کو نیند آگئی، خواب میں اس کی والدہ نے کہا: اس قبر میں سے ایک عظیم اجر کسی کو نہیں ملا! اس نے پوچھا: اس کا کیا ثمل تھا؟ اس کی والدہ نے کہا: اس پر بہت مصائب آئے اور اس نے ان پر صبر کیا۔

(موسوع امام ابن ابی الدنیا: ۱۳۶، ج ۶ ص ۸۵، المکتبۃ العصریہ بیروت)

عبد اللہ بن نافع المدنی بیان کرنے میں کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص فوت ہوا، لیا اس کو دفن کر دیا گیا، ایک شخص نے خواب میں اس کو دیکھا کہ وہ اہل دوزخ میں ہے، وہ بہت مغموم ہوا، سات آٹھ دن بعد اس کو دکھایا گیا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے، اس نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ اہل دوزخ میں سے ہے؟ اس نے کہا: یہ اہل دوزخ میں سے تھا مگر ہمارے ساتھ ایک صالح شخص دفن کیا گیا، اس نے اپنے چالیس پڑوسیوں کے لیے شفاعت کی اور یہ بھی ان میں سے تھا۔

(موسوع امام ابن ابی الدنیا: ۱۳۹، ج ۶ ص ۸۶، المکتبۃ العصریہ بیروت)

سلیمان بن براء اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، پس تحقیق (سیدنا) محمد (ﷺ) کو اپنی والدہ کی قبر کی اجازت دی گئی ہے، پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۳، صحیح مسلم: ۹۷۷، سنن نسائی: ۵۶۹۳، سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۶)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے، اہل علم کا اس پر عمل ہے، عبد اللہ بن المبارک، امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

### عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کی اجازت

بعض علماء نے عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔

(سنن ترمذی: ۱۰۵۶، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۷)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے آپ نے یہ لعنت قبروں کی زیارت کی اجازت دینے سے پہلے فرمائی تھی جب آپ نے قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی تو اس اجازت میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی داخل ہو گئیں۔

(سنن ترمذی ص ۳۳۵ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

جمہور علماء جو عورتوں کو قبروں کی زیارت کی اجازت دیتے ہیں ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

عبد اللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حبشی میں فوت ہو گئے ان کی میت کو مکہ لا کر وہاں دفن کر دیا گیا پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبدالرحمن کی قبر پر آئیں اور یہ اشعار پڑھے:

و کنا کندمانی جذیمۃ حقبة من الدهر حتی قبل لن تصدعا

”ہم بادشاہ جذیمہ کے دو صاحبوں کی طرح ہمیشہ اکٹھے رہے یہاں تک کہ کہا گیا: یہ کبھی جدا نہیں ہوں گے۔“

فلما تفرقنا کان و مالکنا لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

”پس جب ہم جدا ہو گئے تو گویا مدت دراز تک اکٹھا رہنے کے باوجود میں نے اور مالک نے ایک رات بھی اکٹھے نہیں گزاری۔“

پھر حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر میں تمہاری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو تم کو وہاں دفن کیا جاتا جہاں تم فوت ہو گئے تھے اور اگر میں وہاں حاضر ہوتی تو اب تمہاری زیارت کے لیے نہ آتی۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۵)

وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کے لیے نہ آئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے اچھے دوستوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں رہتی تھی اور میرے والد مدفون تھے پس میں اپنے (زائد) کپڑے اتار دیتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ میرے خاوند اور میرے والد ہی تو ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ دفن کر دیا تو اللہ کی قسم! میں اس قبر میں داخل ہوتی تھی کہ میں نے اپنے کپڑے کو باندھا ہوا ہوتا تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۲۰، مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۲ طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۶۶۰- ج ۲ ص ۳۱۳ مشکوٰۃ: ۱۷۷۱)

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں:

عبد اللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قبرستان سے آئیں میں نے ان سے کہا: ام المؤمنین! آپ کہاں سے آئی ہیں انہوں نے کہا: میں اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر سے آئی ہوں میں نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کی اجازت نہیں دی؟ حضرت عائشہ نے کہا: ہاں! آپ نے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اور آپ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۷۳۰)

جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حمزہ بن عبد المطلب کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرتی تھیں اور آپ نے ایک پتھر کو اس کی علامت کے طور پر رکھ دیا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۶۷۳۲) (تمہید ج ۲ ص ۱۳۴ 'دار الکتب العلمیہ بیروت')

عورتوں کے مزارات پر جانے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا: کیا عورتیں قبر کی زیارت کر سکتی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان شاء اللہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی ہے لیکن حضرت ابن عباس کی حدیث ہے کہ قبر کی بہت زیادہ زیارت کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے امام احمد نے فرمایا: یہ ابو صالح کی روایت ہے وہ کیا چیز ہے! گویا انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار

دیا۔ (تمہید ج ۲ ص ۱۳۵-۱۳۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کے زیارتِ قبر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اجازت کے عموم میں عورتیں بھی داخل ہیں اور یہ اکثر کا قول ہے اور یہ اس وقت ہے جب عورتیں فتنہ سے مامون ہوں اور جواز کی تائید اس باب کی حدیث سے ہوتی ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایک عورت کو قبر کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس کو منع نہیں فرمایا اور آپ کا کسی کام کو مقرر رکھنا حجت ہے اور جنہوں نے زیارتِ قبر کی اجازت کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے عام قرار دیا ہے ان میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں وہ اپنے بھائی عبدالرحمان کی قبر کی زیارت کے لیے گئیں اور جب ان سے کہا گیا: کیا اس سے منع نہیں کیا گیا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی ﷺ نے پہلے اس سے منع فرمایا تھا پھر آپ نے قبر کی زیارت کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۳۱ 'دار المعرفہ' بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی مالکی نے لکھا ہے کہ جو ان عورتوں کے لیے قبرستان کے لیے ٹکنا حرام ہے اور بوزحمی عورتوں کے لیے مباح ہے نیز کہا ہے کہ ان سب کے لیے مباح ہے جب یہ مردوں کے بغیر اکیلی جائیں انہوں نے کہا: اس میں ان شاء اللہ اختلاف نہیں ہوگا نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حدیث ترمذی میں زورات پر لعنت کی گئی ہے یعنی جو قبروں کی زیارت کے لیے بہت زیادہ جاتی ہوں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عورتوں کو زیادہ جانے سے روک دینا فرمایا ہے کہ عورتوں کے حق میں منع ہوں گے اور وہ بناؤ سنگھار کر کے نکلیں گی اور یہ اس کے مشابہ ہوگا جو قبروں کی تعظیم کے لیے قبروں کے پاس رہتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ عورتیں قبروں پر چیخ و پکار کر کے روئیں گی اور اس میں اور بھی مفاسد ہیں یہ اس صورت میں ہے جب عورتیں قبروں پر بہت زیادہ جائیں اور جو عورتیں کبھی کبھی جائیں اس میں حرج نہیں ہے کیونکہ وہ ہے کہ زورات پر لعنت کی گئی ہے نہ کہ زائرات پر۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۱ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہماری اس تحریر میں چاروں فقہ کے ائمہ اور علامہ کے مسئلہ کی نظریات کی تفصیل گئی ہے۔

\* شرح صحیح مسلم میں مذاہب فقہاء کو زیادہ تفصیل سے لکھا گیا ہے اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

- ① زیارتِ قبور کا بیان ② عورتوں کی زیارتِ قبور کے متعلق احادیث ③ فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ④ فقہاء حنفیہ کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ⑤ فقہاء شافعیہ کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ⑥ فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارتِ قبور کا حکم ⑦ خلاصہ بحث۔

\* یہ بحث 'شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۷۴۲-۷۴۳ پر مذکور ہے۔

نبی ﷺ کا ارشاد: میت کے بعض گھروالوں کے

۳۲۔ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے جب کہ

وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ

میت پر نوحہ کرنا اس کا طریقہ ہو

عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اپنے آپ کو اور اپنے گھروالوں

بِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿فَوَا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ

کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ (التحریم: ۶) اور نبی ﷺ نے فرمایا:

نَارًا﴾ (التحریم: ۶) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ .

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس تعلق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے۔

فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ، فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا ﴿ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴾ (الانعام: ۱۶۴)۔

اور اگر نوحہ کرنا میت کی سنت نہ ہو تو پھر یہ اس طرح ہے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(الانعام: ۱۶۳، بنی اسرائیل: ۱۵، فاطر: ۱۸، الزمر: ۷)

وَهُوَ كَقَوْلِهِ ﴿وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ ذُنُوبًا، إِلَىٰ حِمْلٍ لَا يَحْمِلُ مِنْهُ شَيْءٌ﴾ (الفاطر: ۱۸)۔

اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مثل ہے: اور اگر کوئی بوجھ والا دوسرے کو بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو اس سے کچھ بھی اٹھایا نہیں جائے گا۔ (الفاطر: ۱۸)

اور وہ جو بغیر نوحہ کے رونے کی اجازت دی گئی ہے۔

وَمَا يُرَخِّصُ مِنَ الْبُكَاءِ فِي غَيْرِ نَوْحٍ .

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو انسان سے ہو اور دل سے ہو وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور رحمت سے ہے اور جو ہاتھ سے ہو اور زبان سے ہو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ (المجم الكبير: ۸۳۱۷)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْ نَفْسَ ظُلْمًا، إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا . وَذَلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ .

اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس نفس کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا تو پہلے ابن آدم کے خون کے گناہ کا حصہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے پہلے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۳۳۲۵ اور ۶۸۶۷ میں ہے۔

۱۲۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي سَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَرْسَلِ ابْنَةُ أَبِي بَكْرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَأْتِيَ ابْنًا لِي قَبِضَ فَاثْنَا، فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ، وَيَقُولُ إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ. فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لِكَيْتَبِنَهَا، فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَبِيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَرِجَالٌ، فَرَفَعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَرَفَعَ إِلَيْهِ السَّيِّئُ، وَنَفْسُهُ تَتَفَقَّقُ، قَالَ حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ كَانَتْهَا شَنْ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان اور محمد نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی ہوئی ہے کہ ہمیں سامہ بن زید نے خبر دی ہے کہ ابن عباس نے کہا: مجھے حضرت سامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ کی صاحبزادی نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا فوت ہو رہا ہے آپ ہمارے پاس آئیں آپ نے جوابی پیغام میں سلام کہا اور فرمایا: بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کے لیے ہے جو اس نے عطا کیا اور ہر چیز کی اس کے پاس مدت مقرر ہے پس تم صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو انہوں نے پھر آپ کی طرف پیغام بھیجا اور آپ کو قسم دی کہ آپ ان کے پاس ضرور آئیں سو آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد



فَقَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذَا؟  
فَقَالَ هَذِهِ رَحْمَةُ اللَّهِ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا  
يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرَّحَمَاءَ.

[اطراف الحديث: ۵۶۵۵-۶۶۰۲-۶۶۵۵-۷۳۷۷-۷۴۳۸]  
(صحیح مسلم: ۹۲۳، الرقم السلسل: ۲۱۰۰، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۵، سنن  
نسائی: ۱۸۶۸، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۸، جامع المسانید لابن جوزی: ۶، مکتبہ  
الارشاد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

بن عبادہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید  
بن ثابت اور دوسرے مرد تھے اس بچے کو اٹھا کر آپ کے پاس لایا  
گیا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا، راوی نے کہا: میرے گمان میں  
اس کا جسم پرانی مشک کی طرح تھا، پس آپ کی دونوں آنکھوں سے  
آنسو بہنے لگے، حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپ  
نے فرمایا: یہ اللہ کی رحمت ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے دل  
میں کر دیا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں  
پر رحم فرماتا ہے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان، ان کا نام عبد اللہ بن عثمان ابو عبد الرحمن ہے (۲) محمد بن مقاتل (۳) عبد اللہ بن المبارک (۴) عاصم بن سلیمان  
الاحول (۵) ابو عثمان النہدی، ان کا نام عبد الرحمن بن مل ہے (۶) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، یہ رسول اللہ ﷺ کے  
محبوب اور آزاد کردہ غلام تھے، ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا تھیں، ان کا نام سرور کہ تھا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۵)

### تعزیت اور عیادت کے لیے اصحابِ نخل کو بلانا، بغیر بلائے چلے جانا اور اگر سائل

نبی ﷺ کی اس صاحب زادی کا نام حضرت زینب بنت جحش ہے، بیٹے امام سی۔ بی العاص بن الربیع تھا۔  
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت کے وقت اصحابِ نخل کو بلانا چاہیے تاکہ ان کی دعا اور ان کی برکت حاصل ہو۔  
افاضل سے آپ کے ساتھ بغیر بلائے چلے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ تعزیت کے لیے بغیر بلائے بھی چلے جانا چاہیے  
اس کے برخلاف ولیمہ اور شادی کے کھانے میں بلانے کے بعد جانا چاہیے۔

نبی ﷺ نے حضرت زینب کو صبر و ثواب کی پیرکتیں تلقین کیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مصیبت میں بے قرار ہو، اس  
کو صبر کی تلقین کرنی چاہیے۔

نبی ﷺ پہلی بار بلانے نہیں گئے اور دوسری چلے گئے، اس سے معلوم ہوا کہ اہل فضل کو کسی کی امیہ نہیں کرنی چاہیے اور  
عیادت اور تعزیت کے لیے جانا چاہیے۔

نبی ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ہے اس میں بغیر روحہ کے رونے کا ثبوت ہے اور اس میں ان کی زنی ہے اور ایسے  
مواقع پر نہ رونا دل کی سختی اور شقاوت کی علامت ہے۔

حضرت زینب نے آپ کو قسم دے کر بلایا، اس میں یہ ثبوت ہے کہ نہایت ادب سے سوال کرنا چاہیے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۰۳۱-ج ۲ ص ۷۴۵-۷۴۴ پر مذکور ہے اس حدیث کی وہاں شرح نہیں کی گئی۔

۱۲۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هَلَالِ

بْنِ عُلَيْسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی،  
انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ہلال

قَالَ شَهِدْنَا بِنَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛  
قَالَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى  
الْقَبْرِ، قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنِيهِ تَذْمَعَانِ، قَالَ فَقَالَ هَلْ  
مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يَقَارِفِ اللَّيْلَةَ، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَنَا،  
قَالَ فَانْزِلْ، قَالَ فَانْزَلَ فِي قَبْرِهَا.

[طرف المدیث: ۱۳۳۲] (جامع المسانید لابن جوزی: ۲۳۲)

مکتبہ الرشیدیہ ریاض ۱۴۲۶ھ مسند الطحاوی: ۳۱۵)

بن علی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم  
رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور  
رسول اللہ ﷺ قبر کی ایک جانب بیٹھے ہوئے تھے پس میں نے  
دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے پس  
آپ نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو  
جماع نہ کیا ہو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں! آپ نے  
فرمایا: تم قبر میں اترؤ پس وہ آپ کی صاحب زادی کی قبر میں  
اترے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد المسندی (۲) ابو عامر عبد الملک بن عمرو العقدی (۳) فلیح بن سلیمان ان کا نام عبد الملک ہے اور فلیح ان کا  
لقب ہے (۴) حلال بن علی بن اسامہ العامری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۹)

### حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں نبی ﷺ کی صاحب زادی کے جنازہ کا ذکر ہے، ان کا نام حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ  
کی زوجہ تھیں ان کی وفات ۹ھ میں ہوئی تھی، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جس وقت فوت ہوئی تھی اس وقت آپ بدر میں تھے اور ان کے جنازہ  
پر حاضر نہیں ہوئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۱۰)

### اس کی توجیہ کہ حضرت ام کلثوم کو دشمن قبر میں اتارے، جس نے گزشتہ رات جماع نہ کیا ہو

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے جماع نہ کرنے والے شخص سے کوئی ایسا شخص نہ لیا جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو؟ علامہ کرمانی  
نے کہا ہے کہ اس کی حکمت یہ تھی کہ آپ کی حب و ارادت میں تارنا تھا جس شخص نے رات کو جماع کیا ہوتا اس میں شہوت کے  
آثار تازہ ہوتے اور جس شخص نے رات کو جماع نہ کیا ہوتا وہ گویا شہوت کو بھول چکا ہوتا تو آپ نے چاہا کہ آپ کی صاحب زادی کو وہ  
شخص قبر میں نہ رہے جو شہوت کو بھولا ہوا ہو اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس رات حضرت عثمان نے اپنی باندی سے جماع کیا  
تھا پس رسول اللہ ﷺ اس کا نام ہو گیا اور آپ کو یہ پتہ چلا کہ وہ آپ کی باندی کو چھو کر دامن میں لے لیں وہ انہیں  
چاہیے تھا کہ ان کے آس پاس وقت میں وہ ان کے پاس ہوتے اور ان کی خدمت کرے اس لیے آپ نے فرمایا کہ اس نے  
چاہا کہ وہ ان کی قبر میں نہ اتریں۔ (میں کہتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ حضرت ام کلثوم بہت  
طویل عرصہ سے بیمار تھیں۔ اس لیے حضرت عثمان اپنے طبعی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے باندی کے پاس چلے گئے جب کہ انہیں یہ بھی  
معلوم نہیں تھا کہ آج حضرت ام کلثوم کا انتقال ہو جائے گا۔ سعیدی غفرلہ)

### بغیر آواز کے رونے کا جواز اور قبر پر بیٹھنے کی ممانعت

اس حدیث میں بغیر آواز کے آنسوؤں سے رونے کا ذکر ہے اور یہ بیان ہے کہ مردوں کو چاہیے کہ وہ عورت کو قبر میں اتاریں  
کیونکہ وہ عورتوں سے قوی ہوتے ہیں اور ایسے مردوں کو قبر میں عورت کو اتارنا چاہیے جس نے زمانہ قریب میں جماع نہ کیا ہو اور اس  
حدیث میں قبر کی ایک جانب بیٹھنے کا ثبوت ہے اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے حضرت زید

بن ثابتؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام مالک نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عطاء امام شافعی اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز نہیں ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص انکارے پر بیٹھ جائے پس وہ اس کے کپڑے جلادے پھر وہ آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

(صحیح مسلم: ۹۷۱، الرقم المسلسل: ۱۲۱۲)

ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو اور نہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲، الرقم المسلسل: ۲۲۱۳، سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹، سنن ترمذی: ۱۰۵۰، سنن نسائی: ۷۶۰، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۵)

الحاملی نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا حرام ہے امام مالک اور خارجہ بن زید نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو فرمایا: قبر پر نہ بیٹھو اس کا معنی یہ ہے کہ قبر پر قضاء حاجت نہ کرو لیکن یہ تاویل بہت بعید ہے تو ضیح میں مذکور ہے کہ قبر پر ٹیک لگانا مکروہ ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۱۱-۱۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیک نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی مکہ میں فوت ہو گئی، ہم ان کے جنازہ میں آئے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کے جنازے میں آئے تھے اور بے شک میں ان دونوں کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا یا کہا: میں ان میں سے کسی ایک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دوسرا بھی آ گیا پس وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا پس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمرو بن عثمان سے کہا: کیا آپ ان کو رونے سے نہیں روکتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بے شک گمراہوں کے رونے سے میت کو ضرور عذاب دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۲۸، الرقم المسلسل: ۲۱۱۳، سنن نسائی: ۱۸۵۸، مسند الحمیدی: ۲۲۰، مسند احمد ج ۱ ص ۴۱)

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس قسم کی بات کہتے تھے پھر انہوں نے حدیث بیان کی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے لوٹا حتیٰ کہ جب ہم مقام بیداء پر پہنچے تو اس وقت سواروں کی جماعت کیکر کے درخت کے سائے میں تھی حضرت عمر نے فرمایا: جاؤ! دیکھو یہ کون سوار ہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے دیکھا تو وہ حضرت

۱۲۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ تَوَقَّيْتُ أَنَّهُ لِعَمْرَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِمَكَّةَ، وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا، وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا، أَوْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا، ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لِعَمْرِ بْنِ عُثْمَانَ أَلَا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ؟ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ.

۱۲۸۷ - فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ بَعْضُ ذَلِكَ، ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرُكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ شَجَرَةٍ، فَقَالَ أَذْهَبُ فَاَنْظُرُ مَنْ هُوَ لِأَيِّ الرُّكْبِ؟ قَالَ فَنَظَرْتُ، فَإِذَا صُفِيبٌ فَأَخْبَرْتُهُ،

فَقَالَ ادْعُهُ لِي، فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَجِلْ،  
فَالْحَقُّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَلَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ، دَخَلَ  
صُهَيْبٌ بَيْكِي، يَقُولُ وَالْأَخَاهُ، وَأَصَاحِبَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَا صُهَيْبُ أَتَبِكِي عَلَيَّ، وَقَدْ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّبِيَّ  
يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُغَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، [اطراف الحديث: ۱۲۹۰-۱۲۹۲] (صحیح مسلم: ۹۲۸، رقم المسلسل: ۲۱۱۳)

صہیب رضی اللہ عنہ تھے میں نے حضرت عمر کو بتایا تو حضرت عمر نے فرمایا:  
ان کو میرے پاس بلا کر لاؤ، میں واپس حضرت صہیب کے پاس گیا  
اور ان سے کہا: چلیے! پس وہ امیر المؤمنین سے ملے پھر جب  
حضرت عمر زخمی ہو گئے تھے تو حضرت صہیب روتے ہوئے آئے اور  
کہنے لگے: ہائے میرے بھائی! ہائے میرے صاحب! پس حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے صہیب! کیا تم مجھ پر درہے ہو؟ حالانکہ  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: میت پر اس کے بعض گھروالوں  
کے رونے سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۱۲۸۸ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا  
فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، ذَكَرْتُ ذَلِكَ  
لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، فَقَالَتْ رَحِمَ اللَّهُ  
عُمَرَ، وَاللَّهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُغَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ،  
وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ  
لَيَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُغَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، وَقَالَتْ  
حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾  
(الانعام: ۱۶۴). قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا  
عِنْدَ ذَلِكَ وَاللَّهُ ﴿هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى﴾ (النجم: ۴۳).  
قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَاللَّهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُمَا شَيْئًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں نے حضرت عمر کے اس قول کا حضرت  
عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے کہا: اللہ تعالیٰ حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا  
تھا کہ بے شک مؤمن میت کے گھروالوں کے اس پر رونے سے  
اللہ اس کو عذاب دیتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا:  
بے شک کافر کے گھروالوں کے اس پر رونے سے اللہ تعالیٰ اس کو  
زیادہ عذاب دیتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:  
”ہاں۔۔۔ یہ قرآن آئی ہے: اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا  
بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (الانعام: ۱۶۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے  
اس وقت کہا: اللہ کی قسم! وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے (النجم: ۴۳)  
ابن ابی ملیکہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ سن کر حضرت ابن عمر نے  
کچھ نہیں کہا۔

[اطراف الحديث: ۱۲۸۹-۱۲۹۰] (مسند الطحاوی: ۹۳۶۳)

### گھروالوں کے میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کی توجیہات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے: میت کے گھروالوں کے اس کے اوپر رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے اس کی تشریح میں علماء کا  
اختلاف ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر میت نے یہ وصیت کی ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر رویا جائے تو اس  
کو عذاب ہوگا اور اس صورت میں اس کو اس کے اپنے فعل کی وجہ سے عذاب ہوگا نہ کہ دوسرے کے فعل کی وجہ سے اور اب یہ فاطر:  
۱۸ کے خلاف نہیں ہے امام بخاری نے بھی اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا: جب کہ میت پر رونا میت کے جاری کردہ  
طریقہ کی وجہ سے ہو تو پھر میت پر گھروالوں کے رونے کی وجہ سے اس کو عذاب ہوگا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا کہ اگر میت کی ان باتوں سے مدح کی جائے جن باتوں سے زمانہ جاہلیت میں میت کی مدح کی جاتی



تھی، مثلاً تو اس طرح لوٹ مار کرتا تھا اور ڈاکے ڈالتا تھا اور ناحق خون بہاتا تھا اور یوں بے دریغ پیسہ لٹاتا تھا اور یہ افعال اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ ہیں، پس میت کے قبر میں جانے کے بعد اس کے گھروالے ان افعال کو یاد کر کے روئیں گے اور اس کو قبر میں ان افعال پر عذاب ہو رہا ہوگا۔

دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے اور وہ اپنے گھر والوں کے رونے سے غم زدہ ہوتا ہے اور اس کے گھروالے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، وہ اس کو ناگوار ہوتی ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ میت پر زندہ کا رونا، زندہ کی طرف سے میت کو عذاب دینا ہے نہ کہ اللہ کی طرف سے عذاب دینا ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اعمال تمہارے مردہ رشتہ داروں پر پیش کیے جاتے ہیں، اگر وہ نیک اعمال دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ بُرے اعمال دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور جب ان کے پاس کوئی نئی میت آتی ہے تو وہ اس سے بعد میں مرنے والے کا حال پوچھتے ہیں حتیٰ کہ انسان اپنی بیوی کے متعلق پوچھتا ہے کہ اس نے شادی کر لی ہے یا نہیں۔ (المعجم الکبیر: ۳۸۸، کنز العمال: ۴۳۰۲۹)

بروہ حدیث جس میں رونے سے منع کیا گیا ہے، علماء کے نزدیک اس کا تحمل رونے سے منع کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: آنکھیں نہ لگاتے اور غمگین نہ ہوتا ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے جس سے رب ناراض ہوتا ہے اور جب حضرت عمرؓ نے غورتوں کو رونے سے منع کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ان کو ربنے دو، کیونکہ نفس مصیبت زدہ ہے اور آنکھ رو رہی ہے اور (مصیبت کا) زور ہے اور آپ نے فرمایا ہے اور نوحہ کرنے والی وہ ہے جو گریبان چاک کرتی ہے، منہ پر تھپڑ لگاتی ہے اور جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرتی ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۷۷-۲۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

### حافظ ابن حجر کی بیان کردہ توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر متقال سائل توفی ۸۷۱ھ لکے ہیں:

حدیث مذکور کی درج ذیل توجیہات ہیں:

- (۱) میت کے گھر والوں کے اس پر رونے سے اس وقت عذاب ہوگا جب اس نے رونے کی وصیت کی ہو۔
- (۲) جب میت پر نوحہ کرنے اور رونے کی رسم اس نے ڈالی ہو۔
- (۳) جب گھروالے اس کے سامنے کسی میت پر نوحہ کرتے ہوں اور وہ ان کو منع نہ کرے اور یہ نہ بتاؤ کہ یہ فعل حرام ہے۔
- (۴) جب اس کے گھروالے اس کے کیے ہوئے ناجائز کاموں پر اس کی مدح کر رہے ہوں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہو۔
- (۵) جب گھروالے میت کے ایسے اوصاف بیان کر رہے ہوں جو اس میں نہ ہوں تو قبر میں فرشتے اس کو جھڑکتے ہیں، کیا تو ایسا تھا مثلاً جب نوحہ کرنے والے کہیں: ہائے! تم پہاڑ تھے، تم دریا تھے تو فرشتے میت کو ڈانٹ کر کہیں گے: کیا تم پہاڑ تھے، کیا تم دریا تھے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۶، دار المعرفۃ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم و فضل میں مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ ہے، اس کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر سے اختلاف کیا اور ان کے قول کو خطا پر قرار دیا اور اپنے قول پر فیاطر: ۱۸ سے استدلال کیا، اس سے معلوم ہوا کہ دلائل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے فقہی مسائل میں تقریباً اپنے تمام اکابر سے حتیٰ کہ ائمہ اربعہ سے بھی دلائل کے ساتھ

اختلاف کیا ہے اس میں اکابر کی بے ادبی نہیں ہے بلکہ علم اور اجتہاد کی وسعت اور ہمہ گیری کا اظہار ہے۔

۱۲۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى يَهُودِيَّةٍ يَبْكِي عَلَيْهَا أَهْلَهَا. فَقَالَ إِنَّهُمْ لَيَكُونُونَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد اللہ بن ابی بکر از والد خود از عمرہ بنت عبد الرحمن انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ ایک یہودیہ کے پاس سے گزرے جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے آپ نے فرمایا: یہ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اس کو اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۹۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سَعَلَ سَهَيْبٌ يَقُولُ وَالْأَخَاهُ فَقَالَ عُمَرُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِكُأَةِ الْحَيِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی اور وہ بیان کرتے ہیں کہ خود انہوں نے بیان کیا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہو گئے سہیب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہائے میرے بھائی! پس حضرت عمر نے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ زندہ کے دوڑنے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

میت پر نوحہ کرنا مکروہ ہے

۳۳ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّيَاحِ عَلَى الْمَيِّتِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَعَاهُنَّ يَبْكِينَ عَلَى أَبِي لَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ أَوْ لَقْلَقَةٌ. وَالنَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّأْسِ وَاللَّقْلَقَةُ حَصْرُ الثَّغْرِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان عورتوں کو ابوسلیمان پر رونے سے منع کریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو ابوسلیمان پر آنسو بہانے دو جب تک یہ بالوں میں مٹی نہ ڈالیں اور آواز نہ نکالیں۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۱ 'نثر النملتان')

۱۲۹۱ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ الْمُغِيرَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ كَذِبًا عَلَى لَيْسَ كَذِبٌ عَلَى أَحَدٍ مَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبید نے حدیث بیان کی بن ربیعہ از حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مجھ پر جھوٹ باندھنا تم میں سے

كَذَبَ عَلَىٰ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ نِيَحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيَحَ عَلَيْهِ.

کسی ایک پر جھوٹ باندھنے کی مثل نہیں ہے جس نے مجھ پر عدا جھوٹ باندھا وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں بنالے میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس پر نوحہ کیا گیا اس کو قیامت کے دن اس سے عذاب دیا جائے گا جس سے نوحہ کیا گیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۳۳، رقم المسلسل: ۲۱۲۳، سنن ترمذی: ۱۰۰۰، مسند الحمیدی: ۲۲۱، سنن نسائی: ۱۸۵۲، سنن ابن ماجہ: ۱۹۵۳، مسند الطحاوی: ۶۸۹۰)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکیں (۲) سعید بن عبید الطائی ابو الہذیل (۳) علی بن ربیعہ ابو المغیرہ (۴) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۲۱)

### بغیر نوحہ کے میت پر رونے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نوحہ کرنا حرام ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا طریقہ ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نبی ﷺ عورتوں کو بیعت کرتے تھے تو اس بات پر بیعت کرتے تھے کہ وہ نوحہ نہیں کریں گے۔ اس باب کی حدیث میں یہ دلالت کرتی ہے کہ نوحہ کا میت پر رونا اس وقت ممنوع ہے جب وہ نوحہ کریں اور بغیر نوحہ کے رونے پر حضرت عمر کا یہ قول دلیل ہے کہ یہ کورونے کا جب تک یہ بالوں میں خاک نہ ڈالیں اور چلائیں نہیں پس انہوں نے بغیر نوحہ کے رونے کو مباح کر دیا اور حضرت المغیرہ بن حدیث میں ہے کہ جس سے نہ کیا گیا ہے اس سے عذاب دیا جائے گا اس میں یہ دلیل ہے کہ بغیر نوحہ کے رونے میں عذاب نہیں ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

اما بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از قتادہ از سعید بن المسیب از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از والد خود رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: میت کو قبر میں اس چیز سے عذاب دیا جاتا ہے جس سے اس پر نوحہ کیا جائے۔

اس حدیث کی روایت میں عبدان کی متابعت عبد الرزاق نے کی ہے انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی اور آدم نے کہا از شعبہ: زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۱۲۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَمِيتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيَحَ عَلَيْهِ.

تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْصَى فَإِنْ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ وَقَالَ 'آدَمُ' عَنْ شُعْبَةَ أَلَمِيتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

### ۳۴ - بَابُ

### بَابُ

اس باب کا کوئی عنوان نہیں ہے اور یہ ابواب سابقہ کا تتمہ ہے۔

۱۲۹۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ جِئْتُ بِأَبِي يَوْمَ أُحُدٍ قَدْ مَثَلَ بِهِمْ حَتَّى وَضِعَ بَيْنَ يَدَي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَقَدْ سُجِّي ثَوْبًا ' فَذَهَبْتُ أُرِيدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ فَنَهَانِي قَوْمِي ' ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ فَنَهَانِي قَوْمِي ' فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُفِعَ ' فَسَمِعَ صَوْتَ صَانِحَةٍ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ؟ فَقَالُوا ابْنَةُ عَمْرٍو ' أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو ' قَالَ فَلِمَ تَبْكِي؟ أَوْ لَا تَبْكِي ' فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تَظْلُمُهُ بِأَجْنَحَيْهَا حَتَّى رُفِعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا: انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد کو جنگ احد کے دن اس حال میں لایا گیا کہ ان کو مثلہ کیا جا چکا تھا ' حتی کہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لا کر رکھ دیا گیا اور ان کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا گیا ' میں ارادہ کر رہا تھا کہ ان کی نعش سے چادر کھولوں تو مجھے میری قوم نے منع کیا ' پھر میں دوبارہ ان سے چادر کھولنے کے لیے گیا تو میری قوم نے پھر مجھے منع کر دیا ' پس رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو ان کے جنازہ کو اٹھایا گیا ' پھر آپ نے کسی چلانے والی کی آواز سنی ' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے ' آپ نے فرمایا: یہ کیوں رو رہی ہے؟ یا فرمایا: یہ نہ روئے ' فرشتے اس پر مسلّم ' اے بے ہوشے ' حتی کہ اس کا جنازہ اٹھالیا گیا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۲۴۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں "مثلہ" کا لفظ ذکر ہے اس کا معنی ہے۔ کسی شخص کو قتل کرنے کے بعد اس کی ناک ' کان یا اس کی شرم گاہ کے اعضاء اور دیگر اعضاء کاٹ دیئے جائیں۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنا گریبان پھاڑا

۳۵ - بَابُ لَيْسَ مِنْهُ شَقُّ الْجُبُوبِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں زبید الیائی نے حدیث بیان کی از ابراہیم از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کرے۔

۱۲۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدُ الْيَامِي عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ ' وَشَقَّ الْجُبُوبَ ' وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

[اطراف الحديث: ۱۲۹۴-۱۲۹۸-۳۵۱۹]

(صحیح مسلم: ۱۰۳، رقم السلسل: ۲۷۹، سنن نسائی: ۱۸۶۰، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۳، سنن ترمذی: ۹۹۹، المستثنی: ۵۱۶، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۳۹، سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۵۸، ج ۶ ص ۱۷۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۳۰۲۳، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۵۱۲۹)



## حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو نعیم الفضل بن دکین (۲) سفیان الثوری (۳) زبید بن الحارث بن عبد الکریم الیامی یہ بنو یام بن رافع بن مالک کی اولاد سے ہیں جو ہمدان سے تھے (۴) ابراہیم الخثعمی (۵) مسروق بن الابدع (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۳۶)

## اس حدیث کی توجیہات کہ منہ پر طمانچے لگانے والا ہم میں سے نہیں ہے

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: وہ ہم میں سے نہیں ہے یعنی وہ ہماری سنت پر عمل کرنے والوں میں سے نہیں ہے اور نہ ہماری سیرت پر عمل کرنے والوں میں سے ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دین سے بالکل خارج ہو گیا ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک کوئی شخص معصیت کے ارتکاب سے دین سے خارج نہیں ہوتا ہاں! اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ معصیت حلال اور جائز ہے تو پھر وہ دین سے خارج ہو جائے گا سفیان ثوری اس حدیث کو اپنے ظاہر پر جاری کرتے تھے اور اس میں کوئی تاویل نہیں کرتے تھے کیونکہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا زجر و تنبیخ کے زیادہ لائق ہے اسی طرح ان تمام احادیث کو جن میں یہ جملہ ہے: وہ ہم میں سے نہیں ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے: یہ جملہ تغلیظ کے لیے ہے۔ ہاں! اگر زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار میں کوئی شخص ایسے الفاظ بولے جو کفریہ ہوں مثلاً وہ حرام کو حلال کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم: ہر راضی نہ ہو اس وقت اس سے اسلام کی نفی حقیقہ ہوگی۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ ہماری امتداء کرنے والا نہیں ہے اور ہماری سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ہماری سیرت کاملہ پر عمل کرنے والا نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس پر محمول ہے جو منہ پر طمانچے لگانے گریبان پھاڑنے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کو جائز سمجھتا ہو۔

زمانہ جاہلیت سے مراد ہے: اسلام کے ظہور سے پہلے: زمانہ فترت یعنی زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرنا اور مردے کے متعلق کہنا: ہائے پہاڑ ہائے میرے بازو ہل جاہلیت کا طریقہ ہے شریعت اسلام میں جائز نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی ﷺ کا سعد بن خولہ کی

۳۶۔ بَابُ رَثَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

موت پر افسوس کرنا

وَسَلَّمَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ

اس عنوان میں رثاء لفظ ہے جس کا معنی ہے مرنے والے کے محاسن بیان کرنا اس امر میں شک نہیں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور وہ اصحاب الشجرہ میں سے تھے کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی اور وہ ایک خچر پر ان کے جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے پس عورتیں رونے لگیں تو انہوں نے کہا: تم مرثیہ نہ پڑھنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (کتاب الدعاء للطبرانی: ۵۶۰ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۲۵ کامل ابن عدی ج ۱ ص ۲۱۵ المستدرک ج ۱ ص ۳۶۰-۳۵۹ سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳-۴۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۲ سنن ابن ماجہ: ۱۵۹۲-۱۵۰۳ المعجم الصغیر: ۲۶۸ طبع سنن ابی یوسف ج ۴ ص ۳۳۳ مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۱۴ ج ۳ ص ۳۸۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس عنوان میں رسول اللہ ﷺ کی طرف مرثیہ کی جو نسبت کی گئی ہے اس سے مراد ہے: صرف کسی کی موت پر اظہار افسوس کرنا اور مرثیہ کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔

۱۲۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعِ إِشْتِدَائِي فَقُلْتُ إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ أَفَاتَصَدَّقُ بِثُلثِي مَالِي؟ قَالَ لَا فَقُلْتُ بِالشَّطْرِ؟ فَقَالَ لَا ثُمَّ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيرٌ أَوْ كَثِيرٌ إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ لَكَ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى مَا تَجْعَلَ فِيهِ امْرَأَتَكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْلَفُ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخْلَفَ فَتَعْمَلْ عَمَلًا لَا يَنْفَعُكَ دَرَجَةٌ بِهِ دَرَجَةٌ وَرَفْعَةٌ ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخْلَفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ أَلَيْسَ أَمُضٍ لِأَصْحَابِي هَجَرَتِهِمْ وَلَا تَرُدُّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ لَكِنَّ الْبَائِسُ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ يَرِثُنِي لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود یعنی اللہ وہ بیان کرتے ہیں: حجۃ الوداع کے سال مجھے شدید درد تھا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے آئے تب میں نے کہا: مجھے اتنا درد ہو رہا ہے اور میں مال دار ہوں اور میری وراثت صرف میری ایک بیٹی ہے کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر میں نے پوچھا: میں آدھا مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر آپ نے فرمایا: تہائی مال صدقہ کر دو تہائی مال (بھی) بہت زیادہ ہے بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں اور بے شک تم جو بھی خرچ کرو گے جس سے تم اللہ کی رضا جوئی کا ارادہ کرو گے تو تم کو اس پر اجر ملے گا حتیٰ کہ تم جو کچھ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے (اس پر بھی تم کو اجر ملے گا) پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے پیچھے رہ جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا: تم بے شک ہرگز پیچھے نہیں بھڑے جاؤ گے تم جو بھی نیک کام کرو گے اس سے تمہارا درجہ زیادہ اور بلند ہوگا پھر شاید کہ تم پیچھے چھوڑے جاؤ گے حتیٰ کہ ایک قوم تم سے نفع حاصل کرے گی اور دوسری قوم تم سے نقصان اٹھائے گی اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھنا اور ان کو ان کی ایزبوں پر نہ لوٹانا لیکن بنے چارے سعد بن خولہ! رسول اللہ ﷺ ان کے لیے افسوس کر رہے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۸، رقم المسلسل: ۴۱۳۱، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۳، سنن ترمذی: ۲۱۱۶، سنن ماجہ: ۲۷۰۸، سنن الکبریٰ: ۶۳۵۳، سنن نسائی: ۳۶۲۶، مسند الحمیدی: ۶۷، مسند الامز: ۱۰۸۳، المستدرک: ۸۸۲، منصف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۹۹، الا حادوث الثانی: ۲۱۷، مسند ابویعلیٰ: ۷۳، مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۵۵، صحیح ابن حبان: ۴۲۴۹، مسند احمد ج ۱ ص ۷۹، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۴۶، ج ۳ ص ۱۲۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۸۶۰، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض ۵۱۳۲۶)

حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد بن خولہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے مکہ میں فوت ہونے پر افسوس کر رہے تھے حضرت

سعد بن خولہ سبیحہ الاسلامیہ کے شوہر تھے ان کے درداٹھا اور وہ مکہ کی اس زمین میں فوت ہو گئے جس سے وہ ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے حالانکہ وہ چاہتے یہ تھے کہ مدینہ میں فوت ہوں جہاں کے لیے انہوں نے ہجرت کی تھی اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تھی: اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول کے شہر میں وفات عطا فرما۔ (صحیح البخاری: ۱۸۹۰) کیونکہ مہاجر پر اپنے اس وطن میں لوٹنا حرام ہے جس سے اس نے اللہ کے لیے ہجرت کی تھی اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج کے افعال کرنے کے بعد کوئی مہاجر مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ جب طواف کرتے تھے تو ان کی سواریاں کوچ کے لیے تیار ہوتی تھیں اور امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ بدر میں حاضر ہوئے تھے پھر مکہ واپس گئے اور وہیں فوت ہو گئے انہوں نے دوسری ہجرت حبشہ کی طرف کی تھی وہ پچیس سال کی عمر میں بدر میں حاضر ہوئے تھے اور احد اور خندق اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے وہ اپنی بیوی کے ساتھ حجة الوداع میں مکہ گئے اور وہیں فوت ہو گئے اس وقت ان کی بیوی حاملہ تھیں اور ان کے فوت ہونے کے بعد ان کا وضع حمل ہوا امام مسلم نے از ابن شہاب یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت سعد بن خولہ حجة الوداع میں فوت ہوئے تھے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ ۷۷ھ میں مکہ میں فوت ہوئے تھے جب رسول اللہ ﷺ اور اہل مکہ کے درمیان حدیبیہ کے سال کے بعد صلح ہو چکی تھی حضرت سعد بن خولہ مکہ گئے نہ حج کے لیے اور نہ جہاد کے لیے کیونکہ حج اس وقت تک فرض نہیں ہوا تھا اور رہے حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ وہ مدینہ گئے تھے وہ مکہ میں فوت ہو جاتے تو وہ حضرت سعد بن خولہ کے حکم میں نہیں تھے جن پر نبی ﷺ نے افسوس کیا کیونکہ جو شخص کسی فرض کو ادا کرنے کے لیے نکلے پھر اس کو موت آ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے نہ کوئی گناہ اور نہ اس کے متعلق یہ کہا جائے گا: بے چارا! اور نہ یہ کہا جائے گا کہ وہ دارِ ہجرت کو ترک کرنے والا ہے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں کے بل نہ لوٹا یعنی ان کو زیادہ درجہ دے کر کمی نہ کرے۔ (شرح ابن بطال: ۲۸۰-۲۸۱، کتاب العلمیہ: ۱۳۲۳ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے حضرت سعد بن خولہ کے مکہ میں فوت ہونے کے متعلق تین روایات ذکر کی ہیں امام بخاری کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ غزوہ بدر کے بعد مکہ گئے اور وہیں فوت ہو گئے دوسری روایت امام مسلم کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ وہ حجة الوداع میں مکہ گئے اور وہاں فوت ہو گئے اور تیسری روایت امام طبری کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے ایام میں مکہ گئے اور وہاں فوت ہو گئے اور اسی کو ترجیح دی ہے کسی وجہ سے نبی ﷺ نے ان کی موت پر افسوس کیا۔

تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کا رسم جواز وارثوں کو غنی چھوڑنے کی ترجیح علم غیب و شہادت اور دیگر مسائل  
علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو عمر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند کی صحت پر تمام اہل علم متفق ہیں اور جمہور فقہاء نے اس حدیث کو وصیت کی مقدار میں اصل قرار دیا ہے اور یہ کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیمار آدمی کا تہائی مال سے زیادہ کو ہبہ کرنا صدقہ کرنا اور آزاد کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

امام کا مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے اور مال کو جمع کرنا جائز ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے جیسا کہ بعض جعلی صوفیاء کہتے ہیں بہ شرطیکہ اس مال کی زکوٰۃ ادا کی جاتی رہے اور مستحقین کی مدد کی جاتی رہے۔

اس حدیث میں وارثوں اور رشتہ داروں سے حسن۔ ملوک کی ترغیب ہے اور یہ کہ جب کسی مباح کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی نیت کی جائے تو وہ بھی کا رِثواب ہے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھنا بھی۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ہے کیونکہ آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرمایا کہ تم اس بیماری سے فوت نہیں ہو گے تمہاری عمر طویل ہوگی حتیٰ کہ ایک قوم تم سے نفع حاصل کرے گی اور دوسری قوم نقصان اٹھائے گی یعنی مسلمانوں کو تم سے فائدہ ہوگا اور کفار کو نقصان ہوگا اور اس میں لمبی عمر کی فضیلت ہے۔

اگرچہ فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی لیکن مہاجرین پر لازم تھا کہ وہ مدینہ میں رہیں تاکہ نبی ﷺ کی مدد کریں اور آپ سے احکام شرعیہ کا علم حاصل کریں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر مہاجر کسی ضرورت کی وجہ سے مکہ میں رہے پھر وہیں فوت ہو جائے تو اس کی ہجرت کا اجر ضائع نہیں ہوگا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ مکہ میں رہنے سے ہر صورت میں ہجرت کا اجر ضائع ہو جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورثاء کو خوش حال اور غنی چھوڑنا ان کو تنگ دست اور فقراء چھوڑنے پر رائج ہے بلکہ واجب ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ غنی فقیر سے افضل ہے۔

قرآن مجید میں مطلقاً وصیت کرنے کا حکم ہے اور اس حدیث میں تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے سے منع فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے احکام سے ایسے احکام کا جواز ہے اس کی مثالیں ہیں جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دینا، حضرت رضی اللہ عنہ کی حیات میں دوسری شادی سے منع فرما دینا، حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کو آپ کے ترکہ سے حصہ نہ دینا وغیرہا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱۰ کرنی ڈ ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① وصیت کا لغوی اور شرعی معنی ② وصیت کا اقرار ③ کیا وصیت کرنا فرض ہے؟ ④ ثلث مال تک وصیت کی تحقیق ⑤ امور مباحہ پر اجر ملنے کی تحقیق ⑥ لمبی عمر کی فضیلت ⑦ اہل مکہ کی ہجرت کا حکم۔

مصیبت کے وقت بال موئذ نے

کی ممانعت

۳۷ - بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ السَّأَاتِي

عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: حکم بن موسیٰ نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمن بن جابر کہ القاسم بن خمیرہ نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو موسیٰ کو بہت شدید درد ہو گیا پس وہ بے ہوش ہو گئے اور ان کا سر ان کے گھردالوں سے ان کی بیوی کی گود میں تھا اور وہ ان کے کسی کام کو مسترد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے پس جب ان کو ہوش آیا تو انہوں نے کہا: میں ان سے بری ہوں جن سے رسول

۱۲۹۶ - قَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيَّمَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ وَجِعَ أَبُو مُوسَى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حُجْرٍ أَمْرًا مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِمَّنْ بَرِيَءٌ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيءٌ مِنْ



الصَّالِقَةُ وَالْحَالِقَةُ وَالشَّاقَّةُ.

اللہ ﷺ بری تھے اور بے شک رسول اللہ ﷺ چیخ و پکار کرنے والی بال موئذ نے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بری تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳، الرقم السلسل: ۲۸۱، سنن نسائی: ۱۸۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۶، السنن الکبریٰ: ۱۹۹۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۳، شعب الایمان: ۱۰۱۵۷)

مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۵۳، ج ۳۲ ص ۳۱۷، مؤسسة الرسالة، بیروت)

چیخ و پکار کرنے والی عورتوں سے بری ہونے کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ چیخ و پکار کرنے والی بال موئذ نے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بری تھے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان افعال سے راضی نہیں تھے اور ان عورتوں سے ان افعال کے وقت راضی نہیں تھے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کے اسلام سے بری تھے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے

وہ ہم میں سے نہیں ہے

۳۸ - بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ

ضَرَبَ الْخُدُودَ

۱۲۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا الرِّحْمَنُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، دَعَا بِشُورِ الْجَاهِلِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی کہ: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الأعمش از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنے رخساروں پر مارا اور گریبانوں کو پھاڑا اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مصیبت کے وقت واویلا نہ کہنے اور جاہلیت

کی چیخ و پکار کرنے کی سادگیت

۳۹ - بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى

الْمَاهِيَةِ عَنِ الْمَصِيبَةِ

۱۲۹۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی کہ: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی کہ: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے چہروں پر مارا اور گریبانوں کو پھاڑا اور جاہلیت کی چیخ و پکار کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

## ۴۰ - بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

يُعْرِفُ فِيهِ الْحُزْنَ

۱۲۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ  
الْوَهَّابُ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرْتَنِي عُمَرَةُ  
قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ  
لَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ ابْنُ حَارِثَةَ  
وَجَعْفَرُ وَابْنُ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرِفُ فِيهِ الْحُزْنَ وَأَنَا  
أَنْظُرُ مِنْ صَانِرِ الْبَابِ شَقِ الْبَابِ فَتَأَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ  
نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بَغَاءَ هُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَسْنَاهُنَّ  
فَلَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطْعَمَهُ فَقَالَ إِنِّي هُنَّ فَتَأَهُ  
الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللَّهِ غَلَبْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَرَعَمْتُ أَنَّهُ  
قَالَ فَاحْثٍ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ. فَقُلْتُ أَرَعَمَ اللَّهُ  
أَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مِنَ الْعَنَاءِ. [اطراف الحديث: ۱۳۰۵-۱۳۲۶۳] (صحیح مسلم: ۵: ۹۳)  
الرقم المسلسل: ۱۲۹۹ سنن ابوداؤد: ۳۱۲۲ سنن نسائی: ۱۸۳۷

جو شخص مصیبت کے وقت اس طرح بیٹھا

کہ اس کے چہرے سے غم ظاہر ہو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المنشی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ کے پاس حضرت ابن حارثہ اور حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی ﷺ اس طرح بیٹھے کہ آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہو رہا تھا اور میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی پس آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خواتین کا اور ان کے رونے کا ذکر کیا آپ نے اس کو دیکھ کر دیا کہ وہ ان عورتوں کو (آواز سے رونے سے) منع کرے وہ چلا گیا پھر دوسری بار آیا کہ وہ عورتیں اس کی بات نہیں مانتیں آپ نے فرمایا: ان کو منع کر دو وہ تیسری بار آیا پس کہا: اللہ کی قسم! وہ ہم پر غالب آ گئیں یا رسول اللہ! حضرت عائشہ نے گمان کیا کہ آپ نے فرمایا: ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو میں نے (دل میں) کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے تو نے وہ نہیں کیا جس کا رسول اللہ ﷺ نے تجھے حکم دیا تھا اور تو رسول اللہ ﷺ کو رنجیدہ کرنا بھی نہیں چھوڑتا۔

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مصیبت سے پہلے مصیبت کے بعد آدمی کی کیفیت ایک جیسی ہو تو یہ سب سے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صبر میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض لوگوں کا چہرہ مصیبت کے وقت متغیر ہو جاتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے ہیں اور وہ زبان سے کوئی صبر کے خلاف بات نہیں کہتے اور بعض لوگوں کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے اور وہ زبان سے آہ و فغاں کرتے ہیں اور بے قراری کا اظہار کرتے ہیں اور بعض لوگوں کے آنسو بھی بہتے ہیں اور وہ آہ و زاری بھی کرتے ہیں اور وہ کھانا پینا ترک کر دیتے ہیں اور سوگ والے کپڑے پہنتے ہیں اور بعض لوگوں کا حال مصیبت پڑنے سے پہلے اور مصیبت کے بعد یکساں ہوتا ہے سو ان میں سے کون سے لوگ صبر کرنے والوں میں شمار کیے جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم سے پہلے متقدمین کا بھی اس میں اختلاف ہے پس بعض نے یہ کہا کہ صبر کے اسم کے مستحق وہ لوگ ہیں جن کا حال مصیبت پڑنے سے پہلے اور مصیبت کے بعد یکساں ہو اور ان کی زبان اور دیگر اعضاء سے بے قراری کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو اور صوفیاء نے

یہ کہا ہے کہ ولی ولایت پر اس وقت فائز ہوتا ہے جب وہ اللہ کی تقدیر پر راضی ہو اور کسی چیز پر غم زد نہ ہو اور اس حال میں لوگوں کے مراتب مختلف ہیں پس بعض وہ ہیں جن کی طبیعت میں سکون ہوتا ہے اور وہ مصائب کی پرواہ بہت کم کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کی طبیعت میں بے صبری اور بے قراری ہوتی ہے اس کے باوجود وہ اپنی طبیعت پر قابو اور کنٹرول رکھتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ صبر کا بہت زیادہ اجر ہوتا ہے۔

علامہ طبری نے کہا کہ روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی عتبہ کی موت کی خبر دی گئی تو انہوں نے کہا: وہ مجھے بہت عزیز تھے اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ اب وہ تمہارے درمیان زندہ ہوتے لوگوں نے پوچھا: وہ کیسے آپ کو بہت عزیز تھے؟ تو حضرت ابن مسعود نے کہا: مجھے ان کی وجہ سے اجر دیا جائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اور ثابت نے بیان کیا کہ صلہ بن الشیم کے بھائی فوت ہو گئے ان کے پاس ایک شخص اس وقت آیا جب وہ کھانا کھا رہے تھے اور کہا: اے ابو الصعباء! تمہارے بھائی فوت ہو گئے انہوں نے کہا: آؤ! کھانا کھاؤ! بے شک ہمیں ان کی موت کی خبر مل گئی ہے لو اب کھانا کھاؤ! اس شخص نے کہا: مجھ سے پہلے تو آپ کو کسی نے اس کی موت کی خبر نہیں دی تھی انہوں نے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (الزمر: ۳۰)

بے شک آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور وہ بھی مرنے

والے ہیں ○

الشعبي نے کہا کہ شریح رات میں بزدوں زدن رتے تھے اور ان کو غصہ جانتے تھے ان کے پاس کوئی شخص آتا اور بیمار کے متعلق سوال کرتا تو وہ کہتے: اللہ کا شکر ہے! وہ آرام سے ہے اس کے لیے امیہ ہے کہ اس کو راستہ گئی ہے انہوں نے اس طریقہ کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے طریقہ سے اخذ کیا اور ابن سیرین مصیبت کے وقت میں پہلے کی طرح رہتے تھے باتیں کرتے رہتے تھے اور ہنستے رہتے تھے مگر جس دن ام المؤمنین حضرت خنساء رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو اس دن غم کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر تھے اور ربیعہ سے سوال کیا گیا کہ صبر کی انتہا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مصیبت آئے کے پہلے کی طرح رہو۔

غمگین ہونا اور آنسوؤں کا نکلنا صبر کے اعلیٰ درجہ کے معنی نہیں

دوسرے علماء نے یہ لہا ہے کہ پسندیدہ صبریہ ہے کہ جب بندہ پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اپنے رب کی قضاء پر راضی رہے اور اس کے حکم کو تسلیم کرے۔ رہا دل کا غمگین ہونا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا تو اس سے بندہ صابرین کے مصداق سے نہیں کہتا اب تک وہ اس سے تجاوز کے شریک ہے اور نہ کر کے کیونکہ انسانوں کے نفوس مصائب میں رزق و مال پیدا کیے گئے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی مدد کی ہے اور ان کو غنیمت و ثواب عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان نیک کاموں کے کرنے پر ثواب عطا فرماتا ہے جو ان کے اختیار میں ہوتے ہیں اور مصیبت کے وقت چہروں سے افسردگی اور غم کا اظہار نہ کرنا اور آنسوؤں کا نہ بہنا یہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے اس پر انسان قادر نہیں ہے اس پر صرف انسان کو پیدا کرنے والا ہی قادر ہے اور محمود صبر وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مصیبت نازل ہو تو بندہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو اور اس کے حکم کو تسلیم کرے نہ یہ کہ اپنے چہرے سے غم کے آثار ظاہر نہ ہونے دے اور آنسوؤں کو نہ بہنے دے۔

ربیعہ بن کلثوم نے کہا: ہم حسن بصری کے پاس گئے ان کی ڈاڑھ میں تکلیف تھی انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب میں اپنے مؤمن بندہ کو کسی

تکلیف میں مبتلا کرتا ہوں! پس وہ اپنی عیادت کرنے والوں سے شکایت نہیں کرتا تو میں اس کو بیماری سے نکال لیتا ہوں اور اس کے گوشت کو پہلے سے بہتر گوشت سے بدل دیتا ہوں اور اس کے خون کو پہلے سے بہتر خون سے بدل دیتا ہوں اور اس کو از سر نو کام کے قابل بنا دیتا ہوں۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۳۸ سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۷۵)

طلحہ بن مصرف نے کہا: تم اپنی بیماری اور مصیبت کی شکایت نہ کرو اور مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت یعقوب بن اسحاق علیہ السلام کے پاس ان کا پڑوسی آیا اس نے کہا: اے یعقوب! کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور تم تقریباً فنا ہو چکے ہو حالانکہ تم ابھی اپنے والد کی عمر کو نہیں پہنچے! حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: یوسف کی جدائی کے غم نے میری ہڈیوں کو کمزور کر دیا تب اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی: کیا تم مخلوق سے میری شکایت کر رہے ہو تب حضرت یعقوب نے کہا: اے میرے رب! یہ میری خطا ہے تو اس کو معاف فرما دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تم کو معاف کر دیا پھر اس کے بعد جب ان سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا:

إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ. (یوسف: ۸۶) میں اپنی پریشانی اور رنج کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے صالحین کو بہت شدید رنج ہوا طاؤس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرنے والا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسم کو نہیں دیکھا ان کو سارا اللہ ﷺ کی وفات سے بہت رنج ہوا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے تھے اور میں نے دیکھا کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور رونے لگے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۵۷)

جب سعید بن ابی الحسن فوت ہوئے تو حسن بصری ایک سال تک روتے رہے ان سے کہا گیا: اے ابوسعید! آپ صبر کا حکم دیتے ہیں اور خود روتے ہیں تو انہوں نے کہا: اللہ! شکر ہے جس نے مومنین کے دلوں میں رحمت رکھی ہے آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے اور یہ بے صبری نہیں ہے بے صبری وہ ہے جس کا اظہار زبان اور ہاتھ سے ہو۔

رسول اللہ ﷺ اپنی صاحب زادہ سیدہ فاطمہ سے فوت ہونے پر روتے ہوئے اپنے صاحب زادے حضرت ابراہیم کے فوت ہونے پر آنسوؤں سے روئے اور فرمایا: یہ وہ رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۵۱۔ مجلس علمی بیروت) اور نبی ﷺ افاضل سے بہت زیادہ زید بن حارثہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے شہر ہونے پر آنسوؤں سے روئے لہذا کسی حدیث پر غمگین ہونا یا آنسوؤں سے رو کر صبر کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ صبر محمود ہے اور صبر کا اعلیٰ درجہ ہے۔ (شرح ابن بابہ ج ۳ ص ۲۸۵۔ ۲۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت) علامہ بدر الدین عینی نے علامہ ابن بطال کی صبر کے متعلق اس پوری تقریر کو نقل کر دیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۳۰۔ ۱۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: (اگر وہ عورتیں رونا بند نہیں کرتیں تو) ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو علامہ قرطبی نے اس کی شرح میں کہا ہے: یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ عورتیں بلند آواز سے رورہی تھیں اور جب انہوں نے آپ کے حکم کے باوجود رونا بند نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: ان کا منہ مٹی سے بند کر دو اور منہ کی اس لیے تخصیص کی کہ وہ نوحہ کرنے کا محل ہے اس کے برخلاف آنکھوں سے آنسوؤں کا بہانا ممنوع نہیں ہے۔



حافظ ابن حجر اس کی توجیہ میں لکھتے ہیں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ڈانٹ ڈپٹ میں مبالغہ کے لیے یہ فرمایا ہو کہ ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دیا اس کا یہ معنی ہو کہ ان کو یہ بتاؤ کہ آواز کے ساتھ رونے کی وجہ سے وہ صبر کے اجر سے محروم ہو گئیں جیسے ناکام اور نامراد شخص کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں خاک اور دھول کے سوا کچھ نہیں آیا ایک قول یہ ہے کہ آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ حقیقتہً ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دی جائے قاضی عیاض نے کہا: آپ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ یہ اس وقت تک چپ نہیں ہوں گی جب تک ان کے مونہوں میں مٹی نہ ڈال دی جائے سو اگر تم ان کے مونہوں میں مٹی ڈال سکتے ہو تو مٹی ڈال دو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے رونے سے منع کرنے کے باوجود ان عورتوں نے رونا اس لیے نہ بند کیا ہو کہ اس شخص نے یہ تصریح نہیں کی تھی کہ نبی ﷺ ان کو رونے سے منع کر رہے ہیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے یا انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا لیکن غم کی شدت ان پر غالب آ گئی پھر زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اگر ان کا رونا رونے کی اس مقدار سے زیادہ تھا جو مباح ہے تو پھر آپ کا منع فرمانا تحریم کے لیے تھا کیونکہ آپ نے مکرر منع فرمایا اور اگر وہ چپ نہ کریں تو اس پر وعید بھی فرمائی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس قدر زیادہ نہ رو رہی ہوں اور آپ نے تنزیہ کے لیے منع فرمایا ہو اور اگر یہ منع فرمانا تحریم کے لیے ہوتا تو پھر آپ منع کرنے کے لیے کسی اور شخص کو بھیجتے کیونکہ آپ کسی ناجائز کام کو مقرر اور ثابت نہیں رکھتے تھے اور صحابیات کا کسی حرام کام سے ممانعت کے باوجود اس کو کیے جانا بہت بعید ہے البتہ جب ان کا مونا مباح کیسے میں تھا تو پھر آپ کا اس سے منع فرمانا اس لیے تھا کہ اگر اس میں ڈھیل دی جائے تو پھر ان کا رونا حرام کی حد میں داخل ہو جائے گا کیونکہ عورتوں میں سہر کم ہوتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی مباح کام کے کرنے میں یہ خطرہ ہو کہ وہ حرام کے آگے چل جائے تو منع کر دینا چاہیے۔ (دانش رہے کہ پست اور دھیمی آواز سے رونا مباح ہے اور اونچی اور بلند آواز سے رونا یا چلا چلا کر واویلا کرنا حرام ہے۔ سعیدی غفرلہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص سے متعلق فرمایا میں نے کہا: یہ تیرا کو خا کہ آلودہ کرے تو نے وہ نہیں کیا جس کا رسول اللہ ﷺ نے تجھے حکم دیا تھا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کو یہ کیسے علم ہوا کہ اس شخص نے آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا علامہ نووی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ کے نزدیک اس قرینہ قائم ہو چکا تھا کہ اس شخص نے نبی ﷺ کے حکم پر عمل نہیں کیا اور ان عورتوں کو یہ پتہ نہیں تھا کہ حضرت عائشہ کی مراد یہی ہے کہ اگر وہ اس کے آگے چل جائے تو وہ حرام کے آگے چل جائے اور عاجز تھا تو وہ جا کر نبی ﷺ کو بتا دے تاکہ ان کو چپ کر دیا جائے آپ کسی کو بھیج دیں۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ تعزیت کے لیے سکون اور وقار کے ساتھ بیٹھنا چاہیے اور یہ کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ (ان فوائد کو علامہ عینی نے بھی نقل کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(فتح الباری ج ۲ ص ۴۸-۴۹ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن حجر کا یہ لکھنا صحیح نہیں کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور علامہ عینی کا اس کو بلا رد نقل کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور اس میں بحث و نظر

قرآن مجید میں ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ۔ اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی (النور: ۳۱) رکھیں۔

اور حدیث میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی اور آپ کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، پس حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے، یہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: تم دونوں ان سے پردہ کرو، ہم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہے؟ نہ ہم کو دیکھ رہا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے! آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، کیا تم اس کو دیکھ نہیں رہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۱۱۲، سنن ترمذی: ۲۷۷۸، مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۶)

امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ حکم نبی ﷺ کی ازدواج کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزاریں، وہ نابینا شخص ہیں، تم ان کے پاس اپنے کپڑے اتار سکتی ہو۔

(سنن ابوداؤد ص ۶۳، دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام ابوداؤد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی حنفی متونی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمان عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے۔ شہید شہوت سے مامون نہ ہو یا اس کو شہوت کا خطرہ ہو یا شک ہو تو پھر اس کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا احتساباً حرام ہے۔ (اختار من اختار ج ۹ ص ۵۲، ارجاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

حدایہ میں مذکور ہے کہ عورتوں پر شہوت غالب ہوتی ہے اور یہ اعتبار کیا جائے گا کہ ان میں شہوت محقق ہے۔

(رد المحتار ج ۹ ص ۵۲، ارجاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے، رطاہر قرآن اور حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، پھر یہ اعتراض ہوگا کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ بنت قیس و حضرت ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارنے کی جو اجازت دی تھی، اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ ان کی خصوصیت ہو اور نبی ﷺ کو نور نبوت سے یہ علم ہو کہ وہ شہوت سے مامون ہیں۔

اس پر دوسرا اعتراض ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس شخص کی طرف دیکھنے کی توجیہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو روکنے سے منع کرے کے لیے بھیجا تھا اور اس سے علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ سلسلہ منسلک کیا ہے کہ پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے اس شخص کے چہرے کی طرف دیکھا اور ممنوع صرف چہرے کی طرف دیکھنا ہے۔ حضرت عائشہ نے اس کے جسم اور اس کے ڈھانچے کی طرف دیکھا تھا اور اس سے پردہ دار عورتوں کا اجنبی مردوں کے چہرہ کی طرف دیکھنا لازم نہیں آتا، ہر چند کہ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے اجنبی مرد کے چہرے کی طرف دیکھنے کی تصریح نہیں کی، لیکن ان کی عبارت سے متبادر چہرے کی طرف دیکھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ اجنبی مرد کے جسم اور اس کے ڈھانچے کی طرف دیکھنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۱۳۰۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ الْأَحْوَلُ عَنْ أَنَسٍ بَيَانُ كِيْ انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی، امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَتَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا حِينَ قُتِلَ الْقُرَاءُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزَنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۴۱ - بَابُ مَنْ لَمْ يُظْهِرْ

حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرْظِيُّ الْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ.

انہوں نے کہا: ہمیں عاصم احوال نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ ایک مہینہ تک قنوت پڑھتے رہے جب (ستر) قاریوں کو شہید کیا گیا پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ غم زدہ کبھی نہیں دیکھا۔

جو مصیبت کے وقت اپنے

غم کو ظاہر نہ کرے

اور محمد بن کعب القرظی نے کہا: 'الجزع' بڑا قول ہے اور بڑا گمان ہے۔

یہ قول سے مراد ایسا قول ہے جو غم پر ابھارے اور بڑے گمان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے پر جو وعدہ کیا ہے اس کو بعید سمجھے۔

اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنی پریشانی اور غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔ (یوسف: ۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن الحکم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ نے خبر دی انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار ہو گیا پس وہ فوت ہو گیا اور حضرت ابو طلحہ گھر سے نکلے ہوئے تھے جب ان کی بیوی نے یہ دیکھا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے تو انہوں نے اس کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور اس کو گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا جب حضرت ابو طلحہ آئے اور پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے وہ راحت پا چکا ہے اور حضرت ابو طلحہ نے گمان کیا کہ وہ سچی ہیں حضرت انس نے کہا: انہوں نے رات گزاری جب صبح ہوئی تو غسل کیا جب وہ گھر سے باہر نکلنے لگے تو ان کی بیوی نے انہیں بتایا کہ بچہ فوت ہو چکا ہے پس انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر انہوں نے نبی ﷺ کو بتایا کہ ان دونوں کے ساتھ رات کو کیا ہوا ہے تب نبی ﷺ نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے رات کے معاملہ میں برکت دے گا سفیان نے کہا: پس انصار کے

وَقَالَ يَعْقُوبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا أَشْكُو بَيْنِي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ (يوسف: ۸۶).

۱۳۰۱ - حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ اشْتَكَيْ ابْنُ لَبِيٍّ طَلْحَةَ قَالَ لَمَّا مَاتَ وَأَبُو طَلْحَةَ خَارِجٌ فَلَمَّا رَأَتْ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَبَّتْ شَيْئًا وَنَحْنَتْ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ فَلَمَّا جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ بَيْتٌ غَلَاةٌ قَالَ قَدْ مَاتَ نَفْسُ وَأَرْجُوا أَنْ يَكُونَ قَدْ خَارِجٌ وَظَنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهُ صَادِقَةٌ. قَالَ قَبَاتٌ فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَعْلَمْتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُبَارِكَ لَكُمْ فِي لَيْلِكُمَا. قَالَ سُفْيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَأَيْتُ لَهُمَا سَعَةً أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ.

[طرف الحديث: ۵۳۷۰] (صحیح مسلم: ۲۱۳۳/۲ رقم السلسل: ۵۵۰۸)

ایک شخص نے کہا: میں نے دیکھا کہ ان کے نو بیٹے ہوئے اور وہ سب قرآن مجید کے قاری تھے۔

### حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر جمیل اور ان کی ناقابل فراموش شجاعت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے رنج کو ظاہر نہیں کیا اور اس کے لیے غم کا اظہار کرنا جو مباح تھا اس کو ترک کر دیا اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی تارافسکی نہیں ہے اور اس نے صبر کو اختیار کیا جس طرح حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کیا تھا تو وہ اس آیت کا مصداق ہے: وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ (اتحل: ۱۲۶) اور اگر تم نے صبر کیا تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے O اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص عزیمت اور شدت کے عمل پر قادر ہو اس کے لیے رخصت کو ترک کرنا جائز ہے اس میں بہت عظیم اجر و ثواب ہوتا ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ام سلیم نے کہا: اس کا نفس پر سکون ہو گیا اور مجھے امید ہے کہ وہ آرام پا چکا ہے اس میں تعریف ہے یعنی اس کلام کے دو معنی تھے قریب معنی یہ ہے کہ وہ بیماری سے شفاء پا کر پر سکون ہو گیا اور اب اس کو آرام ہے یہ معنی قریب ہے جو انہوں نے اپنے شوہر حضرت ابوطحہ کے: میں میں: اور اس کا: معنی یہ ہے کہ وہ فوت ہو کر سکون ہو گیا اور دنیا کے آلام سے آرام پا چکا ہے حضرت ام سلیم نے اسی معنی کا ارادہ کیا اور وہ اپنے کلام میں سچی تھیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر انہوں نے کچھ تیاری کر کے جس: معنی میں انہوں نے بچہ کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر تیار کیا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ انہوں نے بناؤ سنگھار کر کے اپنے آپ کو اپنے شوہر سے جماع کے لیے تیار کیا اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا اپنے آپ کو جماع کے لیے تیار کرنا جائز ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کی عنایت سے بے صبری اور بے قراری کو ترک کرے اور صبر جمیل کو اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو بہترین جزاء عطا فرماتا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ان کے بیٹے ہوئے اور وہ سب قرآن مجید کے قاری تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوطحہ اپنی بیوی سے جماع کر چکے تو ان کی بیوی نے ان سے کہا: یہ بتائیے کہ اگر کوئی شخص آپ کو کوئی چیز عاریہ دے پھر وہ اس چیز کو پس لے لے تو کیا آپ اس پر غم و غصہ اور بے قراری کا اظہار کریں گے؟ حضرت ابوطحہ نے کہا: ہاں! اس نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے آپ کو عاریہ بیٹا دیا تھا اب اس نے ان کو دیا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کا زیلہ حق دے رہا ہے کہ آپ اس سے فعل سے اس ہوں اور وہ بیٹا اس سے ہو کر دیا ہے حضرت ابوطحہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیوی کی اس بات کی خبر دی تو آپ نے ان دونوں کو دعا دی: اے اللہ! ان کے رات کے اس فعل میں برکت عطا فرما پھر ان کے ہاں ایک لڑکا ہوا جس کا نام عبد اللہ تھا اور وہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں میں سب سے افضل تھا۔

(مسند احمد: ۲۶۷۰ اس حدیث کے رجال صحیح ہیں تاریخ دمشق: ۴۶۱۱-۴۶۱۰ ج ۲۱ ص ۲۸۵-۲۸۳ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۶۱)

حضرت ام سلیم صبر کے سب سے بلند مرتبہ پر فائز تھیں حالانکہ عورتیں بہت رقیق القلب ہوتی ہیں حضرت ام سلیم کی عورتوں میں کوئی مثال نہیں ہے اور مردوں میں بھی ان جیسے کم ہوئے ہیں وہ جہاد میں بڑے بڑے بہادروں پر فائق ہوتی تھیں حضرت ام سلیم غزوہ احد میں حاضر ہوئیں پیاسوں کو پانی پلا رہی تھیں اور زخمیوں کی دوا دار و کر رہی تھیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۳۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۸ھ)



حضرت ام سلیم غزوہ حنین میں اس وقت ثابت قدم رہیں جب بہت سے مردوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور صفیں ٹوٹ گئیں تھیں، رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت ان کے ہاتھ میں خنجر تھا اور وہ کہہ رہی تھیں: یا رسول اللہ! ان لوگوں کو قتل کر دیں جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں جیسے آپ ان لوگوں کو قتل کر رہے ہیں جو آپ سے جنگ کر رہے ہیں رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: اللہ مجھے کافی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۱۲) (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۸۶-۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

\* باب مذکور کی حایث شرح صحیح مسلم: ۵۳۹۸۔ ج ۶ ص ۵۰۱ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ام سلیم کی ذہانت اور راضی بہ رضاء الہی ہونے کا بیان۔ مختصر شرح کی گئی ہے تہائی صفحہ پر مشتمل ہے۔

۴۲۔ بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى  
وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ نِعَمَ الْعِدْلَانِ  
وَنِعَمَ الْعِلَاوَةِ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا  
لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ  
رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿البقرة: ۱۵۶-۱۵۷﴾

صبر اس وقت معتبر ہوتا ہے جب پہلی بار صدمہ پہنچے  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا خوب دو ایک جیسے الفاظ ہیں  
("صلوات" اور "رحمت") اور کیا خوب اس کے علاوہ ہے:  
یعنی "أُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ" وہ لوگ جب انہیں کوئی مصیبت  
پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے  
شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں O یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان  
کے رب کی طرف سے بہ کثرت درود ہیں اور رحمت ہے اور یہی  
دک ہدایت یافتہ ہیں O (البقرة: ۱۵۶-۱۵۷)

اس تعلق میں "عِدْلَانِ" کا لفظ ہے انت کی پیٹھ پر دائیں بائیں جو بوریاں لدی ہوئی ہوتی ہیں ان کو "عِدْلَانِ" کہتے ہیں  
یعنی وہ دونوں بوریاں ایک دوسرے کی مثل ہیں اسی طرح اس آیت میں بھی "صَلَوَاتٌ" اور "رَحْمَةٌ" ایک جیسے لفظ ہیں اس لیے  
حضرت عمر نے ان کو "عِدْلَانِ" کہا ان دونوں کا یہ خصلت "رَحْمَةٌ" کا یہ خصلت ہی اجر اس لیے ملا کہ جب ان کو پہلی بار صدمہ  
پہنچا تو انہوں نے اس پر صبر کیا۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾  
وَأَنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴿البقرة: ۴۵﴾

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بے  
شک نماز اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے آسان ہے۔ (البقرة: ۴۵)

ہے O (البقرة: ۴۵)

مفسرین نے کہا ہے: اس آیت میں صبر سے مراد روزہ ہے صبر کا معنی نفس کو بے قراری کے انہار اور جزبہ و نزغ سے روکنا  
ہے اور روزہ میں نفس کو طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل از دواج سے روک کر رکھا جاتا ہے اور نماز سے مدد  
حاصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے اور دعا ہوتی ہے اور اللہ کے سامنے جھکنا ہوتا ہے سوان امور سے  
اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مدد حاصل ہوتی ہے جو شخص مصیبت نازل ہونے پر اپنے نفس کو بے قراری کے اظہار سے روک لے تو وہ  
اپنے نفس پر قہر کرنے کا عادی ہو جاتا ہے پھر اس پر روزے رکھنا اور نماز پڑھنا دشوار نہیں ہوتا کیونکہ نفس دن میں کھانا پینا چاہتا ہے اور  
نماز کے اوقات میں آرام کرنا چاہتا ہے اور جب انسان اپنے نفس پر قہر کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لیے روزہ رکھنا اور نماز  
پڑھنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ اس کے لیے تمام پر مشقت عبادتیں آسان ہو جاتی ہیں۔

۱۳۰۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث



رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ، إِنَّهَا رَحْمَةٌ. ثُمَّ اتَّبَعَهَا بِأُخْرَى، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَيْنَ تَذْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمَ لَمَحْزُونُونَ. رَوَاهُ مُوسَى عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمَعْبُورِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے آپ سے کہا: یا رسول اللہ! آپ (بھی رو رہے ہیں!) آپ نے فرمایا: اے ابن عوف! یہ آنسو رحمت ہیں، پھر دوبارہ آنسو بے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک آنکھ رو رہی ہے اور دل غم گین ہے اور ہم صرف وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہے اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غم زدہ ہیں۔ اس حدیث کو موسیٰ نے از سلیمان بن المعیرہ از ثابت از انس از نبی ﷺ روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۱۵، الرقم السلسل: ۵۹۱۱، سنن ابوداؤد: ۳۱۲۶، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۵، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۶، سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۹، مسند ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۹۳، مسند ابویعلیٰ: ۳۲۸۸، دلائل النبوة ج ۵ ص ۳۳۰، شعب الایمان: ۱۰۱۶۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۴، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۰۱۳، ج ۲۰ ص ۳۱۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن عبد العزیز بن ابی الوضیئہ: ۲۵۷۔ عراق میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن حسان ابوزکریاء الامام رئیس (۳) قریش ابن حیان ابوبکر العجلی (۴) ثابت بن اسلم البنانی (۵) انس بن مالک مدنی (۶) عمادہ القاری ج ۸ ص ۱۳۷)

مشکل الفاظ کے معانی اور سیدنا ابراہیم کا تذکرہ

اس حدیث میں ”قین“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: لوہا زیہ ابوسیف کی صفت ہے ان کا نام البراء بن اوس ہے۔ نیز اس حدیث میں ”ظنر“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دودھ پلانے والا۔ اس کی بیوی کا نام خولہ بنت المندر ہے یہ ام بردہ کے نام سے مشہور تھیں یہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی تھیں۔

نبی ﷺ کی اولاد آٹھ ہیں: (۱) القاسم ان کے نام کے ساتھ آپ کی کیت تھی (۲) طاہر (۳) طیب ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں اور (۴) ابراہیم اور (۵) زینب (۶) رقیہ (۷) ام کلثوم اور (۸) سیدہ فاطمہ۔ حضرت ابراہیم کے علاوہ آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی حضرت ابراہیم حضرت اسماء کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

(تحدۃ الباری ج ۴ ص ۲۱۳-۲۱۲، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۵ھ)

حضرت زینب ابوالعاس کے بیٹے سے نکاح میں تھیں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم حضرت عثمان کے نکاح میں تھیں اور سیدہ فاطمہ حضرت علی کے نکاح میں تھیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم ذوالحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے، واقعہ کو حزم ہے کہ وہ ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ میں فوت ہوئے، ابن حزم نے کہا: ان کی عمر ۱۶ ماہ اور آٹھ دن تھی، محمود بن لبید سے روایت ہے کہ ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۳۹)

ان کی فضیلت میں یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنی اولاد پر شفیق نہیں دیکھا، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ کی بالائی بستی میں دودھ پیتے تھے آپ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے حالانکہ وہاں دھواں ہوتا تھا کیونکہ ان کی دایہ کا خاوند لوہا تھا، آپ بچے کو بوسہ دیتے اور لوٹ آتے، جب حضرت ابراہیم فوت ہو گئے تو آپ

نے فرمایا: ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پینے کے ایام میں فوت ہو گیا اور اس کے لیے دودھ پلانے والیاں ہیں جو جنت میں مدت رضاعت تک اس کو دودھ پلائیں گی۔ (صحیح مسلم: ۲۳۱۶، رقم المسلسل: ۵۹۱۲)

کس قسم کا رونا جائز ہے اور کس قسم کا رونا ممنوع ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے ابواب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آواز سے رونا، بال نوچنا، منہ پر طمانچہ مارنا اور گریبان پھاڑنا حرام ہے اور غم گین ہونا اور آنسو بہانا جائز ہے اور اس کے روکنے پر کوئی شخص قادر نہیں ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، جس پر کوئی رو رہا تھا، میں اور حضرت عمر بن الخطاب بھی آپ کے پاس تھے، حضرت عمر نے ان عورتوں کو ڈانٹا، جو رو رہی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! ان کو رہنے دو، کیونکہ نفس مصیبت زدہ ہے، آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور زمانہ مرگ قریب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۶۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں غم میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں اور چونکہ ان میں عقل کم ہوتی ہے، اس لیے وہ حد سے تجاوز کر جاتی ہیں اور جو شاہی چراگاہ کے قریب اپنے جانور چرائے گا، اس کے جانور اس چراگاہ میں منہ مار لیں گے۔

حدیث میں ہے:

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے چار کام جاہلیت کے ہیں جن کو وہ ترک نہیں کریں گے: (۱) خاندانی شرافت پر فخر کرنا، (۲) دوسرے کے سب پر طنز کرنا، (۳) ستاروں سے بارش کو طلب کرنا، (۴) نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کو پیش کی قمیص اور خارش کی زدہ پہنائی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۲۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۰۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حسن بصری درج ذیل آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً. (الروم: ۲۱)

اور اللہ نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی ہے۔

اس آیت میں ”مودۃ“ سے مراد جماع ہے اور ”رحمة“ سے مراد اولاد ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۸۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

\* باب مذکور کے حدیث کا شرح صحیح مسلم: ۵۹۰۵ ج ۶ ص ۶۶ پر مذکور ہے، اس کی شرح نہیں کی گئی۔

مریض کے پاس رونا

۴۴ - بَابُ الْبُكَاءِ عِنْدَ الْمَرِيضِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبح نے حدیث بیان

کی از ابن وہب، انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از سعید بن

الحارث الانصاری از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے، پس ان کی عیادت کے لیے

نبی ﷺ تشریف لائے، آپ کے ساتھ حضرت عبد الرحمن بن عوف،

حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی

۱۳۰۴ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنْ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

عَمْرُو عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ

اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ اشْتَكَيْ

سَعْدُ بْنُ عَبَادَةَ شَكْوَى لَهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ،

وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ، رَضِيَ



اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، فَوَجَدَهُ فِي غَاشِيَةٍ أَهْلِهِ، فَقَالَ قَدْ قَضَى؟ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمَ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا، فَقَالَ لَا تَسْمَعُونَ، إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ، وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا، وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ أَوْ بِرَحْمٍ، وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذِّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ. وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَضْرِبُ فِيهِ بِالْعَصَا وَيَوْمِي بِالْحِجَارَةِ، وَيَحْثِي بِالتُّرَابِ.

(صحیح مسلم: ۹۲۴، رقم المسلسل: ۲۱۰۲، المسند الطحاوی: ۴۰۴۹)

تھے پس جب آپ ان کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کو اپنے گھر والوں کے درمیان بے ہوشی میں پایا، آپ نے پوچھا: کیا یہ فوت ہو گئے؟ گھر والوں نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! پھر نبی ﷺ رونے لگے، جب لوگوں نے نبی ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسوؤں پر عذاب نہیں دیتا اور نہ دل کے غم پر عذاب دیتا ہے، آپ نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے، اور میت پر میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے پر لاشی سے مارتے تھے اور پتھر مارتے تھے اور منہ میں مٹی ڈال دیتے تھے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبح بن الفرج ابو عبد اللہ، یہ ۲۲۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) عمرو بن الحارث (۴) سعد بن الحارث المانصاری، یہ مدینہ کے قاضی تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۶) عمدة القاری ج ۸ ص ۱۵۰

عبادت کا ثبوت اور زبان کی وجہ سے عذاب یا ثواب کا محمل

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ فاضل الفضل کی بیعت کرنا چاہیے اور مریض بیمار پرسی کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں مریض کے پاس رونے کا ثبوت ہے اور یہی اس حدیث کا عنوان ہے۔

اگر استاذ یا شیخ روئے تو اس کی اتباع میں تلامذہ اور مریدین کو بھی رونا چاہیے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: زبان کی وجہ سے اللہ عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے یعنی اگر زبان سے نوحہ کیا یا اللہ تعالیٰ کا شکوہ کیا تو عذاب دیتا ہے اور اگر زبان سے یہ کہا کہ ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں، یا اور کوئی نیک کلمہ کہا تو اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے۔

اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ گھر والوں کے میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ جب مرنے والے نے یہ وصیت کی ہو کہ اس پر رویا جائے اس پر مفصل بحث، صحیح البخاری: ۱۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۵۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نوحہ کرنے اور رونے کی ممانعت

اور اس پر ڈانٹ ڈپٹ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب

۴۵ - بَابُ مَا يُنْهَى عَنِ النَّوْحِ

وَالْبُكَاءِ، وَالزَّجْرُ عَنْ ذَلِكَ

۱۳۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرْتَنِي عُمَرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعَفَرُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرِفُ فِيهِ الْحُزْنَ، وَأَنَا أَطْلُعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ، فَاتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَى، فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ، وَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِيعْنَهُ، فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَنْهَاهُنَّ، فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَى، فَقَالَ وَاللَّهِ لَقَدْ غَلَبَنِي، أَوْ غَلَبَنَا الشَّكُّ مِنْ مُحَمَّدِ ابْنِ حَوْشَبٍ، فَرَعَمْتُ أَنْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاخُذْ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ. فَقُلْتُ أَرَعَمَ اللَّهُ أَنْفَكَ، فَوَاللَّهِ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، وَمَا تَرَكْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.

نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو نبی ﷺ بیٹھ گئے آپ کے چہرے سے غم ظاہر ہو رہا تھا اور میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی، پس آپ کے پاس ایک شخص آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں، آپ نے حکم دیا کہ وہ ان کو منع کرے، وہ شخص گیا اور پھر آیا، پس اس نے کہا: میں نے ان کو منع کیا تھا، انہوں نے میری بات نہیں مانی، آپ نے اس کو دوبارہ حکم دیا کہ وہ ان کو منع کرے، وہ پھر آیا، پس کہا: اللہ کی قسم! وہ مجھ پر غالب آ گئیں، یا کہا: وہ ہم پر غالب آ گئیں، اس شخص نے مجھ کو شک کیا، ہے، پس میں نے گمان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پس تم ان کے منہوں میں مٹی ڈال دو، میں نے دل میں کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے تو یہ کرنے والا نہیں ہے اور تو نے رسول اللہ ﷺ کو ستانا نہیں چھوڑا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَدَى شَيْعَةٍ أَنْ لَا تَخْرُجَ فَمَا وَفَّتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَاسِرَةٍ إِلَّا سَلِيمٌ وَامْرَأَتُ امِّ الْعَلَاءِ وَابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةٌ مُعَاذٍ وَامْرَأَتَيْنِ. أَوْ ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةٌ مُعَاذٍ وَامْرَأَةٌ أُخْرَى.

صحیح بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی، از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا، وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی، پس پانچ عورتوں کے سوا ہم میں سے کسی نے یہ عہد پورا نہیں کیا، حضرت ام سلیم، حضرت ام العلاء، ابوسبرہ کی بیٹی، معاذ کی بیوی اور دو عورتیں، یا کہا: ابوسبرہ کی بیٹی اور معاذ کی بیوی اور ایک اور عورت۔

[اطراف الحدیث: ۳۸۹۲-۴۲۱۵]

(صحیح مسلم: ۹۳۶، رقم المسلسل: ۲۱۲۸، سنن نسائی: ۴۱۸۰، المعجم الکبیر ج ۲۵ ص ۱۳۴، سنن بیہقی ج ۴ ص ۶۳، مسند احمد ج ۵ ص ۸۳، طبع قدیم، مسند

احمد: ۲۰۷۹۱-ج ۳۴ ص ۳۸۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، مسند الطحاوی: ۱۰۳۲۵)

نوحہ کی ممانعت اور تحریم کی وجوہ

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ نوحہ کرنا زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار ہے اور یہ حرام ہے کیونکہ آپ نے ان عورتوں سے صرف

فرانس پر بیعت لی تھی، حضرت ام عطیہ نے کہا: صرف پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے متعلق نبی ﷺ کا یہ قول صادق ہے کہ عورتیں دین اور عقل میں ناقص ہیں اور یہ نیز تھی پہلی سے پیدا کی گئی ہیں اور جس کی یہ صفت ہو اس کا حق کی طرف رجوع کرنا اور اس پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا بہت نتیجہ کام ہے اس کے انکار کا اور اس کی مذمت کا اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ یہ غم کو ابھارتا ہے، اللہ تعالیٰ نے منیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور نوحہ کرنا صبر کی ضد اور اس کے منافی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قضاء اور اس کی تقدیر کو تسلیم کرنے کی مخالفت ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

جنازہ کے لیے کھڑا ہونا

۴۶۔ بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

۱۳۰۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَاقْشَرُوا حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. زَادَ الْحُسَيْنِيُّ حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود از عامر بن ربیعہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ جنازہ تم کو پیچھے چھوڑ دے سفیان نے کہا: الزہری نے کہا: سالی نے کہا: ہم نے خبر دی از والد خود انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے کہا: ہمیں زہری نے خبر دی از نبی ﷺ حمیدی نے یہ اضافہ کیا: حتیٰ کہ جنازہ تمہیں پیچھے چھوڑ دے یا رکھ دیا جائے۔ [طرف الحدیث: ۱۳۰۸]

(صحیح مسلم: ۹۵۸، الرقم السلسل: ۱۸۲، سنن ابوداؤد: ۳۱۷۲، سنن ترمذی: ۱۰۴۲، سنن نسائی: ۱۹۱۶، سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۹۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۶۵، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲، حادوث المثنیٰ: ۲۲، معنی: سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵، شرح السنن: ۱۳۸۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۶۸۵، ج ۲۳ ص ۴۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، المسند الصحاح: ۲۸۵۳)

جنازہ کے لیے قیام کی حدیث کا منسوخ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی نے فرمایا: لکھتے ہیں:

موت کی تعزیت کے سبب سے جنازہ کے لیے قیام کرنے کا رسول ہے کیونکہ موت وحشت اور خوف کا سبب ہے اس لیے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرنا چاہیے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے ان سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ کیونکہ موت سے وحشت ہوتی ہے اور اس کا خوف ہوتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۲-۱۳۱، سنن نسائی: ۲۰۴۶)

حضرت ابو موسیٰ نے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا اور کہا: جنازہ کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں تم ان کی تعظیم کے لیے

کھڑے ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۳۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ایک جماعت صحابہ اور فقہاء تابعین نے ان حدیثوں پر عمل کیا ہے۔

فقہاء کی دوسری جماعت نے کہا ہے کہ جب جنازہ گزرے تو قیام نہ کیا جائے اور انہوں نے کہا ہے کہ جنازہ دیکھ کر بیٹھ جائے





حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پہلے جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے پھر آپ بیٹھ گئے۔

(صحیح مسلم: ۹۶۲، سنن ابوداؤد: ۳۱۷۵، سنن ترمذی: ۱۰۴۴، سنن نسائی: ۱۹۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۵۴۴)

مسعود بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں لوگوں سے فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں جنازہ میں کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے پھر اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور آپ نے بیٹھنے کا حکم دیا۔

(صحیح ابن حبان: ۳۰۵۶، مسند احمد ج ۱ ص ۸۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۷۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۷)

ابومعمر بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ ایک جنازہ گزرا لوگ اس کے لیے کھڑے ہو گئے حضرت علی نے پوچھا: تمہیں اس کا فتویٰ کس نے دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ نے حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح ایک مرتبہ کیا تھا اس وقت آپ اہل کتاب سے مشابہت کرتے تھے پس جب آپ کو منع کیا گیا تو آپ رک گئے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۷۲۶، مسند احمد ج ۱ ص ۴۱، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۹-۱۵۵، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جب جنازہ کے لیے کھڑا ہو تو کس وقت بیٹھے

۴۷- بَابُ مَتَى يَقْعُدُ إِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جنازہ کو دیکھے پس اگر وہ اس کے ساتھ چل نہ رہا ہو تو کھڑا ہو جائے حتیٰ کہ جنازہ اس کو پیچھے چھوڑ دے یہ تم اس کو پیچھے چھوڑ دو یا تمہارے چھوڑنے سے پہلے جنازہ کو رکھ دیا جائے۔

۱۳۰۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَاشِياً مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتَّى يُخَلِّفَهَا، أَوْ تُخَلِّفَهُ، أَوْ تَوْضِعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۰۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از حضرت سعید بن مسروق رضی اللہ عنہ کہ جب ایک جنازہ میں تھے پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مردان کا ہاتھ پکڑا پس وہ دونوں جنازے کو رکھنے سے پہلے بیٹھ گئے پس حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے مردان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: کھڑے ہو! پس اللہ کی قسم! ان کو خوب علم ہے کہ نبی ﷺ ہم کو اس سے منع کرتے تھے حضرت ابو ہریرہ نے کہا: انہوں نے سچ کہا ہے۔

۱۳۰۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذئبٍ، عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا لِيُ جَنَازَةً فَأَخَذَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَدَ مَرْوَانَ، فَجَلَسَا قَبْلَ أَنْ تَوْضَعَ فَجَاءَ أَبُو سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمَ هَذَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ صَدَقَ. [طرف الحديث: ۱۳۱۰]

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس کی دلیل کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اور مردان کا بیٹھنا اس کی دلیل ہے کہ ان کو یہ علم تھا کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب نہیں ہے اور یہ کہ اس حکم پر عمل ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کو یہ علم ہو کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا واجب ہے اور پھر وہ بیٹھ جائیں اور اگر جنازہ کے لیے کھڑے ہونا واجب ہوتا تو یہ مردان ایسے شخص سے مخفی نہ ہوتا کیونکہ ان کے سامنے اکثر جنازے آتے تھے حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کا اسی پر عمل ہے کہ وہ جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھ جاتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوسعید کی تصدیق کی تھی اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس لیے تصدیق کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ پہلے نبی ﷺ نے جنازہ گزرنے کے وقت بیٹھنے سے منع فرمایا تھا اور ان کو معلوم تھا کہ نبی ﷺ بعد میں خود بیٹھ گئے تھے تو حضرت ابو ہریرہ نے پہلے حکم کے اعتبار سے تصدیق کی تھی اور بعد میں وہ اور مروان اس حکم کے اعتبار سے بیٹھ گئے تھے جس کے مطابق آپ کا آخری عمل تھا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۵۹-۱۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جو جنازہ کے ساتھ گیا وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو مردوں کے کندھوں سے اتار کر رکھ دیا جائے اگر کوئی بیٹھ جائے تو اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم یعنی ابن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابوسعید کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ پس جو جنازہ کے ساتھ گیا ہے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے حتیٰ کہ جنازہ کو رکھ دیا جائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری ۱۳۰۹ کا مطالعہ کریں۔

جو شخص یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑا ہوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ بن مقسم از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے ساتھ ایک جنازہ گزرا پس نبی ﷺ اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ یہودی کا جنازہ تھا؟ آپ نے فرمایا: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

۴۸۔ بَابُ مَنْ تَبَعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدُ

حَتَّى تَوْضَعَ عَنْ مَذَازِ الرِّجَالِ

فَإِنْ قَعَدَ أَمَرَ بِالْقِيَامِ

۱۳۱۰۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقَرُّوْا لِمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدُ حَتَّى تَوْضَعَ.

۴۹۔ بَابُ مَنْ أَمَرَ لَجَنَازَةٍ يَهُودِيٍّ

۱۳۱۱۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ

عَنْ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا بِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا جَنَازَةٌ يَهُودِيٍّ؟ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقَرُّوْا.

(صحیح مسلم: ۹۶۰، الرقم المسلسل: ۲۱۸۷، سنن ترمذی: ۱۰۳۳، سنن ابوداؤد: ۳۱۷۳، سنن نسائی: ۱۹۲۱، ۱۹۱۷، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۱۷، مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۳۴۲۷، ج ۲۲ ص ۳۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۰۹۹، مکتبۃ الرشید ریاض، ۱۳۲۶ھ، المسند الطحاوی: ۱۰۹۱)

### باب مذکور کی دیگر احادیث

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو رسول اللہ ﷺ اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ یہودی کا جنازہ ہے، تو آپ نے فرمایا: موت خوف اور دہشت کی چیز ہے، پس جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔ (صحیح مسلم: ۹۶۰، سنن ابوداؤد: ۳۱۷۳، سنن نسائی: ۱۹۲۲)

قیس بن سعد اور سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے، آپ کو بتایا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے، آپ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں ہے؟ (صحیح مسلم: ۹۶۱، سنن نسائی: ۱۹۲۱)

### یہودی کے جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کے محامل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان احادیث پر عمل منسوخ ہے۔ ابن سخیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنازہ کے انتظار میں بیٹے تھے، تو ایک جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے، حضرت علی نے فرمایا: یہ کیسا قیام ہے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ، یا یہودی کا ہو یا نصرانی کا ہو پس تم کھڑے ہو جاؤ کیونکہ تم اس کی تعظیم کے لیے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اس کے ساتھ جو فرشتے ہوتے ہیں ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہو، حضرت علی نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اس طرح صرف ایک مرتبہ کیا تھا، اس وقت آپ اہل کتاب کی مشابہت کرتے تھے، بس آپ کو اس سے منع کیا گیا تو آپ نے اس کو ترک کر دیا، پس حضرت علی نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ نبی ﷺ نے ابتداء اسلام میں صرف ایک مرتبہ جنازہ دیکھ کر یہ کیا تھا۔ اہل کتاب سے مشابہت کی وجہ سے اور انبیاء سابقین کی اقتداء کرنے کی وجہ سے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف حکم دیا اور وہ جنازہ دیکھ کر بیٹھے رہنا تھا۔

(شرح معانی الآثار: ۲۷۳۵، ج ۲ ص ۱۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

نیز علامہ ابن بطل مالکی نے کہا ہے: ابوعباس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا: اس کی بدبو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔

(الناخ لابن شاہین: ۲۴۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۵۸، معرفۃ السنن والآثار للشیخ ج ۵ ص ۲۷۹)

نیز علامہ ابن بطل مالکی نے امام طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب یہودی کا جنازہ آپ کے پاس سے گزرا تو آپ اس لیے کھڑے ہو گئے تھے کہ آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ اس کا جنازہ آپ کے سر سے بلند ہو جائے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۹۶-۲۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں مزید احادیث حسب ذیل ہیں:

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نہیں کھڑے ہوئے تو حضرت حسن نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ یہودی کے جنازہ کے

لیے نہیں کھڑے ہوئے تھے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: ہاں! اس کے بعد آپ بیٹھ گئے تھے۔

(مسند عبد الرزاق: ۶۳۱۳، مسند ابن ابی شیبہ: ۳/۳۵۸، التاجم الکبیر: ۲/۲۷۳، السنن الکبریٰ: ۲۰۶۲، مسند احمد: ۱۷۲۶)

محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا پس لوگ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جنازہ گزر گیا پس حضرت الحسن نے کہا: ایک یہودی کا جنازہ گزرا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس کے راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ یہودی کا جنازہ آپ کے سر سے اونچا ہو پس آپ کھڑے ہو گئے۔ (مسند احمد: ۱۷۲۲، السنن الکبریٰ: ۲۰۶۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے سنا انہوں نے کہا کہ حضرت سہل بن حنیف اور حضرت قیس بن سعد دونوں قادیسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے پس ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے ان سے کہا گیا کہ یہ اہل ذمہ کا جنازہ ہے تو ان دونوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا پس آپ کھڑے ہو گئے پس آپ سے کہا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں ہے؟

۱۳۱۲ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْثَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حَنِيفٍ وَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَسَرُّوا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهَا جَنَازَةٌ يَهُودِيٍّ فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا؟

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۱۱ کا مطالعہ کریں۔

اور ابو جعفر نے کہا از الاعمش از عمرو از ابن ابی لیلیٰ انہوں نے

کہا میں قیس بن سہل رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا پس ان دونوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور زکریاء نے کہا از الشعمی از ابن ابی لیلیٰ حضرت ابو مسعود اور قیس رضی اللہ عنہما جنازہ کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔

۱۳۱۳ - وَقَالَ أَبُو حَمْزَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرُو بْنِ مَرْثَةَ عَنْ أَبِي لَيْلَى قَالَ سَمِعْتُ مَعَ قَيْسٍ وَ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَقَالَ زَكَرِيَاءُ عَنْ الشَّعْبِيِّ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى كَانَ أَبُو مَسْعُودٍ وَ قَيْسٌ يَقْرَءَانِ لِلْجَنَازَةِ

ان آثار کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۳۱۱ کا مطالعہ کریں۔

جنازوں کو مردوں کا اٹھانا

نہ کہ عورتوں کا

۵۰ - بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ

الْجَنَازَةَ دُونَ النِّسَاءِ

اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں سے قوی ہوتے ہیں اور اگر عورتیں جنازہ کو اٹھائیں گی تو ان کا حجاب کھل جائے گا اور ان کا

مردوں کے ساتھ اختلاط ہوگا اور یہ محلِ ننگہ ہے اور اس میں فساد کا احتمال ہے اگر یہ سوال کیا جائے کہ جہاں مرد بالکل میسر نہ ہوں تو اس

کا جواب یہ ہے کہ ضروریاتِ شرع میں مستثنیٰ ہوتی ہیں۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ

۱۳۱۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ



حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبَرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَمِعَ  
أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ  
وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً  
قَالَتْ قَدِ مَرِنِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا  
وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا  
الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ لَصَبَقَ.

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی  
از سعید المقبری از والد خود انہوں نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ  
سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور  
مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں پس اگر وہ جنازہ نیک ہو تو وہ  
کہتا ہے: مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ  
ہائے افسوس! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں اس کی آواز کو انسان  
کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سنتا تو وہ بے ہوش ہو جاتا۔

[اطراف الحدیث: ۱۳۱۶-۱۳۸۰]

(سنن نسائی: ۱۹۰۸، مسند ابویعلیٰ: ۱۲۶۵، صحیح ابن حبان: ۳۰۳۸، السنن الکبریٰ: ۲۰۳۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲-۲۱، شرح السنن: ۱۳۸۲، مسند احمد  
ج ۳ ص ۴۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۳۷۲، ج ۱۷ ص ۳۶۶-۳۶۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۲۱۹۷، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)  
عورتوں کے جنازہ نہ اٹھانے کی توجیہ انسان کے سوا سننے والوں کے مصادیق اور جنازہ کے کلام کرنے کی توجیہ  
علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: "جنازہ کو مردوں کا اٹھانا نہ چاہیے" اس پر اس حدیث کے ان الفاظ  
سے استدلال کیا ہے: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں اس سے یہ دلیل ہے کہ عورتیں جنازوں کو نہ  
اٹھائیں کیونکہ جو مشقت والے کام مردوں پر لازم ہیں وہ عورتوں پر لازم نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ضعف کی وجہ سے ان سے یہ  
کثرت احکام ساقط کر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِلَّا الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوَلَدِ.

(النساء: ۹۸)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں! اس کی آواز کو انسان  
کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔

اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس کی آواز کو پھر اس رخصت کی سنتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں صرف انسان کا استناد ہے؟ اس کا  
جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہاں یہ الفاظ عام ہیں لیکن اس سے مراد خاص ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی آواز کو تمام انسان علم سنتے ہیں  
اور وہ ملائکہ اور جنات ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کلام کون کرتا ہے کیونکہ صاحب جنازہ تو فوت شدہ ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنازہ کی روح یہ کلام  
کرتی ہے کیونکہ روح نکلنے کے بعد جنازہ کلام نہیں کرتا سوا اس کے کہ اللہ اس میں روح کو لوٹا دے اور روح کی بات وہی سنتا ہے جو اس  
کی مثل ہو اور وہ ملائکہ اور جنات ہیں۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۲۹۷، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۳ھ)

جنازہ کو جلدی لے جانا

۵۱ - بَابُ السَّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنْتُمْ مُسَيِّعُونَ  
فَامْشُوا بَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَمِينِهَا وَعَنْ

اور حضرت انس رضی اللہ نے کہا: تم جنازہ کو رخصت کر رہے ہو  
پس تم اس کے آگے چلو اور پیچھے چلو اور دائیں چلو اور بائیں چلو۔

بِسْمِ اللَّهِ

اس تعلیق کی اصل 'مصنف عبدالرزاق: ۶۲۸۷ میں ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ قَرِيبًا مِنْهَا۔ اور دوسروں نے کہا: جنازہ کے قریب چلے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

ابوالعالیہ نے کہا: جنازہ کے پیچھے قریب ہے اس کے آگے قریب ہے اس کے دائیں قریب ہے اور اس کے بائیں قریب ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۳۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۳۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

۱۳۱۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا  
 سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ  
 الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ  
 عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرَعُوا  
 بِالْجَنَازَةِ فَإِنَّ تِلْكَ صَالِحَةٌ فَخَيْرٌ تَقْدِمُونَهَا إِلَيَّ  
 وَإِنْ تِلْكَ سَوِىَ ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے  
 حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی  
 انہوں نے کہا: ہم نے اس کو الزہری سے محفوظ رکھا ہے از سعید بن  
 المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا:  
 جنازہ کو جلدی لے جاؤ پھل اگر وہ نیک ہے تو تم اس کی طرف غمی کو  
 جلدی پہنچا رہے ہو اور اگر وہ اس کے سوا ہے تو تم شر کو اپنی گردنوں

سے اتار رہے ہو۔

(صحیح مسلم: ۹۳۳، الرقم المسلسل: ۲۱۵۱، سنن ابوداؤد: ۳۱۸۱، سنن ترمذی: ۱۰۰۰، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷، مسند الحمیدی: ۱۰۲۲،  
 مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸۱، المستثنیٰ: ۵۲۷، صحیح ابن حبان: ۳۰۴۲، سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۱، شرح ال: ۱۳۸۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰، طبع قدیم، مسند  
 احمد: ۷۲۶۷، ج ۱۲ ص ۲۰۸، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۳۸۹۲، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶، المسند الطحاوی: ۷۸۶۳)

جنازہ کے ساتھ کس کیفیت کے ساتھ چلنا چاہیے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطہ: مالک نے روایت کی ہے کہ:

امام طحاوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ لوگ جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے تھے تو ان کو حضرت  
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا اور کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھاگ بھاگ کر چلتے تھے تو ایک قوم نے اس پر عمل کیا اور کہا: جنازہ کے  
 ساتھ بھاگ بھاگ کر چلنا افضل ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۸۲، شرح معانی الآثار: ۲۶۶۸)

نوٹ: ابوالطحاوی نے یہ حدیث حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے۔

دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ جنازہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنا افضل ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا وہ اس کے ساتھ بھاگ  
 بھاگ کر چل رہے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم کو سکون کے ساتھ چلنا چاہیے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۹، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۶، شرح معانی الآثار: ۲۶۷۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو  
 آپ نے فرمایا: بھاگنے کی رفتار سے کم چلو پھلو اگر وہ مؤمن ہے تو اس کے لیے جتنی عجلت کی گئی ہے وہ بہتر ہے اور اگر وہ کافر ہے تو اہل  
 دوزخ کے لیے دوری ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۸۳، سنن ترمذی: ۱۰۱۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۴، شرح معانی الآثار: ۲۶۷۶)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے کی کیفیت بھاگنے سے کم ہونی چاہیے سو ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۔ ۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابن بطال مالکی لکھتے ہیں: اور یہی جمہور علماء کا قول ہے کہ جنازہ کے ساتھ متوسط رفتار کے ساتھ چلنا چاہیے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۲۹۸۔ ۲۹۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میت کا جنازہ پر کہنا:

مجھے جلدی لے جاؤ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی

انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں

نے حضرت انس بن سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ فرماتے تھے:

جب جنازہ رکھ دیا جائے تو لوگ اس کو اپنی گردنوں پر اٹھالیں

اگر وہ مرد ہو تو کہتے ہیں: مجھے آگے لے جاؤ اور اگر نیک

نہ ہو تو لے جانے والوں سے کہتا ہے: ہائے افسوس! اس کو کہاں

لے جا رہے ہو! ان کے سوا اس کی آواز کر ہر چیز سنتی ہے اور اگر

انسان سنتا تو بے ہوش ہو جاتا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح ابن خباز کا مطالعہ کریں۔

جس نے امام کے پیچھے جنازہ کی

دو یا تین صفیں بنائیں

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

کی از ابو عوانہ از قتادہ از عطاء از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ

رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی پس میں دوسری یا

تیسری صف میں تھا۔

۵۲۔ بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ

عَلَى الْجَنَازَةِ قَدِّمُونِي

۱۳۱۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا

الْلَيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ

الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا بُدِئَ الْجَنَازَةُ

فَاخْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً

قَالَتْ قَدِّمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لَا تَلْمِزْنِي

يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ

إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ لَصَوَّرَ

۵۳۔ بَابُ مَنْ صَفَّ صَفِّينِ أَوْ ثَلَاثَةً

عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

۱۳۱۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي إِسْرَافِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى

عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوْ الثَّالِثِ.

[اطراف الحديث: ۱۳۲۰-۱۳۲۲-۳۸۷۷-۳۸۷۸-۳۸۷۹]

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کی امام کے پیچھے دو یا تین صفیں بنانا مستحب ہے۔

نماز جنازہ کی صفیں

۵۴۔ بَابُ الصُّفُوفِ عَلَى الْجَنَازَةِ





علامہ علاء الدین الحسکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے کہ نماز میں یہ چار تکبیرات فرض ہیں اور قیام فرض ہے اور بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۱۰۰-۹۹ 'دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

۱۳۱۹۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلَى قَبْرِ مَنبُذٍ فَصَفَّوهُمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا. قُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از الشعی: انہوں نے کہا: مجھے انہوں نے خبر دی جنہوں نے اس کی شہادت دی کہ نبی ﷺ ایک مفرد قبر پر آئے پس آپ نے مسلمانوں کی صف بنائی اور چار تکبیریں پڑھیں میں نے پوچھا: اے ابو عمرو! آپ سے یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۰۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَفَّى الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ فَهَلُمَّ فَصَلُّوا عَلَيْهِ. قَالَ فَصَفَّفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوفٌ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ عَنْ جَابِرٍ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۵۔ بَابُ صُفُوفِ الصِّبْيَانِ

بَابُ صُفُوفِ الصِّبْيَانِ

۱۳۲۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرِ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتَى دُفِنَ هَذَا؟ قَالُوا الْبَارِحَةَ. قَالَ أَفَلَا اذْنَتُمُونِي. قَالُوا دَفِنَاهُ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ. فَكَرِهْنَا أَنْ نُوقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَّفْنَا خَلْفَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَا فِيهِمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

جنازہ میں بچوں کی مردوں

کے ساتھ نہیں

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس میں رات کو دفن کیا گیا تھا آپ نے پوچھا: اس کو کب دفن کیا گیا؟ مسلمانوں نے کہا: گزشتہ رات آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ مسلمانوں نے کہا: ہم نے اس کو رات کے اندھیرے میں دفن کر دیا تھا ہم نے آپ کو بیدار کرنا

پسند نہیں کیا تھا پس آپ کھڑے ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی حضرت ابن عباس نے کہا: میں بھی ان میں تھا پس آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

## ۵۶- بَابُ سُنَّةِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نماز جنازہ پڑھنے کے طریقہ سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نماز جنازہ کی جو شرائط اور ارکان مقرر کیے ہیں اور نماز جنازہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نماز جنازہ بغیر طہارت کے جائز نہیں ہے اور نہ برہنہ پڑھنا جائز ہے اور نہ قبلہ کی طرف منہ کے بغیر پڑھنا جائز ہے اور نماز جنازہ کے ارکان میں چار تکبیرات ہیں علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نماز جنازہ پر صلوٰۃ کا اطلاق کرنا جائز ہے اور یہ مشروع ہے اگرچہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے امام بخاری نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نماز جنازہ پر صلوٰۃ کے اسم کا اطلاق ہے اور اس کا حکم دیا گیا اور اس میں نماز کے خصائص ہیں کیونکہ یہ اللہ اکبر پڑھنے سے شروع ہوتی ہے اور مکروہ وقت میں نہیں پڑھی جاتی اور لفظ سلام سے اس کو ختم کیا جاتا ہے اور اس کی صفیں بنائی جاتی ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ضَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ .

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جنازہ پر نماز پڑھی اور اس کے ساتھ نہیں گیا اس کو ایک قیراط اجر ملے گا پس اگر اس کے ساتھ گیا تو اس کو دو قیراط اجر ملیں۔ پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہیں؟ تو حضرت ابو ہریرہ نے کہا: چھوٹا قیراط اُحد پہاڑ جتنا ہے۔ (مسلم: ۱۰۱۱، ابوداؤد: ۲۱۵۷)

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق کیا ہے۔

وَقَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ . اور آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت سلمہ بن اکبر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھنے کے لیے آپ کے پاس ایک زولایا گیا مسلمانوں نے کہا: آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں! آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی پھر دوسرا جنازہ لایا گیا مسلمانوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی نماز جنازہ پڑھائیں! آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ کہا گیا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا اس نے ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار! آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی پھر تیسرا جنازہ لایا گیا آپ سے مسلمانوں نے کہا: اس کی نماز جنازہ پڑھادیں! آپ نے پوچھا: اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا اس پر قرض ہے؟ مسلمانوں نے کہا: تین دینار (قرض ہے) آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز (جنازہ) پڑھو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھادیں اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی۔

(صحیح البخاری: ۲۲۸۹، سنن نسائی: ۱۹۶۰)

اس حدیث سے بھی امام بخاری کا مقصد یہی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق کیا ہے۔  
وَقَالَ صَلُّوا عَلَى النَّجَاشِيِّ۔  
اس تعلق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو النجاشی کی موت کی خبر دی پھر آپ آگے بڑھ گئے پس مسلمانوں نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں پھر آپ نے چار تکبیرات پڑھیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۱۸)  
سَمَّاها صَلَوةً لَيْسَ فِيهَا رُكُوعٌ وَلَا سَجُودٌ۔ نبی ﷺ نے نماز جنازہ کو نماز فرمایا حالانکہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے۔

یعنی اس ہیئت مخصوصہ کو بھی آپ نے نماز فرمایا ہے۔

وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيهَا، وَفِيهَا تَكْبِيرٌ وَتَسْلِيمٌ۔ اور نماز جنازہ میں کلام نہیں کیا جاتا اور اس میں اللہ اکبر پڑھنا ہے اور سلام پھیرنا ہے۔

یعنی نماز جنازہ میں کلام نہیں کیا جاتا اور یہ چیز نماز کے لوازم سے ہے اور نماز کے شروع میں اللہ اکبر پڑھا جاتا ہے اس میں سب کا اتفاق ہے اور سلام میں اختلاف ہے امام مالک، امام احمد اور اسحاق کے نزدیک نماز جنازہ میں صرف ایک سلام ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں دونوں طرف سلام پھیرا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۷۸)

امام مالک اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز جنازہ پڑھتے تو دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ اکبر پڑھتے اور جب فارغ ہوتے تو دائیں طرف ایک سلام پھیرتے۔ (مسند ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۱۱، مجلس علمی بیروت، مصنف: ابی شیبہ: ۱۱۳۹۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل حسب ذیل احادیث اور آثار ہیں۔

حریث بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام کو دیکھا کہ انہوں نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی پھر انہوں نے دائیں جانب اور بائیں جانب سلام پھیرا۔ (مسند ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف: ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابی البتہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے نماز جنازہ کے بعد دائیں طرف اور بائیں طرف سلام پھیرا۔

(مسند ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۲۸، مجلس علمی بیروت، مصنف: ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم ایسے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کو کرتے دیکھتے تھے کہ ان کو کھڑا کر دیا ان میں سے ایک یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اس طرح سلام پھیرا جائے جس طرح دیگر نمازوں کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳، معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۲ھ)

ابراہیم الجری، حضرت ابن ابی ادنیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے چار تکبیرات پڑھیں پھر دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا اور اس کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۳، معرفۃ السنن والآثار ج ۳ ص ۱۷۳)

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّي إِلَّا طَاهِرًا وَلَا يُصَلِّي عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبِهَا، وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صرف طہارت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھتے تھے اور طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز نہیں پڑھتے تھے اور اس میں رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصد شخصی کا رد کرنا ہے کیونکہ انہوں نے بغیر وضوء کے نماز جنازہ کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے کہا کہ نماز جنازہ صرف دعا ہے اس میں رکوع ہے نہ سجود اور تمام متقدمین اور متاخرین کا اس کے خلاف پر اجماع ہے سو یہ قول شاذ ہے اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۰۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)  
اس تعلیق کے پہلے جز کی اصل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: کوئی شخص بغیر طہارت کے نماز جنازہ نہ پڑھے۔

(موطأ امام مالک۔ الجنائز: ۲۶۔ ج ۱ ص ۱۳۹ المکتبۃ التوفیقیہ)

قاسم نے کہا: بغیر وضوء کے نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۷۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز جنازہ نہ پڑھنے کی تعلیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابو یحییٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنازہ رکھا گیا پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھڑے ہو گئے پھر پوچھا: اس جنازہ کا ولی کہاں ہے؟ تاکہ وہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھ لے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۳۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابی حفص بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس جنازہ لایا گیا تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور فرمایا: اس کی نماز جنازہ میں جلدی کرنا سورج غروب ہونے سے پہلے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۳۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ان تعلیقات سے بھی امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق آتا ہے۔

اور نماز جنازہ میں رفع یدین کی تعلیق کے متعلق یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ کی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے یعنی ہاتھ اٹھا کر بلند کرتے تھے۔

فقہ احناف نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہیں ان کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

عبداللہ بن جعفر النعمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ نماز جنازہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پڑھتے پڑھتے پھر باقی تکبیرات میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور چار تکبیرات پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۸۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سفیان بیان کرتے ہیں کہ الحسن بن عبید اللہ نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

نفاع بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ سوید ہمارے جنازوں میں تکبیرات پڑھتے تھے اور وہ صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے

تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۰۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۹۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ الْحَسَنُ أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَأَحَقُّهُمْ عَلَيَّ  
اور الحسن (البصری) نے کہا: میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ ان کے جنازے پڑھانے کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جن



کی اقتداء میں وہ فرائض پڑھنے پر راضی تھے۔

اس تعلیق کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:

الحکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار امام (مسجد) ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

منصور بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم کے ساتھ ایک جنازہ پر گیا اور وہ اس جنازہ کے ولی تھے انہوں نے محلہ کے امام کو بلایا اس

نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

وَإِذَا أَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيدِ أَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلَا يَتِمُّمُ۔ اور جب کوئی شخص عید کے دن بے وضوء ہو یا جنازہ کے وقت تو وہ پانی کو طلب کرے اور تیمم نہ کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیثیں ہیں:

حسن بصری نے کہا: تیمم نہ کرے اور بغیر وضوء کے نماز نہ پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۷۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

عطاء نے کہا: ایک شخص جنازہ پڑھتا ہے اور اس کو نہایت ہونے کا خوف ہو تو تیمم نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۷۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۷۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

وَإِذَا انْتَهَى إِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّونَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيرَةٍ۔ اور جب کسی شخص جنازہ میں پہنچے اور وہ نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ تکبیر پڑھ کر ان میں شامل ہو جائے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: جب شخص جنازہ تک پہنچے اور وہ اس پر نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ تکبیر پڑھ کر ان میں

شامل ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۰۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ أَرْبَعًا۔ اور ابن المسیب نے کہا: رات اور دن اور سفر اور حضر میں چار تکبیرات پڑھے۔

اس تعلیق میں یہ حدیثیں ہیں کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہیں اور یہ اس کی بھرپور دلیل ہے کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

وَقَالَ أَنَسُ بْنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَعَالَى التَّحِيْرَةُ الْوَاحِدَةُ اسْتِفْتَا حُ الصَّلَاةِ۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک تکبیر نماز جنازہ کو شروع کرنا ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور کی یہ حدیث ہے:

زریق بن کریم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: ایک آدمی نے نماز جنازہ پڑھی پس تین تکبیرات پڑھیں حضرت انس

نے کہا: کیا تین تکبیرات نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اے ابو حمزہ! تکبیرات چار ہیں حضرت انس نے کہا: ہاں! ایک تکبیر نماز کے

انتہا کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۸۲)

اس تعلیق سے بھی امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نماز جنازہ پر نماز کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

وَقَالَ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور آپ ان میں سے کسی ایک

(التوبہ: ۸۴)۔

پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (التوبہ: ۸۴)

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

اور نماز جنازہ میں صفیں بھی ہیں اور اس میں امام بھی ہوتا

وَفِيهِ صُفُوفٌ وَإِمَامٌ۔

ہے۔

نماز جنازہ میں صفوں کا ہونا اور امام کا ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ نماز جنازہ نماز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے

۱۳۲۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ

الشَّيْبَانِيِّ أَيْ الشَّعْبِيِّ انہوں نے بیان کیا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو

مَعَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرِ مَنْبُودٍ

تمہارے نبی ﷺ کے ساتھ ایک منفرد قبر کے پاس سے گزرا تھا

فَأَمَّا فَصَفْنَا خَلْفَهُ فَقُلْنَا يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ؟

پس آپ نے ہماری امامت کی پس ہم نے آپ کے پیچھے صفیں

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا۔

بنائیں پس ہم نے کہا: اے ابو عمرو! تم کو یہ حدیث کس نے بیان

کی؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

جنازوں کے ساتھ جانے کی فضیلت

۵۷ - بَابُ فَضْلِ إِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم نے نماز پڑھ

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا

لی تو تم نے اس حق کو ادا کر دیا جو تم پر تھا۔

صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم نے جنازہ پر نماز پڑھ لی تو تم نے وہ حق

ادا کر دیا جو تم پر تھا اب جنازے اور اس کے گھر والوں کے درمیان تخلیہ کر دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور حمید بن حلال نے کہا: ہمیں علم نہیں کہ جنازہ پڑھ کر

وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ حَلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ

جانے کی اجازت دی جائے کہ جس نے جنازہ پڑھ لیا پھر

إِذَا وَلَّيْنَا مَنْ صَلَّى ثُمَّ رَجَعَ فَلَمْ يَرَهُ

لوٹ آیا اس کو ایک قیراط اجر ملتا ہے۔

اس تعلق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اور اس نے جنازہ کو اوپر سے

اٹھایا اور اس کی قبر میں مٹی ڈالی اور بیٹھا رہا حتیٰ کہ اس کو اجازت دی گئی تو وہ دو قیراط اجر کے ساتھ لوٹے گا ہر قیراط احد پہاڑ جتنا ہوگا۔

(مسند احمد: ۱۰۸۷۵، ج ۲ ص ۵۳۱، مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث

۱۳۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی

حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُولُ حَدَّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ أَبَا

هُرَيْرَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ يَقُولُ مَنْ تَبَعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ. فَقَالَ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا.

انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اس کو ایک قیراط اجر ملے گا پس انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ نے اس حدیث کو ہم سے بہت مرتبہ بیان کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۴ - فَصَدَّقْتُ يَعْنِي عَائِشَةَ أبا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ. فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطٍ كَثِيرَةٍ. (فَرَّطْتُ) (الزمر: ۵۶) ضَيَعْتُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ.

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بے شک ہم نے بہت کثیر قراریط میں کمی کر دی۔ ”فرطت“ کا معنی ہے: میں نے اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں تقصیر کی۔

۵۸ - بَابُ مَنْ انْتَظَرَ حَتَّى يَدْفَنَ.

۱۳۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هُشَامُ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزَّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ السَّيِّدِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَيْبٍ عَنْ سَعِيدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا نُسُ بْنُ مَالٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيرَاطَانِ. قِيلَ وَمَا الْقِيرَاطَانِ؟ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ.

جس نے دفن تک میت کا انتظار کیا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ذنب پر قراءت کی از سعید بن ابی سعید المقبری از والد خود انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا پس انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے (ح) اور مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از ابن السیّد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا انہوں نے کہا: اور ہمیں احمد بن شعیب بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی ابن شہاب نے کہا (ح) اور مجھے عبد الرحمن الاعرج نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس نے نماز پڑھ لی پس اس کے لیے ایک قیراط اجر ہے اور جو شخص جنازہ پر حاضر ہوا حتیٰ کہ اس کو دفن کر دیا جائے اس کے لیے دو قیراط اجر ہے پوچھا گیا: دو قیراط کتنے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: دو بڑے پہاڑوں جتنے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۷ میں گزر چکی ہے۔

## ۵۹۔ بَابُ صَلَوةِ الصَّبِيَّانِ

### مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَائِزِ

۱۳۲۶ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرًا فَقَالُوا هَذَا دُفِنَ أَوْ دُفِنَتِ الْبَارِحَةُ . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا.

## بچوں کا لوگوں کے ساتھ

### نماز جنازہ پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الشیبانی نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر پر آئے، پس مسلمانوں نے کہا: اس شخص کو رات کو دفن کیا گیا ہے یا اس عورت کو رات کو دفن کیا گیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں، پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

## ۶۰۔ بَابُ الصَّلَوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ

### بِالْمُصَلِّيِّ وَالْمَسْجِدِ

۱۳۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَعَى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ يَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَتَقَالُ اسْتَفْزِزُوا أَجِبْتُمْ

## عید گاہ اور مسجد میں

### نماز جنازہ پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سعید بن المسیب والی سلمہ ان دونوں نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے النجاشی کی موت کی خبر دی، جو حبشہ کے بادشاہ تھے جس دن وہ فوت ہو گئے تھے آپ نے فرمایا: تم اے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۸ - وَعَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِم بِالْمُصَلِّيِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک نبی ﷺ نے عید گاہ میں مسلمانوں کی صف بنائی، پس آپ نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۲۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے



أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ الْيَهُودَ جَاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنِيَا فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِّنْ مَّوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو ضمروہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ یہود نبی ﷺ کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے جنہوں نے زنا کیا تھا آپ کے حکم سے ان دونوں کو جنازہ گاہ کی جگہ میں

[اطراف الحدیث: ۳۶۳۵-۳۵۵۶-۶۸۱۹-۶۸۳۱-۷۳۳۲-۷۵۴۳] مسجد کے پاس رجم کیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۹، الرقم المسلسل: ۴۳۵۸، سنن ابوداؤد: ۴۳۴۶، سنن ترمذی: ۴۳۶، شرح مشکل الآثار: ۴۵۴۲، صحیح ابن حبان: ۴۴۳۴، سنن

بیہقی ج ۸ ص ۲۱۴، شرح السنہ: ۲۵۸۳، مسند احمد ج ۲ ص ۷، طبع قدیم، مسند احمد: ۴۵۲۹، ج ۸ ص ۱۲۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر بن عبداللہ الحزازی (۲) ابو ضمروہ (۳) موسیٰ بن عقبہ (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۹۱)

### حدیث مذکور کی مفصل روایت

امام بخاری نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ اس روایت میں بیان کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں نے نبی ﷺ کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے جنہوں نے زنا کیا تھا آپ نے ان سے پوچھا: تم میں سے جو زنا کرے تم اس کے ساتھ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم اس کا منہ کالا کرتے ہیں اور اس کو مارتے ہیں آپ نے پوچھا: تم تو رات میں رجم کا حکم نہیں مانتے انہوں نے کہا: ہم تو رات میں یہ حکم بالکل نہیں پاتے پس ان سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹا حکم تو رات میں لے لیا اور اس کی تلاوت کرنا اگر تم سچے ہو پس ان کے مدرس نے جو ان کو پڑھاتا تھا آیت رجم کے اوپر اپنی سیلی رکھ دی پس وہ اپنے ہاتھ کے نیچے سے اور ہاتھ کے پیچھے سے پڑھنے لگا اور وہ آیت رجم کو نہیں پڑھتا تھا حضرت عبداللہ بن سلام نے آیت رجم کے اوپر سے اس کا ہاتھ کھینچا پس فرمایا: یہ کیا ہے؟ جب انہوں نے آیت کو دیکھا تو کہا: یہ آیت رجم سے پھر آپ نے ان یہودی مرد اور عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا انہیں جہنم کی جگہ میں مسجد کے قریب رجم کر دیا پس میں نے دیکھا اس عورت کا ساتھی اس پر جھکا ہوا تھا اس کو تھروں سے بچ رہا تھا۔

(بخاری: ۴۵۵۶)

### تورات میں رجم کے حکم کا نبی ﷺ کو کیسے علم ہوا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے جو ان سے پوچھا تھا کہ تم زنا کرنے والوں کے ساتھ کیا کرتے ہو؟ یہ ان سے مسئلہ معلوم کرنے کے لیے سوال نہیں کیا تھا اور نہ ان کی تقلید کرنے کے لیے سوال کیا تھا بلکہ آپ نے ان پر الزام اور حجت قائم کرنے کے لیے سوال کیا تھا اور شاید کہ آپ پر یہ وحی نازل کی گئی تھی کہ جو تورات ان کے ہاتھوں میں ہے اس میں رجم کا حکم موجود ہے جس کو انہوں نے اب تک تبدیل نہیں کیا ہے جیسا کہ اور احکام کو تبدیل کر دیا ہے یا ان میں سے جو مسلمان ہو چکا تھا اس نے آپ کو خبر دی تھی اس لیے جب انہوں نے

اس آیت کو چھپایا تو آپ سے اس کا حکم مخفی نہیں رہا۔

اگر اہل ذمہ زنا کریں تو ان کو رجم کرنے میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافر پر بھی زنا کی حد واجب ہے اور اس کا نکاح صحیح ہے علامہ نووی نے کہا ہے: کیونکہ رجم صرف محسن پر واجب ہے اگر اس کا نکاح صحیح نہ ہو تو اس کا احسان ثابت نہیں ہوگا اور اس کو رجم نہیں کیا جائے گا۔

(علامہ یعنی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ احسان کی جملہ شرائط میں سے اسلام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محسن نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی: ۳۲۵۱، دار المعرفۃ بیروت) اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مسلمان ہونا احسان کی شرط نہیں ہے امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ زانیوں کو کوڑے مارنے کی سزا کا حکم نازل ہونے سے پہلے جب آپ ابتداء مدینہ میں داخل ہوئے تھے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ تورات کے موافق حکم دیتے تھے پھر جب سورہ نور میں حد کا حکم نازل ہوا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا پھر محسن کے حق میں حد کا یہ حکم منسوخ ہو گیا اور کافر محسن نہیں ہے (محسن سے مراد شادی شدہ مسلمان ہے اور سورہ نور میں کنواروں کے متعلق حد نازل ہوئی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور یہ حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ اور امام مالکؒ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

اگر تم سوال کرو کہ حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے حکم لو مجھ سے حکم لو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے حکم بیان فرمادیا ہے: اگر کنوارہ مرد کنواری لڑکی سے زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو اور اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور رجم کر دو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹۰، سنن ابوداؤد: ۳۴۱۵، سنن ترمذی: ۱۳۳۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۵۰)

نبی ﷺ نے ان کے درمیان امتیازی فرق نہیں کیا۔ پس جس نے ان کے درمیان مسلم اور غیر مسلم ہونے کے اعتبار سے فرق کیا اس نے نفس پر اصرار کیا جس کو کہ ہم منسوخ ہے کیونکہ نبی ﷺ نزول قرآن کے بعد قرآن سے حکم فرماتے تھے اور قرآن مجید میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جب یہ لوگ عقد ذمہ کو قبول کر لیں تو ان کے لیے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے حقوق ہیں اور ان وہی انکس ہیں جو مسلمانوں پر فرض ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۱) اور ہم کہتے ہیں کہ مسلمان پر فرض ہے اسی طرح شادی شدہ کافر پر بھی ہم فرض ہوگا تو یہ کہیں کا کہ تم مسلمانوں پر رجم فرض نہیں ہے پس یہ اس کی دلیل ہے کہ ہم صرف شادی شدہ مسلمانوں پر فرض ہے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کنوارے زانی کی حد سو کوڑے ہے اور شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا اور کنوارے مرد سے مراد یہ ہے کہ جس نے نکاح صحیح کے ساتھ جماع نہ کیا ہو اور وہ آزاد عاقل بالغ شخص ہے اور شادی شدہ سے مراد ہے: جس نے نکاح صحیح کے ساتھ زندگی میں ایک مرتبہ جماع کیا ہو اور وہ آزاد عاقل بالغ شخص ہے اور اس میں مرد اور عورت برابر ہیں علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان تمام احکام میں مسلمان اور کافر برابر ہیں خواہ ان کی عقل پوری ہو یا کم ہو نیز رسول اللہ ﷺ نے کنوارے کے متعلق فرمایا: اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو اس میں امام شافعی اور جمہور کی دلیل ہے کہ کنوارے کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور الحسن البصری نے کہا کہ شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے اور امام مالک اور اوزاعی نے کہا: عورتوں کو شہر بدر کرنا واجب نہیں

ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے، کیونکہ عورت کو شہر بدر کرنے میں اس کو ضائع کرنا ہے اور اس کو فتنہ پر پیش کرنا ہے اور اسی وجہ سے عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان یہودیوں کو جو رجم کیا گیا تھا تو آیا گواہوں کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا یا ان کے اقرار کی وجہ سے؟ میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ ان کے اقرار کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے خلاف چار مردوں نے گواہی دینی تھی کہ انہوں نے اس یہودی کا آلہ اس عورت کی فرج میں دیکھا تھا، جس طرح سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے، تب نبی ﷺ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۵۲، سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۴)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اگر یہ گواہ مسلمان تھے، پھر تو ظاہر ہے اور اگر یہ گواہ کافر تھے تو ان کی گواہی کا کوئی اعتبار نہیں ہے، پھر متعین ہو گیا کہ ان کے اقرار کی وجہ سے ان کو رجم کیا گیا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۹۳-۱۹۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۲ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ذمی کافر زنا کریں تو فقہاء احناف کے نزدیک ان کو رجم نہیں کیا جائے گا اور باقی ائمہ کے نزدیک ان کو رجم کیا جائے گا۔

\* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۳۳۲۳۔ ج ۳ ص ۷۸ پر درج ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

### مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی تحقیق

اس باب کے عنوان میں یہ بھی ذکر ہے: ”اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم“، مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حکم دیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں لے جایا جائے، پس ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، پس مسلمانوں نے اس پر اعراس کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کتنی جلدی لوگ بھول گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا، میں ہی پڑھی تھی۔

(صحیح مسلم: ۹۷۳، رقم المسند: ۱۸۰، سنن ابی داؤد: ۳۱۶، سنن نسائی: ۱۹۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۱۸۹، سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۸)

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک قوم (امام شافعی اور امام احمد) کا یہ مذہب ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے اور دوسرے فقہاء (امام ابو حنیفہ اور امام مالک) نے اس کی مذمت کی ہے، انہوں نے کہا کہ مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں رکھے جنازہ پر نماز پڑھی، اس کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۹۱، سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے لیے ناخ ہے، اسی لیے صحابہ نے مسجد میں اہل بن بیضاء کے بیٹوں پر نماز پڑھنے کا انکار کیا تھا۔

امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے، تاہم امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ اگر مسجد میں جنازہ کے لیے الگ جگہ بنائی گئی ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۲-۲۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ حدیث، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۳۲-۱۰۲۶ کے ضمیمہ میں مذکور ہے، وہاں ہم نے فقہ حنفی کی متعدد کتب کے حوالوں سے لکھا ہے کہ اگر جنازہ مسجد سے باہر ہو، جیسے آج کل محراب کے آگے جگہ بنائی ہوتی ہے تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ہے کراہت صرف اس صورت میں ہے جب جنازہ کو مسجد کے اندر رکھا جائے۔

## ۶۱ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ اتِّخَاذِ

### الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، ضَرَبَتْ امْرَأَتُهُ الْقَبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ  
سَنَةً، ثُمَّ رَفَعَتْ، فَسَمِعُوا صَوْتَهَا يَقُولُ لَا هَلْ  
وَجَدُوا مَا فَقَدُوا، فَأَجَابَهُ الْأَخْرَبُ بَلْ يَنْسُوا فَأَنْقَلَبُوا.

## قبروں پر سجدہ گاہ بنانے کی کراہت

اور جب حضرت الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو  
ان کی زوجہ نے ان کی قبر پر ایک خیمہ لگا دیا جس کو ایک سال کے  
بعد اٹھالیا پھر لوگوں نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی: سنو! کیا  
انہوں نے جس کو گم پایا تھا اس کو پالیا پس دوسرے نے جواب دیا:  
بلکہ وہ مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: یہ پکارنے والا مومنین جنوں میں سے تھا یا ملائکہ میں سے تھا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۱۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے  
حدیث بیان کی از شیبان از حلال اور وہ الوزان ہیں از عروہ از  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ نے اس مرض میں فرمایا جس  
میں آپ کی وفات ہوئی یہودیوں اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے جنہوں  
نے انبیاء اللہ کی قبروں کو مسجد بنالیا حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر یہ  
خطرہ نہ ہوتا تو صحابہ آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتے لیکن مجھے یہ خطرہ  
ہے کہ اس کو مسجد بنا لیا جائے گا۔

۱۳۳۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ  
عَنْ هَلَالٍ، هُوَ الْوَزَّانُ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَةَ  
اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا. قَالَتْ وَلَوْ لَا ذَلِكَ  
لَأَبْرَزُوا قَبْرَهُ، غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّخَذَ مَسْجِدًا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۵ میں گزر چکی ہے۔

## ۶۲ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّفْسَاءِ

### إِذَا مَاتَتْ فِي نَفَاسِهَا

## نفاس میں مرنے والی عورت

### کی نماز جنازہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدود نے حدیث بیان  
کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں  
نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ  
بن بریدہ نے حدیث بیان کی از حضرت سرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان  
کیا کہ میں نے نبی ﷺ کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھی  
جو نفاس میں فوت ہو گئی تھی آپ اس عورت کے وسط میں کھڑے  
ہوئے۔

۱۳۳۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ  
قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرِيدَةَ  
عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي  
نَفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۲ میں گزر چکی ہے۔



۶۳ - بَابُ آيِنَ يَقُومُ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ  
۱۳۳۲ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا  
عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ  
حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ  
صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ  
مَاتَتْ فِي نَفْسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

میت عورت ہو یا مرد تو نمازی کس جگہ کھڑا ہو  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان  
کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از ابن بریدہ  
انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان  
کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کے پیچھے ایک عورت  
کی نماز جنازہ پڑھی جو نفاس میں فوت ہو گئی تھی آپ اس کے  
درمیان میں کھڑے ہوئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۶۴ - بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا  
وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلَّى بِنَا أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى  
عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ: فَأَتَيْتَ الْقَبْرَ  
ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ.

جنازہ پر چار تکبیریں پڑھنا  
اور حمید نے کہا: ہم کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی پس  
انہوں نے تین تکبیریں پڑھیں پھر سلام پھیر دیا پھر ان کو بتایا گیا تو  
اس نے قبلہ کی طرف منہ کیا پھر چوتھی تکبیر پڑھی پھر سلام پھیر  
دیا۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اور نماز جنازہ کی چار تکبیریں ظہر کی چار رکعات کی  
طرح ہیں حتیٰ کہ اگر نمازی نے ایک تکبیر تک کر دی تو اس کی نماز جائز نہیں ہے اور اگر نمازی ایک یا اس سے زائد تکبیرات کے بعد  
نماز جنازہ میں ملا تو وہ سلام پھیرنے کے بعد تین تکبیرات پڑھے۔ (جلد ۸ ص ۱۹)۔

۱۳۳۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا  
مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ فِيهِ  
فِيهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْقَبْرِ فَكَبَّرَ بِهِمْ وَخَرَجَ  
عَلَيْهِ أَرْبَعُ تَكْبِيرَاتٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن  
شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جس دن  
نبی ﷺ فوت ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان تکبیرات کی خبر دی اور  
سلمانوں کو لے کر قبرستان میں گئے ان کی صفیں بنائیں اور جنازہ پر  
چار تکبیرات پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَانَ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ  
بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى  
أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ  
وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ سُلَيْمٍ أَصْحَمَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن حیّان نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی از  
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے اصحمہ النجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی  
پس چار تکبیرات پڑھیں اور یزید بن ہارون اور عبد الصمد نے کہا از





صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کا نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے سے منع کرنا  
نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابو المنہال بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھی جائے گی؟ انہوں نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ صرف اس نماز میں پڑھی جائے گی جس میں رکوع اور سجود ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں قرآن پڑھا جائے گا؟ انہوں نے کہا: نہیں! (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سعید بن ابی بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے ان سے پوچھا: میں نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھوں؟ انہوں نے کہا: مت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابو حصین نے الشعبي سے روایت کیا کہ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی تلاوت نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

طاؤس اور عطاء نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے کا انکار کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۲۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

بکر بن عبد اللہ نے کہا: مجھے نماز جنازہ میں قرآن پڑھنے کا علم نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

محمد بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں قرآن پڑھا جائے گا؟ انہوں نے کہا: نماز جنازہ میں قرآن نہیں پڑھا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

قنادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن المسیب نے کہا: ہمیں علم نہیں کہ نماز جنازہ میں قرآن کی تلاوت ہے نہ کسی معین دعا کی۔

(مصنف عبد الرزاق: ۶۳۶۳، دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبد بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز جنازہ میں قرآن کی تلاوت نہ کی جائے۔ (صحیح ابی داؤد: ۴۱۱۹، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۰)

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۲، حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں)

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے ثبوت میں خصوصی احادیث اور آثار

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول  
یقول اذا صلیتم علی النیت فاخلصوا للہ الدعاء۔ اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میت پر نماز  
(جنازہ) پڑھو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۱۹، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۶، صحیح ابن حبان: ۳۰۷۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۰)

اس حدیث میں ”فاخلصوا“ ”پر“ ”فا“ ہے اور یہ تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے اس کا معنی ہے: میت پر نماز جنازہ پڑھنے



کے فوراً بعد اس کے لیے اخلاص سے دعا کرو۔

مانعین اور مخالفین اس استدلال پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (النحل: ۹۸)

پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔

اس آیت میں ”فاستعد“ پر ”فا“ ہے جو تعقیب علی الفور کے لیے آتی ہے اور اس صورت میں اس کا معنی ہوگا: جب تم قرآن مجید پڑھو تو اس کے فوراً بعد ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ پڑھو حالانکہ ”اعوذ باللہ“ قرآن مجید پڑھنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس آیت کا ظاہر معنی متعذر ہے اس لیے اس میں مجاز بالکذف ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے: ”اذا اردت ان تقرأ القرآن“ جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ پڑھو اس کے برخلاف جس حدیث سے ہم نے استدلال کیا ہے اس کے معنی میں کوئی تعذر نہیں ہے اور اس کو کسی مجاز پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں دوسری صحیح حدیث یہ ہے:

عن عبد الله بن ابي اوفى و كان من اصحاب الشجرة فماتت ابنة له و كان يتبع جنازتها على بغلة خلفها فجعل النساء يكينن فقال لاثرتين فان رسول الله ﷺ نهى عن المراثي فتنفن احد اكن من عبرتها ما شاءت ثم كبر عليها اربعا ثم قام بعد الرابعة قدر ما بين التكبيرتين يدعوا ثم قال كان رسول الله ﷺ يصنع في جنازة هكذا.

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی وہ اس کے جنازہ میں خچر سوار ہو کر رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت عبد اللہ نے کہ تم سر پر مت پڑھو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں اور اتنا وقف کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۱۴۰ ج ۳ ص ۳۸۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۰ھ مصنف عبد الرزاق: ۶۴۰۴ مسند الحمیدی: ۱۸۱۸۰ ناشر: دار الفکر بیروت ۱۴۰۰ھ ج ۲ ص ۲۶۸ المسند بن ماجہ: ۵۹۰۰ من قولہ ج ۳ ص ۴۲-۴۳)

اس حدیث میں یہ عترت ہے کہ حضرت ابن ابی اوفی نے چوتھی تکبیر کے بعد دعا کی اور نماز جنازہ کے اندر جو دعا ہے وہ تیسری تکبیر کے بعد کی جاتی ہے اور حضرت ابن ابی اوفی نے بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے اور یہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا واضح ثبوت ہے باقی رہا یہ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پڑھا جاتا ہے اور اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ راوی سلام کا ذکر کرنا بھول گیا ہو یا اس نے یہ سوچ کر اس کا ذکر ترک کر دیا ہو کہ یہ تو ویسے ہی معروف اور مشہور ہے۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت میں یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے:

یزید بن رکانہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تو چار تکبیریں پڑھتے پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کو عذاب دینے سے غنی ہے پس اگر یہ نیک ہے تو تو اس کی نیکی میں زیادہ کر

اور اگر یہ بُدّا ہے تو اس کی برائی سے درگزر فرما پھر جو اللہ چاہتا آپ اس کے لیے وہ دعا کرتے۔

(المعجم الکبیر: ۷ ج ۲۲ ص ۲۲۹ حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی یعقوب بن حمید ہے اس میں کلام کیا گیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۳) اس حدیث میں بھی چار تکبیروں کے بعد دعا کا ذکر ہے اس لیے اس دعا سے مراد بھی وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے بعد پڑھی جاتی ہے کیونکہ جو دعا نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے وہ تین تکبیروں کے بعد پڑھی جاتی ہے اور اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ دعا چار تکبیروں کے بعد پڑھی گئی ہے اور اگر کوئی مخالف اس پر اصرار کرے کہ چار تکبیروں کے بعد یہ دعا نماز جنازہ کے اندر پڑھی گئی تھی اور اس کے بعد سلام پڑھا گیا تو لازماً سلام سے پہلے بھی ایک تکبیر پڑھی جائے گی اور اس طرح نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں ہو جائیں گی اور یہ اجماع کے خلاف ہے۔ رہا یہ کہ ان دونوں حدیثوں میں چار تکبیروں کے بعد سلام کا ذکر نہیں ہے تو ہو سکتا ہے کہ راوی نے اس کا ذکر اس لیے نہ کیا ہو کہ چار تکبیروں کے سلام کا پڑھنا مسلمانوں میں بالکل ظاہر اور معروف تھا اس لیے اس نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ بہر حال چار تکبیروں کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا دعا کرنا ہمارے مطلوب پر بہت واضح دلیل ہے۔ اور یہ حدیث بھی ہمارے مطلوب پر بہت واضح اور صریح دلیل ہے:

عن جابر بن نفیر سمعہ یقول سمعت عوف بن مالک یقول یقول رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازے کی نماز پڑھی میں نے اس جنازے میں آپ کی دعا سنی: یا در کھے وہ یہ ہیں: (ترجمہ: اے اللہ! اس کو مغفرت فرما، اس کو غافیت میں رکھ اور اس کو معاف فرما، اس کی عزت کے ساتھ مہمانی کر، اس کے مدخل کو وسیع کر، اس کو پانی، زعفران، انبوس سے دھو ڈال، اس کو گناہوں سے اس کو محفوظ رکھ، اس کے گھر کے بدلے میں اس سے بہتر گھر عطا فرما، اس کے (دنیاوی) گھر والوں کے بدلے میں بہتر گھر والے عطا فرما، اس کی (دنیاوی) بیوی کے بدلے میں بہتر بیوی عطا فرما، اس کو بہشت میں داخل کر، اس کو عذابِ آگ سے محفوظ رکھ۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! وہ مرنے والا میں ہوتا (تاکہ یہ دعا مجھے مل جاتی)۔

اس حدیث میں عوف بن نفیر نے کہا کہ میں نے یہ دعا سنی: یا در کھے وہ یہ ہیں: (ترجمہ: اے اللہ! اس کو مغفرت فرما، اس کو غافیت میں رکھ اور اس کو معاف فرما، اس کی عزت کے ساتھ مہمانی کر، اس کے مدخل کو وسیع کر، اس کو پانی، زعفران، انبوس سے دھو ڈال، اس کو گناہوں سے اس کو محفوظ رکھ، اس کے گھر کے بدلے میں اس سے بہتر گھر عطا فرما، اس کے (دنیاوی) گھر والوں کے بدلے میں بہتر گھر والے عطا فرما، اس کی (دنیاوی) بیوی کے بدلے میں بہتر بیوی عطا فرما، اس کو بہشت میں داخل کر، اس کو عذابِ آگ سے محفوظ رکھ۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! وہ مرنے والا میں ہوتا (تاکہ یہ دعا مجھے مل جاتی)۔

نماز جنازہ کے اندر جو دعا ہو اس کو سرا (آہستہ) پڑھا جاتا ہے اور اس دعا کو حضرت عوف بن مالک نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کر یاد کیا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ دعا جہراً پڑھی تھی اور جہراً دعا نماز جنازہ کے بعد پڑھی جاتی ہے لہذا یہ وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے بعد پڑھی گئی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ محدثین نے اس دعا کو نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا کے باب میں ذکر کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتا ہو کہ یہ وہ دعا ہے جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے بلکہ حضرت عوف بن مالک کا اس دعا کو رسول اللہ ﷺ سے سنا کر یاد کرنا اس پر ظاہر اور واضح قرینہ ہے کہ یہ دعا نماز جنازہ کے بعد پڑھی گئی تھی اور محدثین کا اس دعا کو نماز جنازہ کے اندر پڑھنے پر محمول کرنا محض ان کی رائے ہے رسول اللہ ﷺ نے تو ان کو نہیں



استدلال کرتے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا سے ممانعت کے دلائل اور ان کے جوابات

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کرے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص ۱۷۰ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ہم نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے ثابت کیا ہے اور ملا علی قاری کی یہ عبارت نہ قرآن کی آیت ہے نہ حدیث ہے نہ اثر ہے تو اس میں اتنی قوت کہاں سے آگئی کہ یہ احادیث صحیحہ کے مزاحم ہو سکتے؟ تاہم اس کی توجیہ یہ ہے کہ ملا علی قاری نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو اس لیے منع کیا ہے کہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے اور زیادتی کا شبہ اس وقت ہوگا جب سلام پھیرنے کے بعد اسی طرح صفیں قائم رہیں اور لوگ اسی طرح اپنی جگہوں پر ہاتھ باندھے کھڑے رہیں پھر اسی حال میں میت کے لیے دعا کریں تو یہ شبہ ہوگا کہ یہ دعا بھی نماز جنازہ کا جز ہے لیکن جب سلام پھیرنے کے بعد صفیں ٹوٹ جائیں اور لوگ منتشر ہو کر جنازہ کے گرد جمع ہوں اور ایک بار سورہ فاتحہ اور تین بار سورہ اخلاص پڑھ کر میت کے لیے ایصالِ ثواب کریں اور ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعا کریں تو پھر کوئی عقل و خیر - عار و فتنہ - ہوگا کہ سمجھے گا کہ یہ نماز جنازہ کا جز ہے۔

اسی طرح بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ظاہر روایہ میں ہے: "ازیادہ کے بعد دعا نہ کرے" اور نوادر میں ہے: "یہ دعا جائز ہے۔"

علامہ محمود بن احمد البخاری متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا کے لیے کھڑا نہ ہو کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا ہے اور نوادر کی

روایت میں ہے کہ یہ دعا جائز ہے۔ (المجموع فی حوائج ج ۲ ص ۳۸ - احیاء التراث ج ۱ ص ۱۱۱ - ۱۱۲ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۷۷۰ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد دعا کرنا حرام ہے۔ (فتاویٰ حلاوت ج ۱ ص ۲۲۵) میں ہے اور امام فاضل نے کہا ہے کہ

اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

علامہ راج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد کوئی دعا نہ کرے۔ یہ ظاہر مذهب ہے اور حضرت سارک نے کہا ہے کہ: "ربنا اتنا

فی الدنیا حسنة رلی الاخرة حسنة" اور بعض نے کہا: یہ۔۔۔ کرے: "اللہم تحریرنا من النار ولا تنسنا" اور بعض نے کہا: "ربنا اتنا

وله" اور بعض نے کہا: یہ دعا کرے: "ربنا لا تنزع قلوبنا.... الی اخره"۔ (المنہر النائق ج ۱ ص ۳۹۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ اور علامہ شیخ زادہ داماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۵۸۶-۵۸۵ سہیل الہیڈی لاہور مجمع الإنہرج ص ۲۷۱ مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

فقہاء کی ان عبارات سے واضح ہوا کہ اگر نماز جنازہ کے سلام پھیرنے کے متصل بعد وہیں کھڑے کھڑے صفیں توڑے بغیر میت کے لیے دعا کی تو یہ ظاہر الروایہ میں ممنوع ہے لیکن نوادر کی عبارت میں امام فاضل اور دیگر متاخرین کی عبارات میں مذکور ہے کہ اس کیفیت سے بھی نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا جائز ہے اور اگر نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر میت کے لیے دعا کی جائے جیسا کہ مروجہ طریقہ ہے تو پھر یہ کسی کے اعتبار سے بھی ممنوع نہیں ہے اور اس کے جواز اور استحسان میں کوئی کلام نہیں ہے۔



مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ممانعت میں لکھا ہے:

سوال (۳۰۷): نماز جنازہ کے بعد جماعت کے ساتھ وہیں ٹھہر کر دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: درست نہیں! ”لما فی البزازیہ لا یقوم بالدعا بعد صلوة الجنازة لانه دعا مرة لان اکثرها دعا“.

(بزازیہ علی حاشیہ العالمگیریہ ج ۴ ص ۹۰) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ (انعداد المستنیرین کامل) ص ۴۴۴ دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۷ء)

در اصل بزازیہ کی یہ عبارت عالمگیری ج ۴ ص ۸۰ پر ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: نماز جنازہ کے لیے بعد دعا کے لیے کھڑا نہ رہے کیونکہ وہ ایک مرتبہ دعا کر چکا ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا پر مشتمل ہے۔

اس ممانعت کا بھی وہی محمل ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اسی جگہ صفیں توڑے بغیر دعا نہ کرے، صفیں توڑنے اور لوگوں کے منتشر ہونے کے بعد ممانعت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فصل کیے بغیر اسی جگہ دعا کرے گا تو اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ ہوگا۔

دارالعلوم دیوبند کے مفتی اول مفتی عزیز الرحمن لکھتے ہیں:

سوال (۳۱۳۴): بعد نماز جنازہ قبل دفن چند مصلیوں (نمازیوں) کا ایصالِ ثواب کے لیے سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ ابن رومہ رلین اور التزام نامہ میں واجبات کے اس کو بدعت بنا دے گا۔ ”کما صرح به الفقهاء فقط“۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۳۵-۴۳۴ دارالاشاعت کراچی)

اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد کچھ فصل کر کے دعا کرنا جائز ہے بلکہ مستحب اور مسنون ہے۔ مثل واجبات کے التزام کرنا ہمارے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے۔

اس بحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی تفسیر بیان القرآن ص ۲۰۰ تفسیر میں لکھا ہے یہاں پر ہم نے چند اقتباس درج کیے ہیں جو حضرات اس کو پوری تفصیل سے سمجھنا چاہتے ہوں وہ اصل تفسیر کا مطالعہ کریں۔

دفن کے بعد قبر پر

نماز جنازہ پڑھنا

۶۶ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى

الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی

انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان الشیبانی نے حدیث بیان کی انہوں

نے کہا: میں نے اشعثی سے سنا انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر

دی جو نبی ﷺ کے ساتھ ایک منفرد قبر کے پاس بے گزرا تھا

آپ نے مسلمانوں کی امامت کی اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز

پڑھی میں نے پوچھا: اے ابو عمرو! آپ کو کس نے یہ حدیث بیان کی

انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

۱۳۳۶ - حَدَّثَنَا حَبَّاجُ بْنُ سُبَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ

شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ أَنَّ سَلَمَةَ

الشَّعْبِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرِ مَنْبُذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَلُّوا خَلْفَهُ. قُلْتُ

مَنْ حَدَّثَكَ هَذَا يَا أَبَا عَمْرٍو؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَسْوَدَ رَجُلًا أَوْ امْرَأَةً كَانَ يَقُمُ الْمَسْجِدَ فَنَاتَ وَلَمْ يَعْلَمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهِ، فذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ ذَلِكَ الْإِنْسَانُ؟ قَالُوا مَاتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ أَفَلَا أَذْنُومُونِي. فَقَالُوا إِنَّهُ كَانَ كَذًا وَكَذًا قِصَّتُهُ. قَالَ فَحَقِّرُوا شَأْنَهُ، قَالَ فَذَلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ. فَاتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام مرد یا عورت جو مسجد کی صفائی کرتا تھا پس وہ فوت ہو گیا اور نبی ﷺ کو اس کی وفات کا علم نہیں ہوا پس ایک دن آپ نے اس کا ذکر کیا پس فرمایا: اس انسان کو کیا ہوا؟ مسلمانوں نے بتایا: یا رسول اللہ! وہ فوت ہو گیا آپ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی پس مسلمانوں نے کہا: اس کا اس طرح اور اس طرح قصہ ہے انہوں نے اس کو کم حیثیت کا سمجھا تھا آپ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر بتاؤ پھر آپ اس کی قبر پر آئے اور اس پر نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۸ میں گزر چکی ہے۔

## ۶۷ - بَابُ الْمَيِّتِ يَسْمَعُ خَفَقَ النِّعَالِ

۱۳۳۸ - حَدَّثَنَا عِيَّاشُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ح. وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي الْقَبْرِ وَتَوَلَّى وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قُرْعَ بِلَهِمْ نَادَاهُ فَاقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُ اللَّهُ إِنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، فَيَقُولَانِ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ أَيْدِيكَ أَيْدِيكَ بِهَذَا الْعَبْدِ بْنِ الْبَجَرِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوْ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ لَا أَذْرِي، كُنْتَ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ. فَيُقَالُ لَا ذَرِيَّتَ وَلَا تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِّنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ. [طرف الحديث: ۱۳۷۴]

مردہ جو توں کی آواز (بھی) سنتا ہے  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی (ح) انہوں نے کہا: مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انس نے کہا: انس سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب بندہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان کے جو توں کی آواز سنتا ہے پھر اس کے پاس وہ فرشتے آکر اس کو مخاطبیتے ہیں اس سے کہتے ہیں: تم نے کھنڈ (ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس وہ کہتا ہے: میں کہتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جائے گا: دیکھو! تمہارے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں تھی اللہ نے اس کو تمہارے لیے جنت میں بیٹھنے کی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے نبی ﷺ نے فرمایا: پس وہ ان دونوں جگہوں کو دیکھے گا رہا کافریا منافق تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے پس اس سے کہا جائے گا: تو نے عقل سے جانا نہ قرآن مجید کی تلاوت کی پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی

(صحیح مسلم: ۲۸۷۰، رقم المسلسل: ۷۰۸۳، سنن ابوداؤد: ۳۷۵۲۔)

۳۲۳۱ سنن نسائی: ۲۰۳۹، التلخیص: ۸۶۳، صحیح ابن حبان:

۳۱۲۰ 'الشریعہ' لٹا جری ص ۳۶۶-۳۶۵ 'مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ طبع قدیم' جائے گی جس سے وہ چلائے گا اور اس کے چلانے کو جن اور انس  
 مسند احمد ج ۱: ۱۲۲-۱۲۳ ج ۱۹ ص ۲۸۹-۲۹۰ 'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع کے علاوہ اس کے قریب کی تمام چیزیں سنیں گی۔  
 المسانید لابن جوزی: ۱۲۵ 'مکتبۃ الرشدریاض' ۱۳۲۶ھ

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عیاش بن الولید (۲) عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ السامی (۳) خلیفہ بن خیاط (۴) یزید بن زریع (۵) سعید بن ابی عروبہ  
 (۶) قتادہ بن دعامہ (۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۰۶)

منکر نکیر کا معنی اور فرشتوں کا آپ کا نام لینا اور وصف رسالت کا ذکر نہ کرنا اور اس کی توجیہ

اس حدیث میں "فروع نعالمهم" کا ذکر ہے اس کا معنی ہے: جو لوگ میت کو دفن کر کے واپس جا رہے تھے مردہ ان کے جوتوں  
 کے چلنے کی آواز کو سنتا ہے۔

اس میں ذکر ہے: اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں ان کو منکر نکیر کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خلقت اور بناوٹ  
 آدمیوں کی طرح ہوتی ہے نہ فرشتوں کی طرح ہوتی ہے نہ جانوروں کی طرح نہ حشرات الارض کی طرح بلکہ ان کی بناوٹ بالکل عجیب  
 و غریب ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کو ان کی شکل سے کہیں انہیں نہ آئے اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں کی تکریم کے لیے بنایا تاکہ وہ ان کو  
 ثابت قدم رکھیں اور کافر کی اہانت کے لیے تاکہ اس کی قیامت سے بے غصہ دیا جائے۔ فرشتہ اس سے کہیں گے: تم اس شخص محمد  
 (ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ فرشتے آپ کا تعظیم اور اس کے ذکر نہیں کریں گے۔ ان سے کہیں گے کہ تم رسول اللہ ﷺ  
 کے متعلق کیا کہتے تھے؟ کیونکہ یہ امتحان کا موقع ہے تاکہ تعظیم اور توقیر سے میت کو جواب کی طرف نہ اشارہ ہو۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۰۸-۲۰۷)

### فرشتوں کے سوال کے وقت رسول ﷺ کی طرف اشارہ کرنے کی تحقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

فرشتے کہیں گے: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ فرشتے آپ کی طرف لفظ "ہذا" سے اشارہ کریں گے اس کی وجہ یہ ہے  
 کہ آپ کی شخصیت مشہور ہے اور اگرچہ آپ ہم سے غائب ہیں مگر اے ذہنوں میں حاضر ہیں یا آپ کی ذات شریفہ درج میں  
 حاضر ہوگی اس طرح کہ فرشتے آپ ﷺ کی مثال حاضر کر دے تاکہ آپ کے جہاں جہاں رائے کے مشاہد سے انہوں کے  
 سوال کی گرہ کھل جائے اور آپ کی ملاقات سے نور سے فراق کی ظلمت دور ہو جائے اور ان میں مستافان زیارت کے لیے یہ بشارت  
 ہے کہ اگر وہ قبر میں آپ کی زیارت کی امید سے خوشی سے موت کا استقبال کریں تو اس کی گنجائش ہے۔

(امعة الممعات ج ۱ ص ۱۲۳ 'مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ')

مصنف کے نزدیک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خواص مقربین اور اولیاء اللہ کی قبروں میں نبی ﷺ خود تشریف لے جائیں اور فرشتے  
 آپ کی طرف اشارہ کر کے کہیں کہ تم اس شخص محمد (ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے اور عام مسلمانوں اور آپ کی قبر انور کے درمیان جو  
 تجابات ہیں ان کو اٹھا کر قبر والے سے سوال کیا جائے اور کفار کو آپ کی مثال دکھا کر سوال کیا جائے کہ جن کی یہ مثال ہے ان کے متعلق  
 تم دنیا میں کیا کہتے تھے؟ اور چونکہ آپ کی زیارت نعمت ہے اس لیے کفار کو اس نعمت سے محروم رکھا جائے گا۔

## قبر والا آپ کے متعلق قبر میں وہی کہے گا جو دنیا میں کہتا تھا

فرشتے یہ نہیں پوچھیں گے کہ تم اب ان کے متعلق کیا کہتے ہو؟ بلکہ یہ پوچھیں گے کہ تم ان کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے؟ سو آپ کے متعلق جو شخص جو کہتا ہو گا وہی قبر میں کہہ دے گا۔

شیخ خلیل احمد انیسوی متوفی ۱۳۴۶ھ نے لکھا ہے:

پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کا تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائے کہ زیادہ ہو۔ (بر احسن قاطعہ ص ۵۲، مطبع بامال دہلوی ہند)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

بندہ مسکین یہ کہتا ہے کہ مؤمن عارف سید المرسلین و امام العارفین سے حقیقت روح کے علم کی نفی کیسے کر سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ پر اولین اور آخرین کا علم کھول دیا ہے روح انسان کا علم آپ کے علوم کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے وہ آپ کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور آپ کے بیضاء علم کا ایک ذرہ ہے۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۱-۳۰، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

سو اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ علماء دین اور غیر مقلدین قبر میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق وہی کہیں گے جو دنیا میں کہتے تھے اور علماء اہل سنت قبر میں فرشتوں کے جواب میں وہی کہیں گے جو دنیا میں آپ کے متعلق کہتے تھے۔

اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں: جس کا نام اعلیٰ ہے وہ کون ہے؟ (نظم الايمان) (کلاں) ص ۲۸، طبع لاہور)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت متوفی ۱۳۴۰ھ فرماتے ہیں:

حیراں ہوں یہ بھی ہے، خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب ہے عبدیت کہاں

برخ ہیں سرحد یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حق یہ کہ ہیں عبد الہ اور عالم آثار کے ستار

(حدائق بخشش ج ۱ ص ۳۹، فرید بک شال لاہور)

حافظ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے کہ قبر میں میت سے اس کے اعتقاد اور نظریہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(فتاویٰ رضویہ ص ۱۳۲)

## قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے کی تحقیق

اس حدیث میں ذکر ہے کہ مردہ قبر میں جوتیوں کی آواز سنتا ہے اس سے معلوم ہے کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا جائز ہے تاہم اس کے خلاف یہ حدیث ہے:

بشیر مولیٰ رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ جاہلیت میں ان کا نام زحم بن معبد تھا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی تو آپ نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: زحم آپ نے فرمایا: بلکہ تم بشیر ہو انہوں نے بیان کیا کہ میں چل رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ مشرکین کی قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے تین بار فرمایا: ان لوگوں نے خیر کثیر پر سبقت کی ہے پھر مسلمانوں کی قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے خیر کثیر کو پالیا پھر آپ نے نظر اٹھائی تو ایک آدمی قبروں کے درمیان سے جوتے پہنے ہوئے چل رہا تھا تو آپ نے فرمایا: اے جوتوں والے! تجھ پر افسوس ہے! اپنے جوتے اتار دے اس شخص نے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا پھر اس نے جوتے اتار کر پھینک دیئے۔



(سنن ابوداؤد: ۳۲۳۰ سنن نسائی: ۲۰۴ سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۸)

علامہ شمس الدین عبدالرحمان بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ نے لکھا ہے:

جب کوئی شخص قبرستان میں داخل ہو تو مستحب یہ ہے کہ جوتے اتار دے۔ (الشرح الکبیر ج ۳ ص ۲۸۰ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے لکھا ہے کہ قبرستان میں جوتے پہن کر جانا جائز ہے فقہاء تابعین میں سے حسن بصری، ابن سیرین، النخعی اور ثوری کا یہی موقف ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور ان کے بعد کے جمہور فقہاء کا یہی مختار ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ آپ نے اس شخص کو جوتے اتارنے کا اس لیے نہیں فرمایا تھا کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا ممنوع ہے، بلکہ آپ نے اس لیے منع فرمایا تھا کہ اس کے جوتوں پر گندگی لگی ہوئی تھی۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ آپ نے جوتے پہن کر چلنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ جوتے پہن کر چلنا امیر آدمیوں کا طریقہ ہے اور قبرستان میں تواضع اور خضوع اور خشوع سے چلنا چاہیے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں صرف ایک واقعہ کی حکایت کی ہے اور یہ اباحت کا تقاضا کرتی ہے نہ کہ تحریم کا اور آپ نے قبروں کے احترام کی وجہ سے جوتے اتارنے کا حکم دیا جس طرح آپ نے قبروں پر ٹیک لگانے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۳-۲۱۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### فرشتوں کے سوال کے بعد قبر والے کا حال اور نیک مسلمانوں کی روضوں کا قبروں پر آنا

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب فرشتے سوال سے فارغ ہو جاتے ہیں تو پھر میت کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میت سعید ہو تو اس کی روح جنت میں ہوتی ہے، اگر شقی ہو تو اس کی روح جہنم میں ہوتی ہے، وہ ساتویں زمین میں دوزخ کے کنارے ایک پتھر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک قوم برزخ میں ہوتی ہے، وہ جنت میں ہے نہ دوزخ میں اور اس کی دلیل اصحاب الاعراف کا قصہ ہے۔

جو مسلمان مرتکب کبیرہ ہیں، ان کے متعلق کیا کہا جاتا ہے؟ کیا ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ تم صالح کی طرح سو جاؤ یا ان سے سکوت کیا جاتا ہے۔ ان کے متعلق حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف منظر ہیں۔ (عیلیٰ نفلہ)

ایک تو یہ ہے کہ نیک مسلمانوں کی روضوں پر مطلع ہوتے ہیں اور ان میں سے اکثر بہت کم رات کو مطلع ہوتے ہیں اور ہفتہ کی رات کو طلوع آفتاب تک وہ زندوں کے اعمال کو دیکھتی ہیں اور نیک مسلمانوں میں سے جو فوت ہو جائیں ان سے سوال کرتی ہیں کہ فلاں شخص نے کیا کیا، اگر اس کے نیک اعمال کا ذکر کیا جائے تو وہ کہتے ہیں: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھنا اور اگر اس کے خلاف ہو تو وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو رجوع کی توفیق دینا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنی قبروں میں ہوتے ہیں تو جو ان کو سلام کرتا ہے وہ اس کا سلام سنتے ہیں اور اگر ان کو اجازت دی جائے تو وہ اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### حدیث مذکور کے دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور یہ عذاب کفار کو ہوگا اور ان فساق مسلمانوں کو ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ عذاب دینا چاہے گا۔ فرشتوں کا سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے یا پچھلی امتوں سے بھی فرشتے سوال کرتے تھے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقائد میں تقلید مذموم ہے کیونکہ منافق یہ کہے گا کہ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی کہہ دیا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ فرشتوں کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے میت میں روح لوٹائی جائے گی پھر دوبارہ وہ مر جائیں گے تو ان کو عارضی حیات دی جائے گی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۴ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

### مردوں کے سننے کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب لوگ مردہ کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں ہم نے اپنی تفسیر 'تبیان القرآن میں الانفال: ۱۴ کی تفسیر میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ یہ بحث 'تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۹۰-۵۷۷ پر پھیلی ہوئی ہے جن قارئین کو اس موضوع سے دل چسپی ہے وہ اس بحث کا ضرور مطالعہ کریں۔

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۵۰۸۱-ج ۷ ص ۹۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث (۱) قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟ (۲) آیا پچھلی امتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس امت کے ساتھ مخصوص ہے؟ (۳) آیا انبیاء علیہم السلام اور نابالغ بچوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟ (۴) قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق (۵) قبر کے سوال میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کی تحقیق (۶) قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا؟ (۷) انکار اور بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا (۸) قبر میں مردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق (۹) قبروں کی زیارت کرنا اور قبروں کا زائچہ دینا کو پہچاننا ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا (۱۰) روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق (۱۱) روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا (۱۲) زیارت قبور کا بیان (۱۳) زیارت قبور کے متعلق احادیث (۱۴) فقہاء احناف کے نزدیک قبروں کے لیے زیارت قبور کا حکم (۱۵) فقہاء حنبلیہ کے نزدیک قبروں کے لیے زیارت قبور کا حکم (۱۶) فقہاء مالکیہ کے نزدیک قبروں کے لیے زیارت قبور کا حکم (۱۷) فقہاء شافعیہ کے نزدیک قبروں کے لیے زیارت قبور کا حکم (۱۸) ان کے حکم کی تحقیق (۱۹) سماع موتی کی تحقیق (۲۰) منشاء منشاء سماع موتی سے انکار اور اس کا جواب۔

جوارض مقدسہ یا اس کی مثل جگہ میں  
دفن ہونے کو پسند کرے

۶۸ - بَابُ مَنْ أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الْأَرْضِ  
الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں امام عبد الرزاق نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ابن طاووس از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

۱۳۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَلَمَّا جَاءَهُ صَغُهُ فَرَجَعَ

إِلَىٰ رَبِّهِ، فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلَىٰ عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ! فَرَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ، وَقَالَ ارْجِعْ، فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَىٰ مَتْنِ ثَوْرٍ، فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ. قَالَ أَيُّ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ. قَالَ فَاَلَا نَ، فَسَأَلَ اللَّهُ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمِيَةً بِحَجَرٍ. قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ ثُمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ، إِلَىٰ جَانِبِ الطَّرِيقِ، عِنْدَ الْكُثَيْبِ الْأَحْمَرِ. [طرف الحديث: ۳۴۰۷]

کی طرف ملک الموت کو بھیجا گیا، جب ان کے پاس ملک الموت آیا تو انہوں نے اس کو ایک تھپڑ مارا، وہ اپنے رب کی طرف لوٹ گیا، پس کہا: تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ ہی نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا: جاؤ! ان سے کہنا: آپ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں، آپ کے ہاتھ سے جتنے بال چھپیں گے تو ہر بال کے بدلے میں آپ کی ایک سال عمر ہوگی، حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر موت ہوگی! حضرت موسیٰ نے کہا: پھر ابھی ہو جائے، پھر اللہ سے سوال کیا کہ وہ ان کو ارض مقدسہ سے اتنی دور کر دے، جتنی دور پتھر پھینکنے سے جاتا ہے، حضرت ابو ہریرہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تم کو ان کی قبر دکھاتا، وہ راستہ کی جانب سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۷۴، رقم السلسل: ۵۰۳، سنن نسائی: ۲۰۸۹، مسند احمد: ۵۳۰، مسند ابی حنبلہ: ۶۲۲۳، الاسماء والصفات ص ۳۹۲، السنن لابن ابی عاصم: ۵۹۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶، ج ۱ ص ۸۳، مسند ابی حنبلہ: ۶۲۲۳، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۴۶۱، مکتبۃ الرشدریاض ۱۴۲۶ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان (۲) عبدالرزاق بن حنبلہ (۳) عمر بن راشد (۴) عبد اللہ بن طاؤس (۵) طاؤس بن کيسان (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ملک الموت کو تھپڑ مارنا، کیا کوئی معیوب کام تھا؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی ص ۳۹ لکھتے ہیں:

ابوبکر بن ساق بن خزیمہ نے کہا: بعض اہل بیت اور صحابہ نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مارنا نہیں، اگر انہوں نے ان کو پہچان لیا تھا تو ان پر ظلم کیا اور اللہ کے رسول کی توہین کرنا ہے اور اگر انہوں نے ملک الموت کو نہیں پہچانا تھا تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ سے بعید ہے اور حشو یہ نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ملک الموت کے تھپڑ مارا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا قصاص نہیں لیا اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

امام ابن خزیمہ نے اس کے جواب میں کہا: یہ ان لوگوں کا اعتراض ہے جو بصیرت سے محروم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ان کی روح قبض کرنے کے ارادہ سے نہیں بھیجا تھا بلکہ حضرت موسیٰ کے امتحان اور ان کی آزمائش کے لیے ان کی طرف ملک الموت کو بھیجا تھا، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو قتل کر دیں بلکہ ان کو آزمائش کرنے کا حکم دیا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے

ان کے بیٹے کا ندیہ بھیج دیا اور ایک دنبہ کو ذبح کرادیا اور فرمایا:

وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمَ ۚ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا. اور ہم نے ان کو نداء کی کہ اے ابراہیم! آپ نے اپنا

(الشفت: ۱۰۵-۱۰۳) خواب سچا کر دیا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح کو قبض کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ ضرور ان کی روح کو قبض فرمالیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کو کر گزرتا ہے اس نے فرمایا ہے:

وَإِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ (النحل: ۴۰) اور جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ہو جا، سو وہ ہو جاتی ہے ۝

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھپڑ مارنا مباح تھا کیونکہ انہوں نے آدمی کی صورت میں ایک شخص کو دیکھا جو ان کے پاس آیا اور ان کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ ملک الموت ہے اور جو شخص کسی مسلمان کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر دیکھ رہا ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی آنکھ پھوڑنے کو مباح کر دیا ہے حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے پس وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں تو اس میں دیت ہے نہ قصاص ہے۔

(مشکل الآثار: ۹۳۹: ۷۱، مع ابن حبان: ۱۰۳، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۵)

اور یہ محال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم ہو کہ یہ ملک الموت ہے۔ ان کی آنکھ پھوڑ دیں۔ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے اور انہوں نے ابتداء میں نہیں پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں حتیٰ کہ خود فرشتوں نے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء میں پتا چل جاتا کہ یہ فرشتے ہیں تو محال تھا کہ وہ ان کے پاس بھنا ہوا بچھڑا لے کر آتے کیونکہ فرشتے طعام نہیں کھاتے، اور حضرت ابراہیم کا ان سے مذاکرہ ہوا تو انہوں نے کہا: آپ مت ڈریں بے شک ہمیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی طرح بھیج دیا ہے۔ فرشتہ حضرت مریم کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو نہیں پہچانا اور ان سے پناہ طلب کی اور اگر حضرت مریم کو ابتداء پتا ہوتا کہ یہ فرشتہ ہے اور انہیں ایسے بیٹے کی بشارت دینے آیا ہے جو مادرزاد اندھوں کو بینا کرے گا اور کوڑھیوں کو تندرست کرے گا اور وہ اللہ کا نبی ہوگا تو وہ اس فرشتہ سے پناہ طلب نہ کرتیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو آدمیوں کی صورتیں پیش کرتے۔ فرشتے آئے اور حضرت داؤد نے ان کو نہیں پہچانا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے لیے بھیجا تھا کہ ان میں سے ایک کا نام مرے ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس سے فرشتہ داؤد علیہ السلام کو بھیجا تھا کہ اس سے فرشتہ آئے اور وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور نادام ہوئے قرآن مجید میں ہے:

وَضَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا. اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا

(ص: ۲۴) ہے پس انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں

جھک گئے۔

تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اچانک ملک الموت آئے اور انہوں نے ان کو نہیں پہچانا تو اس میں کون سے تعجب کی بات

ہے۔

رہا جہمیوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو لگائے ہوئے تھپڑ کا بدلہ نہیں لیا تو یہ ان کی جہالت کی دلیل ہے ان کو کس نے یہ



خبر دی کہ فرشتوں اور آدمیوں کے درمیان قصاص ہوتا ہے اور ان کو کس نے یہ خبر دی کہ ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قصاص طلب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا قصاص نہیں لیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اس قتل کا قصاص نہیں لیا۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے سامنے جب دو عورتوں نے ایک بچہ کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کا بچہ ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ اس بچہ کو چھری سے کاٹ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں اور ہر عورت کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا جائے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حکم اس لیے نہیں دیا تھا کہ اس پر عمل کیا جائے بلکہ انہوں نے یہ حکم آزمانے کے لیے دیا تھا تاکہ ان پر منکشف ہو جائے کہ حقیقت میں یہ بچہ کون سی عورت کا ہے کیونکہ ماں اپنے بچہ پر شفیق ہوتی ہے، وہ کبھی اس بچے کے ٹکڑے کرنے پر راضی نہیں ہوگی، سو ایک عورت نے کہا: ٹھیک ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیں، اور دوسری نے کہا: اس کے دو ٹکڑے نہ کریں اور بچہ اس مدعیہ کو دے دیں، وہ زندہ تو رہے گا، پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ یہی عورت اس بچہ کی حقیقی ماں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت کو آزمائش کے لیے بھیجا تھا نہ کہ حقیقتہً ان کی روح کو قبض کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کتنی مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ بے شک اللہ کسی نبی کی روح کو قبض نہیں فرماتا حتیٰ کہ اس کو اختیار دے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۹۹۰)

اور حتیٰ کہ اس کو جنت میں اس ٹھکانا رکھا دے تو جب تک حضرت موسیٰ کو جنت میں اس کا مقام نہیں دکھایا تھا تو ملک الموت کو ان کی روح قبض کرنے کا حکم دینا جائز نہ تھا، پس حضرت ملک الموت کو صوفیہ آزمائش کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ سوال کیا تھا کہ ان کو ارض مقدسہ کے قریب کر دیا جائے تو یہ سوال اس جگہ کی فضیلت کی وجہ سے تھا کیونکہ اس زمین میں انبیاء اللہ اور صالحین کی قبریں تھیں، پس حضرت موسیٰ نے اپنی وفات کے بعد صالحین کے قرب اور جوار کو پسند فرمایا کیونکہ نیک مسلمان ایسی جگہوں کا قصد کرتے ہیں اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور ان کا دعا کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۲-۳۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے بھی علامہ ابن بطال کی اس تقریر کو بعینہ نقل کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۵-۲۱۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ارض مقدسہ سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر روح قبض کرنے کی دعا کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن عمر شافعی شافعی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ جب وہ ارض مقدسہ یعنی بیت المقدس سے پتھر پھینکنے کے فاصلہ پر ہوں، اس وقت ان کی روح قبض کر لی جائے، ہو سکتا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں دخول سے منع فرما دیا تھا اور چالیس سال تک ان کو میدان تیہ میں چھوڑے رکھا یہاں تک کہ موت نے ان کو فنا کر دیا، پس حضرت یوشع علیہ السلام کے ساتھ صرف ان کی اولاد ارض مقدسہ میں گئی، اور جن لوگوں پر پہلے ارض مقدسہ میں دخول ممتنع کر دیا گیا تھا، ان میں سے کوئی بھی داخل نہیں ہوا، اور ارض مقدسہ کی فتح سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام فوت ہوئے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے، پس جبارین کے غلبہ کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ارض مقدسہ میں داخل ہونا ممکن نہیں ہوا اور نہ ہی تدفین کے بعد ان کی قبر کو وہاں سے منتقل کرنا ممکن تھا اور جب وہ ارض مقدسہ کے قریب دفن ہوئے تو گویا ارض مقدسہ میں ہی مدفون ہوئے، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارض

مقدسہ سے پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر تدفین کو اس لیے پسند فرمایا نہ کہ ارض مقدسہ میں کیونکہ ان کی زندگی میں جہارین کے تسلط کی وجہ سے ان کا ارض مقدسہ میں دخول ممکن نہ تھا۔

میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنے کے متعلق اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ اس وجہ سے دفن میں تاخیر ہوتی ہے اور میت کے احترام میں کمی ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر کوئی غرض رائج ہو جیسے میت کے لیے صالحین کا قرب مطلوب ہو تو اس کو منتقل کرنا مستحب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر مکروہ تحریمی ہے، امام شافعی نے کہا ہے کہ فضیلت والی زمین جیسے مکہ ہے اس میں دفن کرنے کے لیے میت کو منتقل کرنا مستحب ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۷۸، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے حافظ ابن حجر کی اس شرح کو بھی من وعن نقل کر دیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کے دیگر فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کی بارگاہ میں بہت بڑا مرتبہ تھا کیونکہ انہوں نے حضرت ملک الموت علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل اعتبار نہیں فرمایا۔

اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ فضیلت والی جگہوں اور صالحین کے مزارات کے قرب میں دفن کرنا مستحب ہے۔

حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ آپ بیل کی پشت پر اتمہ رکھ دیں جتنے دن آپ کے ہاتھ نیچے آئیں گے تو ہر بال کے بدلہ میں ایک سال آپ کی عمر بڑھادی جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عمر بہت طویل ہے اور قیامت ابھی بہت دور ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۱۱ - ۱۰۱۲ ص ۶۳۸ پر درج ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملک الموت پھر مارنے کے وجہ ② عین کے قرب میں دفن کرنے کا استحباب۔

رات کو دفن کرنا

۶۹ - بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کورات میں دفن کیا گیا۔

وَذَكَرَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَيْلاً

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کورات میں دفن کیا، پھر بعد میں غل میں رکھ کر تین رکعات

وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۵۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۸۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۱۳۴۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بَلِيلَةً قَامَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَكَانَ سَأَلَ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا فُلَانٌ دُفِنَ الْبَارِحَةَ فَصَلُّوا عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الشیبانی از الشعبي از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ایک شخص کے دفن کیے جانے کے بعد رات کو اس کی نماز جنازہ پڑھی آپ نے پوچھا: یہ کون ہے مسلمانوں نے کہا: یہ فلاں شخص ہے جسے رات کو دفن کر دیا گیا تھا۔

پس مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵۷ میں گزر چکی ہے۔

### قبر پر مسجد کو بنانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام الاوالہ خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ بیمار ہو گئے تو آپ کی بعض ازواج نے ایک گرجے کا ذکر کیا جس کو انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ حبشہ کی سرزمین میں گئی تھیں پس انہوں نے اس کی خوب صورتی اور اس میں لگی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا پھر فرمایا: جب ان لوگوں میں سے کوئی نیک آدمی مر جاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ بنا دیتے ہیں یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

### ۷۰ - بَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ

۱۳۴۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ بَعْضَ نِسَائِهِ كَنْبُسَةَ رَأَيْنَاهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ وَكَانَتْ أُمَّ سَلَمَةَ وَأُمَّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرْنَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرِ فِيهَا فَرَفَعَ رَأْسَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمْ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ أُولَئِكَ بَشَرَارُ الْخَلْقِ نَدَى اللَّهُ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے۔

### عمارت کا قبر میں کون داخل ہوگا؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حلال بن علی نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پس میں نے کہا کہ آپ کی قبر پر آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپ نے پوچھا: تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں آپ نے فرمایا: تم ان کی قبر میں اترؤ پس حضرت ابو طلحہ آپ کی صاحب زادی (حضرت رقیہ) کی قبر میں اترے پس ان کو قبر میں اتارا۔ ابن المبارک نے بیان کیا: یحییٰ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے: جس نے رات کو گناہ نہ کیا ہو امام بخاری نے کہا: قرآن مجید میں "لیقتلوا" کا معنی ہے: تاکہ وہ گناہ کریں۔

### ۷۱ - بَابُ مَنْ يَدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ

۱۳۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَا قَالَ حَدَّثَنَا بَنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هَلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِسَرِّ نَمْلٍ فَقَالَ فَرَسَاتُ لَنَا فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ مِنْ عَدُوٍّ لِقَارِبِ الْأَنْفِ فَقَالَ بَنُو طَلْحَةَ أَنَا قَالَ فَاَنْزِلْ فِي قَبْرِهَا. فَزَلْ فِي قَبْرِهَا فَقَبْرَهَا. قَالَ ابْنُ الْمُبَارِكِ قَالَ فُلَيْحٌ أَرَاهُ يَعْنِي الدَّئِبَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (الانعام: ۱۱۳) أَيْ لِيَكْتَسِبُوا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

## ۷۲- بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الشَّهِيدِ

## شہید پر نماز جنازہ پڑھنا

۱۳۴۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ وَلَمْ يَغْسِلُوهُمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ. [أطراف الحديث: ۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الليث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبد الرحمن بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ شہداء احد میں سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کر رہے تھے پھر آپ پوچھتے: ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد تھا؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو لحد میں مقدم رکھتے اور فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں پر گواہ ہوں گا اور آپ نے حکم دیا کہ ان کو ان کے خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے اور ان کو غسل نہ دیا جائے اور نہ ان پر نماز پڑھی جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۳۹-۳۱۳۸، سنن ترمذی: ۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۵۳، سنن ابی داؤد: ۱۵۳، مع السانید لابن جوزی: ۹۹۶، مکتبۃ الرشید ریاض)

۱۳۲۶ھ المسند الطحاوی: ۱۰۹

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التیمی (۱) لیث بن سعد (۲) محمد بن اسمعیل بن شہاب الزہری (۳) عبد الرحمن بن کعب بن مالک ابو الخطاب الانصاری السمری (۵) حضرت پیر بن عبد اللہ بن علی رضی اللہ عنہما (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۲۰)

## ضرورت کی وجہ سے دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

... کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ضرورت کی وجہ سے دو آدمیوں کو ایک قبر میں لپیٹ کر دفن کرنا جائز ہے اور ان میں سے جس کو قرآن مجید زیادہ یاد ہو اس کو لحد میں مقدم کر دیا جائے اور اس میں قرآن بیدلی فضیلت کی دلیل ہے نیز اگر ضرورت ہو تو دو سے زیادہ آدمیوں کو بھی ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔

## شہید کو غسل نہ دیا جانا

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

عامر نے کہا: جس شخص کو چوروں نے قتل کر دیا ہو اس کو اس کے کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

غنیم بن قیس کہتے تھے کہ شہید کو اس کے کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔



(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو نبی ﷺ کے حکم سے ان کو غسل دیا گیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۱۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۰۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔ (المسند رک ج ۳ ص ۱۹۵)

حضرت حمزہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما کی خصوصیت ہے کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا کیونکہ وہ دونوں حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۶)

شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان شہیدوں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی، اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام ترمذی باب مذکور کی حضرت جابر کی روایت کردہ حدیث کو روایت کر کے لکھتے ہیں:

شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا: شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، یہ اہل مدینہ کا قول ہے، امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔

اور بعض نے کہا کہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے، یہ ثوری، فقہاء احناف اور اسحاق کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ج ۳ ص ۳۷۷، المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام ابن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور اس میں سات تکبیریں پڑھیں، پھر آپ کے پاس جو شہید بھی لایا گیا آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی پڑھی، حتیٰ کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی، نیز امام ابن الاثیر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نماز جنازہ میں چار تکبیرات پڑھتے تھے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر آپ نے ستر تکبیرات پڑھیں۔

ابو احمد العسکری نے کہا: سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پہلے شہید تھے، جن کی رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن عمر نے بیان کیا کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اترے اور رسول اللہ ﷺ ان کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا: فرشتے حمزہ کو غسل دے رہے تھے کیونکہ وہ اس دن جنبی تھے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہداء میں سے وہ پہلے شخص تھے جن کی رسول اللہ ﷺ نے اس دن نماز جنازہ پڑھی، اور ان پر چار تکبیرات پڑھیں، پھر شہداء کو آپ کے پاس جمع کیا گیا، پھر جس شہید کو بھی لایا جاتا اس کو سیدنا حمزہ کے پہلو میں رکھا جاتا، آپ سیدنا حمزہ پر نماز پڑھتے اور اس شہید پر نماز پڑھتے حتیٰ کہ آپ نے ستر مرتبہ حضرت سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۷۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن نبی ﷺ کے سامنے دس شہیدوں کو رکھا گیا تو آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی اور سیدنا حمزہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۱۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۳)

امام طحاوی فرماتے ہیں: ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شہداء کو غسل نہیں دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد کے دن حضرت حمزہ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت حمزہ کی بہن) ان کو ڈھونڈ رہی تھیں ان کو پتا نہیں تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو چکا ہے پھر وہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ملیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اپنی والدہ کو بتائیں کہ (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں) حضرت زبیر نے حضرت علی سے کہا: آپ اپنی پھوپھی کو بتائیں حضرت صفیہ نے کہا: حضرت حمزہ کو کیا ہوا؟ ان دونوں نے کہا: ہم کو پتا نہیں پس نبی ﷺ آئے پس آپ نے فرمایا: مجھے صفیہ کی عقل پر خطرہ ہے پھر آپ نے حضرت صفیہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور ان کے لیے دعا کی پس حضرت صفیہ نے کہا: ”انا لله وانا اليه راجعون“ اور رونے لگیں پھر آپ آ کر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوئے اور ان کے اعضاء کاٹے جا چکے تھے پس آپ نے فرمایا: اگر مجھے عورتوں کی چیخ و پکار کا خطرہ نہ ہوتا تو میں حمزہ کو یوں ہی چھوڑ دیتا حتیٰ کہ پرندوں کے پوٹوں اور درندوں کے بیٹوں سے ان کا حشر کیا جاتا پھر آپ نے شہداء کو حکم دیا پھر آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنے لگے پس نو دیگر شہداء تھے اور ایک سیدنا حمزہ تھے آپ نے ان پر سات تکبیرات پڑھیں اور باقی شہداء کو اٹھالیا گیا اور سیدنا حمزہ کو رہنے دیا گیا پھر نو دیگر شہداء بلائے اور ان پر سات تکبیرات پڑھیں حتیٰ کہ آپ ان کی نماز جنازہ سے فارغ ہو گئے۔

(المعجم الکبیر: ۲۹۳۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، المستدرک: ۴۸۹۵، ج ۳ ص ۱۹۸)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۵۸۰ھ نے بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۲، نشر المنہ لملتان)

### شہید پر نماز جنازہ کی نفی پر علامہ ابن بطلال کے دلائل اور ان کے جوابات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۹۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء مالکی، شافعی، حنبلی، حنفی اور امام مالک نے کہا: میں نے اس علم سے یہ نہ ہے کہ سنت یہ ہے کہ شہداء کو غسل نہیں دیا جائے نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور ان کے جسد میں دفن کر دیا جائے گا جن میں وہ شہید تھے یہ عطاء النخعی، الحکم، اللیث، امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے عکرمہ نے کہا: شہید کو اس لیے غسل نہیں دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پاک کر دیا ہے لیکن اس پر نماز پڑھی جائے گی اور سعید بن المسیب اور حسن بصری نے کہا ہے کہ شہید کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی کیونکہ ہر مردہ جنبی ہوتا ہے۔

امام مالک اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ شہداء احد کو غسل دیا گیا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۳، المستدرک: ۱۳۹۲-۱۳۹۱، دار المعرفۃ، بیروت)

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے اگر ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہوتی تو مسلمانوں سے مخفی نہ

رہتی۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۲۹-۳۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

میں کہتا ہوں: یہ غلط نقل ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ تمام شہداء احد پر ایک ایک بار نماز جنازہ پڑھی گئی اور حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر ان کی تکریم اور تعظیم کی وجہ سے ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی جیسا کہ امام ابن الاثیر، امام محمد بن سعد، امام طحاوی، امام ابن ماجہ، امام طبرانی، حاکم اور بیہقی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

نیز علامہ ابن بطال ماکی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا  
بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزُقُونَ (آل عمران: ۱۶۹)

اور جو مسلمان اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جا رہا ہے

۰

اللہ تعالیٰ نے ان سے موت کی نفی کی ہے اور ان کے لیے حیات کو واجب کیا ہے پس ان پر نماز جنازہ واجب نہیں ہوگی کیونکہ زندہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل بہت کم زور ہے اگر شہید کی نماز جنازہ پڑھنا اس لیے ناجائز ہے کہ وہ زندہ ہے اور نماز جنازہ مردہ کی پڑھی جاتی ہے تو پھر شہید کو دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا اور اس کی میراث بھی تقسیم نہیں کرنی چاہیے کیونکہ زندہ کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا اور اس کی بیوہ کا کہیں نکاح بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ شخص کی بیوی کا دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے یہ لوگ فقہی تعصب میں اپنی عقل سے فارغ ہو گئے ہیں ان کو یہ خبر نہیں کہ شہید کے زندہ ہونے کا معنی نہیں ہے کہ وہ دنیاوی احکام کے اعتبار سے زندہ ہے حتیٰ کہ اس کی نماز جنازہ ناجائز ہو بلکہ شہید برزخ حیات کے ساتھ زندہ ہے اس لیے اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کی حیات کے منافی نہیں ہے اور شہید کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے حق میں دعا کرنا ہے اور اس کی تکریم ہے سو یہ لوگ شہید کو اس کے حق سے کیوں محروم کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے بڑا کون شہید ہے اور تمام صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی از ابو الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ ایک دن گھر سے نکلے اور آپ نے اہل احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر آپ منبر کی طرف مڑے پس فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک اللہ کی قسم! میں اب بھی اپنے حوض کی طرف ضرور دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں یا فرمایا: روئے زمین کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بے شک مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تم پر یہ خطرہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

۱۳۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَفُتِيَ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ صَارَتْهُ عَلَى الْمَيْتِ ثُمَّ انْصَرَفَ لِمَنْبَرٍ فَقَالَ رَبِّي لَا تَنْظُرُوا إِلَيَّ وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ وَإِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا.

[اطراف الحديث: ۳۵۹۶-۳۰۳۲-۳۰۸۵-۶۳۲۶-۶۵۹۰]

(صحیح مسلم: ۲۲۹۶، رقم السلسل: ۵۸۶۳، سنن ابوداؤد: ۳۲۲۳، سنن نسائی: ۱۹۵۳، شرح مشکل الآثار: ۳۹۰۸، صحیح ابن حبان: ۳۱۹۸، المعجم الکبیر: ۷۶۷-ج ۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳، شرح السنن: ۳۸۲۳، الاحاد والثانی: ۲۵۸۳، مسند ابویعلیٰ: ۱۷۳۸، البعث والنشور ص ۱۶۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۳۳-ج ۲۸ ص ۵۷۸، مسند الطحاوی: ۵۵۸۰، جامع المسانید لابن جوزی: ۵۳۷۹، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا تذکرہ پہلے کئی بار ہو چکا ہے۔

بالعموم شہید کی نماز جنازہ اور بالخصوص سیدنا حمزہ کی نماز جنازہ پر حافظ ابن حجر کا اعتراض

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے ”الام“ میں لکھا ہے کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے شہداء احد پر نماز جنازہ نہیں پڑھی اور وہ جو حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ستر بار حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور جو ان احادیث صحیحہ سے ان کا معارضہ کرتا ہے اس کو اپنے نفس سے حیاء کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۸۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اہل احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اور یہ حدیث صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب صحاح میں بھی مذکور ہے جس کے حوالے ہم نے تخریج میں ذکر کیے ہیں سو اب ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو اس صحیح ۱۱، ص ۷۸۰ حدیث کا انکار کرے اس کو اپنے نفس سے حیاء کرنی چاہیے رہا حضرت سیدنا حمزہ پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھنے پر حافظ ابن حجر یہ اعتراض کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کے علاوہ اس سے متعدد جوابات ذکر کیے ہیں:

حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی ستر نماز پڑھانے کی حدیث اس سند سے روایت کی گئی ہے:

از یزید بن ابی زیاد از مشقم از حضرت ابن عباس۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۳، شرح ابن الاثیر: ۲۸۱۲، المعجم الکبیر: ۲۵۵، المستدرک ج ۳ ص ۱۹۸، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۲)

یزید بن ابی زیاد ان رجال میں سے ہیں جن کے ضعف کے باوجود ان کی حدیث لکھی جاتی ہے امام مسلم اور اصحاب السنن (امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ) نے ان کی حدیث ایت کی ہے امام ابوداؤد نے کہا: میں ایسے کسی شخص کو نہیں مانا جس نے ان کی حدیث کو ترک کیا ہو۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۳۳)

میں کہتا ہوں کہ حافظ مزنی متونی ۷۷۲ھ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

العجلی نے کہا: یہ جائز الحدیث ہیں اپنے بھائی یزید سے ان کا حافظ زیادہ قوی تھا جریر نے کہا: عطاء بن السائب سے ان کا حافظ زیادہ اچھا تھا۔

عبداللہ بن المبارک نے کہا: یہ کیا خوب کریم تھے۔

ابونعیدہ الآجری نے امام ابوداؤد سے روایت کی ہے کہ میرے علم میں کسی نے ان کی حدیث کو ترک نہیں کیا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح (بخاری) کی ”کتاب اللباس“ میں یزید بن ابی زیاد سے التسیہ کے متعلق روایت ذکر کی ہے اور اپنی

کتاب ”رفع الیدین“ اور ”الادب المفرد“ میں ان سے روایت کی ہے اور امام مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۳۱۷-۳۱۶، دار الفکر بیروت ۱۳۱۳ھ)



نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

یزید بن ابی زیاد کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ نے یزید بن ابی زیاد کی حدیث کو اس عبارت کے ساتھ لکھا ہے:

امام ابن اسحاق نے کہا: مجھے اس نے حدیث بیان کی جس پر میں کوئی تہمت نہیں لگاتا، از مقسم مولیٰ عبد اللہ بن الحارث از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ کو لانے کا حکم دیا، پھر ان کو چادر سے ڈھانپ دیا، پھر آپ نے ان پر نماز پڑھائی، پس سات تکبیرات پڑھیں، پھر دیگر شہیدوں کو لایا گیا اور ان کو حضرت حمزہ کے پاس رکھا، پھر ان پر اور حضرت حمزہ پر ایک ساتھ نماز پڑھائی حتیٰ کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر بہتر مرتبہ نماز پڑھائی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۳ ص ۱۰۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۵ھ)

نیز اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے:

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد کے دن حضرت حمزہ کو لانے کا حکم دیا، پس ان کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا، پھر ان پر نماز جنازہ پڑھی، پس نو تکبیرات پڑھیں، پھر دوسرے شہداء کی صفیں بنائیں اور ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے ساتھ حضرت حمزہ کی بھی نماز جنازہ پڑھی۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۱۳)

اس حدیث کی مثل حضرت ابومارہ غزالی سے بھی مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: شہداء احد کو لایا جاتا اور ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ ہوتے، پھر رسول اللہ ﷺ ان سب کو جنازہ پڑھتے، پھر ان کو لایا جاتا، پھر دوسرے نو شہداء لائے جاتے اور حضرت حمزہ اسی جگہ ہوتے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ ان سب کی نماز جنازہ پڑھتے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۸۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۸۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۴۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۰۳، إدارة القرآن، کراچی، سنن دارقطنی: ۱۰۲۴، ج ۱ ص ۳۳۳، دار المعرفۃ، بیروت، اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں بھی روایت کیا ہے، حدیث: ۴۳۵-۴۲۷)

ان احادیث سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ ہر چند کہ نماز جنازہ مکرر نہیں پڑھائی جاتی مگر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی تکریم کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ ستر یا بہتر مرتبہ پڑھی اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کی سند صحیح ہے، ہم نے کثیر طرق اور اسانید سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی سند کو ثابت کیا ہے اور ان دلائل کے سامنے حدیث برہہ ابن حجر کا اعتراض کچھ وقعت نہیں رکھتا اور امام بخاری نے اس باب کی حدیث: ۱۳۴۲ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے شہداء احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتا ہے اور یہ ہم احناف کے موقف پر صحیح اور صریح حدیث ہے۔

شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی حضرت عقبہ کی حدیث پر حافظ ابن حجر کے اعتراضات

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت جابر کی حدیث: ۱۳۴۳ میں شہید پر نماز جنازہ کی نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۲ میں شہید کی نماز جنازہ کا اثبات ہے (الی قولہ) رہی حضرت عقبہ کی حدیث تو صحیح البخاری: ۴۰۴۲ میں خود حضرت عقبہ نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی ﷺ نے آٹھ سال بعد شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی اور مخالف خود یہ کہتا ہے کہ جب زیادہ مدت گزر جائے تو قبر پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو گویا

نماز سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ان کے لیے دعا کی تھی اور استغفار کیا تھا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم منسوخ ہو گیا، پھر امام شافعی کا اس مسئلہ میں اختلاف استحباب میں ہے یعنی ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور فقہاء حنبلیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے، الماوردی نے امام احمد نے نقل کیا ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھنا عمدہ ہے اور اگر نماز نہ پڑھیں تب بھی کافی ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۸۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے اعتراضات کے علامہ عینی کی طرف سے جوابات

حضرت جابر کی حدیث: ۱۳۴۳ میں شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث: ۱۳۴۴ میں شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کا اثبات ہے۔

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے حسب ذیل وجوہ سے حضرت عقبہ کی حدیث کو حضرت جابر کی حدیث پر ترجیح دی ہے:

(۱) حضرت جابر کی حدیث میں نفی ہے اور حضرت عقبہ کی حدیث میں اثبات ہے اور اثبات کی حدیث نفی کی حدیث پر راجح ہوتی ہے۔

(۲) حضرت جابر اپنے والد اور اپنے چچا کی تجہیز و تکفین کے کاموں میں مشغول تھے اور اس سلسلے میں مدینہ بھی گئے تھے، پھر جب انہوں نے یہ اعلان سنا کہ شہداء کو وہیں دفن کیا جائے جہاں ان کی لاشیں گری ہیں تو انہوں نے ان کی تدفین میں جلدی کی، اس سے معلوم ہوا کہ وہ شہداء کی تدفین کے وقت حاضر نہیں تھے، وہ ان کی لاشیں لے کر مدینہ گئے، یہ حدیث مذکور ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی، پھر دیگر شہداء کو لایا گیا اور ان کو حضرت حمزہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا تو آپ نے ان سب کی نماز جنازہ پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۴۹۶، مجلس علمی بیروت، المستدرک ج ۳ ص ۱۹۹)

(۳) ہمارے اصحاب نے جن روایات شہید کی نماز جنازہ پڑھنا مستحب ہے ان کی تعداد شہید پر نماز کی نفی کی روایات سے بہت زیادہ ہے۔

(۴) فوت شدہ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا دین میں اصل ہے اور فرض کفایہ ہے اور یہ کسی کے فعل کے تعارض کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

(۵) اگر شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے تو نماز تمام اس دن فرمادیے جس طرح آپ نے شہید کو غسل دینے سے منع فرما دیا۔

(۶) بر تقدیر تنزل، ہم یہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ غزوہ احد کے دن آپ نے شہداء کی نماز نہ پڑھی ہو اور دیگر صحابہ نے پڑھی ہو۔

(۷) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس دن شہداء احد کی نماز نہ پڑھی ہو کیونکہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی اور خون آلود تھا اور آپ کو حضرت حمزہ کی شہادت کا بہت رنج تھا اور کسی اور دن آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہو، جیسا کہ صحیح البخاری: ۴۰۴۳ میں تصریح ہے کہ آپ نے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی۔

(۸) یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے شہداء احد کے علاوہ دوسرے شہداء کی نماز جنازہ پڑھی ہے، کیونکہ آپ نے حضرت جعفر، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ (کتاب المغازی للواقفی ج ۲ ص ۲۱۱، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۴۳۵، دار الفکر، ملا علی قاری نے لکھا ہے: یہ غائبانہ نماز ان کی خصوصیت تھی، مرقات ج ۳ ص ۱۴۱، مکتبہ حقانیہ) نیز حضرت ابو بکر نے

حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک لشکر فلسطین بھیجا وہاں ۱۳۰ مسلمان شہید ہوئے ان کی نماز جنازہ حضرت عمرو بن العاص نے پڑھائی۔ (نسب الراہج ۲ ص ۳۱۹)

(۹) حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت عقبہ کی حدیث میں ”صلی“ کا معنی ہے: آپ نے ان کے لیے دعا کی اور استغفار کیا، کیونکہ حضرت عقبہ نے فرمایا: آپ نے ان کی اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔

(۱۰) شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں زیادہ احتیاط ہے اور مخالفین کے نزدیک بھی اس کو ترک کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور پڑھنا جائز ہے اور شہید کی نماز جنازہ پڑھنے میں اجر کے حصول کی توقع ہے نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز جنازہ پڑھی اس کو ایک قیراط اجر ملے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۲۳) نبی ﷺ نے یہ حکم بالعموم دیا ہے اور اس میں شہید کا استثناء نہیں فرمایا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ شہید اس سے مستغنی ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے کیونکہ اس کی مغفرت کی بشارت ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ خیر سے کوئی مستغنی نہیں ہوتا نابالغ بچے بھی مغفور ہیں اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور سب کو چھوڑیں رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو شہید نماز جنازہ سے کیسے مستغنی ہو سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے یہ اعتراض کیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک دفن کے تین دن بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے تو دفن کے آٹھ سال بعد شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھ کر دیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف کا مذہب اس طرح نہیں ہے بلکہ جب تک یہ یقین نہ ہو کہ قبر میں میت کا جسم سلامت ہے اور پھولا یا پھل گیا ہے اس وقت تک قبر پر اس کی نماز پڑھنا جائز ہے اور شہداء کا جسم قبر میں خراب نہیں ہوتا بلکہ سلامت ہوتا ہے اسی وجہ سے نبی ﷺ نے آٹھ سال بعد ان کی قبروں پر نماز جنازہ پڑھی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۲۵-۲۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے حوض پر دو روہیں یعنی میں حوض پر تمہیں پانی پلانے کا انتظام کروں گا۔

آپ نے فرمایا: میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں یعنی اس وقت میں آپ کے لیے حوض کو منکشف کر دیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حوض اب بھی حیات میں موجود ہے اور اس میں نبی ﷺ کا جنازہ ہے کہ آپ نے دیکھا میں حوض کو کھد لیا۔ اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا: دو روہیں ہیں یعنی آپ کے بعد آپ کی امت میں خزانہ کی مالک ہوگی اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے۔

آپ نے فرمایا: مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم مجموعی طور پر مشرک ہو جاؤ گے اگرچہ بعض مسلمان مشرک ہو گئے۔ العیاذ باللہ!

آپ نے فرمایا: مجھے تم سے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے اسی طرح بعض مسلمان حسد اور بغض میں مبتلا ہوئے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۲۶-۲۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

دو یا تین مردوں کو ایک  
قبر میں دفن کرنا

۷۳۔ بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ  
وَالثَّلَاثَةِ فِي قَبْرِ وَاحِدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن کعب کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ نبی ﷺ شہداء احد میں سے دو مردوں کو (ایک قبر میں) جمع کرتے تھے۔

۱۳۴۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

جس کے نزدیک شہداء کو غسل دینا جائز نہیں ہے

۷۴ - بَابُ مَنْ لَمْ يَرِ غُسْلَ الشُّهَدَاءِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبد الرحمان بن کعب از حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو ان کے خونوں میں دفن کر دو، یعنی غزوہ احد کے دن اور ان کو غسل نہیں دیا۔

۱۳۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْفِنُوهُمْ فِي دِمَائِهِمْ. يَعْنِي يَوْمَ أُحُدٍ، وَلَمْ يَغْسِلُوهُمْ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

جس کو لحد میں پہلے رکھا جائے

۷۵ - بَابُ مَنْ يَقْدَمُ فِي اللَّحْدِ

اور "الاحد" کو لحد اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک جانب (بغلی قبر) ہوتی ہے۔

وَسُمِّيَ اللَّحْدُ لِأَنَّهُ فِي نَاحِيَةٍ.

بعض لحد کو لحد اس لیے کہتے ہیں کہ تری آید۔ جانب ٹرہ۔ سودا جاتا ہے اور اس گڑھے میں میت کو رکھ دیا جاتا ہے۔ اور ہر ظالم الحاد کرنے والا ہے۔

وَكُلُّ جَانِبٍ مُلْحَدٌ.

"احاد" کا معنی ہے: ایک جانب سے عدول کے دور۔ ایک جانب سے عدول کرنا اور ظالم بھی حق سے عدول کر کے باطل کی طرف میلان کرتا ہے۔

"ملتحد" کا معنی ہے: "عدلاً" (عدل کی جگہ)۔

﴿مُتَّحِدًا﴾ (الف: ۲۲) مُعْدِلًا

اس تعلق میں قرآن مجید کے اس لفظ کے معنی کی طرف اشارہ ہے:

اور میں اللہ کو چھوڑ کر کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاتا

وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحِدًا ﴿۲۲﴾ (الن: ۲۲)

اور اگر قبر سیدھی ہوتی تو وہ ضرع ہوتی۔

وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيمًا كَانَ ضَرْيُحًا.

یعنی اگر قبر میں ایک جانب گڑھا نہ ہو اور وہ بالکل سیدھی ہو تو اس کو شق اور ضرع کہا جاتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث

۱۳۴۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا:

قَالَ أَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ

ہمیں لیث بن سعد نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ



حدیث بیان کی از عبد الرحمن بن کعب بن مالک از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہداء احد میں سے دو مردوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے پھر پوچھتے تھے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں پہلے رکھا جاتا اور آپ نے فرمایا: میں ان پر گواہ ہوں اور ان کو ان کے خونوں میں دفن کرنے کا حکم دیا اور ان میں سے کسی کی نماز نہیں پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔

عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذًا لِقُرْآنٍ؟ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ . وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلِهِمْ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

ابن المبارک نے کہا: اور ہمیں الاذخاری نے خبر دی از الزہری از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ شہداء احد کے متعلق پوچھتے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ پس جب کسی کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو اس کے ساتھی سے پہلے لحد میں رکھتے۔ حضرت جابر نے کہا: پس میرے والد اور میرے چچا کو ایک چادر میں لٹھن دیا گیا اور سلیمان بن کثیر نے کہا: مجھے الزہری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔

۱۳۴۸ - قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَأَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِقَتْلَى أَحَدٍ أَيْ هَؤُلَاءِ أَكْثَرُ أَخْذًا لِقُرْآنٍ؟ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى رَجُلٍ قَدَّمَ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهِ . وَقَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ أَبِي وَعَيْتِي فِي نَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ . وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

### قبر میں اذخر اور الحشیش (گھاس) کو رکھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اللہ عز وجل نے مکہ کو حرم بنا دیا پس مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں (قال) جائز نہ تھا نہ میرے بعد جائز ہے میرے لیے دن کی ایک ساعت میں اس کو حلال کیا گیا اس کی گھاس کاٹی جائے نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ وہاں کے جانور (شکار) کو بھگایا جائے اور نہ وہاں کی پڑی ہوئی چیز اٹھائی جائے ماسوا اعلان کرنے والے کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: سوائے اذخر (گھاس) کے کیونکہ

۷۶ - بَابُ الْأَذْخِرِ وَالْحَشِيشِ فِي الْقَبْرِ ۱۳۴۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الرَّقَابُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي أُحِلَّتْ لِي سَاعَةٌ مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْصَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنْفَرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ . فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَّا الْأَذْخِرَ لِمَا غَنَيْنَا وَقُبُورِنَا؟ فَقَالَ إِلَّا الْأَذْخِرَ . وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُورِنَا وَبُيُوتِنَا . وَقَالَ



پر رکھا اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی پس اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے ابن ابی نے حضرت عباس کو قمیص پہنائی تھی (جب غزوہ بدر میں حضرت عباس کو کسی کی قمیص پوری نہیں آرہی تھی) سفیان نے کہا: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اوپر دو قمیصیں تھیں تو عبد اللہ کے بیٹے نے کہا: یا رسول اللہ! میرے باپ کو وہ قمیص پہنچائیں جو آپ کے جسم کے ساتھ ملی ہوئی ہے سفیان نے کہا: مسلمانوں کا یہ گمان تھا کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ کو اس لیے قمیص پہنائی کہ اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو قمیص پہنائی تھی اس کا بدلہ ہو جائے۔

وَالْبَسَهُ قَمِيصَهُ، فَاللَّهُ أَعْلَمُ، وَكَانَ كَمَا عَبَّاسًا قَمِيصًا. قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَكَانَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَانِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَيْسَ أَبِي قَمِيصَكَ الَّذِي يَلِي جِلْدَكَ. قَالَ سُفْيَانُ فَيَرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ عَبْدَ اللَّهِ قَمِيصَهُ، مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۷۰ میں گزر چکی ہے۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ عبد اللہ بن ابی کی تدفین کے بعد اس کو قمیص پہنانے اور لعاب دہن عطا فرمانے کے لیے قبر سے نکالا گیا۔

مام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوہ احد پیش آیا تو میرے والد نے مجھے رات کو بلایا اور کہا: میرا یہی گمان ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے جو شہید ہوں گے میں ان میں سب سے پہلے شہید ہو جاؤں گا اور میں جن کو چھوڑ کر جاؤں گا ان میں رسول اللہ ﷺ کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز تم ہو پھر مجھ پر قرض ہے سو تم میرا قرض ادا کر دینا اور تم اپنی بہنوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا پھر صبح ہوئی تو وہ سب سے پہلے شہید ہوئے اور ان کے ساتھ ایک اور شخص کو بھی قبر میں دفن کیا گیا پھر میرا دل اس سے خوش نہیں ہوا کہ میں ان کو دوسرے شخص کے ساتھ رکھوں پس میں نے چھ مہینے بعد ان کو اس قبر سے نکال لیا پس وہ اسی طرح تھے جیسے اس وقت ان کو رکھا تھا البتہ کان تھوڑا سا متغیر ہوا تھا۔

۱۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا بَشَرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الْمَعْلَمِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَ أَحَدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ مَا أُرِي إِلَّا مَقْتُولًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِي كَرَزَ شَيْءٌ غَيْرَ نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ عَلَى دِينِنَا، دَلِيلًا، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا. فَصَبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَبْرِ، وَذَلِكَ مَعَهُ أَخْرَجَ أَبِي قَبْرَهُ ثُمَّ لَمْ يَطْبُ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَ مَعَ، لَا خَيْرَ، فَاسْتَفْرَجْتُهُ بَعْدَ بَيْتَةِ أَشْهَرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمٍ وَضَعْتُهُ هُنَيْئَةً، غَيْرَ أَذْنِهِ.

[طرف الحدیث: ۱۳۵۲] (سنن نسائی: ۲۰۲۰)

### شہداء کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی

امام مالک نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمرو بن الجموح اور حضرت عبد اللہ بن عمرو انصاری سلمیٰ ان دونوں کی قبروں کو سیلاب نے کھود ڈالا اور ان دونوں کی قبریں سیلاب کے قریب تھیں اور وہ دونوں ایک قبر میں تھے اور وہ دونوں غزوہ احد میں شہید

ہوئے تھے پس ان کی قبروں کو کھودا گیا تاکہ انہیں دوسری جگہ منتقل کیا جائے پس ان دونوں میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا اور گویا کہ وہ دونوں کل فوت ہوئے تھے ان میں سے ایک کے زخم تھا اور اس کا ہاتھ اس کے زخم کے اوپر تھا جس وقت اس کو دفن کیا گیا تو وہ اسی طرح تھا اس کا ہاتھ اس کے زخم سے ہٹا کر پھر چھوڑا گیا تو پھر وہ لوٹ کر اپنی جگہ آ گیا غزوہ اُحد اور اس کی کھدائی کے دن کے درمیان چھیا لیس سال کا عرصہ تھا۔ (موطأ امام مالک: ۱۰۳۴۔ کتاب الجہاد۔ باب: ۲۱ 'دار المعرفہ بیروت)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عمرو بن جموح کا ذکر ہے یہ حضرت جابر کے والد کے دوست اور بہنوئی تھے حضرت جابر ان کو تعظیماً چچا کہتے تھے موطأ امام مالک کی اس حدیث میں ہے کہ ان کو چھیا لیس سال کے بعد ان کی قبر سے منتقل کیا گیا اور صحیح بخاری: ۱۳۵۱ میں ہے چھ ماہ بعد حضرت جابر نے اس قبر سے اپنے والد کو نکال لیا تھا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ دو مختلف واقعات ہیں ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت جابر نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد قبر سے نکالا ہو اور بعد میں چھیا لیس سال بعد نکالا ہو لیکن علامہ عینی نے کہا ہے کہ حافظ ابن عبد البر کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے صحیح جواب یہ ہے کہ موطأ امام مالک کی حدیث بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث منقطع ہے اور امام بخاری کی حدیث متصل ہے اس لیے وہ رائج ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۴۰ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ زمین شہداء کے اجسام کو نہیں کھاتی ہو سکتا ہے کہ یہ شہداء اُحد کی خصوصیت ہے مگر ایسے آثار بھی ثابت ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ شہداء اُحد کے علاوہ دوسرے شہداء کے اجسام کو بھی زمین نہیں کھاتی اور اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے۔ (الاسد کار ج ۱۴ ص ۳۴۴ 'مؤسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۳ھ)

۱۳۵۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٍ فَلَمْ تَطْبُ نَفْسِي حَتَّى أَخْرَجْتُهُ فَحَعَلْتُهُ فِي قَبْرِ عَمِّي جَدِّهِ

امام بخاری: ۱۳۵۲۔ حدیث برتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عامر نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابن ابی شیح از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا پس میرا دل اس سے خوش نہیں رہا حتیٰ کہ میں نے اپنے والد کو نکال لیا پس میں نے ان کو الگ قبر میں رکھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح بخاری: ۱۳۵۱ میں گزر چکی ہے۔

قبر کو لحد اور شق کی صورت میں بنانا

۷۸ - بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِي الْقَبْرِ

لحد کا معنی ہے: بغلی قبر اور شق کا معنی ہے: ضریح یعنی جو سیدھی قبر ہو اور قبر کی ایک جانب گڑھا نہ ہو حدیث میں شق کا ذکر نہیں ہے اور اس عنوان کی حدیث کے ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے۔

۱۳۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں الليث بن سعد نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے



اللّٰهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ  
ثُمَّ يَقُولُ أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذَا لَلْقُرْآنِ؟ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى  
أَحَدِهِمَا قَدَّمَ فِي اللَّحْدِ فَقَالَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن کعب بن مالک از حضرت جابر  
بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ شہداءِ احد میں  
سے دو مردوں کو ایک قبر میں جمع کرتے تھے پھر آپ فرماتے: ان  
میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد ہے؟ پس جب ان میں سے کسی ایک  
کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ اس کو پہلے لحد میں رکھتے پھر  
فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں گا پھر آپ نے  
حکم دیا کہ ان لوگوں کو ان کے خونوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے اور  
ان کو غسل نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۷۹ - بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ هَلْ  
يُصَلِّي عَلَيْهِ وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى  
الصَّبِيِّ الْإِسْرَارُ؟

جب بچہ اسلام لے آئے پس فوت ہو جائے تو کیا  
اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ اور کیا بچہ  
کے اوپر اسلام کو پیش کیا جائے گا؟

امام بخاری نے اس باب میں دو عنوان قائم کیے ہیں پہلا: 'ان بچے کہ جب مسلمان ہو جائے اور بالغ ہونے سے پہلے  
فوت ہو جائے تو آیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟'

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو بچہ اسلام میں پیدا ہوا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے  
گی کیونکہ وہ اپنے ماں باپ کے دین پر ہے۔ دوسرا عنوان ہے: 'کیا بچہ براہِ اسلام نہیں ہوئے گا؟'

مشرکین کی اولاد کی نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہبِ ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد بخاری متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

المدونہ میں مذکور ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی سوا اس صورت کے کہ اس کا صاحب عقل ہونا معروف ہو اور وہ  
اسلام کو قبول کرے۔ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے۔ امام شافعی کی شرح میں مذکور ہے کہ جب کوئی بچہ قید کر دیا جائے اور اس کے  
ساتھ اس کے ماں باپ نہ ہوں۔ کہ ایک بچہ پھر دیکھا جائے اور اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے۔ حتیٰ کہ وہ شہید ہو جائے تو اس میں اسلام  
کو قبول کرے یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی اسلام لے آئے اور امام شافعی کے نزدیک اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور بچہ ماں  
باپ کے اچھے دین کے تابع ہوتا ہے اور المغنی میں مذکور ہے کہ مشرکین کی اولاد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی سوائے اس صورت  
کے کہ اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۴۳ ملخصاً)

امام بخاری نے دوسرا عنوان یہ قائم کیا ہے کہ کیا بچے پر اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر بچہ بلوغت کے قریب ہو تو اس پر اسلام کو  
پیش کرنا صحیح ہے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَشَرِيحُ وَابْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ إِذَا  
أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ.

اور حسن بصری اور شریح اور ابراہیم اور قتادہ نے یہ کہا ہے کہ  
جب ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو بچہ مسلمان

کے ساتھ ہوگا۔

یہ تعلق امام بخاری کے دوسرے عنوان کے موافق ہے، حسن بصری اور قاضی شریح کا قول سنن بیہقی میں مذکور ہے اور ابراہیم اور قتادہ کا قول مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۳۳)

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَعَ  
أَبِيهِ مِنَ الْمُسْتَضْعِفِينَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيهِ عَلَى دِينِ قَوْمِهِ.  
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ضعیف لوگوں میں اپنی ماں کے ساتھ تھے اور اپنی قوم کے دین پر اپنے باپ کے ساتھ نہیں تھے۔

اس تعلق کی اصل عنقریب، صحیح البخاری: ۱۳۵۷ میں آرہی ہے۔

اس تعلق میں "المستضعفين" (ضعیف لوگوں) سے مراد وہ ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

إِلَّا الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ  
لَا يَسْتَطِيعُونَ جِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا (النساء: ۹۸)  
مگر جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہوں، ہجرت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، نہ وہ کسی تدبیر پر عمل کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ انہیں کسی راستہ کا علم ہو (ان پر ہجرت فرض نہیں ہے)

○ ہے

اس آیت میں ان مردوں، عموماً ذل اور بچوں کو ہجرت سے روک دینے کے وسائل سے محروم ہوں اور راستہ سے بھی بے خبر ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اس آیت میں "المستضعفين" سے تھے، میں بچوں میں سے تھا اور میری ماں عورتوں میں سے تھیں، یہ وہ لوگ تھے جو مکہ میں اسلام لائے تھے اور مشرکین نے ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا، پس وہ بہت ضعیف تھے اور مشرکین کی شدید اذیت کو برداشت کرتے تھے اور حضرت ابن عباس اپنے والد کے ساتھ نہ تھے کیونکہ وہ اس وقت اپنی قوم کے مشرکین کے دین پر تھے، یہ امام بخاری کا بیان ہے کہ یہ کام ان پر مبنی ہے کہ حضرت عباس غزوہ بدر کے بعد اسلام لائے تھے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت عباس ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور کسی مصلحت کی وجہ سے نبی ﷺ کے حکم سے مکہ میں ٹھہرے رہے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں الکلی ہے اور وہ متروک ہے، نیز یہ روایت اس وجہ سے بھی مسترد کی گئی ہے کہ حضرت عباس بدر میں قید کیے گئے تھے اور انہوں نے اہنافدہ دیا تھا، جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا، نیز یہ روایت ارداس آیت سے بکل ہوتی ہے جو "المستضعفين" سے متعلق نازل ہوئی ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے، حضرت عباس بدر میں قید کیے گئے تھے اور ان کے بعد اسلام لائے تھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۳۳)

وَقَالَ الْإِسْلَامُ يَغْلُو وَلَا يَغْلَى.  
اور آپ نے فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا۔

ہوتا۔

اس تعلق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

عائذ بن عمر المزنی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

(سنن دارقطنی: ۳۵۶۳- ج ۳ ص ۱۸۱، دارالعرفان بیروت ۱۴۲۲ھ)

۱۳۵۴ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان

يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قَبْلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدُوهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطَمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ تَشْهَدُ أَيْ رَسُولُ اللَّهِ؟ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأَقْيَمِينَ. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَيْ رَسُولُ اللَّهِ؟ فَرَفَضَهُ وَقَالَ أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ. فَقَالَ لَهُ مَاذَا تَرَى؟ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَا نَبِيَّ صَادِقٌ وَكَاذِبٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ. ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا. فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ. فَقَالَ إِخْسًا فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلِّطَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَأَنْتَ خَيْرٌ لِي فِي قَتْلِهِ. [أطراف الحديث: ۳۰۵۵-۶۱۴۳-۶۱۸]

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی از یونس از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چند مسلمان نبی ﷺ کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ اس کو اس حال میں دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ بنی مغالہ کے مکانوں کے پاس کھیل رہا تھا اور اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا اس کو پتا نہیں چلا حتیٰ کہ نبی ﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ مارا پھر آپ نے ابن صیاد سے فرمایا: کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امتین (ان پڑھ لوگوں) کے رسول ہیں پھر ابن صیاد نے نبی ﷺ سے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پس نبی ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا: میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اس کے رسولوں پر۔ آپ نے اس سے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ ابن صیاد نے کہا: میرے پاس صادق اور کاذب (خبریں) آتی ہیں تب نبی ﷺ نے فرمایا: تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے پھر نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے (جدا! وہ کیا ہے) ابن صیاد نے کہا: وہ الدخ ہے آپ نے فرمایا: دفع ہو جا! تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن کاٹ دوں! پس نبی ﷺ نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے (یعنی دجال) تو تم اس پر مسلط نہیں ہو اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۰، الرقم المسلسل: ۷۲۲۱، سنن ابوداؤد: ۴۳۳۱، سنن ترمذی: ۲۲۳۵، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۸۱۷، صحیح ابن حبان: ۶۷۸۵، الادب المفرد: ۹۵۸، شرح السنہ: ۴۲۷۰، المعجم الکبیر: ۱۳۱۳۸-۱۳۱۳۶، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۶۳۶۰، ج ۱۰ ص ۴۲۹-۴۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۶۳، مکتبۃ الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان: یہ عبد اللہ بن عثمان کا لقب ہے (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۳۵)

## مشکل الفاظ کے معانی اور ابن صیاد کے دعویٰ نبوت کا بطلان

اس حدیث میں ”رھط“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: تین سے لے کر دس تک لوگ۔

اس حدیث میں ”ابن صیاد“ کا لفظ ہے یہ یہود سے تھا اور یہ بنو النجار کے خلفاء میں سے تھا۔

اس میں ”اطم“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: قلعہ کی طرح پتھر سے بنے ہوئے مضبوط مکان اس کی جمع ”اطام“ ہے۔

”بنو مغالہ“ مغالہ ایک عورت کا نام ہے جس کی طرف یہ لوگ منسوب تھے یہ عدی بن عمرو بن مالک بن النجار کی بیوی تھی۔

”الامیین“ جو لوگ امت العرب کی طرف منسوب ہوں یہ لوگ لکھتے پڑھتے نہیں تھے ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ اپنی ماں سے

ولادت کے طریقہ پر ہوں اور لکھتے نہ ہوں ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ ام القریٰ کے رہنے والے ہوں۔

تم پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے: تم پر جو جھوٹی باتیں القاء کی جاتی ہیں وہ تمہاری طرف شیطان القاء کرتا ہے۔

میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے: میں نے تمہیں آزمانے کے لیے یا تمہارے بطلان کو ظاہر کرنے کے لیے سورۃ

الدخان کی یہ آیت چھپائی ہے: ”يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ“ (الدخان: ۱۰) الداؤدی نے کہا: آپ کے ہاتھ میں سورۃ الدخان

لکھی ہوئی تھی۔ ابن قریظ نے کہا: ابن الصیاد اس آیت تک نہیں پہنچ سکا یا اس پر پورا لفظ ”الدخان“ منکشف نہیں ہو سکا اس لیے

اس نے کہا: وہ ”الدخ“ ہے۔ اس پر اعتراض ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کو اپنے دل میں چھپایا تھا تو ابن صیاد کو ”دخ“ کا بھی

کیسے پتا چل گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے آپ سے بچنے کے لیے بتایا تھا کہ میں نے یہ آیت چھپائی ہے تاکہ ان کو بھی

شرح صدر ہو جائے کہ ابن صیاد کو اس کا پتا نہیں چل سکا۔ شیطان نے اس آیت میں سے ”دخ“ کا لفظ سن لیا اور وہ ابن صیاد کو بتا دیا تو

ابن صیاد نے کہا: آپ نے ”الدخ“ کو چھپایا ہے اور جب وہ آپ کے دل کی بات پر مطلع نہ ہو سکا تو اس کو اپنی نبوت کا جو زعم تھا وہ

باطل ہو گیا اس لیے آپ نے فرمایا: دفعہ دہا! تو اپنی حد سے باز نہیں کر سکتا۔

(مدۃ القاری ج ۸ ص ۲۳۶-۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

## ابن صیاد کے دجال ہونے یا نہ ہونے کے متعلق علماء کے اقوال اور ان کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

”اس اختلاف ہے کہ دجال ابن صیاد ہے یا نہ ہے بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے“ ان کی دلیل یہ

حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہم پہرہ کے پاس سے گزرے جن میں

ابن صیاد بھی تھا بچے بھاگ گئے اور ابن صیاد بیٹھا رہا رسول اللہ ﷺ نے اس کو تپسند کیا پس نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: تیرے

ہاتھ خاک آلود ہوں کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا: نہیں! بلکہ آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول

ہوں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ وہی

ہے جو تمہارا خیال ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۲۳، رقم المسلسل: ۷۲۱۱)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کا قصہ مشکل ہے اور اس کا معاملہ مشتبہ ہے آیا یہ وہی مشہور مسیح دجال ہے یا اس کا غیر ہے اور

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔

علماء نے کہا ہے کہ اس باب کی ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی طرف یہ وحی نہیں کی گئی تھی کہ ابن صیاد مسیح



الدجال سے نہ اس کا غیر ہے آپ کی طرف صرف دجال کی صفات کی وحی کی گئی تھی اور ابن صیاد میں قرآن مجملہ تھے اس وجہ سے نبی ﷺ نے قطعی طور پر یہ نہیں کہا کہ یہ دجال ہے نہ یہ کہا کہ یہ اس کا غیر ہے اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ اگر یہ وہی ہے تو تم اس کے قتل کی طاقت نہیں رکھتے۔

رہا یہ استدلال کہ ابن صیاد مسلمان تھا اور دجال کافر ہے اور یہ کہ دجال کی اولاد نہیں ہوگی اور اس کی اولاد ہوئی اور یہ کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور ابن صیاد مدینہ میں داخل ہوا اور وہ مکہ کی طرف متوجہ ہوا سو اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اس کے فتنے کے وقت اور اس کے زمین میں نکلنے کے وقت اس کی خبر دی ہے اور ابن صیاد کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے۔ ابن صیاد کا اسلام کا اظہار کرنا اور اس کا حج کرنا اور اس کا جہاد کرنا اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دجال کا غیر ہے۔ الخطابی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کے بڑے ہونے کے بعد متقدمین کا اس کے متعلق اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس نے نبوت کے قول سے توبہ کر لی تھی اور مدینہ میں مر گیا تھا۔

الخطابی نے کہا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور وہ اس میں شک نہیں کرتے تھے حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ اسلام لے آیا تھا انہوں نے کہا: خواہ وہ اسلام لے آیا ہو ان سے کہا گیا: وہ مدینہ میں تھا اور مکہ میں داخل ہوا انہوں نے کہا: خواہ وہ مکہ میں داخل ہو گیا ہو۔ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ یوم حرم میں امیر نے ابن صیاد کو گم پایا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۲)

اس سے وہ روایت باطل ہو جاتی ہے کہ ابن صیاد مدینہ میں مرا تھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی۔ امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: اللہ کی قسم! مجھے یہ شک نہیں ہے کہ ابن صیاد ہی مسیح دجال تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۳۰) امام بیہقی نے اپنی کتاب "البعث والنشور" میں کہا ہے کہ لوگوں کا ابن صیاد کے معاملہ میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ آیا وہ دجال تھا یا نہیں؟

ابن صیاد نبی ﷺ نے قتل کیوں نہیں کیا جب کہ اس نے آپ کے سامنے دعویٰ نبوت کیا تھا؟ اگر یہ متراض کیا جائے کہ ابن صیاد نے نبوت کا دعویٰ کیا تو پھر آپ نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا؟ امام بیہقی وغیرہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں:

(۱) وہ اس وقت بالغ نہیں تھا اس جواب کو قاضی عیاض نے بھی اختیار کیا ہے۔

(۲) ابن صیاد اس زمانہ میں تھا جب یہودیوں سے آپ کی صلح تھی اور وہ آپ کے حلیف تھے۔

علامہ خطابی نے معالم السنن میں اسی جواب پر اعتماد کیا ہے کیونکہ نبی ﷺ جب مدینہ میں آئے تو آپ کے اور یہودیوں کے درمیان صلح نامہ لکھا گیا کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کو نہیں بھڑکائیں گے اور ان کے معاملات کو ان پر چھوڑ دیں گے اور ابن صیاد ان ہی میں سے تھا۔

آیت دخان کو دل میں چھپانے کی توجیہ  
امہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے دل میں آیت دخان کو چھپا کر اس کا امتحان لیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی ﷺ

کے پاس یہ خبریں پہنچتی تھیں کہ وہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے تو آپ نے اس کا امتحان لیا تاکہ آپ پر حقیقت حال منکشف ہو جائے اور آپ صحابہ کرام پر یہ ظاہر کر دیں کہ اس کا غیب جاننے کا دعویٰ باطل ہے اور وہ کافرانہ اور ساحر ہے اس کے پاس شیطان آتا ہے اور اس کی زبان پر وہ باتیں ڈالتا ہے جو شیطان اپنے کافروں کی طرف ڈالتے ہیں پس آپ نے اپنے دل میں یہ آیت چھپائی: "فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ" (الدخان: ۱۰) اور فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے اس نے کہا: وہ "الدخ" ہے تب نبی ﷺ نے فرمایا: دفع ہوا تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکتا یعنی تو کافروں کے درجہ سے نہیں بڑھ سکتا جس طرح شیاطین لمبی چوڑی بات کا صرف ایک لفظ کافروں کے دل میں ڈال دیتے ہیں سو تیرا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ اس کے برخلاف انبیاء علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ علم غیب کی وحی نازل فرماتا ہے اور وہ وحی واضح اور کامل ہوتی ہے اسی طرح اولیاء اللہ کی طرف بھی اللہ تعالیٰ غیب کا الہام فرماتا ہے اور ان کو بھی غیب کا مکمل کشف ہو جاتا ہے پس ابن صیاد انبیاء علیہم السلام کے درجہ تک تو کیا پہنچتا وہ تو اولیاء اللہ کے درجہ تک بھی نہیں پہنچتا تھا وہ صرف کافرانہ تھا اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ (معالم السنن ج ۴ ص ۳۲۳-۳۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے حلف اٹھا کر جو کہا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی اپنے گمان پر قسم کھا سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گمان یہ تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور انہوں نے اس پر قسم کھائی۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۷۱۶-۷۱۷ ملخصاً مکتبہ زار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

\* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم ۷۲۶: ج ۷ ص ۸۰۰ ذکر ہے۔ اس باب کے عنوان درج ذیل ہیں:

- ① ابن صیاد کا بیان ② ابن صیاد کے متعلق علماء اسلام کے آراء اور دعویٰ نبوت کے جوہر ابن صیاد کو قتل نہ کرنے کی وجہ ③ ابن صیاد سے نبی ﷺ کے امتحان کی وضاحت ④ ابن صیاد کی اصلیت میں نبی ﷺ کے اشتباہ کی تحقیق ⑤ دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات۔

۱۳۵۵ - وَقَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ اَبَا عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا يَقُولُ اِنْطَلَقَ بَعْدَ ذَلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ كَعْبٍ اِلَى النَّخْلِ اَلَيْسَ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ وَهُوَ يَخْتَلُ اَنْ يُّسْمَعَ مِنْ ابْنِ صَيَّادٍ شَبَّهَ قَبْلَ اَنْ يُّرَآ اَبْنُ مَسِيْمٍ رَوَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ جَمْعُ يَخْتَلُ فِي قَيْطَانٍ لَهَا فِيْهَا رَمْرَمَةٌ اَوْ زَمْرَةٌ فَرَأَتْ اُمَّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُدُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لَا بَنَ صَيَّادٍ يَا صَافٍ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ هَذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَ كُنْتُمْ بَيْنَ وَقَالَ شُعَيْبٌ فِيْ حَدِيثِهِ فَرَفَضَهُ رَمْرَمَةٌ اَوْ زَمْرَمَةٌ وَقَالَ عَقِيْلٌ رَمْرَمَةٌ وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْرَمَةٌ.

سالم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کھجور کے درختوں کی طرف گئے جن میں ابن صیاد تھا اور آپ یہ حیلہ کر رہے تھے کہ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کوئی بات سن لیں پس نبی ﷺ نے فرمایا: وہ ایک کافرانہ اور اڑھ کر لیا ہوا تھا اس کی گتہ گتہ باتیں سن لیں اور ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا اس وقت آپ کھجور کے درختوں کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے اس نے ابن صیاد سے کہا: "یا صاف" اور یہ ابن صیاد کا نام ہے اس کی ماں نے کہا: یہ محمد (ﷺ) ہیں پس ابن صیاد فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا تب نبی ﷺ نے فرمایا: اگر وہ ابن صیاد کو چھوڑ دیتی تو اس کا معاملہ منکشف ہو جاتا اور شعیب نے اپنی حدیث میں کہا: پس آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ "رمرمة" یا "زمزمة" اور عقیل نے کہا:

[اطراف الحدیث: ۲۶۳۸-۳۰۳۲-۳۰۵۶-۶۱۷۴] ”رمزۃ“ اور معمر نے کہا: ”رمزۃ“۔

حدیث کے اس ٹکڑے کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

### بعض الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ذکر کی گئی تھی یہ اس کا تتمہ ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ اس کے بعد حضرت ابی بن کعب کے ساتھ گئے، یعنی پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر چند اصحاب کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے تھے اس کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھجور کے درختوں کی طرف گئے اور نبی ﷺ اس وقت یہ حیلہ کر رہے تھے کہ چپکے سے ابن صیاد کا کلام سنیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ ساحر ہے یا کاهن ہے اس وقت ابن صیاد ایک چادر اوڑھ کر لیٹا ہوا تھا۔

اس حدیث میں ”رمزۃ“ یا ”زمرة“ کا لفظ ہے اور عقیل نے کہا: ”رمزۃ“ اس کا معنی ہے: کلام خفی، یعنی اس کے ہونٹوں اور نتھوں سے گنگناہٹ کی آواز نکل رہی تھی۔

۱۳۵۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ نَسِ بْنِ رَجَبٍ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ أَسْلِمَ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ أَطِيعِ أُمَّ الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ. [طرف الحدیث: ۵۶۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید سے از ثابت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا پس وہ بیمار ہو گیا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کرنے کے لیے گئے پس آپ اس کے سر پر ہاتھ بیٹھ گئے آپ نے اس سے فرمایا: اسلام قبول کر لو اس کے باپ بھی اس کے پاس تھا سو اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اس کے باپ نے کہا: ابوالقاسم ﷺ کا حکم مانو سو وہ اسلام لے آیا پس نبی ﷺ وہاں سے نکلے اس وقت آپ فرما رہے تھے: اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دے دی۔

(مسند ابی یوسف: ۵۰۰، مسند ابی حنبلہ: ۲۰۰، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸، مسند ابی داؤد ج ۱ ص ۱۸۷، مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۱۸۷)

۱۸۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی ۵۳۴، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ)

کافر سے اور نو عمر لڑکوں سے خدمت لینا اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کرنا اور ان کو اسلام کی تبلیغ کرنا

نبی ﷺ نے اس لڑکے کے باپ کے سامنے اس کو اسلام کی دعوت دی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ فرض کیا ہے کہ آپ اللہ کے بندوں کو اسلام کی دعوت دیں اور اس فرض کی ادائیگی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں۔

اس حدیث میں اہل ذمہ کی عیادت کا ثبوت ہے، خصوصاً جب وہ ذمی پڑوسی ہو، کیونکہ اس میں محاسن اسلام کا اظہار ہے اور ان کے ساتھ زیادہ الفت کا اظہار ہے تاکہ وہ اسلام کے قبول کرنے میں رغبت کریں۔

اس حدیث میں کافر سے اور لڑکوں سے خدمت لینے کا ثبوت ہے اور اس میں بچوں اور لڑکوں پر اسلام پیش کرنے کا ثبوت ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دی اس سے معلوم ہوا کہ جس کو کفر اور اسلام کا پتا ہو اس کے باوجود وہ کفر پر برقرار رہے تو وہ دوزخ کی آگ کا مستحق ہوتا ہے۔

۱۳۵۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِنَ الْمُسْتَغْفِرِينَ أَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ وَأُمِّي مِنَ النِّسَاءِ.

[اطراف الحدیث: ۳۵۸۷-۳۵۸۸-۳۵۹۷] (صحیح مسلم: ۱۲۹۳، رقم المسلسل: ۳۰۶۸، سنن ابوداؤد: ۱۹۳۹، سنن نسائی: ۳۰۳۲)

اس سے پہلے امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا تھا اور وہاں اس کی شرح گزر چکی ہے۔ (دیکھئے چند صفحات قبل باب: ۷۹)

۱۳۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ يُصَلِّي عَلَى كُلِّ مَوْلُودٍ مُتَوَفَّى وَإِنْ كَانَ لِغِيَّةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وَلِدَ عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ يَدْعِي أَبَوَاهُ الْإِسْلَامَ أَوْ أَبَوْهُ - أَوْهُ - إِنْ كَانَتْ أُمَّهُ عَلَى غَيْرِ الْإِسْلَامِ إِذَا اسْتَهْلَ صَارِحًا صَلَّيَ عَلَيْهِ وَلَا يُصَلِّي عَلَى مَنْ لَا يَسْتَهْلُ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ سَقَطَ فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يَهُودَانِ وَيُجَسَّانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بِبَهِيمَةٍ جَمْعَاءَ هَلْ تُجَسَّنُونَ فَبِهَا مِنْ جَذَعَاءَ . ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (طَرَفَاتُ اللَّهِ لَيْسَ أَكْرَمُ النَّاسِ عَلَيْهَا) (الروم: ۳۰) الآية.

[اطراف الحدیث: ۱۳۵۹-۱۳۸۵-۴۷۷۵-۶۵۹۹] (اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع الحمصی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمصی (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۸)



حدیث مذکور میں فطرت کے متعدد معانی اور ان پر حافظ ابن عبد البر کے اعتراضات -----  
اور مصنف کے نزدیک فطرت کا محمل

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر وہ خلقت ہے جس پر مولود پیدا ہوتا ہے انہوں نے اس کا انکار کیا ہے کہ مولود کو کفر یا ایمان پر یا معرفت اور انکار پر پیدا کیا جائے اور مولود کو غالباً اس کے اعضاء کی سلامتی کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے اس میں ایمان ہوتا ہے نہ کفر اور نہ انکار اور نہ معرفت پھر جب ان میں تمیز آ جاتی ہے تو پھر وہ ایمان وغیرہ کا اعتقاد رکھتے ہیں انہوں نے حدیث کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: جیسے چوپائے پس بچے ولادت کے وقت ان چوپایوں کی مثل ہوتے ہیں جن کے اعضاء سلامت ہوتے ہیں پس جب وہ بالغ ہو جاتے ہیں تو شیطین ان پر غالب ہو جاتے ہیں پس ان میں سے اکثر کافر ہو جاتے ہیں ماسوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ بچائے اور اگر وہ اپنی پیدائش کے وقت ایمان یا کفر پر پیدا کیے جاتے تو وہ اس سے کبھی بھی منتقل نہیں ہو سکتے تھے حالانکہ تم ان کو اس حال میں پاتے ہو کہ وہ ایمان لاتے ہیں پھر کفر کرتے ہیں پھر ایمان لاتے ہیں اور یہ محال ہے کہ بچے کو اپنی ولادت کے وقت ذرا سی عقل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس حال میں اپنی ماؤں کے پیٹ سے نکالا ہے کہ ان کو کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ  
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السُّنَّةَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْنِدَةَ لَعَلَّكُمْ  
تَشْكُرُوْنَ (النحل: ۷۸)

اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا اس  
وقت تم کچھ نہیں جانتے تھے اس نے تمہارے کان اور تمہاری  
آنکھیں اور تمہارے دل بنائے تاکہ تم (اللہ کا) شکر ادا کرو

پس جس کو کسی چیز کا علم نہ ہو اس کو کفر ایمان یا معرفت یا ان کا علم ہونا محال ہے۔  
حافظ ابو عمر ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ فطرت کے جسے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے گئے ہیں ان میں یہ سب سے صحیح معنی ہے۔  
ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہ آپ نے فرائض کے نازل ہونے سے پہلے فرمایا  
تھا کیونکہ اگر ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنانے سے پہلے مر جاتے تو وہ اپنے ماں باپ کا  
وارث نہ ہوتا کیونکہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا حالانکہ وہ ان کا وارث ہوتا ہے (پس جب فرائض نازل ہوئے تو اسلام ہوا کہ وہ  
اپنے ماں باپ کے دین پر پیدا ہوتا ہے۔

دوسری قوم نے یہ کہا ہے کہ فطرت سے مراد یہاں پر اسلام ہے قرآن مجید میں ہے:  
فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم: ۳۰)  
اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔  
سلف کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں ”فطرت“ سے مراد دین اسلام ہے۔ عکرمہ مجاہد الحسن ابراہیم ضحاک اور قتادہ نے  
کہا ہے کہ ”لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ“ کا معنی ہے: اللہ کے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عیاض بن حمار مجاشعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن لوگوں سے فرمایا: کیا میں تم کو وہ حدیث نہ بیان کروں  
جو مجھ سے اللہ نے کتاب میں بیان فرمائی ہے کہ اللہ نے آدم کو اور اس کی اولاد کو خفاء مسلمین پیدا فرمایا الحدیث بطول۔ (المجم الکبیر ج ۱  
ص ۳۶۳) اور ”حنیف“ کا معنی مسلمان ہے قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ  
كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا. (آل عمران: ۶۷)

اللہ تعالیٰ نے حنیف کی تفسیر مسلم کے ساتھ کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔  
ایک قول یہ ہے کہ حنیف وہ ہے جو دین ابراہیم پر ہو پھر اس شخص کا نام "الحنیف" رکھا گیا ہے جو ختنہ کراتا ہو اور زمانہ جاہلیت  
میں حج کرتا ہو اور اس زمانہ میں حنیف مسلمان ہے۔

جن علماء نے کہا کہ فطرت سے مراد اسلام ہے انہوں نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں فطرت ہیں یا فرمایا: پانچ چیزیں فطرت سے  
ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف بال کاٹنا، ناخن تراشنا، بغل کے بال نوچنا اور مونچھیں کم کرانا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۹، صحیح مسلم: ۲۵۷، سنن ابوداؤد: ۴۱۹۸، سنن نسائی: ۱۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۲۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹)

اور یہ اسلام کی سنتیں ہیں۔

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب الزہری سے سوال کیا کہ ایک شخص پر مسلمان غلام کو آزاد کرنا واجب ہے اگر  
وہ بچہ کو یا دودھ پیتے کو آزاد کر دے تو آیا اس کا واجب ادا ہو جائے گا؟ ابن شہاب نے کہا: ہاں! کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوا ہے یعنی  
اسلام پر۔ اس قول کی بناء پر حدیث میں: الفطریہ ہیں۔ جیسے چوہے، بکریاں، سب مکمل جسم۔ ساتھ پیدا ہوتے ہیں کیا تم ان میں کوئی  
کن کنایا نکلا دیکھتے ہو؟ اس کا معنی یہ ہوگا کہ بچہ کو کفر سے سلاوت اور مسلمان بن گیا ہے اس میثاق پر جو اللہ تعالیٰ نے  
حضرت آدم کی اولاد سے لیا تھا جب ان کو حضرت آدم کی پشت سے نکالا تھا اور ان کو ان کے نفسوں پر گواہ کر کے فرمایا تھا:

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ. (الاعراف: ۱۷۲)

علامہ ابو عمر ابن عبدالبر نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ہر ماں فطرت پیدا ہوتا ہے اس ارشاد میں فطرت سے اسلام کو  
مراد لینا محال ہے کیونکہ اسلام اور ایمان قرار اقرار باللسان تصدیق بالقلب عمل بالاعمال ہے اور یہ معنی نو مولود بچہ میں پایا نہیں جاتا اور  
کلام عرب میں فطرت کے کئی معانی ہیں اور دودھ پیتے بچے کو آزاد کرنا مؤمن کو آزاد کرنے سے اس لیے کافی ہوتا ہے کہ اس کے

مال باپ ممکن اذیت ہیں۔ (تمہید ج ۷ ص ۲۳۳-۲۳۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

مسلم نے زنا سے منع کیا ہے۔ یہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں اسلام ہوتا ہے۔ اس نے کی استعداد  
ہوتی ہے اور یہی اس حدیث میں ہے کہ ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں۔ اس کے ذہن  
میں اسلام کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعد میں جب اس کو اسلام کی تبلیغ کی جاتی ہے تو وہ اسلام کو  
قبول کر لیتا ہے اگر اس کے ذہن میں قبول اسلام کی استعداد نہ ہوتی تو وہ بعد میں کیسے مسلمان ہو جاتا اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر  
چمک دار ہیرے کو کیچڑ میں ڈال دیا جائے تو اس کی چمک چھپ جاتی ہے مٹی نہیں ہے پھر اگر اس کو پانی سے دھو دیا جائے تو اس کی چمک  
پھر لوٹ آتی ہے پس جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بے شک اس میں اقرار باللسان تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان کا مصداق نہیں پایا جاتا  
لیکن اس میں اللہ کی توحید کا اقرار کرنے اور اس کی توحید کی تصدیق کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس  
میں یہ صلاحیت ساری زندگی باقی رہتی ہے خواہ وہ عملی طور پر یہودی ہو عیسائی ہو یا مجوسی ہو اور جو علماء کہتے ہیں کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر  
پیدا ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کی صلاحیت پر پیدا ہوتا ہے اور اس تعریف پر علامہ ابن عبدالبر کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ عَلَى ذَلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح چوپایا صحیح سالم بچہ جتنا ہے کیا تم اس میں کان یا ناک کٹی ہوئی دیکھتے ہو پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: اللہ کی وہ فطرت (بناوٹ) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے یہی صحیح دین ہے۔ (الروم: ۳۰)

۱۳۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يَنْصِرَانِهِ أَوْ يُمَجَّسَانِهِ كَمَا تُتَجُّ الْبَيْهَمَةُ بِبَيْهَمَةٍ جَسَعَاءَ هَلْ تُحَسِّنُونَ فِيهَا مِنْ جَذَعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ﴿فَطَرَتِ اللَّهُ النَّاسَ عَلَى مَا تَبَدَّلَ لِيَخْلُقِ اللَّهُ ذَلِكَ الدِّينَ الْقَيِّمُ﴾ (الروم: ۳۰).

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۵۸ میں گزر چکی ہے۔

جب مشرک موت کے وقت

لا الہ الا اللہ پڑھے

اس سے مراد یہ ہے کہ مشرک اپنی زندگی میں موت کے معائنہ کے وقت لا الہ الا اللہ پڑھے تو اس سے اس کو نفع نہیں ہوگا قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ. (الاحقاف: ۱۷۸)

جس دن آپ کے رب کی کوئی (بڑی) نشانی آ پہنچے گی اس دن کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا تو اس کے پاس رسول اللہ ﷺ گئے پس آپ نے اس کے پاس ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ کو پایا تب رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب سے فرمایا: اے میرے چچا! آپ یہ کلمہ پڑھیں: لا الہ الا اللہ تو میں اللہ کے پاس آپ کے حق میں شہادت دوں گا پس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب! کیا تم

۱۳۶۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ أَبِي شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلَ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ السُّفْيَرَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بِيَّ طَالِبُ يَا عَمُّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ. فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَوَعَّبُ عَنْ قَوْلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ أَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ





ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی، ۴ سال اور ۵ سال پہلے کا بھی قول ہے۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل حقیقی ہے کیونکہ امام ابن حبان نے التسیب کا ذکر ثقات تابعین میں کیا ہے، لیکن یہ قول غریب ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۱-۲۶۰)

مشکل الفاظ کے معانی اور ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا۔ اس سے مراد موت کی علامات ہیں اور یہ نزاع کے وقت سے پہلے کا واقعہ ہے، ورنہ اس کو ایمان لانے سے نفع نہ ہوتا، ابوطالب کا نام عبد مناف تھا، یہ اکثرین کا قول ہے، حاکم نے کہا: اس کا نام اور کنیت واحد ہے، ابوالقاسم مغربی نے کہا: اس کا نام عمران تھا۔

ابو جہل: اس کی کنیت ابو الجحکم تھی اور اس کا نام عمرو بن ہشام المغیرہ المخزومی ہے یہ بھیگنا تھا اور مشغول تھا۔  
عبداللہ بن ابی مرہ: ان کی ماں کا نام عاتکہ تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کی چھوٹی بہن تھیں یہ طائف میں شہید ہوئے تھے یہ رسول اللہ  
ﷺ سے بہت عداوت رکھتے تھے اور مسلمانوں کے شدید مخالف تھے یہ اور ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب فتح مکہ سے پہلے  
اسلام لائے تھے۔

امام ابن ابی اسحاق نے لکھا ہے کہ عباس نے نبی ﷺ سے کہا: اے بھتیجے! آپ نے جو کلمہ اپنے چچا پر پیش کیا تھا میں نے سنا وہ اس کلمہ کو پڑھ رہے تھے نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔ آپ نے کہا: آپ اس کو اس لیے رو کر دیا کیونکہ عباس نے کفر کی حالت میں یہ شہادت دی تھی اگر انہوں نے اسے کہیں میں شہادت دی ہوں تو اس کی شہادت قبول کر لی جاتی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۳-۲۶۱ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جب موت کے وقت کلمہ پڑھنا منہ نہیں ہے تو نبی ﷺ نے اے اللہ! موت کے وقت کلمہ پڑھنے کے لیے کیوں فرمایا؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مابقی قریب سوں ۳۹۱ھ لکھتے ہیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ کلمہ توحید پڑھنا اس کو نفع دیتا ہے جو فرشتوں کے روح قبض کرنے کے معائنہ اور مشاہدہ سے پہلے کلمہ پڑھ لے قرآن مجید میں ہے:

وَلَيْسَ التَّوْبَةُ إِلَيْهِ بِمَلُومًا لِّبَنِي آدَمَ  
حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ النِّسَاءَ (النساء: ۱۸)

ان لوگوں (توبہ کرنے والوں) پر ملامت نہیں ہے۔  
جب ان میں سے کسی ایک نے اپنی موت اے خود کہے کہ  
میں نے اب توبہ کر لی۔

یعنی جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آجائے اور وہ اس کا مشاہدہ کر لے اور موت کے فرشتوں کو کوئی شخص اسی وقت دیکھ سکتا ہے جب وہ دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہو رہا ہو۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے موت کے وقت کہا: آپ لا الہ الا اللہ پڑھیں، میں اس کلمہ کی وجہ سے اپنے رب کے سامنے آپ کی شفاعت کروں گا، اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ موت کے وقت کلمہ پڑھنا تو معتبر نہیں ہوتا تو پھر رسول اللہ ﷺ نے کیسے فرمایا: میں اس کلمہ کی وجہ سے آپ کی شفاعت کروں گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی ابو طالب نے موت کے فرشتوں کو نہیں دیکھا تھا لیکن اس کا اعتقاد یہ تھا کہ اس نے کوئی عمل صالح نہیں کیا تھا نہ نماز پڑھی تھی نہ روزہ رکھا تھا نہ زکوٰۃ ادا کی تھی

نہ ج کیا تھا تو نبی ﷺ نے اس کو بتایا کہ جس نے موت سے پہلے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا وہ مؤمنین میں داخل ہو جائے گا خواہ اس نے اس کے سوا اور کوئی عمل نہ کیا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ابوطالب نے آخرت کا معائنہ کر لیا تھا اور اس کو موت کا یقین ہو چکا تھا اور وہ اس حالت میں تھا کہ اگر وہ اس وقت ایمان لے آتا تو اس کو ایمان نفع نہ دیتا اس لیے اس نے روح نکلتے وقت کہا: وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے اس سے رسول اللہ ﷺ کو یہ امید ہوئی کہ اگر اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور آپ کی نبوت پر یقین کر لیا تو آپ اس کے لیے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ وہ اس سے درگزر فرمائے اور اس حال میں اس کے ایمان کو قبول فرمائے اور یہ ابوطالب کی خصوصیت ہوگی کیونکہ وہ نبی ﷺ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کا دفاع کرتا تھا اس امید کی وجہ سے آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ پڑھ لیں میں آپ کی شفاعت کروں گا۔ اس قسم کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے اس کو نفع پہنچایا ہے خواہ وہ اسلام پر فوت نہیں ہوا کیونکہ اس کو تمام اہل دوزخ میں سب سے کم عذاب ہوگا تو اگر وہ اس حال میں کلمہ پڑھ لیتا تو آپ اس کو ضرور نفع پہنچاتے خواہ اس نے موت کے فرشتوں کو دیکھ لیا ہوتا۔

اس اعتراض کا ایک اور جواب یہ ہے کہ ابوطالب نے نبی ﷺ کی نبوت کے دلائل دیکھے تھے اور آپ کے معجزات کی تصدیق کی تھی اور اس کو آپ کی نبوت کی صحت پر یقین نہ تھا اور جاہلیت کے سبب اس کو نبی ﷺ کی تکذیب پر ابھارتا تھا اور باقی مشرکین اپنے سرداروں کی طرف دیکھ رہے تھے ان کے دل کی پستی تھی پس ابوطالب اور اس جیسے لوگ بہت بڑے گناہ کے مستحق تھے کیونکہ ان کے پیروکاروں کے کفر اور ان کی تکذیب کا بوجھ بھی ان کے اوپر تھا تو نبی ﷺ نے اس موقع پر اس کو کلمہ پڑھنے کے لیے کہا کہ جب آپ اس سے کہیں گے کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس تمہاری شفاعت کروں گا تو اس کا عناد زائل ہو جائے گا اور وہ ایمان لانے میں تردد اور تکلف نہ کرے گا۔ خلاف ہر ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت کی تصدیق نہیں کی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۲۲، کتاب البیروت ۱۴۱ھ)

### موت کے وقت کلمہ پڑھنا ابوطالب کی خصوصیت تھی

حافظ ابی الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی ص ۵۲ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک کہ کلمہ پڑھ لے لیے کہا یہ اس شخص کی خصوصیت ہے کیونکہ ابوطالب کے ہر کوئی اور شخص موت کے وقت کلمہ پڑھنے کا وقت نہیں ملے گا۔ (سورۃ التوبہ: ۱۱۳) میں نے اس شخص کو وہ تفصیل سے لکھیں گے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۷۹۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

سورۃ التوبہ: ۱۱۳ کی تفسیر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ہم اس کی شرح ”کتاب الجنائز“ میں ابوطالب کی وفات کے قصہ میں لکھ چکے ہیں اور سورۃ القصص کی تفسیر میں ان شاء اللہ ہم اس پر کچھ کلام کریں گے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۲۳، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

القصص: ۵۶ کی تفسیر میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

صحیح البخاری: ۱۳۶۰ میں مذکور ہے: آپ نے موت کے وقت ابوطالب سے لا الہ الا اللہ پڑھنے کے لیے فرمایا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ موت کے وقت تو کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہوتا علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے: اس سے مراد ہے: جب ابوطالب پر موت کی علامات وارد ہوئیں اور نہ اگر وہ ملک الموت کا مشاہدہ کر لیتا تو پھر اس کا ایمان لانا مفید نہ ہوتا خواہ وہ کلمہ پڑھ لیتا



والدین کی طرح ابوطالب کو بھی نبی ﷺ کے لیے زندہ کیا کہ وہ موت کے بعد زندہ ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے۔ میرا گمان ہے کہ یہ شیعوں کی من گھڑت روایت ہے۔ (نسیم الریاض ج ۱ ص ۲۱۰ 'مرکز اہل سنت' مکتبات دار الفکر بیروت)  
حافظ ابن کثیر الدمشقی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:

بعض غالی شیعہ کہتے ہیں کہ ابوطالب اسلام میں فوت ہوئے عباس بن عبدالمطلب نے کہا: اے میرے بھتیجے! میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کو پڑھنے کا انہیں حکم دیا تھا یعنی لا الہ الا اللہ اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

اولاً یہ کہ اس کی سند میں کئی مبہم راوی ہیں جن کا حال معلوم نہیں۔ ثانیاً یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔ ثالثاً یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک مجھے منع نہیں کیا جائے گا میں آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا پھر یہ آیت نازل ہو گئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (التوبہ: ۱۱۳)  
نبی کے لیے اور مؤمنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت طلب کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں ان پر یہ واضح ہو۔ نے کے بعد کہ ان کے رشتہ دار دوزخی ہیں ○  
(صحیح البخاری: ۳۸۸۳، صحیح مسلم: ۲۴)

اگر ابوطالب اسلام پر فوت ہوئے تھے تو نبی ﷺ ان کے لیے استغفار کیوں کرتے رہے اور پھر اس آیت کے نازل ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔

نیز اگر وہ اسلام پر فوت ہوئے تھے تو پھر وہ دوزخ میں داخل نہ ہوتے حالانکہ یہ شیعہ کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہوئے: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا سے کیا بُرائی دور کی وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ دوزخ کے گڑھے میں تھے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے جگہ میں ہوتے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۳، صحیح مسلم: ۲۰۹۰)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے چچا کو لے کر کیا اور فرمایا: شاید اس کو قیامت کے دن میری شفاعت سے نفع ہوگا پس اس کو دوزخ کے گڑھے میں داخل کر دیا جائے گا آگ اس کے نخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۳۸۸۵، صحیح مسلم: ۲۱۰۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ والوں میں سب سے کم ذیاب ابوطالب کو ہوگا اس کو آگ دا دو جو پہنائے گا جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۰۰، صحیح البخاری: ۳۸۸۵)

یہ تمام احادیث حافظ ابن کثیر نے شیعہ کی مذکورہ موضوع روایت کے رد میں ذکر کی ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۴۹۳-۴۹۰)  
حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اس موضوع روایت کے رد میں لکھتے ہیں:

اگر حضرت عباس کی طرف منسوب یہ روایت صحیح بھی ہوتی تب بھی اس کے معارض یہ احادیث صحیحہ ہیں چہ جائے کہ یہ روایت صحیح بھی نہیں ہے امام ابوداؤد اور امام نسائی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا بوڑھا گم راہ چچا فوت ہو گیا آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپا دو میں نے کہا: وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھپا دو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۱۳، سنن نسائی: ۱۹۰)

(فتح الباری ج ۵ ص ۷۴، دار المعرفۃ بیروت، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)



## ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مشاہیر علماء اہل سنت کی تصریحات

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کا کفر پر انتقال ہوا۔ (الفقه الاکبر مع شرح الفقه الاکبر ص ۱۰۸، مطبعہ مصطفیٰ البابی، مصر)

علامہ علی ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب کافر مر جائے اور اس کا کوئی مسلمان رشتہ دار موجود ہو تو وہ اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ ابوطالب کے متعلق اسی طرح حکم دیا گیا، لیکن اس کو غسل اس طرح دیا جائے جیسے ناپاک کپڑے کو دھویا جاتا ہے اور کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے لیے گڑھا کھودا جائے، کفن پہنانے اور لحد بنانے کی سنت کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور نہ ہی اس کو گڑھے میں رکھا جائے بلکہ پھینکا جائے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۶۲-۱۶۱، المکتبۃ العربیہ، دیکیر کالونی، کراچی)

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ ہدایہ کی مذکورہ عبارت کی مثل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

جب ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۶۰۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

علامہ سید احمد الطحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ اور علامہ زین الدین ابن نجیم مصری نے بھی اس کے متقارب لکھا ہے۔

(ماویۃ الطحاوی علی قیاسہ ج ۲ ص ۶۶، غوثیہ کراچی، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۰، مصر)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہمیں امید ہے کہ عبدالمطلب اور ان کے تمام اہل بیت نجات پائیں گے، ماسوا ابوطالب (اس استثناء میں ابولہب کو بھی شامل کرنا ضروری تھا۔ سعیدی غفرلہ) کے ان کے متعلق حدیث میں ہے کہ وہ پاؤں تک آگ میں سے یہ اس کا حال ہے جو کفر پر مرا اور اگر وہ

توحید پر مرا ہوتا تو ضرور دوزخ سے نجات پاتا۔ (اسلم بن اسلم، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۱ھ)

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے چار چچاؤں نے اسلام کا زمانہ پایا، ان میں سے دو مسلمان نہیں ہوئے، ابوطالب، ان کا نام عبد مناف ہے

اور ابولہب، کا نام عبد العزیٰ ہے، اور دو مسلمان ہوئے: حضرت ۱۰۰۶ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما۔

(شہار، ص ۵۲، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

ابوطالب نبی ﷺ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کی مدد کرتا تھا اور آپ سے طبعاً بہت کرتا تھا نہ کہ شرعی محبت، پس اس پر تقدیر

غالب آگئی اور وہ ہمیشہ کفر پر رہا اور اللہ ہی کے لیے قوی حجت ہے۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۳۹۸، دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ حدیث: ۳۸۸۳، التوبہ: ۱۱۳، اور القصص: ۵۶ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوطالب غیر اسلام پر مرا، اگر تم یہ کہو کہ سہلی نے لکھا ہے کہ وہ اسلام لے آیا تھا تو میں کہوں گا کہ

ان کا یہ قول حدیث صحیح کے معارض نہیں ہو سکتا۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

اہل سنت کے نزدیک ابوطالب مسلمان نہیں ہے۔ (مرقات ج ۹ ص ۳۶۰، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث صحیح نے ابوطالب کے کفر کو ثابت کر دیا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۸ 'مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

روضۃ الاحباب میں بھی ابوطالب کے کفر پر مرنے کی احادیث لائی گئی ہیں۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۹ 'مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

علماء کا جابہ جاکر ابوطالب پر اجماع نقل فرمانا اور اسلام ابوطالب کا قول مزعوم روافض فرمانا جس کے نقول اگلے قصوں میں

مذکور و منقول اس حکایت بے سرو پا کے رد کو بس ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۱۳ 'رضاء فاؤنڈیشن' جامعہ رضویہ لاہور پاکستان)

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۴۰۔ ج ۱ ص ۳۸۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① غرغره موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث ② ابوطالب کے ایمان نہ

لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات ③ ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے

متعلق احادیث ④ ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف۔

\* یہ بحث 'شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۹۸-۳۸۶' آٹھ صفحات پر محیط ہے۔

قبر پر درخت کی شاخ رکھنا

۸۱۔ بَابُ الْجَرِيدِ عَلَى الْقَبْرِ

حضرت بریدہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر

وَلَوْصِي بِرِيْدَةَ الْأَسَدِيِّ نَبِيٌّ جَعَلَ فِي

کھجور کے درخت کی دو شاخیں رکھی جائیں۔

قَبْرِهِ جَرِيدَانِ.

اس تعلق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

مورق نے بیان کیا کہ حضرت بریدہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کے درخت کی دو شاخیں رکھی جائیں اور

حضرت بریدہ بن الحسین خراسان میں یزید بن معاویہ کے خلاف فتنے میں فوت ہوئے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۱۸ھ)

قبر پر کھجور کی دو شاخیں رکھنے میں نبی ﷺ کے فعل کی اتباع ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دو قبروں پر کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے

رکھے تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۱۶، صحیح مسلم: ۲۹۲) اور کھجور کے درخت کی برکت حاصل کرنا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وصیت کی کہ اگر وہ

وَرَدَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

و بکر رضی اللہ عنہ کی وصیت یہ تھی: 'تو ایسا کرے کہ غلام! اس کو

فُسْطَاطًا عَلَى قَبْرِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَمِ وَأَنْ يَرَاهُ يَأْكُلُ

اکھاڑو اس شخص پر اس کے عمل کا سایا ہوگا۔

فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ.

اس تعلق کی اصل بھی الطبقات الکبریٰ میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۳)

اور خارجہ بن زید نے کہا: اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور

وَقَالَ خَارِجَةُ ابْنُ زَيْدٍ وَرَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شَبَابٌ

اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہم جوان تھے اور ہم میں

فِي زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَإِنَّا أَشَدُّنَا وَثْبَةً

سب سے بڑی چھلانگ وہ شخص لگاتا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر

الَّذِي يَثْبُقُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَطْعُونٍ حَتَّى يُجَاوِزَهُ.

کو پھلانگ لیتا تھا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس تعلق کی اصل تاریخ صغیر میں ہے نیز انہوں نے لکھا ہے:

اگر قبر پر خیمہ لگانا کسی صحیح وجہ سے ہو تو پھر جائز ہے مثلاً زندہ لوگوں پر دھوپ سے سایا کرنے کی وجہ سے ہو۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۵)

### قبر پر بیٹھنے کے مکروہ ہونے کی تحقیق

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ أَخَذَ بِيَدِي خَارِجَةً  
فَاجْلَسَنِي عَلَى قَبْرِ، وَأَخْبَرَنِي عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ  
ثَابِتٍ قَالَ إِنَّمَا كُرِهَ ذَلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ.  
اور عثمان بن حکیم نے کہا: خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قبر پر  
بٹھایا اور مجھے یہ خبر دی کہ میرے چچا یزید بن ثابت نے کہا ہے کہ قبر  
پر بیٹھنا اس کے لیے منع ہے جو قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس تعلق کی اصل مسدود کی مسند کبیر میں ہے اس کا متن یہ ہے:

عبد اللہ بن سرجس اور ابوسلمہ بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ اگر میں  
انگارے پر بیٹھوں اور وہ میرے گوشت کے نچلے حصہ کو جلادے تو وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں قبر پر بیٹھوں عثمان نے کہا: میں  
نے خارجہ بن زید کو قبرستان میں دیکھا پس میں نے ان سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قبر پر بٹھایا اور بتایا  
کہ میرے چچا حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا اس کے لیے ممنوع ہے جو قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے (یعنی قضاء  
حاجت کرے)۔

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں  
سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلادے اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے بہتر  
ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱)

ابو مریم الغنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲ سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹ سنن ترمذی: ۱۰۵۰ سنن نسائی: ۷۶۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر چونا لگانے سے منع فرمایا اور اس پر عمارت بنانے سے  
منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۰ سنن ابوداؤد: ۳۲۲۵ سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۲)

علامہ عینی نے امام طحاوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور اس پر بیٹھنا صرف اس صورت میں ممنوع ہے جب کوئی  
شخص قبر پر بیٹھ کر وضوء توڑے یعنی قضاء نہ کرے۔ فقہ حنفی کے جتنے کتابوں میں اس کے خلاف ہے ان کو اسی پر محمول کرنا چاہیے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۷-۲۶۵ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہر چند کہ امام طحاوی اور علامہ عینی کی احادیث اور عبارات فقہاء پر بہت گہری نظر ہے لیکن ان دونوں بزرگوں نے احادیث صحیحہ  
اور صریحہ کے برخلاف قبر پر بیٹھنے کو جو جائز کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے جب کہ خود امام اعظم اور اکابر فقہاء احناف نے قبر پر بیٹھنے سے منع  
فرمایا ہے:

علامہ ابوبکر بن مسعود کا سانی حنفی متونی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: قبر کو روندنا یا قبر پر بیٹھنا یا قبر پر سونا یا قبر پر قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے قبر پر بیٹھنے

سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۰ سنن ابوداؤد: ۳۲۲۵ سنن ترمذی: ۱۰۵۸) (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۵۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متونی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

قبر کو پیروں سے روندنا یا اس پر بیٹھنا یا اس پر قضاء حاجت کرنا مکروہ ہے۔ (المحیط البرحانی ج ۳ ص ۹۴ 'ادارۃ القرآن' کراچی ۱۳۲۳ھ)  
علامہ عثمان بن الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

قبر پر عمارت بنانا یا اس پر بیٹھنا یا اس کو پیروں سے روندنا یا اس پر سونا یا اس پر قضائے حاجت کرنا یا اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (تبيين الحقائق ج ۱ ص ۵۸۷ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی ۱۳۲۱ھ)

علامہ زین الدین ابن نجیم المتوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ قبر پر بیٹھنا اور قبر کو روندنا مکروہ ہے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۴ 'المکتبۃ الماحدیہ' کوئٹہ)

فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۶ پر بھی اسی طرح مذکور ہے۔ (مطبعہ امیریہ کبریٰ ۱۳۱۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ خود علامہ عینی نے صحیح بخاری کی حدیث: ۱۲۸۵ کی شرح میں لکھا ہے:

امام مالک 'حضرت زید بن ثابت اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عطاء نے کہا ہے کہ قبر پر نہ بیٹھا جائے اور یہی امام شافعی اور جمہور کا قول ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھے اور وہ اس کے کپڑے جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱) اور بخاری وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر بیٹھنا حرام ہے اور اس کو علامہ نووی نے اصحاب سے نقل کیا ہے۔ امام مالک اور خارجہ بن زید نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد قضاء حاجت کے لیے قبر پر بیٹھنا ہے اور یہ بہت بعید تاویل ہے۔

(عمدۃ مارون ج ۱ ص ۱۱۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۳۲۱ھ)

حیرت ہے کہ جس مذہب کو علامہ عینی حدیث: ۱۲۸۵ کی شرح میں رد کر چکے ہیں اسی مذہب کو حدیث: ۱۳۶۱ کی شرح میں اپنا

مختار قرار دے رہے ہیں!

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُورِ.

حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

حافظ اب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی اصل یہ ہے:

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ۲۸۸۱۔ ج ۲ ص ۴۸ 'تذیبی کتب خانہ' کراچی)

یہ حدیث امام ابن شیبہ کی سند صحیح کے ساتھ اس روایت کے معارض نہیں ہے کہ اگر میں گرم پتھر پر چلوں تو یہ میرے نزدیک قبر پر چلنے سے زیادہ بہتر ہے اور یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں اختلاف ہے۔

ابو مرثد الغنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

(صحیح مسلم: ۹۷۲)

امام مالک نے کہا کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ قبر پر قضاء حاجت نہ کرو علامہ نووی نے کہا کہ یہ تاویل ضعیف ہے یا باطل ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک اس قول میں منفرد ہیں اسی طرح امام ابن جوزی کے کلام سے یہ دہم ہوتا ہے



انہوں نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے اور اس میں امام مالک کا اختلاف ہے علامہ نووی نے شرح المہذب میں یہ تصریح کی ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب جمہور کی مثل ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب امام مالک کی مثل ہے جیسا کہ امام طحاوی نے ان سے نقل کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر مذکور سے استدلال کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت علی بھی قبروں پر بیٹھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۸۰) اور حضرت زید بن ثابت کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے قبر پر صرف قضاء حاجت کے لیے بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۷۷) جمہور کے قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ امام احمد نے حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو۔ (کنز العمال: ۴۲۵۷۱) اور اس حدیث سے:

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: قبر سے اترو اور صاحب قبر کو ایذا نہ دو تا کہ وہ تمہیں ایذا نہ دے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۷۱)

امام مسلم نے اپنی سند سے روایت کی ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص انکارے پر بیٹھے اور وہ اس کے پیڑوں کو جلا دے اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو وہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۱)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ۳۰ دلیل، بہت بعد سے کہ قبر پر بیٹھنے کا ممانعت سے مراد یہ ہے کہ قبر پر بیٹھ کر قضاء حاجت نہ کرو کیونکہ قبر پر بیٹھ کر قضاء حاجت کرنا بہت فضیلت ہے اور یہ مکروہ ہے۔ بہت بڑھ کر۔ یہاں پر بیٹھنے سے مراد عرف کے مطابق بیٹھنا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس قائل (حافظ ابن حجر) نے کہا کہ علامہ نووی نے لکھا کہ امام مالک نے فرمایا کہ بیٹھنے سے مراد قضاء حاجت کے لیے بیٹھنا ہے اور یہ تاویل ضعیف ہے یا باطل ہے۔ علامہ ابن حجر نے کہا کہ بیٹھنے سے مراد قضاء حاجت کے لیے بیٹھنا ہے اور علامہ نووی نے کیسے کہا کہ امام مالک کی تاویل باطل ہے۔ بلکہ امام مالک علامہ ابن حجر سے بڑے عالم ہیں اور وہ ان سے زیادہ احادیث اور آثار کو جاننے والے ہیں پھر اس قائل نے کہا کہ جمہور فقہاء قبر پر بیٹھنے کو مکروہ کہتے ہیں اور اس میں امام مالک کا اختلاف ہے اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب بھی جمہور کی مثل ہے میں کہتا ہوں کہ اس طرح نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہ کا مذہب جمہور کی مثل ہے جیسا کہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۸۸۰) میں کہتا ہوں کہ ان احادیث سے مراد قضاء حاجت کے لیے بیٹھنا ہے اور قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے جیسا کہ امام طحاوی نے کہا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ نووی کی نقل صحیح ہے اور علامہ عینی اور امام طحاوی کو اس مسئلہ میں خطا ہوئی ہے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب وہ نہیں ہے جو علامہ عینی اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے بلکہ ان کے نزدیک قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے فقہاء احناف کی مشہور اور متداول کتب بدائع الصنائع، محیط برہانی، تبیین الحقائق، البحر الرائق اور فتاویٰ عالمگیری کے حوالوں سے بلکہ خود علامہ عینی کی عمدة القاری کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

فالحمد لله على ذلك.

۱۳۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ  
الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يَعْذَّبَانِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ  
وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ  
مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَشْطِي بِالنَّسَبَةِ ثُمَّ  
أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَوَّزَ فِي كُلِّ  
قَبْرٍ وَاحِدَةٍ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟  
فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَنْبَسَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو معاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از طاووس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ دو قبروں کے پاس سے گزرے جن کو عذاب دیا جا رہا تھا آپ نے فرمایا: بے شک ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور ان کو کسی ایسی چیز میں عذاب نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا دشوار ہو۔ رہا ان دونوں میں سے ایک تو وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور رہا دوسرا تو وہ چغلی کرتا تھا پھر آپ نے کھجور کے درخت کی ایک تر شاخ لی پس اس کے دو ٹکڑے کیے پھر ہر ایک کی قبر میں ایک ٹکڑا گاڑ دیا پس مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۱۶ میں گزر چکی ہے۔

۸۲ - بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ  
وَقُعُودِ أَصْحَابِهِ حَوْلَهُ

مرثیہ کا قریبے پاس نصیحت کرنا اور اس کے  
اصحاب کا اس کے پاس بیٹھنا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ باب لکھا ہے کہ اگر زندہ لوگوں یا قبر والوں کی نصیحت کا تقاضا ہو تو قبر کے گرد لوگوں کا بیٹھنا جائز ہے زندہ لوگوں کی مصلحت یہ ہے کہ ان کو موت کی سخت یاد دلادیں اور ان کے دل کی مصلحت یہ ہے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اور اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس سے میت کو نفع ہوگا۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے مردوں پر (سورۃ) ناس پڑھو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۱۲۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۸)

یہ حدیث اس وقت تک درست ہے کہ مردوں کے لئے قرآن مجید کی تلاوت ان کو زندہ نہ کرے۔ یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت سے میت کو زندہ نہیں ہوتا۔

﴿يَوْمَ يُخْرِجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ﴾ (العارج: ۴۳)  
﴿الْأَجْدَاثِ الْقُبُورُ﴾ (العارج: ۴۳) کا معنی قبر ہے۔

جس دن لوگ قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:  
وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ (ناس: ۵۱)  
اور صور میں پھونکا جائے گا پس اس وقت وہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے ○

”بعثت“ اکھاڑ دی جائیں گی یا ان کو الٹ پلٹ کر  
جائے گا۔ ”بَعَثْتُ حَوْضِي“ کا معنی ہے: میں نے اس کے نیچے

حصہ کو اوپر کر دیا۔

اس تعلق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعِثَتْ (الأنفطار: ۴)

الْإِنْفَاضُ الْإِسْرَاعُ.

اس تعلق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَى

نُصْبٍ يُؤْفَضُونَ (العارج: ۴۳)

وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ ﴿إِلَى نُصْبٍ﴾ (العارج: ۴۳) إِلَى

شَيْءٍ مِّنْ نُصُوبٍ يَسْتَبِقُونَ إِلَيْهِ وَالنُّصْبُ وَاحِدٌ وَالنُّصْبُ مُصَدَّرٌ.

اور جب قبروں کو پلٹ دیا جائے گا

”الایفاض“ کا معنی ہے: جلدی جلدی بھاگتے ہوئے جانا۔

جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ

بتوں کی طرف بھاگتے ہوئے جا رہے ہیں

الاعمش نے اس آیت میں ”إِلَى نُصْبٍ“ پڑھا ہے: یعنی

جو چیز نصب کی گئی ہو اور لوگ اس کی طرف سبقت کر رہے ہوں

”نُصْبٍ“ واحد ہے اور ”نُصْبٍ“ مصدر ہے۔

”نُصْبٍ“ کا معنی ہے: ایک جھنڈا نصب کر دیا گیا ہے اور لوگ اس کی طرف بھاگ رہے ہیں اور جس نے ”نُصْبٍ“ پڑھا

اس کا معنی ہے: وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ ”نُصْبٍ“ کا معنی ہے: پتھر سے تراشے ہوئے بت ایک قول یہ ہے کہ اس کا

معنی ہے: وہ پتھر جس کی عبادت کی جا رہی ہے اور اس پر ذبح شدہ جانوروں کا خون بہایا جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک جھنڈا ہے

جس کو لوگوں کے لیے گاڑ دیا جاتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۰۰)

”يوم الخروج“ قبروں سے نکلنے کے دن۔ ”ينسلون“

نکلیں گے۔

﴿يَوْمَ الْخُرُوجِ﴾ (ق: ۴۲) مِنَ الْقُبُورِ ﴿يَنْسَلُونَ﴾

(یس: ۵۱) يَخْرُجُونَ.

اس تعلق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بَاقِيَ الْقِيَامِ

الْخُرُوجِ (ق: ۴۲)

جس روز وہ زبردست چنگھاڑ کو یقین کے ساتھ سنیں گے

یہی (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا

اور یہ رہ گیا ہے کہ یس: ۵۱ میں جو ”ينسلون“ لفظ اس کا معنی نکلتا ہے۔

۱۳۶۲ - رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ

مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ رِضَى اللَّهِ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي

بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَنَعَهُ مِخْصَرَةً فَتَنَكَّسَ فَجَعَلَ

يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ مَّا مِنْ

نَفْسٍ مِّنْفُوسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

وَالْأَقْدُ كُتِبَ شَقِيَّةٌ أَوْ سَعِيدَةٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا

رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا تَكْتَلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدْعُ الْعَمَلَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: میں نے عتبات میں بیٹھ بیان

کیا انہوں نے کہا: انہیں جرم نے عتبات بیان کی۔ منصور از سعد

بن عبیدہ از ابو عبد الرحمن از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ

ہم بقیع الغرقہ میں ایک جنازے کے ساتھ تھے ہمارے پاس نبی

صلی اللہ علیہ وسلم آئے پس بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے آپ

کے پاس چھری تھی آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھری کے ساتھ

زمین کریدنے لگے پھر فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا جنت میں یا

دوزخ میں ٹھکانا لکھ دیا گیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ نیک

بخت ہے یا بد بخت ہے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے

متعلق لکھے ہوئے پر اعتماد نہ کر لیں اور عمل کرنے کو چھوڑ دیں پس جو شخص ہم میں سے نیک بخت ہوگا پس وہ عنقریب نیک بختوں کے عمل کی طرف رجوع کرے گا اور رہا وہ جو ہم میں سے بد بخت ہوگا پس وہ بد بختوں کے عمل کی طرف رجوع کرے گا؟ آپ نے فرمایا: رہے وہ جو اہل سعادت ہیں ان کے لیے سعادت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے اور جو اہل شقاوت ہیں ان کے لیے شقاوت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: پس رہا وہ جس نے (اللہ کی راہ میں) عطا کیا اور (اللہ سے) ڈرا اور نیکی کی تصدیق کی تو ہم اس کے لیے نیکی کے راستے آسان کر دیں گے (اللیل: ۵-۷)

فَمَنْ كَانَ مِنَ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَيَسِيرٌ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَيَسِيرٌ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ؟ قَالَ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُسْرُونَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُسْرُونَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ. ثُمَّ قَرَأَ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى﴾ (اللیل: ۵) الاية. [اطراف الحدیث: ۳۹۳۵-۳۹۳۶]

[۳۹۳۶-۳۹۳۷-۳۹۳۸-۳۹۳۹-۳۹۴۰-۳۹۴۱-۳۹۴۲]

(صحیح مسلم: ۲۶۳۷، رقم المسلسل: ۶۶۰۷، سنن ابوداؤد: ۳۶۹۳، سنن ترمذی: ۲۱۳۶، سنن ابن ماجہ: ۷۸، السنن الکبریٰ: ۱۱۶۷۸، مسند ابی یوسف: ۵۸۳، الادب المفرد: ۹۰۳، صحیح ابن ماجہ: ۳۳۳، مسند احمد: ۸۲، طبرانی: ۵۶، ج ۲ ص ۵۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع السانید لابن جوزی: ۵۵۰، مکتبۃ الرشیدیہ بیروت: ۱۳۲۶ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عثمان بن محمد بن ابی شیبہ، ان کا نام ابراہیم ابو الحسن العیسیٰ ہے (۲) جریر بن عبد الحمید الضحیٰ (۳) منصور بن المعتمر (۴) سعد بن عبیدہ (۵) ابو عبد الرحمن اور یہ عبد اللہ بن حبیب ہیں (۶) حضرت ابی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (مدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۱)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس حدیث سے ہے: ”پس رہے وہ جو اہل شقاوت ہیں ان کے لیے شقاوت کے عمل آسان کر دیئے جائیں گے۔“

### ”بقیع الغرقہ“ کا معنی

اس حدیث میں ”بقیع الغرقہ“ کا لفظ ہے ”بقیع“ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مختلف اقسام کے درخت ہوں اور ”الغرقہ“ کانٹوں والے درخت کو کہتے ہیں ”بقیع الغرقہ“ اہل شقاوت کا قبرستان ہے۔ (مدۃ القاری ج ۸ ص ۲۷۱)

اس اعتراض کا جواب کہ حسب سعادت اور شقاوت کو شہر میں لکھ دیا ہے تو عمل کی کیا ضرورت ہے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب بندے کے اعمال کو ازل میں لکھ دیا گیا ہے تو پھر نیک اعمال پر اس کی مدح کیوں کی جاتی ہے اور بُرے اعمال پر اس کی مذمت کیوں کی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی مدح اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ نیک اعمال کا محل ہے نہ کہ اس لیے کہ وہ ان کا فاعل ہے اور بُرے اعمال پر اس کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ بُرے اعمال کا محل ہے نہ کہ اس لیے کہ وہ بُرے اعمال کا فاعل ہے یہ اشاعرہ کی طرف سے مشہور جواب ہے جیسے جب کسی حسین چیز کی مدح کی جاتی ہے اور قبیح چیز کی مذمت کی جاتی ہے اور اسی لحاظ سے اس کو ثواب اور عذاب ہوتا ہے جس طرح ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ کہا جائے کہ آگ کو جھونے کے بعد جلنے کی کیفیت کیوں ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی کہنا صحیح نہیں ہے کہ بُرے اعمال کے بعد عذاب کیوں ہوتا ہے۔

علامہ طیبی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو تفسیر پر تکیہ کرنے سے اور عمل کو ترک کرنے سے منع کیا ہے اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ بندہ پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے اور اللہ کے کاموں میں تصرف کرنے سے اجتناب کرے



پس عبادت کرنے کو جنت کے دخول کا مستقل سبب نہ بنایا جائے اور عبادت کے ترک کرنے کو دوزخ میں دخول کا مستقل سبب نہ بنایا جائے بلکہ عبادت کا کرنا اور اس کو ترک کرنا جنت اور دوزخ میں دخول کی علامات ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سعادت اور شقاوت کو کتاب میں لکھ دیا ہے تو مسلمانوں نے قصد کیا کہ اس لکھے ہوئے کو حجت قرار دے کر عمل کرنے کو ترک کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ بتلایا کہ یہاں پر دو چیزیں ہیں اور ایک چیز کی وجہ سے دوسری چیز باطل نہیں ہوتی، ایک ظاہری چیز ہے اور ایک باطنی چیز ہے اور وہی علت موجبہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسری ظاہری چیز ہے اور وہ بندہ کے حق میں تتمہ لازمہ ہے اور وہ خیالی علامت ہے اور آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ نے جو پیدا کیا ہے ان میں سے ہر ایک میں اس کا عمل آخرت کے انجام کی دلیل ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۖ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۖ فَسَنِيَرُهُ لِلْيُسْرَى ۖ (اللیل: ۷-۵)

پس رہا وہ جس نے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور (اللہ سے) ڈرا اور نیکی کی تصدیق کی تو ہم اس کے لیے نیکی کے راستے آسان کر دیں گے

اس کی نظیر یہ ہے کہ انسان کی قسمت میں رزق لکھ دیا ہے لیکن اس کو کمانے کا حکم دیا ہے اور اس کی زندگی کی میعاد مقرر ہے لیکن اس کو بیماری کا علاج کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور طرز سعادۃ و شقاوت ہے لیکن اس کی نیکی کرنے اور برائی کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس جس طرح وہ تقدیر میں لکھے ہوئے رزق پر تکیہ کر کے کما۔ کو ترک نہیں کرتا۔ تقدیر میں لکھی ہوئی زندگی کی مدت پر تکیہ کر کے بیماری میں علاج کو ترک نہیں کرتا اسی طرح تقدیر میں لکھا ہوا امر باطنی علت موجبہ اور اللہ کا حکم ہے اور انسان کے اعمال تتمہ لازمہ ہیں اور اعمال کے نہ کرنے کو ترک نہ کرے پس تقدیر میں لکھا ہوا امر باطنی علت موجبہ اور اللہ کا حکم ہے اور انسان کے اعمال تتمہ لازمہ ہیں اور خیالی علامت ہیں اور امر باطنی کی وجہ سے مر ظاہری کو ترک نہیں لیا جاتا۔ (عمدۃ الساری: ۲۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۱ھ)

\* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۶۰۷، ۶۶۰۸، ۶۶۰۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کی جتنی نیکی برائی ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے؟ ② جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب۔

۸۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي قَاتِلِ النَّفْسِ (اپنی جان کے قاتل کے متعلق)

اس باب میں بیان کیا گیا ہے جو شخص اپنی جان کے قاتل ہے اس کا شریعت میں کیا حکم ہے۔

حضرت ابن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو چوڑے تیر سے لے کر یا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ (صحیح مسلم: ۹۷۸، سنن نسائی: ۱۹۶۰)

خود کشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے لیکن کسی بڑے عالم کو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھانی چاہیے۔

۱۳۶۳۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ

قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ

الضُّحَّاكِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمَلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا

مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ 'وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی

انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت

ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جس نے

غیر ملت اسلام کی عدا جھوٹی قسم کھائی پس وہ اس طرح ہے اور جس

عُذِبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔  
نے لوہے کے ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کیا، اس کو اسی ہتھیار سے

[اطراف الحدیث: ۳۱۷۱-۳۸۴۳-۶۰۴۷-۶۱۰۵-۶۶۵۲] دوزخ میں عذاب ہوتا رہے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۱۰، الرقم السلسل: ۲۹۵، سنن ابوداؤد: ۳۲۵۷، سنن ترمذی: ۱۵۴۳، سنن نسائی: ۳۷۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۸، الاحادیث الثانی: ۲۱۳۰)

المعجم الكبير: ۱۳۳۵، مسند ابویعلیٰ: ۱۵۳۵، جامع السانید لابن جوزی: ۷۸۵، مکتبۃ الرشیدیہ: ۱۴۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۹۱۱)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جس نے لوہے کے ہتھیار سے اپنے آپ کو قتل کیا۔ الحدیث

”ملت“ کا معنی غیر ملت اسلام کی قسم کھانے والے کا شرعی حکم اور اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ”ملت“ کا لفظ ہے ”ملت“ کا معنی ہے: دین جیسے ملت اسلام یا یہودیت یا نصرانیت ایک قول یہ ہے کہ اس

کا معنی ہے: دین کے عظیم ارکان۔

نیز اس حدیث میں ہے: جس نے غیر ملت اسلام کی عدا جھوٹی قسم کھائی پس وہ اسی طرح ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے یہودیت یا عیسائیت کی تعظیم کی وجہ سے قسم کھائی خواہ وہ قسم جھوٹی کھائی ہو یا سچی کھائی ہو، بہر حال اس

نے غیر ملت اسلام کی تعظیم کی کیونکہ قسم کھانی جاتی ہے۔ سر دل سے تسلیم ہوتی ہے۔ غیر ملت اسلام کی تعظیم حرام اور ممنوع

ہے۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ چونکہ اس نے غیر ملت اسلام کی جھوٹی قسم کھائی ہے اس وجہ سے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا، کافر

نہیں ہوگا۔

علامہ کرمانی نے بھی کہا: وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا، کافر نہیں ہوگا۔ حدیث میں جو فرمایا ہے: پس وہ اس طرح ہے، یہ تغلیظ

کے لیے ہے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا: اس کا غیر ملت اسلام کی قسم کھانا کفر کے مشابہ ہے، کیونکہ اس نے قسم کھا کر غیر ملت اسلام کی

تعظیم کی اور غیر ملت اسلام کی تعظیم کفر ہے، لہذا اس کا یہ قسم کھانا کفر کے مشابہ فعل ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا: جس نے عدا غیر ملت اسلام کی تعظیم کی وہ حقیقتہً کافر ہو گیا اور حدیث میں یہی فرمایا ہے کہ جس نے عدا غیر

ملت اسلام کی قسم کھائی وہ اس طرح ہے، پس ایسا شخص حقیقتہً کافر ہے۔

علامہ عینی نے کہا: اس کا غیر ملت اسلام کی قسم کھانا کفر کے مشابہ ہونا، جب تک کہ کافر ہے۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس نے اس طرح قسم کھائی اس کی قسم منعقد ہو

جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہے، کیونکہ ظہار کرنے والا بُری اور جھوٹی بات کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر کفارہ لازم کیا ہے اور یہ بھی

بُری اور جھوٹی بات ہے، امام مالک، امام شافعی اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ اس پر توبہ کرنا اور تجدید اسلام کرنا لازم ہے کیونکہ حدیث میں

ہے: جس نے لات اور غزی کی قسم کھائی وہ کہے: لا الہ الا اللہ۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۶، صحیح ابن خزیمہ: ۴۵، مسند احمد ج ۲

ص ۳۰۹) اور حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس پر صرف توبہ اور تجدید اسلام لازم ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی

لازم ہے، ہم کہتے ہیں کہ کفارہ کا ذکر نہ ہونے سے اس کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۷۶-۲۷۵، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

١٣٦٤ - وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ حَارِثٍ عَنْ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ، فَمَا نَسِينَا، وَمَا نَخَافُ أَنْ يَكْذِبَ جُنْدَبٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ قَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بَدَرْنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ، حَرَمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

[ألف الحديث: ٣٣٦٣] (صحيح مسلم: ١١٣، الرقم المسلسل: ٣٠٠)

خودکشی کرنے والے پر جنت حرام کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ عز و جل نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کو ہلاک کرنے میں مجھ پر سبقت کی، میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے جنت حرام نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ  
 ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ. (النساء: ۱۱۶-۱۱۸)

بے شک اللہ اسے نہیں معاف فرمائے گا کہ اس کے ساتھ  
 شرک کیا جائے۔ اس سے کم گناہ کو جس کے لیے چاہے گا معاف  
 فرمادے گا۔

حضرت عثمان بن مالک انصاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے دوزخ پر اس شخص کو حرام کر دیا ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور وہ اس بات سے انکار کیا جس کا وہ ماننا تھا۔ (بخاری: ۴۲۵، صحیح مسلم: ۳۳)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی شہادت دی اللہ نے اس پر دوزخ کو حرام کر دیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹، سنن ترمذی: ۲۶۳۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۸)  
 اگر جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دینے سے منع کیا ہے تو اس کو معاف کر دے اور چاہے گا تو اس پر وعید نافذ کرے گا اس کو دوزخ میں ڈال دے گا اور پھر عذاب کے بعد اس کو دوزخ سے نکال دے گا پھر اس کو ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا اور اس کو دامنِ اودوزخ میں نہیں رکھے گا۔ (شرح ابن بجا ج ۲ ص ۳۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)  
 حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

چونکہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ اہل اسلام دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اس لیے یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ جو شخص خودکشی کو حلال جان کر خودکشی کرے گا اس پر اللہ عز و جل جنت کو حرام کر دے گا کیونکہ وہ خودکشی کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اور کافر یقیناً ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے اعتبار سے فرمایا ہے اس کی حقیقت مراد نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۴ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی، اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کو دوزخ میں داخل کرنے سے پہلے میں نے اس پر جنت کے دخول کو حرام کر دیا ہے یا کسی خاص جنت کو اس پر حرام کر دیا ہے کیونکہ جنتیں بہت سی ہیں یا یہ وعید اس کے لیے ہے جو حلال اور جائز سمجھ کر خودکشی کرے یا اس کو محض تغلیظ کے لیے فرمایا ہے اور اس کو خودکشی کرنے سے ڈرایا ہے اس کی حقیقت مراد نہیں یا مراد یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی سزا یہ ہے کہ اس پر جنت کو حرام کر دیا جائے لیکن اس پر اس سزا کو نافذ کرنا ضروری نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۷۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از الاعمرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنا گلا گھونٹے گا اس کا دوزخ میں گلا گھونٹا جاتا رہے گا اور جو شخص اپنے آپ کو نیزہ یا تیر مارے گا وہ دوزخ میں بھی اپنے آپ کو نیزہ یا تیر مارتا رہے گا۔

۱۳۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِي يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ. [طرف الحدیث: ۵۷۷۸]

(صحیح ابن حبان: ۵۹۸۷، شرح: ۱۹۵، سند احمد: ۲۰۰، بیق قدیم: ۹۶۱۸، ج ۱ ص ۳۸۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

جامع السانید لابن جوزی: ۳۶۷۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ)

### حدیث مذکور کی موافق حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا دوزخ میں اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار ہوگا اور وہ دوزخ میں رہے گا۔ ان ہتھیار کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا وہ دوزخ میں رہے گا۔ آپ کو گرا کر ہلاک کیا رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو زہر سے ہلاک کیا وہ دوزخ میں رہے گا۔ ہمیشہ ہمیشہ زہر چاٹتا رہے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۷۸، صحیح مسلم: ۱۰۹، سنن ترمذی: ۲۰۴۳، سنن ابوداؤد: ۳۸۷۲، مسند ابوداؤد الطالیسی: ۲۳۱۶، شرح النہ: ۲۵۲۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۸-۳۷۸-۲۳۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان جس طریق سے خودکشی کرے گا اترے گا مثلاً طریقہ سے اگر کوئی مہلک طریقہ اختیار کرے گا اور اس کی مغفرت نہیں ہوگی بلکہ یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ خودکشی کرنے والے کی کسی مغفرت نہیں ہوگی۔

### حدیث مذکور کی مخالف حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی نبی ﷺ کے پاس آئے پس کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ کو منسوب قلعہ کی ضرورت ہے؟ ان کے پاس زمانہ جاہلیت میں دوس کا قلعہ تھا پس نبی ﷺ نے اس کا انکار کیا جو انصار کے لیے ذخیرہ تھا پھر جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت طفیل بن عمرو نے بھی ہجرت کی اور ان کے ساتھ ایک اور شخص نے بھی ہجرت کی ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی پس وہ شخص بیمار ہو گیا سودہ صبر نہ کر سکا اس نے چوڑے پھل کے تیر سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کے ہاتھوں سے خون بہنے لگا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا حضرت طفیل بن عمرو نے اس کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا اور اس کے ہاتھوں پر پٹی دیکھی حضرت طفیل نے پوچھا: تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: میں



نے نبی ﷺ کی طرف جو ہجرت کی تھی اس وجہ سے اللہ نے میری مغفرت کر دی انہوں نے پوچھا: میں تمہارے ہاتھوں پر پٹی کیسی دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: مجھ سے کہا گیا کہ جس چیز کو تم نے خود خراب کیا ہے ہم اس کو ہرگز ٹھیک نہیں کریں گے۔ حضرت طفیل نے نبی ﷺ کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کی بھی مغفرت فرما!

(صحیح مسلم: ۱۱۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۱-۳۷۰، مسند ابویعلیٰ: ۲۱۷۵)

### خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق امام طحاوی کی توجیہ

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ ان دونوں حدیثوں کے تعارض کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے چوڑے تیر سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کو اس لیے کاٹا ہو کہ اس کے نزدیک اس بیماری کا یہی علاج تھا کہ فاسد خون کو نکال دیا جائے اور اس کا یہ خیال ہو کہ اگر اس فاسد خون کو نہ نکالا گیا تو اس سے اس کے پورے جسم میں یہ بیماری سرایت کر جائے گی (جیسا کہ آج کل بھی اگر کسی عضو میں زہر سرایت کر جائے اور اس سے پورے جسم کے فاسد ہونے کا خطرہ ہو تو ڈاکٹر اس عضو کو کاٹ دیتے ہیں۔ سعیدی غفرلہ) سو اس نے پورے جسم کی اصلاح کے لیے اپنی انگلیوں کے جوڑوں کو کاٹا، لیکن قضاء الہی سے اتنا خون بہ گیا کہ وہ فوت ہو گیا، سو اس صورت میں اس پر کوئی ملامت نہیں ہے اور نہ وہ آخرت میں کسی سزا کا مستحق ہے، کیونکہ اس کا ارادہ خودکشی کرنے کا نہ تھا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے ہاتھوں کے لیے مغفرت کی دعا کی اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی تفسیر ہوئی تھی جیسی تو آپ نے اس کے ہاتھوں کے لیے سزا کی دعا کی تو اب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے دل میں جو خوف خدا کا غلبہ تھا اس کی وجہ سے آپ نے یہ دعا کی۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۷-۱۸۸ سو۔ الرسالۃ بیروت ۱۳۲۷ھ)

### خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے متعلق علامہ نووی اور حافظ ابن حجر کی توجیہ

اس حدیث میں دو احتمال ہیں: ایک احتمال وہ ہے جس کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ شخص اپنی بیماری کی تکلیف پر صبر نہیں کر سکا اور اس نے خودکشی کے لیے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ لیے پھر اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ پہلی حدیث کے مطابق تو اس کو دائمی عذاب ہونا چاہیے تھا اور اس کی سزا موت نہیں ہونی چاہیے تھی، علامہ نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں اہل سنت کے ایک عظیم قاعدہ پر دلیل ہے کہ جس نے خودکشی کی یا کوئی اور معصیت کی اور بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ کافر نہیں ہے اور اس کے قطعاً طور پر دوزخ کہا جائے گا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے تحت ہے، وہ جائے توبہ کو کچھ عرصہ سزا دے گا اور چاہے تو معاف کر دے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۸۰-۸۱، شرح الباز مکہ مکرمہ: ۱۰۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ کہا ہے کہ خودکشی کرنے والے کے لیے دائمی عذاب کی عید اس صورت میں ہے جب وہ جائز سمجھ کر خودکشی کرے اس وقت وہ کافر ہوگا اور اس کو دائمی عذاب ہوگا دوسرا جواب یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی سزا تو یہی ہے کہ اس کو دائمی عذاب دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کرم فرماتا ہے اور ان کو کچھ عرصہ کے بعد ان کی توحید کی وجہ سے دوزخ سے نکال لیتا ہے یا اصلاً عذاب نہیں دیتا یا اللہ تعالیٰ نے زجر و توبخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر اور ڈرانے کے لیے فرمایا کہ خودکشی کرنے سے دائمی عذاب ہوگا تا کہ مسلمان خودکشی کرنے سے باز رہیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۷۹۳، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۲۶ھ)

\* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۱۳-۲۱۲، ج ۱ ص ۵۷۱-۵۷۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کی توجیہ ② غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل۔

۸۴۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى

الْمُنَافِقِينَ وَالْإِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ

رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱۲۶۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۶۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي

الَلَيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

أَبِي ابْنِ سُلُوفٍ دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ سُرِرَ

عَلَى ابْنِ أَبِي وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا؟

أَعِدُّ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَقَالَ آخِرُ عَيْنِي يَا عُمَرُ فَلَمَّا اكْتَرْتُ عَلَيْهِ

قَالَ إِنِّي خَيْرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ سَلَّمْتُ أَنِّي إِذَا زِدْتُ

عَلَى السَّبْعِينَ فَغَفَرَ لَكَ لَزِدْتُ عَلَيْهَا قَالَ فَصَلَّى

عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ

فَلَمْ يَمُكِّثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةٍ

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ إِلَى

﴿وَهُمْ بِقَوْلِهِ﴾ (نمر: ۸۴) قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدَ مِنْ

جُرَاتِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَوْمَئِذٍ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. [طرف الحديث: ۳۶۷۱]

منافقین کی نماز جنازہ اور مشرکین کے لیے

استغفار کا مکروہ ہونا

اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کیا

ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن

شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت عمر

بن الخطاب رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن ابی ابن

سلول مر گیا تو رسول اللہ ﷺ کو اس پر نماز پڑھنے کے لیے بلایا

گیا، جب رسول اللہ ﷺ (جانے کے لیے) کھڑے ہوئے تو

میں جلدی سے آگے بڑھا، پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ

ابن ابی کی نماز پڑھا رہے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن یہ کہا تھا اور

فلاں دن یہ کہا تھا؟ میں اس کی سب باتیں گنوا رہا، تو رسول اللہ

ﷺ مسکرائے اور فرمایا: اے عمر! مجھے چھوڑ دو جب میں نے زیادہ

اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا تھا، پس میں نے

اختیار کر لیا، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں نے ستر دفعہ سے زیادہ

مغفرت طلب کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ

سے زیادہ مغفرت طلب کرتا، حضرت عمر نے کہا: پس رسول اللہ

ﷺ نے اس کی نماز پڑھائی، پھر آپ واپس آ گئے، پھر آپ

تھوڑی دیر ٹھہرے تھے کہ سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہو گئی: اور ان

میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی کبھی ہی نماز جنازہ نہ پڑھیں،

اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے

رسول کے ساتھ کفر کیا اور اسی حالت میں مر گئے اور وہ فاسق ہیں O

(التوبہ: ۸۴) پھر بعد میں مجھے اس دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے

اپنی اس جرات پر بہت تعجب ہوا، اور اللہ اور رسول کو ہی زیادہ علم

ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۰۹۷، سنن نسائی: ۱۹۶۵، ۲۳۵، مسند الزہار: ۹۳، صحیح ابن حبان: ۳۱۷۶، سنن کبریٰ: ۱۱۲۲۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۶ طبع قدیم، مسند

احمد: ۹۳، ج ۱ ص ۲۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۵۶۹۸، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۶ھ، مسند الطحاوی: ۶۰۶۵)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب (۵) عبید اللہ بن غیینہ بن مسعود یہ سات فقہاء میں سے ایک ہیں (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۷۸)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت آیت (التوبہ: ۸۴) میں ہے 'اگر اس پر اعتراض کیا جائے کہ عنوان میں مشرکین کے لیے استغفار کی کراہت کا بھی ذکر ہے اور اس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں التوبہ: ۸۴ کا ذکر ہے اور التوبہ: ۸۰ میں یہ آیت ہے: "فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ" پس اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا اور اس میں مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کا اشارہ ہے۔

## مخالفین کی قبر پر کھڑے ہونے کی ممانعت صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے تھی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ التوبہ: ۸۴ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو منافقین کی نماز پڑھانے سے منع فرمادیا ہے اگرچہ وہ اسلام کو ظاہر کرتے تھے تاکہ ان کی جانیں محفوظ رہیں رہا ان کی قبروں پر کھڑا ہونا تو وہ صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے ممنوع تھا اور دیگر مسلمانوں کے لیے جائز تھا کہ وہ اپنے کافر آباء کی تدفین کے لیے ان کی قبروں پر کھڑے ہوں اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوئے تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آپ کا گمراہ چچا فوت ہو گیا تو آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں چھوڑ دو۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کے پاس آنا پس میں گیا اور میں نے اس کو زمین میں چھپا دیا اور میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا اور میرے لیے دعا کی۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۱۳ سنن نسائی: ۱۹۰)

سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ ایک یودی فوت ہوا اس کا بیٹا اس کی قبر پر کھڑا ہوا اور اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کو چاہیے کہ اس کے ساتھ جائے اور اس کو دفن کرے اور جب تک وہ زندہ ہے اس کے لیے ہدایت کی دعا کرتا رہے اور جب وہ مر جائے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے اور التوبہ: ۱۱۳ کی تلاوت کی۔

ابراہیم النخعی نے کہا ہے کہ حارث بن عبد اللہ بن ابی سعید کہتے ہیں کہ فوت ہو گئی اور وہ نصرانی تھی حارث کی تکریم کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس کے جنازہ کے ساتھ گئے اور ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

## اصاغر کا اکابر کی رائے کے خلاف اپنی رائے دینے اور اس پر اصرار کرنے کا جواز

علامہ ابن بطل فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو بار بار رسول اللہ ﷺ سے اصرار کیا کہ آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں اس میں یہ فقہ ہے کہ خیر خواہ وزیر کے لیے جائز ہے کہ سلطان کو اپنی رائے بتائے خواہ اس کی رائے سلطان کی رائے کے خلاف ہو جب کہ سلطان کو علم ہو کہ اس وزیر کی نیت نیک ہے اور وہ اس کا خیر خواہ ہے اور اس کے اعمال صالحہ ہیں تو اس وزیر کے اجتہاد پر ملامت نہیں کی جائے گی اور اس کے ساتھ بدگمانی نہیں کی جائے گی اور سلطان کا اس کے اصرار اور اس کی ضد پر صبر کرنا سلطان کے اعلیٰ اخلاق کی علامت ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی ﷺ نے حضرت عمر کے اصرار پر سکوت کیا اور انکار نہیں فرمایا اور اپنی رائے کی موافقت میں قرآن مجید کی آیت پیش کی اور رسول اللہ ﷺ کے عمل میں بہت بڑا نمونہ ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۳۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں التوبہ: ۸۴ نازل ہوئی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ کا عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانا معاذ اللہ غلط تھا کیونکہ التوبہ: ۸۴ آپ کے نماز پڑھانے کے بعد نازل ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت وہی صحیح عمل تھا جو رسول اللہ ﷺ کا موقف تھا۔

### لوگوں کا میت کی تحسین کرنا

### ۸۵ - بَابُ ثَنَاءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان ایک جنازہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کی تحسین کی پس نبی ﷺ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی پھر وہ دوسرے جنازہ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کی مذمت کی پس آپ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا واجب ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: یہ جنازہ جس کی تم نے تحسین کی ہے اسے جنت واجب ہوگئی اور یہ جنازہ جس کی تم نے مذمت کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

۱۳۶۷ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ مَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَأَثَرُوا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثَرُوا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ. [طرف الحديث: ۲۶۴۲]

(صحیح مسلم: ۹۴۹، الرقم المسلسل: ۲۱۶۵، سنن ابی یوسف: ۱۹۳۲، مسند احمد: ۳۸، مسند ابی داؤد: ۳۶۷، شرح السنن: ۱۴۹۰، شرح مشکل الآثار:

۳۳۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۶، طبع قدیم مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۶، مؤلف: ابی یوسف، رسالہ: بیروت، مسند الطحاوی: ۷۸۹۳)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: مسلمانوں نے اس جنازہ کی تحسین کی۔

### باب مذکور کی موافقت احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا پس ایک جنازہ گزرا آپ نے پوچھا: یہ کیسا جنازہ ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی واجب ہوگئی واجب ہوگئی اور ایک اور جنازہ گزرا تو صحابہ نے کہا: یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے بغض رکھتا ہے اور اللہ کی نافرمانی میں عمل کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی واجب ہوگئی واجب ہوگئی صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! پہلے جنازہ کی تحسین کی گئی اور دوسرے جنازہ کی مذمت کی گئی اور آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی واجب ہوگئی واجب ہوگئی آپ نے فرمایا: ہاں! اے ابو بکر! جب بنو آدم کسی کی تحسین یا مذمت کرتے ہیں تو فرشتے ان کی زبان سے کلام کرتے ہیں۔

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے موافق ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی۔





جن لوگوں کی صحابہ نے مذمت کی تھی ان سے مراد منافقین ہیں یا وہ لوگ جو کھلے عام بُرائی کرنے والے ہوں۔ واضح رہے کہ احادیث میں مرنے والے کی برائی بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مرے ہوئے لوگوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء پانے کے لیے جا چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۳، صحیح ابن حبان: ۳۰۲۱، سنن نسائی: ۱۹۳۵، مسند احمد ج ۶ ص ۱۸۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مُردوں کے محاسن کا ذکر کرو اور ان کی بُرائیوں سے درگزر کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰۰، سنن ترمذی: ۱۰۱۹، المعجم الصغیر: ۴۶۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۵، المستدرک: ۱۳۶۱)

اور ان احادیث میں جن مُردوں کی مذمت کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد کافر اور منافق ہیں یا فاسق معلن اور بدعتی لوگ اور مرنے کے بعد ان کی مذمت اس لیے کی جاتی ہے کہ مسلمان ان کی روش پر نہ چلیں اور ان کی اتباع اور ان کی اقتداء نہ کریں۔

۱۳۶۸ - حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفَرَاتِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأَتْنِي عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَبْتُ ثُمَّ مَرَّ بِأُخْرَى فَأَتْنِي عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَبْتُ ثُمَّ مَرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأَتْنِي عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبْتُ. فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ. فَقُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ. فَقُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ. ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن بریدہ از ابی الاسود انہوں نے بیان کیا کہ میں مدینہ میں آیا اور وہاں ایک بیماری پھیلی ہوئی تھی پس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا پھر وہاں سے ایک جنازہ گزرا پس اس کی تحسین کی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی پھر دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی بھی تحسین کی گئی پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی پھر تیسرا جنازہ گزرا تو اس کی مذمت کی گئی پس حضرت عمر نے کہا: واجب ہوگئی ابوالاسود نے کہا: میں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا چیز واجب ہوگئی؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان کے حق میں بھی چار مسلمان نیکی کی گواہی دیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا ہم نے کہا: اور تین؟ آپ نے فرمایا: اور تین پس ہم نے کہا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: اور دو پھر ہم نے ایک کے متعلق آپ سے سوال نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۳۶۷ میں گزر چکی ہے۔

### عذاب قبر کے متعلق جو احادیث ہیں

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور کاش آپ اس وقت دیکھتے جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور موت کے فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (اور کہہ رہے ہوں گے: اپنی جانیں نکالو! آج تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔ (الانعام: ۹۳))

### ۸۶ - بَابُ مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوٓا۟ أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ﴾ (الانعام: ۹۳). الْهُونُ هُوَ الْهَوَانُ وَالْهُونُ الرِّفْقُ.

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿سُعَذَّبْنَاهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾ (التوبہ: ۱۰۱)۔ وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المومن: ۴۵-۴۶)۔

۹۳) ”هُون“ کا معنی ذلت ہے اور ”هُون“ کا معنی ملائمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ہم عنقریب ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر ان کو عظیم عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا (التوبہ: ۱۰۱) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور آل فرعون کا سخت عذاب نے احاطہ کر لیا (ان کو ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور (اس دن بھی پیش کیا جائے گا) جب قیامت قائم ہوگی (ارشاد ہو گا کہ) آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں جھونکو (المومن: ۴۵-۴۶)

### عنوان میں درج آیات کی عذاب قبر پر دلالت

الانعام: ۹۳ میں ظالم لوگوں سے مراد کفار ہیں اور اس میں ”غمرات“ کا لفظ ہے اس سے مراد موت کی سختیاں ہیں اس میں مذکور ہے کہ موت کے فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے ”اليوم“ سے مراد ہے: روح قبض کرنے کا دن اور یہی عذاب کی ابتداء کا وقت ہے اور اس کی ابتداء عذاب قبر سے ہوگی اس سے واضح ہوا کہ عذاب قبر برحق ہے ورنہ ہاتھ بڑھا کر جان نکالنے کا حکم دینے کے ساتھ اس بات کا کوئی معنی نہیں ہے کہ آج تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا واضح رہے کہ قبر سے مراد برزخ کی زندگی ہے برزخ کا معنی ہے: دنیا کی زندگی کے بعد اور آخرت کی زندگی سے پہلے۔ مانہ یہ اس برزخی وقت کی زندگی ہے جس کی مدت انسان کی موت سے لے کر قیامت کے وقوع تک ہے اس کے بعد زخمی حیات کے یہاں خواہ انسان کی زندہ کے پیٹ میں ہو یا اس کی لاش دریا یا سمندر میں ہو یا وہ جل کر راکھ ہو چکا ہو یا قبر میں مدفون ہو ہر صورت میں اس کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے باقی رکھتا ہے اور روح کا ان اجزاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور عذاب اور ثواب کی کیفیات کا ترتیب ان ہی اجزاء پر ہوتا ہے اس آیت میں عذاب قبر کا واضح ثبوت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۹ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

التوبہ: ۱۰۱ میں فرمایا: ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے ایک مرتبہ ان کو دنیا میں اور دوسری مرتبہ ان کو عذاب دیا گیا جب نبی ﷺ نے نام لے لے کر چھتیس منافقوں کو مسجد نبوی سے نکال دیا اور فرمایا: اے فلاں شخص! مسجد سے نکل جا تو منافق ہے اور دوسری مرتبہ ان کو قبر میں عذاب دیا گیا سو اس آیت میں بھی عذاب قبر کا ثبوت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۹۹ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

المومن: ۴۵ میں فرمایا: آل فرعون کا سخت عذاب نے احاطہ کر لیا آل فرعون کو دنیا میں سمندر میں فروغ کر دیا اور آیت میں ان کے لیے دوزخ کا سخت ترین عذاب ہے۔

المومن: ۴۶ میں فرمایا: ان کو ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اس سے مراد آخرت کا عذاب نہیں ہے کیونکہ صبح اور شام کا تحقق دنیا میں ہے اور ان کو قبر میں ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہی عذاب قبر ہے اور یہ عذاب ان کو قیامت سے پہلے قبر میں دیا جاتا ہے پھر اس پر عطف کر کے فرمایا: اور اس دن بھی ان کو آگ پر پیش کیا جائے گا جب قیامت قائم ہوگی اور عطف تغایر کا تقاضا کرتا ہے یعنی قیامت سے پہلے کا عذاب اور ہے اور قیامت کے دن کا عذاب اور ہے اور پہلے جو عذاب ہو گا وہ قبر میں ہو گا اس کے بعد فرمایا: (فرشتوں سے کہا جائے گا کہ:) آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں جھونکو۔ زیادہ سخت عذاب کے الفاظ میں بھی یہ اشارہ ہے کہ اس سے پہلے ان کو دنیا میں بھی عذاب دیا گیا تھا لیکن وہ زیادہ سخت عذاب نہیں تھا اور اب قیامت کے دن جو عذاب دیا جائے گا

وہ زیادہ سخت عذاب ہوگا اور اس میں بھی عذاب قبر کا ثبوت ہے، یعنی قیامت سے پہلے جو عذاب دیا گیا تھا وہ عذاب قبر تھا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۸۹-۸۸ 'ملخصا' دار الفکر بیروت ۱۳۱۹ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث

بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علقمہ بن مرثد از سعد بن عبیدہ از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب مؤمن کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے لائے جاتے ہیں پھر وہ گواہی دیتا ہے: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پس یہ اس آیت کا مصداق ہے: اللہ ایمان والوں کو قول ثابت پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷)

(سنن ترمذی: ۱۰۵۹، سنن نسائی: ۱۹۳۳، سنن ابوداؤد: ۳۷۵۰، سنن ترمذی: ۳۱۲۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۴۵، صحیح ابن حبان: ۲۰۶، مصنف

ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۷، المعجم الاوسط: ۳۶۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۲، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۳۸۲، ج ۳ ص ۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۶۳۵، مکتبۃ الرشید ریاض)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ سورہ ابراہیم: ۲۷ عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر الحارث الحوضی النمری الازدی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) علقمہ بن مرثد (۴) سعد بن عبیدہ (۵) حضرت البراء

بن عازب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۸۹)

حافظ ابن کثیر نے سورہ ابراہیم: ۲۷ کی تفسیر میں یہ روایت درج کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قبور فرشتے مسلمان سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے وہ پھر پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے وہ پوچھتے ہیں: تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرے نبی سیدنا محمد ﷺ ہیں، اللہ کے اس سے معجزات اور دلائل لے کر آئے تو میں ایمان لایا اور میں نے ان کو تصدیق کی، اس سے کہا: تیرے رب کو اور اس پر تجھ کو کیا ہے؟

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۹۱ 'دار الفکر بیروت ۱۳۱۹ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث

بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے یہ حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا: اللہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے۔ (ابراہیم: ۲۷) یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا وَزَادَ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ.

### عذاب قبر کے متعلق دیگر احادیث

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میت کو یا تم میں سے کسی ایک کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ فام نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے وہ کہتے ہیں: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ وہی کہے گا جو کہتا تھا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں "اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبده ورسوله" فرشتے کہیں گے: ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر میں ستر ضرب ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی پھر اس کے لیے قبر کو منور کر دیا جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا: سو جا وہ قبر والا کہے گا: میں اپنے گھر جاؤں اور ان کو خبر دوں؟ فرشتے کہیں گے: تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو صرف وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے گھر میں سے زیادہ محبوب ہو حتیٰ کہ اس کو اللہ اس کی اس جگہ سے اٹھائے گا اور اگر وہ مردہ منافق ہو تو وہ کہے گا: میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا میں نہیں جانتا فرشتے کہیں گے: ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا: تو اس پر مل جا سو وہ زمین اس پر مل جائے گی پس اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جائیں گی پھر اس کو قبر میں اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ اس کو اس جگہ سے اٹھالے گا۔ (سنن ترمذی: ۱۰۷۱، صحیح ابن حبان: ۳۱۱۷)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس باب میں حضرت علی سے اور حضرت زید بن ثابت سے اور حضرت ابن عباس اور حضرت البراء بن عازب سے اور حضرت ابو ایوب سے اور حضرت انس سے اور حضرت جابر سے اور حضرت عائشہ سے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں ان میں سے ہر ایک نے نبی ﷺ سے عذاب قبر کے متعلق حدیث روایت کی ہے۔

(سنن ترمذی ص ۴۵۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی کی روایت مجھے نہیں مل سکی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح مسلم: ۲۸۶۷ میں ہے اور حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سنن ابوداؤد: ۴۷۵۰ میں ہے اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی روایت مجھے نہیں ملی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح البخاری: ۱۳۳۸، صحیح مسلم: ۴۷۵۰، سنن ابوداؤد: ۳۲۳۴، سنن نسائی: ۲۰۵۱، اور مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ میں ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۴، ۲۳۵ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت صحیح البخاری: ۱۳۷۲، اور صحیح مسلم: ۵۸۴ میں ہے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت سنن ترمذی: ۲۴۶۰ میں ہے۔

قارئین! کے استفادہ کے لیے بعض اہم احادیث کے متن کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بندہ فوت ہوتا ہے تو اس کی قبر میں خاک یا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ پس اللہ اس کو ان کے جوابات میں ثابت قدم رکھتا ہے پس وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی (سیدنا) محمد ﷺ ہیں پھر اس کی قبر میں وسعت کی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی: "يَبْسُتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ" (ابراہیم: ۲۷)۔

(المعجم الکبیر: ۹۱۴۵، حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴، بیروت الشریعہ لکچری: ۸۱۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے ہم قبر تک پہنچے

جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے، گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں، آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے آپ نے اپنا سر (اقدس) اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو اور فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا، جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ہناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھادیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے، پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے، پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ ﷺ ہیں، پھر وہ کہیں گے: تم کو کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی، میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے: ”يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ“ (ابراہیم: ۲۷) پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا، اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی، اور اس کی منجائے بھر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی، پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا، پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا، پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا: اس نے جھوٹ بولا، اس کے لیے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی، حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی، پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کیا جائے گا، اس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ذرہ ہو جائے، پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا، جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے، وہ کہیں گے: اور اس کی پھر وہ روح ڈال دی جائے گی۔

امام عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ، امام احمد متوفی ۲۴۱ھ، امام آبری متوفی ۳۶۰ھ اور امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۷۵۳، مصنف عبد الرزاق: ۶۷۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۷ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۷۳۲، الشریعہ للآجری: ۸۱۲، المستدرک ج ۱ ص ۳۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی میت کو لے کر کے قافلے ہوئے تو آپ اس قبر پر کھڑے رہے اور فرمایا: اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، یونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۲۲۱، المستدرک ج ۱ ص ۳۷، شرح الن: ۱۵۲۳، عمل الیوم واللیلہ لابن السنی: ۵۸۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے ڈوبتے ہوئے سورج کی مثل دکھائی جاتی ہے تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: مجھے نماز پڑھنے دو۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۲۷۲، موارد الطمان: ۷۷۹، صحیح ابن حبان: ۳۱۱۶)

ہم نے اپنی تفسیر، تبيان القرآن، ابراہیم: ۲۷ کی تفسیر میں اس بحث کو بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، جو قارئین اس بحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہوں، وہ اس مقام کا مطالعہ کریں۔

۱۳۷۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ إِطْلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْقَلْبِيبِ فَقَالَ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَقِيلَ لَهُ أَتَدْعُوا أَمْوَاتًا؟ فَقَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لَا يُجِيبُونَ. [اطراف الحديث: ۳۹۸۰-۴۰۲۶]

(صحیح مسلم: ۹۳۲، رقم السلسلہ: ۲۱۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۳۷۷، المعجم الکبیر: ۱۳۲۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۹۵۸، ج ۹ ص ۲۰، مؤسسة الرسالة، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بدر کے جس کنویں میں بدر کے دن جن کافروں کو ڈال دیا گیا تھا، نبی ﷺ نے اس کنویں میں جھانکا اور فرمایا: تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا تم نے اس کو سچا پایا؟ آپ سے کہا گیا: کیا آپ مردوں کو پکار رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن عبد الرحمن بن عوف القرشی الزہری (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد (۴) نافع بن ابی اسحاق (۵) ابن عمر رضی اللہ عنہما (۶) عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۲۹۰)

### حدیث مذکور میں عذاب قبر کی دلیل

آپ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اس میں یہ دلیل ہے کہ مردوں کو قبر میں حیات حاصل ہوتی ہے اور جب ان میں حیات ہوتی ہے تو وہ درد اور اذیت کا شکار کرتے ہیں لہذا قبر میں عذاب کے عذاب پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

۱۳۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ لَعْنَةُ الْإِيمَانِ مَا كُنْتُمْ تَأْتُونَ حَقًّا. وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ الَّتِي كُنْتُمْ تَأْتُونَ) [النمل: ۸۰]۔ [اطراف الحديث: ۳۹۷۹-۳۹۸۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ نے صحابہ کو فرمایا تھا: وہ اب اس بات کو جان رہے ہیں کہ بے شک میں ان سے لے کر ان کو اور ان کے اولاد کو لے کر فرمایا ہے: بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل: ۸۰)

اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے اور اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ اب اس بات کو جان رہے ہیں کہ میں ان سے حق کہتا تھا۔

### حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث: ۱۳۷۰ اور حضرت عائشہ کی حدیث: ۱۳۷۱ عذاب قبر کے متعلق متعارض ہیں، حضرت ابن عمر کی حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ مردے سننے ہیں اور دوسری احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جب مردوں



سے سوال کیا جاتا ہے اور کفار جواب نہیں دیتے تو ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور جب فرشتے مردوں سے سوال کرتے ہیں تو ان میں روح لوٹا دی جاتی ہے اور جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو ان کو قبر میں عذاب بھی ہو سکتا ہے اور حضرت عائشہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب مردے میں روح نہ لوٹائی گئی ہو اس لیے انہوں نے مردوں کے سننے کی نفی کی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ انہوں نے کہا: میں نے اشعث سے سنا از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک یہودی عورت حضرت عائشہ کے پاس آئی پھر اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اس نے کہا: اللہ آپ کو عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھے پھر حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! عذاب قبر ہوتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: پھر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو عذاب قبر سے پناہ طلب کی۔

۱۳۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ؟ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلَّى صَلَوةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب انہوں نے کہا: افسے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے پھر آپ نے قبر کے اس فتنہ کا ذکر کیا جس میں ہر شخص مبتلا ہوگا جب آپ نے یہ ذکر کیا تو مسلمانوں نے سن کر چیخ و پکار کی غندر نے عذاب قبر کا اضافہ کیا۔

۱۳۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَذَكَرَ فِيهِ الْقَبْرَ الَّتِي يَفْتِنُ فِيهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً زَادَ غُنْدَرُ عَذَابَ الْقَبْرِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو بے شک وہ ضرور ان کی

۱۳۷۴ - حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قُرْعَ نِعَالِهِمْ أَنَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعَدَانِهِ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا



الرَّجُلِ؟ لِمَحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا. قَالَ قَتَادَةُ وَذِكْرُ لَنَا أَنَّهُ يُسْفَحُ فِي قَبْرِهِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ، قَالَ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، وَيُضْرَبُ بِمِطْرَقٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ.

جو تیوں کی آواز سنتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پس وہ اس کو بٹھا دیتے ہیں پھر وہ کہتے ہیں: تم اس شخص (سیدنا) محمد (ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس رہا مومن تو وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر اس سے کہا جائے گا: دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ اللہ نے اس کو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے پس وہ دونوں ٹھکانوں کی طرف دیکھے گا قنادہ نے کہا: ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی قبر میں وسعت کر دی جائے گی پھر انہوں نے حضرت انس کی حدیث کی طرف رجوع کیا اور کہا: رہا منافق اور کافر پس اس سے کہا جائے گا: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا! لوگ جو کہتے تھے میں بھی وہی کہہ دیتا تھا۔ اس سے کہا جائے گا: تم نے عقل سے جانا نہ قرآن سے تلاوت کی اور اس کو لوہے کے ہتھوڑوں سے ضرب لگائی جائے گی پھر وہ زور سے چیخے گا جس کو جن اور انسان کے علاوہ سب آئیب والے سنیں گے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۳۸ میں گزر چکی ہے۔

## ۸۷۔ بَابُ التَّعَوُّذِ مِنَ عَذَابِ الْقَبْرِ

۱۳۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَدَتْ الشَّمْسُ لَمَسِجَ صَوْنًا، فَقَالَ يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا. وَقَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي سَمِعْتُ الْبَرَاءَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عذاب قبر سے پناہ طلب کرنا  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عون بن ابی جحیفہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت البراء بن عازب (رضی اللہ عنہ) سے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نکلے اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا پس آپ نے آواز سنی تو فرمایا: یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور النضر نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عون نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا از ابی ایوب رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۹، الرقہ المسلسل: ۷۰۸۲، سنن نسائی: ۲۰۵۹، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۵، صحیح ابن حبان:

۳۱۲۳، المعجم الکبیر: ۳۸۵۶، مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷، مسند احمد: ۲۳۵۳۹، ج ۳۸ ص ۵۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ: بیروت)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن اثنی بن عبید بن العنبر ی کے نام سے معروف ہیں (۲) یحییٰ بن سعید القطان (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) عون بن ابی حنیفہ (۵) ان کے والد ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ یہ صحابی ہیں ان کا نام وہب بن عبد اللہ السوائی ہے (۶) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ان کا نام خالد بن زید ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۹۸)

## نبی ﷺ کا عذاب کے وقت مردہ کی چیخ و پکار کو سننا آپ کی خصوصیت ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے آواز سنی ہو سکتا ہے یہ فرشتوں کے عذاب دینے کی آواز ہو یا ان یہودیوں کی آواز ہو جن کو عذاب ہو رہا تھا یا یہ عذاب واقع ہونے کی آواز ہو اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج غروب ہو گیا یا غروب ہونے کے لیے زرد پڑ گیا تو میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا اور میرے ساتھ لوٹے میں پانی تھا رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے گئے اور میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا حتیٰ کہ آپ آگئے پس میں نے آپ کو دُفِئ کرایا پھر آپ نے پوچھا: اے ابو ایوب! کیا تم وہ آواز سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے آپ نے فرمایا: میں یہودیوں کی آوازیں سن رہا ہوں جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (المجم الکبیر: ۳۸۵ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عذاب کے وقت مردہ جو چیخ و پکار کرتا ہے اس کے متعلق حدیث میں گزر چکا ہے کہ اس کو کوئی جن یا انسان نہیں سن سکتا تو آپ نے ان کی آواز کیسے سن لی؟ اب یہ ہے کہ تمام انسان اس آواز سن سکتا نبی ﷺ عام انسان تو نہیں ہیں آپ کے تمام حواس کی قوت عام انسانوں سے زیادہ تھی یا پھر یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۱۳۷۶ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنَةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَاصِي أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [طرف الحدیث: ۶۳۶۳]

امام بخاری نے بیان کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے وہب بن العاصی کی بیٹی سے سنا ہے کہ انہوں نے کہا: خالد بن سعید بن العاصی کی بیٹی نے مجھ سے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے سنا ہے۔

(مسنو۔ ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۱، المسند الکبیر ج ۲ ص ۴۲۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۱، مسند ابی یوسف ج ۲ ص ۲۴۰، مسند ابی حنبلہ ج ۲ ص ۱۸۲، مسند ابی داؤد ج ۲ ص ۲۴۰، مسند ابی یوسف ج ۲ ص ۲۴۰، مسند ابی حنبلہ ج ۲ ص ۱۸۲، المسند الکبیر: ۳۸۵)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) معلیٰ بن اسد (۲) وہب بن العاص کی بیٹی ان کا نام ام خالد الامویہ ہے یہ حبشہ میں پیدا ہوئیں ان سے زبیر نے نکاح کیا پھر ان سے خالد اور عمر پیدا ہوئے علامہ ذہبی نے کہا ہے: یہ صحابیہ ہیں ان سے موسیٰ بن ابراہیم کے دو بیٹوں عقبہ اور کریم بن سلیمان نے روایت کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۹۹)

## نبی ﷺ کے عذاب قبر سے پناہ طلب کرنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ طلب کی حالانکہ آپ معصوم، مطہر اور مغفور ہیں تو جو عام مسلمان معصوم ہیں نہ گناہوں سے مطہر ہیں اور نہ ان کی مغفرت کی بشارت ہے ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے احکام پر عمل کریں اور گناہوں سے

اجتناب کریں اور عذاب قبر سے بلکہ ہر قسم کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے اور نبی ﷺ کا قبر کے عذاب سے پناہ طلب کرنا اس لیے تھا کہ مسلمان آپ کے اس فعل کی اتباع کریں اور آپ کے تمام احکام پر عمل کریں اور آپ کے اسودہ کی اقتداء کریں حتیٰ کہ وہ دنیا اور آخرت کی نختیوں سے نجات پائیں۔

۱۳۷۷ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو اللَّيْلَةَ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۵۸۸، الرقم المسلسل: ۱۳۰۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۴۹، صحیح ابن حبان: ۱۰۱۹، المستدرک ج ۱ ص ۲۷۳، کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۳۷۳، مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۷۶۸، ج ۱۶ ص ۴۴۸، مؤسسة الرسالة، بیروت)

نبی ﷺ مغفور ہونے کے لیے دعا کرتے تھے۔ عذاب سے کیوں پناہ طلب کرتے تھے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں اس کی دلیل ہے کہ عذاب قبر برحق ہے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم بنایا اور گناہوں سے پاک رکھا اور آپ کے اگلے اور پچھلے تمام بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو، اور یہ جو شخص معصوم ہو، گناہوں سے پاک ہو، اس کو نبی ﷺ سے بہت زیادہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے کیونکہ اکرم کرنے کا نمونہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ خبر دے دی تھی کہ اس نے آپ کی اگلی اور پچھلی کھلی مغفرت فرما دی ہے تو آپ کے عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر کے عذاب سے اور اس چیز کے عذاب سے جس سے آپ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف امتیاز کا اظہار ہے اور اس کی نعمتوں کا اظہار ہے اور یہ اعتراف ہے کہ اس نے پائے امتوں کی نعمتوں کا اظہار کیا ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے دونوں قدم سو ج جاتے تھے، پس حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولیٰ تمام کاموں) کی مغفرت فرمادی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ ہوں!

(صحیح البخاری: ۴۸۳۷، صحیح مسلم: ۲۸۲۰)

پس جس شخص کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت عظیم ہوں، اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کرے، خصوصاً انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین اور نبی ﷺ نے جو عذاب قبر اور دیگر انواع کے عذاب سے پناہ طلب کی ہے، اس میں امت کے لیے تعلیم ہے اور ان کے عمل کے لیے نمونہ ہے اور آپ کی اقتداء کرنے اور آپ کی سنت کی اتباع کرنے کی ترغیب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۵۹-۳۵۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۳ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ نے زندگی کے فتنہ سے پناہ طلب کی ہے زندگی کے فتنہ سے مراد یہ ہے کہ آفات اور مصائب کے واقع ہونے پر صبر نہ کیا جائے اور بندہ اللہ کی تقدیر پر راضی نہ ہو اور بُرے کاموں پر اصرار کرے۔

اور موت کے فتنہ سے پناہ طلب کی ہے اور موت کے فتنہ سے مراد ہے: منکر اور نکیر کے سوال کے وقت حیرت اور خوف عذاب قبر اور قبر کی دوسری سختیاں۔ نبی ﷺ نے یہ دعا بہ طور عبادت اور تعلیم کی ہے۔

اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور اس سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۷۰ 'دار الرشید' حلب' سوريا)  
میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ان جاہل اور بناوٹی صوفیوں کا رد ہے جو دوزخ سے پناہ طلب کرنے کو اپنے مرتبہ سے کم تر خیال کرتے ہیں 'رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کس کا مرتبہ ہو سکتا ہے اور آپ نے دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کی ہے' امام ابوحنیفہ کو دیکھ کر کسی شخص نے کہا: یہ جنتی شخص ہے تو امام اعظم رو پڑے اور کہا: میں جنت کے کب لائق ہوں اگر اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالے تو یہ اس کا بڑا کرم ہوگا۔ وہ امام اعظم تھے جو اپنے آپ کو جنت کے لائق نہیں سمجھتے تھے یہ آج کل کے صوفیاء ہیں جو جنت کو اپنے لائق نہیں سمجھتے!

غیبت کرنے اور پیشاب کی آلودگی سے

۸۸۔ بَابُ عَذَابِ الْغَبْرِ بْنِ

نہ بچنے کی وجہ سے قبر کا عذاب

الْغَيْبَةِ وَالْبَوْلِ

غیبت کا معنی ہے: کسی انسان کے پیچھے اس کی وہ بُرائی بیان کرنا جو اس میں ہو اگر وہ بُرائی اس میں نہ ہو تو پھر وہ بہتان ہے غیبت اس وقت ممنوع ہے جب کسی انسان کا عیب اس کی اہانت کے لیے بیان کیا جائے اور اگر کسی جائز غرض کے حصول کے لیے کسی کا پس پشت عیب بیان کیا جائے تو وہ ممنوع نہیں ہے اور اس کی حسب ذیل چار صورتیں ہیں:

(۱) مظلوم اپنی دادرسی کے لیے قاضی کے سامنے نہ آئے ہو یا ظلم یہ نہ کرے۔ قرآن مجید میں ہے:  
لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ (۱۳۸:۴) فرماتا۔

(۲) کسی مسلمہ کو کسی اور شخص کے ساتھ سے جانے کے لیے اس کی بُرائی بیان کرنا مثلاً یہ کہ اس شخص کو قرض نہ دے وہ قرض لے کر واپس نہیں کرتا 'سویہ غیبت ممنوع نہیں ہے۔

(۳) جو شخص لوگوں کے سامنے بُرے اور ناجائز کام کرتا ہو اس کی بُرائی کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

(۴) تعریف اور تعین کے لیے کسی کا عیب بیان کرنا مثلاً یہ رقم فلاں لنگڑے کو دے دو جب کہ اور کسی طریقہ سے اس کی تعین نہ ہو سکے۔

\* شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۹۱-۱۰۹۰ میں اس کی زیادہ تفصیل مذکور ہے۔

۱۳۷۸۔ سَعَدُ ثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ  
الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد از طاووس انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:



وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيرٍ. ثُمَّ قَالَ بَلَى، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعَى بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا آخِذُهَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ. قَالَ ثُمَّ أَخَذَ عَوْذًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بَائِثَتَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى قَبْرٍ، ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَا.

نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا: ان دونوں کو ضرور عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا پھر فرمایا: کیوں نہیں! ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ توڑی اور اس کے دو ٹکڑے کیے پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا پھر فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۶۳، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کے عنوان میں غیبت کا ذکر ہے اور حدیث میں چغلی کا ذکر ہے کیونکہ ان کا معنی متقارب ہے غیبت کا معنی عنوان کی شرح میں گزر گیا اور چغلی کا معنی ہے: دو آدمیوں میں فساد ڈالنے کے لیے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا۔

قبر پر پھولوں کے رکھنے کا جواز اور نواب صاحب کے حافظہ کی خرابی

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کھجور کی تر شاخ آپ نے اس لیے رکھی تھی کہ جب تک وہ تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اور اس کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی اور اس کا حکم ہر اس درخت کی شاخ کے لیے عام ہے جس میں رطوبت ہو اس طرح جس چیز میں ذکر کی برکت ہو اور تلاوت قرآن سے عذاب میں تخفیف زیادہ اولیٰ ہے۔ (اس کے بارے میں دیکھئے) یہ قفسہ کسی در فعل مخصوص ہے اس میں عموم نہیں ہے پس اس حدیث سے قبر پر پھولوں کے رکھنے کو قیاس نہیں کیا جائے گا جیسا کہ اس زمانہ میں اہل بدعت کرتے ہیں اور اہل مکہ و اہل مدینہ کا معمول ہے۔ (عون الباری ج ۱ ص ۲۷۲ دار الرشید طب سوریا)

یہ نواب صاحب کے وہاں بیانہ تعصب کی زہر آلودی ہے جو انہوں نے اپنی بات کا رد کر دیا ابھی تو انہوں نے کہا تھا کہ تخفیف عذاب میں کھجور کی تر شاخ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے تخفیف عذاب کا یہ حکم ہر اس درخت کی شاخ کے لیے عام ہے جس میں رطوبت ہو اور اس کو بھی عام ہے جس میں ذکر کی برکت ہو اور تلاوت قرآن سے عذاب میں تخفیف زیادہ اولیٰ ہے اور فقہاء اہل سنت چونکہ قبر پر پھول بھی رکھتے ہیں تو ان کا رد کرنے کے لیے کہہ دیا کہ یہ فعل مخصوص ہے اس میں عموم نہیں ہے اور تعصب کی وجہ سے علماء اہل بدعت کو ان باتوں پر رطوبت سے کٹ کر ان پھولوں کی تر شاخوں کو رکھنے سے منع کیا گیا ہے اور انہوں نے کہا: اس فعل کرنے والی چیز کا قبر پر رکھنا جائز ہے کیونکہ ان کا قبر پر رکھنا جائز ہو گا چند سطر پہلے نواب صاحب نے کہا: اس فعل میں عموم ہے اور چونکہ جھوٹوں کا حافظہ نہیں ہوتا اس لیے چند سطر بعد کہہ دیا اس میں عموم نہیں ہے!

اس حدیث کے باقی مضامین صحیح البخاری: ۲۱۶ میں ذکر کیے جا چکے ہیں۔

میت پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام

کو پیش کیا جاتا ہے

۸۹ - بَابُ الْمَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ

مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعِشِيِّ

۱۳۷۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

إِذَا مَاتَ، عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. [اطراف الحديث: ۳۲۳۰-۶۵۱۵]

نے فرمایا: بے شک جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانا صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنتی ہو تو جنت والوں میں اور اگر وہ دوزخی ہو تو دوزخ والوں میں (اس کا ٹھکانا ہوتا ہے) پس کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن تم کو اٹھایا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۸۶۶، الرقم للسلسل: ۷۰۷۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۷۰، سنن ترمذی: ۱۰۷۲، سنن کبریٰ: ۲۱۹۸، سنن نسائی: ۲۰۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۳۲، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۳۰، المعجم الصغير تاريخ بغداد ج ۸ ص ۳۹-۳۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۴۵، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷، مطبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۸۵، ج ۸ ص ۲۸۳-۲۸۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۳۵۰۳، مکتبۃ الرشید، ریاض) ۱۴۲۶ھ

صبح اور شام جن پر ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے وہ ارواح ہیں اور ارواح قبروں میں ہوتی ہیں اور فنا نہیں ہوتیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ہمارے شہر کے علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر والوں کو یہ خبر دے گا کہ ان کے اعمال کی جگہ اور جزاء اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ہر صبح اور شام قبر دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ بات یاد دلاتا رہے گا اور ہم کو اس میں شک نہیں ہے کہ موت اور فرشتوں کے سوال کے بعد بہ تدریج اجسام کفلی کھا جائے اور اجسام فنا ہو جاتے ہیں اور ان پر کوئی چیز پیش نہیں کی جاتی اور قیامت تک صبح اور شام قبر والوں پر جو ان کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے وہ صرف ان کی ارواح پر پیش کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ارواح فنا نہیں ہوتیں اور وہ باقی رہتی ہیں حتیٰ کہ بندے جنت یا دوزخ میں پہنچ جاتے ہیں۔

قاضی ابن الطیب نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آخرت صبح اور شام نہیں ہوتے صبح اور شام کا تو ارد صرف دنیا میں ہے اور آل فرعون کے متعلق قرآن میں ہے: **وَصَبَّحُوا شَمًا** آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ (المومن: ۴۶) اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ان کو قبر میں ہر صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن ان کو زیادہ شدید عذاب پر پیش کیا جائے گا اور جب قبر والوں پر ہر صبح اور شام ان کا ٹھکانا پیش کیا جائے گا تو اس سے معلوم ہوا کہ مردے کلام سنتے ہیں ورنہ ان پر ان کے ٹھکانے کو پیش کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

(حدیث بخاری کی تفسیر میں سورۃ الانفال: ۱۳، تفسیر بیان القرآن ج ۲ ص ۵۸۳-۵۷۶)

دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ روہیں قبر میں ہوتی ہیں کیونکہ ان پر ہی ان کے ٹھکانے پیش کیے جاتے ہیں، اجسام کو تو مٹی کھا چکی ہوتی ہے اور یہی صحیح مذہب ہے۔ داؤدی نے کہا ہے کہ جو چیز روح اور نفس کی حیات پر اس کے فنا نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى. (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روہوں کو ان کی موت کے وقت (قبض کرتا ہے) اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض فرما لیتا ہے پھر ان روہوں کو روک لیتا ہے جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور دوسری روہوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ نفس اور روح ایک ہی چیز ہے اور اس پر دلیل ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ جو چیز فنا ہو چکی ہو اس کو رد کا نہیں جاتا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

ٹھکانا مردے کی روح پر پیش کیا جاتا ہے یا اس کے اجزاء اصلیہ پر؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ مردہ کے جسم کا ایک جزء اصلی یا اس کے اجزاء اصلیہ کو باقی رکھا جاتا ہے اور اس میں حیات لونیائی جاتی ہے اور اس سے خطاب کر کے اس کو اس کا ٹھکانا بتایا جاتا ہے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ٹھکانا صرف اس کی روح پر پیش کیا جاتا ہو یا جسم کے ساتھ اس کا کوئی جز بھی ہو اور یہ غیر شہداء کے متعلق ہے کیونکہ شہداء کی روحمیں جنت میں ہوتی ہیں۔

اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے اور اس کا ثبوت ہے کہ جسم کے فنا ہونے سے روح فنا نہیں ہوتی کیونکہ ٹھکانا کسی زندہ پر پیش کیا جاتا ہے علامہ ابن عبد البر نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ روحمیں قبروں کے صحن میں ہوتی ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۶ دارالعرفان بیروت ۱۴۲۶ھ)

روحمیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں مگر لوٹ کر قبروں میں آ جاتی ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی عبارات نقل کرنے کے بعد یہ اضافہ کیا ہے:

علامہ ابن عبد البر نے یہ کہا ہے کہ میرے نزدیک روحمیں کبھی قبروں میں آ جاتی ہیں یہ نہیں ہے کہ وہ قبروں کے صحن سے کبھی جدا نہیں ہوتیں بلکہ جیسا کہ امام مالک نے کہا ہے کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ روحمیں جہاں چاہتی ہیں پھرتی ہیں میرا کہتا ہوں کہ روحوں کا جہاں چاہیں پھرنا اس سے مانع نہیں ہے کہ وہ قبروں کے صحن میں ہوں کیونکہ روحمیں گھوم پھر کر پھر قبروں میں آ جاتی ہیں۔ مجاہد نے کہا ہے کہ میت کے دفن ہونے کے بعد دن تک اس کی روح قبروں میں نہیں ہوتی۔

(مدۃ القاری ج ۸ ص ۳۰۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قبر میں مردے پر اس کا ٹھکانا پیش کرنے کی زیادہ تفصیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جب لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو اس کی داڑھی لٹکتی ہے اور وہ منہ ہو تو نماز کے سر کی طرف منہ کرتا ہے اور اس کے پاؤں کی دائیں طرف ہوتا ہے اور بائیں طرف ہوتی ہے اور صدقہ صلہ رحم اور لوگوں کے ساتھ ایک سلوک اس کے پاؤں کی طرف ہوتا ہے پھر اس کے سر کی طرف سے فرشتے آتے ہیں تو نماز کہتی ہے: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ دائیں طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے کہ میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ بائیں طرف سے آتے ہیں تو زکوٰۃ کہتی ہے: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر وہ پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ صلہ رحم اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی نیکیاں کہتی ہیں: میری طرف سے داخلہ کی جگہ نہیں ہے پھر مردے سے کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس کو دکھایا جاتا ہے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے: یہ بتاؤ! یہ شخص تم میں تھے تو تم ان کے متعلق کیا کہتے تھے؟ اور کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ کہے گا: مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں نماز پڑھ لوں فرشتے کہیں گے: تم عنقریب نماز پڑھ لو گے ہمارے سوال کا جواب دو تم ان کے متعلق کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ کہے گا: یہ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یہ اللہ کے پاس سے حق

لے کر آئے تھے اس سے کہا جائے گا: تم اسی (عقیدہ) پر زندہ رہے اسی پر تم کو موت آئی اور اسی پر تم کو اٹھایا جائے گا ان شاء اللہ پھر اس کے لیے جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی پھر اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا ٹھکانا تھا اور تمہارے لیے جو اللہ نے تیار کیا ہے وہ اس میں ہے۔ اس کی خوشی اور سرور میں اضافہ ہوگا پھر اس کے لیے دوزخ کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور کہا جائے گا: یہ تمہارا ٹھکانا تھا اور جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کیا تھا وہ اس میں ہے اگر تم اللہ کی نافرمانی کرتے پھر اس کی خوشی اور سرور میں مزید اضافہ ہوگا پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی اور اس کی قبر منور کر دی جائے گی اور اس کے جسم کو پھر پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا اور اس کی روح پاکیزہ روحوں میں کر دی جائے گی اور وہ ایسے پرندوں (کی صورت میں) ہوں گے جو جنت کے درختوں میں لٹکے ہوئے ہوں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے:

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ. (ابراہیم: ۲۷)

ثابت (کلمہ توحید) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ ایمان والوں کو اللہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں قول

اور کافر کے پاس جب سر کی جانب سے فرشتے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی پھر جب اس کے دائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی پھر جب اس کے بائیں طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی پھر جب اس کے پیروں کی طرف سے آتے ہیں تو وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی پھر اس سے کہا جاتا ہے: بیٹھ جاؤ! تو وہ مرعوب اور خوف زدہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: یہ بتاؤ! یہ شخص جو تم میں ہا تھا تم اس کے متعلق کیا کہتے تھے اور تم اس کے متعلق کیا گواہی دیتے تھے؟ وہ پوچھے گا: کون شخص؟ پس کہا جائے گا: وہ جو تم میں رہا تھا وہ اس شخص کے: نہیں جھ سکے گا کہ اس کا کہا جائے گا: (سیدنا) محمد (ﷺ) وہ کہے گا: میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنی تھی وہ بات کہہ دی اس سے کہا جائے گا: تم اسی (عقیدہ) پر زندہ رہے اسی پر مرے اور اسی پر تم کو اٹھایا جائے گا۔ ان شاء اللہ پھر اس کے لیے دوزخ کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: یہ دوزخ میں تمہارا ٹھکانا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس میں تیار رکھا ہے پس اس کی حسرت اور افسوس میں اضافہ ہوگا پھر اس کے لیے جنت کی کھڑکیوں میں سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: یہ تمہارا جنت میں ٹھکانا تھا اور اس میں وہ چیزیں ہیں جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کی تھیں بشرطیکہ تم اللہ کی اطاعت کرتے پھر اس کی حسرت اور افسوس میں مزید اضافہ ہوگا پھر اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی پسلیاں دھڑ سے دھڑ نکل جائیں گی سو یہ اس کی زندگی کی تنگی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ذَلِيلًا وَفِي تُرْكِهِ مَنَاسِكًا. (طہ: ۱۲۳)

پس اس کے لیے تنگی کی زندگی ہے اور ترک کی مناسک اس کو اندھا اٹھائیں گے۔

(صحیح ابن حبان: ۳۱۱۳، مصنف عبد الرزاق: ۶۷۰۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۲-۳۸۳، المستدرک ج ۱ ص ۳۸۰-۳۷۹، المعجم الاوسط: ۲۶۵۱، حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۲-۵۱)

\* صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۰۸۳-ج ۷ ص ۶۹۷ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① میت پر اس کا ٹھکانا پیش کیے جانے کا بیان ② قرآن مجید کی آیات سے عذاب قبر پر دلائل ③ احادیث سے عذاب قبر پر دلائل ④ عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات ⑤ عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات ⑥ آیا قبر میں عذاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم دونوں کو؟ ⑦ قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث ⑧ آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟ ⑨ آیا پچھلی امتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس امت کے ساتھ مخصوص ہے؟ ⑩ آیا انبیاء علیہم السلام اور



تا بالغ بچوں سے بھی سوال ہوتا ہے یا نہیں؟ ⑪ قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق ⑫ قبر کے سوال میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کی تحقیق ⑬ قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا ⑭ ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا ⑮ قبر میں مردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق ⑯ قبروں کی زیارت کرنا اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا ⑰ روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق ⑱ روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا ⑲ زیارت قبور کا بیان ⑳ عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق احادیث ㉑ فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉒ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉓ فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉔ فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم ㉕ کون کہاں مرے گا اور کل کیا ہوگا؟ اس کے علم کی تحقیق ㉖ سماع موتی کی تحقیق ㉗ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتی سے انکار اور اس کا جواب۔

میت کا جنازہ اٹھانے کے بعد کلام کرنا

۹۰۔ بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ

۱۳۸۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَّهْتَ الْجَنَازَةَ فَأَحْتَمِلْهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِمُونِي قَدِمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا آيَنَ يَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ

امام بخاری بیان کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید ازد الدخوذ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے پھر اس کو اٹھا لیتے ہیں پھر اگر وہ جنازہ نیک ہو تو وہ کہتا ہے: مجھے آگے لے جاؤ مجھے آگے لے جاؤ اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ کہتا ہے: ہائے ہائے! یہ اس کو کہاں لے جا رہے ہیں ان ان کے سوا اس کو دوزخ و ہر چیز سختی ہے اور اگر انسان اس آواز کو سنتا تو وہ بے ہوش ہو جاتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

مسلمانوں کی اولاد کے (ٹھکانے کے)

۹۱۔ بَابُ مَا قِيلَ فِي

متعلق کیا کہا گیا ہے؟

أَوْلَادِ الْمُسْلِمِينَ

یعنی مسلمانوں کے بالغ ہونے کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ جس شخص کے تین ایسے بچے فوت ہو گئے جو ابھی گناہ کی عمر کو نہیں پہنچے تھے وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے یا جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ يَلْغُوا الْجَنَّةَ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۱۲۳۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان

۱۳۸۱۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ

أَنَسَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ النَّاسِ مُسْلِمٍ يَمُوتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَذْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو گئے اس کو اللہ جنت میں داخل کر دے گا ان پر اپنی رحمت کے فضل کی وجہ سے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تَوَفَّى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَهُ مَرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت انہوں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی ہے۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۵۵-۶۱۹۵]

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۲۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۹، صحیح ابن حبان: ۶۹۳۹، المستدرک ج ۳ ص ۳۸، دلائل النبوة ج ۵ ص ۳۳۱-۳۳۰،

مسند ابویعلیٰ: ۱۶۶۵، مصنف عبدالرزاق: ۴۰۰، مسند ابن خزيمة: ۱۰۰، سنن نسائی: ۱۰۰، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۵۰۲، ج ۳ ص ۳۶۲، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۶۵۰، مکتبة الرشد ریاض: ۱۴۲۶ھ)

حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: رسول اللہ ﷺ کے صاحب زادے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کے ملاوہ اولاد سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے پیدا ہوئی اور حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور ان کے والدین نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم منگل کے دن ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ میں فوت ہوئے اس وقت ان کی عمر ۱۸ ماہ تھی اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مشرکین کی نابالغ اولاد کے ٹھکانے

کے متعلق جو اقوال ہیں

۹۳۔ بَابُ مَا قَالُوا فِي

أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ

۱۳۸۳ - حَدَّثَنَا جَبَانٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللَّهُ إِذَا خَلَقَهُمْ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ نے ان کو پیدا کیا تھا تو اس کو علم تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں۔

[طرف الحدیث: ۶۵۹۷]

(صحیح مسلم: ۲۶۶۰، رقم المسلسل: ۶۶۳۱، سنن ابوداؤد: ۳۷۱۱، سنن نسائی: ۱۹۵۲، مسند ابویعلیٰ: ۲۳۷۹، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۵، طبع قدیم مسند

احمد: ۱۸۴۵۔ ج ۳ ص ۳۴۳ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت

## کفار کی نابالغ اولاد کے متعلق علماء اسلام کے اقوال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس مسئلہ میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) کفار کی نابالغ اولاد کا ٹھکانا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے یہ قول ابن المبارک اور اسحاق سے منقول ہے امام بیہقی نے الاعتقاد میں اس قول کو امام شافعی سے نقل کیا ہے علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ امام مالک کے طریقہ کا بھی یہی مقتضی ہے اور ان کے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کفار کے بچے اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہیں اور اس کی دلیل باب مذکور کی یہ حدیث ہے: جب رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تھا تو اس کو علم تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸۳)

(۲) نابالغ اولاد اپنے آباء کے تابع ہے پس مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہے اور کفار کی اولاد دوزخ میں ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ہیں اور مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انہوں نے تو اعمال کا زمانہ نہیں پایا! آپ نے فرمایا: تمہارا رب خوب جاننے والا ہے وہ کیا کرنے والے تھے اگر تم چاہو تو میں دوزخ میں ان کے رونے کی آواز سنا دوں۔ (ترمذی ج ۶ ص ۲۰۸) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(۳) وہ جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہیں کیونکہ انہوں نے نیک کام کیے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوں نہ بُرے کام کیے ہیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں۔

(۴) وہ اہل جنت کے خدام ہیں اس کے ثبوت میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچے اہل جنت کے خدام ہیں۔

(مسند ابویعلیٰ: ۳۰۹۰، مسند ابی ہریرہ: ۲۱۷۰، تمہید ج ۷ ص ۲۵۵)

یزید رقاشی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بوجھا: اے ابو حمزہ! آپ کے نزدیک مشرکین کے نابالغ بچوں کا کیا حکم ہے؟ حضرت انس نے فرمایا: ان کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کے گناہ نہیں ہیں کہ ان کو عذاب دیا جائے۔ ان کی نیکیاں ہیں کہ ان کو عذاب نہ دیا جائے۔ ان جنت کے خدام ہوں گے۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۸۲۳، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۰۸)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ اہل جنت کے خدام ہیں۔ (المعجم الکبیر: ۶۹۹۳، مسند ابی ہریرہ: ۲۱۷۲)

(۵) ان کو قیامت کے دن مٹی بنا دیا جائے گا۔

(۶) وہ دوزخ میں ہیں یہ امام احمد کے بعض اصحاب کا قول ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۸، ہم اس حدیث کی سند ضعیف ہے)

(۷) ان کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی ان کے سامنے آگ پیش کی جائے گی پس جو اس آگ میں داخل ہو جائے گا اس کے لیے وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی اس کے ثبوت میں یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن چار آدمیوں کو لایا جائے گا: نابالغ بچہ، کم عقل، جو فترت میں مر گیا اور شیخ فانی، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ، تو جن کے اوپر بد بختی لکھ دی گئی ہے، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو ہم کو اس آگ میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم اس سے ڈرتے تھے اور جن کے لیے نیک بختی لکھ دی گئی ہے، وہ اس میں دوڑتے ہوئے داخل ہو جائیں گے، پس یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور پہلا فریق دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مسند احمد: ۲۱۷۷، مسند ابویعلیٰ: ۴۲۲۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ان کو لایا جائے گا جو زمانہ فترت میں مر گئے اور کم عقل کو اور نابالغ بچے کو جو زمانہ فترت میں مر گیا، وہ کہے گا: میرے پاس کتاب آئی تھی نہ رسول آیا تھا، اور کم عقل کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے ایسی عقل نہیں دی جس سے میں خیر اور شر کا ادراک کرتا اور نابالغ بچہ کہے گا: میں نے عمل کرنے کا زمانہ نہیں پایا، آپ نے فرمایا: پھر ان کے لیے آگ پیش کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: اس میں داخل ہو جاؤ، پس ان میں سے جو لوگ اللہ کے علم میں نیک بخت ہوں گے وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور جو اللہ کے علم میں بد بخت ہوں گے وہ اس میں داخل نہیں ہوں گے، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے میرے سامنے میری نافرمانی کی ہے، پس تم میرے غیاب میں میرے رسولوں کی نافرمانی بھی کرتے۔ (مسند احمد: ۲۱۷۶)

یہ حدیث حضرت معاذ سے بھی مروی ہے۔

(المعجم الکبیر: ۸۳-۸۳، ج ۲۰، المعجم الاوسط: ۹۵۱، مسند الشامیین: ۲۲۰۵، حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۱۲۷)

یہ حدیث الاسود بن سریع سے بھی مروی ہے: (صحیح ابن حبان: ۳۵۷، المعجم الکبیر: ۸۳۱، مسند احمد ج ۴ ص ۲۴، مسند احمد: ۲۱۷۳)

(۸) وہ جنت میں ہیں علامہ نووی نے کہا کہ یہی تہذیب صحیح اور مختار ہے، جس پر محققین ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَاسًا ۝۱۰

اے عذاب دینے والے نہیں ہیں حتیٰ کہ رسول بھیج دیں ○

(بنی اسرائیل: ۵۱)

اور نابالغ بچوں کے حق میں رسالت مُسَقَّط نہیں ہے، کیونکہ جب عاقل کو اس لیے عذاب نہیں دیا جائے گا کہ اس کے پاس رسول نہیں آیا تو غیر عاقل کو بہ درجہ اولیٰ عذاب نہیں دیا جائے گا اور اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا، جس کے آپ کے یہ تعبیر تھیں:

جو بائیس طویل اللہ مرے گا، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اور جو ان کے بد بخت تھے وہ پیا پیا اپنے بچے تھا جو فطرت پر پیدا ہوا، پس بعض مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! اور مشرکین کی اولاد آپ نے فرمایا: اور مشرکین کی اولاد۔

(صحیح البخاری: ۷۰۳۷، صحیح مسلم: ۲۲۷۵)

(۹) توقف

(۱۰) امساک۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۰۹، دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۲۶ھ)

توقف سے مراد یہ ہے کہ چونکہ دلائل متعارض ہیں اس لیے کسی قول کو ترجیح نہ دی جائے اور امساک سے مراد یہ ہے کہ اس بحث میں پڑنے سے گریز کیا جائے۔

علامہ بدرالدین عینی نے چھ اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہیں۔



(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ دس اقوال ذکر کیے ہیں اور اس قول کو ترجیح دی ہے کہ مشرکین کے نابالغ بچے جنت میں ہوں گے۔

(شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ)

نابالغ بچوں کی آخرت میں آزمائش پر اس اعتراض کا جواب کہ میدانِ حشر تو دارِ تکلیف نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہاں کیوں امتحان ہوگا؟

علامہ محمد التاؤدی بن محمد الطالب متوفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان اقوال میں ساتواں قول یہ ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین کے نابالغ بچوں، کم عقل شخص اور زمانہ فترت میں مرنے والی کی آزمائش کی جائے گی اور ان کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی اور جو داخل نہیں ہوگا اس کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قیامت کا دن اور میدانِ حشر دارِ تکلیف تو نہیں ہے دارِ تکلیف تو صرف دنیا ہے پھر حشر کے دن ان کا امتحان کیوں لیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت یا دوزخ میں استقرار کے بعد ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا لیکن اس سے پہلے میدانِ حشر میں ان کا امتحان لینے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے بلکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں وہ بھی امتحان لینے کا ارشاد ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى الشُّجْرِ فَلَا يُسْتَطِيعُونَ (القلم: ۳۲)

جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے ○

اس آیت میں پنڈلی سے مراد اللہ کی پنڈلی ہے جو اس کی شین کے مطابق ہے اس وقت ہر مؤمن مرد اور عورت اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے ماسوا ریاکاروں کے دوزخ نہ کر سکیں گے اس آیت میں مشرکوں کو مکلف کرنے کا ذکر ہے۔

نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے ایسا خواب بیان کیا جس کو اس نے نہیں دیکھا اس کو (قیامت کے دن) دو بچوں کے درمیان گرو لگانے کا مکلف کیا جائے گا اور وہ ہرگز ان میں سے کسی کو گرو لگا سکے گا اور جو تصویر بنائے گا اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس میں رور ہوئے گا مکلف کیا جائے گا اور وہ اس میں رور نہیں پھونک سکے گا۔ (صحیح بخاری: ۳۹۰۰ سنن بیہقی: ۵۰۲۳ سنن ترمذی: ۷۵۱ سنن ابن ماجہ: ۹۱۶ مسند احمد: ۳۰۰) (تذکرۃ القاری: ۳۹۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

۱۳۸۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيٍّ الْمُشْرِكِيِّنَ فَقَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید اللیثی نے خبر دی انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے مشرکین کی نابالغ اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ ہی

[اطراف الحدیث: ۶۵۹۸-۶۶۰۰] زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۵۹ الرقم المسلسل: ۶۶۳۸ سنن نسائی: ۱۹۳۸ مسند ابویعلیٰ: ۶۱۲۰ مسند احمد ج ۲ ص ۷۱ طبع قدیم مسند احمد: ۱۰۰۸۳ ج ۱۶ ص ۱۰۳)

اس حدیث کی شرح، گزشتہ حدیث: ۱۳۸۳ میں گزر چکی ہے۔

\* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۶۶۳۸۔ ج ۷ ص ۵۵ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے:

کافروں کے نابالغ بچوں کے اخروی انجام کا حکم۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از ابی سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے چوپائے سے چوپایہ پیدا ہوتا ہے، کیا تم اس کو نکلا یا کن کٹا دیکھتے ہو؟

۱۳۸۵ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذئبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَثَلِ الْبُهِيمَةِ تُنْتَجُ الْبُهِيمَةُ هَلْ تَرَى فِيهَا جَذْعَاءَ؟

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۲۸ میں گزر چکی ہے۔

## باب

## ۹۳ - بَابُ

امام بخاری نے اس باب کا عنوان: سو یہ ابواب۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: جب نبی ﷺ نماز پڑھاتے تو ہماری طرف متوجہ ہوتے، پس پوچھتے: تم میں سے آج رات کس نے خواب دیکھا ہے؟ پس اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا، پس جو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ آپ فرماتے، سو ایک دن آپ نے ہم سے سوال کیا، پس فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: لیکن میں نے آج رات خواب دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے، پس وہ دونوں میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ارض مقدسہ میں لے گئے، پس وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور دوسرا آدمی لوہے کا آنکڑا (ہک) لے کر کھڑا ہوا تھا، وہ راوی نے کہا: ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ سے روایت کیا: وہ کھڑا ہوا شخص اس بیٹھے ہوئے آدمی کے جڑے میں اس آنکڑے کو داخل کرتا تھا کہ وہ جڑا اس کی گدی تک چیر دیتا، پھر اس کے دوسرے جڑے میں اسی طرح آنکڑے کو داخل کرتا اور اس کا پہلا

۱۳۸۶ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟ قَالَ فَإِنْ رَأَى أَحَدًا قَطْبًا فَلْيَقُلْ مَا شَاءَ اللَّهُ. فَسَأَلْنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا؟ قُلْنَا لَا، قَالَ لِكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَانِي فَأَخَذَا بِيَدَيْنِ فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ فَسَأَلَانِي رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِهِ قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوسَى كَلُوبٌ مِنْ حَدِيدٍ. إِنَّهُ يُدْخِلُهُ فِي شِدْقِهِ حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخِرَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَيَلْتَنِمُ شِدْقَهُ هَذَا، فَيَعُودُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ، قُلْتُ مَا هَذَا؟ قَالَا إِنَّا طَلَقْنَا، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلَى قَفَاهُ، وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِهِ بِفَهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ، فَيَشْدُخُ بِهِ رَأْسَهُ، فَإِذَا بَضْرَبَهُ تَذْهَدَةُ الْحَجَرِ، فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ، فَلَا يَرْجِعُ إِلَى هَذَا، حَتَّى يَلْتَنِمَ رَأْسَهُ،

وَعَادَ رَأْسَهُ كَمَا هُوَ، فَعَادَ إِلَيْهِ فَضْرَبَهُ، قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ، فَاَنْطَلَقْنَا إِلَى ثَقَبٍ مِثْلِ الشُّورِ، أَعْلَاهُ ضَبَقٌ وَاسْفَلُهُ وَاسِعٌ، يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارٌ، فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا، حَتَّى كَادَ أَنْ يَخْرُجُوا، فَإِذَا خَسَدَتْ رَجَعُوا فِيهَا، وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ، فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ، فَاَنْطَلَقْنَا، حَتَّى آتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَانِمٌ عَلَى وَسْطِ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حَبَارَةٌ قَالَ يَزِيدُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، وَ عَلَى شَطِ النَّهْرِ رَجُلٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ مَا هَذَا؟ قَالَا انْطَلِقْ، فَاَنْطَلَقْنَا، حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ خَضِرَاءَ، فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ، وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِيَّانٌ، وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ، بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوقِدُهَا، فَصَعِدَا بِي فِي الشَّجَرَةِ، وَأَدْخَلَانِي دَارًا لَمْ أَرِ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، فِيهَا رِجَالٌ شُبَّانٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِيَّانٌ، ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، فِيهَا شُبَّانٌ وَشَبَابٌ، قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ، فَأَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُمْ، قَالَا نَعَمْ، إِذَا أَلَيْسَ بِأَيْتَانِ شَيْءٌ بِشِدْقِهِ فَكَذَّابٌ، كَذِبٌ، فَتَحَدَّثَ عَنَّا حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَبُصِّعَ بِهِ مَا رَأَيْتَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَدِّخُ رَأْسَهُ، فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ، وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ، يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي الثَّقَبِ فَهُمْ الزُّنَاةُ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهْرِ، اكْلُوا الرِّبَا، وَالشَّيْخُ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَالصِّيَّانُ حَوْلُهُ فَأَوْلَادُ النَّاسِ، وَالَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكُ حَازِنُ

جبرائیل ہو چکا ہوتا پھر وہ اس جڑے میں اسی طرح آنکڑا داخل کرتا میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم چل پڑے حتیٰ کہ ہم ایک شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص اس کے سر کے پاس پتھر لیے کھڑا ہے اور اس کا سر پھوڑ رہا ہے! پس جب وہ اس کے سر پر ضرب لگاتا تو وہ پتھر لڑھکتا ہوا چلا جاتا پھر وہ اس پتھر کو لینے کے لیے چلا جاتا جب وہ واپس آتا تو اس کا سر پہلے کی طرح ٹھیک ہو چکا ہوتا وہ پھر لوٹ کر اس کا سر پھوڑتا میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے تو تور کی طرح ایک سوراخ تھا وہ اوپر سے تنگ تھا اور نیچے سے فراخ تھا اس کے نیچے آگ جل رہی تھی پھر جب وہ آگ اوپر اٹھتی تو اس میں جو لوگ تھے تو وہ اس تور سے نکلنے کے قریب ہوتے اور جب وہ آگ بجھ جاتی تو پھر وہ لوگ نیچے چلے جاتے اس میں برہنہ مرد اور عورتیں تھیں میں نے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے حتیٰ کہ ہم خون کے دریا پر آئے دریا کے وسط میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا یزید نے اور وہب بن جریر نے کہا از جریر بن حازم: دریا کے کنارے ایک اور شخص اس کے سامنے پتھر تھے پھر وہ شخص آگے بڑھا جو دریا میں تھا جب وہ (دریا سے) نکلنے کا ارادہ کرتا تو دوسرا شخص اس کے منہ پر پتھر کھینچ کر مارتا اور اس کو اسی جگہ لوٹا دیتا پس جب بھی وہ نکلنے کے لیے آتا تو وہ دوسرا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا پھر وہ اسی جگہ لوٹ جاتا میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا: آگے چلیے! پس ہم آگے گئے حتیٰ کہ ہم ایک سرسبز باغ کے پاس پہنچے اس میں بہت بڑا درخت تھا اس کی جڑ میں ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا اور بچے بیٹھے تھے اور ایک شخص درخت کے قریب تھا وہ اپنے سامنے آگ جلا رہا تھا ان دونوں نے مجھے اس درخت پر چڑھایا اور مجھے ایک گھر میں داخل کر دیا اس سے زیادہ حسین گھر میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اس میں بوڑھے مرد تھے اور جوان مرد تھے اور عورتیں تھیں اور بچے تھے پھر ان دونوں نے مجھے

اس گھر سے نکالا پھر مجھے اس درخت پر چڑھایا پھر مجھے ایک اور گھر میں داخل کیا جو اس سے زیادہ حسین اور افضل تھا اس میں بوڑھے اور جوان تھے میں نے کہا: تم دونوں نے مجھے ساری رات گھمایا ہے اب مجھے بتاؤ کہ میں نے کیا کچھ دیکھا ہے ان دونوں نے کہا: ہاں! رہا وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے جڑے کو توڑا جا رہا تھا یہ بہت جھوٹا تھا یہ جھوٹی خبریں دیتا تھا جو اس سے نقل کی جاتی تھیں حتیٰ کہ ساری دنیا میں پھیل جاتی تھیں سو اس کے ساتھ قیامت تک وہی کیا جاتا رہے گا جو آپ نے دیکھا ہے اور جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر پھوڑا جا رہا تھا یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ نے قرآن کا علم دیا تھا یہ رات کو سو جاتا تھا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا اس کے ساتھ قیامت تک اسی طرح کیا جاتا رہے گا اور جن لوگوں کو آپ نے تنور میں دیکھا وہ زنا کرنے والے تھے اور جن کو آپ نے دریا میں دیکھا وہ سود کھانے والے تھے اور جس بوڑھے شخص کو آپ نے درخت کی جڑ میں دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور جو بچے ان کے گرد تھے وہ لوگوں کی (نابالغ) اولاد ہیں اور جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ الگ ہے اور جو آپ نے دیکھا جس میں آپ داخل ہوئے تھے وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے اور رہا یہ گھر تو یہ شہداء کا گھر ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں آپ اپنا سراٹھائیں پس میں نے اپنا سراٹھایا تو میرے اوپر باذل کی طرح تھا ان دونوں نے کہا: یہ آپ کا ٹھکانا ہے میں نے کہا: مجھے پھوڑا! میں اپنے گھر میں داخل ہوں ان دونوں نے کہا: ابھی آپ کی عمر باقی ہے جس کو آپ نے مکمل نہیں کیا پس اگر آپ نے اپنی عمر کی تکمیل کر لی تو آپ اپنے ٹھکانے میں جائیں گے۔

النَّارِ وَالذَّارُ الْأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ وَأَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَذَارُ الشُّهَدَاءِ وَأَنَا جِبْرِيلُ وَهَذَا مِيكَائِيلُ فَأَرْفَعُ رَأْسَكَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ قَالَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي قَالَا إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمْرٌ لَمْ تَسْكُمْلَهُ فَلَوْ اسْتَكْمَلْتَ آتَيْتَ مَنْزِلَكَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

#### ۹۴۔ بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

#### پیر کے دن کی موت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیر کے دن مرنا تو کسی کے اختیار میں نہیں ہے پھر امام بخاری نے یہ باب کیوں قائم کیا ہے؟ اس کا

جواب یہ ہے کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کو یہ خواہش کرنی چاہیے کہ اس کو پیر کے دن موت آئے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلى بن اسد نے حدیث

۱۳۸۷۔ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبُ



عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ فِي كَمْ كَفَّتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُورِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. وَقَالَ لَهَا فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوَفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ. قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ. قَالَ أَرْجُوا فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ. فَنَظَرَ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرِّضُ فِيهِ. بِهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ إغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكُفِّنُونِي فِيهَا. قُلْتُ إِنَّ هَذَا خَلَقَ؟ قَالَ إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ فَلَمْ يَتَوَفَّ حَتَّى أَمْسَى مِنْ لَيْلَةِ الثَّلَاثَاءِ وَذُو الْقُرْبَى الْأَحَدِ.

(جامع السانيد لابن جوزی: ۷۱۸۹، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۴۲۶ھ)

(مسند الطحاوی: ۷۰: ۹۴)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئی انہوں نے پوچھا: آپ نے نبی ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ حضرت عائشہ نے بتایا: تین سفید یمن کے بنے ہوئے کپڑوں میں ان میں نہ قمیص تھی اور نہ عمامہ تھا اور انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کس دن فوت ہوئے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: پیر کے دن پھر حضرت ابوبکر نے پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: پیر کا دن ہے حضرت ابوبکر نے کہا: مجھے اس وقت سے لے کر آج رات تک امید ہے پھر حضرت ابوبکر نے اپنے ان کپڑوں کو دیکھا جن میں وہ بیمار ہوئے تھے ان میں زعفران کا اثر تھا پس انہوں نے کہا: میرے اس کپڑے کو دھو دو اور اس کے ساتھ دو کپڑوں کا اور اضافہ کرنا پھر ان میں مجھے کفن دینا۔ (حضرت عائشہ نے بتایا: میں نے کہا: یہ پرانا کپڑا ہے حضرت ابوبکر نے کہا: زندہ آدمی کو مردے کی بہ نسبت نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے مردے کا کپڑا خون اور پیپ کے لیے ہے پھر حضرت ابوبکر نہیں فوت ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے منگل کی رات گزالی اور صبح سے پہلے ان کو دفن کر دیا

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

### پیر کے دن وفات کی تمنا کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی سے یہ لایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کسی دن ہو جائے۔ ان کی وفات ہونے کی برکت حاصل ہو جائے اور ہمیشہ سے لوگ صالحین کے کپڑوں سے تبرک حاصل کرنے اور ان کی ولادت اور وفات کے دن سے موافقت کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں رغبت کرتے ہیں اور اس کی حرص کرتے ہیں سو جس دن نبی ﷺ کی وفات ہوئی اس دن وفات کی تمنا کرنی چاہیے اور اگر وہ شخص اس دن فوت نہیں ہوا تو اسے پیر کے دن وفات کی تمنا کرنے کا ان شاء اللہ ثواب ملے گا جیسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے اُن آثار کی اتباع کرتے تھے جن کی اتباع کرنا سنت اور عبادت نہیں ہے پس وہ اس جگہ کھڑے ہوتے تھے جس جگہ نبی ﷺ کھڑے ہوئے تھے اور اس جگہ اپنی اذنی کو گھماتے تھے جس جگہ نبی ﷺ نے اپنی اذنی کو گھمایا تھا ان تمام کاموں کو کرنا اگرچہ عبادت نہیں ہے لیکن حضرت ابن عمر ان کاموں کو نبی ﷺ کی محبت کی وجہ سے اور آپ کے آثار کی حفاظت کی وجہ سے کرتے تھے اور جو شخص آپ کے ان آثار کی اتباع کرے گا جن کی اتباع کرنا لازم اور عبادت نہیں ہے تو

وہ ان آثار کی بہ طریق اولی اتباع کرے گا جن کی اتباع کرنا لازم اور عبادت ہے۔

### پیر کے دن کی فضیلت

امام بخاری نے جمعہ کے دن وفات کا باب قائم نہیں کیا، کیونکہ جمعہ کے دن وفات کی فضیلت کی احادیث ان کی شرائط کے مطابق نہیں اور پیر کے دن وفات کا باب قائم کیا ہے، کیونکہ اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ آپ پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن آپ پر قرآن نازل ہوا اور پیر کے دن آپ نے اعلان نبوت کیا اور پیر کے دن آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی اسی لیے آپ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے۔

امام مالک نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے اعمال ہر جمعہ کو دو مرتبہ پیش کیے جاتے ہیں، پیر کے دن اور جمعرات کے دن، پس ہر مؤمن بندہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے سوا اس بندہ کے جس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان بغض ہو، ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: ان کو چھوڑ دو! حتیٰ کہ یہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں۔ (موطأ امام مالک۔ حسن الخلق: ۱۸)

### جمعہ کے دن وفات کی فضیلت

نبی ﷺ سے جمعہ کے دن کی وفات کی فضیلت کے سلسلہ میں بھی احادیث مروی ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۰۷۴، معنی عبدالرزاق: ۵۵۹۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹، مشکوٰۃ: ۱۳۶۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوا، اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ (المجم الصغیر: ۲۷۱، اکمل لابن عدی ج ۷ ص ۲۵۵۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوا یا جمعہ کی شب فوت ہوا اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر ہوگی۔

(حدیث لا وہاب ج ۳ ص ۱۸۱، تقریب البغیہ: ۱۲۱۶، ج ۲ ص ۳۳۳، شرح ابن بطال ج ۳ ص ۷۰، ۳۶۹، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۳ھ)

### عمدہ کپڑوں میں اپنے متعلق احادیث اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پرانے کپڑے میں کفن دیے، کے لیے یہ فرمایا: رندہ! دل و مردے کی بہ نسبت نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے، لیکن دیگر احادیث اور آثار میں نئے اور اچھے کپڑے میں کفن دینے کا ذکر کیا گیا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنو، یہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں اور ان ہی کپڑوں میں تم اپنے مردوں کو کفن دو۔

(سنن ترمذی: ۹۹۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۶۱، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت ابوقتاہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا دلی ہو تو اس کو اچھا کفن دے۔ (سنن ترمذی: ۹۹۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۳)

سلمہ بن علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین عمدہ کفن پسند کرتے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ کہا جاتا ہے کہ مردے اپنے کفنوں

میں ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

عمیر بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کے متعلق وصیت کی اور نکل گئے پھر ان کی بیوی فوت ہو گئی، ہم نے اس کو اس کے پرانے کپڑوں میں کفن پہنایا، وہ اس وقت آئے جب ہم ان کی بیوی کو دفن کر کے فارغ ہو چکے تھے انہوں نے پوچھا: تم نے اس کو کیسے کپڑوں میں کفن پہنایا؟ ہم نے کہا: ہم نے ان کو ان کے پرانے کپڑوں میں کفن پہنایا، انہوں نے ان کی قبر کو کھودا اور ان کو نئے کپڑوں میں کفن دیا، اور فرمایا: اپنے مردوں کو اچھے کپڑوں میں کفن دیا کرو، کیونکہ وہ ان ہی کپڑوں میں میدانِ حشر میں جاتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۲۳۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابو بکر نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی جو وصیت کی تھی، اس کی توجیہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابو بکر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کو عمدہ کپڑوں میں کفن دو، کیونکہ وہ اس پر فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔

اب یہ سوال ہو گا کہ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے پرانے کپڑوں میں کفن کیوں وصیت کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے ان کپڑوں کو پہنے ہوئے عبادت کی تھی، جہاد کی تھی، اس لیے ان کی برکت حاصل کرنے کے لیے انہوں نے یہ وصیت کہ ان کو ان ہی کپڑوں میں کفن دیا جائے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام محمد بن سعد نے قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر نے فرمایا: مجھے میرے ان کپڑوں میں کفن دینا جن میں نماز پڑھتا تھا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس میں ایک اور وجہ کا امکان ہے کہ انہوں نے ان کپڑوں کو اس لیے ترجیح دی کہ انہوں نے ان کپڑوں کو پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی تھی، آپ کی برکت حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ان کپڑوں کو ترجیح دی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۱۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابو بکر کو اللہ تعالیٰ سے یہ امید تھی کہ ان کی وفات کا دن ان ہی کپڑوں میں ہو جائے گی، جس دن نبی ﷺ کی وفات ہوئی تھی، تاہم پیر کا دن گزار کر ان کی وفات کا دن نہ آیا، آپ کے بیان کے مطابق آپ کی وفات ہوئی اور یہ ۲۲ دی کی تاریخ کا دن تھا۔ حضرت ابو بکر کی وفات کے سبب سے اختلاف ہے ایک کہ یہ ہے کہ یہودیوں نے آپ کو ہرا لودہ لکھا، یہ تھا اس سبب سے حضرت ابو بکر کی وفات ہو گئی، جس طرح نبی ﷺ کو خیبر میں ایک یہودی عورت نے زہر آلود گوشت کھلایا تھا اور اسی کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی، یوں نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر کی وفات کا سبب بھی ایک تھا اور ایک ہی دن دونوں کی وفات ہوئی اور ایک ہی جگہ دونوں مدفون ہیں اور ایک ہی وقت میں دونوں قبر سے اٹھیں گے اور ایک ہی وقت میں دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔

اچانک موت کا آ جانا

۹۵ - بَابُ مَوْتِ الْفَجَاةِ الْبُغْتَةِ

۱۳۸۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ہشام نے خبر دی از والد خود از حضرت

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمَّيْ أَفْتَلَيْتُ نَفْسَهَا وَأَظْنِيهَا لَوْ تَكَلَّمْتُ نَصَدَقْتُ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحديث: ۲۷۶۰]

عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک مرد نے نبی ﷺ سے کہا: بے شک میری ماں اچانک فوت ہو گئی اور میرا اس کے متعلق گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو کچھ صدقہ کرتی 'پس کیا اس کو اجر ملے گا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۰۰۳، الرقم المسلسل: ۲۲۸۹، سنن ابوداؤد: ۲۸۸۱، سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۷، مسند ابویعلیٰ: ۴۴۳۴، صحیح ابن حبان: ۳۳۵۳، سنن بیہقی: ۶ ص ۸-۲۷۷، شرح السنن: ۱۶۹۰، صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۹۹، مسند احمد ج ۱ ص ۵، طبع قدیم مسند احمد: ۴۲۲۵۱، ج ۲ ص ۲۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن جوزی: ۷۳۷۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۶ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم اور وہ سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم ہیں (۲) محمد بن ابی جعفر بن ابی کثیر (۳) بشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۱۹)

### مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک مرد نے کہا: میرا اچانک فوت ہو گئی اس مرد کا نام حضرت سعد بن عبادہ تھا اور ان کی ماں کا نام حضرت عمروہ رضی اللہ عنہا تھا۔

نیز اس حدیث میں "افتلنت" مذکور ہے اس کا معنی ہے: وہ اچانک فوت ہو گئی۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۰-۳۱۹)

### اچانک موت کی کراہت کے متعلق احادیث

نبی ﷺ کے اصحاب میں سے یہ شخص نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اچانک موت غضب ہے یعنی غضب کا سبب ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۱۱۰)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سات موتوں سے پناہ طلب کی: (۱) اچانک موت (۲) سانپ کے ڈسنے سے (۳) درندہ کے بھاڑنے سے (۴) آگ میں جلنے سے (۵) پانی میں ڈوبنے سے (۶) کھانسی کے پھڑکنے سے (۷) مارا جانے سے۔

(مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایسی دیوار کے پاس سے گزرے جو گرنے کے لیے جھک رہی تھی تو آپ وہاں سے تیزی کے ساتھ گزرے آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: میں اچانک موت کو ناپسند کرتا ہوں۔)

(مسند ابویعلیٰ: ۶۶۱۲، کتاب الشفاء للعقیمی ج ۱ ص ۶۱، الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۲۳۲، شعب الایمان: ۱۳۵۹، المعجم الکبیر: ۷۶۰۳-۷۶۰۲، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۶، طبع قدیم مسند احمد: ۸۶۶۶، ج ۱۳ ص ۳۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک موت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ مؤمن کے لیے راحت اور فاجر کے لیے غضب ہے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۶)

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ ان کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص



ایسی چیز کے پاس سے گزرے جو گرنے والی ہو تو وہ تیزی سے گزرے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرے۔

(مسند ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۰۶ شعب الایمان: ۱۳۶۱)

فائدہ: ضرر کے اسباب سے احتراز کرنا توکل اور تقدیر پر اعتقاد کے منافی نہیں ہے ورنہ بیماریوں کا علاج مشروع نہ ہوتا۔ امام مالک یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص کو (اچانک) موت آگئی تو ایک شخص نے کہا: اس کو مبارک ہو! یہ کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تمہیں کیا پتا اگر اللہ اس کو کسی مرض میں مبتلا کرتا تو وہ مرض اس کے گناہوں کو مٹا دیتا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب العین: ۸ اس حدیث کی روایت میں امام مالک مفرد ہیں)

اچانک موت کو نبی ﷺ نے اس لیے ناپسند فرمایا ہے کہ اس صورت میں آدمی وصیت نہیں کر سکتا اور آخرت کی تیاری نہیں کر سکتا کہ اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور توبہ کرے اور اس موقع پر جس قدر اعمال نساخہ کر سکتا ہو وہ کرے۔

### ایصالِ ثواب کے متعلق احادیث

اس حدیث میں ایصالِ ثواب کا بھی ثبوت ہے اور ایصالِ ثواب کے متعلق دیگر احادیث حسب ذیل ہیں:

- (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں کا انتقال ہو گیا وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! ان کا انتقال ہو گیا اور میں اس وقت موجود نہیں تھا اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو اس کا نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہیں ملے گا۔ پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا خراف نام کا کھجوروں کا باغ ان پر صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۵۵۰ سنن ترمذی: ۶۶۹ سنن ابوداؤد: ۲۸۸۲)
- (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ان کی ماں فوت ہوگئی اور انہوں نے ایک نذرمانی ہوئی تھی آپ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے حج کراداد کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۵۶۰ صحیح مسلم: ۱۶۳۸ سنن ابوداؤد: ۳۳۰ سنن نسائی: ۳۸۱۷ سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲)

- (۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن سوار بن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی نبی ﷺ نے حضرت فضل کے حیرے کو دوسری طرف کر دیا عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کر دیا ہے اور میرا آپ بہت بڑا ساتھی اور سوار ہے بیٹھے ہیں تمہارا حج میں اس کی طرف سے حج کرلوں آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا موت تھا۔ (صحیح البخاری: ۲۵۶۰ صحیح مسلم: ۱۳۳۰ سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹ سنن نسائی: ۲۱۳۲)

- (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذرمانی تھی اور اب وہ فوت ہوگئی تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ کا قرض ادا کر وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۹۹ سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹ مسند الحمیدی: ۵۰۷ سنن دارمی: ۱۸۳۰)

- (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذرمانی تھی پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی آیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کر دئیے بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم

اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱۵، موطا امام مالک: ۲۳۶، مسند احمد: ۲۲۶۶، عالم الکتب بیروت)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا، وہ مینڈھا لایا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں، پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ، پھر فرمایا: اس چھری کو پتھر سے تیز کرو، انہوں نے اس چھری کی دھار تیز کی، پھر آپ نے اس چھری کو پکڑ کر اس مینڈھے کو گرایا، پھر اس کو ذبح کرنے لگے، پھر یہ دعا کی: بسم اللہ! اے اللہ! اس کو محمد اور آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما، پھر اس کو قربان کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۶۷، الرقم المسلسل: ۵۰۰۱، سنن ابوداؤد: ۲۷۹۲)

امام احمد نے اس حدیث کو تین مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان سندوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۵۶ طبع قدیم۔ ج ۲۳ ص ۱۳۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۱۹ھ، المستدرک ج ۴ ص ۲۲۹، مسند ابویعنی: ۱۷۹۲، سنن بیہقی

ج ۹ ص ۲۶۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۲۳ ص ۱۷۱، مؤسسۃ الرسالۃ، سنن الدارقطنی ج ۴ ص ۲۸۵، مسند احمد ج ۳ ص ۷۵ طبع قدیم،

مسند احمد ج ۲۳ ص ۲۶۷، مؤسسۃ الرسالۃ، المستدرک ج ۱ ص ۳۶۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۹۹، سنن دارمی: ۱۹۴۶، سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۱، الطحاوی ج ۴ ص ۱۷۷)

ہم نے اپنی تفسیر، تبيان القرآن ج ۱۱، میں ایصالِ ثواب کی بحث، النجم: ۳۹ کی تفسیر میں کی ہے، یہ بہت مفصل بحث ہے اور ص ۵۶۶-۵۳۲ میں یہ بحث ۱۳۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

### ایصالِ ثواب میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے اسی طرح اس میں اجماع ہے کہ میت کے لیے دعا کی جائے اور میت کی طرف سے جو قرض ادا کیا جائے اس سے میت کو نفع ہوتا ہے اور اس کے ساتھ قرآن مجید اور احادیث کی نصوص ہیں اسی طرح میت کی طرف سے فرض اور نفل حج کرنا بھی صحیح ہے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کی طرف سے روزے رکھنے میں اختلاف ہے اور ان حج یہ ہے کہ وہ بھی صحیح ہے (نہ علماء کے نزدیک روزوں کا اور نہ بدنیہ کا) اب نہیں پہنچتا اور بتی عبارت ہے کہ ثواب نہیں پہنچتا اور امام احمد کے نزدیک تمام عبادات کا ثواب پہنچتا ہے۔

(شرح صحیح مسلم بشرح النووی ج ۴ ص ۲۷۸، مکتبۃ نزار، مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، پس میں نے کہا: ہم اپنے مردوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں، کیا یہ ان کی طرف پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ ان کی طرف پہنچتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی شخص ہدیہ سے خوش ہوتا ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ)

۹۶ - بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

وہ احادیث جو نبی ﷺ کی قبر اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کے متعلق ہیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی وہ فضیلت بیان کریں جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں جس طرح رسول اللہ ﷺ کی حیات میں آپ کے وزیر تھے اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے ساتھ قبر میں ہیں۔ یہ وہ فضیلت ہے جو خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہے یہ ان دونوں کی محبت کی کرامت ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے حجرے میں مدفون ہونے کی اجازت طلب کی۔

اس حدیث میں فقہ یہ ہے کہ صالحین کی قبروں کے جوار میں دفن ہونے کی حرص کرنی چاہیے تاکہ صالحین پر جو رحمت نازل ہو اس سے ان کو بھی حاصل جائے اور صالحین کے لیے جب مسلمان آ کر دعا کریں تو اس دعائے بھی ان کو حصہ ملے۔

(شرح ابن بطلال ج ۲ ص ۳۷۳-۳۷۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے: وَلِلَّهِ أَصْلُ الْقُلُوبِ

وَقَوْلُ اللَّهِ ﴿فَأَقْبِرَ﴾ (العنکبوت: ۲۱)

یہ پوری آیت اس طرح ہے: پھر اسے موت دی اور پھر اسے قبر میں دفن کیا۔ (عنکبوت: ۲۱)

أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا جَعَلْتُ لَهُ قَبْرًا وَقَبْرَتُهُ لِيَقْبَرَ بِنَادٍ أَوْ "قَبْرَتُهُ" يَهِيَ اس وقت کہا جائے گا جب تم اس کے لیے قبر بنادو اور "قبرتہ" یہ اس وقت کہا جائے گا جب تم اس کو دفن

دو۔

امام بخاری اس تعلق سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قبر کا مادہ ثلاثی مزید فیہ سے باب افعال سے آتا ہے اور ثلاثی مجرد سے بھی آتا ہے پہلی صورت میں اس کا معنی ہے: قبر بنانا اور دوسری صورت میں اس کا معنی ہے: دفن کرنا۔

﴿كَفَا﴾ (۱۱۰۱-۱۱۰۲) بَلَّغُوا رِجَالَهُمْ أَحْبَابًا وَيُدْفَنُونَ فِيهَا أَمْوَاتًا۔ ہوتے ہیں اور اس میں مردوں کو بھی دفن کیا جاتا ہے۔

اس تعلق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: کیا ہم نے زمین کو حفاظت کی جگہ نہیں۔ نایا زندوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی۔ (المرسلات: ۲۵-۲۶) یعنی زمین زندہ کو اپنی پشت پر رکھ کر اور مردوں کو اپنے پیٹ میں رکھ کر ان کی حفاظت کرتی ہے۔ الفراء نے کہا ہے کہ "نکفتم" کا معنی ہے: ہم ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۳۸۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَاءَ عَنْ هِشَامِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از ہشام ح اور مجھے محمد بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریاء نے حدیث بیان کی از ہشام از عروہ

ان كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَعَذَّرَ فِي مَرَضِهِ أَيَّنَ أَنَا الْيَوْمَ؟ أَيَّنَ أَنَا غَدًا؟ اسْتَبْطَاءَ لِيَوْمٍ عَائِشَةَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي، قَبَضَهُ اللَّهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَدُفِنَ فِي بَيْتِي. [طرف الحديث: ۳۷۷۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیماری کی (ابتداء) میں دوسری ازواج سے بہ طور معذرت فرماتے تھے: میں آج کہاں ہوں؟ اور میں کل کہاں ہوں گا؟ حضرت عائشہ کی باری کو آپ دور گمان کرتے تھے پس جس دن اللہ نے آپ کی روح کو قبض فرمایا اس دن آپ میرے پہلو اور میرے سینہ کے درمیان تھے اور میرے حجرے میں آپ کو دفن کیا گیا۔

(صحیح مسلم: ۲۲۴۳، رقم المسلسل: ۶۱۷۵، المعجم الکبیر: ۸۱، ج ۲۳، تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۷۵، المعجم الاوسط: ۶۸۸۳، المستدرک ج ۱ ص ۱۳۵)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس، ان کا نام عبد اللہ ہے، یہ امام مالک کے بھانجے ہیں (۲) سیمان بن بلال ابویوب (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر (۴) محمد بن حرب ابوعبد اللہ النشائی، یہ ۲۵۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابومردان یحییٰ بن ابی زکریاء الغسانی، یہ ۱۸۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عروہ بن الزبیر بن العوام (۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۲)

### حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: میں آن کہاں ہوں؟ میں کل کہاں ہوں؟ حضرت عائشہ کی باری کو آپ دور گمان کرتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی متعدد ازواج ہوں، اس کا کبر زیادہ محبت کرنا جائز ہے جب کہ وہ باریوں کی تقسیم میں اور خرچ مہیا کرنے میں ان کے درمیان عدل کرتا ہو۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ازواج میں حضرت عائشہ سے زیادہ محبت کرتے تھے اور یہ ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔

\* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۰ پر ملتا ہے اس کی شرح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوانح بیان کی گئی ہے۔

۱۳۹۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. لَوْ لَا ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ، أَوْ خَشِيَ، أَنْ يَتَّخَذَ مَسْجِدًا. وَعَنْ هِلَالٍ قَالَ كُنَّ ابْنِي عُرْوَةَ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَلَمْ يُولَدْ لِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی کہ ابویوب نے کہا: ہمیں مالک بن بلال نے روایت کیا کہ عروہ بن الزبیر نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس سے آپ صحت یاب نہیں ہوئے: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں آپ کی قبر کو ظاہر کر دیتی لیکن یہ خطرہ ہے کہ آپ کی قبر کو مسجد بنالیا جائے گا اور ہلال نے کہا کہ عروہ بن الزبیر نے میری کنیت رکھی حالانکہ میری اولاد نہیں ہوئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۳۵ میں گزر چکی ہے اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی شخص کی کنیت رکھنی جائز ہے خواہ



اس کی اولاد ہو یا نہ ہو۔

سَعْدُ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ  
قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ أَنَّهُ  
حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مُسْتَمًا.

ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا:  
ہمیں عبد اللہ نے خبر دی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابو بکر بن عیاش نے  
خبر دی از سفیان الثمار 'انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے  
نبی ﷺ کی قبر کو دیکھا وہ کوہان کی طرح تھی۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل ابوالحسن المروزی 'یہ مکہ میں مجاور تھے (۲) عبد اللہ بن المبارک المروزی (۳) ابو بکر بن عیاش الحمذی 'یہ  
۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) سفیان بن دینار الکوفی الثمار 'یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور عنبر صحابہ سے متصل تھے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۳)

### قبر کوہان کی صورت میں بنانا مستحب ہے یا مستح اور نبی ﷺ کی قبر کس طرح تھی؟

علامہ التاؤدی بن سودہ متوفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ کی قبر کوہان کی طرح تھی یعنی زمین سے اٹھی ہوئی اور بلند تھی امام ابو نعیم نے یہ اضافہ کیا  
ہے کہ حضرت ابو بکر اور عمر کی قبریں بھی ایسی تھیں اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ وہ کوہان کی طرح بنانا مستحب ہے  
امام ابو حنیفہ امام مالک امام احمد مزنی اور اکثر فقہاء شافعیہ بھی مذہب یہ ہے کہ قبر کو مستطیع یعنی ہم دار اور چوٹی بنانا  
مستحب ہے 'المواردی اور دوسرے شافعی فقہاء کا یہی مذہب ہے امام بیہقی نے کہا کہ سفیان الثمار کے قول میں قبر کوہان کی شکل میں  
بنانے کی کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی قبر ابتداء میں ہم دار اور مستطیع ہوئی بعد میں اس کو کوہان کی طرح بنا دیا گیا  
ہو اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا میں نے عرض کیا:  
اے میری ماں! مجھے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک اور ان کے دو صاحبوں رضی اللہ عنہما کی قبریں دکھائیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے  
لیے تین قبریں کھدوائیں یہ قبریں نہ بلند تھیں نہ زمین سے ٹکی ہوئی تھیں ان کے اوپر میدان کی سرخ کنگریاں ڈالی گئیں۔ ابو علی  
نے بتایا کہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر ان کے سر پر تھی اور حضرت ابو بکر کی قبر آپ کے سر مبارک کے پاس ہے حضرت عمر کی قبر  
آپ کے پیروں کے پاس ہے ان سر رسول ﷺ کے قدموں میں ہے۔ (سنن ابوداؤد ۲۰۰۰)

انہوں نے یہ مشاہدہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کیا تھا گویا کہ ابتداء میں یہ قبریں مستطیع تھیں پھر جب عمر بن عبد العزیز کی  
خلافت میں مدینہ میں ولید بن عبد الملک کے حکم سے قبر کی دیوار بنائی گئی تو انہوں نے ان قبروں کو کوہان کی صورت میں بلند کر دیا۔

ابو بکر الا جری نے نسیم بن بسطام سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی قبر مبارک کو عمر بن عبد العزیز کی امارت میں دیکھا  
پس میں نے اس کو زمین سے چار انگل بلند دیکھا اور حضرت ابو بکر کی قبر کو آپ کی قبر کے پیچھے دیکھا اور حضرت عمر کی قبر کو حضرت ابو بکر  
کی قبر کے پیچھے اور نیچے دیکھا پھر اختلاف اس میں ہے کہ کوہان کی طرح قبر بنانا مستحب ہے یا مستطیع بنانا مستحب ہے اصل جواز میں  
اختلاف نہیں ہے اور مزنی شافعی نے قبر کوہان کی طرح بنانے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ اگر قبر مستطیع ہو تو وہ اس طرح ہوگی جیسے بیٹھنے  
کے لیے کوئی چیز (مثلاً بیچ وغیرہ) بنائی جاتی ہے اور وہ دنیاوی چیزوں کے مشابہ ہوگی۔

(حاشیہ: التاؤدی بن سورو علی صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۶ 'دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

حضرت ابو داؤد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو الحیاج الاسدی سے کہا: میں تمہیں اس کام کے لیے بھیج رہا ہوں جس کام کے لیے نبی ﷺ نے مجھے بھیجا تھا کہ تم جس قبر کو بھی بلند دیکھو اس کو ہم وار کر دو اور جس مجسمہ کو بھی دیکھو اس کو منادو۔

(صحیح مسلم: ۹۶۹ سنن ابو داؤد: ۳۲۱۸ سنن ترمذی: ۱۰۳۹ سنن نسائی: ۲۰۳۰ مسند احمد ج ۱ ص ۸۹)

### فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے سنن ابو داؤد: ۳۲۳۰ کے جواب میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے اور وہ حدیث مرسل ہے اور امام شافعی حدیث مرسل کو حجت نہیں مانتے اور صحیح مسلم: ۹۶۹ کے جواب میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ قبریں ہیں جن کو فخر اور مباہات کے لیے بلند بنایا گیا ہو یا اس کو ایک بالشت سے زیادہ بلند بنایا گیا ہو۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۳)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متونی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

قبر کو کوہان کی طرح بنانا مستطع بنانے سے افضل ہے امام مالک امام ابو حنیفہ امام احمد اور ثوری کا یہی مذہب ہے امام شافعی نے کہا کہ قبر کو مستطع بنانا افضل ہے انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کو مستطع بنایا تھا اور قاسم نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے حدیث اور ہر اور حدیث سے ان کی قبروں کو مستطع دیکھا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ سفیان ثمار نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کی قبر کو کوہان کی مثل دیکھا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۳۹۰) اس سے بھی اسی طرح مروی ہے نیز اس لیے کہ قبر کو مستطع بنانا اہل دنیا کی عمارتوں کے مشابہ ہے اور یہ اہل بدعت کا شعار ہے اس لیے مکروہ ہے اور ہماری دلیل بخاری کی روایت ہے اس لیے وہ ان کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے اس لیے اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ (المغنی ج ۳ ص ۱۷۶ دار الحدیث قاہرہ: ۱۴۲۵ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتونی ۸۳۳ھ لکھتے ہیں:

قبر کو کوہان کی طرح بنایا جائے گا نہ مستطع نہ مستطع۔ ان کی حدیث سے اس نے حدیث بیان کی جس نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں کو دیکھا تھا کہ ان کی قبریں کوہان کی طرح تھیں اور ان پر سفید مٹی سے لپائی گئی تھی اور اس لیے بھی کہ مربع بنانا دنیاوی طرز تعمیر سے اور قبروں کو دنیاوی طرز تعمیر سے مختلف بنانا چاہیے نیز قبر کو مربع بنانا روافض کا (اور اہل کتاب کا) شعار ہے۔ (المسوط ج ۲ ص ۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمود بن محمد الشرایع ابن مازہ البخاری المتونی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

قبر کو کوہان کی طرز پر بنانا چاہیے وہ زمین سے ایک باشت یا کچھ زیادہ اونچا۔ اس سے زیادہ اونچی نہ بنانی جائے امام شافعی نے کہا کہ قبر کو مربع اور مستطع بنانا چاہیے کوہان کی طرح نہیں بنانا چاہیے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کو مستطع بنایا تھا۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۵۰)

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرشتوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کو کوہان کی مثل بنایا اور اس پر خیمہ نصب کیا۔

ابراہیم الحنفی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی قبر اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں کوہان کی مثل تھیں۔

(کتاب الامام محمد ص ۷۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ طائف میں فوت ہوئے محمد بن الحنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی قبر کو ہان کی مثل بنائی اور اس پر خیمہ نصب کیا۔

قبر کو مربع کی مثل نہ بنایا جائے کیونکہ یہ اہل کتاب کے طریقہ کے مشابہ ہے اور اہل کتاب کی مشابہت مکروہ ہے۔ نیز دنیاوی عمارتیں مربع بنائی جاتی ہیں اور قبر کا تعلق آخرت سے ہے اس کو اس سے مختلف ہونا چاہیے اور نبی ﷺ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس کو مستطع بنایا گیا تھا پھر اس کو کوہان کی مثل بنادیا گیا۔

(المخطوط البرحانی ج ۳ ص ۹۳-۹۲ 'ادارۃ القرآن' کراچی ۱۳۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ فقہاء احناف کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: سفیان الثمار نے جو کہا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی قبر کو کوہان کی مثل دیکھا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰-۲) اس میں کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ پہلے کوہان کی مثل نہ ہو جیسے امام بیہقی نے کہا ہے پھر اس پر انہوں نے امام ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں دکھائیں وہ زمین سے بلند تھیں نہ زمین سے مٹی ہوئی تھیں۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۱ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۳۲۶ھ) علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ہمیشہ امام بخاری کی روایت کو ترجیح دیا ہے۔ یہ پیر و برادر فقہی کتاب کی بناء پر ہے طریقہ سے انحراف کر رہے ہیں باقی انہوں نے امام ابوداؤد اور امام مسلم کی جن روایات سے استدلال کیا ہے ان کا اب ہم ذکر کرتے ہیں۔

(سمۃ القاری ج ۸ ص ۳۲۵ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۳۲۱ھ)

### حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث پر تنبیہ کی ہے کہ یہ حدیث روایت کی ہے متصل ہیں اور حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی قبر کی مٹی اس کے نطفہ پر چھڑکی جاتی ہے۔ (دلائل الخوفا ج ۱ ص ۲۵۸ 'الترغیب والترہیب' ج ۲ ص ۵۱)

ابو عاصم نے کہا: تم نے اس حدیث کو غلط سمجھا ہے اس میں کوئی اور دلیل نہیں پاؤ گے۔ کیونکہ ان دونوں کی قبریں رسول اللہ ﷺ کی مٹی سے ہیں۔ (مطبوعہ الاولیہ: ۲۳۸۹- ج ۲ ص ۳۱۸ 'دار الکتب العلمیہ بیروت')

حکیم ابو عبد اللہ ترمذی نے نوادر الاصول میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو فرشتہ رحم میں مقرر ہوتا ہے وہ نطفہ کو لے کر اس جگہ کی مٹی کے ساتھ گوندھتا ہے جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے اور یہ اس آیت کا مصداق ہے:

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (طہ: ۵۵) ہم نے اس مٹی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے ○

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے علماء الخراسانی سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرشتہ جا کر اس جگہ سے مٹی لیتا ہے:

جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے پھر اس مٹی کو نطفہ پر چھڑکتا ہے پھر اس مٹی اور نطفہ سے اس شخص کی تخلیق کی جاتی ہے اس کے بعد انہوں نے بھی اس کی تائید میں طہ: ۵۵ کو ذکر کیا ہے۔ (المہجد ج ۱۰ ص ۵۷۷)

چونکہ نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک جگہ مدفون ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان سب کی مٹی ایک جگہ سے لی گئی ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں یہ مدفون ہیں۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مَحَدَّثَنَا فَرُوةٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَايِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوا وَظَنُوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللَّهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

ہمیں فروہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود جب الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ان پر دیوار گر گئی اور وہ اس کو بنانے لگے تو ان کے سامنے ایک قدم ظاہر ہوا پس وہ خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ یہ نبی ﷺ کا قدم ہے پس انہیں اس کو جاننے والا کوئی نہیں ملا حتیٰ کہ ان سے عروہ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یہ نبی ﷺ کا قدم نہیں ہے یہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

### حضرت عمر کا قدم ظاہر ہونے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ سے چاہے

اس حدیث میں مذکور ہے: الولید بن عبد الملک کے زمانہ میں ان پر دیوار گر گئی اس بنی سو غم کے حجرہ کی دیوار گر گئی عروہ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ لوگ آپ کی قبر کی طرف نماز پڑھتے تھے تو عمر بن عبد العزیز نے یہ حکم دیا کہ یہاں دیوار بنادی جائے تاکہ قبر مبارک کی طرف منہ کر کے کوئی نماز پڑھ سکے پھر جب دیوار گر گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم اور گھٹنا ظاہر ہو گیا تو عمر بن عبد العزیز خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں یہ نبی ﷺ کا قدم نہ ہو پھر ان کے پاس عروہ آئے اور بتایا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم اور ان کا گھٹنا ہے تب عمر بن عبد العزیز کا خوف دور ہو گیا۔

مالک بن مغول نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں اس نے مدینہ کے عامل عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ ازواجِ مطہرات کے حجرے گرا کر مسجد نبوی کی توسیع کر دو رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کو بلند کر دو ان کے پاس اس کی طرف منہ نہ کرنا عمر بن عبد العزیز نے اس پر اس وقت ایک پاؤں اندر سے ظاہر ہوا جس کے منہ سے عمر بن عبد العزیز کو یہ خدشہ ہوا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا پاؤں ہے عروہ نے بتایا کہ یہ حضرت عمر کا پاؤں ہے۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۱۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۳۹۱ - وَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لَا تَدْفِنِي مَعَهُمْ وَأَدْفِنِي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيعِ لَا أُرْكَى بِهِ أَبَدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ مجھے ان (رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے ساتھ دفن نہ کرنا اور مجھے میری سونکوں کے ساتھ بقیع میں دفن کر دینا میں یہ نہیں چاہتی کہ ان کے ساتھ دفن ہونے کی وجہ سے بعد میں میری (خصوصی) تعظیم کی جائے۔

[طرف الحدیث: ۷۳۲۷]



## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ اس لیے کہا تھا کہ اب ان کے حجرہ میں صرف ایک قبر کی جگہ تھی۔

حضرت عائشہ نے اس کو ناپسند کیا کہ یہ کہا جائے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ مدفون ہیں اور اس وجہ سے ان کی زیادہ تعظیم کی جائے۔ یہ آپ کا اعلیٰ درجہ کا انکسار اور تواضع تھی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن عبد الحمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از عمرو بن میمون الاودی 'انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا 'انہوں نے کہا: اے عبد اللہ بن عمر! تم ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ! پس ان سے کہو کہ عمر بن الخطاب آپ کو سلام کہتے ہیں! پھر ان سے سوال کرنا کہ میں اپنے دو صاحبوں کے ساتھ دفن کر دیا جاؤں؟ حضرت عائشہ نے کہا: میں اس جگہ کا اپنے لیے ارادہ رکھتی تھی! پس میں آج ان کو ضرور اپنے اوپر جمع دوں گی! پھر جب حضرت عبد اللہ بن عمر آئے تو حضرت عمر نے پوچھا: تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! حضرت ام المؤمنین نے آپ کے لیے اجازت دے دی ہے! حضرت عمر نے کہا: اس جگہ سے زیادہ میرے نزدیک اور کوئی جگہ اہم نہیں تھی! پس جب میری روح قبض کر لی جائے تو مجھے وہاں اٹھا کر لے جانا! پھر سلام عرض کرنا! پھر کہنا: عمر بن الخطاب اجازت طلب کرتا ہے! پس اگر وہ میرے لیے اجازت دے دے تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا! بے شک میرے علم میں اس خلافت کا ان لوگوں سے زیادہ حق دار کوئی نہیں ہے جن سے رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت راضی تھے! پس وہ میرے بعد جس کو خلیفہ بنادیں وہی خلیفہ ہوگا! تم اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا! پھر انہوں نے حضرت عثمان 'حضرت علی' حضرت طلحہ 'حضرت الزبیر' حضرت عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے نام لیے اور ان کے پاس انصار کا ایک جوان آیا اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو مبارک ہو! آپ کو اللہ کی بشارت ہے! آپ

۱۳۹۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَبِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ إِذْ هَبَ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْ يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكَ السَّلَامَ ثُمَّ سَلَّمَا أَنْ أُدْفِنَ مَعَ صَاحِبِي قَالَتْ كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي فَلَا وَثَرَتُهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهُ مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ أَذِنْتُ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَضْجِعِ فَإِذَا قُبِضْتُ فَأَحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِمُوا ثُمَّ قُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنْتَ لِي فَأَدْفِنُونِي وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ . إِنْ أَنْتُمْ أَحَدًا أَحَقَّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِينَ تُوَفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَمَنْ اسْتَخْلَفُوا بَعْدِي فَهُوَ الْخَلِيفَةُ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا أَمْرَ عُمَرَ وَعُمَرَ وَأَكْبَرُ الزُّبَيْرِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِبُشْرَى اللَّهِ كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ اسْتَخْلَفْتُ فَعَدَلْتُ ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هَذَا كَلِمَةٍ فَقَالَ لَيْتَنِي يَا ابْنَ أَخِي وَذَلِكَ كَفَافًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِي أَوْصَى الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ خَيْرًا أَنْ يَغْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ

وَأَوْصِيهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا، الَّذِينَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ  
وَالْإِيمَانَ، أَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَيُغْفَى عَنْ  
مُسِيئِهِمْ، وَأَوْصِيهِ بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يُوفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ  
وَرَائِهِمْ، وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۵۰۲-۳۱۶۲-۳۷۰۰-۳۸۸۸۔

(۷۲۰۷) [اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے]

پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے پھر آپ  
کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا، پھر اس کے بعد آپ کو  
شہادت ملی: حضرت عمرؓ نے کہا: کاش! اے میرے بھتیجے! یہ سب  
برابر برابر ہو جائے نہ مجھے عذاب ہو اور نہ مجھے ثواب ملے میرے  
بعد جو حلیفہ ہو میں اس کو مہاجرین و انصار کے ساتھ نیک سلوک  
کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور وہ ان کے حق کو پہچانے اور ان کی  
حرمت کی حفاظت کرے اور میں اسے انصار کے ساتھ نیک سلوک  
کی وصیت کرتا ہوں جنہوں نے گھروں میں ٹھکانا دیا اور مہاجرین  
کی ہجرت سے پہلے ایمان لائے ان کی نیکیوں کو قبول کیا جائے اور  
ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا جائے اور میں اسے یہ وصیت کرتا  
ہوں کہ اللہ کے ذمہ کو اور اس کے رسول کے ذمہ کو پورا کرے اور  
ان کے عہد کو مکمل کیا جائے اور ان کے پیچھے جنگ کی جائے اور ان  
کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف نہ کیا جائے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) حصین بن عبد الرحمن (۴) عمرو بن میمون الاودی یہ ابن مسعود کی طرف  
منسوب ہیں انہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور نبی ﷺ سے ملاقات نہیں کی اور صحابہ کی ایک جماعت سے انہوں نے احادیث کا  
سماع کیا ہے یہ ۷۵ھ میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۹)

### حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے۔

علامہ رالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی شہادت کے قصہ میں لکھتے ہیں:

حضرت عمرؓ کے عہد میں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے شہید کیا گیا، یہ واقعہ تھا کہ یہ اس کا زمانہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ کر اس کی خراج رقم کم کرادیں اور اپنی رقم سے کہے کہ تم کے زمانہ اتنی رقم  
کما کر لا کے دیا کرو اس کو خراج کہتے ہیں) حضرت عمرؓ نے پوچھا: تمہارا خراج کتنا ہے؟ اس نے کہا: ایک دینار حضرت عمرؓ نے کہا:  
میں ایسا نہیں کروں گا تم عمدہ کام کر سکتے ہو اور یہ رقم زیادہ نہیں ہے یہ جواب سن کر وہ غضب ناک ہو گیا جب حضرت عمرؓ صبح کی نماز  
پڑھانے کے لیے گئے تو یہ اللہ کا دشمن نکلا اور زہرا لود دودھاری چھری سے آپ پر پے در پے کئی وار کیے۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ  
۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بہ روز بدھ اس نے آپ پر حملہ کیا تھا اور اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی ایک قول ۶۱ کا اور ایک قول ۶۳ کا بھی  
ہے آپ کی خلافت ۱۰ سال ۵ ماہ ۲۱ دن رہی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فقہاء شافعیہ کے قول کے مطابق شہید وہ ہے جس کو کفار قتل کریں اور فقہاء احناف کے قول کے مطابق  
شہید وہ ہے جس کو ظلماً قتل کیا جائے اور اس کے قتل سے دیت واجب نہ ہو اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کے قول پر حضرت عمرؓ

آخرت کے حق میں شہید ہیں اور ہمارے قول کے مطابق وہ حقیقتہً شہید ہیں۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۳۱-۳۳۰ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کے قرب میں مدفون ہونے کی تمنا کرنی چاہیے تاکہ صالحین پر جو رحمت نازل ہو اس سے ان کے قرب میں دفن ہونے والے کو بھی حصہ مل جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلیفہ مقرر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک مجلس شریعی بنادی جائے اور وہ اپنی صواب دید سے کسی کو خلیفہ نام زد کر دے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قریب الموت ہو اس کے نیک اعمال کا تذکرہ کر کے اس کی تعزیت کرنی چاہیے جیسے اس انصاری جو ان نے حضرت عمر سے تعزیت کی حضرت عمر نے وفات کے وقت تواضع کی اور کہا: کاش! میرا معاملہ برابر برابر ہو جائے مجھے نیک کاموں پر اجر ملے نہ میری خطاؤں پر گرفت ہو اس کے برخلاف آج کل کے نام نہاد پیر اپنے لیے منہم وجاہت کی اسد رکتیں پناہ نہیں موت کب آئے گی مگر میری آرزو یہ ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادے اللہ تعالیٰ میری اس دعا کو قبول فرمائے۔ (آمین) قارئین سے درخواست ہے کہ وہ بھی میری اس دعا پر آمین کہیں۔

### مردوں کو برا کہنے کی ممانعت

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی اس نے کہا: تم نے اللہ تعالیٰ کی حدیث بیان کی از الاعمش از مجاہد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال کی جزاء تک پہنچ گئے اور اس حدیث کو عبد اللہ بن عبد القدوس نے روایت کیا ہے از الاعمش و محمد بن انس از الاسود بن الجعد نے اور ابن عمرہ نے اور ابن عدی نے اس حدیث کی روایت میں آدم کی متابعت کی ہے از شعبہ۔

### ۹۷۔ بَابُ مَا يُنْهَى مِنْ سَبِّ الْأَمْوَاتِ

۱۳۹۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا. وَرَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ عَنْ الْأَعْمَشِ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ الْأَعْمَشِ. تَابَعَهُ عَلَيْهِ بْنُ الْحُسَيْنِ وَابْنُ عَرَفَةَ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ

[طرف الحدیث: ۶۵۱۶]

(سنن دارمی: ۲۵۱۱، سنن کبریٰ: ۲۰۶۳، مسابغ الاخلاق للحرانی: ۹۲، سنن بیہقی ج ۴ ص ۷۵، شعب الایمان: ۶۶۷۸، شرح السنن: ۱۵۰۹، صحیح

ابن حبان: ۳۰۲۱، مستدرک احمد ج ۶ ص ۱۸۰، طبع قدیم، مستدرک احمد: ۲۵۲۷۰، ج ۳۲ ص ۲۹۶، مؤسسة الرسالہ بیروت)

اس اعتراض کا جواب کرتے ہوئے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو مؤمنین وفات پا چکے ہیں ان کے برے اعمال کا ذکر ممنوع ہے پس جس نے وفات شدہ مؤمنین کے برے کاموں کا ذکر کیا وہ گناہ گار ہوگا۔

عبدالواحد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انبیاء علیہم السلام کی لغزشوں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے معارضہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزشوں کا ذکر اپنی مخلوق کو نصیحت کرنے کے لیے کیا ہے تاکہ لوگ جان لیں کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب بندے ہیں اور ان سے جو اجتہادی خطا یا نسیان سے ظاہری خطائیں سرزد ہو گئیں اس پر بھی انہوں نے توبہ کی تو عام لوگ جو قصداً گناہ کرتے ہیں انہیں اپنے گناہوں پر توبہ کرنا

کس قدر ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کی توبہ کا اور ان کی مغفرت کا ذکر فرما دیا ہے اس لیے اب کسی شخص ان کو ملامت نہیں کر سکتا اور نہ ان کی ظاہری خطاؤں سے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ جب انہوں نے بھی خطائیں کر لیں تو ہم نے گناہ کر لیے تو کون سی بڑی بات ہے۔ بعض نبیوں پر اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہری خطا پر سختی فرمائی جیسے حضرت یونس علیہ السلام چند راتیں مچھلی کے پیٹ میں رہے تو یہ سختی ان کو ظاہر اور مظہر کرنے کے لیے اور ان کے درجات بلند کرنے کے لیے تھی سو کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کا ذکر بغیر تعظیم اور ادب اور احترام کے کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۶۷۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

انبیاء علیہم السلام کی ظاہری خطاؤں کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی تلاوت اور احادیث صحیحہ کی قراءت کے دوران انبیاء علیہم السلام کی زلات کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ ان کی زلات کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ امام ابن الحاج مالکی نے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کو کفر لکھا ہے۔ علامہ ابن الحاج کی عبارت المدخل ج ۲ ص ۱۴ پر ہے اور اعلیٰ حضرت کی عبارت فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۳۳-۳۳۴ طبع کراچی پر ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے: جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔ آگے چل کر لکھا ہے: اور تڑپ کر بیٹے کی معافی کے لیے درخواست کرتا ہے لیکن دربار خداوندی سے الٹی اس یرڈانٹ پڑ جاتی ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۳۵-۳۳۶ سولہواں ایڈیشن ۱۴۰۲ھ)

غور فرمائیے! فوت شدہ عام مسلمانوں کی خطاؤں کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے تو انبیاء علیہم السلام کے متعلق جاہلیت کا جذبہ اور ان پر الٹی ڈانٹ پڑنے کے الفاظ لکھنا کس قدر باعث افسوس ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ نَبِيِّ الْعَالَمِينَ (مفسر)

اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کر کے فرماتا ہے اور بد مودود نے ان کا ذکر کس طرح کیا ہے۔ اس اعتراض کا جواب کہ اسماء رجال کی کتب میں مردہ راویوں کے عیوب بیان کیے جاتے ہیں

اس جگہ یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ فوت شدہ مسلمانوں کو کہنا ممنوع ہے تو پھر اسماء رجال کی کتابوں میں ضعف اور مردہ راویوں کی شریعت پر اثر نہ ہو۔ بلکہ یہ بھی فوت شدہ مسلمان ہیں اس لیے اس جواب یہ کہ ان کے اہل بیت کا ذکر ان کی اہانت کے لیے نہیں کیا جاتا بلکہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ ان کی روایت کی حرارت کیا جائے۔ اور نہ کسی چیز کی حلت یا حرمت پر استدلال کیا جائے۔

بدترین مردوں کا ذکر کرنا

۹۸۔ بَابُ ذِكْرِ شَرِّارِ الْمَوْتَى

۱۳۹۴۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي عُمَرُو بْنُ مَرْثَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَّ لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ فَنَزَلَتْ ﴿وَتَبَّتْ﴾ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن مردہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ابولہب لعنتہ اللہ علیہ نے نبی



يَذَا أَبَى لَهْبٍ وَتَبَّ ﴿١﴾ [اطراف الحديث: ۳۵۲۵-۳۵۲۶۔] ﷺ سے کہا: تمہارے لیے سارا دن ہلاکت ہو تب یہ آیت نازل ہوئی: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ خود ہلاک ہو جائے۔ (المہلب: ۱)

(صحیح مسلم: ۲۰۸، الرقم المسلسل: ۳۹۷، سنن ترمذی: ۳۳۶۳، السنن الکبریٰ: ۱۰۸۱۹، دلائل النبوة ج ۲ ص ۱۸۲، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۱، طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۳۳، ج ۳ ص ۳۲۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ابولہب لعنہ اللہ علیہ نے کہا۔

اس عنوان کے تحت امام بخاری پر حدیث مرسل لانے کا طعن

یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر ہجرت کے وقت تین سال تھی اور یہ آیت مکہ میں نبوت کے ابتدائی سالوں میں نازل ہوئی ہے اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس عنوان کے مطابق یہ حدیث تھی: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ایک اور جنازہ گزرا تو مسلمانوں نے اس کی مذمت کی پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی حضرت عمر بن الخطاب نے پوچھا: کیا واجب ہوگئی؟ تو آپ نے فرمایا: یہ جنازہ جس کی تم نے مذمت کی ہے اس کے حق میں دوزخ واجب ہوگئی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۷)

امام بخاری کو چاہیے تھا کہ اس عنوان کے تحت اس حدیث کو لائے کیونکہ اس حدیث میں جہنم میں مردوں کا ذکر ہے اور یہ حدیث متصل ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور جو حدیث انہوں نے ذکر کی ہے وہ مرسل ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور سورة الشعراء کی تفسیر میں اس کی تفصیل سے روایت کی ہے وہاں اس حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿۲۱۳﴾ (الشعراء: ۲۱۳)

تو نبی ﷺ نے صفا پہاڑ کر چڑھ کر یہ نداء کی: اے بنو فہر! اے بنو عدی! یہ قریش کی شاخیں ہیں حتیٰ کہ سب جمع ہو گئے جو شخص خود نہیں آ سکا اس نے اپنے نندہ کو بھیج دیا کہ کہہ دے کہ تم لوگ کیا ہو رہے؟ اور کیوں رہا ہے؟ ابولہب وردہ نے قریش کے آئے آپ نے فرمایا: اگر تم کو یہاں سے دور کر دے گا تو تم لوگ اللہ کے نالائق بنو گے جو تم کو اللہ کرنے والا ہے یہاں تم نے اپنی قریش کو گمراہ کیا ہے؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے جب بھی تجربہ کیا تو تمہاری خبر سچ تھی آپ نے فرمایا: پس میں تم کو اس عذاب سے ڈرانے والا ہوں جو تمہارے سامنے ہے ابولہب نے کہا: تمہارے لیے سارا دن ہلاکت ہو کیا تم نے اس لیے ہم کو جمع کیا تھا! تب یہ آیات نازل ہوئیں:

تَبَّتْ يَذَا أَبَى لَهْبٍ وَتَبَّ ﴿۱﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ ﴿۲﴾ وَمَا كَسَبَ ﴿۳﴾ (المہلب: ۱-۲)

جائے O اس کے مال نے اس کو (عذاب سے) نہیں بچایا اور نہ اس کی کمائی نے (یعنی اس کے بیٹے نے) O

ابولہب کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کرنے کی وجہ

ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا اس کا نام ذکر نہیں کیا اس کی کنیت ذکر کی کیونکہ وہ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور تھا اور دوسری وجہ یہ ہے

کیونکہ اس کا نام عبد العزیز تھا یعنی عزیزی نام کے درخت کا بندہ جس کی قریش پرستش کرتے تھے سو اس کا نام اس لائق نہ تھا کہ اس کا قرآن مجید میں ذکر کیا جاتا تیسری وجہ یہ ہے کہ اس کا ٹھکانا جہنم تھا۔ شعلے مارنے والی آگ اس کو لازم تھی اس میں یہ کنایہ ہے کہ آگ کے شعلوں کی لپٹ اس کو لازم رہے گی۔

اس آیت کی مکمل تفصیل ہماری تفسیر تبیان القرآن میں الشعراء: ۲۱۳ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

امام بخاری نے بدترین مردوں کے عنوان میں ابولہب کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ مشرک تھا اور اس کو دائمی عذاب لازم تھا۔

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۶۔ ج ۱ ص ۸۲۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا بیان ② گستاخان رسول پر شدت کا بیان۔

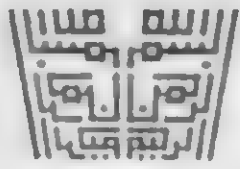
ابولہب کا مکمل تعارف اور اللہ: ۱ کی تفسیر ہماری تفسیر تبیان القرآن ج ۱۲ میں سورۃ اللہب میں ملاحظہ فرمائیں۔

### ”کتاب الجنائز“ کی تکمیل

الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریئہ اجمعین! آج بروز جمعرات ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ / ۲۸ جون ۲۰۰۷ء ”کتاب الجنائز“ کی مکمل ہوگئی اس میں ۲۱۰ احادیث مرفوعہ ہیں ان میں تعلیقات اور متابعات کی تعداد ۵۶ ہے بقیہ احادیث مسمولہ ہیں اور تکررات کی تعداد ۱۰۹ ہے اور خالص احادیث کی تعداد ۱۰۰ ہے جزا اللہ علیہ لوفقت امام مسلم نے ہے ان کی تعداد ۲ ہے۔ ”کتاب الجنائز“ کی تکمیل کے ساتھ ہی ”کتاب الصلوٰۃ“ کی بھی تکمیل ہوگئی اس کے بعد ”کتاب الجنائز“ شروع ہوگی۔

اللہ العلمین! جس طرح آپ نے اپنے کرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ اب حارثی کی ہائی احادیث کی بھی شرح کی تکمیل کرا دیں اور میری میرے والدین کی میرے اساتذہ کی میرے احباب اور تلامذہ کی مغفرت فرمادیں اور اس شرح کو سوافیقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفتین کے لیے موجب ہدایت بنادیں۔ آمین یا رب العالمین!





نحمدہ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

## ۲۴ - کتاب الزکوٰۃ

### زکوٰۃ کا بیان

امام بخاری نے ”کتاب الصلوٰۃ“ کے بعد ”کتاب الزکوٰۃ“ کو شروع کیا ہے اور اس میں قرآن اور سنت کی اتباع کی ہے قرآن مجید کی اتباع اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے:

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (البقرہ: ۳)

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیں ○

اور سنت کی اتباع اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ام کی بنیاد“ پر ہے: ”لا اله الا الله محمد رسول الله“ کی شہادت دینا نماز قائم کرنا زکوٰۃ ادا کرنا اور نماز رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح البخاری: ۸، صحیح مسلم: ۱۶)

زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی زکوٰۃ کے وجوب کا سبب اور زکوٰۃ کی حکمتیں

زکوٰۃ کا لغت میں معنی ہے: بڑھنا، کہا جاتا ہے: ”زکوٰۃ“ کہتے ہیں اور اس کی پاکیزہ کرنا بھی ہے قرآن مجید میں ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ○ (الاعلیٰ: ۱۳)

زکوٰۃ کا شرعی معنی ہے: جب نصاب کی مقدار پر ایک سال گزر جائے تو اس مال میں سے ایک حصہ غیر ہاشمی فقیہ کو دے دیا جائے اگر سونا چاندی یا نقد روپیہ ہو تو اس میں سے چالیسواں حصہ دیا جائے سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے اور نقد روپیہ چالیس تھانہ کے نصاب کے برابر ہو چونکہ ہندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے اس لیے نقد روپیہ کا نصاب بھی بدلتا رہتا ہے۔

زکوٰۃ کے وجوب کا سبب نصاب کی مقدار کا مالک ہونا ہے اور وہ شخص عاقل بالغ آزاد ہو۔

زکوٰۃ کی حکمتیں یہ ہیں: مسلمان گناہوں کے میل سے اور بخل سے پاک ہو جاتا ہے اس کا آخرت میں درجہ اور قرب بلند ہوتا ہے اور ضرورت مندوں کے ساتھ حسن سلوک ہوتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۳۵)

### زکوٰۃ کا وجوب

### ۱ - بَابُ وَجُوبِ الزَّكَاةِ

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ (البقرہ: ۴۳).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ (البقرہ: ۴۳)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے حضرت

حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْرُوفُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصَّلَاةِ وَالْعَفَافِ.

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی پس نبی ﷺ کی حدیث ذکر کی 'پھر ذکر کیا کہ آپ ہمیں نماز پڑھنے' زکوٰۃ ادا کرنے' صلہ رحم کرنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ زَكْرِيَّاءَ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَبِيهِ، عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ، فَقَالَ أَدْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ، فَأَعْلِمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَتَرَسَّعُ عَنْهُمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ، تُوْخَذُ مِنْ أَغْنِيَانِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ. [اطراف الحديث: ۱۳۵۸-۱۳۹۶-۲۳۳۸-۲۳۳۷-۲۳۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی از زکریاء بن اسحاق از یحییٰ بن عبد اللہ ابن صبیہ از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا پس فرمایا: ان کو دعوت دو کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں پس اگر وہ اس کی اطاعت کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دو کہ اللہ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں پس اگر وہ اس کی اطاعت کر لیں تو پھر ان کو خبر دو کہ بے شک اللہ نے ان کے مالوں میں ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹادی جائے گی۔

[۷۳۷۱-۷۳۷۲]

(صحیح مسلم: ۱۹، الرقم المسلسل: ۱۲۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۸۳، سنن ترمذی: ۶۲۵، سنن نسائی: ۲۳۳۵، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۳۶، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۳۶-۱۳۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۸، شرح: ۱۵۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱۴، سنن دارمی: ۱۶۱۴، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲ طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۷۱-ج ۳ ص ۳۹۸، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم الضحاک بن مخلد (۲) زکریاء بن اسحاق (۳) یحییٰ بن عبد اللہ بن صبیہ مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ (۴) ابومعبد مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ (۵) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابق اس طرح ہے کہ اس حدیث میں زکوٰۃ کی اہلیت بیان کی گئی ہے۔

### حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کی تاریخ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا۔ جب نبی ﷺ ۹ھ میں تبوک سے واپس آئے تو آپ نے حضرت معاذ کو اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا نبی ﷺ نے ان کو یمن کا والی اور قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی تاریخ میں ربیع الثانی ۱۰ھ اور ربیع الثانی ۹ھ کے بھی اقوال ہیں۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۳۸)

یمن کے لوگ اہل کتاب تھے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم اہل کتاب کی



ایک قوم کی طرف جاؤ گے تم پہلے ان کو اللہ کی عبادت کی دعوت دینا۔ (صحیح ابزاری: ۱۳۵۸)

ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں منتقل نہ کرنے پر فقہاء شافعیہ کی دلیل اور اس کا جواب

اس حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ان کے مال دار لوگوں سے زکوٰۃ لی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹادی جائے گی۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل نہیں کی جاتی، جس شہر کے مال دار لوگوں سے زکوٰۃ وصول کی گئی

ہے وہ اسی شہر کے فقراء پر خرچ کی جائے گی اور یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ (اعلام السنن ج ۱ ص ۲۷۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

ہم کہتے ہیں کہ ”فقرا انہم“ کی تفسیر اس شہر کے فقراء کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ فقراء مسلمین کی طرف راجع ہے خواہ وہ اس شہر

کے فقراء ہوں یا کسی اور شہر کے فقراء ہوں۔

قرآن مجید میں التوبہ: ۶۰ میں معارف زکوٰۃ میں مطلقاً فقراء کا ذکر فرمایا ہے اور یہ قید نہیں لگائی کہ ایک شہر کی زکوٰۃ کو اسی شہر

کے فقراء پر صرف کیا جائے

ائمہ ثلاثہ کا یتیم کے مال میں زکوٰۃ کو واجب کرنا اور امام ابوحنیفہ کا اس کے مال سے وجوب زکوٰۃ کو ساقط کرنا

نیز علامہ خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بائ بقرہ مال دار ہوتا ہے۔ اس میں زکوٰۃ کے لیے دیکھی جائے گی جس طرح جب وہ بچہ فقیر ہو تو اس

کے لیے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے۔ (اعلام السنن ج ۱ ص ۲۷۹)

فقہاء شافعیہ کے نزدیک یتیم کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

از اشقی بن الصباح از عمرو بن شعیبہ: ”وہ اپنے والد سے اور اپنے دادا سے وراثت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو خطبہ

دیا سو اس میں فرمایا: جو شخص ایسے یتیم کا مال دیکھے جس کا مال بائ بقرہ مال دار ہو اس کو ترک نہ کرے حتیٰ کہ اس کو صدقہ

کھا جائے۔ امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کا سند ضعیف ہے۔ (اصحاح ابی نعیم شافعی) حدیث میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۶۳۱)

امام ترمذی اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

اہل علم اس بارے میں اتفاق ہے کہ نبی ﷺ نے کہا ہے: یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے، ان میں

حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ بھی ہیں امام مالکؓ امام شافعیؓ امام احمدؓ اور اسحاقؓ کا بھی یہی مذہب ہے اور

اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی سفیان ثوریؓ عبد اللہ بن المبارکؓ (اور امام ابوحنیفہؓ) کا

یہی مذہب ہے۔

عمرو بن شعیبہؓ یہ محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے بیٹے ہیں شعیب نے اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو سے حدیث سنی ہے یحییٰ

بن سعید نے عمرو بن شعیبہ کی حدیث میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک ضعیف ہے اور جس نے ان کی حدیث کو ضعیف

کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دادا عبد اللہ بن عمرو کے صحیفہ سے حدیث کو روایت کرتے ہیں اور اکثر اہل علم عمرو بن شعیبہ کی

حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۲۷۹ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

## المثنیٰ بن الصباح کا ضعف

امام ترمذی نے خود اعتراف کر لیا ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے یتیم کے مال میں زکوٰۃ کے وجوب پر جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کو یحییٰ بن سعید نے ضعیف کہا ہے۔

اس حدیث کی سند میں المثنیٰ بن الصباح راوی ہے اس کے متعلق علامہ جمال الدین یوسف المزنی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل اس کے متعلق کہتے ہیں: اس کی حدیث کسی چیز کے مساوی نہیں ہے یہ مضطرب الحدیث ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا: مثنیٰ بن الصباح ضعیف ہے۔

عبدالرحمان بن ابی حاتم نے کہا: میں نے اپنے والد اور ابو زہرہ سے اس کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا: یہ ضعیف الحدیث ہے۔ الجوزجانی نے کہا: اس کی حدیث پر قناعت نہیں کی جاتی۔

امام ترمذی نے کہا: اس کی حدیث ضعیف ہے کہ میں نے اپنے والد نے کہا: یہ ائمہ ثلاثہ کے ایک اور مقام پر کہا: یہ متروک الحدیث ہے ابو احمد بن عدی نے کہا: ائمہ متقدمین نے اس کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے۔ عمرو بن علی نے کہا: یحییٰ اور عبدالرحمان اس سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔ علی بن الحسین بن الجبید نے کہا: یہ متروک الحدیث ہے عبدالقطنی نے کہا: یہ ضعیف ہے۔

(تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۳۰-۳۲۹ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

علامہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ ایک محمد بن عمرو بن شعیب کی وجہ سے اور دوسرے المثنیٰ بن الصباح کی وجہ سے اور تیسرے اس وجہ سے کہ اسلام کا مسلم اصول ہے کہ نابالغ مکلف نہیں ہوتا اور یتیم چونکہ نابالغ بچے کو کہتے ہیں اس لیے اس کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ یتیم کے مکلف نہ ہونے کے ثبوت میں یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ فرمایا: تم لوگوں! یتیم (تکلیف) اٹھالیا گیا ہے: سونے والے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے، بچوں سے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے اور بچے سے حتیٰ کہ وہ بڑا ہو جائے۔ امام ابوداؤد کی دوسری روایات میں مذکور ہے کہ نابالغ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۰۳-۳۳۰۲-۳۳۰۱-۳۳۹۸ سنن ترمذی: ۱۴۲۳ سنن ابن ماجہ: ۴۱ صحیح بخاری: ۲۹۶۱-۲۹۶۰ سنن ابی داؤد: ۴۹۶۰ سنن ابی حنبلہ: ۵۱ المثنیٰ: ۸۰۸-۸۰۷ سنن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۶۸ صحیح ابن خزيمة: ۲۰۴۸ سنن ترمذی: ۳۲۸۷ کنز العمال: ۱۰۳۲۲)

علامہ ازہری نے صحیح البخاری: ۱۳۹۵ کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں: اس حدیث میں کہیں یہ نہیں لکھا ہوا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس میں صرف یہ لکھا ہوا ہے کہ ان کے مال داروں سے زکوٰۃ لی جائے گی اور ان کے فقراء میں لٹا دی جائے گی اس جملہ سے یتیم کے مال میں زکوٰۃ کے وجوب کو کشید کرنا محض محکم اور سینہ زوری ہے۔

نواب صدیقی حسن بخاری المتوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی علامہ خطابی وغیرہ کی طرح لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ اسی شہر میں خرچ کی جائے گی اور دوسرے شہروں میں نہیں لٹائی جائے گی۔ (معجم الباری ج ۱ ص ۲۹۰ دار الرشید طب سوريا) اس کا جواب ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ اس سے مراد فقراء مسکین ہیں خواہ وہ فقراء اسی شہر کے ہوں یا کسی دوسرے شہر کے۔



مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ، وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ بِهَذَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ أَخَشَى أَنْ يَكُونَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوظٍ إِنَّمَا هُوَ عَمْرٌ وَ. [اطراف الحديث: ۵۹۸۲-۵۹۸۳]

بہر نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عثمان نے حدیث بیان کی اور ان کے والد عثمان بن عبد اللہ ان دونوں نے موسیٰ بن طلحہ از ابو ایوب اس حدیث کو سنا۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا: مجھے خدشہ ہے کہ محمد کا نام غیر محفوظ ہے اس کا نام عمرو ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳، الرقم المسلسل: ۱۰۴، سنن نسائی: ۴۶۸، السنن الکبریٰ: ۵۸۸۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۸۵۱۵، ج ۱۴ ص ۲۰۵)

مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) حفص بن عمر بن الحارث بن خبزوہ ابو عمر الحوضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) محمد بن عثمان بن عبد اللہ بن مویب (۴) موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرظی یہ ۱۰۴ھ میں فوت ہوئے (۵) حضرت ابو ایوب انصاری ان کا نام خالد بن زید بن کلیب ہے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۴۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ ملابقت کے ساتھ اس حدیث میں ۱۰۱ کروڑ اس میں زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جس طرح رسالت کو توحید کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

”مالہ، مالہ“ اور ”ارب“ کے معانی

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مکرر لکھا ہے: ”مالہ، مالہ“ یہ کلمہ اسناد میں ہے اور اس کے لیے ہے اس کا معنی ہے: اس کو کیا ہوا؟ نیز اس حدیث میں ”ارب“ لکھا ہوا ہے اس کو کئی طرح پڑھا گیا ہے:

(۱) ”أَرَبٌ“ اس کا معنی ہے: یہ ضرورت میں ہے اس سوال کے جواب میں ضرورت ہے۔

(۲) ”أَرَبٌ“ اس کا معنی ہے: حاجت یعنی یہ سوال اس کی ضرورت ہے۔

(۳) ”أَرَبٌ“ اس کا معنی ہے: اس کو ضرورت پیش آیا تو اس نے اپنی ضرورت کا سوال کیا۔

(۴) ”أَرَبٌ“ اس کا معنی بھی وہی اول الذکر ہے۔

اسر بن شمیل نے کہا: ”أَرَبٌ“ اس موقع پر کہا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی نام میں اپنی اپنی و شش سرگ کرے۔

ابن الانباری نے کہا: یہ لفظ اصل میں ہے: ”سقط‘ اربہ“ اور ”ارب“ کا معنی اعضاء ہے یعنی اس کے اعضاء ساقط ہو جائیں لیکن یہ معنی مراد نہیں ہوتا جیسے کہا جاتا ہے: ”تربت يدك“ تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں اور اس لفظ کو تعجب کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۴۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲، ج ۱ ص ۵۹ پر مذکور ہے اس کی شرح میں توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔

۱۳۹۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَبٌ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عفان بن مسلم نے حدیث



یَحْيَىٰ بْنِ سَعِيدٍ، بَنِي حَيَّانَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ تَعَمَّدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ. قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا. فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي حَيَّانَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید بن حیان از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا: آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جب میں اس عمل کو کر لوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا: تم اللہ کی عبادت کرو اور اس میں کسی کو شریک نہ کرو اور فرض نماز پڑھو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا جب وہ اعرابی پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ اس حدیث کو ہمیں مسدد نے بیان کیا از یحییٰ از ابی حیان انہوں نے کہا:

(صحیح مسلم: ۱۳، رقم المسلسل: ۱۰۷۰) مجھے ابو زرعہ نے نبی ﷺ سے اس حدیث کی خبر دی۔

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کیا۔

### حدیث مذکور کے رجال

- (۱) محمد بن عبد الرحیم ابویحییٰ (۲) عثمان بن مسلم السفاری الانصاری (۳) وہیب بن خالد بن عجلان صاحب الکراہیں (۴) یحییٰ بن سعید بن حیان ابو حیان تميمي (۵) ابو زرعہ: ان کا نام شرم ہے عمرو عبد الرحمان اور عبد اللہ کے بھی ان کے نام میں اقوال ہیں (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا نام عبد الرحمان بن زید ہے۔ (نعمۃ الباری ج ۸ ص ۳۳۷)۔

### حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اعرابی نے کہا: میں اس پر کوئی زیادتی نہیں کروں گا یعنی فرائض پر اضافہ نہیں کروں گا جتنی نمازیں فرض ہیں اتنی نمازیں پڑھوں گا اس جملہ میں یا تو فرائض میں اضافہ کی نفی ہے یا اس کا معنی ہے: میں اپنی قوم کو باک نہ کروں گا جتنے آپ نے فرمائے ہیں میں اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔

### عشرہ مبشرہ کے علاوہ جن کو بہ کا نام سے جنت دی جائے گی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ کسی جنتی آدمی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ کو علم تھا کہ آپ نے جو کچھ اس شخص کو بتایا ہے وہ اس پر عمل کرے گا اور تا حیات اس پر عمل کرتا رہے گا اور موت کے بعد جنت میں داخل ہو جائے گا اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے وہ تو معین ہیں اور وہ صرف دس صحابہ ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے ان کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا کیونکہ آپ نے اس صحابی کے جنتی ہونے کی تصریح کی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ دس عدد کی تصریح اس میں اضافہ کے منافی نہیں ہے نیز اس طرح اہل جنت کی بشارت دس صحابہ کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی دی گئی ہے مثلاً آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ۲۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳) حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میں نے جعفر کو جنت

میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دیکھا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۶۳) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے لیے جنت میں محل کی بشارت دی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۲۰، صحیح مسلم: ۲۲۳۲، سنن ترمذی: ۳۸۷۶، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: حضرت مریم بنت عمران کے سوا یہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۳) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے اس میں ابو طلحہ کی بیوی کو دیکھا اور اپنے آگے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چلنے کی آہٹ سنی۔ (صحیح مسلم: ۲۳۵۷، مسند احمد ج ۶ ص ۳۵۰) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: جنت میں ان کے رومال ریشم سے زیادہ ملائم ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۸۰۲، صحیح مسلم: ۲۲۶۸، سنن ترمذی: ۳۸۲۷، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۹) مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۹) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۱۹) آپ نے فرمایا: جنت تین آدمیوں کی مشاق ہے: حضرت علیؓ، حضرت عمار اور حضرت سلمان۔ (سنن ترمذی: ۳۷۹۷) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ جنت کے دسویں شخص ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۰۳، مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۳) حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے وہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۵، سنن ترمذی: ۳۸۶۵، مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۵) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: مجھے حضرت جبریل نے بتایا: یہ جنت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ (المجم الکبیر ج ۱۸ ص ۳۶۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میری ازواج جنت میں ہوں گی تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ (صحیح ابن حبان: ۷۰۹۶)

تیسرا جواب یہ ہے کہ عشرہ مبارک کی موصوت یہ ہے کہ اس میں نو یک بارگاہ کی بشارت دی اور یہ اس کے منافی نہیں ہے جن کے جنتی ہونے کی بشارت مختلف اوقات میں دی ہے۔

### حدیث مذکور کے دیگر فوائد

آپ نے فرمایا: رمضان کے روزے رکھو یہ نہیں فرمایا کہ رمضان کے مہینہ کے روزے رکھو اس سے معلوم ہوا کہ بغیر مہینہ کے ذکر کے بھی رمضان کا ذکر کرنا جائز ہے مثلاً ما جاء من زمان یا گیا اور علماء نے کہا ہے: اس طرح کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کا نام ہے اس لیے کہ نام ہے کہ نماز، مہینہ، آ، رمضان، مہینہ گیا۔ جس اعرابی نے کہا: میں ان فرائض پر عمل کروں گا آپ نے اس کو جنت کی بشارت دی اس سے معلوم ہوا کہ جس نے توحید اور رسالت کی مہم ہی دی پانچ نمازیں پڑھیں، رمضان کے روزے رکھے اور زکوٰۃ ادا کی اور بہ شرط استطاعت حج کیا، وہ شخص جنت میں داخل ہوگا جب کہ ان ہی اعمال پر اس کو موت آئی ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کا اجر میں سے جو دخول جنت کا سبب بنے۔

(عمدة الساری ج ۸ ص ۳۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۲۔ ج ۱ ص ۳۶۰ پر مذکور ہے اس کی شرح میں توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف ذکر کی گئی ہے۔

۱۳۹۸ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ  
قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَدِيمٌ وَقَدْ عَبْدَ الْقَيْسَ عَلَى  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ عبدالقیس

هَذَا الْحَيِّ مِنْ رِبْعَةٍ، قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ، كُفَّارٌ مُضَرٌّ، وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذَهُ عَنْكَ وَنَدْعُوا إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا. قَالَ 'أَمْرُكُمْ بِأَرْبَعٍ، وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ، وَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَعَقْدُ بِيَدِهِ هَكَذَا، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ. وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَاءِ، وَالْحَنْتَمِ، وَالنَّقِيرِ، وَالْمُزْقَلِ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ، عَنْ حَمَّادِ الْإِيمَانِ بِاللَّهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ربیعہ کا قبیلہ ہے ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مستر حائل ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آ سکتے ہیں سو آپ ہمیں ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کریں اور اس کی طرف ان کو دعوت دیں جو ہمارے پیچھے ہیں آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں اللہ پر ایمان لانے کا اور وہ یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور آپ نے اپنی انگلی سے ایک کا اشارہ کیا اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا اور یہ کہ تم مالی غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو اور میں تم کو کھوکھلے کدے، سبز گھڑوں، کھوکھلی لکڑی اور روغنی برتنوں (میں پینے) سے منع کرتا ہوں اور سلیمان اور ابو النعمان نے حماد سے روایت میں کہا ہے: ایمان باللہ یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۳۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ مِثْلَمٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ مُمَرُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَفَرْتُ بِمَا تَرَى وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُمَرُّ أَنْتَ مِنَ النَّاسِ الَّذِينَ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مَنِيَّ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابِهِ عَلَى اللَّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن ابی حمزہ نے حدیث بیان کی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عرب میں سے جس نے کفر کرنا تھا اس نے کفر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگوں سے کس طرح قتال کریں گے؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ یہ کہیں: لا الہ الا اللہ پس جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اس نے مجھ سے اپنے مال اور اپنی جان کو محفوظ کر لیا سو اس کے جو اس پر اسلام کا حق ہو اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

پس حضرت ابو بکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کریں گے کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے اور اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے اس بکری کے بچے کو

۱۴۰۰ - فَقَالَ وَاللَّهِ لَا قَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنْهَا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ





تھے، پس زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق ان کو یہ شبہ ہو گیا کہ زکوٰۃ کا وصول کرنا صرف رسول اللہ ﷺ کا حق تھا اور صرف رسول اللہ ﷺ کی طرف زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب تھا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا  
وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ. (التوبة: ۱۰۳)

آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیجئے، جس سے آپ ان کو پاک کریں اور ان کے باطن کو صاف کریں اور ان کے لیے دعا کیجئے، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے موجب طمانیت ہے۔

ان کا شبہ یہ تھا کہ زکوٰۃ کو وصول کرنا صرف رسول اللہ ﷺ کا منصب تھا اور حضرت ابو بکر کا منصب نہیں ہے، اس لیے انہوں نے حضرت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، لیکن اب چونکہ احکام واضح ہو چکے ہیں اور مسلمانوں کا زکوٰۃ کی فریضت پر اجماع ہو چکا ہے، اس لیے اب منکر زکوٰۃ کو مطلقاً کافر قرار دیا جائے گا۔ (اعلام السنن ج ۱ ص ۳۸۵-۳۸۱ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۸ھ)

\* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۲۔ ج ۱ ص ۷۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان ② مانعین زکوٰۃ کا شبہ ③ مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب ④ قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام ⑤ ضروریات دین کا انکار کفر ہے ⑥ حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث ⑦ باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔

۲ - بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى رِثَاءٍ زَرَّة

بیعت کا معنی ہے: کسی کے ہاتھ پر اس کی اطاعت، صرف اس کے سامنے اور اس کے سامنے یہ عہد کرے کہ وہ آئندہ اسلام کے احکام پر عمل کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرے گا۔

﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ﴾ ... کروہ تو... لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو  
 دین میں بھائی وہ شخص بن سکتا ہے جو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور اسلام کی بیعت اسی وقت مکمل ہوگی جب کوئی شخص  
 زکوٰۃ ادا کرے۔

۱۴۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «إِذَا قَامَ الرَّجُلُ الصَّلَاةَ فَلْيَتَوَكَّأْ عَلَى يَدَيْهِ» وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُتَوَكَّأُ عَلَى يَدَيْهِ إِذَا صَلَّى.  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں : میں نے اپنے چچا سے یہ حدیث سنی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب آدمی نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو جائے تو اسے اپنی ہاتھوں پر تکیہ کرنا چاہیے اور اگر وہ مال کا مالک ہو تو زکوٰۃ دینا چاہیے اور ہر مسلمان کو نصیحت کرنی چاہیے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۵۷ میں گزر چکی ہے۔

### ٣ - بَابُ إِثْمِ مَآئِنِ الزَّكَاةِ

۳۔ بَابُ اِثْمِ مَانِعِ الزَّكَّوَةِ  
وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ

زکوٰۃ نہ دینے والے کا گناہ  
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ

وَالْفِطْرَةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ  
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ  
فُتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا  
كَنَزْتُمْ لَا أَنْفُسَكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٢٤﴾ (التوبہ: ۲۵-۲۴)

کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں انہیں خرچ نہیں کرتے، آپ انہیں  
درد ناک عذاب کی بشارت دے دیجئے ۝ جس دن ان کے جمع  
کردہ سونے اور چاندی کو دوزخ کی آگ میں پتایا جائے گا پھر اس  
سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی، (پس ان  
سے کہا جائے گا:) یہ ہے وہ جس کو تم نے جمع کیا تھا سوائے جمع کیے  
ہوئے کا مزا چکھو ۝ (التوبہ: ۳۵-۳۴)

اس آیت میں ”کنز“ (خزانہ) کا لفظ ہے ”کنز“ اس مال کو کہتے ہیں جس کو جمع کیا جائے جو مال مدفون ہو اس کو بھی ”کنز“  
کہتے ہیں جس جمع شدہ مال پر یہ وعید ہے کہ یہ وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو اور جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ ”کنز“  
نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب التوبہ: ۳۴ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت شاق گزری حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چلو! میں تمہارے لیے اس معاملہ کو کشادہ کراتا ہوں پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر کہا: اے اللہ  
کے نبی! آپ کے اصحاب پر یہ آیت بہت شاق گزری ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض  
کی ہے کہ تمہارا مال پاکیزہ ہو جائے اور دراشت تمہارا۔ بعد والوں کے لیے فرض کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۳۶۳، سنن ابویعلیٰ: ۲۳۹۹، المستدرک ج ۲ ص ۳۳۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سوئے د پار یہ پہنتی تھی میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ کنز ہے؟ آپ نے  
فرمایا: جو مال زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۳، الاسد کار: ۱۲۳۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم سے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو تم نے اس حق کو ادا کر  
دیا جو تم پر واجب تھا۔ (سنن ترمذی: ۶۱۸، سنن ابی داؤد: ۱۵۶۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۳، المستدرک ج ۲ ص ۸۳۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا کر دی ہو تو خواہ وہ مال سات  
زمینوں کے نیچے ہو وہ کنز نہیں ہے اور جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو خواہ وہ ظاہر ہو وہ پھر بھی کنز ہے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۴ ص ۱۰۶، الاسد کار: ۱۲۷۰۳)

ان روایات سے ظاہر ہے کہ وہ جمع شدہ مال جس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ کنز نہیں ہے بلکہ وہ مال کی پیشانیوں اور  
پیٹھوں کو داغا جائے گا۔

۱۴۰۲ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا  
شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ  
هُرْمَزٍ الْأَعْرَجَ حَدَّثَنَا أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
تَأْتِي الْإِبِلُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرٍ مَا كَانَتْ إِذَا هُوَ  
لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا تَطَوُّهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَأْتِي الْغَنَمُ عَلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا:  
ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمن بن هرمز الاعرج  
نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ  
بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب اونٹ  
والے نے اونٹ کا حق ادا نہیں کیا ہو گا تو (قیامت کے دن) اس

کے اونٹ انتہائی فرہہ جسامت اس کے پاس آ کر اس کو اپنے پیروں سے روندیں گے اور جب بکریوں والے نے بکریوں کا حق ادا نہیں کیا ہوگا تو اس کی بکریاں اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گی اور اس کے حق میں سے یہ بھی ہے کہ پانی پلانے کی جگہ پر اس کا دودھ دوا جائے اور تم میں سے کوئی شخص قیامت کے دن اس حال میں نہ آئے کہ اس کی بکری اس کی گردن پر سوار ہو اور میاں رہی ہو پس وہ شخص کہے گا: اے محمد (ﷺ)! پھر میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں تحقیق میں تبلیغ کر چکا ہوں اور تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نہ آئے کہ اس کا اونٹ اس کی گردن پر سوار ہو اور وہ بلبل رہا ہو پس وہ کہے گا: اے محمد (ﷺ)! پھر میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں تحقیق میں تبلیغ کر چکا ہوں۔

صَاحِبُهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيهَا حَقَّهَا تَطَوُّهُ بِأُظْلَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا قَالَ وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى النَّاءِ قَالَ وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارُ فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَغْتُ وَلَا يَأْتِي بِبَعِيرٍ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَغْتُ

[اطراف الحديث: ۲۳۷۸-۳۰۷۳-۶۹۵۸]

(صحیح مسلم: ۹۸۷، رقم المسلسل: ۲۲۵۶، سنن ابوداؤد: ۱۶۵۸)

سنن نسائی: ۲۳۸۲-۲۳۸۸، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۲، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۹۷۷-ج ۱ ص ۵۳۳-۵۳۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحکم بن تافع ابوالیمان البهرانی الحمسی (۲) شعیب بن ابی حمزہ الحمسی (۳) ابو الزناد ان کا نام عبد اللہ بن ذکوان ہے (۴) عبد الرحمان بن ہرمز (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۰)

اس حدیث کی مطابقت باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اس حدیث میں قیامت کے دن زکوٰۃ نہ دینے والوں کا گناہ بیان کیا گیا ہے۔

### حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اونٹوں اور بکریوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے باقی رہا یہ کہ ان کی زکوٰۃ کی کب امتداد ہے اس کا بیان دوسری احادیث میں آئے گا۔

موسیٰ بن جابر کے قول میں ہے یہ بھی کہ بکریوں کو پانی پلانے کے لیے جائیں تو گناہ ہے ان کا دودھ نکال کر پلائیں اور ضرورت مندوں کو ان پر سوار کریں تاہم اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ ان کو ادا کرنا مستحب ہے۔

۱۴۰۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی صالح السمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

زَكَوٰتُهُ، مِثْلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَفْرَعًا، لَهُ زَبِيَّتَانِ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِجَنَّتَيْهِ، يَغْنِي شِدْقَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالِكٌ، أَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلَا ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ﴾ (آل عمران: ۱۸۰) الْآيَةَ.

جس شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائے گا اس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے اس سانپ کو اس کے گلے میں بطوق بنا کر ڈال دیا جائے گا پھر وہ اس شخص کو اپنے جبروں سے پکڑے گا پھر کہے گا: میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ اس کو بہتر گمان نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے بدتر ہے۔ (آل عمران: ۱۸۰)

[اطراف اللہ یث: ۳۵۶۵-۳۶۵۹-۳۹۵۷]

(صحیح مسلم: ۹۸۸، الرقم المسلسل: ۲۲۵۹، السنن الکبریٰ: ۱۱۶۲۱)

مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۷۵۶-ج ۱۳ ص ۱۷۸

مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ المعروف بابن المدینی (۲) ہاشم بن القاسم ابو النضر التمیمی اللیشی الکلتانی یہ بغداد میں ۸۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ (۴) ان کے والد عبد اللہ بن دینار مولیٰ عبد اللہ بن عمر (۵) ابو صالح ان کا نام ذکوان ہے (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۲)

### حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل و مسائل اور پیرائے کی زکوٰۃ کا نصاب

اس حدیث میں زکوٰۃ نہ دینے پر شدید وعید ہے اور اس میں یہ ثابت ہے کہ زکوٰۃ کی نصاب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مال اور خزانہ کو قیامت کے دن سانپ بنا دیا جائے گا اس میں یہ ثبوت ہے کہ خارجی چیزیں ایک حقیقت سے دوسری حقیقت میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں آسان ہے اس لیے اس کا انکار کرنا درست نہیں ہے نمک کی کان میں مرا ہوا گدھا نمک بن جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ لفظ مال اور پیرائی کی اہمیت اس کو شامل ہے جن میں زکوٰۃ ہوتی ہے۔

المہلب نے لکھا ہے کہ سونے کی زکوٰۃ کے نصاب کی مقدار میں اس طرح حدیث ثابت نہیں ہے جس طرح چاندی کے نصاب

کی مقدار میں حدیث ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۸۹-۳۸۸)

میں کہتا ہوں کہ چاندی کے نصاب کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالفضل صدیق رضی اللہ عنہ نے اس میں کی طرف فریفت زکوٰۃ کے متعلق

مکتوب بھیجا اس کے آخر میں یہ مذکور تھا اس میں چاندی کے نصاب کی صراحت ہے:

اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اگر اس کے پاس صرف ایک سونوے درہم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے سوا اس کے کہ

زکوٰۃ دینے والا چاہے۔ (صحیح ابن حبان: ۳۲۶۶)

درج ذیل حدیث میں سونے کے نصاب کی مقدار کی صراحت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لیے جو مکتوب لکھوایا اس میں درج ہے:

پس جب سونے کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ ہے۔

(المستدرک: ۱۳۸۶، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۷ھ)



سونے اور چاندی دونوں کے نصاب کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور سونے میں تم پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے حتیٰ کہ تمہارے پاس بیس دینار ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے پس اس میں نصف دینار زکوٰۃ ہے اور جو اس سے زائد مقدار ہو تو اس میں اسی حساب سے زکوٰۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۷۳)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب سونا بیس مثقال ہو اور اس کی قیمت دو سو درہم ہو تو اس میں نصف مثقال زکوٰۃ فرض ہوگی۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۵)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے یعنی ساڑھے باون تولے۔

(بہار شریعت حصہ ۵ ص ۱۹ 'ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۱۹۳-۲۱۸۶-ج ۷ ص ۹۱۲-۹۰۷ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

گھوڑوں پر زکوٰۃ میں مذاہب۔

جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی

وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے

کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: پانچ اداق (دو سو درہم) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

۴۔ بَابُ مَا اِذِي زَكُوَّتُهُ

فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فَمَا دُونَ خُمْسَةِ أَوَاقٍ صَدَقَةً.

اس تعلق کی اصل صحیح البخاری: ۱۳۰۵ میں آ رہی ہے۔

۱۴۰۴۔ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَيْبٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ أَخْبَرَنِي قَوْلَ اللَّهِ ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (التوبة: ۳۴). قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكُوَّتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا أَنْزَلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ طَهْرًا لِلْأَمْوَالِ. [طرف الحديث: ۴۶۶۱] (سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۷)

اور احمد بن شیب بن سعید نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از خالد بن اسلم انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے تو ایک اعرابی نے کہا: مجھے اس آیت کے متعلق خبر دیجئے: وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (التوبہ: ۳۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جس نے ان کو جمع کیا اور ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کی سو اس کے لیے عذاب ہے اس آیت کا حکم اس وقت تھا جب زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا پس جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اموال کی پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن شیب الجبلی 'ابن قانع نے کہا: یہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد شیب بن سعید ابو سعید الجبلی 'یہ ۲۸۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) خالد بن اسلم 'یہ زید بن اسلم کے بھائی

ہیں یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۷)  
اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت مفہوم مخالف کے اعتبار سے ہے کیونکہ عنوان ہے: جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ کنز نہیں ہے اور حدیث میں ہے: جس نے مال جمع کیا اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی سو اس کے لیے عذاب ہے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس نے زکوٰۃ ادا کر دی اس کو عذاب نہیں ہوگا۔

### زکوٰۃ کی فرضیت کی تاریخ

اس حدیث میں مذکور ہے: جب زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا جس اول وقت میں زکوٰۃ فرض ہوئی اس کی تعیین میں اختلاف ہے اکثر علماء کے نزدیک زکوٰۃ ہجرت کے بعد فرض ہوئی ہے ایک قول یہ ہے کہ زکوٰۃ ۲ھ میں روزے فرض ہونے سے پہلے فرض ہوئی تھی۔ علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ زکوٰۃ ۹ھ میں فرض ہوئی تھی۔

ان کے اس قول پر رد کیا گیا ہے کیونکہ متعدد احادیث میں اس سے پہلے زکوٰۃ کا ذکر ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ہر قل کے ساتھ جو مکالمہ ہوا تھا اس میں مذکور ہے کہ آپ ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۷) اور یہ ۷ھ کے اوائل کا واقعہ ہے۔

### زکوٰۃ ادا کرنے سے مال اور مال دار کا پاک ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اموال کی پاکیزگی کا ذریعہ بنایا۔  
کیونکہ زکوٰۃ لوگوں کا میل ہے اسی لیے یہ بنی ہاشم کے لیے جائز نہیں ہے حدیث میں ہے:  
حضرت ربیعہ بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ صدقہ صرف لوگوں کا میل ہے اور (سیدنا) محمد (ﷺ) اور آل محمد کے لیے جائز نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۲ سنن ابوداؤد: ۲۹۸۵ سنن نسائی: ۲۶۰۸)  
پس جب زکوٰۃ ادا کر دی جائے گی مال پاک ہو جائے گا اور زکوٰۃ دینے والا مال اخلاق اور بخل سے پاک ہو جائے گا۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۸-۳۶۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب بن اسحاق نے خبر دی وزاعی نے کہا: مجھے یحییٰ بن یحییٰ نے خبر دی ان کو رو بن یحییٰ بن مارہ نے خبر دی ابو سعید بن ابی الخضر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ اواق (دو سو درہم) سے کم میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ دسق (تیس من) سے کم غلہ میں صدقہ نہیں ہے۔

۱۴۰۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ يَحْيَى بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِيهِ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسٍ أَوَاقٌ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسٍ ذَوْدٌ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسٍ أَوْسُقٌ صَدَقَةٌ.

[اطراف الحديث: ۱۳۵۹-۱۳۸۳] (صحیح مسلم: ۹۷۹ الرقم المسلسل: ۲۲۸۷ سنن ابوداؤد: ۱۵۵۸ سنن ترمذی: ۶۲۷-۶۲۶ سنن

نسائی: ۲۳۳۵ سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۳ مسند الحمیدی: ۳۵۷ سنن الکبریٰ: ۲۲۲۵ المستقی: ۳۳۰ مسند ابویعلیٰ: ۹۷۹ الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۷۸۹ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۳ مسند عبدالرزاق: ۷۲۵۲ مسند ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۱۷ صحیح ابن حبان: ۳۲۶۸ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۹۳-۹۲ مسند احمد

ج ۳ ص ۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۱۰۳۰۔ ج ۱ ص ۷۶ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت 'موطا' امام مالک۔ الزکوٰۃ: ۲۔ 'جامع المسانید لابن جوزی: ۲۱۵۳' مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲۷ 'مسند الطحاوی: ۲۱۷۹)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن یزید یہ اصل میں اسحاق بن ابراہیم بن یزید ہیں ان کی کنیت ابو النضر السامی ہے (۲) شعیب بن اسحاق یہ ۱۸۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمن بن عمرو الادزاعی (۴) یحییٰ بن ابی کثیر (۵) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۶) ان کے والد یحییٰ بن عمارہ بن ابی الحسن المازنی الانصاری (۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کا نام سعید بن مالک ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۶۹)

### مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "اوقیہ" کا لفظ ہے اس کی جمع "اواقی" اور یاء کے حذف کے ساتھ "اواقی" ہے 'محدثین' فقہاء اور ائمہ لغت کا اس پر اجماع ہے کہ اوقیہ شرعیہ چالیس درہم ہے۔

نیز اس حدیث میں "ذود" کا لفظ ہے اس کا اطلاق تین سے لے کر دس اونٹوں پر ہوتا ہے۔

اس میں "اوسق" کا لفظ ہے یہ "وسق" کی جمع ہے ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع چار کلو گرام کا ہے لہذا پانچ وسق تقریباً ۳۰ من وزن ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۷۲-۳۶۹)

### زمین کی پیداوار میں عشر کے وجوب کے متعلق اختلاف فقہاء اور امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل

اس حدیث میں مذکور ہے: پانچ وسق سے کم غلہ میں صدقہ نہیں ہے اور صدقہ = مہر ہے۔ (پیداوار کا دسواں حصہ)۔ امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد کہتے ہیں کہ اگر زمین کی پیداوار پانچ وسق کو پہنچ جائے تب تو اس میں عشر واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ اور امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ زمین کی پیداوار جتنی بھی ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے بہ شرطیکہ وہ زمین بارش یا چشموں کے پانی سے سیراب ہوتی ہو۔

علامہ نووی نے لکھا ہے: یہ مذہب باطل ہے احادیث صحیحہ کے خلاف ہے لیکن ان کو ساتھ کرنے والا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۶۹۷ 'مکتبہ زار معظنی الباز' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا آثار قویہ سے ثابت ہے اور علامہ نووی کا قول باطل ہے۔ قرآن مجید کی آیات درج ذیل ہیں:

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ. (الانعام: ۱۴۱)

خجست جب پھل دے تو اس سے کھاؤ اور اس کے دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی کسی مقدار کو بیان نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ درخت کے پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار قلیل ہو یا کثیر۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ. (البقرہ: ۲۶۷)

اے ایمان والو! اپنی کمائی سے پاکیزہ چیزوں کو خرچ کرو اور جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اس میں سے (خرچ کرو)۔

اس آیت میں فرمایا ہے: جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اور اس کی کسی مقدار کو بیان نہیں فرمایا یعنی زمین سے ہم نے جو کچھ پیدا کیا ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو۔

ان دونوں آیتوں کا مفاد یہ ہے کہ زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور ہیں احادیث صحیحہ تو وہ درج ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو کھیت بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا وہ کھیت قریب کے پانی سے سیراب ہو اس سے عشر لیا جائے گا اور جو کھیت کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں سے نصف (پیداوار کا بیسواں حصہ) لیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۶، سنن ترمذی: ۶۳۰، سنن نسائی: ۲۳۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۰۷، مصنف عبدالرزاق: ۷۲۷۰-۷۲۶۵)

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس کھیت کو بارش یا قریبی پانی یا دریا سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۵۱، ج ۴ ص ۱۰۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کھیت کو چشموں سے سیراب کیا جائے یا بارش کے پانی سے اس میں عشر ہے اور جس کھیت کو کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۶۳، ج ۴ ص ۱۰۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس زمین کو بارش سے سیراب کیا یا چشموں نے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں سے سیراب کیا گیا اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۶۳، ج ۴ ص ۱۰۴، سنن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۳۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۶۶۶، ج ۲۳ ص ۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس زمین کو دریاؤں اور چشموں نے سیراب کیا ہو ان میں عشر ہے اور جن کھیتوں کو کنوؤں سے سیراب کیا گیا ہو ان میں نصف عشر ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۷، سنن نسائی: ۶۲۶۸، متقی: ۳۴۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۰۹، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۳۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۰، مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۱، طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۶۶۷، ج ۲۳ ص ۳۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوالکلام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے اپنی سند کے ساتھ اس باب میں بہ کثرت احادیث و آثار روایت کیا ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: جس کھیت کو جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس کھیت کو کنویں کے ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۷۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ج ۳ ص ۱۳۴، ادارۃ القرآن کراچی) شخصی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف مکتوب لکھا: جس زمین کی گندم 'جو' کھجور اور انگور کو بارش سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر ہے اور جس کو کنویں سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۳۵، ادارۃ القرآن کراچی) الحکم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: جس زمین کو بارش نے یا جاری پانی



نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابو الخلیل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سنت قرار دیا کہ جس زمین کو یا کھجور کو بارش نے یا چشموں نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کی رسی اور ڈول نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت غلی نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں نے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

قائدہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سنت قرار دیا، جس زمین یا کھجور کو بارش نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کی رسی اور ڈول سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اہل یمن کی طرف لکھا: جس زمین کو چشمے نے یا بارش نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈول سے سیراب کیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۷۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۳۶، ادارۃ القرآن کراچی)

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے پوچھا: جو جو یا کھیت پانی کے قریب ہو اس میں کیا واجب ہے؟ انہوں نے کہا: عشر میں نے کہا: اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا جائے اس میں؟ انہوں نے کہا: نصف عشر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۸۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

معمر بیان کرتے ہیں کہ الزہری پچاس میں سنت قرار نہیں دیتے تھے در عشر اور نصف عشر کا فتویٰ دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۸۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۳۶، ادارۃ القرآن کراچی)

ہم نے بہ کثرت احادیث صحیحہ اور آثار قویہ نقل کیے ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ جس زمین یا کھیت کو بارش نے یا چشموں نے یا جاری پانی نے سیراب کیا ہو اس میں عشر ہے۔ ان میں سے کئی حدیث میں زمین کی بارش اور کھیت کی بارش کا بیان ہے۔ وہ پانچ وسق ہو یا اس سے کم یا زیادہ۔ یہ تمام احادیث پر ناظر اور شاہد ہیں کہ حدیث کی بارش اور خوار خلیل یا شیبہ: ۱۰۱۷۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۸۰، دارالکتب العلمیہ بیروت) میں عشر واجب ہے متعدد صحابہ اور فقہاء تابعین کا یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ اس میں منفر ہیں۔ ان کے علامہ نووی کو ان احادیث اور آثار کا علم ہوتا تو وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب باطل ہے اور احادیث صحیحہ کو ساقط کرنے والا ہے۔ علامہ نووی جن کے مقلد ہیں وہ کہتے ہیں کہ تمام فقہاء امام ابو حنیفہ کے پروردہ ہیں۔ (میزان الشریعہ الکبریٰ ج ۱ ص ۸۹) امام شافعی، امام ابو حنیفہ کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ منہاج کے حاشیہ میں مذکور ہے کہ امام شافعی نے امام ابو حنیفہ کی قبر کے پاس صبح کی نماز پڑھی تو اس میں دعاء قنوت نہیں پڑھی ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا مذہب ہے کہ نماز فجر میں دعاء قنوت پڑھی جائے تو پھر آپ نے کیوں دعاء قنوت نہیں پڑھی؟ تو انہوں نے کہا: امام ابو حنیفہ کے ادب کی وجہ سے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۹، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

باب مذکور کی حدیث جس میں یہ ارشاد ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے وہ حدیث اموال تجارت پر محمول ہے کیونکہ

اس وقت پانچ دس دو سو درہم کے برابر ہوتے تھے اس لیے فرمایا کہ پانچ دس سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔

\* شرح صحیح مسلم: ۲۱۶۲۔ ج ۲ ص ۸۸۹۔ ۸۸۶ کی شرح میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے اس شرح کے عنوان ہیں:

① زرعی پیداوار کے نصاب زکوٰۃ میں فقہاء کے نظریات ② ائمہ ثلاثہ کا نظریہ ③ امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔

ہم نے اپنی اس شرح 'نعمۃ الباری' میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید میں جس قدر احادیث صحیحہ اور آثار قویہ کو پیش کیا ہے کسی اور کتاب میں اس قدر احادیث اور آثار کو جمع نہیں کیا گیا۔ واللہ الحمد علی ذالک۔

۱۴۰۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ سَمِعَ هُشَيْمًا قَالَ أَخْبَرَنَا  
حُصَيْنٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا  
أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقُلْتُ لَهُ مَا أَنْزَلَكَ  
مَنْزِلَكَ هَذَا؟ قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ فَأَخْتَلَفْتُ أَنَا  
وَمُعَاوِيَةُ فِي ﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا  
يُسْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۳۴) قَالَ مُعَاوِيَةُ  
نَزَلْتُ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ نَزَلْتُ فِيْنَا وَفِيهِمْ  
فَكَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فِي ذَلِكَ وَكَدَّبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِشُكْرِي فَقَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنْ أَقْدَمَ  
الْمَدِينَةَ فَقَدِمْتُهَا فَكَثُرَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى كَانَهُمْ لَمْ  
يَرُونِي قَبْلَ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لِي إِنْ  
بَشْتُ تَنَحَّيْتُ فَكُنْتُ قَرِيبًا فَذَلِكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هَذَا  
الْمَنْزِلَ وَلَوْ أَمَرُوا عَلَيَّ حَبْشِيًّا لَسَلَّمْتُ طَعْدَ  
[طرف الحدیث: ۴۶۶۰] (السنن الکبریٰ: ۱۱۹۱۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے ہشیم سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے خبر دی از زید بن وہب انہوں نے بیان کیا کہ میں ربذہ کے پاس سے گزرا پس اس وقت میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو اس جگہ کس چیز نے ٹھہرایا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں شام میں تھا پس میرا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس آیت میں اختلاف ہو گیا: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور ان کے ہاتھ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ (التوبہ: ۳۴) حضرت معاویہ نے کہا: یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے اور میں نے کہا: یہ آیت ہمارے متعلق بھی نازل ہوئی ہے اور ان کے متعلق بھی نازل ہوئی ہے پس میرا اور ان کا اس آیت میں اختلاف ہو گیا اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب بھیج کر میری شکایت کی پس حضرت عثمان نے میری طرف لکھا کہ میں مدینہ میں آؤں پس میں مدینہ میں گیا تو بہت لوگ میرے گرد جمع ہو گئے گویا کہ انہوں نے مجھے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا میں نے حضرت عثمان سے اس مسئلہ کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: اگر آپ چاہیں تو مدینہ کے قریب کسی الگ جگہ رہیں پس اس وجہ سے میں اس جگہ آ کر ٹھہرا اور اگر مجھ پر کسی حبشی کو امیر بنادیا جاتا تو میں اس کا بھی حکم سنتا اور اس کی اطاعت کرتا۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی ان کے نام میں اختلاف ہے ایک قول ہے کہ ان کا نام علی بن ابی ہاشم بن عبد اللہ بن الطمر اخ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام ابو الحسن علی بن مسلم بن سعید الطوسی ہے تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام علی بن عبد اللہ المدینی ہے (۲) ہشیم بن بشیر ابن القاسم بن دینار ہے (۳) حصین بن عبد الرحمان سلمیٰ ان کی کنیت ابو الہذیل ہے (۴) زید بن وہب ابو سلیمان الہمدانی الجہنی (۵) حضرت ابوذر جندب بن جنادہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۷۷)

## ربذہ کا معنی اور حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف

ربذہ مدینہ سے تین مراحل دور ایک جگہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کو صدقہ کے دنوں کے لیے مقرر کیا تھا۔ حضرت معاویہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما کا اختلاف، حضرت معاویہ کا نظریہ یہ تھا کہ یہ آیت ان احبار اور رہبان کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس آیت کے عموم سے استدلال کرتے تھے کہ جو شخص بھی یہ مانتا ہو کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب ہے اور پھر وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے، تو اس کو یہ شدید وعید لاحق ہوگی، اس وقت حضرت معاویہ، حضرت عثمان کی طرف سے دمشق کے گورنر تھے، امام ابو یعلیٰ کی روایت کے مطابق حضرت ابوذر کے شام جانے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر سے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کے مکان سلع پہاڑ تک پہنچ جائیں تو شام چلے جانا، امام ابو یعلیٰ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوذر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت عثمان سے کہا کہ حضرت معاویہ ہمیں ایذا پہنچاتے ہیں، حضرت عثمان نے کہا: کیا آپ کا یہ گمان ہے کہ آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں؟ حضرت ابوذر نے کہا: لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مقرب وہ شخص ہے جو مجھ سے کیے ہوئے عہد پر قائم رہے اور میں آپ سے کیے ہوئے عہد پر قائم ہوں، پھر حضرت عثمان نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ شام چلے جائیں، پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہاں یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اس حال میں رات نہ گزارے کہ اس کے پاس ایک دینار یا ایک درہم ہو، سو اس صورت کے لیے اس نے اس راہ میں خرچ کرنا ہو یا کسی قرض خواہ کو دینا ہو، پھر حضرت معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا کہ اگر آپ کو کوئی کام ہو تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو لالیں۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۷۸-۳۷۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

## حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو شہر بدر کرنے کی توجیہ اور دیگر سائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطالہ مالکی نے بھی متوفی ۴۹۹ھ سے بیان:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر کی طرف سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی شکایت لکھ کر بھیجی، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوذر، حضرت معاویہ پر بہت اعتراضات کرتے تھے اور ان سے بہت اختلاف کرتے تھے اور ان کے لشکر کے لوگ حضرت ابوذر کی باتوں کی طرف میلان رکھتے تھے تو جب حضرت عثمان کو یہ خطرہ ہوا کہ حضرت ابوذر کے شام میں رہنے کی وجہ سے وہاں فتنہ مچا دے، تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر کو مدینہ بلایا، کیونکہ حضرت ابوذر اپنے وقت میں بہت مشہور تھے اور اللہ حق سنانے میں کسی کی حد سے کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

المہلب نے کہا ہے کہ یہ حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت ابوذر کی بہت تعظیم اور توقیر تھی کہ انہوں نے خلیفہ مسلمین سے کہا کہ آپ انہیں بلا لیں اور از خود ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ شام سے چلے جائیں۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جب لوگوں نے مدینہ میں حضرت عثمان سے بہ کثرت سوال کیے کہ حضرت ابوذر کو شام سے کیوں بلایا ہے؟ تو حضرت عثمان نے حضرت ابوذر سے کہا: آپ مدینہ کے قریب کسی جگہ چلے جائیں تو حضرت ابوذر ربذہ چلے گئے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں شدت اختیار کرے۔ نیز امام اور سربراہ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ جس شخص کے شہر میں رہنے سے فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو، اس کو شہر بدر کر دے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی عالم کا امیر شہر سے کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو وہ اس کے خلاف بغاوت نہ کرے اور اس کی اطاعت

کرتا رہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسائل میں اجتہاد اور آراء میں اختلاف جائز ہے، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت عثمان اور ان کے حامی دیگر صحابہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ نہیں کہا کہ آپ اپنے موقف سے پیچھے ہٹ جائیں اور نہ ان سے یہ کہا کہ آپ کا اعتقاد جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کرتے تھے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں وہ سب (اللہ کی راہ میں) خرچ کر دوں سوا تین دینار کے (یعنی تین دینار بھی میرے پاس رہیں) میں اسے پسند نہیں کرتا) اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت تک مسائل میں اختلاف ہوتا رہے گا اور وہ صرف اجماع سے اٹھ سکتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۹۶-۳۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جریری نے حدیث بیان کی از ابی العلاء از الاحنف بن قیس، انہوں نے کہا: میں بیٹھا ہوا تھا (ح) اور مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابو العلاء بن اثیر نے حدیث بیان کی کہ الاحنف بن قیس نے ان کو حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ میں قریش کی ایک جماعت میں رہتا ہوا تھا، اس ایک شخص آیا جس کے بال سخت اور کپڑے موم سے تھے اور اس کی شکل معمولی تھی، حتیٰ کہ وہ اس جماعت کے پاس کھڑا ہو گیا، اور ان کو سلام کیا اور کہا: مال جمع کرنے والوں کو یہ خوش خبری سنا دو کہ دوزخ کی آگ میں ابک پتھر گرم کیا جائے گا، پھر اس کو ان میں سے کسی ایک کے پستان پر رکھ دیا جائے گا، حتیٰ کہ وہ اس کے کندھے کی اوپر والی ہڈی پر رکھ دیا جائے گا، پھر وہ پتھر اس کے کندھے کی اوپر والی ہڈی پر رکھ دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے پستان کے سر سے نکل جائے گا، پھر وہ پتھر اسی طرح لرزتا رہے گا، پھر اس نے پیٹھ پھیری اور ایک ستون کی طرف بیٹھ گیا، میں اس کے پیچھے آیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے، میں نے اس سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تمہاری بات سن کر ناراض ہوئے ہیں، اس نے کہا: یہ بے عقل لوگ ہیں۔

۱۴۰۷ - حَدَّثَنَا عِيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَسْتُ . ح . وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشَّيْخِ أَنْ الْأَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَنَا أَنَّ جَلَسْتُ بِمَنْزِلٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعْرِ وَالْيَبَاسِ وَالْهَيْئَةِ حَتَّى قَامَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِيرُ الْكَانِزِينَ بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ثُمَّ يُوَضَّعُ عَلَى حَلْمَةِ نَذِيٍّ أَحَدِهِمْ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نَفْصِ كَتِفِهِ وَيُوَضَّعُ عَلَى نَفْصِ كَتِفِهِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلْمَةِ نَذِيهِ يَتَزَلُّزَلُ . ثُمَّ وَلَّى فَجَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ وَتَبَعْتُهُ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا لَا أَذْرِي مَنْ هُوَ فَقُلْتُ لَهُ لَا أَرَى لَكُمْ قَدْ كَرِهُوا أَلَذِي أَلَذِي قَالُوا هُمْ يَعْقِلُونَ شَيْئًا .



رَجُلٍ اَتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَسَلَّطَهُ عَلٰی هَلَكٰتِهِ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٍ اَتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً، فَهُوَ يَقْضِیْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

ہوئے سنا ہے کہ حسد (یعنی رشک کرنا) صرف دو چیزوں میں مستحب ہے، ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور اسے (اس کے صحیح مصارف میں) خرچ کرنے پر مسلط کر دیا ہو اور ایک وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور تعلیم دیتا ہو۔

ہو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷۳ میں گزر چکی ہے۔

### صدقہ میں ریاء

### ۶ - بَابُ الرِّیَاءِ فِی الصَّدَقَةِ

ریاء کا معنی ہے: دکھانے کے لیے کوئی کام کرنا، قرآن مجید میں ہے:

وہ لوگ جو دکھاوا کرتے ہیں ○

الَّذِیْنَ هُمْ یُرَادُّوْنَ ○ (الماعون: ۶)

یعنی جب مسلمان نماز پڑھتے ہیں تو منافقین بھی ان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کو یہ دکھاتے ہیں کہ وہ بھی مسلمانوں کے طریقہ پر ہیں۔ المنرب میں ہے: جو ریاء کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ریاء کرے گا، یعنی جو شخص کوئی عمل اس لیے کرتا ہے کہ لوگ اس کے عمل کو دیکھیں تو قیامت کے دن اللہ اس کی ریاء کاری کو مشہور کر دے گا۔ ابو حامد نے کہا ہے کہ ریاء کا لفظ رویت سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے کوئی خسر و گوں کو اپنے لیے کام کرنا کہ جس میں اپنی قدر و منزلت پیدا کرے۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۳۸۳)

یونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات ضائع نہ کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال بیکاری میں لیے خرچ کرتا ہے، وہ نہ اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نہ قیامت پر اس کی مثل اس چکنے پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زور کی بارش ہوئی جس نے اس پتھر کو بالکل صاف کر دیا، وہ (ریا کار) اپنی کمائی سے کسی چیز پر قدرت نہیں پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ○ (البقرہ: ۲۶۳)

بِقَوْلِهِ تَعَالٰی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَنَسِيَ كَسْلًا صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابٍ فَفَرَّكَ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ (البقرہ: ۲۶۴).

اللہ تعالیٰ نے انسان اپنے صدقات احسان جتا کر اور دکھاوے کے لیے عمل کرتا ہے تو آخرت میں اسے اپنے عمل کا کوئی اجر نہیں ملتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ”صلدا“ کا معنی ہے:

جس پر کوئی چیز نہ ہو۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ﴿صَلْدًا﴾ (البقرہ: ۲۶۴) لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

عکرمہ نے کہا: ”وابل“ کا معنی ہے: شدید بارش اور ”الطل“

کا معنی ہے: شبنم۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿وَابِلٌ﴾ (البقرہ: ۲۶۵) مَطَرٌ شَدِيدٌ وَالطَّلُ النَّدَى.

امام بخاری نے اس باب میں ریاء کاری کی مذمت میں صرف قرآن مجید کی آیت پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے، جس میں احسان جتانے اور طعنے دینے کو ریاء کاری کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاء کاری احسان

جتانے اور طعنے دینے سے بھی بڑا گناہ ہے امام بخاری نے ریاء کاری کی مذمت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ امام بخاری کو ریاء کی مذمت میں اپنی شرائط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو اور امام بخاری نے صدقہ میں ریاء کا عنوان قائم کر کے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اس عنوان کے تحت بہر حال احادیث ہیں، ہم ریاء کی مذمت میں چند احادیث پیش کر رہے ہیں:

**ریاء کاری کی مذمت میں احادیث**

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے جہاد کے متعلق خبر دیجئے، آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! اگر تم نے صبر کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے جہاد کیا تو اللہ تم کو (قیامت کے دن) اس حال میں اٹھائے گا کہ تم صبر کرنے والے اور ثواب کی نیت کرنے والے ہو گے اور اگر تم نے ریاء اور بڑائی کے حصول کے لیے جہاد کیا تو اللہ تمہیں اس حال میں اٹھائے گا کہ تم ریاء کرنے والے اور بڑائی کو طلب کرنے والے ہو گے، اے عبداللہ! تم جس حال میں بھی قتال کرو گے، اللہ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۹، المستدرک ج ۲ ص ۸۶-۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھب الحزن (غم کا کنواں) سے اللہ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جب الحزن کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جہنم کی ایسی وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ طلب کرتی ہے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اسے قرآن کے ان قاریوں کے لیے تیار کیا گیا ہے جو ریاء کاری کے لیے عمل کرتے ہیں اور اللہ کے نزدیک زیادہ مبغوض ہیں، وہ ہیں جو ظالم حکام سے ملنے کے لیے جاتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۵۶، سنن ترمذی: ۲۳۸۳)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر کا خطرہ ہے، میں نے یہ عرض کیا: یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ریاء (دکھانے کے لیے عمل کرنا)، اللہ تبارک و تعالیٰ جس دن بندوں کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا، ان فرشتوں کو جاؤ، ان لوگوں کو جانے دے، ان کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے، پس دیکھو! کیا تم ان کے پاس کوئی جزاء پاتے ہو۔ (مسند احمد ج ۹، شعب الایمان: ۳۱، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاد کی دو قسمیں ہیں، جس نے اللہ کی رضا جوئی اور امام کی اطاعت کے لیے جہاد کیا، عمدہ مال خرچ کیا، ساتھ ہی سے نرمی برتی اور فساد سے اجتناب کیا، تو اس کی نیند اور بے پروائی میں بھی اجر ہے اور جس نے فخر کے لیے، دکھانے کے لیے، یا جہاد کی نافرمانی کے لیے جہاد کیا، امام کی نافرمانی کے لیے جہاد کیا، اور اس کا اجر برابر بھی نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۱۵، المستدرک ج ۲ ص ۱۵)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا خطرہ ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج یا چاند کی یا پتھر یا بت کی پرستش نہیں کرے گی، بلکہ وہ اپنے اعمال میں ریاء کریں گے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۳۱)

شہوت خفیہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص صبح کو روزے سے اٹھے گا، پھر اس کو خواہش ہوگی تو وہ روزہ توڑ دے گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۴) حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہوت خفیہ سے مراد دنیا میں عورتوں کی خواہش ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ریاء کاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کاری سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے ریاء کاری سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن جس شخص کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ مرد ایک شہید ہوگا اس کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کو گنوائے گا جن کا وہ اعتراف کرے گا اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری خاطر قتال کیا حتیٰ کہ میں شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا لیکن تم نے اس لیے قتال کیا تھا کہ تم کو بہادر کہا جائے سو وہ کہا گیا پھر اس کو منہ کے بل گھیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو پڑھایا اور قرآن پڑھا اس کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتیں گنوائے گا پس وہ ان کا اعتراف کرے گا اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تم نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا اور اس کو پڑھایا اور میں نے تیرا قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا لیکن تم نے اس لیے علم حاصل کیا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے اور تم نے قرآن پڑھا تا کہ کہا جائے: یہ قاری ہے سو کہا گیا پھر اس کو منہ کے بل گھیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے بہت وسعت دی تھی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا تھا اس کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتیں گنوائے گا جن کا وہ اعتراف کرے گا اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تم نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے اس راستے میں مال خرچ کیا جس میں تجھ کو مال خرچ کرنا پسند ہے میں نے تیری رضا کے لیے خرچ کیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس نے جھوٹ بولا لیکن تو نے اس لیے خرچ کیا تھا تا کہ یہ کہا جائے کہ یہ بہت خبی ہے سو وہ کہا گیا پھر یہ حلم دیا جائے گا کہ اس کو منہ کے بل گھیٹا جائے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۰۵، سنن نسائی: ۳۱۳۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۲، المسند رک ج ۱ ص ۲۰۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو سناتے ہیں پہلے تو اسے یہ بات سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں تمام شرکاء کے شرک سے مستغنی ہوں جس نے کسی عمل میں میرے غیر کو شریک کیا میں اس عمل کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دوں گا۔

(صحیح مسلم: ۲۹۸۵، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۶۹)

اللہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا اور اللہ

صرف پاکیزہ مالی سے صدقہ قبول کرتا ہے

کیونکہ قرآن مجید میں ہے: (لوگوں سے) اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچے اور اللہ

بے نیاز اور بہت بردبار ہے (البقرہ: ۲۶۳)

۷۔ بَابُ مَا يَنْفَرُ اللَّهُ صَاحِبُهُ مِنْ غُلُولٍ

وَلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ حَنِيبٍ

بِقَوْلِهِ ﴿قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ

صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذَى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ﴾ (البقرہ: ۲۶۳)۔

اس آیت کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی نماز بغیر وضوء کے قبول نہیں ہوتی اور نہ خیانت کے مال سے

صدقہ قبول ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱، صحیح مسلم: ۲۲۳، سنن ابن ماجہ: ۲۷۲)

سود و رشوت اور کسی بھی حرام مال سے صدقہ اور خیرات کرنا حرام ہے اور نہ ہی عبادت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے مال حرام سے فقیر کو کچھ دیا اور اس میں ثواب کی نیت کی تو وہ کافر ہو گیا اور اگر فقیر کو غلم ہو کہ دینے والے نے حرام مال سے اس کو دیا ہے اور اس دینے والے کو عادی اور دینے والے نے آمین کہی تو دونوں کافر ہو گئے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۲۰۲ 'دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ)

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (مرقات ج ۲ ص ۳۲ 'مطبوعہ مکتبہ حقایق پشاور)

امام بخاری نے اس باب کے تحت بھی کوئی حدیث روایت نہیں کی جس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی بہر حال اس حدیث کا شرح میں ہم نے سنن ترمذی کے حوالے سے اس کے مناسب حدیث لکھ دی ہے۔

## ۸- بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا

بِقَوْلِهِ ﴿وَيُرِيهِ الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرة: ۲۷۷-۲۷۸)۔  
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا ○ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دینے پر رہے ان کے لیے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ (البقرة: ۲۷۷-۲۷۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سود اگرچہ بہت زیادہ ہو لیکن اس کا انجام مال کی کمی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۵۲۸)

امام ابو منصور محمد بن محمد الماتری دی التونی ۳۳۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں "بصحق" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے باطل کہ باطل کو باطل کہنا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ مال جمع کرنے کا قصد کرتے ہیں اور ان پر بخل غالب ہوتا ہے تاکہ ان کے بعد ان کی اولاد اس مال سے نفع اٹھائے۔ اس وجہ سے وہ لوگوں کو مال کا صدقہ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اس سود لینے والے کو عذاب دے گا۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۰۲ 'مکتبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ)۔  
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سونین و تیرین کی قرین کی ہے جو نیک عمل کرتے ہیں اللہ پڑھتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں کہ ان کو آخرت میں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

۱۴۱۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ 'هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ' عَنْ أَبِيهِ 'عَنْ أَبِي صَالِحٍ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ' وَإِنَّ اللَّهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِينِهِ' ثُمَّ يُرَبِّئُهَا  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن منیر نے حدیث بیان کی انہوں نے ابو النضر سے سنا انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی اور وہ عبد اللہ بن دینار ہیں از والد خود از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے پاکیزہ کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا اور اللہ صرف پاکیزہ چیز کو قبول کرتا ہے اور بے شک



إِصَاحِبِهِ، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلَوْهٗ، حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ  
الْجَبَلِ.

اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر اس صدقہ کرنے والے کے لیے اس کو بڑھاتا رہتا ہے جیسا کہ کوئی شخص تم میں سے اپنے گھوڑے کے بچہ کو پالتا ہے حتیٰ کہ اس کا وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ عَنِ ابْنِ دِينَارٍ، وَقَالَ وَرَقَاءُ عَنِ  
ابْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.  
وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، وَسُهَيْلُ،  
عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى  
عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عبدالرحمان کی متابعت سلیمان نے کی ہے ابن دینار سے اور  
ورقاء نے کہا از ابن دینار از سعید بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ  
ازہ عنہ از نبی ﷺ اور اس کو مسلم بن ابی مریم نے اور زید بن اسلم نے اور  
سہیل نے از ابو صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ  
روایت کیا ہے۔

[لطف الحديث: ۷۳۰] (صحیح مسلم: ۱۰۱۳، الرقم المسلسل: ۲۳۰۵، سنن ترمذی: ۶۶۱، سنن نسائی: ۲۵۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۲، السنن الکبریٰ: ۲۳۰۴، صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۳۴-۱۳۳، الشریعہ الآجری ص ۳۲۱-۳۲۰، کتاب الاسماء والصفات ص ۳۲۸، شرح السنہ: ۱۶۳۲، مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۹۳۵، ج ۱ ص ۵۵۱، مؤسسة الرسالة بیروت)

## حدیث مذکور کے رجال

حدیث مذکور سے رجحان

(۱) عبد اللہ بن مزیر (۲) ابو النضر، ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے، یہ عمر بن عبید اللہ بن مر کے آزاد کردہ غلام ہیں، القریشی التمیمی ہیں (۳) عبد الرحمان بن عبد اللہ بن دینار مولیٰ عبد اللہ بن عمر (۴) ان کے والد عبد اللہ بن دینار ہیں (۵) ابو صالح ذکوان ازبیت السمان (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۸۸)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مہنت، ہمدردی، جس۔ پاکیزہ کار سے کھجور کے برابر صدقہ کیا۔

## مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: "بَعْدِلِ تَمْرَةٍ"۔ "عِدْل" کا معنی ہے: جو چیز کسی اور جنس کے برابر ہو علامہ خطابی نے کہا: جس چیز کی قیمت کھجور کے برابر ہو۔

”کب صبا“ جو پڑھنے والے ماسٹر اس کو سب کہتے ہیں اور انگریزی میں اس کا مطلب ہے صبح۔

اللہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے: اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے دائیں ہاتھ کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت ہوتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اچھی طرح قبول فرماتا ہے۔

”فلوہ“ گھوڑی کا ایک سال کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ کر چار اوغیرہ کھانے لگے۔

حتیٰ کہ وہ صدقہ پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے: یعنی میزان میں بہت ثقیل ہوتا ہے۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۳۹۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۸ھ)

\* حدیث مذکور 'شرح صحیح مسلم: ۲۲۳۸- ج ۲ ص ۹۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: مالِ حرام سے صدقہ کرنے کا حکم۔



مجھے اس مال کی حاجت نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۵ میں گزر چکی ہے۔  
 ۱۴۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
 أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بَشْرٍ قَالَ  
 حَدَّثَنَا أَبُو مُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مِجْلٌ بْنُ خَلِيفَةَ الطَّائِي قَالَ  
 سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَارِثٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ  
 كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ  
 رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا يَشْكُو الْعِيْلَةَ وَالْآخَرُ يَشْكُو  
 قَطْعَ السَّبِيلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ أَمَّا قَطْعُ السَّبِيلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيلٌ  
 حَتَّى تَخْرُجَ الْغَيْرُ إِلَى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيرٍ وَأَمَّا الْعِيْلَةُ  
 فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتَّى يَطُوفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ  
 لَا يَجِدُ مَنْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ ثُمَّ لَيَقْفَرَ أَحَدُكُمْ مَنْ يَدْرِي  
 اللَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تَرْجَمَانِ يَتَرَجَمُ  
 لَهُ ثُمَّ لَيَقُولَنَّ لَهُ أَلَمْ أُؤْتِكَ مَالًا؟ فَلَيَقُولَنَّ بَلَى أَلَمْ  
 لَيَقُولَنَّ أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُولًا؟ فَلَيَقُولَنَّ بَلَى فَيَنْظُرُ  
 عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا  
 يَرَى إِلَّا النَّارَ فَلَيَتَقَيَّنَ أَحَدُكُمْ النَّارَ بِبَيِّنَةٍ ثُمَّ يَقُولُ  
 فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

[اطراف الحديث: ۱۴۱۴-۳۵۹۵-۶۰۲۳-۶۵۳۹-۶۵۴۰]

۶۵۶۳-۴۳۴۳-۴۵۱۲] (صحیح مسلم: ۱۰۱۶، رقم المسلسل: ۱۰۳۱۰)

سنن ترمذی: ۲۳۱۵، سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۳-۱۸۵، جامع المسانید

جوزی: ۵۳۰۳، مکتبۃ الرشید ریاض: ۵۱۳۲ (۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم النبیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعدان بن بشر نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابو مجاہد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مجل بن خلیفہ الطائی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا آپ کے پاس دو مرد آئے ان میں سے ایک تنگ دستی کی شکایت کر رہا تھا اور دوسرا راستہ میں ڈاکے کی شکایت کر رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہا راستہ میں ڈاکے پڑنا تو تمہارے اوپر تھوڑے عرصہ کے بعد ایسا وقت آئے گا کہ ایک قافلہ مکہ سے بخیر کسی محافظ اور ضامن کے روانہ ہوگا اور رہی تنگ دستی تو قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص اپنے صدقہ کو لے کر گھومتا پھرے گا اور اسے اس صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا پھر تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوگا اور نہ کوئی ترجمانی کرنے والا ہوگا پھر اللہ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تم کو مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! پھر اللہ فرمائے گا: کیا میں نے تمہاری طرف رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ شخص کہے گا: کیوں نہیں! پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو صرف آگ کو دیکھے گا پھر وہ بائیں طرف دیکھے گا تو صرف آگ کو دیکھے گا پس تم میں سے ہر شخص کو دوزخ کی آگ سے بچنا چاہیے خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے اور اگر کھجور بھی دستیاب نہ ہو تو کوئی نیک بات کہنے سے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر الجعفی المسندی (۲) ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل (۳) سعدان بن بشر الجعفی (۴) ابو مجاہد ان کا نام سعد الطائی ہے (۵) مجل بن خلیفہ الطائی (۶) حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۹۳)  
 اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم میں سے ایک شخص

اپنے صدقہ کو لے کر گھومتا پھرے گا اور اسے اس صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا۔

## مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ”العيلة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی شخص کا تنگ دست اور محتاج ہونا جو شخص اپنے یتیم بچوں کو چھوڑ کر مر جائے اس کو ”عائل“ کہتے ہیں۔

”قطع السبیل“ ڈاکوؤں کی وجہ سے راستہ کا منقطع ہو جانا۔ ڈاکو وہ ہوتا ہے جو دن دھاڑے ڈاکے ڈالتا ہے اور چوروہ ہوتا ہے جو رات کو چھپ کر مال چراتا ہے ہمارے زمانہ میں اب چوریاں تقریباً متروک ہو گئی ہیں اب سرعام شاہراہوں، بھڑے پڑے بازاروں، مارکیٹوں اور گلیوں میں ٹی ٹی اور کلاشنکوف دکھا کر لٹیرے لوٹ لیتے ہیں اور مزاحمت کرنے پر فوراً گولی مار دیتے ہیں۔

”العیر“ تجارتی قافلہ یہ پہلے زمانہ میں اونٹوں اور بیلوں پر مشتمل ہوتا تھا اب ٹرک اور کنٹینرز پر اور بحری جہازوں کے ذریعہ تجارتی مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔

”خفیر“ قافلہ کو ڈاکوؤں سے محفوظ رکھنے کے لیے جو محافظ جاتے ہیں، آج کل کنسٹبلز کے ساتھ پولیس کے دستے ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں بھی صدقہ کرنے کی ترغیب ہے، اور یہ کہ نیکی کی بات یا نیکی کا کام خواہ کم ہو، اس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۲۴۴- ج ۲ ص ۹۴۰- ۹۳۹' میں مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان ہیں:

① مسجد میں چندہ کرنا ② بدعت حسنہ پر استدلال۔

۱۴۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو  
أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَعْرِفُ الرَّجُلُ  
فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَتَّخِذُهَا  
مِنْهُ وَيَرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتَّبِعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يُلْذَنُ  
بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ.

زیادہ ہوں گی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۲، الرقم المسلسل: ۲۳۰۱، جامع السانید لابن جوزی: ۳۹۵۶، مکتبہ الرشیدیہ، ۱۳۲۷ھ)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء ابو کریب، یہ ۲۴۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ اللیشی (۳) برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری (۴) ابو بردہ، ان کا نام عامر ہے اور ایک قول کے مطابق الحارث بن ابی موسیٰ الاشعری ہے (۵) حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۹۵)

چالیس عورتیں جو ایک مرد کے زیرِ کفالت ہوں گی، ان کی تفصیل، اس دور کا بیان -----

اور پچاس عورتوں کی حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس عورتیں ہوں گی۔ ان چالیس عورتوں میں اس کی بیویاں، اس کی باندیاں،



اس کی محرم عورتیں اور رشتہ دار عورتیں ہوں گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں لوگوں کے پاس بہت مال ہوگا اور انہیں زکوٰۃ قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور کفار کو قتل کر چکے ہوں گے اور روئے زمین پر کوئی کافر نہیں ہوگا اور اس زمانہ میں آسمان سے زمین کی طرف برکتیں نازل ہوں گی اور لوگ بہت کم ہوں گے اور وہ کسی مال کا ذخیرہ نہیں کریں گے کیونکہ ان کو علم ہوگا کہ عنقریب قیامت آنے والی ہے اور اس وقت زمین کی پیداوار میں بھی برکت ہوگی حتیٰ کہ ایک انار کھا کر پورا گھر سیر ہو جائے گا اور پہلے بادشاہوں نے زمین میں جو خزانے دفن کیے ہوں گے زمین ان خزانوں کو اگل دے گی اور مال اتنا زیادہ ہوگا کہ لوگ اس میں بالکل رغبت نہیں کریں گے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے پہلے صحیح البخاری: ۸۱ میں یہ حدیث گزری ہے کہ پچاس عورتوں کا ایک منتظم ہوگا اور اس حدیث میں ہے کہ چالیس عورتوں کا ایک کنیل ہوگا اور یہ تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چالیس عورتوں کے عدد کی تخصیص سے زائد کی نفی نہیں ہوتی۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۹۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک کھجور کا ٹکرا

۱۰ - بَابُ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ

عرقہ کر کے اور تھوڑا صدقہ کر کے

تَمْرَةٍ وَالْقَلِيلِ مِنَ الْحَقِّقَةِ

۱۔ جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اوپچی زمین پر ایک باغ کی طرح ہے جس پر زوردار بارش ہو تو وہ اپنا پھل دگنا دے پھر اگر بارش نہ ہو تو اسے شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے O کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا بہ رہے ہوں اس کے لیے اس باغ میں ہر قسم کے پھل ہوں۔ (البقرہ: ۲۶۶-۲۶۵)

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَبَرٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطُلٌّ وَاللَّهُ بَصِيرٌ تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ O أَيَوَّدُ أَحَدُكُمْ أَنَّ تَكُنَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَكَ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ﴿۲۶۶﴾ (البقرہ: ۲۶۵-۲۶۶)۔

اللہ کی رضا جوئی کے لیے مال خرچ کرنے کی سررشتہ

(۱) البقرہ: ۲۶۵ میں اللہ کی رضا جوئی اور اپنے دلوں کو اسلام پر مضبوط رکھنے کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو احکامِ شریعت پر عمل کرنے کا عادی بنائیں اور اپنے نیک اعمال کو ایسی نیعتوں اور ایسے کاموں سے محفوظ رکھیں جن سے وہ نیک اعمال فاسد ہو جائیں ایسی نیعتوں میں ریاء کاری اور دکھاوے کی نیت ہے اور ایسے کاموں میں صدقہ لینے والے پر احسان جتانا اور طعنہ دے کر اسے تکلیف پہنچانا ہے۔

(۲) دل کا ثابت قدم رہنا صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے اس کا دل اس وقت تک مطمئن اور مضبوط نہیں ہوتا جب تک اس کا خرچ کرنا محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے نہ ہو جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا اور مشرکوں نے کہا کہ ضرور بلال نے ابو بکر پر کوئی احسان کیا ہوگا جس کا بدلہ اتارنے کے لیے اتنی بھاری قیمت ادا کر کے بلال کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر کی مدح میں فرمایا:

وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَكَ مِنْ نِعْمَةٍ تُبْذَرُ إِلَّا ابْتِغَاءً  
وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ وَلَوْ يَرَىٰ ۙ (البقرہ: ۲۱۱-۱۹)

اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ۝ وہ  
صرف اپنے رب کی رضا کے لیے (اپنا مال خرچ کرتا ہے) جو سب  
سے بلند ہے ۝ اور ضرور وہ عنقریب (اپنے رب سے) راضی ہو

گا

(۳) جب انسان بار بار اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتا ہے تو اللہ کی رضا جوئی اس کی فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے اور اگر کبھی اس سے  
کسی نیک کام میں غفلت بھی ہو جائے تو اس کا دل فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہی اسلام پر ثابت قدم رہنے کا وہ  
مرتبہ ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔

(۴) مخلصین جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو ان کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عمل کو ضائع نہیں کرے گا اور ان کو  
جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید ہے وہ پوری ہوگی اور مخلصین کا آخرت پر یقین رکھنا ہی اسلام پر ثابت قدمی سے عبارت ہے۔

(۵) مخلصین جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو اپنے مال کو صحیح منصرف میں خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے راستہ میں لگاتے  
ہیں اور خوب چھان بین کر کے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کا مال کہیں اللہ کی نافرمانی اور کسی  
گناہ کے کام میں نہ لگ جائے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اسلام پر ثابت قدمی کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی راہ  
میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتا کر اس کا اجر ضائع کرنے کی مثال

البقرہ: ۲۶۶ میں فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو اور اس کے نیچے دریا  
برہے ہوں اس کے لیے اس باغ میں قسم کے پھل ہوں اس کو بڑھایا آ جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو (اچانک)  
اس باغ میں گرم ہوا کا ایک گولہ آئے جس میں آگ ہو اور وہ جل جائے۔

اس آیت میں صدقہ و خیرات کر کے اس پر احسان جتا کر اس کے اجر سے محرومی کی مثال ہے کہ جس شخص کا بہت  
پھل دار باغ ہو وہ جب بوڑھا اور کمانے سے عاجز ہو اور اس پر اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کا بھی بوجھ ہو تو اس وقت اس کو  
اس باغ کے بہت سخت ضرورت ہوگی ایسے میں اگر وہ باغ کسی آگ والے گولے سے جل جائے تو اس کے نقصان اور محرومی کا کیا عالم  
ہوگا۔ اس طرح انسان اگر اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو بہت خیرات دے اور اس کو یہ خیرات آخرت میں  
جب وہ نیک عمل کرنے سے باز نہ کرے گا اور اس کو نیکیوں پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نیکی کے  
ملنے کا امکان نہیں ہوگا اور اس کی واحد امید وہ صدقہ و خیرات ہوں جو اس نے دنیا میں کیے تھے پھر اس کو اچانک معلوم ہو کہ اس نے جو  
ان صدقات پر احسان جتایا تھا اور فقراء کو طعنے دے کر اذیت پہنچائی تھی اس سے وہ تمام صدقات ضائع ہو چکے ہیں تو اس شخص کی محرومی  
اور مایوسی کا کیا عالم ہوگا۔ (بیان القرآن ج ۱ ص ۹۹۹-۹۹۸ فرید بک اسٹال لاہور۔ ۲)

۱۴۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَصْرِيُّ قَالَ  
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي  
مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعید نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو النعمان الحکم نے حدیث  
بیان کی اور وہ ابن عبد اللہ البصری ہیں انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ  
نے حدیث بیان کی از سلیمان از ابو وائل از حضرت ابو مسعود رضی اللہ

الصَّدَقَةُ كُنَّا نَحَامِلُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيرٍ فَقَالُوا مُرَاءِي وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوا إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعٍ هَذَا فَنَزَلَتْ مِنَ الَّذِينَ يَلْزِمُونَ السُّطُورَ عَيْنٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ (التوبہ: ۷۹) الْآيَةُ.

وہ بیان کرتے ہیں کہ جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی تو ہم بوجہ اٹھا کر (اجرت حاصل کرتے) پس ایک شخص آیا اور اس نے بہت زیادہ صدقہ کیا تو منافقین نے کہا: یہ ریاء کا رہے پھر ایک شخص آیا جس نے ایک صاع (چار کلو گرام) صدقہ کیا تو انہوں نے کہا: اللہ اس صاع سے مستغنی ہے تب یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ ان مسلمانوں کو طعنہ دیتے ہیں جو دل کھول کر صدقہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو جن کو سوائے اپنی محنت مزدوری کے کچھ میسر ہی نہیں۔

[الطراف الحدیث: ۱۴۱۶-۲۲۷۲-۳۶۶۸-۳۶۶۹]

(صحیح مسلم: ۱۰۱۸، الرقم المسلسل: ۲۳۱۷، سنن نسائی: ۲۵۲۷)

سنن کبریٰ: ۱۱۲۲۳، سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۵)

(التوبہ: ۷۹)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید اللہ بن سعید بن یحییٰ بن برد ابوقد امہ البشیری یہ ۲۳۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابو النعمان الحکم بن عبد اللہ الانصاری (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) سلیمان بن مہران الأعمش (۵) ابو وائل شقیق بن سلمہ (۶) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ ان کا نام عقبہ الانصاری ابدری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۳۹۸)

### منافقین کے استہزاء کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس اوقیہ سونالے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ایک انصاری مرد ایک صاع غلہ لے کر آئے تو بعض منافقین نے کہا: عبد الرحمان بن عوف تو صرف ریاء کاری اور دکھاوے کے لیے سونالے کر آئے ہیں۔ اس انصاری نے کہا: اور اس رسول اس ایک صاع سے مستغنی ہیں۔

۱۴۱۶ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقِ بْنِ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ بِصَدَقَةٍ سَأَلَ أَحَدَنَا أَلَا تَرَى الشَّمْلَ فَتَصَدَّقَ لِمَا تَرَى لِبَعْضِهِمْ الْيَوْمَ لِمِائَةِ أَلْفٍ

امام بخاری اس آیت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الأعمش نے حدیث بیان کی: شقیق از حضرت مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ کہ جب رسول اللہ ﷺ ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیتے تو ہم میں سے ایک شخص ہوتا کہ اس کی طرف اشارہ کرتا اور محنت مزدوری کرتا تو اسے ایک کلو گرام غلہ ملتا اور آج ان میں سے ایک کے پاس ایک لاکھ درہم ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۱۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے عبد اللہ بن معقل سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے

يَقُولُ اِشْقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ ثَمَرَةٍ.

بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ  
دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ)  
-

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۱۳ میں گزر چکی ہے۔

١٤١٨ - مَعَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ  
 اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ  
 اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ  
 اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا  
 تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَسْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا  
 إِيَّاهَا فَتَقَسَّمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ  
 قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مَنِ الْيَوْمَ مِنَ الْيَوْمِ  
 بِشْيءٍ كُنَّ لَهُ يَسْتَرًا مِنَ النَّارِ. [طريق الحديث: ٥٩٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی 'انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری 'انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک عورت داخل ہوئی اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں اس نے سوال کیا 'پس میرے پاس ایک کھجور کے سوا کوئی چیز نہیں تھی 'پس میں نے وہ کھجور ہی اس کو دے دی 'اس عورت نے اس کھجور کو اپنی دو بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود اس سے نہیں لایا ' وہ کھڑی کر پھر گئی 'پھر نبی ﷺ ہمارے پاس آئے 'پس میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: جو کوئی ان بیٹیوں کی کفالت میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب بن جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۹، الرقم المسلسل: ۵۷۰ سنن: ۱۰۱۵، باب: ۱۱، سنن: ج ۸ ص ۳۷۸، شعب الایمان: ۱۰۱۹، شرح السنہ:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو اپنی بیٹیوں میں تقسیم کر۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

کون سا صدقہ افضل ہے؟ برمال کے فضائل مند  
اور تندرست آدمی کا صدقہ

۱۱ - بَابُ أَيْ صَدَقَةِ الْفِئَةِ

وَصَدَقَهُ الشَّحِيحُ الصَّحِيحُ

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے۔ (النفاقون: ۱۰)

بِقَوْلِهِ ﴿وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ (المنافقون: ١٠) الْآيَةَ.

اس آیت میں اس سے ڈرایا ہے کہ انسان صدقہ و خیرات کرنے میں اتنی تاخیر کرے کہ اس کو موت آ جائے اور اس باب کا عنوان ہے: جو انسان تندرست ہو اور مال کا خواہش مند ہو وہ اپنے نفس سے جہاد کر کے اس خوف سے صدقہ و خیرات کرے کہ کہیں اس کو اچانک موت نہ آ جائے تو ایسے شخص کا صدقہ و خیرات کرنا افضل ہے اور یہ اس آیت اور باب کے عنوان میں مناسبت ہے۔



وَقَوْلِهِ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِئْدَةٍ﴾ (البقرہ: ۲۵۴) **الآیۃ۔**  
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں کوئی خرید و فروخت نہیں ہوگی۔ (البقرہ: ۲۵۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ مسلمان اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کریں تاکہ وہ اپنے رب کے پاس اپنے اجر کا ذخیرہ کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے کہ جس میں کسی چیز کا کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا نہ کسی کی دوستی کام آئے گی نہ کسی کے لیے شفاعت کام آئے گی یعنی کافروں سے عذاب کے بدلہ نہ کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کسی سے دوستی اور شفاعت ان کے کام آئے گی اور کافر ہی ظالم ہیں۔ اس آیت کی مزید تفسیر بہاری تفسیر، تبیان القرآن البقرہ: ۲۵۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۱۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَتَّاعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَكْثَرُ أَجْرًا؟ قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَبِيحٌ وَبَرِيحٌ تَخُوشِي الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُسَهِّلَ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحَافَةُ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ [طرفہ الحدیث: ۲۷۴۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمارہ بن القتاع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو زرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا صدقہ کا زیادہ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو تمہیں تنگ دستی کا خطرہ ہو اور تم خوش حالی کی امید رکھتے ہو اور صدقہ کرنے میں اتنی دھیل نہ دو حتیٰ کہ روح تمہارے حلقوم تک پہنچ جائے تو پھر تم اس وقت کہو کہ فلاں کے لیے اتنا ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے اور اب تو فلاں کے لیے ہو ہی جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۲، رقم المسلسل: ۲۳۴۳، سنن ابوداؤد: ۲۸۶۵، سنن نسائی: ۲۵۴۲، سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۶، الادب المفرد: ۷۷۸، مسند ابویعلیٰ: ۶۰۹۲، معجم: ۲۲، طب: ۲۰، مجمع: ۷۱۵، سنن: ۱۲، مؤسسة التراث: بیروت، جامع مسانید: بیروت، ۱۴۲۰ھ، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المنقری (۲) عبد الواحد بن زیاد ابوبشر (۳) عمارہ بن القتاع ابن شبرمہ (۴) ابو زرہ ان کا نام حرم ہے اور عبد الرحمن اور عمرو کے بھی اقوال ہیں (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۴۰۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو سو اس حال میں صدقہ کرنے کا زیادہ اجر ہے اور یہی صدقہ دوسرے صدقات سے افضل ہے۔

**افضل صدقہ کا مصداق اور صحت اور مال کی خواہش کے وقت صدقہ کی فضیلت کی توجیہ**

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص آیا یہ شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ انہوں نے

سوال کیا تھا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: پانی پلانا، تو انہوں نے کہا: یہ مدینہ میں آلِ سعد کی سبیل ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۷، المعجم الکبیر: ۶۳۶۸)

آپ نے فرمایا: اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست ہو اور مال کے خواہش مند ہو کیونکہ ان دونوں حالتوں میں صدقہ کرنا نفس پر بہت دشوار ہوتا ہے اسی لیے اس حالت میں صدقہ کرنا سب سے افضل ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت صدقہ کرنا سب سے افضل ہے جب تم زندہ اور تندرست ہو اور تمہیں مال کی ضرورت ہو نہ اس وقت جب تم بیمار ہو اور موت کی دہلیز پر ہو کیونکہ اس وقت تو مال تمہاری ملکیت سے نکل جائے گا اور دوسروں کے متعلق ہو جائے گا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انسان اپنی زندگی میں ایک درہم خیرات کرے تو وہ موت کے وقت سو درہم خیرات کرنے سے افضل ہے اس لیے صدقہ کی فضیلت کی یہ شرط ہے کہ انسان صحت مند ہو اور اس مال کی ضرورت ہو اس وقت اسے اس مال کو خرچ کرنے سے قنق ہو گا کیونکہ اس کو لمبی زندگی کی امید ہوگی اور وہ فقر سے ڈرتا ہوگا۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۳۹۳، شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۴۰۴، ملخصاً)

\* یہ حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۲۷۸- ج ۲ ص ۹۵۵ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

باب

۰۰۰۔ باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور ہر باب کے لیے ایک مناسب عنوان دیا ہے۔

۱۴۲۰ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحْرًا؟ لَمْ يَكُنْ يَدًا. فَاخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا، فَكَانَتْ سَوْدَةً أَطْوَلُهَا بَدًا، فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّا كَانَتْ طَوَّلَ بَدِهَا الصَّدَقَةُ وَكَانَتْ أَسْرَعَ لُحْرًا مِنْهَا، وَكَانَتْ أَكْبَرَ الصَّدَقَةِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از فراس از الشعبی عن مسروق عن عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی ﷺ کی کسی زوجہ نے نبی ﷺ سے پوچھا: ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرے گی؟ آپ نے فرمایا: جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے پھر ازواج سرکنڈے سے اپنے ہاتھوں کی پالش کرنے لگیں تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے تھے ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سب سے پہلے صدقہ کرنا تھی اور وہ آپ سے سب سے پہلے حاصل ہوئی تھیں اور وہ صدقہ کرنے سے محبت کرتی تھیں۔

(صحیح مسلم: ۲۳۵۲، الرقم للسلسل: ۶۱۹۹، جامع المسانید لابن

جوزی: ۷۲۳۸، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کو صرف امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری کا اپنی روایت میں حضرت زینب کی جگہ حضرت سودہ کا ذکر کرنا

علامہ ابوالحسن علی خلیفہ ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام بخاری سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر ساقط ہو گیا، صحیح مسلم کی عبارت اس طرح ہے: حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پس حضرت زینب کے ہاتھ سب سے لمبے تھے اور وہ صدقہ کرنے سے محبت کرتی تھیں۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ علامہ نووی کی عبارت اس طرح ہے: امام بخاری نے ”کتاب الزکوۃ“ میں ایسی عبارت لکھی ہے جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ سے ملنے والی حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور یہ وہم بالا جماع باطل ہے۔ (صحیح مسلم بشرح ابنود ج ۱ ص ۶۳۸۶)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوئی تھیں امام بخاری کی روایت اس کے خلاف ہے اہل علم کے درمیان معروف ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش کی وفات ہوئی علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں بعض راویوں سے غلطی ہوئی اور امام بخاری پر تعجب ہے کہ وہ اس غلطی پر کیسے متنبہ نہیں ہوئے اور نہ شارحین متوجہ ہوئے اور نہ علامہ خطابی متوجہ ہوئے کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ سب سے پہلے مجھ سے سودہ ملیں گی اس میں غم نہوت ہیں اور یہ ان کا وہم ہے کیونکہ سب سے پہلے حضرت زینب فوت ہوئیں اور حضرت سودہ زندہ رہیں حتیٰ کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں ۴۵ھ میں فوت ہوئیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۰۶)

اس حدیث میں نبی ﷺ کا اشیاء جبرائیلہ اور حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی غیبت کا بیان ہے۔

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۹۹۳۔ ج ۱ ص ۱۹۔ پر مذکور۔ اس کی شرح کے تفصیلات حسب ذیل ہیں:

- ① حضرت زینب بنت جحش کی خصوصیات ② حضرت زینب بنت جحش کی سوانح ③ کفو کا لغوی معنی ④ کفو کا اصطلاحی معنی ⑤ کفو کی تحقیق ⑥ غیر کفو میں نکاح کی بحوث ⑦ قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا بیان ⑧ جمہور فقہاء کے نزدیک عام مخصوص عند البعض کا حجت ہونا ⑨ ”احل لکم ما وراء ذالک“ میں ”ما وراء“ کا عموم ⑩ ”احل لکم ما وراء ذالک“ کے عموم سے فقہاء کا استدلال ⑪ ”فانکحوا ما وصا لکم من النساء“ میں ”ما وراء“ کے عموم سے فقہاء کا استدلال ⑫ ”وانکحوا الا بائنی منکم“ (الایۃ) سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ⑬ غیر کفو میں نکاح کا جواز سادات کرام کی تعظیم و تکریم کے منافی نہیں ہے ⑭ ”ولا جناح علیکم ان تنکحواھن“ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ⑮ آیت تحلیل سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ⑯ ”ان کرہکم منہ الله اتفاقہم“ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ⑰ استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب ⑱ ”وما کان المؤمن ولا المؤمنۃ“ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ⑲ ”وانکحوا من خیر من غیرک“ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا جزئیہ ⑳ ”افنجد المسلمین کابحر مین“ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ㉑ ”وللہ العزۃ والرسولہ وللمؤمنین“ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال ㉒ عہد رسالت میں غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں میں سے چند نکاحوں کا بیان ㉓ غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی ایک توجیہ کا جواب ㉔ اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث ㉕ اسلام اور اچھے اخلاق کی بناء پر رشتہ دینے کا حکم عام ازیں کہ کفو ہو یا غیر کفو ㉖ سیدات کا غیر فاطمیوں کے ساتھ نکاح کا بیان ㉗ حضرت سیدہ ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کا بیان ㉘ حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین کے غیر فاطمی جوانوں سے نکاح کا بیان ㉙ حسن ثنی کی صاحب زادیوں کے نکاحوں کا بیان ㉚ سیدات کے غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی توجیہ کا بیان ㉛ نکاح کی وجہ سے عورت کی تذلیل کی تحقیق ㉜ غیر کفو میں نکاح کے انعقاد کے لیے صرف ولی اقرب کا

راضی ہونا کافی ہے (۳۶) اعتبار کفو کی روایات کی فنی حیثیت (۳۷) تحریم کا مدار اس دلیل پر ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو (۳۸) نکاح غیر کفو میں مذاہب اربعہ (۳۹) ہاشمیہ کا غیر ہاشمی سے نکاح کا جزئیہ (۴۰) نکاح غیر کفو اور حلالہ کا جزئیہ (۴۱) نکاح غیر کفو اور علامہ ابن ہمام (۴۲) نکاح غیر کفو میں متمنف کا موقف اور حرف آخر۔

\* نکاح غیر کفو کی یہ بحث 'شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۱۰۵-۱۰۲۰ تک پھیلی ہوئی ہے' شرح صحیح مسلم کے چودہ سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور مخالفین اس میں مذکور دلائل کے جواب دینے سے الحمد للہ آج تک عاجز رہے ہیں۔

دکھا کر صدقہ دینا

## ۱۲۔ بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ

امام بخاری نے اس عنوان کے ثبوت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی 'صرف درج ذیل آیت پیش کرنے پر اکتفاء کیا ہے:

وَقَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (البقرہ: ۲۷۴) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ رات اور دن میں خفیہ اور علانیہ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تو ان کے رب کے پاس ان کے لیے اجر ہے نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (البقرہ: ۲۷۴)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس عنوان کے تحت صرف آیت لکھ کر یہ اشارہ کیا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۷۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: یہ باب علانیہ صدقہ کے بارے میں ہے 'امام بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق اس موضوع کی کوئی حدیث نہیں ملی' اس لیے انہوں نے اس آیت پر قناعت کر لی۔

(عمدة القاری ج ۸ ص ۴۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جو صدقہ فرض ہو اس کو علانیہ اور دکھا کر دینا فرض ہے اور یہ طور پر دینا افضل ہے اور جائز دونوں طرح ہے امام بخاری نے دکھا کر صدقہ دینے کے متعلق احادیث کی تلاش کی کہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں تھیں۔

## علانیہ صدقہ کے ثبوت میں احادیث

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم درہ کے بتدائی حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے ناگاہ آپ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی جو گھبراہٹ سے بھاگتے ہوئے تھے میں چڑھ کر ان سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ ان کے پاس سے ایک شخص نکلا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیروں پر غصہ کر رہا تھا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا۔ (النساء: ۱) آپ نے یہ آیت پوری پڑھی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کل قیامت کے لیے کیا بھیج رہا ہے۔ (الحشر: ۱۸) لوگ درہم دینا اپنے کپڑے گندم اور جو ایک صاع (جو چار کلو گرام کے اندازہ کے موافق ہوں) صدقہ کریں خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو انصار میں سے ایک شخص تھیلی لے کر آئے جس کے اٹھانے سے ان کا ہاتھ تھک رہا تھا اس کے بعد لوگوں کا تانتا بندھ گیا یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑے کے دو ڈیرہ دیکھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خوشی سے متمار ہا تھا یوں لگتا تھا جیسے آپ کا چہرہ سونے کا ہو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرے اسے اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی اجر ملے گا اور



ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی بُرے عمل کی ابتداء کی اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۱۷، سنن نسائی: ۲۵۵۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں کے سامنے نفلی صدقہ کی اپیل کی اور مسلمانوں نے سب کے سامنے صدقہ و خیرات میں مال دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نفلی صدقہ دکھا کر دینا جائز بلکہ مستحب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار درہم تھے انہوں نے ایک درہم رات کو صدقہ کیا اور ایک درہم دن کو صدقہ کیا، ایک درہم چھپا کر صدقہ کیا اور ایک درہم علانیہ صدقہ کیا تب یہ آیت نازل ہوئی:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْئِيلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً. (البقرہ: ۲۷۴)

(الجم الكبير: ۱۱۱۶۳، حافظ الہی نے کہا: اس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے جس کا نام عبد الوہاب بن مجاہد ہے، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۲۲، دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۲ھ)

علامہ ابوالیمان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فرضیہ کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی مختار ہیں۔ ہم بھی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور قاضی ابویعلیٰ کا بھی یہی مختار ہے نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ نفلی صدقہ کو خفیہ طریقہ سے دینا افضل ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ نفلی صدقہ کو خفیہ طریقہ سے دینا علانیہ طریقہ سے دینے سے ستر درجہ افضل ہے اور صدقہ فرضیہ کو علانیہ دینا خفیہ طریقہ سے دینے سے پچیس درجہ افضل ہے۔ زجاج نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں زکوٰۃ کو خفیہ طور پر دینا بھی احسن تھا لیکن اب لوگ بدگمانی کرتے ہیں اس لیے زکوٰۃ کو ظاہر کر کے دینا افضل ہے، علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ خفیہ اور علانیہ صدقہ کرنے کی ایک دوسرے پر فضیلت کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۸۸-۶۸۹، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۲ھ)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خفیہ عمل علانیہ سے افضل ہے اور جو شخص اس کا امتثال کرے اس کے لیے ستر درجہ افضل ہے۔ (شعب الایمان: ۷۰۱۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ چیز جو تم نے زمین کی ہے اس کا علانیہ کرنا افضل ہے۔ (شعب الایمان: ۷۰۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن نبی ﷺ کے ساتھ حاضر تھا اور اگر میں کم عمر نہ ہوتا تو میں آپ کے ساتھ نہ ہوتا، آپ اس جھنڈے کے پاس گئے جو کثیر بن الصلت کے گھر پر لگا ہوا ہے پھر آپ نے خطبہ دیا، پھر آپ خواتین کے پاس گئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور نصیحت کی اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا، پس میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے حضرت بلال کے کپڑے میں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ صحیح البخاری: ۹۸ میں ہے کہ عورتیں اس کپڑے میں اپنے کانوں کی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈال رہی تھیں۔ (صحیح البخاری: ۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ خواتین نے عید کے اجتماع میں سب کے سامنے صدقہ دیا اور یہ علانیہ صدقہ کرنے کی واضح دلیل ہے۔

ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو نمبر: ۷۳۲۴-۵۸۸۱-۵۸۸۲-۵۸۸۳-۵۸۸۴-۵۸۸۵-۵۸۸۶-۵۸۸۷-۵۸۸۸-۵۸۸۹-۵۸۹۰-۵۸۹۱-۵۸۹۲-۵۸۹۳-۵۸۹۴-۵۸۹۵-۵۸۹۶-۵۸۹۷-۵۸۹۸-۵۸۹۹-۵۹۰۰

۹۷۵-۹۷۳-۹۷۲ اور ۸۶۳ پر بھی روایت کیا ہے اور کسی جگہ اس حدیث سے علانیہ صدقہ کرنے پر استدلال نہیں کیا حالانکہ یہ استنباط بالکل ظاہر ہے اور امام بخاری بہت خفی مسئلہ کا بھی حدیث سے استنباط کر لیتے ہیں 'نجانے اس طرف ان کی توجہ کیوں نہیں گئی اور نہ بخاری کے مشہور شارحین میں سے علامہ خطابی 'علامہ ابن بطلال 'علامہ ابن جوزی 'علامہ عسکدانی اور علامہ بیہقی نے اس طرف توجہ کی 'یہ اللہ تعالیٰ کا اس گناہ گار کم علم اور نا کارہ پر خصوصی کرم ہے کہ اس نے میرے ذہن کو علانیہ صدقہ پر استدلال کرنے کے لیے اس حدیث کی طرف متوجہ کیا۔ واللہ الحمد۔

### خفیہ طور پر صدقہ کرنا

### ۱۳۔ بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو ثابت کرنے کے لیے ایک حدیث معلق اور قرآن مجید کی ایک آیت کا ذکر کیا ہے:

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ بِشِمَالِهِ مَا صَنَعَتْ يَمِينُهُ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اور وہ شخص جس نے خفیہ طریقہ سے صدقہ کیا حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا کیا ہے۔

اس تعلق کے موافق متصل حدیث صحیح البخاری: ۱۴۲۳ میں عنقریب آرہی ہے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿إِنْ تَبَدُّوا لِنَارٍ فَسُجَّادًا﴾

یہ بات ہے کہ ان کو مخفی رکھو اور فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (البقرہ: ۲۷۱)۔

### خفیہ طور پر صدقہ دینے کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا تو وہ ہنس لگی پھر اللہ نے پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور ان کو زمین کے اوپر سب کیا تو پھر زمین میں ٹہرنے والوں کو پہاڑوں کی تخلیق پر تعجب ہوا اور پوچھا: یا اللہ! کیا ٹھیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے۔ فرمایا: ہاں! لوہا! ارمتوں سے پوچھا: کیا کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! پانی! فرشتوں نے پوچھا: کیا کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ ابن آدم جو اپنے دائیں ہاتھ سے بھی چھو کر مرنے لگتا ہے (یہ عمل ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے)۔ (سنن ترمذی: ۳۳۶۹، شعب الایمان: ۳۴۳۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پوچھنا طریقہ سے سدا دینا رب کے نسب کو بچھا دیتا ہے اور صلہ رحم (رشتہ داری نبھانا) عمر میں اضافہ کرتا ہے اور نیکی کا فعل بُری موت سے بچاتا ہے۔ (شعب الایمان: ۳۴۳۲)

### جب لاعلمی میں کسی غنی

### ۱۴۔ بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى

### پر صدقہ کیا گیا

### غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

۱۴۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں

وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقَ عَلَى سَارِقٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ غَنِيِّ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصَدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ فَأَتَى فَقِيلَ لَهُ أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّانَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زَنَاهَا وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَغْتَرُّ فَنُفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی نے کہا: میں ضرور صدقہ کروں گا وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا پھر اس کو ایک چور کے ہاتھ پر رکھ دیا صبح کو لوگوں نے کہا: ایک چور پر صدقہ کیا گیا ہے اس آدمی نے کہا: اللہ کے لیے حمد ہے میں ضرور صدقہ کروں گا پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا پھر اس کو ایک زانیہ کے ہاتھوں پر رکھ دیا پھر صبح کو لوگوں نے کہا: زانیہ پر صدقہ کیا گیا ہے اس نے کہا: اے اللہ! زانیہ پر صدقہ کی وجہ سے تیرے لیے حمد ہے میں ضرور صدقہ کروں گا پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا اور اس کو ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ دیا پھر صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ غنی پر صدقہ کیا گیا ہے اس نے کہا: چور پر اور زانیہ پر اور غنی پر صدقہ کی وجہ سے تیرے لیے حمد ہے پھر اس نے غیب سے آواز سنی: تم نے جو چور پر صدقہ کیا تھا تو ہو سکتا ہے کہ وہ چوری سے باز آ جائے اور تم نے جو زانیہ پر صدقہ کیا تھا تو ہو سکتا ہے کہ وہ زنا سے باز آ جائے اور تم نے جو غنی پر صدقہ کیا تھا تو ہو سکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے اور وہ اس مال سے صدقہ کرے جو اللہ نے اس کو عطا کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۲، الرقم للسلسل: ۲۲۵۱، صحیح ابن حبان: ۳۳۵۶، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۱، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۲، طبع قدیم مسند احمد: ۸۲۸۲، ج ۱۳ ص ۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی ۵۰۳۲، مکتبۃ الشریعۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا تو اس کو ایک غنی کے ہاتھ پر رکھ دیا اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں تین قسم کے لوگوں کو صدقہ دینے کا ذکر ہے پھر غنی کی کیا خصوصیت ہے کہ عنوان میں اس کا ذکر کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غنی پر صدقہ کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اس نے غنی کو فقیر گمان کر کے اس پر زکوٰۃ دے دی پھر اس کو معلوم ہوا کہ یہ غنی تھا تو غنی فقہاء کے نزدیک اپنی زکوٰۃ دہرائے گا اور جو فقیر جو غنی پر صدقہ دے گا وہ اس کو زکوٰۃ دینا بالاتفاق جائز ہے۔

حدیث میں مذکور بعض جملوں کی وضاحت اور لاعلمی میں غیر مستحق کو زکوٰۃ ادا کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس نے چور کے ہاتھ پر زکوٰۃ رکھ دی: یہ اس پر محمول ہے کہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ چور ہے۔

صبح کو لوگوں نے کہا کہ چور پر صدقہ کیا گیا ہے: یعنی ان لوگوں نے کہا جن کے درمیان وہ شخص رہتا تھا۔

اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے: اس نے یہ جملہ یا تو بہ طور انکار کہا یا بہ طور تعجب کہا اس نے اس وجہ سے اللہ کا شکر ادا کیا کہ لاعلمی میں اس نے چور سے بدتر شخص کے ہاتھ پر صدقہ نہیں رکھا یا اس کو تعجب ہوا کہ میں نے کس کے ہاتھ میں لاعلمی میں صدقہ رکھ دیا اور اللہ کی حمد کی کہ وہ لاعلمی کے عیب سے پاک ہے۔

اے اللہ! زانیہ پر صدقہ کرنے کی وجہ سے تیری حمد ہے: اس کو تعجب ہوا کہ میں نے لاعلمی میں زانیہ کے ہاتھ پر صدقہ رکھ دیا اور اس نے اللہ کی حمد اس لیے کی کہ یہ میرا ارادہ نہیں تھا کہ میں زانیہ کو صدقہ دوں! یہ اللہ کا ارادہ تھا اور اللہ کا ہر کام عمدہ اور قابل تعریف ہوتا ہے وہ کفار اور فساق اور فجار کا بھی رب ہے ان کو بھی روزی دیتا ہے۔

اس نے غیب سے آواز سنی: ہو سکتا ہے اس نے خواب میں یہ آواز سنی ہو یا بیداری میں حاتف کی آواز سنی ہو یا اس کو اس زمانے کے نبی نے خبر دی ہو یا کسی عالم نے فتویٰ دیا ہو۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی کو فقیر سمجھ کر اس کو زکوٰۃ دی ہو بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص غنی تھا تو اس کی زکوٰۃ داہوگی اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہے، حسن بصری اور ابراہیم الخفی کا بھی یہی موقف ہے، امام ابو یوسف اور امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اور اس پر دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم ہے اور حدیث سے امام اعظم کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۱۳-۳۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جب کسی شخص نے لاعلمی میں اپنے

بیٹے کو زکوٰۃ دے دی

۱۵ - بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى

ابْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی کہ میں نے اپنے بیٹے یزید کو زکوٰۃ دے دی اور میرے باپ نے اسے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور آپ نے میری سگنی کی میرا دل کر دیا میں نے آپ کے پاس یہ مقدمہ کیا کہ میرے باپ یزید نے دینار لے کر صدقہ کرنے کے لیے نکلے انہوں نے مسجد کے پاس ایک شخص کے ہاتھ پر وہ دینار رکھ دیئے میں آیا تو میں نے وہ دینار لے لیے انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تمہارا ارادہ نہیں لیا تھا اگر میں نے اس کو لے لیا ہوتا تو میں نے تمہارے ہاتھ سے اسے لے لیا ہوتا! میں نے یہ مقدمہ پیش کیا تو آپ نے میرے والد سے فرمایا: اے یزید! تم کو اسی کا اجر ملے گا جس کی تم نے نیت کی ہے اور اے معن! تم نے جو لے لیا وہ تمہارا ہے۔

۱۴۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ إِسْرَائِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوَيْرِیَّةِ أَنَّ عَنْ بَنِ یَزِیدَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَنَا وَابِی وَجَدِّی وَخَطَبَ عَلَیَّ فَاَنْكَرَ حَنِیْ وَخَاصَمْتُ اِلَیْہِ اَمَّا بَنِ یَزِیدُ اَخْرَجَ دَنَانِیْرَ یَتَصَدَّقُ بِہَا فَوَضَعَهَا عَلَیَّ فَاَخَذْتُهَا فَجَعَلْتُ فَاَتَبْتُہَا بِہَا قَالَ رَضِیَ اللّٰهُ اِیَّاكَ اَرَدْتُ فَاَخَاصَمْتُہُ اِلَیَّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فَقَالَ لَكَ مَا تَوَبَّیْتُ یَا یَزِیدُ وَلَکَ مَا اَخَذْتُ یَا مَعْنُ

(سنن دارمی: ۱۵۳۵، مشکل الآثار: ۳۵۳۳، المعجم الکبیر: ۱۰۷۰-۱۰۷۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۳، مسند احمد ج ۳ ص ۷۰، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۸۶۰۔)

ج ۲۵ ص ۱۹۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۶۸۶۸)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الشریابی (۲) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبعی (۳) ابو الجویریہ حطان بن جناف الجرمی (۴) معن بن

یزید۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۱۳)



رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیٹے اور باپ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جب کہ زکوٰۃ دینے والے پر ان کا نفقہ لازم ہو البتہ ان کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور اس حدیث میں نفلی صدقہ مراد ہے۔

باقی ضرورت مند رشتہ دار جن کا خرچ زکوٰۃ دینے والے پر لازم نہیں ہے، ان کے متعلق اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، عطاء، قاسم، سعید بن المسیب، امام ابو حنیفہ، الثوری، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، حسن بصری اور طاؤس نے کہا ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو بالکل زکوٰۃ نہ دے، امام مالک نے کہا ہے کہ اپنے کسی رشتہ دار کو زکوٰۃ کے ساتھ مخصوص کرنا مکروہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۰۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِينِ

دائیں ہاتھ سے زکوٰۃ دینا

١٤٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ  
عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي حُجَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ  
حَفْصِ بْنِ غَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ  
يُظِلُّهُمْ اللَّهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ  
عَدْلٌ وَشَابَّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللَّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ  
فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلٌ تَحَابَّتْ فِيهِ لُحُفُهُ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ  
وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ نِسَاءٌ مِنْ بَنَاتِهِ  
وَجَمَالَ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَرَجُلٌ سَلَكَ  
بَصْدُقَةً فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تَنْفِقُ يَمِينُهُ  
وَرَجُلٌ زَكَّرَ اللَّهُ خَالِيًا فَنَاضَتْ عَيْنَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسند نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سید اللہ انہوں نے کہا: مجھے خبیث ۲۰ عبد الرحمن نے حدیث بیان کی از شخص بنی ماضیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی مشرفینم آپ نے فرمایا: ساتھیوں کے لئے اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ جوان جو اللہ کے لئے میں پروان چڑھا (۳) وہ آدمی جس کا دل خدا سے معلق رہے (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں اکٹھے ہوئے اور اللہ کی محبت میں الگ ہوئے (۵) وہ آدمی جس کو ایک مہتر اور حسین و جمیل عورت نے گناہ کی دعوت دی تو اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ آدمی جس نے چھ اکیس سال تک اللہ کی یاد سے کئے بائیں ہاتھ کو پتا نہیں چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) جس شخص نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا حتیٰ کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۶۰ میں گزر چکی ہے۔

١٤٢٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ  
قَالَ أَخْبَرَنِي مُعَبَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ  
وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَصَدَّقُوا، فَسَيَأْتِي  
عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ، فَيَقُولُ الرَّجُلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی 'انہوں نے کہا: مجھے معبد بن خالد نے خبر دی 'انہوں نے کہا: میں نے حضرت حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: صدقہ کرو! پس غنتریب تم پر ایسا زمانہ

لَوْ جِئْتُ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ، فَآتَا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهَا

آئے گا کہ ایک آدمی اپنا صدقہ لے کر کسی کے پاس جائے گا تو وہ شخص کہے گا: اگر تم کل آتے تو میں اس کو قبول کر لیتا رہا آج کا دن تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۱۱ میں گزر چکی ہے، تاہم یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس میں دائیں ہاتھ سے صدقہ دینے کا ذکر نہیں ہے۔

۱۷۔ بَابُ مَنْ أَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ

جس نے اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم دیا

اور خود صدقہ نہیں دیا

وَلَمْ يَنَاولْ بِنَفْسِهِ

وَقَالَ أَبُو مُوسَى: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ بھی صدقہ دینے والوں میں سے ایک ہے۔

اس تعلق کے موافق حدیث متصل صحیح البخاری: ۱۴۳۲ میں عنقریب آرہی ہے۔

۱۴۲۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے

جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از

عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے گھر کا طعام

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْفَقَتِ السَّرَّاءُ مِنْ دَارِهِ

خرچ کرے اس حال میں کہ وہ خاوند کا گھر برباد کرنے والی نہ ہو تو

بَيْتُهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا انْفَقَتْ

کچھ وہ خرچ کرے گی۔ یہ بھی اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند

وَلَزَوَّجُهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَارِجِ مِثْلُ ذَلِكَ لَا

بہن ما۔ کا اجر ملے گا اور طعام کی حفاظت کرنے والے کو بھی

يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا

بہن ما۔ کا اجر ملے گا اور کسی کے اجر کی وجہ سے دوسرے کا اجر کم نہیں ہو

[الطراف الحدیث: ۱۴۳۷-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-۱۶۰۵-۱۶۰۶-۱۶۰۷-۱۶۰۸-۱۶۰۹-۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۱۴-۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸-۱۶۱۹-۱۶۲۰-۱۶۲۱-۱۶۲۲-۱۶۲۳-۱۶۲۴-۱۶۲۵-۱۶۲۶-۱۶۲۷-۱۶۲۸-۱۶۲۹-۱۶۳۰-۱۶۳۱-۱۶۳۲-۱۶۳۳-۱۶۳۴-۱۶۳۵-۱۶۳۶-۱۶۳۷-۱۶۳۸-۱۶۳۹-۱۶۴۰-۱۶۴۱-۱۶۴۲-۱۶۴۳-۱۶۴۴-۱۶۴۵-۱۶۴۶-۱۶۴۷-۱۶۴۸-۱۶۴۹-۱۶۵۰-۱۶۵۱-۱۶۵۲-۱۶۵۳-۱۶۵۴-۱۶۵۵-۱۶۵۶-۱۶۵۷-۱۶۵۸-۱۶۵۹-۱۶۶۰-۱۶۶۱-۱۶۶۲-۱۶۶۳-۱۶۶۴-۱۶۶۵-۱۶۶۶-۱۶۶۷-۱۶۶۸-۱۶۶۹-۱۶۷۰-۱۶۷۱-۱۶۷۲-۱۶۷۳-۱۶۷۴-۱۶۷۵-۱۶۷۶-۱۶۷۷-۱۶۷۸-۱۶۷۹-۱۶۸۰-۱۶۸۱-۱۶۸۲-۱۶۸۳-۱۶۸۴-۱۶۸۵-۱۶۸۶-۱۶۸۷-۱۶۸۸-۱۶۸۹-۱۶۹۰-۱۶۹۱-۱۶۹۲-۱۶۹۳-۱۶۹۴-۱۶۹۵-۱۶۹۶-۱۶۹۷-۱۶۹۸-۱۶۹۹-۱۷۰۰-۱۷۰۱-۱۷۰۲-۱۷۰۳-۱۷۰۴-۱۷۰۵-۱۷۰۶-۱۷۰۷-۱۷۰۸-۱۷۰۹-۱۷۱۰-۱۷۱۱-۱۷۱۲-۱۷۱۳-۱۷۱۴-۱۷۱۵-۱۷۱۶-۱۷۱۷-۱۷۱۸-۱۷۱۹-۱۷۲۰-۱۷۲۱-۱۷۲۲-۱۷۲۳-۱۷۲۴-۱۷۲۵-۱۷۲۶-۱۷۲۷-۱۷۲۸-۱۷۲۹-۱۷۳۰-۱۷۳۱-۱۷۳۲-۱۷۳۳-۱۷۳۴-۱۷۳۵-۱۷۳۶-۱۷۳۷-۱۷۳۸-۱۷۳۹-۱۷۴۰-۱۷۴۱-۱۷۴۲-۱۷۴۳-۱۷۴۴-۱۷۴۵-۱۷۴۶-۱۷۴۷-۱۷۴۸-۱۷۴۹-۱۷۵۰-۱۷۵۱-۱۷۵۲-۱۷۵۳-۱۷۵۴-۱۷۵۵-۱۷۵۶-۱۷۵۷-۱۷۵۸-۱۷۵۹-۱۷۶۰-۱۷۶۱-۱۷۶۲-۱۷۶۳-۱۷۶۴-۱۷۶۵-۱۷۶۶-۱۷۶۷-۱۷۶۸-۱۷۶۹-۱۷۷۰-۱۷۷۱-۱۷۷۲-۱۷۷۳-۱۷۷۴-۱۷۷۵-۱۷۷۶-۱۷۷۷-۱۷۷۸-۱۷۷۹-۱۷۸۰-۱۷۸۱-۱۷۸۲-۱۷۸۳-۱۷۸۴-۱۷۸۵-۱۷۸۶-۱۷۸۷-۱۷۸۸-۱۷۸۹-۱۷۹۰-۱۷۹۱-۱۷۹۲-۱۷۹۳-۱۷۹۴-۱۷۹۵-۱۷۹۶-۱۷۹۷-۱۷۹۸-۱۷۹۹-۱۸۰۰-۱۸۰۱-۱۸۰۲-۱۸۰۳-۱۸۰۴-۱۸۰۵-۱۸۰۶-۱۸۰۷-۱۸۰۸-۱۸۰۹-۱۸۱۰-۱۸۱۱-۱۸۱۲-۱۸۱۳-۱۸۱۴-۱۸۱۵-۱۸۱۶-۱۸۱۷-۱۸۱۸-۱۸۱۹-۱۸۲۰-۱۸۲۱-۱۸۲۲-۱۸۲۳-۱۸۲۴-۱۸۲۵-۱۸۲۶-۱۸۲۷-۱۸۲۸-۱۸۲۹-۱۸۳۰-۱۸۳۱-۱۸۳۲-۱۸۳۳-۱۸۳۴-۱۸۳۵-۱۸۳۶-۱۸۳۷-۱۸۳۸-۱۸۳۹-۱۸۴۰-۱۸۴۱-۱۸۴۲-۱۸۴۳-۱۸۴۴-۱۸۴۵-۱۸۴۶-۱۸۴۷-۱۸۴۸-۱۸۴۹-۱۸۵۰-۱۸۵۱-۱۸۵۲-۱۸۵۳-۱۸۵۴-۱۸۵۵-۱۸۵۶-۱۸۵۷-۱۸۵۸-۱۸۵۹-۱۸۶۰-۱۸۶۱-۱۸۶۲-۱۸۶۳-۱۸۶۴-۱۸۶۵-۱۸۶۶-۱۸۶۷-۱۸۶۸-۱۸۶۹-۱۸۷۰-۱۸۷۱-۱۸۷۲-۱۸۷۳-۱۸۷۴-۱۸۷۵-۱۸۷۶-۱۸۷۷-۱۸۷۸-۱۸۷۹-۱۸۸۰-۱۸۸۱-۱۸۸۲-۱۸۸۳-۱۸۸۴-۱۸۸۵-۱۸۸۶-۱۸۸۷-۱۸۸۸-۱۸۸۹-۱۸۹۰-۱۸۹۱-۱۸۹۲-۱۸۹۳-۱۸۹۴-۱۸۹۵-۱۸۹۶-۱۸۹۷-۱۸۹۸-۱۸۹۹-۱۹۰۰-۱۹۰۱-۱۹۰۲-۱۹۰۳-۱۹۰۴-۱۹۰۵-۱۹۰۶-۱۹۰۷-۱۹۰۸-۱۹۰۹-۱۹۱۰-۱۹۱۱-۱۹۱۲-۱۹۱۳-۱۹۱۴-۱۹۱۵-۱۹۱۶-۱۹۱۷-۱۹۱۸-۱۹۱۹-۱۹۲۰-۱۹۲۱-۱۹۲۲-۱۹۲۳-۱۹۲۴-۱۹۲۵-۱۹۲۶-۱۹۲۷-۱۹۲۸-۱۹۲۹-۱۹۳۰-۱۹۳۱-۱۹۳۲-۱۹۳۳-۱۹۳۴-۱۹۳۵-۱۹۳۶-۱۹۳۷-۱۹۳۸-۱۹۳۹-۱۹۴۰-۱۹۴۱-۱۹۴۲-۱۹۴۳-۱۹۴۴-۱۹۴۵-۱۹۴۶-۱۹۴۷-۱۹۴۸-۱۹۴۹-۱۹۵۰-۱۹۵۱-۱۹۵۲-۱۹۵۳-۱۹۵۴-۱۹۵۵-۱۹۵۶-۱۹۵۷-۱۹۵۸-۱۹۵۹-۱۹۶۰-۱۹۶۱-۱۹۶۲-۱۹۶۳-۱۹۶۴-۱۹۶۵-۱۹۶۶-۱۹۶۷-۱۹۶۸-۱۹۶۹-۱۹۷۰-۱۹۷۱-۱۹۷۲-۱۹۷۳-۱۹۷۴-۱۹۷۵-۱۹۷۶-۱۹۷۷-۱۹۷۸-۱۹۷۹-۱۹۸۰-۱۹۸۱-۱۹۸۲-۱۹۸۳-۱۹۸۴-۱۹۸۵-۱۹۸۶-۱۹۸۷-۱۹۸۸-۱۹۸۹-۱۹۹۰-۱۹۹۱-۱۹۹۲-۱۹۹۳-۱۹۹۴-۱۹۹۵-۱۹۹۶-۱۹۹۷-۱۹۹۸-۱۹۹۹-۲۰۰۰-۲۰۰۱-۲۰۰۲-۲۰۰۳-۲۰۰۴-۲۰۰۵-۲۰۰۶-۲۰۰۷-۲۰۰۸-۲۰۰۹-۲۰۱۰-۲۰۱۱-۲۰۱۲-۲۰۱۳-۲۰۱۴-۲۰۱۵-۲۰۱۶-۲۰۱۷-۲۰۱۸-۲۰۱۹-۲۰۲۰-۲۰۲۱-۲۰۲۲-۲۰۲۳-۲۰۲۴-۲۰۲۵-۲۰۲۶-۲۰۲۷-۲۰۲۸-۲۰۲۹-۲۰۳۰-۲۰۳۱-۲۰۳۲-۲۰۳۳-۲۰۳۴-۲۰۳۵-۲۰۳۶-۲۰۳۷-۲۰۳۸-۲۰۳۹-۲۰۴۰-۲۰۴۱-۲۰۴۲-۲۰۴۳-۲۰۴۴-۲۰۴۵-۲۰۴۶-۲۰۴۷-۲۰۴۸-۲۰۴۹-۲۰۵۰-۲۰۵۱-۲۰۵۲-۲۰۵۳-۲۰۵۴-۲۰۵۵-۲۰۵۶-۲۰۵۷-۲۰۵۸-۲۰۵۹-۲۰۶۰-۲۰۶۱-۲۰۶۲-۲۰۶۳-۲۰۶۴-۲۰۶۵-۲۰۶۶-۲۰۶۷-۲۰۶۸-۲۰۶۹-۲۰۷۰-۲۰۷۱-۲۰۷۲-۲۰۷۳-۲۰۷۴-۲۰۷۵-۲۰۷۶-۲۰۷۷-۲۰۷۸-۲۰۷۹-۲۰۸۰-۲۰۸۱-۲۰۸۲-۲۰۸۳-۲۰۸۴-۲۰۸۵-۲۰۸۶-۲۰۸۷-۲۰۸۸-۲۰۸۹-۲۰۹۰-۲۰۹۱-۲۰۹۲-۲۰۹۳-۲۰۹۴-۲۰۹۵-۲۰۹۶-۲۰۹۷-۲۰۹۸-۲۰۹۹-۲۱۰۰-۲۱۰۱-۲۱۰۲-۲۱۰۳-۲۱۰۴-۲۱۰۵-۲۱۰۶-۲۱۰۷-۲۱۰۸-۲۱۰۹-۲۱۱۰-۲۱۱۱-۲۱۱۲-۲۱۱۳-۲۱۱۴-۲۱۱۵-۲۱۱۶-۲۱۱۷-۲۱۱۸-۲۱۱۹-۲۱۲۰-۲۱۲۱-۲۱۲۲-۲۱۲۳-۲۱۲۴-۲۱۲۵-۲۱۲۶-۲۱۲۷-۲۱۲۸-۲۱۲۹-۲۱۳۰-۲۱۳۱-۲۱۳۲-۲۱۳۳-۲۱۳۴-۲۱۳۵-۲۱۳۶-۲۱۳۷-۲۱۳۸-۲۱۳۹-۲۱۴۰-۲۱۴۱-۲۱۴۲-۲۱۴۳-۲۱۴۴-۲۱۴۵-۲۱۴۶-۲۱۴۷-۲۱۴۸-۲۱۴۹-۲۱۵۰-۲۱۵۱-۲۱۵۲-۲۱۵۳-۲۱۵۴-۲۱۵۵-۲۱۵۶-۲۱۵۷-۲۱۵۸-۲۱۵۹-۲۱۶۰-۲۱۶۱-۲۱۶۲-۲۱۶۳-۲۱۶۴-۲۱۶۵-۲۱۶۶-۲۱۶۷-۲۱۶۸-۲۱۶۹-۲۱۷۰-۲۱۷۱-۲۱۷۲-۲۱۷۳-۲۱۷۴-۲۱۷۵-۲۱۷۶-۲۱۷۷-۲۱۷۸-۲۱۷۹-۲۱۸۰-۲۱۸۱-۲۱۸۲-۲۱۸۳-۲۱۸۴-۲۱۸۵-۲۱۸۶-۲۱۸۷-۲۱۸۸-۲۱۸۹-۲۱۹۰-۲۱۹۱-۲۱۹۲-۲۱۹۳-۲۱۹۴-۲۱۹۵-۲۱۹۶-۲۱۹۷-۲۱۹۸-۲۱۹۹-۲۲۰۰-۲۲۰۱-۲۲۰۲-۲۲۰۳-۲۲۰۴-۲۲۰۵-۲۲۰۶-۲۲۰۷-۲۲۰۸-۲۲۰۹-۲۲۱۰-۲۲۱۱-۲۲۱۲-۲۲۱۳-۲۲۱۴-۲۲۱۵-۲۲۱۶-۲۲۱۷-۲۲۱۸-۲۲۱۹-۲۲۲۰-۲۲۲۱-۲۲۲۲-۲۲۲۳-۲۲۲۴-۲۲۲۵-۲۲۲۶-۲۲۲۷-۲۲۲۸-۲۲۲۹-۲۲۳۰-۲۲۳۱-۲۲۳۲-۲۲۳۳-۲۲۳۴-۲۲۳۵-۲۲۳۶-۲۲۳۷-۲۲۳۸-۲۲۳۹-۲۲۴۰-۲۲۴۱-۲۲۴۲-۲۲۴۳-۲۲۴۴-۲۲۴۵-۲۲۴۶-۲۲۴۷-۲۲۴۸-۲۲۴۹-۲۲۵۰-۲۲۵۱-۲۲۵۲-۲۲۵۳-۲۲۵۴-۲۲۵۵-۲۲۵۶-۲۲۵۷-۲۲۵۸-۲۲۵۹-۲۲۶۰-۲۲۶۱-۲۲۶۲-۲۲۶۳-۲۲۶۴-۲۲۶۵-۲۲۶۶-۲۲۶۷-۲۲۶۸-۲۲۶۹-۲۲۷۰-۲۲۷۱-۲۲۷۲-۲۲۷۳-۲۲۷۴-۲۲۷۵-۲۲۷۶-۲۲۷۷-۲۲۷۸-۲۲۷۹-۲۲۸۰-۲۲۸۱-۲۲۸۲-۲۲۸۳-۲۲۸۴-۲۲۸۵-۲۲۸۶-۲۲۸۷-۲۲۸۸-۲۲۸۹-۲۲۹۰-۲۲۹۱-۲۲۹۲-۲۲۹۳-۲۲۹۴-۲۲۹۵-۲۲۹۶-۲۲۹۷-۲۲۹۸-۲۲۹۹-۲۳۰۰-۲۳۰۱-۲۳۰۲-۲۳۰۳-۲۳۰۴-۲۳۰۵-۲۳۰۶-۲۳۰۷-۲۳۰۸-۲۳۰۹-۲۳۱۰-۲۳۱۱-۲۳۱۲-۲۳۱۳-۲۳۱۴-۲۳۱۵-۲۳۱۶-۲۳۱۷-۲۳۱۸-۲۳۱۹-۲۳۲۰-۲۳۲۱-۲۳۲۲-۲۳۲۳-۲۳۲۴-۲۳۲۵-۲۳۲۶-۲۳۲۷-۲۳۲۸-۲۳۲۹-۲۳۳۰-۲۳۳۱-۲۳۳۲-۲۳۳۳-۲۳۳۴-۲۳۳۵-۲۳۳۶-۲۳۳۷-۲۳۳۸-۲۳۳۹-۲۳۴۰-۲۳۴۱-۲۳۴۲-۲۳۴۳-۲۳۴۴-۲۳۴۵-۲۳۴۶-۲۳۴۷-۲۳۴۸-۲۳۴۹-۲۳۵۰-۲۳۵۱-۲۳۵۲-۲۳۵۳-۲۳۵۴-۲۳۵۵-۲۳۵۶-۲۳۵۷-۲۳۵۸-۲۳۵۹-۲۳۶۰-۲۳۶۱-۲۳۶۲-۲۳۶۳-۲۳۶۴-۲۳۶۵-۲۳۶۶-۲۳۶۷-۲۳۶۸-۲۳۶۹-۲۳۷۰-۲۳۷۱-۲۳۷۲-۲۳۷۳-۲۳۷۴-۲۳۷۵-۲۳۷۶-۲۳۷۷-۲۳۷۸-۲۳۷۹-۲۳۸۰-۲۳۸۱-۲۳۸۲-۲۳۸۳-۲۳۸۴-۲۳۸۵-۲۳۸۶-۲۳۸۷-۲۳۸۸-۲۳۸۹-۲۳۹۰-۲۳۹۱-۲۳۹۲-۲۳۹۳-۲۳۹۴-۲۳۹۵-۲۳۹۶-۲۳۹۷-۲۳۹۸-۲۳۹۹-۲۴۰۰-۲۴۰۱-۲۴۰۲-۲۴۰۳-۲۴۰۴-۲۴۰۵-۲۴۰۶-۲۴۰۷-۲۴۰۸-۲۴۰۹-۲۴۱۰-۲۴۱۱-۲۴۱۲-۲۴۱۳-۲۴۱۴-۲۴۱۵-۲۴۱۶-۲۴۱۷-۲۴۱۸-۲۴۱۹-۲۴۲۰-۲۴۲۱-۲۴۲۲-۲۴۲۳-۲۴۲۴-۲۴۲۵-۲۴۲۶-۲۴۲۷-۲۴۲۸-۲۴۲۹-۲۴۳۰-۲۴۳۱-۲۴۳۲-۲۴۳۳-۲۴۳۴-۲۴۳۵-۲۴۳۶-۲۴۳۷-۲۴۳۸-۲۴۳۹-۲۴۴۰-۲۴۴۱-۲۴۴۲-۲۴۴۳-۲۴۴۴-۲۴۴۵-۲۴۴۶-۲۴۴۷-۲۴۴۸-۲۴۴۹-۲۴۵۰-۲۴۵۱-۲۴۵۲-۲۴۵۳-۲۴۵۴-۲۴۵۵-۲۴۵۶-۲۴۵۷-۲۴۵۸-۲۴۵۹-۲۴۶۰-۲۴۶۱-۲۴۶۲-۲۴۶۳-۲۴۶۴-۲۴۶۵-۲۴۶۶-۲۴۶۷-۲۴۶۸-۲۴۶۹-۲۴۷۰-۲۴۷۱-۲۴۷۲-۲۴۷۳-۲۴۷۴-۲۴۷۵-۲۴۷۶-۲۴۷۷-۲۴۷۸-۲۴۷۹-۲۴۸۰-۲۴۸۱-۲۴۸۲-۲۴۸۳-۲۴۸۴-۲۴۸۵-۲۴۸۶-۲۴۸۷-۲۴۸۸-۲۴۸۹-۲۴۹۰-۲۴۹۱-۲۴۹۲-۲۴۹۳-۲۴۹۴-۲۴۹۵-۲۴۹۶-۲۴۹۷-۲۴۹۸-۲۴۹۹-۲۵۰۰-۲۵۰۱-۲۵۰۲-۲۵۰۳-۲۵۰۴-۲۵۰۵-۲۵۰۶-۲۵۰۷-۲۵۰۸-۲۵۰۹-۲۵۱۰-۲۵۱۱-۲۵۱۲-۲۵۱۳-۲۵۱۴-۲۵۱۵-۲۵۱۶-۲۵۱۷-۲۵۱۸-۲۵۱۹-۲۵۲۰-۲۵۲۱-۲۵۲۲-۲۵۲۳-۲۵۲۴-۲۵۲۵-۲۵۲۶-۲۵۲۷-۲۵۲۸-۲۵۲۹-۲۵۳۰-۲۵۳۱-۲۵۳۲-۲۵۳۳-۲۵۳۴-۲۵۳۵-۲۵۳۶-۲۵۳۷-۲۵۳۸-۲۵۳۹-۲۵۴۰-۲۵۴۱-۲۵۴۲-۲۵۴۳-۲۵۴۴-۲۵۴۵-۲۵۴۶-۲۵۴۷-۲۵۴۸-۲۵۴۹-۲۵۵۰-۲۵۵۱-۲۵۵۲-۲۵۵۳-۲۵۵۴-۲۵۵۵-۲۵۵۶-۲۵۵۷-۲۵۵۸-۲۵۵۹-۲۵۶۰-۲۵۶۱-۲۵۶۲-۲۵۶۳-۲۵۶۴-۲۵۶۵-۲۵۶۶-۲۵۶۷-۲۵۶۸-۲۵۶۹-۲۵۷۰-۲۵۷۱-۲۵۷۲-۲۵۷۳-۲۵۷۴-۲۵۷۵-۲۵۷۶-۲۵۷۷-۲۵۷۸-۲۵۷۹-۲۵۸۰-۲۵۸۱-۲۵۸۲-۲۵۸۳-۲۵۸۴-۲۵۸۵-۲۵۸۶-۲۵۸۷-۲۵۸۸-۲۵۸۹-۲۵۹۰-۲۵۹۱-۲۵۹۲-۲۵۹۳-۲۵۹۴-۲۵۹۵-۲۵۹۶-۲۵۹۷-۲۵۹۸-۲۵۹۹-۲۶۰۰-۲۶۰۱-۲۶۰۲-۲۶۰۳-۲۶۰۴-۲۶۰۵-۲۶۰۶-۲۶۰۷-۲۶۰۸-۲۶۰۹-۲۶۱۰-۲۶۱۱-۲۶۱۲-۲۶۱۳-۲۶۱۴-۲۶۱۵-۲۶۱۶-۲۶۱۷-۲۶۱۸-۲۶۱۹-۲۶۲۰-۲۶۲۱-۲۶

## ۱۸ - بَابُ لَا صَدَقَةَ إِلَّا

وہی صدقہ مقبول ہے جس کے

عَنْ ظَهْرٍ غَنِيٍّ

بعد صدقہ دینے والا غنی رہے

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَإِنَّ الدَّيْنَ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَىٰ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعَيْشِ وَالنِّبَةِ وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُتْلَفَ أَمْوَالُ النَّاسِ.

اور جس آدمی نے اس حال میں صدقہ دیا کہ وہ ضرورت مند تھا یا اس کے گھر والے ضرورت مند تھے یا وہ مقروض تھا تو قرض اس کا مستحق ہے کہ صدقہ کرنے کے بجائے قرض ادا کیا جائے اور اگر اس نے اس حال میں غلام آزاد کیا یا کسی کو کچھ ہبہ کیا تو وہ اس کو واپس دیا جائے گا اور اس کو لوگوں کا مال ضائع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس تعلق میں اس حدیث کے عنوان کی امام بخاری نے شرح کی ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا اتْلَفَهُ اللَّهُ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے مال لیے، اللہ اس کو ضائع کر دے گا۔

امام بخاری نے اس عنوان کی شرح کے لیے پانچ احادیث معلقہ ذکر کی ہیں اور یہ ان میں سے پہلی معلق حدیث ہے، اس تعلق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کی نیت سے لوگوں کے اموال لیے، اللہ اس کی طرف سے ادا کر دے گا اور جس نے ضائع کرنے کے لیے لوگوں کے اموال لیے، اللہ اس کو ضائع کر دے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸۷، سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۱)

إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْرُوفًا بِالسَّبْرِ، أَوْ يَرَىٰ نَفْسَهُ، وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ، كَقَوْلِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ حِينَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ.

اس صحت کے کہ وہ شخص صبر کرنے میں مشہور ہو، پس وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دے خواہ اس کو خود ضرورت ہو جیسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیا تھا۔

تمام مال صدقہ کرنے کی تحقیق

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیا، کیونکہ وہ اپنے توکس کی اوقات میں اپنے تمام مال کو صدقہ کرنے کا واقعہ سیرت کی کتب میں مشہور ہے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال تھا، میں نے دل میں کہا: اگر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت کر سکتا ہوں تو آج سبقت کر لوں گا، میں آپ کے پاس آدھا مال لے کر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ پس میں نے کہا: میں نے ان کے لیے اتنا ہی مال باقی رکھا ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لے کر آ گئے تو آپ نے پوچھا: اے ابو بکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ پس حضرت ابو بکر نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو باقی رکھا ہے تب میں نے اپنے دل میں کہا: میں ان سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۷۸، سنن ترمذی: ۳۶۷۵، سنن دارمی: ۱۶۶۰، المستدرک ج ۱ ص ۳۱۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۱، مشکوٰۃ: ۶۰۲۱، کنز العمال: ۳۵۶۱۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

جمہور نے کہا ہے کہ جب انسان تندرست ہو اور اس کی عقل صحیح ہو اور اس پر قرض نہ ہو اور وہ صبر کرنے والا ہو اس کے اہل و عیال نہ ہوں یا اگر ہوں تو وہ بھی صبر کرنے والے ہوں اور پھر وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کر دے تو جائز ہے اور اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو پھر اس کا تمام مال صدقہ کرنا مکروہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کا کل مال قبول فرمایا تھا اور ان پر انکار نہیں کیا اور نہ ان کے مال کو رد کیا۔ اور یہ امام مالک کا امام ابوحنیفہ کا امام شافعی کا اور جمہور کا قول ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ قول مردود ہے اس میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے غلامان بن سلمہ پر ان کی ان ازواج کو لوٹا دیا تھا جن کو انہوں نے طلاق دے دی تھی اور اپنے مال کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کر دیا تھا حضرت عمر نے ان سب کو رد کر دیا تھا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ تہائی مال تک صدقہ کرنا جائز ہے اور باقی دو تہائی کو واپس کیا جائے گا اور انہوں نے حضرت کعب بن مالک کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ان کے صدقہ میں سے تیسرے حصہ کو قبول کیا تھا اور باقی کو مسترد کر دیا تھا۔

امام طبری نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب انسان تندرست ہو اس کی عقل صحیح ہو تو اس کا تمام مال کو صدقہ کرنا صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو ان کے تمام مال کے صدقہ کرنے کی اجازت جو دی تھی تو اس میں آپ نے اپنی امت کو یہ خبر دی ہے کہ تمام مال کو صدقہ کرنا جائز ہے اور آپ نے حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابولبابہ کے تمام مال کے صدقہ کو جو رد کر دیا تھا اور ان کو صرف تہائی مال کے صدقہ کرنے کا جو حصہ دیا تھا اس کا وجہ یہ تھی کہ آپ نے یہ تعلیم دی تھی کہ تمام مال کو صدقہ کرنا مستحب ہے ممنوع نہیں ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس کے پاس مال ہو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی تمام ضروریات میں اور اپنی جائز خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے تمام مال کو خرچ کرے لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس کی راہ میں اپنا تمام خرچ کرنا اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیے تمام مال کو خرچ کرنے سے بہتر اور افضل ہے۔

جو شخص اپنے نفس پر دوسروں کو ترین دینا مباح ہے اور اس کے لیے خود محتاج ہونے کے وجود صدقہ کرنا جائز ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے کیا تھا اور انصار نے مہاجرین کے لیے ایثار کیا تھا اور اگر اس کو معلوم ہو کہ اس میں اور اس کے اہل میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اپنی ضروریات کو ترک کرے تو پھر ان کے لیے اپنے مال کو بچا کر رکھنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۴۱۴-۴۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

وَكَذَلِكَ أَثَرَ الْأَنْصَارِ الْمُهَاجِرِينَ۔ اور اسی طرح انصار نے مہاجرین کے لیے ایثار کیا تھا۔

یہ اس سلسلہ میں احادیث معلقہ کی تیسری حدیث ہے اور اس کی اصل حدیث متصل درج ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ میں آئے تو ان کے ہاتھوں میں کوئی چیز نہیں تھی



اور انصار زمینوں اور کھیتوں کے مالک تھے پس انصار نے مہاجرین کو یہ پیش کش کی کہ وہ ان کو ہر سال اپنے درختوں کے پھل دیں گے اور مہاجرین اس کے بدلہ میں کاشت کاری کریں اور حضرت انس کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا عبد اللہ بن ابی طلحہ کی بھی ماں تھیں پس حضرت انس کی والدہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھجوروں کے وہ درخت دیئے جو آپ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دیئے تھے جو آپ کی باندی اور حضرت اسامہ بن زید کی ماں تھیں۔ ابن شہاب نے کہا: مجھ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ جب آپ اہل خیبر کے قتال سے فارغ ہوئے اور آپ مدینہ لوٹ گئے تو مہاجرین نے انصار کو ان کی ہبہ کی ہوئی چیزیں واپس کر دیں جو انصار نے مہاجرین کو پھل وغیرہ دیئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس کی والدہ کو وہ کھجور کے درخت واپس کر دیئے اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام ایمن کو ان درختوں کی جگہ اپنا باغ دے دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۶۳۰، صحیح مسلم: ۱۷۷۱)

وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ. فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ. اور نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے پس کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ صدقہ کا بہانا کر کے لوگوں کا مال ضائع کرے۔

یہ تعلق حضرت مغیرہ کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو ”صفة الصلوة“ کے آخر میں گزر چکا ہے۔

حافظ عسقلانی اور حافظ عینی نے جو اس حدیث کی نشاندہی کی ہے اس کے اعتبار سے اس کا نمبر: ۸۴۴ ہے۔

وَقَالَ كَعْبٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَخْبِعَ مِنْ قَلْبِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ. قُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ. اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال کو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کر دے۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے کچھ مال کو اپنے پاس رکھو پس وہ تمہارے لیے بہتر ہے پس میں نے کہا: میں اپنا وہ حصہ رکھتا ہوں جو خیبر میں ہے۔

یہ تعلق ان احادیث معلقہ میں سے ہے۔ پچیس حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو سورہ توبہ کی تفسیر میں آئے گی۔ اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۴۶۷۶ میں ہے۔

۱۴۲۶ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَبِّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ مَا مَلَكَتْ يَدَايَ مَا بَيْنَ يَدَيَّ وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ. امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی از یونس از الزہری انہوں نے کہا: اے سعید بن المسیب نے زہری انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے نبی ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال (گھر والوں) سے کرو۔

[اطراف الحدیث: ۱۳۲۸-۵۳۵۵-۵۳۵۶]

(سنن دارمی: ۱۶۵۸، جامع المسند لابن جوزی: ۴۵۶۸، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا کئی مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اتنا صدقہ دینا چاہیے کہ صدقہ کے بعد آدمی مال دار رہے اور اسی اعتبار سے یہ حدیث عنوان کے

مطابق ہے۔

۱۴۲۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَيْدُ الْعُلَيَّا خَيْرٌ مِنَ أَلَيْدِ السُّفْلَى وَأَبْدًا بِمَنْ تَعُولُ وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرٍ غَنَى وَمَنْ يَسْتَغْفِرُ يَغْفِرُ اللَّهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يَغْنِيهِ اللَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور دینے کی ابتداء اپنے عیال (گھر والوں) سے کرو اور بہترین صدقہ وہ ہے جس کے دینے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور جو شخص سوال کرنے سے روکے گا اللہ اسے روک کر رکھے گا اور جو شخص مستغنی رہے گا اللہ اس کو غنی کر دے گا۔

(جامع السانید لابن جوزی: ۱۵۲۱، مستبہ الرشذریاں: ۱۳۲۷)

اس حدیث کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال کا تعارف کیا جا چکا ہے۔

### اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی تحقیق

اوپر والے ہاتھ کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

- (۱) اوپر والے ہاتھ سے مراد صدقہ دینے والے کا ہاتھ ہے۔
  - (۲) اوپر والے ہاتھ سے مراد لینے والے کا ہاتھ ہے۔
  - (۳) اوپر والے ہاتھ سے مراد اس شخص کا ہاتھ ہے جو سوال کرنے سے باز رہتا ہو۔
  - (۴) اوپر والے ہاتھ سے مراد اللہ کا ہاتھ یا کسی بھی دیے والے کا ہاتھ ہے اور نیچے والے ہاتھ سے مراد مانگنے والے کا ہاتھ ہے۔
- (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اوپر والے ہاتھ کے مصداق کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

بنو ربیع میں سے ایک شخص نے کہہ دیا میں نے اللہ ﷻ کی قسم میں حاضر ہوں آپ اس وقت لوگوں سے کلام فرما رہے تھے آپ نے فرمایا: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہے وہ تمہاری ماں تمہارا باپ اور تمہاری بہن اور تمہارا بھائی ہے پھر جو تمہارا قریبی ہو پھر جو تمہارا زیادہ قریبی ہو۔ (الاحاد والثنائی: ۱۱۷۵، مسند احمد ج ۳ ص ۶۵ طبع قدیم مسند احمد: ۱۶۶۱۳۔ ج ۲ ص ۱۵۹)

حضرت مالک بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاتھ تین ہیں، پس اللہ کا ہاتھ، والد سے اور دینے والے کا ہاتھ، پس اللہ کا ہاتھ، لے کر دینے والا ہے۔ ہاتھ ہے پس تم زانہ سے لے کر اس سے عاقر تک۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۳۹، المسند رک ج ۱ ص ۳۰۸، صحیح ابن حبان: ۳۲۶۲، مسند احمد ج ۳ ص ۷۳)

محمد بن عطیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دینے والے کا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۶۳۰۶، الاحاد والثنائی: ۱۲۶۳، المعجم الاوسط: ۳۰۱۶، مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۶)

عدی الجزامی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! جان لو کہ ہاتھ تین ہیں، پس اللہ کا ہاتھ سب سے اوپر ہے اور دینے والے کا ہاتھ درمیان والا ہے اور مانگنے والے کا ہاتھ سب سے نیچے ہے پس تم سوال کرنے سے احتراز کرو خواہ لکڑیوں کا گٹھا (کاٹ کر) سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ (المعجم الکبیر: ۲۶۹۔ ج ۱ ص ۱۱۰)

## عیال پر خرچ کرنے کی ترتیب اور تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے: دینے کی ابتداء اپنے عیال سے کرو۔ اس کی تفصیل میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ کرو ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو اپنے اوپر خرچ کرو اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنی اولاد پر خرچ کرو اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس کے متعلق زیادہ بصیرت رکھتے ہو۔ (سنن نسائی: ۲۵۳۱، سنن ابوداؤد: ۱۶۹۱)

سنن ابوداؤد کی روایت میں بیوی سے پہلے اولاد پر خرچ کرنے کا ذکر ہے۔

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی الشافعی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

جب تم اس ترتیب پر غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ نبی ﷺ نے الاولیٰ فالاولیٰ اور الاقرب فالاقرب کو بیان کیا ہے، یعنی ہر نزدیک والے پر خرچ کرنے کو مقدم کیا ہے سب سے پہلے انسان اپنے اوپر خرچ کرے پھر اپنی اولاد پر خرچ کرے کیونکہ اس کی اولاد اس کے جز کے حکم میں ہے جب وہ اولاد کو خرچ نہیں دے گا تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے اور کوئی اور ان کا قائم مقام نہیں ہوگا اور اولاد کے بعد بیوی پر خرچ کرے گا تو اس کی بیوی اس سے طلاق لے کر الگ ہو جائے لی یا عدالت ان کے درمیان تقسیم کرے گی اس کے بعد اس کے خادم کا ذکر فرمایا کیونکہ اگر وہ اپنے خادم پر خرچ نہیں کرے گا تو وہ اس کی نوکری چھوڑ دے گا اور چوتھے نمبر پر اس نے انسان کی صواب دید پر چھوڑ دیا۔ (معالم السنن ج ۲ ص ۶۹، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

عیال پر خرچ کرنے کی تاکید اس حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دے جن کی روزی اس کے ذمہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۹۲)

سنن نسائی کی حدیث میں بیوی پر خرچ کرنے کو اولاد کے خرچ پر مقدم کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی پر خرچ کرنا اولاد پر خرچ کرنے سے زیادہ لازم ہے کہ اولاد تکلیف بالغ ہو جائے اور بیوی کا خرچ اس وقت تک لازم رہتا ہے جب تک بیوی کے ساتھ نکاح کا رشتہ قائم رہتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم سوال کرے سے احتراز کرو اس کے مکمل ہیں: ایک یہ کہ تم لوگوں سے سوال کرنے سے احتراز کرو اور دوسرا یہ کہ تم حرام چیز کا سوال کرنے سے احتراز کرو۔

۱۴۲۸ - وَعَنْ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِهَذَا.  
اور وہیب سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے  
خبر دی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان سے یہی حدیث  
مردی ہے۔

اس کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۴۲۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۴۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث

زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ أَلْبَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ.

بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر فرمایا: آپ نے صدقہ کا ذکر کیا اور سوال کرنے سے احتراز کرنے کا اور سوال کرنے کا (آپ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے پس اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۳، الرقم المسلسل: ۲۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۱۶۳۸، سنن نسائی: ۲۵۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۱، المعجم الکبیر: ۳۰۹۱، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۷۷، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۳۲۶، ج ۲۳ ص ۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۷۳، مکتبۃ الرشذریاض: ۱۳۲۷ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدی (۲) حماد بن زید (۳) ایوب بن سعید السخنی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) عبد اللہ بن مسلمہ (۶) حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (۸) القاری (۹)۔ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے صدقہ کا ذکر فرمایا۔ اوپر والے ہاتھ کے مصداق کی مزید تفصیل

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے، حماد بن زید سے روایت ہے کہ اوپر والا ہاتھ سوال سے احتراز کرنے والا ہے۔ (معالم السنن ج ۲ ص ۶۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۶ھ بیروت) علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اوپر والے ہاتھ کی تفسیر میں ہیں کہ مالک بن زید سے روایت کرتے ہیں:

سعید بن اسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حکیم بن حزام کو دوسرے اصحاب کی بہ نسبت کم دیا حضرت حکیم نے کہا: یا رسول اللہ! میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ آپ مجھے دوسروں سے کم دیں گے پھر آپ نے ان کو زیادہ دیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئے پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے حضرت حکیم نے کہا: یا رسول اللہ! آپ سے بھی؟ آپ نے فرمایا: مجھ سے بھی حضرت حکیم نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں آپ کے بعد کسی کا مال کم نہیں کروں گا پھر حضرت حکیم کوئی مال قبول نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۱۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ مجھے سنن ابوداؤد میں یہ روایت نہیں ملی۔

علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ علامہ خطابی نے اس حدیث کو ترجیح دی ہے جس میں ذکر ہے کہ اوپر والا ہاتھ سوال سے احتراز



کرنے والے کا ہے لیکن صحیح وہی ہے جو امام بخاری اور امام مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۲۸۳۱، مکتبہ نزار معصومی، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۲۸۱ - ج ۲ ص ۹۵۶ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

## ۱۹ - بَابُ الْمَنَّانِ بِمَا أُعْطِيَ

بِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى﴾ (البقرہ: ۲۶۲) الایۃ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر جو کچھ خرچ کیا اس پر نہ احسان جتاتے ہیں نہ تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ان پر نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے (البقرہ: ۲۶۲) جو شخص صدقہ دے کر احسان جتاتا ہے اس کی وجہ بخل اور تکبر ہوتی ہے اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کتنے احسانات کیے ہیں۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت کسی حدیث کو روایت نہیں کیا 'صرف احسان جتانے کی مذمت میں قرآن مجید کی آیت کو ذکر کرنے پر اکتفاء کر لیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غالباً ان کو اپنی شرط کے مطابق اس باب میں لانے کے لیے کوئی حدیث نہیں ملی تاہم اس سلسلہ میں یہ حدیث صحیح ہے:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تیرے آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا: (۱) احسان جتانے والا جو ہر چیز دے کر اس پر احسان جتاتا ہے (۲) جھولی قسم کھا کر سودا بیچنے والا (۳) (نخنوں سے نیچے از راہ تکبر) اپنا تہبند لٹکانے والا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۶، رقم المسلسل: ۲۸۸، سنن ابی داؤد: ۳۰۷۷، سنن ترمذی: ۲۱۱۱، سنن نسائی: ۳۳۵۸-۲۵۶۲، سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۸)

\* زیر بحث حدیث 'شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۶۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① نخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ ہونے کی وجہ ② بوڑھے زانی 'جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر کے زیادہ مبغوض ہونے کی

وجہ۔

## ۳۰ - بَابُ عَنِ أَحَبِّ تَعَبِيٍّ الصَّدَقَةِ مِنْ يَوْمِهَا

جس نے اپنے دن سے پہلے صدقہ دینے کو پسند کیا

اس عنوان میں صدقہ سے مراد عام ہے خواہ صدقہ فرض ہو یا نفل۔

۱۴۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَأَسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَلَمْ يَلْبُثْ أَنْ خَرَجَ فَقُلْتُ أَوْ قِيلَ لَهُ فَقَالَ كُنْتُ خَلَفْتُ فِي الْبَيْتِ تَبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَبِيتَهُ فَقَسَمْتُهُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت عقبہ بن الحارث نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ جلدی سے اپنے گھر گئے پھر تھوڑی دیر بعد آپ آگئے پس میں نے پوچھا یا آپ سے کہا گیا (کہ اس کی کیا وجہ ہے؟) تو آپ نے فرمایا: میں اپنے گھر میں صدقہ کا سونا چھوڑ آیا تھا پس میں نے

اس کورات بھر گھر میں رکھنا ناپسند کیا تو میں نے اس کو تقسیم کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۱ میں گزر چکی ہے۔

صدقہ کی ترغیب دینا اور اس میں  
شفاعت کرنا

۲۱ - بَابُ التَّحْرِیْضِ عَلٰی  
الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِيْهَا

یعنی صدقہ کرنے کے ثواب کو بیان کرنا اور صدقہ کا سوال کرنا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عدی نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ عید کے دن نکلے پس آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اس سے پہلے آپ نے نماز پڑھی نہ اس کے بعد نماز پڑھی پھر آپ عورتوں کی طرف گئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے آپ نے عورتوں کو دعوٰی کیا اور انہیں صدقہ دینے کا حکم دیا پھر عورتیں اپنے کنگن اور بالیاں اتار کر ڈال رہی تھیں۔

۱۴۳۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عِدِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَّظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقَلْبَ وَالْخُرْصَ:

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن ابو موسیٰ نے حدیث بیان کی کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی سائل آتا یا آپ سے کوئی حاجت طلب کی جاتی تو آپ فرماتے: تم (اس کی سفارش کرو) تمہیں اجر دیا جائے گا اور اللہ اپنے نبی کی زبان سے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔

۱۴۳۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَاءَ السَّائِلُ أَوْ طَلَبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ إِشْفَعُوا تَوَجَّرُوا وَيَقْضَى اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ:

[أطراف الحديث: ۶۰۲۷-۶۰۲۸-۷۴۷۶]

(صحیح مسلم: ۲۶۲۷، رقم السلسل: ۶۵۶۸، سنن ابوداؤد: ۵۱۳۱، سنن ترمذی: ۲۶۷۲، سنن نسائی: ۲۵۵۶، مسند ابویعلیٰ: ۷۲۹۶، سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۶۷، شعب الایمان: ۷۶۱۴، مسند الحمیدی: ۷۷۱، مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۰، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۵۸۳، ج ۳۲ ص ۳۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل الکنتری (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) ابو بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابو موسیٰ الاشعری (۴) ابو بردہ ان کا نام عامر یا حارث ہے (۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۲۹)

## سفارش کرنے کی فضیلت

اس حدیث میں نبی ﷺ نے شفاعت (سفارش) کی ترغیب دی ہے اور جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے لیے کسی کام کی سفارش کرتا ہے تو اس کا کام ہو یا نہ ہو اسے سفارش کرنے کا اجر ملتا ہے قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا. جو شخص کسی نیک کام کے لیے سفارش کرتا ہے اسے بھی اس

(النساء: ۸۵) نیکی سے کچھ حصہ ملتا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ (کتاب الاذکار: ۴۰۹) کسی بڑے آدمی کو کسی چھوٹے آدمی کے پاس سفارش کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے نبی ﷺ نے حضرت بریرہ سے یہ سفارش کی تھی کہ وہ اپنے سابق شوہر مغیث سے نکاح کر لیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے (سابق) خاوند غلام تھے ان کا نام مغیث تھا گویا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ حضرت بریرہ کے پیچھے روتے ہوئے چکر لگاتے رہتے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہتے رہتے تھے پس نبی ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عباس! کیا تم کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنا بغض ہے پھر نبی ﷺ نے حضرت بریرہ سے کہا: اے بریرہ! اس سے رجوع کر لیں انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے یہ حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں صرف شفاعت کر رہا ہوں۔ حضرت بریرہ نے کہا: مجھے مغیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۸۳، سنن دارقطنی: ۳۷۱۸، دار المعرفۃ بیروت)

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت بریرہ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو آزاد کیا تو حضرت بریرہ نے اختیار عثمان کے سب سے پہلے مغیث کے نکاح سے آزاد کر لیا اور حضرت مغیث کو حضرت بریرہ سے بہت محبت تھی وہ ان کے فرائض میں شریک رہتے تھے۔ (ابو ج ۶ ص ۱۱۰، ملخصاً، مکتبہ حقانیہ لبنان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر غلام تھے پس جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے نکاح کا معاملہ ان کے اختیار میں دے دیا۔ (سنن دارقطنی: ۳۷۰۵، دار المعرفۃ بیروت، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۲۱، لبنان) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور وہ میرے پاس رہنے لگی۔ یہاں تک کہ نکاح میں تھیں اور اللہ کا اسم! ان کے شوہر کی گلی میں رتے لے کر اور ان کی ڈاڑھی پر ان کے نوسہ پہنے ہوئے تھے وہ میرے لیے کھانا پکانے کے لیے آتے تھے اور ان کے لیے ان کے پیچھے پھرتے تھے تاکہ وہ ان کو اختیار کر لیں لیکن حضرت بریرہ نے ان کو اختیار نہیں کیا۔ (سنن دارقطنی: ۳۷۱۶)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۶۵۶۷- ج ۷ ص ۲۴۲ پر مذکور ہے وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۴۳۳ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا  
عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا تُؤْكَلِي فَبُؤْكِي عَلَيْكَ.  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از  
فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ  
نے فرمایا: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو ورنہ تم پر بھی ذخیرہ کیا جائے

(صحیح مسلم: ۱۰۲۹، الرقم المسلسل: ۲۳۳۹، سنن نسائی: ۲۵۴۹، السنن الکبریٰ: ۹۱۹۵، المعجم الکبیر: ۳۳۸-۳۳۷، ج ۲۳، مکارم الاخلاق ص ۵۷، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۷-۱۸۶، شعب الایمان: ۳۴۳۶، صحیح ابن حبان: ۳۲۰۹، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۹۲۲، ج ۴۴ ص ۴۹۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس باب کا عنوان ہے: صدقہ کی ترغیب دینا اور اس کی مناسبت حدیث کے اس جملہ میں ہے: تم اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو، یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) صدقہ بن الفضل ابو الفضل (۲) عبدہ بن سلیمان (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر (۴) فاطمہ بنت المنذر بن الزبیر (۵) حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۳۰)

### تھیلی کو باندھ کر رکھنے کا معنی

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اپنی تھیلی کو باندھ کر نہ رکھو، یعنی اپنے مال کو جمع نہ کرو اور صدقہ دینے سے منع نہ کرو ورنہ اللہ بھی اپنے رزق کو تم پر بند کر دے گا۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ عَدَةَ، وَقَالَ لَا تُحْصِيَ فَيُحْصِيَ اللَّهُ عَلَيْكَ.  
اس حدیث کی روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی از عبدہ آپ نے فرمایا: تم گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی تم کو گن گن کر دے گا۔

اس حدیث کی تخریج حسب سابق ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم جو اللہ کی راہ میں دیتی ہو اس کو ندامت کرو ورنہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کے منقطع ہونے کا سبب بن جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گننے اور تھیلی کو باندھ کر رکھنے کی ممانعت اس وجہ سے فرمائی ہو کہ اس طرح کرنے سے برکت زائل ہو جائے گی۔

### استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابواسم نے حدیث بیان کی از ابن جریج، اور مجھے عبدہ بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی از حجاج بن محمد از ابن جریج، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از عباد بن عبد اللہ بن الزبیر، انہوں نے خبر دی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، انہوں نے بیان کیا کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں تو آپ نے فرمایا: تم (اپنے پیسوں کا) ذخیرہ نہ کرو ورنہ اللہ بھی تم پر ذخیرہ کرے گا، تم جتنا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر سکتی ہو کرو۔

### ۲۲۔ بَابُ الصَّدَقَةِ فِيمَا اسْتَطَاعَ

۱۴۳۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبَادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُوَعِّى فَيُوَعِّى اللَّهُ عَلَيْكَ، إِرْضِيحِي مَا اسْتَطَعْتِ.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔



## ۲۳۔ بَابُ الصَّدَقَةِ تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ

۱۴۳۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَيْكُمُ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتْنَةِ؟ قَالَ قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ. قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيءٌ، فَكَيْفَ قَالَ؟ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ، تُكْفِرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوفُ. قَالَ سَلِيمَانُ قَدْ كَانَ يَقُولُ الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ هَذِهِ أُرِيدُ، وَلَكِنِّي أُرِيدُ الَّتِي تَمْوِجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ، قَالَ قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ بِهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بَأْسٌ، بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ، قَالَ فَيُكْسَرُ الثَّابُ أَوْ يُفْتَحُ؟ قَالَ قُلْتُ لَا، بَلْ يُكْسَرُ قَالَ فَإِنَّهُ إِذَا كَسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا. قَالَ قُلْتُ أَجَلٌ. فَهَبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مِنَ الْبَابِ؟ فَقُلْنَا لِمَسْرُوقٍ سَلَهُ، قَالَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ قُلْنَا فَعَلِمَ تَمَرُّ؟ قَالَ نَعَمْ، كَمَا أَنَّ دُونَ غَدٍ لَيْلَةٌ، وَذَلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ.

## صدقہ گناہ کو مٹا دیتا ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الأعمش از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے وہ حدیث اسی طرح یاد ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی، حضرت عمر نے فرمایا: تم اس کی ہمت رکھتے ہو پس آپ نے کس طرح فرمایا تھا؟ میں نے کہا: آدمی اپنی بیوی، اپنی اولاد اور اپنے پڑوسی کی وجہ سے جن فتنوں میں مبتلا ہوتا ہے نماز پڑھنے، صدقہ کرنے اور نیک کام کرنے سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سلیمان نے کہا: کبھی وہ یوں کہتے تھے کہ نماز، صدقہ، نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے کی وجہ سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے، حضرت عمر نے فرمایا: میری یہ مراد نہیں ہے لیکن میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح اٹھ کر آئے گا، حضرت حذیفہ نے بیان کیا: میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے، آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے، حضرت عمر نے پوچھا: اس دروازہ کو توڑا جائے گا یا اس کو کھولا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: نہیں! بلکہ اس دروازہ کو توڑا جائے گا، حضرت عمر نے کہا: جب اس دروازہ کو توڑ دیا جائے گا تو پھر وہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا، حضرت حذیفہ نے کہا: جی ہاں! پھر ہم حضرت حذیفہ سے اس دروازہ کے متعلق پوچھنے سے ڈرے، ہم نے مسروق سے کہا: تم ان سے پوچھو، مسروق نے حضرت حذیفہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: دروازہ سے مراد خود حضرت عمر کی ذات تھی، ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر جانتے تھے آپ کی کیا مراد تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں! جس طرح وہ یہ جانتے تھے کہ آج دن کے بعد رات آئے گی، اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی تھی جس میں بھارت نہیں تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۲۵ میں گزر چکی ہے۔



جزاء سلامت اور محفوظ ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۳۶ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۳۱- ج ۱ ص ۵۸۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:  
کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

۲۵ - بَابُ أَجْرِ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ  
بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرَ مُفْسِدٍ

۱۴۳۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ  
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ  
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامٍ  
زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا وَلِزَوْجِهَا  
بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلَ ذَلِكَ.

جب نوکر مالک کے حکم سے صدقہ کرے اور اس کی  
نیت مالک کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اس کا ثواب  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از  
ابو وائل از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے خاوند کے مال  
سے صدقہ کرے اور اس کی نیت خاوند کا مال برباد کرنا نہ ہو تو اسے  
بھی اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی مال کمانے کا اجر ملے گا  
اور اس مال کے محافظ کو بھی اس کا اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۲۲۵ میں زرچکی ہے۔

۱۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا  
أَسَامَةُ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي  
مُوسَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ  
الْمُسْلِمُ الْأَمِينُ الَّذِي يُنْفِذُ وَرَبَّمَا قَالَ يُعْطَى  
بِهِ كَامِلًا مُؤَقَّرًا طَيِّبٌ بِهِ نَفْسُهُ فِي الْعَهْدِ الْأَوَّلِ  
أَمْرٌ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ.

[اخراف الحدیث: ۲۲۶۰-۲۲۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید  
عبداللہ از ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ  
نے فرمایا: اس مال کا محافظ مسلمان ہو امانت دار ہو اور اپنے مالک  
کے حکم پر عمل کرنے والا ہو اور کبھی آپ نے فرمایا: اس کو جتنا دینے  
کا حکم دیا گیا ہو اس کو پورا پورا خوشی سے دینے والا ہو اور جس کو  
اسے حکم دیا گیا ہو اس کو دے دے تو وہ بھی صدقہ کرنے  
والوں میں سے ایک ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۲۳۲۵ - برائو: ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۵۵۹، مصنف: ابی شیبہ: ۲۱۰، ۲۱۱، ۳۳۵۹، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۲، شعب الایمان: ۶۹۵، مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۳، طبع قدیم مسند احمد: ۱۹۵۱۲، ج ۳ ص ۲۷۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء ابو کریب الہمدانی (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ اللیشی (۳) برید بن عبد اللہ ان کی کنیت ابو بردہ ہے (۴) ابو بردہ  
ان کا نام عامر یا حارث ہے (۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۴۳۷)

### حدیث میں مذکور خزانچی کی قیود کے فوائد

اس حدیث میں دینے والے کے ساتھ پہلی قید یہ ہے کہ وہ خازن ہو یعنی مال کا محافظ ہو جس کو خزانچی کہتے ہیں۔  
دوسری قید یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو کیونکہ کافر کی نیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ اس کو ثواب ملتا ہے۔

تیسری قیدیہ ہے کہ وہ امانت دار ہو اس قید سے وہ خازن نکل گیا جو خائن ہو۔

چوتھی قیدیہ ہے کہ وہ مالک کے حکم کے مطابق صدقہ کو نافذ کرنے والا ہو اور جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہے اتنا دے۔

پانچویں قیدیہ ہے کہ جس کو جتنا دینے کا حکم دیا گیا ہے وہ اس کو خوشی سے دے کیونکہ اگر وہ خوشی سے نہیں دے گا تو اس کی دینے کی نیت نہیں ہوگی پھر اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

چھٹی قیدیہ ہے کہ جس کو دینے کا حکم دیا گیا ہے اسی کو دے کیونکہ اگر اس نے کسی اور کو دیا تو پھر وہ اپنے مالک کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہوگا اور پھر اس کا شمار صدقہ کرنے والوں میں نہیں ہوگا اور اس کو ثواب نہیں ملے گا۔

۳۶ - بَابُ أَجْرِ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ  
أَوْ أَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا  
غَيْرَ مُفْسِدَةٍ

جب کوئی عورت صدقہ کرے یا خاوند کے گھر  
سے کھلائے اور اس کا مال برباد کرنے کی  
نیت نہ ہو تو اس کا ثواب

۱۴۳۹ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا  
مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ  
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان  
کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:  
ہمیں منصور اور الاعمش نے حدیث بیان کی از ابی وائل از مسروق  
از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ آپ نے فرمایا: عورت اپنے  
خاوند کے گھر سے صدقہ کرے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۲۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۴۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي  
قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ  
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا  
غَيْرَ مُفْسِدَةٍ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ  
ذَلِكَ لَهُ بِمَا كَسَبَتْ وَلَهَا بِمَا كَسَبَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شقیق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:  
ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از مسروق  
از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:  
جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے کھلائے اور اس کی نیت اس  
کا گھر برباد کرنا نہ ہو تو اس کو بھی اجر ملتا ہے اور اس کے گھر کو بھی  
اتنا ہی ثواب ملتا ہے اور خزانچی کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے خاوند کو  
اس کے کمانے کا اور عورت کو اس کے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۲۵ میں مطالعہ فرمائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از منصور از شقیق از  
مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جب  
کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے طعام کو خرچ کرے اور وہ طعام  
کو برباد کرنے والی نہ ہو تو اس عورت کو بھی اجر ملے گا اور اس کے

۱۴۴۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا  
جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ  
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا  
غَيْرَ مُفْسِدَةٍ فَلَهَا أَجْرُهَا وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ



وَلِلْخَازِنِ مِثْلَ ذَلِكَ.

خاوند کو بھی کمانے کا اجر ملے گا اور خزانچی کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۴۲۵ میں ہے۔

\* باب مذکور کی پہلی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۳۲۵۹- ج ۲ ص ۹۴۸ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۷- بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيْسِرُهُ لِلْيُسْرَى ۝ وَأَمَّا مَنْ مَنَّم بِخِلٍ وَاسْتَغْنَى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيْسِرُهُ لِلْعُسْرَى﴾ (اللیل: ۱۰-۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتا رہا ۝ اور نیک باتوں کی تصدیق کرتا رہا ۝ پس عنقریب ہم اس کو آسانی (جنت) مہیا کریں گے ۝ اور جس نے بخل کیا اور اللہ سے بے پرواہ رہا ۝ اور نیک باتوں کی تکذیب کی ۝ پس عنقریب ہم اس کو دشواری (دوزخ) مہیا کریں گے ۝ (اللیل: ۱۰-۵)

اللیل: ۵ میں اللہ کی راہ میں دینے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے نیکی کے تمام راستوں میں اپنا مال خرچ کیا اور ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا۔ لیل: ۶ میں "حسنی" لفظ ہے اس سے مراد اللہ پر ایمان لانا ہے اور تمام فرائض پر عمل کرنا ہے۔ لیل: ۷ میں "یسری" کا لفظ ہے اس کا معنی آسانی ہے اس سے مراد دنیا میں نیکی کی نعمت اور آخرت میں جنت ہے۔ لیل: ۸ میں بخل کا ذکر ہے یعنی جس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی اور لیل: ۹ میں کذب سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی توحید کی تکذیب کی اور اس میں مذکور ہے: وہ اللہ سے بے پرواہ رہا یعنی وہ اللہ کے اجر و ثواب سے بے پروا رہا۔ لیل: ۱۰ میں "العسری" کا ذکر ہے اس سے مراد دوزخ ہے۔

اللَّهُمَّ اعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلْفًا  
اے اللہ! (میں) راہ میں) مال خرچ کرنے والے کو (اس مال کا) بدل عطا فرما۔

یہ تعلق اس آیت کے مناسب ہے:

وَمَا آتَيْنَا مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ. (سبا: ۳۹)

اور تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ اس کا پورا پورا بدل عطا فرمائے گا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اس حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از معاویہ بن ابی مزرد از ابی الحباب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر دن جس میں بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا دعا کرتا ہے: اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو تلف کر دے۔

۱۴۴۲- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي مُزَرَّدٍ عَنْ أَبِي الْحَبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا اللَّهُمَّ اعْطِ مُنْفِقًا خَلْفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ اللَّهُمَّ اعْطِ مُمْسِكًا تَلْفًا.

(صحیح مسلم: ۱۰۱۰، رقم المسلسل: ۲۲۹۹، السنن الکبریٰ: ۹۱۷۸)

جامع المسانید لابن جوزی: ۵۱۴۱، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۴۲۷ھ)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن ابی اویس (۲) ان کے بھائی اور وہ ابو بکر ہیں ان کا نام عبدالحمید ہے (۳) سلیمان بن بلال (۴) معاویہ بن ابی مرزؤ ان کا نام عبد الرحمان ہے (۵) ابو الحباب ان کا نام سعید بن یسار ہے یہ معاویہ مذکور کے چچا ہیں (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۳۳۱)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت فرشتوں کی اس دعا میں ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما۔

## اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے فرشتوں کی دعا

فرشتے دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو اس مال کا بدل عطا فرما اس سے مراد وہ شخص ہے جو فرائض اور مستحبات میں مال کو خرچ کرتا ہے اور جب وہ بخیل کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اس کے مال کو تلف کر دے تو اس سے مراد وہ شخص ہے جو فرائض میں بخل کرتا ہے کیونکہ جو شخص فرائض ادا کرتا ہو اور مستحبات کو ترک کرتا ہو وہ اس دعا کا مستحق نہیں ہے اس حدیث میں خرچ کرنے کی ترغیب ہے خواہ فرائض میں ہو جیسے اہل وعیال پر خرچ کرنا خواہ مستحبات میں ہو جیسے دیگر رشتہ داروں اور یتیموں پر خرچ کرنا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا مستجاب ہوتی ہے جیسے حدیث میں ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۷۸۲)

## صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال

## ۲۸۔ بَابُ مَثَلِ الْمُهْصِلِ وَالْبَخِيلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عباس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جیسے دو شخص لوہے کے دو پتے پہنے ہوئے ہوں۔

۱۴۴۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ إِلَى تَرَاقِيبِهِمَا فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبْعَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جُلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُو أَثَرَهُ وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ خَلْقَةٍ مَكَانَهَا وَهُوَ يُؤْتِسِعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ تَابَعَهُ

امام بخاری نے اس حدیث کا آخری حصہ دوسری سند کے ساتھ بیان کیا وہ یہ ہے:

اور اسے ابو رحمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمان نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال اس طرح ہے جیسے دو آدمیوں نے اپنے سینوں سے اپنی گردنوں تک دو لوہے کے پتے پہنے ہوئے ہوں رہا خرچ کرنے والا تو وہ جب بھی خرچ کرتا ہے تو وہ جبہ کھل جاتا ہے یا اس کے جسم پر ڈھیلا اور کشادہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی انگلیاں چھپ جاتی ہیں اور اس کے پیروں کے نشان

وَحَدَّثَنَا أَبُو جَرْدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ رُحَيْمٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ سَبْعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ مِنْ ثَدْيَيْهِمَا إِلَى تَرَاقِيبِهِمَا فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبْعَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جُلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ وَتَعْفُو أَثَرَهُ وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ خَلْقَةٍ مَكَانَهَا وَهُوَ يُؤْتِسِعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ تَابَعَهُ

الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ.

[الطراف الحديث: ۱۳۳۳-۲۹۱۷-۵۲۹۹-۵۷۹۷]

مٹ جاتے ہیں اور رہا بخیل تو وہ جب بھی خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے فولادی جبہ کی ہر کڑی اپنی جگہ جم جاتی ہے وہ اس جبہ کو ڈھیلا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔ ابن طاووس کی حسن بن مسلم نے دو جہوں میں متابعت کی ہے از طاووس۔

(صحیح مسلم: ۱۰۲۱۱ رقم السلسل: ۲۳۲۱۱، سنن نسائی: ۲۵۳۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹ طبع قدیم مسند احمد: ۹۰۵۷-ج ۵ ص ۲۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مال خرچ کرنے کی وجہ سے دنیا میں عیوب کی پردہ پوشی اور آخرت میں اجر و ثواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المطلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے کا مال بڑھاتا ہے اور خرچ کرنے کی برکت سے اس کے مال میں اضافہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے کی سر سے لے کر قدم تک اس کے تمام عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے اور آخرت میں اس کو اجر عطا فرماتا ہے پس اس کا مال اس پر سختی اور تنگی نہیں کرتا اور رہا بخیل تو وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کے عیوب کی پردہ پوشی اس کے مال کو خرچ نہ کرنے میں ہے لیکن اس کا مال اس کے عیوب کی بالکل پردہ پوشی نہیں کرتا وہ دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور آخرت میں گناہوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۳۲۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۴۴۴ - وَقَالَ حَنْظَلَةُ عَنْ طَاوُسٍ الْجُبَّتَانِ رَأَى  
الَّتِي حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنْ ابْنِ هُرْمُزٍ سَمِعْتُ أَبَا  
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّتَانِ.

”جُبَّتَانِ“ کا معنی ہے: دو لمبے کٹ اور ”جُبَّتَانِ“ کا معنی ہے: دو ڈھلے۔ اس سے روایت کی ہے کہ اس میں ”جُبَّتَانِ“  
\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح: ۵۰۰۰ ج ۲ ص ۹۳ پر مذکور ہے اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۲۹ - بَابُ صَدَقَةِ الْكُسْبِ وَالتِّجَارَةِ  
بِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ  
طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنْ الْأَرْضِ  
وَلَا تَبْسُمُوا فِيهِمْ فَتَفْقَرُوا وَلَكُمْ بِهِ بَأْسٌ إِلَّا  
أَنْ تَفِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفِيرٌ حَنِيدٌ﴾ (البقرہ: ۲۶۷)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کماؤں سے پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرو اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔ پس تم نے پسندیدہ چیزوں سے خرچ کرنا چاہیے اور ناپسندیدہ چیزوں کو صدقہ دینے کا قصد نہ کرو جس کو تم خود بھی آنکھیں بند کیے بغیر لینے والے نہیں ہو اور یقین کرو اللہ بہت بے نیاز ہے حد تعریف کیا ہوا ہے O

(البقرہ: ۲۶۷)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پسندیدہ اور پاکیزہ چیزوں کو خرچ کرنا چاہیے اور ناپسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہیں خرچ کرنا چاہیے امام بخاری نے اس باب میں بھی کوئی حدیث روایت نہیں کی اور صرف اس مضمون کی آیت ذکر کرنے پر اکتفاء کر لیا۔ تاہم ہم اس مضمون کی احادیث ذکر کر رہے ہیں:

### نا پسندیدہ اور ناکارہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے ہم لوگوں کے کھجور کے درخت تھے اور جس شخص کے باغ سے جتنی زیادہ یا کم کھجوریں درختوں سے اترتی تھیں وہ اسی حساب سے کھجوریں لاتا تھا کوئی شخص کھجوروں کا ایک خوشہ لاتا تو کوئی دو خوشے لاتا اور ان کو مسجد میں لٹکا دیتا اور اہل صفہ (مسجد نبوی میں رہنے والے طلبہ) کے پاس طعام نہیں ہوتا تھا ان میں سے جب کسی کو بھوک لگتی تو وہ ان خوشوں پر لاشی مارتا تو اس سے ادھ پکی کھجوریں اور چھوڑے گر جاتے اور وہ اس کو کھا لیتے اس وقت لوگوں کو صدقہ اور خیرات میں رغبت نہیں تھی وہ کھجوروں کے ایسے خوشے لے کر آتے جن میں سوکھی ہوئی ردی اور بے کار کھجوریں ہوتیں اور وہ ان کو لا کر لٹکا دیتے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ تم اپنی کمائی سے پسندیدہ چیزوں کو صدقہ کرو (البقرہ: ۲۶۷)۔ (سنن ترمذی: ۲۹۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۲)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس مسجد میں آئے اور آپ کے ہاتھ میں لاشی تھی اور ایک شخص نے ردی کھجوریں لٹکائی ہوئی تھیں آپ نے ان کھجوروں کے خوشے پر لاشی ماری اور فرمایا: ان کھجوروں کا صدقہ کرنے والا اگر چاہتا تو ان سے عمدہ کھجوروں کا صدقہ کر سکتا تھا یہ صدقہ کرنے والا قیامت کے دن ردی کھجوریں کھائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۰۸، سنن نسائی: ۲۳۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۱)

حضرت خافرہ قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے تین کاموں کو کر لیا وہ ایمان کا ذائقہ چکھ لے گا: (۱) جس شخص نے اللہ وحدہ کی عبادت کیا اور بے شک اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ (۲) اور جس نے خوشی سے ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ دی (۳) اور زکوٰۃ میں نہ بوڑھا جانورد نہ خارشاہ نہ زہاد نہ بیمار اور نہ بلی قسم لیکن درمیانی قسم کا دے کیونکہ اللہ تم سے نہ سب سے عمدہ مال طلب کرتا ہے اور نہ تم کو سب سے گھٹیا مال دینے کا حکم دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۸۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اس طرح تقسیم کیا ہے جس طرح تمہارے درمیان رزق تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو دنیا دیتا ہے خواہ وہ اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں یا نہ ہوں اور دین صرف ان ہی کو دیتا ہے جو اس کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور اس امت کی قسم اس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! کوئی بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان بھی مسلمان نہ ہو جائے اور اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا پردہ اس کے بوائق سے مامون نہ ہو جائے مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! بوائق سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا شر اور اس کا ظلم، کوئی مردہ مال نہ کرے اور نہ خرافہ نہ کرے۔ ہر اس سے بھارت کی توقع ہے اور نہ حرام مال سے صدقہ کرے ہر اس کے قبول کرنے کی امید ہے اور وہ اپنی پیٹھ کے پیچھے کچھ چھپائے دوزخ کا حصہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ بڑائی کو بڑائی سے نہیں مٹاتا لیکن بڑائی کو نیکی سے مٹاتا ہے بے شک خبیث چیز خبیث چیز کو نہیں مٹاتی۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی صباح بن محمد ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۶، مسند ابن جریر: ۳۵۶۲، شعب الایمان: ۵۵۲۳، شرح السنن: ۲۰۳۰، المعجم الکبیر: ۸۹۹۰، الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۱۵۸)

المستدرک ج ۱ ص ۳۳-۳۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۷۲، ج ۶ ص ۱۸۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

۳۰۔ بَابُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ  
ہر مسلمان پر صدقہ کرنا فرض ہے جس کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو وہ کوئی نیک کام کرے



۱۴۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ. فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ. قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ. قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوفِ وَلْيَنْفِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ. [طرف الحدیث: ۶۰۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا (واجب) ہے مسلمانوں نے کہا: یا نبی اللہ! جس شخص کو صدقہ کرنے کے لیے کچھ میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرے، سوائے نفس کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ کرے مسلمانوں نے کہا: اگر اس کو کوئی کام میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ کسی حاجت مند مصیبت زدہ کی مدد کرے مسلمانوں نے کہا: اگر اس کو یہ بھی میسر نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر وہ نیک کام کرے اور (کسی کے ساتھ) بُرائی کرنے سے رُک جائے بے شک اس کے لیے یہ بھی صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۸، الرقم المسلسل: ۳۲۹، سنن: ۲۵۳۸، داؤد: ۲۹۵، ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۱۰۸، سنن کبریٰ: ۲۳۱۸، سنن دارمی: ۲۷۴، شعب الایمان: ۶۱۶، شرح السنن: ۱۳۳، سنن ترمذی: ۲۹۸، ج ۳ ص ۲۲، سنن ابی داؤد: ۱۹۵۳، ج ۳ ص ۲۲، مؤسسۃ الرسالۃ: بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۳۹۰۹، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۳۲۷ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی القصبی (۲) شعب بن الحجاج (۳) سعید بن ابی بردہ (۴) ان کے والد ابو بردہ عامر سعید کے دادا اور وہ حضرت ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس الانصاریؓ سے ہیں۔ (۵) قاری ج ۱ ص ۲۳۸ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: وہ کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے۔

### صدقہ کی صورتیں

حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: ہر مسلمان پر صدقہ ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے: ہر مسلمان پر ہر دن میں صدقہ (واجب) ہے اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمائی اور مستحب عمل کرنے سے اس صدقہ کے وجوب کو ساقط کر دیا، یہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور فضل ہے ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ (واجب) ہے ہر اس دن میں جس میں سورج طلوع ہوتا ہے آپ نے فرمایا: دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے کسی شخص کی اس کی سواری پر بیٹھنے میں مدد کرنا صدقہ ہے یا اس کا سامان سواری پر رکھنا صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور نماز کی طرف ہر قدم چلنا صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۷، صحیح مسلم: ۱۰۰۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶)

نیز آپ نے فرمایا: کسی ضرورت مند اور مظلوم کی مدد کرنا صدقہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو شخص اس حال میں ہو

اس کی مدد کرنے میں متعدد طریقے سے اجر ملتا ہے اور ان احادیث سے مقصود یہ ہے کہ نیکی کے کام کرنے کی ترغیب دی جائے۔

(المفہم ج ۳ ص ۵۴ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے مسلمان بھائی کی جس طرح ممکن ہو مدد کرنی چاہیے خواہ وہ اس کی مال سے مدد کرے یا کسی اور طریقہ سے اس کے کام آ کر مدد کرے، نیکی کا حکم دے بُرائی سے روکے اور یہ بھی نہ کر سکے تو کسی کے ساتھ بُرائی نہ کرے۔

۳۱۔ بَابُ قَدَرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ  
وَالصَّدَقَةِ وَمَنْ أَعْطَى شَاةً  
اور جس آدمی نے بکری دی

زکوٰۃ میں ہر صنف کی الگ الگ مقدار ہے، چاندی اور سونا، نصاب کو پہنچ جائے اور ان پر ایک سال گزر جائے تو اس میں سے چالیسواں حصہ دیا جائے، مویشیوں میں اونٹ، گائے اور بکری ہر ایک کی الگ الگ مقدار ہے، مثلاً ۵ ہے ۹، اونٹ تک ایک بکری دی جائے گی، ۳۰ سے ۳۹ گائے تک ایک سالہ بچھڑی دی جائے گی، ۴۰ سے ۱۲۰ تک ایک بکری دی جائے گی اور اگر صدقہ نفل ہو تو اس میں مقدار معین نہیں ہے۔

۱۴۴۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو شَهَابٍ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ عَنْ سَفْعَةَ بِنْتِ مَسْرُورٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا لَأْتُ بُعْتُ إِلَى نُسَيْبَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ فَأُرْسِلَتْ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ لَا، إِنَّمَا أُرْسِلْتُ بِهِ نُسَيْبَةُ مِنْ تِلْكَ الشَّاةِ فَقَالَ هَاتِ، فَتَنَزَّلْتُ بِمَجْلَئِهَا [اطراف الحديث: ۱۳۹۳-۲۵۷۹] (صحیح مسلم: ۱۰۱۰۱-۱۰۱۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو شہاب نے حدیث بیان کی از خالد بن خالد بن مسرور عن سفعہ بنت مسرور عن ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لائت بعنتی الى نسیبۃ الانصاریۃ بشاۃ فارسلت الى عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا منہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عندکم شیء؟ فقلت لا، انما ارسلت بہ نسیبۃ من تلك الشاة فقال هاتی، فتنزلت بمجلئہا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو شہاب نے حدیث بیان کی از خالد بن خالد بن مسرور عن سفعہ بنت مسرور عن ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لائت بعنتی الى نسیبۃ الانصاریۃ بشاۃ فارسلت الى عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا منہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عندکم شیء؟ فقلت لا، انما ارسلت بہ نسیبۃ من تلك الشاة فقال هاتی، فتنزلت بمجلئہا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو شہاب نے حدیث بیان کی از خالد بن خالد بن مسرور عن سفعہ بنت مسرور عن ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لائت بعنتی الى نسیبۃ الانصاریۃ بشاۃ فارسلت الى عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا منہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عندکم شیء؟ فقلت لا، انما ارسلت بہ نسیبۃ من تلك الشاة فقال هاتی، فتنزلت بمجلئہا

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابن یونس وہ احمد بن عبد اللہ بن یونس ابو شہاب (۲) ابو شہاب ان کا نام عبد بن الحنظل ہے (۳) خالد بن مران (۴) خالد بن مسرور بن یونس (۵) ام عطیہ ان کا نام نسیمہ ہے۔ (عمد قاری ج ۸ ص ۱۰۱۰)

اس حدیث کے عنوان سے دو جزء ہیں: (۱) زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے (۲) دوسرا ہر ہے: اس نے بکری دینا دوسرے جزء کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت نسیمہ انصاریہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بکری بھیجی اور پہلے جزء کے ساتھ اس حدیث میں مطابقت نہیں ہے۔

فقیر کو اپنی زکوٰۃ کی کتنی مقدار دی جائے؟ اس کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص کو اپنی زکوٰۃ میں سے کتنی مقدار دینی چاہیے علامہ ابن القصار نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے کہ فقیر کو اتنی زکوٰۃ دینی چاہیے جو اس کے لیے اور اس کے اہل و عیال کے لیے کافی ہو اور امام مالک نے اس زکوٰۃ کی مقدار بیان نہیں کی اور میرے نزدیک اس کو اتنی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے کہ وہ خود غنی ہو جائے اور اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہو جائے۔

المہلب نے انجموہ میں لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ فقیر کو اتنی زکوٰۃ دی جائے جو اس کی ایک سال کی خوراک کے لیے کافی ہو پھر اس کی ضرورت کے مطابق اس کے کمزوروں کے لیے بھی زکوٰۃ میں سے رقم دی جائے۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: کسی ایک انسان کو زکوٰۃ میں سے دو سو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت) دے دی جائے تو یہ میرے نزدیک مکروہ ہے اور اگر اس کو اتنی رقم دے دی گئی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

المغیرہ نے کہا: اگر کسی شخص کو نصاب کی مقدار سے کم زکوٰۃ دی گئی تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس کو اتنی زکوٰۃ نہ دی جائے کہ وہ خود صاحب نصاب ہو جائے اور اس پر زکوٰۃ واجب ہو اور ثوری اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ کسی شخص کو پچاس درہم سے زیادہ زکوٰۃ نہ دی جائے ماسوا اس کے کہ وہ مقروض ہو۔

امام شافعی نے کہا کہ کسی شخص کو اتنی زکوٰۃ دی جائے کہ وہ غنی اور صاحب نصاب ہو جائے اور اس کو مسکین نہ کہا جائے اور اگر فقیر کو ہزار یا اس سے زیادہ درہم دے دیے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس پر زکوٰۃ تب واجب ہوگی جب ایک سال گزر جائے گا ابو ثور کا بھی یہی قول ہے۔

ابن حبیب نے کہا: بکریوں کی زکوٰۃ میں کسی شخص کو ایک بکری دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کو زیادہ ضرورت ہو تو ایک سے زیادہ بکریاں دینا بھی جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت نسیم کی بیٹی کو بکریوں کے تعلق فرمایا اور بکری لے آؤ! وہ بکری اپنے محل تک پہنچ چکی ہے یعنی حضرت نسیم پر وہ بکری صدقہ کر دی گئی ہے اور اب ہمارے لیے ہدیہ ہے جسے حضرت بریرہ پر جو گوشت صدقہ کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا: وہ ان کے لیے صدقہ ہے اور جب انہوں نے ہمیں دے دیا تو وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کسی چیز کی ملک بدلنے سے اس چیز کا حکم بدل جاتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۲۳-۴۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

### چاندی کی زکوٰۃ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عمرو بن یحییٰ المازنی از والد خود انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ (زکوٰۃ) نہیں ہے اور پانچ اوقیہ (دو سو درہم) سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ وسق (۶۰ صاع ۳۰۰ کلو گرام) سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی انہوں نے اپنے والد سے سنا از ابی سعید رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے اس حدیث

### ۳۲ - بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ

۱۴۴۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دُونَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ مِنَ الْإِبِلِ لَمَّا دُونَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۳ - بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكَاةِ

وَقَالَ طَاوُسٌ قَالَ مُعَاذُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ  
لَا هِلَ الْبَمَنِ انْتَوْنِي بِعَرَضٍ 'ثِيَابٍ خَيْصَصٍ أَوْ لَبِيسٍ'  
فِي الصَّدَقَةِ، مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذَّرَقَةِ، أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ  
وَأَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِالْمَدِينَةِ.

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۴۱-۱۰۵۴۰، مطبوعہ مجلس علمی بیروت میں ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا خَالِدٌ  
إِحْتَبَسَ أَذْرَاعَهُ وَأَعْتَدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: اور رہا خالہ تو اس نے اپنی زہریں  
اور ہتھیر اللہ کی راہ میں وقف کر دیئے ہیں۔

اس تعلیق کی حدیث متصل عنقریب صحیح البخاری: ۱۴۶۸ میں آرہی ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ أَهْلُ دِفْقَرٍ وَأَنْ  
مِنْ حُلِيِّكُمْ فَلَمْ يَسْتَنْ صَدَقَ التَّرَايَ مِنْ غَيْرِهَا.  
فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَبِسَخَابِهَا أَنْ  
يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوضِ.

اور نبی ﷺ نے (عید کے دن عورتوں سے) فرمایا: صدقہ  
دینے والے اپنے زیور سے پس آپ نے زکوٰۃ کو دوسرے  
مستحقین پر صرف بھر عورتیں اپنے کانوں کی بالیوں کو  
اور لوگوں کے ہار کو ڈالیں آپ نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں سونے  
اور چاندی کو دوسری چیزوں سے مخصوص نہیں فرمایا۔

ان تعلیقات سے ہمارے فقہاء نے استنباط کیا ہے کہ زکوٰۃ دینا ضروری نہیں ہے دوسری چیزوں کو بھی زکوٰۃ میں دینا جائز ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ دینا ہر سال میں زکوٰۃ ہوتی ہے۔

۱۴۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ - سَمِعْتُ ثُمَامَةَ بْنَ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أبا بكر بن عبد الله بن مسعود قال لما أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم من بني النضير فقال يا رسول الله اني قد اتيته فاني قد اخرجت منه ما كان في يدي من أموالهم فقال يا ابن أبي قحافة انك لا تدري ما جاء به هؤلاء الا بالحق فقال يا رسول الله اني قد اخرجت منهم ما كان في يدي من أموالهم فقال يا ابن أبي قحافة انك لا تدري ما جاء به هؤلاء الا بالحق فقال يا رسول الله اني قد اخرجت منهم ما كان في يدي من أموالهم فقال يا ابن أبي قحافة انك لا تدري ما جاء به هؤلاء الا بالحق

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبد اللہ نے  
یث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے یث بیان  
انہوں نے کہا: یث نامہ نے یث بیان کی کہ حضرت انس  
اللہ نے ان سے یہ حدیث سیر کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ  
مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ جس  
شخص پر زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور وہ اس کے پاس  
نہ ہو اس کے پاس دو سال کی اونٹنی ہو تو وہ اس سے وصول کر لی  
جائے گی اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم دے گا یا دو  
بکریاں دے گا پس اگر اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی نہ ہو اور  
اس کے پاس دو سال کا اونٹ ہو تو وہ اس سے بہ طور زکوٰۃ وصول کر  
لیا جائے گا اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں ہوگا۔



(سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷، سنن نسائی: ۲۴۴۶، سنن ابن ماجہ: ۱۸۰۰، مسند ابوالخیر: ۳۱، سنن ابویوسف: ۱۲، سنن دارقطنی: ج ۲ ص ۱۱۳، المستدرک: ج ۱ ص ۳۹۰، سنن بیہقی: ج ۳ ص ۸۶، صحیح ابن خزیئہ: ۲۲۶۱، صحیح ابن حبان: ۳۲۶۶، مسند احمد: ج ۱ ص ۱۲، ص ۱۱، ص ۱۲، مسند احمد: ۷۲، ج ۱ ص ۲۳۲-۲۳۳، مؤسسة الرسالہ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبد اللہ بن اشعثی (۲) ان کے والد عبد اللہ بن اشعثی بن عبد اللہ بن انس بن مالک (۳) ثمامہ اور وہ عبد اللہ بن انس ہیں جو بصرہ کے قاضی ہیں (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۹)

زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوٰۃ ادا کرنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کی ادائیگی میں سامان اور قیمتی چیزوں کے لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے امام بخاری کی اس تعلیق سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ میں سامان اور دیگر چیزوں کو وصول کیا تھا اور حضرت انس کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت معاذ صدقات کو مدینہ کی طرف منتقل کرتے تھے پھر رسول اللہ ﷺ ان کو تقسیم کرتے تھے پس جب یہ صدقات نبی ﷺ کی زندگی میں مدینہ منتقل ہوتے تھے اور آپ ان مدینہ کے فراء میں تقسیم کرتے تھے لا محالہ آپ زکوٰۃ کے بدل کے جواز کو برقرار رکھا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ زکوٰۃ کپڑوں کی جنس سے نہیں ہے اور نہ زکوٰۃ میں بدل کے بدلے ہیں لہذا زکوٰۃ کے بدل میں ان چیزوں کا لینا جائز قرار پایا اور آپ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جسی اسی معمول کو برقرار رکھا اور صحابہ کرام کا اس پر اتفاق رہا اسی طرح نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ ایک سال کی اونٹنی کے بجائے دو سال کی اونٹنی لے لی جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے اس سے اس کا زکوٰۃ کے بدلے اس سے اس کی قیمت یا قیمتی چیز لینا جائز ہے اور جب یہ جائز ہے کہ پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ میں اس بکر کے خلاف ایک بکر لینا جائز ہے تو اس کی جگہ ایک دینار لینا بھی جائز ہے۔

نیز امام بخاری کی تیسری تعلیق میں مذکور ہے کہ عورتیں اپنے کانوں کی بالیاں اور لوٹگوں کے ہار بھی ڈال دیتی تھیں اور لوٹگوں کے ہار سونے کی کی جنس سے نہیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ میں سونے چاندی کو دینا ضرور نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ کی مقدار کے برابر کسی بھی جنس سے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

اس نے اب کے میں کہتے ہیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف اس کے ساتھ صحیح ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ اس وقت مدینہ میں ان کپڑوں اور دیگر اشیاء کی ضرورت ہے اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا جوار شاد قتل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص پر زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی کے بجائے دو سال کی اونٹنی ہو تو اس سے عامل دو سال کی اونٹنی لے لے اور اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے دے تو اس پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں عمل نہیں کیا۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۴۲۸-۴۲۷، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

### مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطلال کی دلیل کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی دلیل صحیح بخاری کی حدیث مرفوعہ اور صحابہ کرام کے آثار ہیں۔ اس کے مقابلہ میں علامہ ابن بطلال نے فقہاء احناف کے مخالفین کی طرف سے جو دلیل پیش کی ہے وہ محض ان کا مفروضہ ہے اور بلا دلیل ایک

دعویٰ ہے، نیز میں پوچھتا ہوں کہ شریعت کا مدار نبی ﷺ کے ارشاد پر ہے یا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عمل پر ہے؟ جب کہ علامہ ابن بطال نے ان کے عمل پر بھی کسی صحیح حدیث کا حوالہ نہیں دیا اور دلائل کے مقابلہ میں محض دعویٰ کی کیا حیثیت ہے!

حافظ ابن حجر اور غیر مقلدین کا آثار صحابہ اور حدیث رسول کو مسترد کرنا اور مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں امام بخاری نے فقہاء احناف کی موافقت کی ہے اس کے باوجود کہ وہ ان کی بہت مخالفت کرتے ہیں:

حضرت معاذ کے قصہ کا یہ جواب ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہے پس اس قصہ میں کوئی دلیل نہیں ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور جب نبی ﷺ نے ان کو یمن بھیجا تھا تو آپ نے ان کو بتادیا تھا کہ وہ کس طرح عمل کریں گے ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اس زمانہ کا خاص واقعہ ہے اس سے یہ قاعدہ کلیہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جنس میں زکوٰۃ واجب ہو اس کی زکوٰۃ دوسری جنس سے دی جاسکتی ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ اس کے خلاف بھی کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ خواتین نے اپنی زکوٰۃ میں لوگوں کا ہار دیا، اگر یہ ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کو رد فرمادیتے۔ سعیدی غفرلہ)

قاضی عبدالوہاب مالکی نے کہا ہے کہ وہ لوگ جزیہ پر بھی اصدقہ کا اطلاق کرتے تھے ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ نے جو لیا تھا وہ بھی جزیہ ہو، حافظ ابن حجر نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاذ نے فرمایا تھا: تم جو اور جوار کے بدلا میں کپڑے اور سامان دو اور جزیہ میں جو اور جوار کو نہیں لیا جاتا، درہم اور دینار کو لا جاتا ہے۔

حدیث مذکور کا حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا ہے کہ زکوٰۃ کی مقدار تو معین ہوتی ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی جب کہ سامان کی قیمت تو کم زیادہ ہوتی ہے پس جس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے اس کی زکوٰۃ میں وہی چیز لی جائے گی اس کے بدلا میں کوئی اور سامان نہیں لیا جائے گا کیونکہ زکوٰۃ کی مقدار معین ہے اس کی کمی بیشی نہیں ہوتی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۴۷-۴۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اسی جواب کو نقل کیا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۴۳۸ دار الرشید سوریا)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور نواب توحید کی یہ ذیہ نہیں دیتا کہ وہ حدیث رسول کو اپنے قیاس سے مسترد کر دیں، نبی ﷺ نے اس سے پہلے کہ زکوٰۃ میں بکری واجب ہے کیا بکری کی قیمت کم بیش نہیں ہوتی رقیہ شرح ۳۰ ص ۳۹ تک میں ایک پتھر کی قیمت کم بیش نہیں ہوتی اسی طرح اس سے ۱۰۰ کے گدوں میں ایک بکری واجب کی ہے اور بکری کی قیمت بھی کم بیش ہوتی رہتی ہے اگر حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اور نواب بھوپالی (اہل حدیث) کے قاعدہ کو تسلیم کر کے حدیث رسول کو مسترد کر دیا جائے تو نبی ﷺ کا دیا ہوا پورا نظام زکوٰۃ ہی ساقط ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: زکوٰۃ کی ادائیگی کی مقدار معین ہونی چاہیے میں کہتا ہوں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی مقدار وہی ہونی چاہیے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے خواہ وہ معین ہو یا غیر معین۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ جہاں حافظ ابن حجر کوئی غلط بات کہیں یا فقہاء احناف کے خلاف کچھ کہیں تو وہ فوراً ان کا رد کریں لیکن اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر نے احناف کے خلاف لکھا اور صحیح بخاری کی حدیث کا رد کیا لیکن علامہ عینی کا خون جوش میں آیا نہ علم حرکت میں آیا شاید قسم ازل نے یہ سعادت اس ناکارہ کے لیے مقدر کر دی تھی!

۱۴۴۹ - حَدَّثَنَا مُوَمَّلٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ  
أَيُّوبَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَرَأَى أَنَّهُ لَمْ  
يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَاتَّاهُنَّ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَشْرَفَهُنَّ  
فَوَعَّظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ  
تُلْقِي وَأَشَارَ أَيُّوبُ إِلَى أُذُنِهِ وَإِلَى حَلْقِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موئل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از ایوب از عطاء بن ابی رباح انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی پس آپ نے گمان کیا کہ آپ نے عورتوں کو نہیں سنایا تو آپ عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو عورت (حضرت بلال کے کپڑے میں صدقہ) ڈالتی تھی اور ایوب نے اپنے کانوں اور اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔

۳۴ - بَابُ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ  
وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ

متفرق جانوروں کو جمع نہ کیا جائے اور جو جانور جمع ہوں ان کو متفرق نہ کیا جائے

مثلاً تین آدمیوں میں سے ہر ایک کی ۴۰ بکریاں ہیں اور ان کی زکوۃ تین بکریاں ہیں اور جب عامل زکوۃ وصول کرنے آئے تو ان میں سے ایک آدمی کہے کہ سب اس کی بکریاں ہیں اور متفرق کر دیں کو جمع کر کے صرف ایک بکری عامل کو دے کیونکہ ۴۰ سے ۱۲۰ تک صرف ایک بکری واجب ہوتی ہے یا ایک آدمی کی ۸۰ بکریاں ہوں جن پر ایک بکری زکوۃ ہو زکوۃ کی وصولی کے وقت عامل کہے: یہ دو آدمیوں کی ۴۰ بکریاں ہیں اور ان میں دو بکریاں زکوۃ میں واجب ہیں اور جمع کو متفرق کر کے خلاصہ یہ ہے کہ زکوۃ دینے والا متفرق کو جمع کر کے زکوۃ دے اور جمع کو متفرق کر کے دے۔

وَيُذَكَّرُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.  
اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کا مکتوب لکھا اور اس کو ان کی طرف روانہ نہیں کیا تھا کہ آپ کی وفات ہو گئی تو آپ نے اس مکتوب کو اپنی توار کے ساتھ لکھا تھا کہ جب آپ کی وفات ہو گئی تو اس مکتوب پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عمل کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی اور حضرت عمر نے عمل کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی اس مکتوب میں یہ درج تھا کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے اور دس میں دو بکریاں ہیں اور پندرہ میں تین بکریاں ہیں اور بیس میں چار بکریاں ہیں اور پچیس سے پینتیس تک ایک سال کی ایک اونٹنی ہے اگر اس سے زیادہ ہوں تو پینتالیس تک دو سال کی ایک اونٹنی ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ساٹھ تک تین سال کی ایک اونٹنی ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو پچتر تک چار سال کی ایک اونٹنی ہے پھر اگر اس سے زیادہ ہوں تو توے تک دو سال کی دو اونٹیاں ہیں پھر اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک سو بیس تک تین سال کی دو اونٹیاں ہیں پھر اگر ایک سو بیس سے زیادہ اونٹیاں ہوں تو ہر پچاس پر ایک تین سال کی اونٹنی اور ہر چالیس پر دو سال کی ایک اونٹنی دی جائے اور بکریوں میں چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک ایک بکری دی جائے پھر اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو دو سو تک دو بکریاں دی جائیں پھر

اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو تین سو بکریوں تک تین بکریاں دی جائیں پھر اگر تین سو بکریوں سے زائد ہوں تو ہر سو بکریوں پر ایک بکری دی جائے پھر جب تک چار سو بکریاں نہ ہو جائیں ان میں کچھ نہیں ہے اور صدقہ دینے کے خوف سے جمع کو متفرق نہ کیا جائے اور متفرق کو جمع نہ کیا جائے اور اگر مویشیوں میں دو آدمی شریک ہوں تو وہ صدقہ کی رقم برابر برابر ایک دوسرے سے لے لیں۔

(سنن ترمذی: ۶۲۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۷۱-۱۵۷۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مکتوب لکھا جس میں رسول اللہ ﷺ کا فرض کیا ہوا صدقہ بیان کیا اور یہ کہ صدقہ کے خوف سے متفرق کو جمع نہ کیا جائے اور جمع کو متفرق نہ کیا جائے۔

۱۴۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے۔

اگر دو شخص شریک ہوں تو زکوٰۃ کا خرچ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں اور طاؤس اور عطاء نے کہا: اگر دونوں شریکوں کو اپنے مالوں کا پتا ہو تو ان کے مالوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔

۳۵ - بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَا جَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ إِذَا عَلِمَ الْخَلِيطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا.

اس تعلیق کی اصل یہ ہے: عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ طاؤس نے کہا: جب دو شریک اپنے مالوں کو جانتے ہوں تو پھر صدقہ میں ان کے مالوں کو جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۶۸۶، کتاب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۱)

اور سفیان نے کہا: اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہے حتیٰ کہ اس شریک کے لیے بھی چالیس بکریاں ہوں اور دوسرے شریک کے لیے بھی چالیس بکریاں ہوں۔

وَقَالَ سُفْيَانٌ لَا تَجِبُ حَتَّى يَتِمَّ لِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً وَلِهَذَا أَرْبَعُونَ شَاةً.

(مصنف عبد الرزاق: ۶۸۶، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وہ مکتوب لکھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کی فرضیت لکھی تھی اور جو دو شریکوں کے مال میں زکوٰۃ ہو وہ ایک دوسرے سے برابر برابر لے لیں۔

۱۴۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَا جَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے۔

اونٹوں کی زکوٰۃ

۳۶ - بَابُ زَكَاةِ الْإِبِلِ



ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ، وَأَبُو ذَرٍّ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کا حضرت ابو بکر، حضرت ابو ذر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے ذکر کیا ہے۔

یعنی اونہوں کی زکوٰۃ کا ذکر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث، صحیح البخاری: ۱۴۵۳ میں ہے، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث، صحیح البخاری: ۱۴۶۰ میں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی کے ساتھ تعلق میں ہے۔

۱۴۵۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا  
الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي  
ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ  
الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهَجْرَةِ فَقَالَ  
وَبَحْكُ إِنَّ شَانَهَا شَدِيدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّي  
صَدَقَتَهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبَحَارِ فَإِنَّ  
اللَّهَ لَنْ يَتْرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے، کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں جن کی تم زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم سمندر کے پار (شیراز) عمل کرتے رہو، بے شک اللہ تمہارے اعمال میں سے کسی چیز کو ترک نہیں کرے گا۔

[اطراف الحدیث: ۱۱۲: ۱-۳۹-۶۱۶]

(صحیح مسلم: ۱۸۶۵، رقم المسلسل: ۴۷۳۹، سنن ابوداؤد: ۲۳۷۷، سنن نسائی: ۳۱۶۳، سنن کبریٰ: ۷۷۸۷، جامع السانید لابن جوزی: ۲۰۷۷)

(مکتبۃ الرشیدیہ، یافض: ۵۱۳۲)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ ابن المدینی (۲) الولید بن مسلم (۳) عبد الرحمن ابن الاوزاعی (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عطاء بن یزید ابوزید لیثی (۶) حضرت ابو سعید الخدری ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۰)

### دیہاتیوں کے اوپر ہجرت کا سخت ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی لکھتے ہیں: دیہاتیوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہجرت کا سخت ترین وقت ہے کیونکہ اگر تم اس کے بعد ہجرت کرو گے تو آپ ﷺ سے پہلے ہجرت کرنے والے آپ ﷺ کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن آپ کو علم تھا کہ اعرابی مدینہ پر صبر نہیں کر سکیں گے کیونکہ وہاں پر بہت سختیاں تھیں اور وہاں میں تھیں کیونکہ جب ایک اعرابی کو مدینہ میں بخار چڑھ گیا تو وہ نبی ﷺ کے پاس بیعت توڑنے کے لیے آیا، اس لیے جب اس اعرابی نے آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اس سے زکوٰۃ کے متعلق پوچھا کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنا اعراب کے اوپر بہت سخت تھا، اس لیے آپ نے فرمایا کہ تم سمندر کے پار عمل کرتے رہو (یعنی ہجرت کرنا ضروری نہیں ہے، بے شک سمندر کے پار رہنا نیک عمل کرتے رہو)۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۴۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت: ۱۴۲۳ھ)

جس کی زکوٰۃ میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہو

اور وہ اس کے پاس نہ ہو

۳۷ - بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةٌ

بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

۱۴۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنْ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عَشْرَيْنِ دِرْهَمًا. وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عَشْرَيْنِ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بَنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بَنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطَى شَاتَيْنِ أَوْ عَشْرَيْنِ دِرْهَمًا وَلَنْ يَكُنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بَنْتُ لَبُونٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيهِ الْمُصَدِّقُ عَشْرَيْنِ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بَنْتُ لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بَنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهَا بَنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطَى مَعَهَا عَشْرَيْنِ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کا وہ فریضہ لکھا جس کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا تھا: جس شخص پر اونٹوں کی زکوٰۃ میں چار سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس چار سال کی اونٹنی نہ ہو بلکہ اس کے پاس تین سال کی اونٹنی ہو تو اس سے وہ تین سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور اسے اس کے ساتھ دو بکریاں دینی ہوں گی اگر اس کو میسر ہوں یا وہ بیس درہم دے گا اور جس شخص پر زکوٰۃ میں تین سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس تین سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس چار سال کی اونٹنی ہو تو اس سے چار سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور عامل اس کو بیس درہم دے گا یا دو بکریاں دے گا اور جس پر زکوٰۃ میں تین سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس صرف دو سال کی اونٹنی ہو تو اس سے دو سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور وہ دو بکریاں یا بیس درہم دے گا اور جس پر زکوٰۃ میں دو سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس تین سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور عامل اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا اور جس پر زکوٰۃ میں دو سال کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس دو سال کی اونٹنی نہ ہو اور اس کے پاس ایک سال کی اونٹنی ہو تو اس سے وہ ایک سال کی اونٹنی قبول کی جائے گی اور وہ اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴۸ میں گزر چکی ہے۔

### ۳۸ - بَابُ زَكَاةِ الْغَنَمِ

۱۴۵۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُثَنَّى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ.

### بکریوں کی زکوٰۃ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ بن المثنیٰ الانصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبد اللہ بن انس نے حدیث بیان کی حضرت انس نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو بحرین کی طرف بھیجا تو ان کے لیے یہ مکتوب لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هَذِهِ فَرِيضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِهَا رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'فَمَنْ سَوَّلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطَهَا' وَمَنْ سَوَّلَهَا فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونَهَا 'مِنَ الْغَنَمِ' مِنْ كُلِّ خُمْسٍ شَاةٌ إِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى خَمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَفِيهَا بَنْتُ مَخَاضٍ اثْنِيْ 'فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ إِلَى خَمْسٍ وَأَرْبَعِينَ فَفِيهَا بَنْتُ لَبُونٍ اثْنِيْ 'فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَأَرْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا حَقَّةٌ طَرَوْقَةُ الْجَمَلِ 'فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلَى خَمْسٍ وَسَعِينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ 'فَإِذَا بَلَغَتْ يَعْنِي سِتًّا وَسَبْعِينَ إِلَى تِسْعِينَ فَفِيهَا بَنْتُ لَبُونٍ 'فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا حَقَّتَانِ طَرَوْقَتَا الْجَمَلِ 'فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ أَرْبَعِينَ بَنْتُ لَبُونٍ 'وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حَقَّةٌ 'وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ 'إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا 'فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ فَفِيهَا شَاةٌ. وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ شَاةٌ 'فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ مِائَتَيْنِ شَاتَانِ 'فَإِنْ زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِينَ مِائَةً فَفِيهَا ثَلَاثٌ 'فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثٍ مِائَةً فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ 'فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَوَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا. وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعُشْرِ 'فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یہ زکوٰۃ کا وہ فریضہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا اور جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا تو اس مکتوب کے موافق جس مسلمان سے زکوٰۃ طلب کی جائے وہ اس کو دے اور اگر کوئی اس سے زیادہ (زکوٰۃ) مانگے تو وہ اس کو ہرگز نہ دے چوبیس اونٹ ہوں یا اس سے کم ہوں تو ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری دینی ہوگی جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو پینتیس اونٹوں تک ایک سال کی اونٹنی دینی ہوگی جب چھتیس اونٹ ہو جائیں تو پینتالیس اونٹوں تک دو سال کی اونٹنی دینی ہوگی جب چھیالیس اونٹ ہو جائیں تو ساٹھ اونٹوں تک تین سال کی اونٹنی دینی ہوگی جو جفتی کے لائق ہو اور جب اکٹھ اونٹ ہو جائیں تو پچھتر اونٹوں تک چار سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور جب چھتر اونٹ ہو جائیں تو توڑے اونٹوں تک اس میں دو سال کی دو اونٹیاں دینا ہوں گی پس جب اکیانوے اونٹ ہو جائیں تو ایک سو بیس اونٹوں تک تین سال کی دو اونٹیاں دینی ہوں گی جو جفتی کے لائق ہوں پس جب وہ ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سال ایک اونٹ میں ایک دو سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور ہر پچاس اونٹ میں ایک تین سال کی اونٹنی دینی ہوگی اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے مگر یہ کہ اونٹوں کا مالک نفلی صدقہ دینا چاہے پس جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو اس میں ایک بکری دینا واجب ہے اور جنگل میں چرنے والی بکریاں جب چالیس ہو جائیں تو ایک سو بیس بکریوں تک ایک بکری دینا واجب ہے پس جب ایک سو بیس بکریوں سے زیادہ ہوں تو دو سو بکریوں تک دو بکریاں دینا واجب ہے پس جب دو سو بکریوں سے زیادہ ہو جائیں تو تین سو بکریوں تک تین بکریاں دینا واجب ہے پس جب تین سو بکریوں سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو بکریوں میں ایک بکری دینا واجب ہے پس جب کسی آدمی کی جنگل میں چرنے والی بکریوں کی تعداد چالیس بکریوں سے ایک بکری بھی کم ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے مگر یہ کہ بکریوں کا مالک نفلی صدقہ دینا چاہے اور چاندی میں چالیسواں حصہ دینا واجب ہے

پس اگر اس کے پاس صرف ایک سو توے درہم ہوں تو اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے، مگر یہ کہ اس کا مالک نفلی طور پر دینا چاہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۹ - بَابُ لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ

هَرِمَةً، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ،

إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ

زکوٰۃ میں بوڑھا اور عیب والا اور نر جانور نہیں

دیا جائے گا، مگر جب عامل اس کا لینا

مناسب سمجھنے

۱۴۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ لَهُ، أَلَيْسَ أَمَرَ اللَّهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةً، وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ، وَلَا تَيْسٌ، إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ مکتوب لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ کوئی شخص زکوٰۃ میں بوڑھے جانور کو نہ نکالے نہ کسی عیب والے جانور کو نہ نر جانور کو مگر یہ کہ عامل اس کو چاہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۳۴۸ میں ملاحظہ کریں۔

۴۰ - بَابُ أَخْذِ الْعُنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ

۱۴۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). وَقَالَ اللَّيْثُ خَلَّيْنِي عَنِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَوْ مَنَعُونِي أَقَادَكُمُ يَوْمَ نَأْتِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتَهُمْ عَلَى مَنَعِيهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الزہری (ح) اور لیث نے کہا: ہمیں عبد الرحمن بن خالد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ اگر میں نے مجھے آپ کے کانٹے سے بھر نکال کر اپنے سے وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں اس کے انکار کرنے پر ان سے قتال کروں گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۰۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۵۷ - قَالَ عُسْرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللَّهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِالْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پس یہ چیز وہ تھی جس کو میں نے سمجھ لیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا ہے، پس میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۹۹ میں گزر چکی ہے۔



## ۴۱ - بَابُ لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ

النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

۱۴۵۸ - حَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بِنْتُ بَسْطَامٍ قَالَتْ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمِّيَّةٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ تَقْدُمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلُ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللَّهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خُمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى صُرَبِهِمْ فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ.

## زکوۃ میں لوگوں کا عمدہ مال

نہ وصول کیا جائے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امیہ بن بسطام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں روح بن القاسم نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن امیہ از یحییٰ بن عبد اللہ بن صفیٰ از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا: بے شک تم اہل کتاب کی ایک قوم کی طرف جاؤ گے پس تم کو چاہیے کہ تم ان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دو پس جب وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں تو تم ان کو یہ خبر دینا کہ ان کے (اوپر) دن اور رات میں اللہ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں پس جب وہ اس پر عمل کر لیں تو پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے اموال سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء پر لوٹا دی جائے گی پس جب وہ اس کی اطاعت کر لیں تو ان سے زکوۃ وصول کرنا اور ان کے عمدہ مال کو لینے سے اجتناب کرنا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

## ۴۲ - بَابُ لَيْسَ فِيْهَا دُوْنُ

خُمْسِ ذَوْدِ صَدَقَةٍ

۱۴۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُعْتَمِدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيْهَا دُوْنُ خُمْسِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْهَا دُوْنُ خُمْسِ أَوْاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْهَا دُوْنُ خُمْسِ ذَوْدَيْنِ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۰۵ میں گزر چکی ہے۔

## پانچ اونٹوں سے کم میں

زکوۃ واجب نہیں ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابی اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ المازنی از والدہ سمرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ وسق (تین سو کلو گرام) کھجور سے کم میں صدقہ (زکوۃ) نہیں ہے اور دو سو درہم چاندی سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے۔

گایوں کی زکوۃ

## ۴۳ - بَابُ زَكَاةِ الْبَقَرِ

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَرَفَنَ مَا جَاءَ اللَّهُ رَجُلٌ بِبَقْرَةٍ لَهَا خُورٌ. وَيُقَالُ جُورٌ. ﴿تَجَارُونَ﴾ (النحل: ۵۳) تَرْفَعُونَ أَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجَارُ الْبَقْرَةُ.

اور ابو حمید نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں قیامت کے دن وہ شخص ضرور دکھاؤں گا جو اللہ کے پاس گائے اٹھائے ہوئے حاضر ہوگا وہ گائے آواز نکال رہی ہوگی اور ”خوار“ کی جگہ ایک روایت میں ”جوار“ کا لفظ ہے، سورۃ المؤمنون میں جو ”نجارون“ کا لفظ ہے وہ اسی سے نکلا ہے یعنی تم اس طرح چلا رہے ہو گے جس طرح گائے چلاتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: اس تعلیق کی اصل امام بخاری نے ”کتاب ترك الحيل“ میں موصولاً روایت کی ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۷) میں نے ”کتاب ترك الحيل“ میں دیکھا کہ اس میں یہ حدیث نہیں ہے بلکہ یہ حدیث ہے: ”انما الاعمال بالنية“۔

(صحیح البخاری: ۶۹۵۳)

۱۴۶۰ - حَدَّثَنَا عُمرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ الْمَعْرُورِ ابْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالْبُيْهَقِيُّ بِيَدِهِ أَوْ وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ. أَوْ كَمَا حَلَفَ. مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُونُ وَأَسْمَنَهُ تَطَرُّهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا كُلَّمَا جَازَتْ أَخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أَوْ لَأَهَا حَتَّى يُقَسَّ بَيْنَ الدَّائِرَةِ رَوَاهُ بُكَيْرٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طراز: ۸: ۳۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از المعرور بن سويد سے سرت ابو ذر نے انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! یا فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یا جس طرح آپ نے حلف اٹھایا کہ کوئی مرد ایسا نیرنگ نہ ہوگا جس کے پاس اونٹ ہوں یا گائیں ہوں یا گریاں ہوں جن کو حق ادا نہ کرنا ہو مگر قیامت کے دن اس کے پاس وہ جانور بہت بڑی جسامت میں اور بہت فرہہ حالت میں آئیں گے اور اس کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے کھروں سے ماریں گے، اب ان کا آخری ریور گزار جائے گا تو پہلا ریور دوبارہ آجائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس حدیث کو ابو ابی صالح از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کیا ہے۔

(سنن ترمذی: ۶۱۷، سنن نسائی: ۲۳۳۰، سنن ابن ماجہ: ۱۷۸۵، مسند احمد: ۳۹۹۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۵۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۹۷، مسند احمد

ج ۵ ص ۱۵۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۳۰۱، ج ۳ ص ۳۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ جس شخص نے اپنی گایوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہوگی قیامت کے دن وہ اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور سینگوں سے ماریں گی اس سے معلوم ہوا کہ گایوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

## گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی متوفی ۵۴۹ھ لکھتے ہیں:

گایوں کی زکوٰۃ کا نصاب اور اس کی مقدار درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا (تو انہیں حکم فرمایا) کہ ہر تیس گایوں سے ایک سال کا بچھڑایا بچھڑی وصول کریں اور ہر چالیس گایوں سے دو سال کا بچھڑایا بچھڑی وصول کریں۔ الحدیث (سنن ابوداؤد: ۱۵۷۶، سنن ترمذی: ۱۵۶۳، سنن نسائی: ۲۴۹، سنن نسائی: ۱۸۰۳) (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۴۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

## رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

## ۴۴ - بَابُ الزَّكْوَةِ عَلَى الْأَقَارِبِ

اس عنوان میں زکوٰۃ سے مراد اصطلاحی زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ ثواب کی نیت سے صدقہ اور خیرات کرنا ہے اصطلاحی زکوٰۃ سے مراد شرعی نصاب پر ایک سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ کسی غیر ہاشمی فقیر کو دینا ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَالصَّدَقَةِ. اور نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے دو اجر ہیں، ایک اجر قرابت کا ہے اور ایک اجر صدقہ کا ہے۔

اس تعلق کے موافق حدیث موصول عنقریب صحیح البخاری: ۱۴۶۶۔ آ رہی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں سب سے زیادہ کمبوروں کے باغ کے لحاظ سے مال دار تھے اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ باغ بیرحاء میں تھا اور وہ مسجد (نبوی) کے سامنے تھا، رسول اللہ ﷺ اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے، حضرت انس نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: تم اس وقت تک ہر گز نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲) تو حضرت ابو طلحہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: تم اس وقت تک ہر گز نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲) اور میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے اور یہ اللہ کے لیے صدقہ ہے، میں اس کی نیکی اور اللہ کے نزدیک اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں، یا رسول اللہ! اس کو وہاں خرچ کیجئے جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو بتائے، تب رسول اللہ ﷺ نے

۱۴۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالدَّيْثَانَةِ مَالًا مَن نَحْلُ وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُ حَاءَ وَكَانَ يُنْفِقُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ. قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا أَنْزَلَتْ فِيهِ الْآيَةُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ (آل عمران: ۹۲) قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُ حَاءَ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُوا بَرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ فَضَعَهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ. قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخْ ذَلِكَ مَالٌ رَابِعٌ ذَلِكَ مَالٌ رَابِعٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ. فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَفْعَلُ يَا

رَسُولَ اللَّهِ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ. تَابَعَهُ رَوْحٌ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْمَاعِيلُ عَنْ مَالِكٍ رَابِعٌ. [أطراف الحديث: ۲۳۱۸-۲۴۵۲-۲۴۵۸-۲۴۶۹]

فرمایا: اس کو چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے یہ نفع آور مال ہے (آپ نے دوبار فرمایا) اور تم نے جو کہا وہ میں نے سن لیا اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو پس حضرت ابو طلحہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا پھر حضرت ابو طلحہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے عم زادوں میں تقسیم کر دیا۔ عبد اللہ بن یوسف کی متابعت روح نے کی ہے اور یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے امام مالک سے ”رابع“ کی روایت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۹۸، الرقم المسلسل: ۲۲۷۸، سنن دارمی: ۱۶۵۵، سنن کبریٰ: ۱۱۰۶۶، صحیح ابن حبان: ۷۱۸۲، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۳۸، سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۵، ۱۶۵، ۱۶۳، شرح السنن: ۱۶۸۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۳۳۸، ج ۱۹ ص ۳۲۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۲۰۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔

حدیث مذکور کے مسائل اور حضرت ابو طلحہ کی دریادلی اور نبی ﷺ کی بے بسی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے مسائل اور فوائد حسب ذیل ہیں:

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال یہ ہے کہ باغ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مال سے محبت کرنا اور اس کو پسند کرنا جائز ہے۔ اس میں کوئی نقص نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی زمین پر پھل دار درختوں کا باغ لگانا جائز ہے۔

نبی ﷺ حضرت ابو طلحہ کے باغ میں جاتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ استاد اور شیخ کا اپنے شاگرد کے باغ میں اس کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے اور اپنے دوستوں کے باغ میں جانا اور اس کے پھلوں سے کھانا بھی جائز ہے۔

اور اس حدیث میں یہ ہے کہ حضرت ابو طلحہ نے باغ اللہ کی رحمت سے دو بار نبی ﷺ سے مل لیا اور فرمایا: یہ تم اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرو۔ اس سے حضرت ابو طلحہ کی دریادلی اور نبی ﷺ کی بے بسی معلوم ہوتی ہے۔

۱۴۶۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعِظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ تَصَدَّقُوا. فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبد اللہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ کی طرف گئے پھر واپس آئے تو لوگوں کو وعظ کیا اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پس فرمایا: اے لوگو! صدقہ کرو پھر آپ کا خواتین پر گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت!



رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ. فَقُلْنَا وَبِمَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ تَكْثُرُونَ اللَّعْنَ، وَتَكْفُرُونَ الْقَشِيرَ، مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتٍ عَقْلٍ وَدِينٍ، أَذْهَبَ لِلْبَّالِ الرَّجُلِ الْحَازِمِ، مِنْ إِحْدَاكُنَّ، يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ. ثُمَّ انْصَرَفَ. فَأَمَّا صَارَ إِلَى مَنْزِلِهِ، جَاءَتْ زَيْنَبُ، امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ، تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ، فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ زَيْنَبُ، فَقَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ؟ فَقِيلَ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ نَعَمْ، ائْذَنُوا لَهَا. فَأُذِنَ لَهَا، قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ، وَكَانَ عِنْدِي حُلِيٌّ لِي، فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَرَزَعَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ، أَنَّهُ وَلَدَهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَأَوْجَلُكَ، وَوَلَدُكَ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ.

صدقہ کیا کرو کیونکہ میں نے تم میں سے اکثر کو دوزخ والیاں پایا ہے، انہوں نے پوچھا: وہ کس وجہ سے؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہو، میں نے عقل اور دین کی کمی والی تم میں سے کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جو سمجھ دار مرد کی عقل کو ضائع کرنے والی ہو، اے عورتوں کی جماعت! پھر آپ واپس چلے گئے، پھر جب آپ گھر پہنچے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب آئیں، وہ آپ سے اجازت طلب کرتی تھیں، پس عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ زینب ہیں، آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ پس بتایا گیا: یہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں! ان کو اجازت دے دو، پس ان کو اجازت دی گئی، انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تھا اور میرے پاس زیورات ہیں، پس میں نے ان کو صدقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے، پس حضرت ابن مسعود کا یہ خیال ہے کہ میں جن پر ان زیورات کو صدقہ کروں، ان میں وہ اور ان کی اولاد زیادہ مستحق ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود نے سچ کہا، تمہارا نیاوند اور اس کی اولاد ان میں زیادہ مستحق ہیں، جن پر تم صدقہ کرو گے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۰۲۰ میں ہے، ہم اس حدیث میں زیورات کے نفلی صدقہ کا ذکر ہے، اس مناسبت سے ہم یہاں زیورات کی زکوٰۃ کا مسئلہ اور اس میں مذاہب فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل کا ذکر کرنا چاہتے ہیں:

### مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ مولانا الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ رحمہ اللہ ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب زیورات کو پکائی ہو یا عاریہ میں ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، حنبلیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنفیہ مذاہب میں اس پر اتفاق ہے، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہن کا یہی موقف ہے، اور فقہاء تابعین میں سے قاسم، شعبی، قتادہ، محمد بن علی اور عمرہ کا یہی موقف ہے اور ائمہ میں سے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ عورت کے پہنے ہوئے زیورات میں زکوٰۃ ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا یہی موقف ہے، اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب، سعید ابن جبیر، عطاء، مجاہد، عبد اللہ بن شداد، جابر بن زید، ابن سیرین، میمون بن مہران، الزہری اور الثوری اور ائمہ میں سے امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے۔

(المعنی ج ۳ ص ۷۳، دار الحدیث، قاہرہ ۱۴۲۵ھ)

## مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق احادیث مطلقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو زکوٰۃ کے فرائض مکتوب میں لکھے اس میں مذکور ہے: چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اگر اس کے پاس صرف ۱۹۰ درہم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے، سو اس کے کہ اس کا مالک نفلی طور پر زکوٰۃ دینا چاہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۷، سنن نسائی: ۲۳۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۸۰۰، مسند ابویعلیٰ: ۱۲۷، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۱۳، المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۶، مسند احمد ج ۱ ص ۱۲)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) پر مطلقاً زکوٰۃ واجب کی ہے خواہ وہ چاندی زیورات کی شکل میں ہو یا درہم کی شکل میں ہو۔ اسی طرح یہ حدیث ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ اوقیہ (دو سو درہم یا ساڑھے باون تولہ چاندی) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۰۵، صحیح مسلم: ۹۷۹، سنن ابوداؤد: ۱۵۵۸، سنن ترمذی: ۶۲۷-۶۲۶، سنن نسائی: ۲۳۳۴، سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۳)

اور سونے کی زکوٰۃ کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ وہ ہر چالیس دینار سے ایک دینار وصول کریں۔ دو سو درہم سے پانچ درہم وصول کریں۔ الحدیث (سنن دارقطنی: ۱۸۸۶، دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۲۲ھ)

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دینار سے نصف دینار زکوٰۃ وصول کرتے تھے اور ہر چالیس دینار سے ایک دینار زکوٰۃ وصول کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۱)

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو مکتوب لکھا اس میں مذکور تھا: جب سونے کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ ہے۔

(المسند: ۱۳۸-۱۳۷، مسیح ابن حنفیہ: ۶۵۶۵، سنن دارقطنی: ۲۲۶۹، مصنف عبد الرزاق: ۱۳۷، مصنف ابن

ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۵۹، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۸۷، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۷۱، المطالب العالیہ: ۸۰۹)

امام محمد شیبانی متوفی ۱۸۹ھ بیان کرتے ہیں: ہمیں امام ابو حنیفہ نے خبر دی از ابو ابراہیم انہوں نے بیان کیا کہ بیس مثقال سونے سے کم مقدار میں زکوٰۃ نہیں ہے، پس جب بیس مثقال سونا ہو تو اس میں سے نصف مثقال زکوٰۃ دی جائے گی اور جو بیس مثقال سے زیادہ ہو تو اس کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی اور جب دو سو درہم چاندی ہو تو اس میں سے پانچ درہم زکوٰۃ دی جائے گی اور جو دو سو درہم سے زائد ہو تو اس کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی۔ امام محمد نے کہا: ہم ان سب پر عمل کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ بھی ان سب پر عمل کرتے تھے۔ (کتاب الآثار: ۲۹۵، إدارة القرآن کراچی: ۱۳۰۷ھ)

امام ابواحمد بن زنجویہ نے کتاب الاموال میں از ابو نعیم النخعی از العرزمی از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو سو درہم سے کم میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور نہ بیس مثقال سے کم سونے میں کچھ واجب ہے اور دو سو درہم میں پانچ درہم واجب ہیں اور بیس مثقال سونے میں نصف مثقال زکوٰۃ واجب ہے۔

(نفس الراية ج ۲ ص ۲۷۹، دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۱۶ھ)

ان احادیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے سازحے سات تولے سونے پر مطلقاً زکوٰۃ واجب کی ہے 'خواہ وہ سونا خام حالت میں ہو یا زیورات کی صورت میں۔

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: سونے کی نصاب میں مشغال ہے یعنی ساڑھے سات تو لے اور چاندی کی دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تو لے۔

(بہار شریعت حصہ: ۵ ص ۱۹، فیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۳۱۶ھ)

مستعمل زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق خصوصی احادیث

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے زیورات پہنا کرتی تھی، میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ کنز (خزانہ) ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو زیور زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچ گیا اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی تو وہ کنز نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۶۳، المستدرک ج ۱ ص ۳۹۰، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۰۵، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۰)

امام بیہقی نے کہا ہے: اس کی سند میں ثابت بن عجمان منفر د ہے مگر اس سے امام بخاری نے روایت کی ہے اور امام ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے اور امام ابن حبان نے اسے کاشحات میں نہ کیا ہے۔ (کتاب الثقات لا۔ ابن ج ۷ ص ۱۷)

عبداللہ بن شداد بن الہاد بیاں کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ کے پاس گیا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میرے ہاتھوں میں چاندی کے کنگڑے تھے، آپ نے پہنا دئے، یہ کہتے ہیں؟ میں نے کہا: میں نے ان کو اس لیے پہنا ہے تاکہ میں آپ کے لیے مزین ہوں یا رسول اللہ! آپ نے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: یہ دوزخ کی آگ سے تمہارے لیے کافی ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۵۶۵، سنن نسائی: ۱۳۹۱، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۰۵)

اس حدیث کی سند میں محمد بن عطاء کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا ہے کہ اس کو مجہول ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس کا پورا نام محمد بن عمرو بن عطاء ہے اور جب اس کی نسبت اس کے بارے میں طرف کی جاوے تو اس کو اس گمان کیا جاتا ہے امام حاکم نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط کے موافق صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۸۹) (نسب الراۓ ج ۲ ص ۳۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

عمر و بن نعیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت 'نبی مشعلیہ السلام' کے پاس آئی اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی۔ برسر کے کھانے میں رہنے کے نکلے تھے، آپ نے اس سے پوچھا: تم اس کی نذر دیتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اس سے خول ہوگی کہ اسہ جس نہیں یہ مت کے دن آگ کے پھن پھن رہے اس عورت نے بارہ کنگن اتار کر ڈال دیئے، آپ نے فرمایا: تم ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو اور اس عورت نے کہا: یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۶۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۶۳، سنن نسائی: ج ۵ ص ۳۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸-۲۰۳-۱۷۸، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۰، شرح السنہ:

۱۵۷۷ 'مصنف عبدالرزاق: ۷۰۶۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۴۴)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے زیورات ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تنگ ہے اور میرے زیر کفالت میری دو بھتیجیاں ہیں، آیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اپنے زیورات کی زکوٰۃ ان پر خرچ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر انہوں نے حضرت ابن مسعود سے کہا: تمہاری اور تمہارے بچوں کی کفالت نے مجھے صدقہ کرنے سے روک رکھا ہے، تب نبی ﷺ نے فرمایا: تم ان پر خرچ کرو تمہارے لیے اس میں دواجر ہیں۔





میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے متعدد ارشادات صحیحہ ثابت ہیں۔

\* شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۹۵-۸۹۳ میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے لیکن یہاں نعمۃ الباری میں بہت مشکل بحث ہے۔

۴۵۔ بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ

فِي قَرَسِهِ صَدَقَةٌ

زکوٰۃ واجب نہیں ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

تیمیں عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے

سلیمان بن یسار سے سنا از عراق بن مالک از حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان پر اس

[طرف الحدیث: ۱۳۶۳] کے گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

۱۴۶۳۔ حَدَّثَنَا 'آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ

عَنْ عِرَالَةَ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى

الْمُسْلِمِ فِي قَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ

(صحیح مسلم: ۹۸۲، رقم المسلسل: ۲۲۳۷، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۵-۱۵۹۳، سنن ترمذی: ۶۲۸، سنن نسائی: ۲۴۷۲-۲۴۶۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۲،

مسند الحمیدی: ۱۰۷۳، مسند ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۱، صحیح ابن خزییمہ: ۲۲۸۶، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۷، شرح مشکل الآثار: ۲۲۳۷، شرح السنن: ۱۵۷۳،

مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۲، طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۵، دار الفکر بیروت: ۱۳۲۲، جامع المسائل: ۲۸۳۱، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۷،

مسند الطحاوی: ۷۸۹۵)

گھوڑوں میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء اور امام ابو حنیفہ کے مذاہب پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب، عمر بن عبد العزیز، مالک، شافعی، احمد، یحییٰ بن زکریا، ابو ہریرہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد،

اسحاق اور غیر مقلدین نے یہ کہا ہے کہ گھوڑے اور غلاموں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور اس میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی

یہی موقف ہے۔

امام ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے:

اہل علم اس حدیث کو درست اور صحیح سمجھتے ہیں اور زکوٰۃ اس کے لئے واجب ہے اور اس میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی

یہی موقف ہے۔ اس پر بھی کئی دلائل ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ گھوڑے اور غلام تجارت کے لئے خریدے گئے ہیں اور ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔

گزر جائے گا تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (سنن ترمذی ص ۲۸۷، دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۲۲ھ)

ابراہیم النخعی، حماد بن ابی سلیمان، امام ابو حنیفہ اور زفر نے یہ کہا ہے کہ جو گھوڑے نسل بڑھانے کے لئے رکھے ہوں ان میں زکوٰۃ

واجب ہے اور شمس اللائمه السرخسی نے کہا ہے کہ صحابہ میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بھی یہی موقف ہے اور انہوں نے درج

ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ جس شخص کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے

قیامت کے دن اس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ سے تپانے کے بعد اس کی پیشانی پر پلو اور پشت کو ان سے داغا جائے گا (الحلی

قولہ) صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! گھوڑوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جو

اپنے مال کے لیے بوجھ ہے دوسری قسم وہ ہے جو اس کے گناہوں کے لیے ستر اور حجاب ہے اور تیسری قسم وہ ہے جو اس کے لیے اجر ہے وہ گھوڑے جو اس کے لیے بوجھ ہیں یہ وہ ہیں جن کو اس نے اہل اسلام کو دکھانے اور ان پر فخر کرنے کے لیے باندھا ہوا ہے اور وہ گھوڑے جو اس کے لیے ستر ہیں یہ وہ گھوڑے ہیں جن کو اس نے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے اور وہ ان گھوڑوں کی پشت میں اور ان کی گردنوں میں اللہ کے حق کو نہیں بھولا اور رہے وہ گھوڑے جو اس کے لیے اجر ہیں یہ وہ گھوڑے ہیں جن کو اس نے اہل اسلام کے لیے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۹۸۷، الرقم السلسل: ۲۲۵۳، صحیح البخاری: ۲۸۶۰، سنن نسائی: ۳۵۶۳)

امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہے انہوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گھوڑوں میں اللہ کا حق ہے جس طرح باقی اموال میں اللہ کا حق ہے اور اس حق کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

اور اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

الزہری بیان کرتے ہیں کہ السائب بن یزید نے ان کو خبر دی کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑوں کی قیمت لگاتے اور اس کی زکوٰۃ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ادا کرتے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۹۶۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ عثمان گھوڑوں کی زکوٰۃ دیتے تھے اور عمر کے بھانجے السائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑوں کی زکوٰۃ لے کر جاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۳۰، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ جو گھوڑے تجارت کے لیے ہوں ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی جیسا کہ اور اموال تجارت کا حکم ہے اور جو گھوڑے انسان نے اپنی ضرورت کے لیے رکھے ہوں اور ان سے ان کی نسل بڑھانا اور ان کی تجارت کرنا مقصود نہ ہو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور جو احادیث میں گھوڑوں پر زکوٰۃ لگائی ہے وہ اسی صورت پر محمول ہیں۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۵۲-۵۳، ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۰۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۱۸۶، ج ۲ ص ۹۰۹ پر مذکور ہے اس کی شرح میں گھوڑوں کی زکوٰۃ میں مذاہب کا ذکر ہے۔

کسی مسلمان پر اس کے غلام میر  
صدقہ واجب نہیں ہے

۶۱ - بَابُ ابْنِ سَلَمَةَ  
فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از خثیم بن عراک انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ (ح) اور ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خثیم بن عراک بن مالک نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ

۱۴۶۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاقٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا خُثَيْمُ بْنُ عِرَاقٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى

الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فَرَسِهِ.

آپ نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی خدمت کے لیے جو غلام رکھے ہوں یا اپنی ضرورت کے لیے جو گھوڑے رکھے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جو غلام اور گھوڑے تجارت کے لیے رکھے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب ہے جیسا کہ امام ترمذی نے بیان کیا ہے اور اس کی مکمل تفصیل اور بیان مذاہب گزشتہ حدیث کی شرح میں گزر چکے ہیں۔

### یتیموں پر صدقہ کرنا

### ۴۷- بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامَى

۱۴۶۵- حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ إِنِّي مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يَفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزَيْنَتِهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ مَا شَأْنُكَ تَكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَكَلِّمُكَ؟ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرَّحَضَاءُ فَقَالَ أَلَا أَلَا أَلَا كَانَتْ حَمْدُهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَمِمَّا يُبْتِغِ الرِّبْحُ يَقْتُلُ حَبْطًا أَوْ يُلْمُ إِلَّا أَكَلَةَ الْخَضِرَاءِ أَكَلْتُ حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلْتُ عَيْنَ الشَّمْسِ أَتَلُفْتُ وَأَتَتْ رِجْلَايَا هَذَا مَا خَضِرَةٌ خَضِرَةٌ فَرَسٌ مِمَّا سَلِمَ أَغْلَسَ إِنَّهُ الْمُسْكِينِ وَالْيَتِيمِ وَابْنِ السَّبِيلِ أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ مَنْ يَأْخُذْهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُونُ شَهِيدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ہلال بن ابی میمونہ انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن یسار نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ منبر پر بیٹھے ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا: مجھے اپنے بعد جس چیز کا تم پر خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ تم پر دنیا کی تروتازگی اور زینت کھول دی جائے ایک شخص نے کہا: رسول اللہ! کیا اچھی چیز سے بھی بُرائی پیدا ہوتی ہے؟ نبی ﷺ حاموش رہے پھر اس شخص سے کہا گیا: تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم ﷺ نبی سے بات کر رہے ہو اور آپ ﷺ تم سے بات نہیں کر رہے؟ پھر ہم نے غور سے دیکھا تو آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی پھر آپ نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا پس فرمایا: وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ گویا کہ آپ کو اس کا سوال پسند آیا پس آپ نے فرمایا: اچھی چیز بُرائی کا سبب نہیں ہوتی دیکھو! فصلاں بہاگ سر لگاتی ہے (یعنی اچھی چیز ہے) لیکن وہ کبھی جانور کو مار دیتی ہے یا مارنے کے قریب کر دیتی ہے (اور یہ بُری چیز ہے جو انسان چیز سے ظاہر ہوتی ہے) تاہم جو جانور سبزہ چرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی دونوں کوکھیں پھول کرتی جاتی ہیں اور وہ سورج کی طرف منہ کر کے لید کرتے ہیں اور پیشاب کرتے ہیں اور چرتے ہیں بے شک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے پس وہ کیسا اچھا مسلمان مالک ہے جو اس مال سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے یا جس طرح نبی ﷺ نے فرمایا اور جو شخص ناحق مال لیتا ہے وہ اس شخص کی مثل ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور وہ مال اس

کے خلاف قیامت کے دن گواہی دے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۵۲، الرقم المسلسل: ۲۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۵، مسند ابی یوسف: ۱۲۴۲، صحیح ابن حبان: ۳۲۲۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۸۰، مسند عبد الرزاق: ۲۰۰۲۸، شرح السنہ: ۳۰۵۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۱۵۷، ج ۱ ص ۲۵۰-۲۴۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۱۹۴۰، مکتبۃ الرشذریا، ص ۱۴۲)۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن انس (۲) ہشام الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) حلال بن ابی میمونہ، ان کو حلال بن ابی حلال بھی کہا جاتا ہے (۵) عطاء بن یسار (۶) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۵۵)۔  
اس باب کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: قیاموں پر صدقہ کرنا اور اس حدیث میں یہ جملہ ہے: جو شخص اس مال سے مسکین، یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے۔  
کبھی کبھار اچھی چیز سے بُری چیز کا ظاہر ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا اچھائی بُرائی کا سبب ہو سکتی ہے؟ نبی ﷺ نے جو اس سوال کا جواب دیا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھائی بُرائی کا سبب نہیں ہوتی لیکن کبھی اچھائی بُرائی تک پہنچا دیتی ہے جیسے فصل بہار اچھی چیز ہے لیکن کبھی فصل بہار کا سبزہ کھا کر مویشی مر جاتے ہیں یا مرنے کے قریب ہو جاتا ہے۔ ہیں یا سبزہ مویشی نام نہاد ہوتا ہے۔ اس کو خوب پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں پھر اس سبزہ پر لید اور پیشاب کر کے اس سبزہ کو خراب کر دیتے ہیں اس طرح مال دولت اچھی چیز ہے لیکن کبھی انسان مال و دولت کو ناجائز اور حرام کاموں میں خرچ کرتا ہے یا نیک مصارف میں خرچ نہیں کرتا اور یہ بُرائی ہے اسی طرح کبھی اچھائی بُرائی کا سبب بن جاتی ہے۔ پہلی مثال میں فرمایا: جیسے فصل بہار میں کبھی جانور مر جاتا ہے ہیں اس میں کافر کی مثال دی ہے، وہ دنیا میں نیک کام کرتا ہے جیسے انگریزوں اور امریکیوں نے مہلک بیمار کے لیے دوا کی۔ دیکھیں نولز السربلڈ پریش اور تپ دق کی دوائیں اس کام سے انسانیت کو فائدہ پہنچا لیکن چونکہ وہ دوا بھیرے کے لیے دوائی کے دوا کا کام برباد ہو گئے اور ان کا آخرت میں ٹھکانا دوزخ ہے، سو ان کی اچھائی بُرائی کا سبب بنی۔

دوسری مثال اس مسلمان کی دی ہے جو کبیرہ گناہوں میں مستغرق ہو، فرائض اور واجبات کا تارک ہو، اس کی اچھائی اس کا اللہ اور رسول پر ایمان ہے۔ اگر بُرائی اس کا کبیرہ گناہ ہوگا۔ دوسری مثال میں ہے کہ اگر انسان اس کی رغبت اس کا کفر، ناتمہ نہ ہے، اس کی مثال میں ہے کہ میں جانور کھانے کی موت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ تیسری مثال اس مسلمان کی ہے جو نیک کام کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے۔ اگر کبھی اس سے گناہ ہو جائیں تو وہ ان پر توبہ کر لیتا ہے اس کی مثال میں فرمایا: جو شخص کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

چوتھی مثال اس مسلمان کی ہے جو دنیا سے بے رغبت ہے اور آخرت میں کوشاں ہے اور متقی و پرہیزگار ہے، اس کی مثال میں فرمایا: پس وہ کیسا اچھا مسلمان مالک ہے جو اس مال سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو کھلاتا ہے۔ یہ مثالیں ترتیب وار نہیں ہیں لیکن اس حدیث میں غور و فکر کرنے سے سمجھ میں آ جاتی ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کی جو بات سمجھ میں نہ آئے، اس کے متعلق سوال کرنا چاہیے، جس طرح جب نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے مال و دولت کی فراوانی سے تم پر خطرہ ہے تو اس سے ایک صحابی کو شبہ ہوا کہ مال و دولت تو اللہ کی نعمت ہے اور اچھی چیز



ہے یہ کسی بُرائی کا کیسے سبب ہوگی؟ نبی ﷺ نے فوراً جواب نہیں دیا: بلکہ کچھ دیر کے بعد وحی سے مطلع ہو کر جواب دیا اسی طرح جب عالم کو فوراً کسی سوال کا جواب نہ آئے تو وہ دینی کتابوں کا مطالعہ کر کے شرح صدر حاصل کر کے سائل کو جواب دے جس طرح نبی ﷺ نے وحی سے مطلع ہو کر شرح صدر حاصل کر لیا تھا۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو مال کے فتنہ سے ڈرائے اور انہیں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دے اور کسی مشکل مسئلہ کو آسان مثالیں دے کر سمجھائے۔

خاوند اور گود میں زیر پرورش یتیم بچوں  
پر زکوٰۃ کو خرچ کرنا

۴۸ - بَابُ الزَّكْوَةِ عَلَى الزَّوْجِ  
وَالْأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ

اس حدیث میں زکوٰۃ سے مراد عام ہے خواہ زکوٰۃ فرض ہو یا صدقہ نفلیہ ہو۔

قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اس حدیث کی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث صحیح البخاری: ۱۴۶۲ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی کہ ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: انیس الاشم نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: مجھے عین سے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث از حضرت زینب زوجہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: میں نے اس کا ابراہیم سے ذکر کیا پس مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابو عبیدہ از عمرو بن الحارث از حضرت زینب زوجہ حضرت عبد اللہ بن مسعود وہ حدیث بالکل اس کی مثل ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی تو میں نے نبی ﷺ کو دیکھا پس آپ نے فرمایا: تم صدقہ کیا کرو خواہ اپنے زیورات سے کرو اور حضرت زینب حضرت ابن مسعود پر خرچ کر تھیں دراپنہ میرے ہم پر حضرت زینب نے حضرت ابن مسعود سے کہا: آپ رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھیں کہ اگر میں آپ کے اوپر اور ان یتیم بچوں پر صدقہ کروں جو میری گود میں ہیں تو کیا یہ مجھ سے کفایت کرے گا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ خود رسول اللہ ﷺ سے سوال کریں تب حضرت زینب رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں تو وہاں انصار کی ایک عورت دروازہ پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کو بھی یہی مسئلہ درپیش تھا پھر ہمارے پاس سے حضرت بلال گزرے تو ہم نے کہا: نبی ﷺ سے یہ سوال کرو کہ کیا میرے لیے یہ جائز ہے کہ میں اپنے خاوند پر

۱۴۶۶ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ عَدْرٍ عَنْ بَنِي الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. قَالَ فَلَذَكَرْتُهُ لِابْرَاهِيمَ فَحَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ بِمِثْلِهِ سَوَاءٌ لَسْتُ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ إِذَا تَصَدَّقَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكَ. وَكَانَتْ رَيْبُ سَيْئَةٍ لِي عَبْدِ اللَّهِ وَآيَتَامٍ فِي حَجْرِهَا قَالَ فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللَّهِ سَلْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِ انْفَقَ عَلَيْكَ رَعَالِي آيَتَامِي فِي حَجْرِي مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَدْ سَلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا طَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٍ فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِ انْفَقَ عَنِّي أَنْ انْفَقَ عَلَى زَوْجِي وَآيَتَامٍ لِي فِي حَجْرِي؟ وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْنَا فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنْ هُمَا. قَالَ زَيْنَبُ قَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ وَلَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ

وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ. (صحیح مسلم: ۱۰۰۰، الرقم السلسل: ۲۲۸۲، سنن  
ترمذی: ۶۳۶-۶۳۵، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۴، سنن کبریٰ: ۳۳۶۳۔  
۹۲۰۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۵۳، المعجم الکبیر: ۷۲۵، ج ۲۴، صحیح ابن  
خزیمہ: ۲۴۶۴، مسند احمد ج ۳ ص ۵۰۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۶۰۸۲۔  
ج ۲۵ ص ۴۹۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع السانید لابن جوزی:  
۷۱۱، مکتبۃ الرشدریاض، ۱۴۲۷ھ)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن حفص ابو حفص النخعی (۲) ابو حفص بن غیاث بن طلق (۳) سلیمان الاعمش (۴) شقیق ابوداؤل (۵) عمرو بن الحارث بن ابی ضرار الخزاعی المصطلق، یہ ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور صحابی ہیں (۶) ابراہیم النخعی (۷) ابو عبیدہ، ان کا نام عامر بن عبد اللہ بن مسعود ہے (۸) حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت معاویہ ان کو بنت عبد اللہ بن معاویہ بن غتاب الثقفیہ بھی کہا جاتا ہے ان کا نام راکلہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۶۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں اپنے خاوند اور اپنی گود کے یتیم بچوں پر صدقہ کرنے کا ذکر ہے۔

حضرت زینب کے زیر کفالت یتیم بچوں کا مصداق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو۔۔۔۔۔

---

حضرت زینب کی خبر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ یتیم ہے۔ جو میرے سر پر ورثہ میں سے صدقہ لے لیں تو کیا یہ میرے لیے کافی ہوگا؟  
الطیالسی کی روایت میں ہے: یہ حضرت زینب کے زبانی روایت ہے۔

حضرت زینب نے حضرت بلال سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے ہمارا ذکر نہ کرنا۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کی مخالفت کی اور جب رسول اللہ ﷺ نے یو چھا: وہ کون ہیں؟ تو حضرت بلال نے بتا دیا کہ وہ حضرت زینب ہیں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بلال سے جب رسول اللہ ﷺ نے یو چھا: وہ ان پر واجب تھا کہ وہ آپ کو بتاتے اور حضرت زینب کے ہم کے رسول اللہ ﷺ کے ہم کو بتا دیتے۔

(عمدة: ج ٩ ص ٦١، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٣٢١هـ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بیوی اور شوہر کا ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زینب اپنے شوہر حضرت ابن مسعود پر اپنا صدقہ خرچ کرتی تھیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد نفلی صدقہ ہے اور شوہر پر زکوٰۃ کو خرچ کرنا منع ہے اور وہ صدقہ فرض ہے۔

١٤٦٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا  
عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبِ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ  
قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْ أَجْرٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى بَنِي أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہوں نے کہا: یا رسول

سَلَمَةَ إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ؟ فَقَالَ أَنْفَقْتُ عَلَيْهِمْ، فَلَكَ أَجْرُ اللَّهِ! اگر میں ابوسلمہ کی اولاد پر خرچ کروں تو کیا مجھے بھی اجر ملے گا؟ مَا أَنْفَقْتُ عَلَيْهِمْ. [طرف الحدیث: ۵۳۶۹]

کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہے، آپ نے فرمایا: تم ان پر خرچ کرو، تم کو اس کا اجر ملے گا جو تم ان پر خرچ کرو گی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۱، رقم المسلسل: ۲۲۸۳، سنن ترمذی: ۶۳۶-۶۳۵، سنن کبریٰ: ۲۳۶۳، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۴)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عثمان بن ابی شیبہ اور وہ عثمان بن محمد بن ابی شیبہ ہیں، ان کا نام ابراہیم ابوالحسن العباسی ہے، یہ ابوبکر بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں، یہ ۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبیدہ بن سلیمان الکلابی (۳) ہشام بن عروہ (۴) ان کے والد عروہ بن زید بن ملعوم ہیں (۵) زینب بنت ام سلمہ، یہ ابوسلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد الخزومی کی بیٹی ہیں، ان کا نام بڑھ تھا، نبی ﷺ نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا، امام بخاری کے نزدیک ان کا نبی ﷺ سے سماع ثابت ہے (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے، یہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور ام المؤمنین ہیں۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۶۲)

### حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابوسلمہ سے اولاد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان سے یہ اولاد تھی: عمر، محمد، زینب اور درہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۶۲)

### شوہر پر زکوٰۃ خرچ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مرد اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا، کیونکہ بیوی کا نفقہ اس پر واجب ہے اور وہ اس سے زکوٰۃ لینے سے مستغنی ہے، اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس نے اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز ہے اور امام مالک کا مشہور قول امام ابو حنیفہ کی مثل یہ ہے کہ اس کے لیے اپنے شوہر کو اپنی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور امام احمد کا بھی راجح قول یہی ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۴۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

علامہ شافعی ابن محمد عبد اللہ بن احمد بن زکریا حنبلی متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں:

بیوی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ بیوی کا خرچ شوہر پر واجب ہے اس لیے وہ زکوٰۃ لینے سے مستغنی ہے، اور شوہر کو زکوٰۃ دینے کے متعلق دو روایتیں ہیں، ایک یہ ہے کہ بیوی کا شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کیونکہ جس طرح شوہر کا بیوی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اسی طرح بیوی کا بھی شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ شوہر کو زکوٰۃ دینے سے وہ خود اس زکوٰۃ سے نفع حاصل کرے گی اور حبلیوں کی دوسری روایت یہ ہے کہ بیوی کے لیے شوہر کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن مسعود کی بیوی حضرت زینب سے فرمایا: جن پر تم صدقہ کرو گی ان میں تمہارا شوہر اور تمہاری اولاد اس صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۲، صحیح مسلم: ۹۸۲) اور ایک اور حدیث میں ہے: جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کیا بیوی اپنے شوہر پر صدقہ کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کے لیے دواجر ہیں، ایک صدقہ کا اجر ہے اور ایک قرابت کا اجر ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۶، صحیح مسلم: ۱۰۰۰) (المغنی ج ۳ ص ۴۲۵-۴۲۴، دار الحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

اس پر دلیل کہ حضرت ابن مسعود کی بیوی ان پر جو مال خرچ کرتی تھیں وہ زکوٰۃ نہیں تھا  
امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متونی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عورت کے لیے اپنے شوہر کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے جس طرح مرد کے لیے اپنی بیوی کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کو یہ ترغیب دی تھی کہ وہ اپنے شوہر کو صدقہ دیں اس صدقہ سے مراد غیر زکوٰۃ ہے۔

رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ اس صدقہ سے مراد غیر زکوٰۃ ہے سو اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی راکلہ بنت عبد اللہ صنعاء کی عورت تھیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس مال نہیں تھا اور وہ حضرت عبد اللہ پر اور ان کی اولاد پر خرچ کرتی تھیں حضرت ابن مسعود نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم بغیر اجر و ثواب کے یہ خرچ کرو پھر حضرت زینب نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! میں کچھ چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں میرے شوہر اور میری اولاد کے پاس کوئی آمدنی نہیں ہے جس کی وجہ سے میں ان پر خرچ نہ کروں اور ان پر صدقہ نہ کروں آیا میرے لیے ان پر خرچ کرنے میں اجر و ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: تم جو ان پر خرچ کرتی ہو اس میں تمہارے لیے اجر ہے سو تم ان پر خرچ کرتی رہو۔

(شرح معانی الآثار: ۲۹۶۱)

امام طحاوی فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ یہ صدقہ زکوٰۃ نہیں تھا کیونکہ اگر یہ اجماع ہے کہ کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد پر اپنی زکوٰۃ کو خرچ کرے اس سے یہ ثابت ہو کہ وہ اپنی اولاد پر خرچ کرتی تھیں وہ زکوٰۃ نہیں تھی اور اس مال سے وہ اپنے شوہر پر بھی خرچ کرتی تھیں اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے شوہر پر جو خرچ کرتی تھیں وہ بھی زکوٰۃ نہیں تھی۔  
اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار صبح کو حوا کے پاس گئے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! میں نے تم میں سے کوئی ایسی ناقص نہیں دیکھی جس کی عقل کو زائل کرنے والی ہو اور بے شک میں نے تم میں سے اکثر کو قیامت کے دن دوزخ میں دیکھا پس جتنا تم سے ہو سکتا ہے اتنا صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو ان خواتین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بیوی بھی تھیں وہ حضرت ابن مسعود کے پاس گئیں اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنائی اور انہوں نے اپنے زیورات اللہ کے لیے قربان کرنے سے انکار کیا حضرت ابن مسعود نے پوچھا: تم نے زیورات انہوں نے کہا: میں اللہ اور رسول کا قرب حاصل کرنے کے لیے جان بوجھ کر دوزخ میں نہ جانے حضرت ابن مسعود نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم یہ زیورات مجھ پر اور میرے بچوں پر صدقہ لرو ان کی بیوی نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! حتیٰ کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہو آؤں پھر وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرنے کے لیے گئیں پس لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ زینب ہیں آپ سے اجازت طلب کرنے آئی ہیں آپ نے پوچھا: کون سی زینب ہیں؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن مسعود کی بیوی پھر وہ نبی ﷺ کے پاس گئیں اور عرض کیا: میں نے ابھی آپ سے حدیث سنی تھی کہ میں نے حضرت ابن مسعود کو وہ حدیث سنائی پھر میں نے اپنے زیورات لیے تاکہ میں اللہ عز و جل کا اور آپ کا قرب حاصل کروں اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اہل دوزخ میں سے نہ کرے تب حضرت ابن مسعود نے مجھ سے یہ کہا کہ تم مجھ پر اور میرے بیٹوں پر خرچ کرو تب میں نے کہا: میں پہلے رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت لے لوں پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ابن مسعود پر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرو وہ اس صدقہ کا محل ہیں۔



(مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۳-۲۷۴، شرح معانی الآثار: ۲۹۶۲، صحیح البخاری: ۱۳۶۲)

امام ابو جعفر طحاوی نے کہا: اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ یہ نفلی صدقہ تھا جو گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور یہ صدقہ زکوٰۃ میں سے نہیں تھا کیونکہ حضرت زینب اپنے تمام زیورات لے کر آئی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو ان کے تمام زیورات حضرت ابن مسعود اور ان کے بیٹوں پر صدقہ کرنے کی اجازت دی سو یہ زکوٰۃ نہیں تھی کیونکہ زیورات کی زکوٰۃ میں تمام زیورات کو صدقہ نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ایک جز کو صدقہ کیا جاتا ہے یعنی کل زیورات کے چالیسویں حصہ کو بہ شرطیکہ وہ نصاب کی مقدار کے مطابق ہیں مثقال ہوں اور ان پر ایک سال گزر چکا ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اس تفصیل کے بغیر ان کو تمام زیورات ان کے شوہر حضرت ابن مسعود اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرنے کی اجازت دی اگر یہ زکوٰۃ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ان زیورات کو ان کے شوہر اور ان کی اولاد پر خرچ کرنے کی اجازت نہ دیتے پس واضح ہو گیا کہ بیوی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ کو اپنے شوہر پر خرچ کرے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۵-۷۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

شافعی مالکی اور غیر مقلد علماء کا شوہر کو زکوٰۃ دینے کے عدم جواز میں امام اعظم کے موقف کی تائید کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ آہٹ کیا ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو اپنی زکوٰۃ دینا جائز ہے یہ امام شافعی اور ثوری کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ کے دو صاحبوں کا قول ہے اور امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے اور ان ائمہ نے اس حدیث میں صدقہ کو صدقہ واجبہ پر محمول کیا ہے سادہ مازری سے یہ ہا ہے کہ حضرت زینب نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا کہ اگر میں اپنے زیورات کو اپنے شوہر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کروں تو کیا یہ میری طرف سے کنایت کرے گا؟ (صحیح البخاری: ۱۳۶۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا میرا صدقہ واجبہ ادا ہو جائے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر پر اپنی زکوٰۃ خرچ کرنے کے متعلق پوچھ رہی تھیں کیونکہ نفلی صدقہ میں سوا کے ساتھ ساتھ قاضی مالکی نے اس دلیل کو مسترد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو صدقہ کی رغبت دیتے ہوئے فرمایا: تم صدقہ لیا کرو خواہ اپنے زیورات سے کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۸۲) آپ کا یہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ اس سے مراد نفلی صدقہ تھی کیونکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے نیز حضرت زینب کے کچھ حذیر اگر ان کی آواز سے صدقہ نفلی دیا جاتا ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ مالک نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ آہٹ سے کہہ کر ان کا یہ قول نفلی صدقہ کے لیے منافی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ آیا یہ نفلی صدقہ میرے لیے دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے کافی ہوگا؟ گویا کہ ایسے یہ خوف تھا کہ اپنے شوہر پر نفلی صدقہ کرنا شاید دوزخ کے عذاب سے نجات کے لیے کافی نہ ہو اور اس حدیث میں زیورات سے صدقہ کرنے کا ذکر ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے سو ان کی طرف سے اس حدیث سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں صدقہ سے مراد صدقہ واجبہ ہے اور امام طحاوی کے نزدیک ہر چند کہ زیورات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لیکن انہوں نے بیان کیا ہے کہ تمام زیورات کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہوتا بلکہ اس کے چالیسویں حصہ کا صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے اس لیے امام طحاوی پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ ان کے نزدیک تو زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے وہ اس سے نفلی صدقہ کیسے مراد لے سکتے ہیں نیز علامہ نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب تمہارے زیورات کی قیمت دو سو درہم کو پہنچ جائے تو اس میں زکوٰۃ ہے لہذا امام طحاوی کے خلاف اس چیز سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے جس کے وہ قائل نہیں ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۰، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے علامہ ابن حجر شافعی کی اسی عبارت کا دو تین سطروں میں خلاصہ لکھا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۳۵۲ 'دار الرشید' حلب' سوريا)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ شافعی مالکی اور غیر مقلد علماء نے بھی امام اعظم کے موقف کی تائید کر دی ہے۔

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۲۱۴- ج ۲ ص ۹۲۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح ذکر نہیں کی گئی۔

۴۹ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَفِي

الرَّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي

سَبِيلَ اللَّهِ ﴿التوبة: ٦٠﴾

وَيَذْكُرْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا  
يُعْتَقُ مِنْ زَكَاةٍ مَالِهِ، وَيُعْطَى فِي الْحَجِّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام آزاد کرے اور حج کرنے والے کو عطا کرے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں کوئی غلام نہ تھا سبھی مجھے اپنے مال سے زکوٰۃ کی رقم میں سے حج کرنے والے کو عطا کیا جائے اور اس رقم سے غلام کو آزاد کیا جائے۔

(منصف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۲۵، مجلس علمی بیروت، منصف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں اور ان میں سے ایک سرف غلام کو آزاد کرنا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ غلام کو آزاد کرنے میں زکوٰۃ کی رقم سے اس کی مدد کی جائے اور یہ اکثر فقہاء کا قول ہے ان میں سعید بن جبیر، ابراہیم النخعی، الزہری، الثوری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور لیث شامل ہیں۔

نیز: "اللہ کی راہ میں زکوٰۃ دینے کا ذکر ہے" ط میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف، امام زکریا کے نزدیک جو نمازی فقراء ہوں "کو زکوٰۃ دینا جائے" راجح ہے۔ لے فقراء کی بھی۔ ثور نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف غنم کو زکوٰۃ دی جائے نہ کہ حج کرنے والے کو علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی کا قول ہے، صاحب التوضیح نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ نمازی کو صرف اس وقت زکوٰۃ دی جائے جب وہ ضرورت مند ہو اور یہ قول ظاہر کتاب اور سنت کے خلاف ہے، قرآن مجید کے اس لیے خلاف ہے کہ قرآن مجید میں ہے: اور اللہ کی راہ میں (التوبہ: ۶۰) اور سنت کے اس لیے خلاف ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غنی (صاحب نصاب) کا صدقہ لینا جائز نہیں ہے سوا پانچ صورتوں کے: (۱) زکوٰۃ وصول کرنے والا عامل ہو (۲) وہ شخص جس نے اس صدقہ کو اپنے مال سے خریدا ہو (۳) مقروض (۴) جو اللہ کی راہ میں غازی ہو (۵) مسکین کو کچھ صدقہ دیا گیا اور اس نے وہ صدقہ کسی غنی کو صدقہ کر دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۱، مسند احمد ج ۳ ص ۵۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۹۲۳)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے قرآن مجید کی مخالفت نہیں کی، کیونکہ قرآن مجید میں جس غازی کا مصارف زکوٰۃ میں ذکر کیا ہے اس سے مراد ہے جو غازی ضرورت مند ہو اور حدیث میں جس غازی کا ذکر ہے کہ وہ غنی ہو اس سے مراد ہے کہ وہ قوت بدن اور کمانے کی قدرت کے لحاظ سے غنی ہو اور اس غنی سے مراد صاحب نصاب نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ اشْتَرَى أَبَاهُ مِنَ الزَّكَاةِ جَاَزٌ وَيُعْطَى فِي الْمُجَاهِدِينَ وَالَّذِي لَمْ يَحْجْ ثُمَّ تَلَا ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾ (التوبہ: ۶۰) الْآيَةَ فِي آيَتِهَا أَعْطِيتْ أَجْزَآثُ.

اور الحسن البصری نے کہا: اگر کسی شخص نے زکوٰۃ کی رقم سے اپنے باپ کو خرید لیا تو یہ جائز ہے اور زکوٰۃ مجاہدین کو دے اور اس کو دے جس نے حج نہیں کیا پھر یہ آیت پڑھی: زکوٰۃ کے مصارف صرف فقراء اور مساکین ہیں اور زکوٰۃ کی وصول یا بی پر مامور لوگ اور جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو اور جن غلاموں کو آزاد کرنا ہو اور مقروض لوگ اور اللہ کی راہ میں اور مسافرین۔ (التوبہ: ۶۰) ان میں سے جس کو بھی زکوٰۃ دی گئی جائز ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

اشعث بن سوار بیان کرتے ہیں کہ سن بصری سے سوال کیا گیا ایک شخص نے زکوٰۃ کی رقم سے اپنے باپ کو خرید کر آزاد کر دیا؟ انہوں نے کہا: اس نے بہترین غلام کو خرید لیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۲۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَالِدًا إِحْتَسَنَ أَذْرَاعَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک خالد نے اپنی زرہوں کو اللہ کے راستہ میں وقف کیا ہوا ہے۔

اس تعلیق کی حدیث متصل اس باب کی حدیث: ۱۴۶۸ میں آرہی ہے۔

وَيُذَكِّرُ عَنْ أَبِي لَاسٍ حَمَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجَّةِ.

اور حضرت ابولاس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں حج کے لیے صدقہ کے اونٹ پر سوار کیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابولاس الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے لیے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک کم زور اونٹ پر سوار کیا پھر ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نہیں سمجھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کریں گے آپ نے فرمایا: ہر اونٹ کے کوہان میں شیطان ہوتا ہے پس جب تم اس پر سوار ہو تو اس طرح اللہ کا نام لو جس طرح اس نے تم کو حکم دیا ہے (یعنی یہ پڑھو: "سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقَرَّبِينَ" وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ" (الزخرف: ۱۳)) پھر تم اس کو اپنے کام کے لیے استعمال کرو کیونکہ صرف اللہ سوار کرتا ہے۔ (الاحاد والثانی: ۲۳۲۸، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۷۷، المعجم الکبیر: ۸۳۷-ج ۲۲، المستدرک ج ۱ ص ۳۳۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۲، مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۱، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۹۳۸-ج ۲۹ ص ۳۵۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

۱۴۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقِيلَ مَنْعَ ابْنُ جَبِيلٍ وَخَالِدُ بْنُ الرَّيْدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُنْقِمُ ابْنُ جَبِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدْ احْتَبَسَ أَذْرَاعَهُ وَاعْتَدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ هِيَ عَلَيْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثْتُ عَنِ الْأَعْرَجِ بِمِثْلِهِ.

ابو الزناد نے خبر دی از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ دینے کا حکم دیا پس کہا گیا کہ (صدقہ دینے سے) ابن جہیل نے منع کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے تب نبی ﷺ نے فرمایا: ابن جہیل کو تو صرف یہ ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا اور رہا خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو اس نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار بھی اللہ کی راہ میں وقف کی ہوئی ہیں اور رہے حضرت عباس بن عبد المطلب تو وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں تو یہ (زکوٰۃ) ان پر صدقہ ہے اور اس کے ساتھ اس کی (ایک اور) مثل ہے۔ اعرج کی متابعت عبد الرحمان بن ابی الزناد نے کی ہے از والد خود اور ابن اسحاق نے ابی الزناد سے روایت کی ہے: یہ ان کے اوپر صدقہ ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے اور ابن جریر نے کہا: مجھے از اعرج اس کی مثل حدیث بیان کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۹۸۳، الرقم السلسل: ۲۲۴۱، سنن ابوداؤد: ۱۶۲۳، سنن ترمذی: ۳۷۶۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۳۰، صحیح ابن حبان: ۳۲۷۳، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۲۳، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۳-۱۶۴، احمد ج ۲ ص ۳۲۲، طبع قیوم مسند احمد: ۸۲۸۳، ج ۱۳ ص ۳۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۵۰۳۳، مکتبۃ الرشذریاض، ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رہا خالد تو اس نے تو اپنی زرہ بھی اللہ کی راہ میں وقف کی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا غنی کرنا حضرت خالد کے زکوٰۃ دینے کی توجیہ اور حضرت عباس پر صدقہ کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن حجر عسقلانی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں

اس حدیث میں اور رسول اللہ ﷺ نے صدقہ دینے کا حکم دیا اس سے مراد صدقہ ہے یعنی یہ کہنا کہ ابن جہیل نے زکوٰۃ دینے سے منع کیا: اس قول کے قائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں الرویانی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا نام عبد اللہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن جہیل کو صرف یہ ناگوار ہوا کہ وہ فقیر تھا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے غنی کر دیا۔ آپ کا یہ ارشاد قرآن مجید کی اس آیت کے موافق ہے:

وَمَا نَقْمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ. (التوبہ: ۷۴)

اور ان کو صرف یہ ناگوار گزرا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا۔

اس آیت میں اور نبی ﷺ کے اس ارشاد میں رسول اللہ ﷺ کی طرف غنی کرنے کی نسبت کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ



نبی ﷺ بھی غنی کرتے ہیں اور لو اڑتے ہیں۔

ابن جمیل منافق تھا اس نے زکوٰۃ ادا کرنے سے منع کیا لیکن اس نے بعد میں توبہ کر لی اور نیک کام کیے اس نے کہا: میرے رب نے مجھ سے توبہ طلب کی تو میں نے توبہ کر لی اور بعد میں ان کا حال عمدہ ہو گیا۔

اس حدیث میں فرمایا: اور رہا خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو حضرت خالد سے زکوٰۃ میں آٹھ زر ہیں طلب کی گئی تھیں اور یہ باور کیا گیا تھا کہ ان کے پاس یہ زر ہیں تجارت کے لیے ہیں نبی ﷺ نے یہ بتایا کہ ان کے اوپر بالکل زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے وہ زر ہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے وقف کی ہوئی ہیں۔

اور رہے عباس بن عبد المطلب نبی ﷺ نے یہ بتایا کہ حضرت عباس آپ کے چچا ہیں اور کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ آپ نے اپنے کرم سے یہ زکوٰۃ ان پر صدقہ کر دی ہے اور اس کی ایک اور مثل بھی صدقہ کر دی۔ شعیب کی اس روایت میں ”صدقہ“ کا لفظ ہے امام بیہقی نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بنو ہاشم پر تو صدقہ حرام ہے تو رسول اللہ ﷺ ان پر دو سال کی زکوٰۃ کو کیسے صدقہ کر سکتے ہیں؟ المذہبی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ آل نبی پر صدقہ کو حرام قرار دینے سے پہلے کا ہو ابو عبید نے کہا: نبی ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: حضرت عباس سے زکوٰۃ کی وصول یابی دو سال کے لیے مؤخر کر دو کیونکہ ان دو سالوں میں ان کے حالات زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل نہ تھے اور امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی شخص سے زکوٰۃ وصول کرنے میں تاخیر کرے، جیسے لوہ حضرت عمرؓ کے لیے زکوٰۃ وصول کرنے کو مؤخر کر دیا تھا۔

جس جنس میں زکوٰۃ واجب ہو اس جنس کے بجائے اس کی قیمت ادا کرنے کا جواز امام کے لیے زکوٰۃ کو مؤخر کرنے کا جواز اور وقت سے پہلے زکوٰۃ کی ادائیگی میں مذاہب

اس حدیث میں اموال تجارت سے زکوٰۃ وصول کرنے کا ثبوت ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ زکوٰۃ اسی جنس سے لی جائے بلکہ جس جنس پر زکوٰۃ واجب ہے اس جنس سے اس کی قیمت وصول کر لیا جائے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ امام مناسب سمجھے زکوٰۃ وصول کرنے کو مؤخر کر سکتا ہے۔

زکوٰۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنے میں بھی اختلاف ہے امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک زکوٰۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز۔ حسن بصری نے کہا: جس نے وقت سے پہلے زکوٰۃ کی وہ دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے گا جیسے کسی نے وقت سے پہلے نماز پڑھ لی تو دوبارہ روز نماز پڑھنے کی ضرورت ہے امام مالک کے نزدیک اس نے مال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ کی اس کی صحت منقول ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۶۸-۶۹ "مختار" دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### سوال کرنے سے رکنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا انہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا حتیٰ کہ آپ کے پاس جو مال تھا وہ ختم ہو گیا پھر آپ نے

### ۵۰ - بَابُ الْإِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ

۱۴۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَئِنْ أَذْخَرَهُ

عَنْكُمْ وَمَنْ يَسْتَغْفِرْ يُعْفَهِ اللَّهُ وَمَنْ يَسْتَغْفِرْ يَغْفِرْ  
اللَّهُ وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصْبِرْهُ اللَّهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً  
خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ. [طرف الحدیث: ۶۳۷۰]

فرمایا: میرے پاس جو بھی اچھی چیز ہوگی میں اس کو تم سے بچا کر جمع نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال سے رُکے گا اللہ تعالیٰ اس کو (فقر سے) روک کر رکھے گا اور جو شخص مال سے بے نیاز رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دے گا اور جو شخص صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنادے گا اور کسی شخص کو صبر سے اچھی اور وسیع چیز نہیں دی گئی۔

(صحیح مسلم: ۱۰۵۳، الرقم المسلسل: ۲۳۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۶۳۴، سنن ترمذی: ۲۰۲۴، سنن نسائی: ۲۵۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۰۱۳، مسند ابویعلیٰ: ۱۳۵۲، صحیح ابن حبان: ۳۴۰۰، شعب الایمان: ۳۵۰۳، شرح السنن: ۱۶۱۳، مسند احمد ج ۳ ص ۹۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۸۹۰، ج ۱۸ ص ۳۸۷، مؤسسة الرسالة، بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۲۰۵۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۳۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے کئی بار تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص سوال سے رُکے گا اللہ تعالیٰ اس کو (فقر سے) روک کر رکھے گا۔

ضرورت کے وقت سوال کرنے کا جواز، تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال، آئی تو فی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سائل کو ایک مال سے دو مرتبہ دینے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب سائل کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو اس سے اچھے طریقہ سے عذر پیش کیا جائے اور اس حدیث میں نبی ﷺ کے کرم اور آپ کی جود و سخا کا بیان ہے کہ آپ بار بار دینے سے اکتاتے نہیں تھے نیز اس حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں کو صبر کرنے اور بے نیازی اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور اللہ پر توکل کرنے کی وصیت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رزق کا انتظار کرنے کی ترغیب دی ہے اور آپ نے یہ بتایا کہ مؤمن کو جو چیزیں دی گئی ہیں ان میں سب سے اچھی چیز صبر ہے، نیک صبر کی جزاء لا محدود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا يُؤْتِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ  
○ صرف صبر کرنے والوں کو ہی ان کا پورا پورا بے حساب اجر دیا جائے گا ○ (الزمر: ۱۰)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ رُکے کچھ لوگوں سے سوال کیا تو آپ نے ان کو عطا فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت سوال کرنا جائز ہے تاہم ضرورت کے باوجود سوال نہ کرنا اور صبر کرنا زیادہ اولیٰ اور افضل ہے، تاہم اس کے پاور خیر مال کے اللہ تعالیٰ کا رزق آئے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۴۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۴۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا  
مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ وَاللَّيْلِ نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ  
حَبْلَهُ لِيَخْطُبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ  
رَجُلًا فَيَسْأَلَهُ أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خیر دی از ابی الزناد از اعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر جنگل کی لکڑیاں کاٹ کر اپنی پشت پر باندھ کر لائے تو وہ اس کے لیے اس

[اطراف الحدیث: ۱۳۸۰-۲۰۷۳-۲۳۷۴] سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جا کر اس سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا منع کر دے۔

(سنن نسائی: ۲۵۸۸، مسند الحمیدی: ۱۰۵۷، مسند ابویعلیٰ: ۶۶۷۵، شرح السنہ: ۱۶۱۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۳۱۷۔ ج ۱۲ ص ۲۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۴۶۲۲، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۳۲۷ھ) اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جا کر اس سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا منع کر دے۔

### سوال کی ممانعت کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص صبح کو اٹھ کر لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کی آمدنی سے صدقہ کرے اور اس کی وجہ سے لوگوں سے مستغنی رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے وہ اس کو عطا کرے یا اس کو منع کر دے کیونکہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور دینے کی ابتداء اپنے اہل و عیال سے کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۰۳۰، سنن ترمذی: ۶۸۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص نے اپنے اہل و عیال کے لیے لوگوں سے سوال کیا وہ انکاروں کا سوال کر رہا ہے خواہ کم سوال کرے یا زیادہ کرے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۳۱، سنن ترمذی: ۱۸۳۸) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال کرنے سے آدمی کے چہرے پر خراش پڑ جاتی ہے سو اس کے کہ وہ سلطان سے سوال کرے یا کسی ناگزیر چیز کا سوال کرے۔

(سنن ترمذی: ۶۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۶۳۹، سنن نسائی: ۲۵۹۹، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو اس کو سوال سے مستغنی کر دے پھر بھی اس نے لوگوں سے سوال کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر خراشیں ہوں گی، آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! سوال سے مستغنی ہونے کی کیا مقدار ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاس پچاس درہم ہوں یا اتنی مقدار کا سونا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۳۶، سنن ترمذی: ۶۵۰، سنن نسائی: ۲۵۹۱)

بنو اسد کے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں میرے گھروالے قبیع الغرقہ میں گھر بھرے کھجوریں لے کر اپنے گھرانے گیا تھا: جاؤ! جا کر رسول اللہ ﷺ سے سوال کر کے کچھ لاؤ، جسے ہم کھائیں۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو وہاں پر لوگ آپ سے اپنی ضروریات کا سوال کر رہے تھے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا ایک شخص آپ سے سوال کر رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے پس وہ شخص غصہ حال میں پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور وہ کہہ رہا تھا: مجھے اپنی حیات کی قسم! آپ اس کو دیتے ہیں جسے آپ چاہتے ہیں آپ نے فرمایا: یہ مجھ پر اس لیے غضب ناک ہو رہا ہے کہ میرے پاس اسے دینے کے لیے نہیں ہے جس نے تم میں سے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس چالیس درہم ہوں یا اس کے برابر مال ہو تو اس نے گڑگڑا کر سوال کیا سو میں لوٹ آیا اور میں نے آپ سے سوال نہیں کیا پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا اور کشمش آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ہمیں بھی تقسیم کیا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے ہمیں غنی کر دیا۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۲۷، سنن نسائی: ۲۵۹۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس اتنا مال تھا جو اس کو سوال سے غنی کر سکے تو وہ صرف آگ کی کثرت کر رہا ہے، دوسری روایت میں ہے: وہ جہنم کے انگاروں کی کثرت کر رہا ہے، مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! سوال سے غنی کرنے والے مال کی کیا مقدار ہے؟ یا پوچھا: اس غنا کی کتنی مقدار ہے جس کے ساتھ سوال نہیں کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا: جس سے وہ ایک رات اور ایک دن سیر ہو کر کھا سکے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیں یا ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں لیکن مسکین وہ ہے جو لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے اور نہ لوگ اس کی ضرورت کو سمجھ کر اسے عطا کریں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۳۱)

عدی بن الحیار بیان کرتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں نے خبر دی کہ وہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کے پاس گئے، اس وقت آپ صدقہ تقسیم کر رہے تھے ان دونوں نے آپ سے صدقہ کا سوال کیا، آپ نے ہمیں نظر اٹھا کر دیکھا، پھر نظر نیچے کر لی، آپ نے ہم دونوں کو تندرست اور قوی پایا، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں عطا کر دوں اور اس صدقہ میں غنی کا حصہ نہیں اور نہ اس شخص کا حصہ ہے جو قوی ہو اور کمانے پر قادر ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۳۳، سنن نسائی: ۲۵۹۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غنی کے لیے صدقہ حلال ہے نہ اس شخص کے لیے جو قوی ہو اور اس کے اعضاء صحیح ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۳۳، سنن ترمذی: ۶۵۲)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو میرے ایک حکم کو قبول کرے تو میں اس کے لیے جنت کو قبول کر دوں؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں! آپ نے فرمایا: لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۸۳۷، سنن نسائی: ۲۵۸۶)

۱۴۷۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا دُرَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَرَامِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَ، فَيَنْفِقَ بِوَلَدِهِ جُودًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ، أَعْطَوْا إِيَّاهُ مِنْهُ.

بخاری نے بت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: دُرَیْب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت الزبیر بن العرام رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص رسی لکڑیاں باندھ کر اس کا گٹھ پی پی کرے، لادے پھر کو فروخت کرے، پس اس کو دینے سے خیر ہے، چہرے کو پائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے، وہ اس کو دیں یا منع کر دیں۔

[اطراف الحدیث: ۲۰۷۵-۲۳۷۳] (سنن نسائی: ۲۵۸۸)

دیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۳۷۰ کا مطالعہ کریں۔

۱۴۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عروہ بن الزبیر و سعید بن المسیب، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا



وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيمُ، إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَصْرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةٍ نَفْسُ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافٍ نَفْسُ لَمْ يُبَارَكَ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، أَلَيْدُ الْعُلَيَّا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى. قَالَ حَكِيمُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا أَرِزَا أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا، حَتَّى أَفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَدْعُوَا حَكِيمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْتِي أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَيَأْتِي أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أَشْهَدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيمٍ، إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هَذَا الْقَيْءِ، فَيَأْتِي أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَرِزَا أَحَدًا مِنْ بَنِي بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوَفِّي.

[اطراف الحديث: ۲۷۵۰-۳۱۴۳-۶۳۴۱]

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا، میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا کیا، میں نے پھر سوال کیا سو آپ نے مجھے عطا کیا، پھر آپ نے فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز میٹھا ہے، جو شخص اس کو نفس کی سخاوت کے ساتھ لے گا اس کو اس میں برکت دی جائے گی اور جو شخص نفس کو جھکا کر یہ مال لے گا اس کو اس میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے، حضرت حکیم کہتے ہیں: میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں اب کے بعد کسی شخص کے مال میں کمی نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم کو وظیفہ دینے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو عطا کرنے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، پھر حضرت عمر نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تم کو حکیم کے متعلق گواہ کرتا ہوں کہ میں ان کے سامنے مال لئے سے ان کا حق پیش کرتا ہوں اور یہ اس کو لینے سے انکار کرتے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت حکیم نے لوگوں سے کسی کے مال میں کمی نہیں کی حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۵، رقم المسلسل: ۲۳۴۹، سنن ترمذی: ۲۳۶۳، سنن نسائی: ۲۵۳۱، سنن کبریٰ: ۲۳۱۰، مسند الحمیدی: ۵۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۱، الامداد الثانی: ۵۹۵، صحیح ابن حبان: ۳۳۰۶، المعجم الکبیر: ۳۰۷۹، مصنف عبد الرزاق: ۲۰۰۴۱، صحیح ابن حبان: ۳۲۲۰، المعجم الکبیر: ۳۰۸۱-۳۰۸۰، ۳۰۷۸، ۳۰۷۹، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲، معجم قدیم مسند احمد: ۱۵۵۷۴، ج ۲۴ ص ۳۴۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۱۵۲۰، مکتبۃ الرشدریاض: ۱۴۲۷ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدان، اور وہ عبد اللہ بن عثمان بن جبلة المروزی ہیں، ان کا لقب عبدان ہے (۲) عبد اللہ بن مبارک المروزی (۳) یونس بن یزید الایلی (۴) محمد بن مسلم الزہری المدنی (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام المدنی (۶) سعید بن المسیب المدنی (۷) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۷۴)

مقتدرِ اعلیٰ سے سوال کرنے کا جواز زیادہ سوال کرنے کی کراہت اپنی اجرت کے سوال کرنے کا جواز اور بیت المال میں مسلمانوں کے حق کے متعلق فقہاء کے مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دوبار سوال کیا اور آپ نے انہیں عطا کیا اس سے معلوم ہوا کہ مقتدرِ اعلیٰ سے سوال کرنے میں نہ سائل کو عار ہوتا ہے نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ دوسری بار سوال کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو حرص کم کرنے اور سوال سے رکنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ مقتدرِ اعلیٰ سے بھی زیادہ سوال کرنا مناسب نہیں ہے۔

نبی ﷺ نے بتایا کہ جو شخص بغیر حرص کے بے نیازی سے لے گا اس کے مال میں برکت ہوگی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اس ارشاد میں یہ بتایا ہے کہ بغیر سخت ضرورت کے انسان کسی سے سوال نہ کرے اور جب اسے مال مل جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مانگنا اور لینا اس وقت مذموم ہے جب انسان کا کسی پر کوئی حق نہ ہو جب انسان نے کسی کا کوئی کام کیا ہو اور اس سے اس نے اس کام کی اجرت لینی ہو یا کسی کو قرض دیا ہو اور اس سے قرض واپس لینا ہو تو یہ مانگنا مذموم نہیں ہے اور اس صورت میں لینے والے کا ہاتھ غیر مستحسن نہیں ہے یہ کہ وہ اپنا حق مانگ رہا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو بلا کر بیت المال سے ان کے وظائف دیا کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ امام کبیر اور مقتدرِ اعلیٰ کے دینے سے پہلے کسی کا بیت المال میں از خود کوئی حق نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بیت المال سے کوئی چیز لے لے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر ہر مسلمان کا بیت المال میں حق ہوتا تو شک و شبہ کی وجہ سے اس سے حد ہوتا ہو جاتی۔

جمہور امت کے نزدیک تمام مسلمانوں کا بیت المال میں اور مال میں حق ہوتا ہے اور سربراہ ملک اس کو اپنی صواب دید سے مسلمانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۲ ص ۴۶۳-۴۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

\* صحیح البخاری: ۱۳۷۱، شرح صحیح مسلم: ۲۲۹۶، ج ۲ ص ۵۶۱، مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:

سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔

جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر سوال کے اور خیر نفس کے

جھکانے کے عطا کیا اور ان کے مالوں میں سائلوں

اور محروموں کا حق ثابت تھا

۵۱- بَابُ مَنْ أَعْتَدَ اللَّهُ كَيْدًا مِنْ غَيْرِ

مَسْأَلَةٍ وَلَا إِشْرَافٍ نَفْسٍ ﴿وَفِي أَمْوَالِهِمْ

حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ﴾ (الذاریات: ۱۹)

اس آیت میں سائل اور محروم کا ذکر کیا گیا ہے سائل اور محروم کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) سائل سے مراد ہے: سوال کرنے والا اور بولنے والا یعنی ناطق انسان اور محروم سے مراد ہے: غیر ناطق جان دار کیونکہ انسان

اگر اپنے مال سے جانوروں پر خرچ کرے تو اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے کیونکہ ایک شخص نے ایک پیاسے کتے کو کنویں سے پانی

نکال کر پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۳۶۶، صحیح مسلم: ۲۳۳۴، سنن ابوداؤد: ۲۵۵۰)

(۳) اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ متقین بہت زیادہ عطا کرتے ہیں، جو سوال کرتے ہیں ان کو بھی عطا کرتے ہیں اور جو سوال نہیں کرتے ان کو بھی عطا کرتے ہیں۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر، تبیان القرآن، الذاریات: ۱۹ میں مطالعہ فرمائیں۔

۱۴۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
الْكَتِيبُ عَنْ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ  
اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ  
عُمَرَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ  
خُذْهُ إِذَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ غَيْرُ  
مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تَتَّبِعْهُ نَفْسَكَ.

[اطراف الحديث: ۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵]

— ۱۸۱ —

(صحیح مسلم: ۱۰۳۵، الرقم المسلسل: ۲۳۶۷، سنن نسائی: ۲۶۰۸، سنن داری: ۱۶۳۸، مسند الحمیدی: ۲۱، صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۶۵، مسند الخزاز: ۲۳۴، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۰۴۵، مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۰، ج ۱ ص ۲۵۸، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے اور تم اس کے منتظر نہ ہو اور نہ اس کا سوال کرنے والے ہو تو اس کو لے لو۔

”اشرف نفس“ کا معنی

اس حدیث میں "اشرف الناس" کا مطلب ہے: کسی چیز پر غلبہ ہونا اور اس کے درجہ ہونا، ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ مسئول اس چیز کو کراہت کے ساتھ دے، دوسرا قول ہے کہ سائل کو اس چیز کی شدید حرص ہو اور وہ گردن اونچی کر کے اس کا انتظار کر رہا ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو جو مال عطا کیا تھا، وہ صدقہ نہیں تھا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے: جس مال سے رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا تھا وہ صدقات نہیں تھے بلکہ یہ وہ اموال تھے جن کو آپ مسلمان اغنیاء اور فقراء دونوں پر تقسیم فرماتے تھے یہ اموال آپ لوگوں کو ان کے فقر کی وجہ سے نہیں عطا کرتے تھے بلکہ ان کے حقوق کی وجہ سے عطا کرتے تھے اس لیے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ یہ مال آپ مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو عطا فرمائیں تو آپ

نے اس کو ناپسند فرمایا اور فرمایا: یہ مال لے لو اور اس کو اپنے مال میں شامل کر دجیسا کہ شعیب نے زہری سے روایت کیا ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ صدقات کے اموال نہیں تھے کیونکہ فقیر کے پاس مال نہیں ہوتا۔  
جب کسی شخص کو کوئی مال عطا کرے تو اس کو وہ لے لینا چاہیے

علامہ طبری نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے جو حضرت عمر سے فرمایا تھا: جب تمہارے پاس اس مال میں سے کوئی چیز آئے تو اس کو لے لو۔ آپ کے اس ارشاد کی تفسیر میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: جب بھی کوئی شخص کسی کو عطا کرے خواہ عطا کرنے والا مقتدر اعلیٰ ہو یا عام آدمی ہو نیک ہو یا بدکار ہو تو اس چیز کو لینا مستحب ہے جب کہ وہ مال حلال ہو اور اس کا عطا کرنا جائز ہو اس کی دلیل میں حسب ذیل اقوال ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص بھی مجھے کوئی ہدیہ دیتا ہے تو میں اس کو قبول کر لیتا ہوں لیکن میں اس کا سوال نہیں کرتا۔  
حضرت ابو الدرداء سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہدیہ قبول کیا اور حبیب بن ابی ثابت نے کہا: میں نے دیکھا کہ الخمار کے ہدایا حضرت ابن عمر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کے پاس آتے تھے اور وہ ان کو قبول کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سلطان کے عطیات ہرن کے پاک گوشت کی مثل ہیں اور سعید بن العاص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف ہدیے بھیجے تو انہوں نے قبول کر لیے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف (درہم) بھیجے اور ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سے سلطان کے ہدایا کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اگر تم کو شک ہے کہ یہ ہدایا غصب سے آئی ہیں یا رشوت کے یا کسی اور حرام ذریعہ کے ہیں تو ان کو مست قبول کرو ورنہ قبول کر لو کیونکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی آل کے لیے صدقہ کا گوشت بھیجا تو آپ نے قبول فرمایا اور فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے اور ابو جعفر نے کہا: جو مال حرام ذریعہ سے ہو اس کا گناہ ان پر ہے اور جو مال حلال ذریعہ سے ہو وہ تمہارے لیے ہے، علقمہ اسود بن ہشام نے کہا: میں نے بصری اور شعبی سے سنا ہے کہ ہدایا کو قبول کیا ہے۔

### بعض فقہاء کے نزدیک حاکم اور سلطان کا عطیہ قبول کرنا حرام یا مکروہ ہے

دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے امت کے لیے حاکم اور سلطان کے غیر کے ہدیہ کو قبول کرنا مستحب قرار دیا ہے اور سلطان کے عطیہ کے متعلق بعض نے کہا: اس کو قبول کرنا حرام ہے، بعض نے کہا: مکروہ ہے، وہ اس کی دلیل حسب ذیل اقوال ہیں:  
خالد بن اسید۔ (مردوں میں) (درہم) کے قبول کرنے سے انکار کیا گیا ہے، اس سے کہا گیا کہ آپ ان کو قبول کر لیتے تو اپنے رشتہ داروں کو دے دیتے اور ابن سیرین اور ابورزین اور ابن محریز نے سلطان کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور ہشام بن عروہ نے کہا: میرے اور میرے بھائی کی طرف حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے پانچ سو دینار بھیجے تو میرے بھائی نے کہا: ان کو واپس کر دو اور ان کو کسی نے نہیں کھایا۔

علامہ ابن المنذر نے بیان کیا کہ محمد بن واسع، ثوری، ابن المبارک، امام احمد بن حنبل اور فقہاء کی ایک جماعت نے سلطان کے عطیات کو مکروہ کہا ہے۔

### بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک حاکم کا عطیہ قبول کرنا مستحب ہے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سلطان کے ہدایا قبول کرنا مستحب ہے نہ کہ دوسروں کے، عکرمہ نے کہا: میں صرف حکام کے ہدایا قبول



کرتا ہوں۔

امام طبری نے کہا ہے کہ میرے نزدیک نبی ﷺ نے ہر عطا کرنے والے کے عطیہ کو قبول کرنے کو مستحب قرار دیا ہے خواہ وہ سربراہ ملک ہو یا عوام میں سے کوئی شخص ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہیں اس مال سے اللہ تعالیٰ جو چیز عطا کرے جب کہ تم اس کے منتظر ہو نہ سائل تو تم اس کو قبول کر لو، نبی ﷺ نے اس حدیث میں بغیر کسی تخصیص اور استثناء کے قبول کرنے کا حکم دیا ہے البتہ جو مال حرام ذریعہ سے ہو اس کا قبول کرنا جائز نہیں ہے جیسے وہ مال کسی مسلمان سے چھینا ہوا ہو پھر کوئی شخص بہ عینہ وہی مال کسی دوسرے کو دے اور جس کو دے اس کو پتا ہو کہ یہ چھینا ہوا مال ہے یا چوری کا مال ہے یا خیانت کا مال ہے پھر اگر اس نے اس کو قبول کر لیا تو اس پر اس مال کو واپس کرنا واجب ہے۔

### حاکم کا عطیہ قبول کرنے پر بعض اعتراضات کے جوابات

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ہر عطیہ کو قبول کرنا مستحب ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان فقہاء تابعین نے حکام اور خلفاء کے عطیات کو واپس کر دیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان فقہاء تابعین کو علم تھا کہ ان کے زمانہ کے حکام اور سلاطین کا غالب حال یہ ہے کہ وہ حلال ذرائع سے مال حاصل نہیں کرتے اس لیے انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کے دین اور تقویٰ کو محفوظ رکھنے کا طریقہ اور سلامتی اس میں ہے کہ ان کے عطیات کو واپس کر دیا جائے۔

اگر یہ سوال کیا جائے گا کہ اگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اس ذریعہ سے حاصل ہوا ہے تو وہ پھر کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی تین صورتیں ہیں اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ مال حلال ہے تو پھر اس کو رد کرنا مستحب نہیں ہے اور اگر اس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ حرام مال سے عطیہ ہے تو پھر اس کو لینا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو صورت حال کا بالکل علم نہ ہو تو پھر احتیاط اور سلامتی اس میں ہے کہ اس کو نہ لیا جائے۔

### حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ بعض کے نزدیک ناجائز ہونا

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جس شخص کے مال حلال اور حرام مخلوط آیا اس کو یہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے اور بعض نے اس کو جائز کہا ہے۔

عبداللہ بن یزید ابوداؤد، قاسم سالم وغیرہ نے اس کو مکروہ کہا ہے روایت ہے کہ سالم کی باندی خمر (انگور کی شراب) مضر میں فروخت کر کے اس سے گڑھا بنایا اور اسے خمر کے نام پر بیچ دیا، قاسم کی باندی چاند کے لے کر چاند اضافے کے ساتھ فروخت کر کے اس سے گڑھا بنایا اور اسے گڑھا کے نام پر بیچ دیا، امام مالک نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن یزید بن عمر نے کہا: مجھے اس شخص پر تعجب ہے جس کو حلال رزق دیا جاتا ہے پھر وہ تھوڑے سے اضافہ کے لیے حرام مال میں رغبت کرتا ہے اور اس کا تمام مال ناسد ہو جاتا ہے۔

### حرام اور حلال مال سے مخلوط عطیہ کا بعض صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک جائز ہونا

اور جن فقہاء نے اس کو جائز کہا ہے ان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ میرا پڑوسی سود کھانے سے پرہیز نہیں کرتا اور نہ ناجائز ذرائع کی آمدنی سے اجتناب کرتا ہے اور وہ ہمیں کھانے کی دعوت دیتا ہے اور ہمیں اس کی ضرورت ہے ہم اس سے قرض لیتے ہیں آیا ہم اس کی دعوت قبول کر سکتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تم اس کے کھانے کی دعوت کو قبول کرو اور اس سے قرض لو وہ تمہارے لیے جائز ہے اور حرام مال کا گناہ اس پر ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ

آیا سود خور کی دعوت طعام کو قبول کرنا جائز ہے تو انہوں نے اس کی اجازت دی، ابراہیم النخعی سے سوال کیا گیا: جو شخص ایسے ترکہ کا وارث ہو جس میں حلال اور حرام دونوں طرح کا مال ہو؟ انہوں نے کہا: اس پر صرف وہی حرام ہے جو بہ عینہ حرام ہو اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ وہ ٹیکس وصول کرنے والوں کے پاس سے گزرے اور ان کے ہاتھوں میں کھجور اور انگور کے خوشے تھے تو انہوں نے کہا: ان خوشوں میں سے ہم کو دو یہ تم پر حرام ہیں اور ہمارے لیے حلال ہیں اور حسن بھری نے ٹیکس وصول کرنے والے صراف اور عامل زکوٰۃ کے طعام کھانے کو جائز قرار دیا ہے اور مکحول نے الزہری سے روایت کی ہے کہ جب حلال اور حرام مال مخلوط ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، صرف وہ چیز مکروہ ہے جس کے حرام ہونے کے متعلق یقین ہو، ابن ابی ذئب نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جن فقہاء نے مخلوط مال کو جائز قرار دیا ہے، انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

سَتَعُونَ لِلْكَذِبِ أَكْلُونَ لِلْنَحْتِ. (المائدہ: ۴۲)

یہ جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ کھاتے

ہیں۔

اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ کر اس سے طعام خریدا، حدیث میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے مدت معینہ کے ادھار پر ایک یہودی سے طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ کو گروی رکھا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۶۸، مسند: ۱۶۰۲، سنن ترمذی: ۲۱۳۳، سنن ابن ماجہ: ۴۲۳۶)

امام طبری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے جزیہ لینے کو مباح قرار دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ اہل کتاب کے اکثر اموال خمر اور خنزیر کی قیمتوں سے حاصل ہوتے ہیں اور وہ سود کا بین دین کرتے ہیں اور اس پر بہت واضح دلیل یہ ہے کہ جس مسلمان کے پاس مال ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی کمائی حلال ہے یا حرام، تو اس کا ہدیہ قبول کرنا حرام نہیں ہے، فقہاء صحابہ اور تابعین نے اسی کا فتویٰ دیا ہے اور جنہوں نے اس کو مکروہ کہا ہے، انہوں نے محض اپنے اہل تشیع کے فتویٰ اور شہادت سے بچنے اور اپنے دین کو سلامت رکھنے کے لیے اس کو مکروہ کہا ہے۔

### مقتدری اعلیٰ کا کسی ترجیح کی بناء پر خوش حال لوگوں کو عطا کرنا

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی فقہاء نے یہ جواز ہے کہ وہ کسی شخص کو مال عطا کرے، جب تک کہ اس کے مال میں مال ہو یا اس کے نزدیک اس میں کوئی اور فضیلت ہو خواہ مسلمانوں میں کوئی اور شخص زیادہ نہ ہو، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو بغیر سوال کے مال عطا کر دیا جائے اس کے لیے اس کو لینا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کے عطیہ کو رد کرنا ادب کے خلاف ہے کیونکہ یہ اس آیت کے عموم کے تحت داخل ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ. (البقرہ: ۲۳۵)

پس جس کو رسول اللہ ﷺ عطا کریں اور وہ نہ لے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل نہیں کیا اور یہ فعل ادب کے خلاف

ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۶۹-۳۶۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطلال کی اسی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے، حافظ بدرالدین عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ نے علامہ ابن بطلال کی اس طویل عبارت کو من و عن لکھا ہے اور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اس عبارت کو بے حد مختصر کر کے لکھا ہے اور ان میں سے کسی نے بھی علامہ ابن بطلال مالکی کا نام نہیں لیا۔ اس بات کے لکھنے سے میرا یہ مقصد نہیں ہے

کہ ان علماء نے علامہ ابن بطل کی عبارت کا سرقہ کیا ہے بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس تحقیق میں یہ علماء بھی علامہ ابن بطل کے ساتھ ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۶۷-۶۶ دار المعرفۃ بیروت، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۸۰-۷۸، دار الکتب العلمیہ بیروت، عون الباری ج ۲ ص ۷۱-۷۳، دار الرشید حلب، سوریا)

\* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۳۰۱- ج ۲ ص ۹۶۶ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: حکومت کے عطیات کا حکم۔

جس نے اپنے مال کو زیادہ کرنے

کے لیے لوگوں سے سوال کیا

۵۲- بَابُ مَنْ سَأَلَ

النَّاسَ تَكْثُرًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الیث نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن ابی جعفر انہوں نے کہا: میں نے حمزہ بن عبد اللہ بن عمر سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی تک نہیں ہوگی۔

اور آپ نے فرمایا: بے شک قیامت کے دن سورج قریب ہوگا حتیٰ کہ پسینہ آدمی کے کان تک پہنچ جائے گا پھر جب لوگ اس حال میں ہوں گے تو وہ حضرت آدم سے فریاد کریں گے پھر حضرت عیسیٰ سے فریاد کریں گے پھر سیدنا محمد ﷺ سے فریاد کریں گے۔ اور عبد اللہ نے یہ اضافہ کیا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی جعفر نے حدیث بیان کی: پس آپ شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے پھر آپ چلیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازہ کے حلقہ کو پکڑ لیں گے سو اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا جس کی تمام اہل محشر تعریف اور تحسین کریں گے۔ اور معلیٰ نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از النعمان بن راشد از عبد اللہ بن مسلم جوزہری کے بھائی ہیں از حمزہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کرنے کے متعلق حدیث کو سنا۔

۱۴۷۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مِرْعَةٌ لَحْمٍ.

۱۴۷۵- وَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ تَذْنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأَذْنِ فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ اسْتَغَاثُوا بِآدَمَ ثُمَّ بِمُوسَى ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَزَادَ عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ فَيُسْفَعُ لِيُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فَيُشِي حَتَّى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ فَيَوْمِنَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَقَامًا مَحْمُودًا يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ. وَقَالَ مُعَلَّى حَدَّثَنَا الْقَيْسُ عَنْ النُّعْمَانِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْأَلَةِ. [طرف الحديث: ۴۷۱۸]

(صحیح مسلم: ۱۰۴۰، الرقہ السلسل: ۲۳۵۸، سنن نسائی: ۲۵۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۰۸، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۶، سنن کبریٰ: ۲۳۶۶،

صحیح ابن خزیمہ: ۳۳۸، مشکل الآثار: ۱۰۲۲، شعب الایمان: ۳۵۰۹، شرح السنن: ۱۶۲۲، حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۵، طبع قدیم مسند

احمد: ۴۶۳۸- ج ۸ ص ۲۶۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) لیث بن سعد (۳) عبید اللہ (۴) حمزہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۶) عبد اللہ بن صالح یہ لیث کے کاتب ہیں۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۸۱)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو ہمیشہ سوال کرتا رہے گا وہ قیامت کے دن ایسے چہرے کے ساتھ آئے گا کہ اس پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی۔

## بلا ضرورت سوال کرنے والے کی قیامت کے دن سزا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سوال کرنے کی مذمت اور بُرائی کا بیان ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ جس نے بلا ضرورت بہت زیادہ سوال کیے یا جو شخص غنی تھا اور اس نے اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لیے بہ کثرت سوال کیے اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اس کو آخرت میں سزا دی جائے گی۔

عبدالواحد نے کہا: اس کے چہرے کو سزا دی جائے گی کہ اس کے اوپر ایک بوٹی بھی نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہ کی جنس سے سزا دے گا کیونکہ اس کو سوال کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی اس نے اپنے منہ سے سوال کیا اور اپنے چہرے کو جھکایا۔ المہلب نے کہا: اس حدیث میں ”مزعة“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: گوشت کا ٹکڑا جس کی ضرورت نہیں تھی۔ ایسا چہرہ ہو جس پر گوشت نہ ہو تو اس کو سورج کی تپش سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ایذا ہوگی کیا تم نہیں دیکھتے کہ حدیث میں مذکور ہے: قیامت کے دن سورج قریب ہو گا اور آدمی کا پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا تو اس سے نبی ﷺ نے بلا ضرورت گڑگڑا کر سوال کرنے سے ڈرایا ہے لیکن جس شخص نے ضرورت کی وجہ سے سوال کیا اس کے لیے سوال کرنا مباح ہے اور جب اس کے لیے سوال کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو تو اس کو سوال کرنے پر بھی اجر ملے گا یہ شرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہو اور شکری ادا کرے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جو شخص اعمال کے لیے بہ کثرت سوال کرے گا وہ قیامت کے دن ذلت کی حالت میں آئے گا اور اس کی قدر و منزلت ساقط ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی عزت نہیں ہوگی حدیث میں ہے:

حضرت سمیرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کے چہرے پر خراشیں ہوں گی پس جو چاہے اپنے چہرے پر خراشیں ڈالے اور جو چاہے ترک کرے ماسوا اس کے کہ ان میں متفرق رہیں سوال کرنے سے اس سے ملے جس سوال کرے جس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو۔ (شرح ابن کثیر ج ۲ ص ۷۰) (المکتبہ المدینہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ لوگوں سے گڑگڑا

کر سوال نہیں کرتے۔ (البقرہ: ۲۷۳)

اور خوش حالی کی کتنی مقدار ہے

اس آیت میں ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے پوری آیت اس طرح ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُخْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ  
(یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (اس میں شدت اشتغال کی وجہ سے) زمین میں

۵۳ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى

﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾

(البقرہ: ۲۷۳) وَكَمِ الْغِنَى



أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا. (البقرہ: ۲۷۳)

سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، نادانف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار سمجھتا ہے (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) صورت سے انہیں پہچان لو گے وہ لوگوں سے گزر کر سوال نہیں کرتے۔

اس آیت میں فقراء سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول کی طرف مدینہ میں ہجرت کی، ان کے پاس کوئی ایسا سبب نہیں تھا جس سے وہ اپنے نفس سے فقر کو دور کرتے، وہ طلب معاش کے لیے زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور وہ اس لیے بھی سفر کرنا نہیں چاہتے تھے کہ اگر وہ معاش کی طلب میں کہیں چلے گئے تو رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ کی رفاقت سے محروم ہو جائیں گے، ان کے صاف ستھرے لباس اور ان کی پاکیزہ وضع قطع دیکھ کر ان کے حال سے نادانف شخص ان کو غنی اور خوش حال سمجھتا تھا، اور عقل مند شخص ان کی بھوک اور ان کی نقاہت کو دیکھ کر سمجھ لیتا تھا کہ یہ ضرورت مند لوگ ہیں۔

علامہ بغوی متوفی ۵۱۶ھ نے لکھا ہے: یہ فقراء مہاجرین اصحاب صفہ تھے ان کی تعداد چار سو تھی، ان کا مدینہ میں کوئی گھر تھا نہ کوئی قبیلہ تھا، یہ مسجد میں رہتے تھے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ جو لشکر جہاد کے لیے روانہ کرتے، یہ اس میں شامل ہوتے تھے، جب یہ صبح کو اٹھتے تھے تو رات کے کھانے کا سوال نہیں کرتے تھے اور رات کو صبح کے ناشتہ کا سوال نہیں کرتے تھے، ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل سوال نہیں کرتے تھے۔ (مجموع التقریر ج ۱ ص ۳۷۷۔ ۳۷۸ دار احیاء التراث العربی)

قبیصہ بن مخارق بیان کرتے ہیں: میں ایک بڑی رقم کا مقروض تھا، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تاکہ آپ سے اس کے متعلق سوال کروں، آپ نے فرمایا: اس وقت تک ہمارے پاس ٹھہر، جب تک صدقہ کا مال آجائے، ہم اس میں سے تمہیں دینے کا حکم دیں گے، پھر فرمایا: اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے، ایک وہ شخص جو مقروض ہو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال جائز ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے، اس کے بعد وہ سوال سے رک جائے، دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کوئی ناگہانی آفت ہو گئی ہو، اس کا مال برباد ہو گیا ہو، اس کے لیے اتنا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے، تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہو اور اس کے قبیلہ کے تین عقل مند آدمی یہ گواہی دیں کہ یہ واقعی فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے، اور اے قبیصہ! ان تین شخصوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور جو (ان کے علاوہ کسی اور صورت میں سوال کرے) گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ (مسلم: ۱۰۰۳، ابن ابی شیبہ: ۱۳۰۰، سنن ابی یوسف: ۸۱۹، مسند

احمد ج ۳ ص ۳۷۷، مسند زہری ج ۲ ص ۲۳۰، مسند ابی حنیفہ ج ۲ ص ۲۳۰، مسند ابی یوسف ج ۸ ص ۸۷۷)

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَجْدُ غِنًى يُغْنِيهِ. لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾ (البقرہ: ۲۷۳)

اور کتنے مال سے آدمی غنی (مال دار) کہلاتا ہے؟ اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد: اور وہ اتنا مال نہیں پاتا جو اس کو غنی بنا دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (اس میں شدت و اشتعال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے، نادانف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مال دار سمجھتا ہے (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) انہیں ان کی

صورت سے پہچان لو گئے وہ لوگوں سے گزر کر سوال نہیں کرتے  
تم جو اچھی چیز بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو بے شک اللہ  
اس کو خوب جاننے والا ہے (البقرہ: ۲۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی  
انہوں نے کہا: مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص  
مسکین نہیں ہے جس کو ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں لیکن مسکین وہ شخص  
ہے جس کے پاس (بالکل) مال نہ ہو اور وہ لوگوں سے گزر کر  
[اطراف الحدیث: ۱۳۷۹-۱۳۸۰] سوال کرنے سے حیا کرتا ہو۔

۱۴۷۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زَيَْادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا  
هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأَكْلَةُ  
وَالْأَكْلَتَانِ وَلَكِنَّ الْمِسْكِينَ الَّذِي لَهُ غِنًى  
وَيَسْتَحْيِي وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ الْخَافًا.

(صحیح مسلم: ۱۰۳۹، رقم المسلسل: ۲۳۵۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۱، شرح السنن: ۱۶۰۳، مسند الطحاوی: ۷۹۱۳، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۶ طبع قدیم، مسند احمد  
۸۱۸۷- ج ۱۳ ص ۵۱۳-۵۱۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۴۴۶۸، مکتبۃ الرشیدیہ ریاض: ۵۱۴۲)  
اس حدیث کے چار رجال ہیں جن کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ لوگوں سے گزر کر سوال کرنے سے حیا کرتے ہیں۔  
مسکین اور فقیر کے معنی کی تحقیق

مسکین کا لفظ سکون سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: حرکت نہ کرنا گویا مسکین مردہ کی طرح ہوتا ہے، الصحاح میں مذکور ہے کہ  
مسکین کا معنی ہے: فقیر اور یہ ذلت اور ضعف کے معنی میں ہے اور فقیر مال و مالک کے ضد ہے یعنی یہ ایسا شخص ہے جس کے بارے میں یہ  
فرض کیا جائے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کے گھر والوں کے لیے کافی ہو مگر زنی کے لیے کہ لغت میں فقیر کی اصل "فقر الظہر"  
ہے گویا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے باقی جسم کا حصہ رہ گیا۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۸۶-۸۵)  
علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اہل لغت برفقہ کا فقیر اور مسکین کے معنی میں اختلاف ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کون زیادہ غنی اور بدتر حال  
میں ہے ابن السکیت اور ابن قتیبہ نے کہا کہ مسکین فقیر کی بہ نسبت زیادہ بدتر حال میں ہے کیونکہ مسکین وہ ہے جو بالکل سبک ہو اور  
مردہ کی طرح ہو اور فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ مال ہو ابن القصار نے بیان کیا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے اصحاب کا قول  
ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ فقیر مسکین کی بہ نسبت زیادہ بدتر حال میں ہوتا ہے یہ اصمعی اور ابن الانباری کا قول ہے اور یہی امام  
شافعی کا مختار ہے اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: یہ (خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے  
ہوئے ہیں جو اس میں شدت اشتغال کی وجہ سے زمین میں سفر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (البقرہ: ۲۷۳) اور انہوں نے اس آیت  
سے بھی استدلال کیا ہے:

أَمَّا السَّيِّئَةُ فَمَا كَانَتْ لِمَسَاكِينٍ يَعْمَلُونَ فِي  
الْبَحْرِ. (الکہف: ۷۹)  
وہی وہ کشتی تو وہ چند مسکین لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام  
کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ مسکین لوگ کشتی کے مالک تھے۔

شافعی فقہاء نے کہا ہے کہ فقر کا معنی ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا، جب کسی پر اچانک ایسی مصیبت آ جائے جس سے وہ برباد ہو جائے تو عرب کہتے ہیں: "لَقَرْتَهُمُ الْفَاقِرَةُ" اور عرب کے نزدیک فقیر وہ شخص ہے جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے اور جو شخص اس طرح ہو اس پر موت آ جاتی ہے اور مسکین غیر فقیر کو بھی کہا جاتا ہے، جب بعض امور میں اس کا حال کمال سے ناقص ہو جائے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسکین وہ ہے جس کی بیوی نہ ہو۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۵۲) اور نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! مجھے مسکین کے حال میں زندہ رکھ اور مسکین کے حال میری روح قبض فرما اور مساکین کے گروہ میں میرا حشر فرماتا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۵۲، سنن ابن ماجہ: ۴۱۲۶، المستدرک ج ۲ ص ۳۲۲، سنن بیہقی ج ۷ ص ۱۲، مشکوٰۃ: ۵۱۳۵، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۶۲، کنز العمال: ۱۶۵۹۲) اور آپ نے فقر سے اللہ کی پناہ طلب کی اس سے معلوم ہوا کہ فقیر مسکین سے بدتر حال میں ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ، عکرمہؒ، جابر بن زیدؒ اور زہریؒ نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا اور مسکین وہ ہے جو سوال کرتا ہے۔ علی بن زیاد بن مالکؒ نے کہا ہے کہ فقیر وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ سوال کرنے سے رکے اور مسکین وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور وہ سوال کرتا ہو۔ فقہاء احناف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: ”أَوْ مَسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ“ (البقرہ: ۱۱) یا خاک افتادہ مسکین کو ۱ یعنی مسکین کے پاس کچھ نہیں ہوتا، وہ صرف خاک نشین ہوتا ہے۔

اس حدیث میں آپ کا ارشاد ہے: وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کا ایک کلمہ یاد و نطقے نہ رہے، اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ شخص مسکین کامل نہیں ہے، مسکین کامل وہ شخص ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور اس پر صدقہ جاریہ نہ ہو۔

آدمی کے پاس کس قدر مال ہو تو اس کے لیے سوال کرنا اور صدقہ لینا جائز نہیں ہے

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کس شخص کے پاس کتنا مال ہو تو اس کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اس کا سوال کرنا حرام ہے بعض نے کہا: جس کے پاس صبح اور شام کے خوراک کے مال کا سوال کرنا جائز ہے نہ اس پر صدقہ کرنا جائز ہے یہ ان بعض عوفیاء کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ کل کے لیے کسی چیز کو جو کرنا جائز نہیں اور ان کا یہ قول اس لیے قائل رہا ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب مال جمع کرتے تھے۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا جائز نہیں ہے انہوں نے کہا ہے کہ سوال کرنا اس وقت جائز ہے جب انسان کے لیے مردار کھانا حلال ہو جائے۔

قیس بن عام نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم سوال کرنے سے احتراز کرو یہ انسان اگر آفری کسب ہے کہ وہ جو کچھ بھی مل کر رہا ہے پھر وہ کمانا ترک کر دیتا ہے۔

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے پاس چالیس درہم تقریباً سوا دس تولہ چاندی کی قیمت ہو وہ سوال نہ کرے حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس چالیس درہم کی قیمت ہو، اس نے اگر سوال کیا تو اس نے گڑ گڑا کر سوال کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۲۸، سنن نسائی: ۲۵۹۳، سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۴)

ایک جماعت نے کہا: جس کے پاس پچاس درہم (تقریباً تیرہ تولہ چاندی) ہوں اس کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے، یہ شخص الثوری، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے، اس سلسلہ میں انہوں نے از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ ایک حدیث روایت کی ہے مگر

اس کی سند ضعیف ہے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس کے پاس دوسو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) ہو اس کے لیے زکوٰۃ لینا حرام ہے یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے اور امام مالک سے بھی اسی طرح ایک قول منقول ہے۔

علامہ ابن بطال نے اس سلسلہ میں اور بھی بہت اقوال نقل کیے ہیں مگر ہم نے جتنے اقوال نقل کر دیے ہیں، وہ کافی ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۷۶-۴۷۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ)

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۲۸۹- ج ۲ ص ۹۵۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔

١٤٧٧ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا  
إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ عَنْ ابْنِ  
أَسْوَعٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ  
شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنْ  
اكَتُبَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ لِسَى سَلْبِ اللَّهِ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ، قَالَ  
وَرِضَاعَةُ الْمَالِ، وَكَثْرَةُ السُّؤَالِ.

(صحیح مسلم: ۱۷۱۵، الرقم السلسل: ۴۴۰، السنن الکبریٰ: ۱۱۵۳۶)

جامع المسانيد لابن جوزی: ۶۳۰۵، مکتبۃ الرشید ریاض ۱۳۲۷ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی، از ابن اشوع از الشعمی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا۔ میری طرف ایسی حدیث لکھ کر بھیجو جس کو تم نے نبی ﷺ سے سنا ہو، حضرت مغیرہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے: فضول بحث، مال کو ضائع کرنا اور زیادہ۔

سوال کا -

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) یعقوب بن ابراہیم بن کثیر الدوری (۲) - اعیل بن علیہ یہ اسماعیل بن ابراہیم البصری ہیں اور علیہ ان کی ماں کا نام ہے  
(۳) خالد بن مہران الخدّاء البصری (۴) ابن اشوع ان کا نام سعید بن عمرو بن الاشوع الہمدانی الکوفی ہے یہ کوفہ کے قاضی ہیں  
(۵) الشّعی ان کا نام عامر بن رائیل ہے (۶) کاتب الخیرہ ان کا نام دراد ہے (۷) حذافہ بن علی بن حذافہ (۸) حضرت  
معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ - (عمدة القاری ج ۹ ص ۸۶)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت کثرت سوال میں ہے۔

”قیل و قال“ کا معنی

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ”قیل وقال“ کو مکروہ فرمایا ہے اس کی دو تاویلیں ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: لوگوں کے اقوال اور ان کی باتوں کو نقل کرنا، ان کو تلاش کرنا اور ان کے درپے ہونا، مثلاً یوں کہا جائے کہ فلاں آدمی نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا اور ان کے ذکر سے نہ کوئی اغرض ہو نہ کوئی فائدہ ہو اور اس کی دوسری تاویل یہ ہے کہ غیر محتاط باتیں کرنا اور بغیر ثبوت کے کوئی بات کرنا۔



## کثرت سوال کی متعدد صورتیں

اس حدیث میں بہ کثرت سوالات سے بھی منع فرمایا ہے اور اس کے حسب ذیل محال ہیں:

(۱) لوگوں کے اموال کے متعلق پوچھنا اور جو چیز ان کے قبضہ میں نہ ہو اس کے درپے ہونا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جن آیات متشابہات میں کلام کرنے سے منع فرمایا ہے ان کے متعلق سوال کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ. (آل عمران: ۷۵)

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۳) لوگ رسول اللہ ﷺ سے بلا ضرورت سوال کرتے تھے پھر اس کی وجہ سے وہ کسی مشکل میں مبتلا ہو جاتے تھے جیسے کوئی شخص اس مرد کے متعلق سوال کرتا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پاتا حدیث میں ہے:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سوالات کو ناپسند کیا اور ان کی مذمت کی پس روایت ہے کہ ایک شخص کچھ عرصہ بعد اس میں مبتلا ہو گیا اور جیسا کہ روایت ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہوئے اور فرمایا: تمہارا باپ فلاں شخص ہے۔ (صحیح البخاری: ۹۲، صحیح مسلم: ۲۳۶۰) اور جیسا کہ روایت ہے آپ نے فرمایا: اسلام میں سے ہر شخص اس شخص سے ہے جس نے اسلام میں کسی ایسی چیز کا سوال کیا جو حرام نہیں تھی پھر اس کے سوال کی وجہ سے وہ چیز حرام ہو گئی۔

(صحیح البخاری: ۷۲۸۹، صحیح مسلم: ۲۳۵۸، سنن ابوداؤد: ۴۶۱۰)

قرآن مجید میں جن سوالات کا ذکر ہے ان کی دو قسمیں ہیں: بعض سوالات محمود ہیں ان کا ذکر ان آیات میں ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلِ قُلْ هِيَ شَرِيعَةُ اللَّهِ وَآيَاتُهُ وَالْحَجَّ. (البقرہ: ۱۸۹)

آپ سے بلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیوی کاموں) اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔

وَيَسْأَلُكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذَىٰ فَأَعْتَزِلُوا  
النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ. (البقرہ: ۲۲۲)

اور یہ آپ سے حیض کا حکم معلوم کرتے ہیں آپ کہیے کہ وہ گندگی ہے سو عورتوں سے حالت حیض میں الگ ہو۔

وَيَسْأَلُكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْغِنَىٰ. (البقرہ: ۲۱۹)

اور یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں آپ کہیے کہ جو ضرورت سے زائد ہو۔

یہ سوالات اس لیے محمود ہیں کہ ان سوالات کی وجہ سے لوگوں کو اپنے پیش آمدہ معاملات میں شرعی احکام معلوم ہوئے۔ قرآن مجید میں مذکور سوالات کی دوسری قسم یہ ہے کہ لوگ بے فائدہ اور عبث سوالات کرتے تھے جن کے ساتھ ان کی کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت متعلق نہیں تھی جیسے یہ آیات ہیں:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا فِيمَا أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا. (الفرغ: ۳۳-۳۲)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کا اس کا ذکر کرنے سے کیا تعلق ہے؟ آپ کے رب کی طرف ہی اس کی انتہاء ہے؟

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّؤْيَا قُلِ الرُّؤْيَا مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (بنی اسرائیل: ۸۵)

اور یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو محض تھوڑا سا علم دیا گیا ہے ۵

ایسے بے فائدہ اور عبث سوالات کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منع فرما دیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدِّلَكُمْ تَسْؤُكُمْ (المائدہ: ۱۰۱)

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں۔

## مال ضائع کرنے کی متعدد صورتیں

مال ضائع کرنے کی بھی متعدد صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

- (۱) اگر انسان خرچ میں اسراف کرے یعنی جن مہلات میں اس نے خرچ کرنا ہے ان میں بے تحاشا خرچ کرے تو یہ مال کو ضائع کرنا ہے یا ان مہلات میں خرچ کرے جہاں خرچ کرنا جائز نہیں ہے مثلاً فحش کاموں اور معصیت میں مال خرچ کرے یا بلا ضرورت مال کو خرچ کرے جیسے کھانے پہننے اور دیگر ضروریات زندگی میں میانہ روی سے تجاوز کر کے عیش و عشرت کرے مکان بنانے میں بے تحاشا مال خرچ کرے اور استعمال کی اور دیگر چیزوں میں سونے چاندی سے تزئین و آرائش کرے۔
- (۲) اگر اس نے اپنے مال کا کاروبار اور نادان اور نا تجربہ کاری کو بنادیا تو یہ بھی مال کو ضائع کرنا ہے اسی طرح اگر اس نے کسی چیز کو عام اور مردوج قیمت سے زیادہ بہت مہنگے دام پر بیچ دیا تو یہ بھی مال ضائع کرنا ہے۔
- (۳) اپنی زیر تصرف چیزوں میں بدسلوکی کرنا یا ان کا بے جا استعمال کرنا یہ بھی مال کو ضائع کرنا ہے مثلاً سواریوں میں گھراور دکان کی چیزوں میں اپنے نوکروں اور انتہ میں اسٹاف کے لمبگوں کے ساتھ بدسلوکی کر کے ان کو اپنا بدخواہ بنا دینا یہ بھی اپنے مال کو ضائع کرنا ہے۔

- (۴) لوگوں کو صدقہ و خیرات میں ضرورت یا ضرورت سے زیادہ دینا یا فرض ادا کرنے کے بجائے لوگوں کو ہدیہ اور تحفہ وغیرہ دینا یا اپنا سارا مال خیرات کر دینا اور اپنے گھروالوں کے لیے اپنے مستقبل کے لیے اپنے پاس کچھ نہ رکھنا یہ بھی اپنے مال کو ضائع کرنا ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک میں سارا مال لاکر رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دیا تھا وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان میں جو تنگی اور محرومی پر صبر کرنے کی تربیت آتی تھی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء پر مشاغل و کمال تھے۔ ان لوگوں میں نہیں ہوا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اور مسلمانوں کی مدد کے جذبہ سے اور جہاد میں اس خرچ کرنے کی نیت سے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور ایسی محبت ایسا جذبہ اور ایسی نیت ہر ایک میں نہیں ہوتی۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۴۲۰-۴۱۷ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۳۶۷- ج ۵ ص ۱۳۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

- ① "قیل وقال" سے منع کرنے کی حکمت ② بہ کثرت سوال کرنے سے ممانعت کی حکمت ③ مسجد میں سوال کرنے اور مسائل کو دینے کی تحقیق ④ زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق ⑤ اسراف اور اثمار کا محمل ⑥ لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے ⑦ ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔

یہ بحث ۱۳۳ سے ۱۳۴ صفحات پر مشتمل ہے اور منفرد تحقیق ہے جو شاید کسی اور جگہ مذکور نہ ہو۔

١٤٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ، قَالَ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ، وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ، فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا؟ قَالَ أَوْ مُسْلِمًا. قَالَ فَسَكَتُ قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا؟ قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُ قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا؟ قَالَ أَوْ مُسْلِمًا. يَعْنِي لَقَالَ إِنِّي لَا أُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةً أَنْ يَكُتَبَ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ. وَعَنْ أَبِيهِ، عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بَيْنَ عُنُقَيْ وَكَتَفَيْ، ثُمَّ قَالَ أَقْبِلْ أَيُّ سَعْدٍ، إِنِّي لَا أُعْطِي الرَّجُلَ. قَالَ أَبُو عَمْرِو اللَّهِ **(فَكَانَ بَوَّابُ الشَّعْبِ ٩٠ أَبَوَا وَمِنْهُمْ)** أَكْبَرُ رَجُلٍ إِذَا كَرِهَ يَغْدُو ثُمَّ يَالِجُ عَلَى أَحَدٍ فَإِذَا رَفَعَ الْفِعْلَ، قُلْتُ كَبَّهُ اللَّهُ لِيُوجِّهَهُ، وَكَتَبْتُهُ أَنَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ أَذْرَكَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن غریب الزہری نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از صالح بن کیسان از ابن شہاب 'انہوں نے کہا: مجھے عامر بن سعد نے خبر دی از والد خود 'انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جماعت کو چند چیزیں عطا کیں اور میں بھی ان لوگوں میں بیٹھا ہوا تھا 'پس رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ایک شخص کو چھوڑ دیا اور اس کو عطا نہیں کیا حالانکہ وہ میرے نزدیک بہت پسندیدہ شخص تھا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کھڑے ہو کر چپکے سے کہا: آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں عطا فرما رہے 'اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا وہ مسلم ہو 'حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: میں تھوڑی دیر خاموش رہا 'پھر اس کے متعلق جو میرا گمان تھا اس نے مجھے مجبور کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں دے رہے 'اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا مسلم 'حضرت سعد نے کہا: پس میں تھوڑی دیر خاموش رہا 'پھر اس کے متعلق جو مجھے یقین تھا اس نے مجھے مجبور کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو کیوں نہیں عطا فرما رہے 'اللہ کی قسم! میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: یا مسلم 'پھر آپ نے فرمایا: بے شک میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں اور اس کا غیر مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے 'اس خوف سے اس کو منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا جائے گا اور از والد خود از صالح از اسماعیل بن محمد 'انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے یہ حدیث سنی ہے 'پس انہوں نے اپنی حدیث میں یہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر میری گردن اور کندھے کے درمیان مارے 'پھر فرمایا: اے سعد! ادھر آؤ! سنو! بے شک میں کسی شخص کو عطا کرتا ہوں۔ امام بخاری نے کہا: سورة الشعراء میں جو "فككبوا" کا لفظ ہے 'اس کا معنی ہے: انہیں منہ کے بل گرا دیا گیا اور سورة الملک میں جو "مکبًا" کا لفظ ہے 'وہ "اکب" سے ماخوذ ہے "اکب" فعل لازم ہے یعنی اوندھا گرا 'اور اس کا فعل متعدی "کب" ہے 'کہا

جاتا ہے: ”کَبَّهَ اللَّهُ لَوَجْهَهُ“ یعنی اللہ نے اس کو منہ کے بل گرا دیا اور ”کَبَّيْتُهُ“ میں نے اس کو منہ کے بل گرا دیا۔ امام بخاری نے کہا: صالح بن کیسان، عمرو بن الزہری سے بڑے تھے ان کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷ میں کی جا چکی ہے۔

۱۴۷۹ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللَّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالشَّمْرَةُ وَالشَّمْرَتَانِ وَلَكِنَّ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ وَلَا يَفْطَنُ بِهِ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فَيَأْتِي النَّاسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابو الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان چکر لگاتا رہتا ہے اور ایک لقمہ اور دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجوریں اس کو لوٹا دیتی ہیں بلکہ (اصل میں) مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہوتا جو اس کو (سوال سے) مستغنی کر دے اور نہ کوئی اس کا حال جانتا ہے کہ اس کے اوپر صدقہ کرے اور وہ حیا کی وجہ سے کسی سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۴۸۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ ثُمَّ يَغْدُوَ أَحْسَبُ نَالٍ إِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبُ فَيَبِيعُ فَيَأْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ النَّاسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (اٹھ کر) لے کر جائے (میرا) انہوں نے کہا: پہاڑ (جبل) پھر (جبل سے) لکڑیاں کاٹ کر بیچے اور کھائے اور صدقہ کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۷۰ میں گزر چکی ہے۔

۵۴ - بَابُ خَرْصِ التَّمْرِ

درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو دیکھ کر  
پکی ہوئی کھجوروں کا اندازہ کرنا

اس عنوان میں ”خرص“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو دیکھ کر پکی ہوئی کھجوروں کو اندازہ کرنا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بن بکار نے حدیث

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عمرو بن

۱۴۸۱ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي

عَنْ عُمَرَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي



حُمَيْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا  
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ، فَلَمَّا  
جَاءَ وَادِيَ الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا، فَقَالَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اخْرُصُوا.  
وَخَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَةَ  
أَوْسُقٍ، فَقَالَ لَهَا أَحْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. فَلَمَّا أَتَيْنَا  
تَبُوكَ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَهَبُ اللَّيْلَةَ رِيحٌ شَدِيدَةٌ، فَلَا  
يَقُومَنَّ أَحَدٌ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيرٌ فَلْيَعْقِلْهُ. فَعَقَلْنَاهَا  
وَهَبَّتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ، فَثَمَامَ رَجُلٌ، فَأَلْقَتْهُ بِجَبَلٍ  
طَبِئٍ. وَأَهْدَى مَلِكُهُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدًا، وَكَتَبَ لَهُ بِخَرِجِهِمْ،  
فَلَمَّا أَتَى وَادِيَ الْقُرَى قَالَ لِلْمَرْأَةِ كَمْ جَاءَتْ  
حَدِيقَتُكَ؟ قَالَتْ عَشْرَةَ أَوْسُقٍ. خَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ  
يَتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيَتَعَجَّلْ. فَلَمَّا قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً  
مَعْنَاهَا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ هَذَا طَابَةٌ لَنَا، إِي  
أَحَدًا قَالَ هَذَا جُبِيلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ، أَلَا خَرِجْتُمْ  
بِخَيْرِ دُورٍ الْأَنْصَارِ؟ قَالُوا بَلَى، قَالَ دُورُ بَنِي النَّجَارِ  
ثُمَّ دُورُ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ دُورُ بَنِي سَاعِدَةَ، أَوْ دُورُ  
بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزَرَجِ، وَفِي كُلِّ دُورٍ الْأَنْصَارِ بَعْنِي  
خَيْرًا.

[اطراف الحديث: ۱۸۷۲-۳۱۶۱-۳۷۹۱-۳۳۸۲]

یہی از عباس الساعدی از ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا  
کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے، پس جب آپ  
وادی القری (مدینہ اور شام کے درمیان ایک بستی) میں پہنچے تو  
وہاں اپنے باغ میں ایک عورت تھی، آپ نے اپنے اصحاب سے  
فرمایا: اندازہ لگاؤ! ان درختوں سے کتنی کھجوریں نکلیں گی، اور رسول  
اللہ ﷺ نے دس وسق (چھ سو کلو گرام) کا اندازہ لگایا، پھر آپ نے  
اس عورت سے فرمایا: جو کھجوریں ان درختوں سے اتریں، ان کی  
پیمائش کر لینا، جب ہم تبوک پہنچے تو آپ نے فرمایا: سنو! آج رات  
کو بہت سخت آندھی آئے گی، پس تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو، اور  
جس شخص کے پاس اونٹ ہو، وہ اس کو باندھ لے، سو ہم نے اونٹوں کو  
باندھ لیا، اور بہت سخت آندھی آئی، ایک شخص کھڑا ہوا تھا، اس کو  
آندھی نے طے کے پہاڑوں پر پھینک دیا، اور ایلہ کے بادشاہ نے  
نبی ﷺ کو ایک سفید خمر تحفے میں دیا اور آپ کو ایک چادر نذر کی  
اور آپ نے اس خمر کی حکومت اس بادشاہ کے نام لکھ دی،  
پھر جب واپسی میں وادی القری پہنچے تو آپ نے اس عورت سے  
پوچھا: تمہارے باغ سے کتنی کھجوریں نکلیں؟ اس عورت نے کہا: دس  
وسق، جو رسول اللہ ﷺ کا اندازہ تھا، تب نبی ﷺ نے فرمایا:  
مجھے مدینہ جلدی ہے، پس تم میں سے جو جلدی روانہ ہونا چاہتا  
ہو، وہ میرے ساتھ چلے، ابن بکار نے کوئی لفظ کہا، جس کا معنی ہے:  
آپ نے مدینہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ طابہ ہے (پاکیزہ اور  
نعمہ)، پھر جب آپ نے احد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے  
محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، کیا میں تمہیں یہ نہ  
بتاؤں کہ انصار کے گھروں میں کس کے گھر سب سے بہتر ہیں؟  
صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بنو النجار کے گھر، پھر بنو  
عبد الاشہل کے گھر، پھر بنو ساعدہ کے گھر، یا بنو الحارث بن الخزرج  
کے گھر اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۹۲، الرقم للسلسل: ۳۳۱۲، سنن ابوداؤد: ۳۰۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۵۳۹، المستثنیٰ: ۱۱۰۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۱۳، صحیح ابن

حبان: ۳۵۰۳، دلائل النبوة للبیہقی ج ۵ ص ۲۳۹، سنن دارمی: ۲۳۹۵، مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۵-۴۲۴، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۶۰۳، ج ۳ ص ۱۷-۱۶،

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) سہل بن بکار ابو بشر الدارمی (۲) وہیب بن خالد ابو بکر (۳) عمرو بن یحییٰ بن عمارہ (۴) عباس بن سہل بن سعد یہ ولید کی حکومت میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابو حمید المندری بن سعد الساعدی۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۹۲)  
اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اندازہ لگاؤ! ان درختوں سے کتنی کھجوریں نکلیں گی۔

## تبوک وادی القرئی اور ایلہ کا مصداق

غزوہ تبوک: تبوک اور مدینہ منورہ کے درمیان شام کی جانب ۱۳۰ میل ہیں اور تبوک اور دمشق کے درمیان گیارہ میل ہیں۔

وادی القرئی: السمعانی نے ذکر کیا ہے کہ یہ شام کی جانب حجاز میں قدیم شہر ہے ابن قریول نے ذکر کیا ہے کہ یہ مدینہ کے قریب ہے۔

ایلہ: یہ حجاز کی انتہاء اور شام کی ابتداء میں ساحل سمندر پر ایک شہر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مصر سے نصف فاصلہ پر اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہے یہ شہر ایلہ بنت بدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے ایک روایت ہے کہ ایلہ سمندر کے کنارے ایک بستی ہے۔ التلوح میں مذکور ہے کہ ایلہ کے بادشاہ کا نام یوحنا بن روبہ ہے۔

”ببحرہم“: ”ای بیلہم“ اس سے مراد ہے کہ سمندر کے کنارے بسنے والے کیونکہ یہ لوگ سمندر کے کنارے رہنے والے تھے ایک روایت میں ہے: ”ببحرہم“ اور ”بحرہ“ کا معنی ہے شہر یعنی اس شہر کے رہنے والے رسول اللہ ﷺ نے اس شہر کی زمینیں اور وہاں کی حکومت اس بادشاہ کو عطا کر دی تھیں۔

## احد پہاڑ کا نبی ﷺ سے محبت کی حقیقت پر مبنی ہے اور اس کی کثرت نظر اور شواہد

یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ محبت کرنا مستعد ہے اس لیے بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس پہاڑ کے پاس رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور انصاریا اور یہ اطلاق مجازی ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں حقیقی معنی مراد لینا بعید نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ پہاڑ ان کے پیچھے آگیا اور برقرار رہا تو وہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۳۶۷۵ سنن ترمذی: ۳۶۹۷ مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۱)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کھجور کے ایک سوکھے ہوئے تنے کے ساتھ فیک لگا کر خطبہ دیتے تھے جب آپ کے لیے منبر بنادیا گیا اور آپ نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا تو ہم نے سنا اس درخت کے تنے سے آپ کے فراق کی وجہ سے اس طرح رونے کی آواز آرہی تھی جس طرح دس ماہ کی حاملہ اونٹنی چلاتی ہے حتیٰ کہ نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ اس تنے پر رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۳۰۸۵ مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۲) ایک روایت میں ہے: آپ نے اس کو سینہ سے لگایا تو وہ بچے کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا پھر چپ ہو گیا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۹۵) اگر آپ اس کو سینہ سے نہ لگاتے تو وہ قیامت تک اسی طرح روتا رہتا۔ اس سے معلوم ہوا: وہ تنا آپ سے محبت کرتا تھا۔

ایک یہودی عورت نے خیبر میں آپ کو بکری کا زہر آلودہ گوشت کھلایا نبی ﷺ نے اور آپ کے اصحاب نے اس کو کھایا پھر

آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: رُک جاؤ! پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا: تم نے اس میں زہر ملایا تھا اس نے آپ سے پوچھا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: اس کے پاؤں کی ہڈی نے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اس نے کہا: ہاں!

(دلائل النبوة ج ۳ ص ۲۱۰)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مکہ کے ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے پہلے مجھ کو سلام کرتا تھا میں اس کو اب بھی پہچانتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۷، سنن ترمذی: ۳۶۲۳، مسند احمد ج ۵ ص ۸۹)

حضرت عبداللہ بن قرط یمانی بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چھ اونٹنیاں لائی گئیں ان میں سے ہر ایک آپ کی طرف گردن بڑھا رہی تھی کہ آپ اس سے ذبح کی ابتداء کریں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۶۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۶۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۰، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۳، دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک سفر میں دیکھا کہ ایک اونٹ نے آکر آپ کو سجدہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۵، دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کو سجدہ کیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۶-۵۳۱-۵۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے کلام کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہرمانی نے آپ سے کلام کیا اور کلمہ پڑھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۳-۵۳۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گوہ نے آپ سے کلام کیا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۵-۵۳۴)

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاقول ان اور انس کے علاوہ ہر چیز کو علم ہے کہ میں

اللہ کا رسول ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۵۳۴)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مکہ کی بعض اطراف میں جا رہا تھا آپ کے سامنے

جو پہاڑ یا درخت آتا وہ کہتا تھا: "السلام علیک یا رسول اللہ!"۔ (سنن ترمذی: ۳۶۲۶)

میں کہتا ہوں کہ جب بہ کثرت حادثات سے یہ ثابت ہے کہ شجر و حجر اور حیوانات آپ کو پہچانتے تھے آپ کی رسالت کی

تصدیق کرتے اور آپ سے محبت کرتے تو اُحد پہاڑ کا آپ سے محبت کرنا کیسے بعید نہ سمجھا جائے!

آپ پہاڑ کی محبت کا جواب بھی محبت سے دیتے تھے

نیز میں کہتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ پتھر کے

دل میں بھی آپ کی محبت ہے سو جس انسان کے دل میں آپ کی محبت نہ ہو وہ پتھر سے بھی گیا گزرا ہے اور پتھر وہ حقیقت ہے جس میں

زہم اور محبت نہیں ہوتی اس لیے جس شخص میں محبت نہ ہو اس کو سنگ دل اور پتھر دل کہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت اور آپ

کی سیرت کا یہ اعجاز ہے کہ جس حقیقت میں محبت نہیں ہوتی اس میں بھی آپ کی محبت آگئی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر

پتھر آپ سے محبت کرے تو آپ اسے بھی محروم نہیں کرتے اور اس کی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو انسان اور آپ کا امتیاز اور

غلام آپ سے محبت کرے تو آپ اسے کب محروم کریں گے اور یہ کہ پتھر کے دل میں آپ کی محبت ہو تو آپ کو اس کا بھی علم ہوتا ہے تو

اگر آپ کے امتی اور غلام کے دل میں آپ کی محبت ہو تو وہ کب آپ سے مخفی رہ سکے گی! اے مالک ارض و سما! ہمارے دلوں میں نبی ﷺ کی محبت بیش از بیش کر دے۔ (آمین)

”خرص“ کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کھجور کے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ اس درخت میں کتنی پکی ہوئی کھجوریں ہوں گی یا باغ کے درختوں کو دیکھ کر باغ کی کل کھجوروں کا اندازہ کرنا کہ اس باغ میں کل کتنی کھجوریں ہوں گی اس میں فقہاء کا اختلاف ہے پھر اس حساب سے ان کل کھجوروں میں سے زکوٰۃ یا عشر نکالنے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور کے نزدیک یہ اندازہ لگانا واجب ہے اس کو ”خرص“ کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، الشعمی اور ثوری کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۹۷-۹۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

”خرص“ یہ ہے کہ جب درخت پر تازہ کھجوریں لگ جائیں جن میں زکوٰۃ واجب ہو تو سلطان ان کی مقدار کا اندازہ لگانے والے کو بھیجے اور وہ یہ بتائے کہ اس درخت سے اتنی پکی ہوئی کھجوریں یا کچے ہوئے انگور نکلیں گے پھر حساب لگایا جائے کہ ان میں کتنا عشر واجب ہوگا پھر درخت والے پر اس شرابا دارنا واجب کر دیا جائے۔ ہر درختوں کے مالک کو اس کے پھلوں کے ساتھ چھوڑ دیا جائے وہ ان درختوں کے پھلوں میں جو چاہے کرے پھر جب پھل پکے اور ان میں سے عشر نکال لیا جائے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۹۲، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

مشہور غیر مقلد عالم وحید الزمان متوفی ۱۳۴۸ھ لکھتے ہیں:

جب کھجور یا انگور یا اور کوئی میوہ درخت پر پھلنا ہو جائے تو ایک دانہ لے کر اس کو بادشاہ یا حاکم بھیجتا ہے وہ جا کر اندازہ کرتا ہے کہ اس میں سے اتنا زیادہ میوہ اترے گا جتنا اس حصہ زکوٰۃ کے برابر لیا جائے ہے اس کو ”خرص“ کہتے ہیں آں حضرت ﷺ نے ہمیشہ یہ جاری رکھا اور خلفاء راشدین نے بھی امام شافعی اور امام احمد اور اہل حدیث سب اس کو جائز کہتے ہیں لیکن حنفیہ نے برخلاف اس حدیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے الٹ ہے۔

(حاشیہ سیر الباری ج ۲ ص ۹۳، النعمانی کتب خانہ لاہور)

”خرص“ کے ثبوت میں ائمہ شیعہ کی ذیل حدیث اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ نے اس باب کی حدیث: ۱۳۸۱ سے بھی استدلال کیا ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے اس باغ کے درختوں کی کھجوروں کا اندازہ لگانے کا حکم دیا لیکن اس حدیث سے ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے اس اندازہ کے دسویں حصہ میں عشر یا صدقہ دینے کو واجب فرمایا بلکہ ان درختوں کی کھجوروں میں اس وقت عشر واجب ہوگا جب ان درختوں سے کھجوروں کو اتارا جائے گا اس حدیث میں جو اندازہ لگانے کا ذکر ہے اس سے مقصود نبی ﷺ کا اپنی نبوت پر دلیل قائم کرنا تھا۔ آپ نے دس دس کھجوروں کا اندازہ لگایا اور آپ نے اس باغ کی مالکہ عورت سے فرمایا کہ تم اس باغ کی کھجوروں کی پیمائش کر لینا پھر آپ تبوک چلے گئے واپس آ کر معلوم کیا تو پتا چلا اس باغ میں اتنی ہی کھجوریں تھیں تو پتا چلا کہ آپ نے وحی الہی سے مطلع ہو کر بتایا تھا کہ اس باغ میں دس دس کھجوریں ہیں اور وحی نبی پر نازل ہوتی ہے سو اس سے آپ کی نبوت پر دلیل



قائم ہوگئی۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن شہاب سے خبر دی گئی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے خیبر کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی ﷺ حضرت عبد اللہ بن رواحہ کو یہود کی طرف بھیجتے، پس جب کھجوریں میٹھی ہو جاتیں تو ان کے کھائے جانے سے پہلے وہ ان کا اندازہ کرتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۰۶)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ ابن جریج کو ابن شہاب کی روایت کی کس نے خبر دی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کی تیسری دلیل یہ حدیث ہے:

سعید بن المسیب، حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ انگوروں کا بھی اسی طرح اندازہ لگایا جائے جس طرح کھجوروں کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور کشمش سے ان کی زکوٰۃ لی جائے جس طرح کھجوروں کی زکوٰۃ چھواروں سے لی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۰۳، سنن ترمذی: ۶۳۴، سنن نسائی: ۲۶۱۷، سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۹)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اگر حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے لکھ دیا کہ سعید نے عتاب سے کسی چیز کو نہیں

سنا۔

سو یہ حدیث منقطع ہے اور حدیث منقطع سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

### ”خرص“ کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ”خرص“ (درخت پر پھلوں کا اندازہ لگانے سے) منع کرتے ہوئے سنا ہے آپ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر (درخت پر) خرص کیا جائے تو کیا تم اپنے بھائی کا مال باطل کے عوض کھانا پسند کرو گے! (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۴ طبع قدیم، مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۶، شرح معانی: ۳۰۲۷)

یعنی اگر تمہارے اندازہ لگانے کے بعد آندھی سے درخت کے پھل گر گئے یا ژالہ باری اور آسمانی بجلی سے پھل جل گئے یا تباہ ہو گئے تو تم ان پھلوں کو کس چیز کے معاوضہ میں لو گے؟

ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں سے کئی حدیثوں کی سند میں قوت کے مدعا پر اہلالت نہیں کرتی اور باقی احادیث میں استدلال نہیں کیا اس کے علاوہ ”خرص“ اور اندازہ کی اباحت پر رد کرتی ہیں اور امام ابوحنیفہ نے جس صحیح حدیث سے استدلال کیا ہے وہ ”خرص“ اور اندازہ کی ممانعت اور تحریم پر دلالت کرتی ہے اور جب اباحت اور تحریم اور حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو یہ متفقہ اصول ہے کہ تحریم کی حدیث کو اباحت کی حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے۔

”خرص“ اور اندازہ لگانے میں درخت پر لگے ہوئے تازہ پھلوں کی مقدار کا اندازہ لگا کر اس مقدار کا دسواں حصہ خشک پھل دیئے جاتے ہیں مثلاً درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا عشر پکی ہوئی کھجوروں یا چھواروں میں سے دیا جاتا ہے اور تازہ انگوروں کا عشر پکے ہوئے انگوروں اور کشمش سے دیا جاتا ہے جب کہ نبی ﷺ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرما دیا ہے کیونکہ اگر آندھی آنے سے یا ژالہ باری سے یا کسی اور آفت سے درخت کے پھل تباہ اور برباد ہو گئے تو ان کے بدلہ میں جو خشک پھل لیے گئے ہیں ان کا کوئی معاوضہ نہیں ہوگا اور وہ تازہ پھل یا کھیت کی تازہ فصل کے بدلہ میں جو غلہ لیا گیا

ہے وہ کس چیز کے عوض حلال ہوگا! درخت پر لگے ہوئے تازہ پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع کو مزاہنہ کہا جاتا ہے اور کھیت میں لگی ہوئی تازہ فصل کی خشک غلہ کے عوض بیع کو محاقلہ کہا جاتا ہے اور نبی ﷺ نے مزاہنہ اور محاقلہ دونوں کو حرام قرار دیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل احادیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مزاہنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری۔ باب بیع المزاہنہ، ص ۳۵۱، دار ارقم بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک پھلوں کی پختگی ظاہر نہ ہو ان کو فروخت نہ کرو اور تازہ پھلوں کو چھواروں کے عوض فروخت نہ کرو۔

(صحیح البخاری: ۲۱۸۳، سنن ابوداؤد: ۳۳۶۷، سنن ترمذی: ۱۲۲۶، سنن نسائی: ۵۳۱، سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۳، مسند احمد ج ۲ ص ۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تازہ کھجوروں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں اور سنبل (گندم یا جو کی بالیاں یا بٹے) کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سفید ہو جائیں اور قدرتی آفات سے محفوظ ہو جائیں آپ نے فروخت کرنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۵، سنن ابوداؤد: ۳۳۶۸، سنن ترمذی: ۱۲۲۷، سنن نسائی: ۳۵۶۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے "المحاقلہ" اور "المزاہنہ" سے منع فرمایا۔

(سنن ترمذی: ۱۲۲۳، صحیح مسلم: ۱۵۳۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۰)

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"المحاقلہ" یہ ہے کہ کھیت کی فصل کو گندم کے عوض فروخت کیا جائے اور "المزاہنہ" یہ ہے: کھجور کے درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض فروخت کیا جائے اکثر ائمہ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں انہوں نے "المحاقلہ" اور "المزاہنہ" کو مکروہ قرار دیا ہے۔

حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آیا تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض خریدنا جائز ہے؟ آپ نے حاضرین سے پوچھا: آیا تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں انہوں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۲۵، سنن ابوداؤد: ۳۳۶۹، سنن نسائی: ۳۵۶۶، سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۴، مسند احمد ج ۲ ص ۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے کھجوروں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا اور پکے سے پہلے غلہ کو فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۱۲۲۸، سنن ابوداؤد: ۳۳۷۱، سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۷، مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درخت پر پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ "زھو" ہو جائیں پوچھا گیا کہ "زھو" کا کیا معنی ہے؟ فرمایا: وہ سرخ ہو جائیں پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ بتاؤ جب اللہ تعالیٰ ان پھلوں کو منع کر دے (یعنی وہ درخت سے اترنے سے پہلے ضائع ہو جائیں) تو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض کھاؤ گے؟ (صحیح البخاری: ۲۱۹۸، صحیح مسلم: ۱۰۰۰)

نبی ﷺ نے درختوں پر تازہ پھلوں کو خشک پھلوں کے عوض اور کھیتوں میں تازہ فصل کو خشک غلہ کے عوض فروخت کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ تم نے مثلاً تازہ کھجوروں کے عوض چھوارے لے لیے اور درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوریں آندھی یا آدلوں سے

برباد ہو گئیں تو تم نے جو ان کے معاوضہ میں چھوارے لیے ہیں وہ بلا معاوضہ اور حرام ہوں گے اسی طرح اگر درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجوروں کا اندازہ کر کے ان کے عشر میں چھوارے دے دیئے اور آندھی یا اولوں سے وہ تازہ کھجوریں گر گئیں یا جل گئیں تو وہ عشر میں لیے ہوئے چھوارے بھی ناجائز ہوں گے اسی لیے نبی ﷺ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ لگانے سے منع فرمادیا اور ان احادیث کی وجہ سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ کر کے عشر نکالنے کو مکروہ فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ درخت سے پھل اتارنے کے بعد ان پھلوں میں سے عشر نکالا جائے۔

حضرت امام ابو حنیفہ تو ان احادیث کی بناء پر ”خصوص“ اور اندازہ لگانے کا حکم بیان فرما رہے ہیں اور شیخ وحید الزمان امام اعظم کے قول پر یہ تبصرہ کر رہے ہیں کہ حنفیہ نے برخلاف احادیث صحیحہ کے صرف اپنی رائے سے اس کو ناجائز قرار دیا ہے ان کا قول دیوار پر پھینک دینے کے لائق ہے میں کہتا ہوں کہ ان کے اس دروغ بے فروغ کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر شیخ وحید الزمان اپنے منہ پر اس جھوٹ کی کالک نہ ملتے تو بہتر تھا! ہمارا انداز تحریر اس طرح نہیں ہے لیکن چونکہ شیخ وحید الزمان نے ہمارے امام ابو حنیفہ کے متعلق ایک قول شنیع لکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قصاص لینے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے:

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا. (الشوری: ۴۰)

اور بُرائی کا بدلہ اسی کی مثل بُرائی ہے۔

سو اس وجہ سے ہم نے اپنے مزاج، عادت اور اسلوب کے خلاف شیخ وحید الزمان کے متعلق اس طرح لکھا، یہ قول شاعر:

جیسی کہو ویسی سنو

ہے یہ گنبد کی صدا

سلیمان بن ابی ہاشم نے کہا: مجھے عمرو نے حدیث بیان کی پھر دار بی اثار نے پھر بنی ساعدہ نے اور سلیمان نے کہا از سعد بن سعید از عمارہ بن غزیہ از عباس از والد خود از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اُحد اید ہا رہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے کہا: ہر وہ باغ جس کے گرد چار دیواری ہو اس کو ”حدیقہ“ کہتے ہیں اور جس کے گرد چار دیواری نہ ہو اس کو ”حدیقہ“ نہیں کہتے۔

۱۴۸۲ - وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ، ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةٍ، عَنْ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحَدِّثُ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. قَالَ ثُمَّ عَنِ النَّبِيِّ كَلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيقَةٌ وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَمْ يَقُلْ حَدِيقَةً.

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث ۱۳۸۱ آچکی ہے اور اس حدیث میں جس باغ کا ذکر ہے اس کے گرد چار دیواری تھی اسی لیے اس کو ”حدیقہ“ فرمایا ہے۔

جس زمین کو بارش کے پانی اور جاری پانی

سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے

اور عمر بن عبد العزیز شہد میں کسی صدقہ کو واجب نہیں قرار

دیتے تھے۔

۵۵ - بَابُ الْعُشْرِ فِيمَا يُسْقَى مِنْ

مَاءِ السَّمَاءِ وَبِالْمَاءِ الْجَارِي

وَلَمْ يَرِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا.

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۲، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۲، مطبوعہ دارالکتب

العلمیہ، بیروت میں ہے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شہد کی ہر دس مشکوں میں سے ایک مشک (یعنی عشر واجب) ہے۔ (سنن ترمذی: ۶۲۹)

### شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر کی حدیث کی سند میں کلام ہے اور اس باب میں نبی ﷺ سے کوئی بڑی چیز ثابت نہیں ہے اور اکثر اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اور امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے کہا: شہد میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی صدقہ بن عبد اللہ ہے وہ حافظ نہیں ہے اور اس حدیث کی روایت میں اس کی مخالفت کی گئی ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۸۷، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے اور یہی حضرت ابن عمر کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا: اس میں عشر ہے ابن المذہب نے کہا: شہد میں زکوٰۃ کے وجوب کے متعلق نبی ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور نہ اس پر اجماع ہے سو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۴۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۸۳ھ)

شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی المتوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شہد قلیں ہو یا کثیر اس میں عشر واجب ہے جب کہ وہ شہد عشری زمین میں ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک پانچ وسق (تین سو کلو گرام) شہد سے کم میں عشر نہیں ہے اور ان کے مراد یہ ہے کہ جب اس کی قیمت پانچ وسق غلہ کی قیمت یعنی دو سو درہم کو پہنچ جائے۔ (المبسوط ج ۳ ص ۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ)

### شہد میں عشر کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار

ابو سیارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس شہد کے چھتے ہیں آپ نے فرمایا: عشر ادا کرو میں نے عرض کیا: اس کو میرے لیے خاص فرما دیجئے آپ نے اس زمین کو ان کے لیے خاص فرما دیا۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۶، مصنف عبد الرزاق: ۶۹۷۳، المعجم الکبیر: ۸۸۰-ج ۲۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۱۳، سنن بیہقی

ج ۴ ص ۱۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ اہل کف کے امیر نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ کر شہدوائے کہ وہ صدقہ نہیں دے رہے جو ہم سے پہلے حکام کو دیتے تھے حضرت عمر نے ان کی طرف لکھ کر وہ لڑتے کہ وہ صدقہ دیتے جو رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے تب تم ان کی زمین کی حفاظت کرنا ورنہ نہ کرنا۔ عمرو بن شعیب نے کہا: وہ شہد کی ہر دس مشکوں میں سے ایک مشک دیتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۵۹۶، سنن نسائی: ۲۲۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عطاء خراسانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شہد میں عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

سعد بن ابی ذباب بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ شہد میں زکوٰۃ ہے کیونکہ اس مال میں کوئی خیر نہیں ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ ان کی قوم کے لوگوں نے پوچھا: اس میں کتنی زکوٰۃ ہے؟ انہوں نے کہا: عشر ہے پس انہوں نے



ان سے عشر لیا، پھر اس کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس کی خبر دی، تو حضرت عمر نے اس عشر کو لے کر مسلمانوں کے صدقات میں داخل کر دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ابن ابی ذئب نے الزہری سے روایت کی ہے کہ شہد میں عشر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۳۹، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے شہد سے عشر لیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۳، سنن ابوداؤد: ۱۶۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے یونس بن یزید نے خبر دی از الزہری از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: جس زمین کو بارش نے سیراب کیا اور چشموں نے سیراب کیا یا اس زمین نے خود اپنی رگوں سے پانی لے لیا، اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں سے سیراب کیا گیا اس میں نصف عشر ہے، امام بخاری نے کہا: یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے کیونکہ پہلی حدیث یعنی حضرت ابوسعید کی حدیث میں یہ بیان نہیں کیا گیا تھا کہ جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور اس میں زکوٰۃ کی مقدار بیان کی گئی ہے اور اضافہ مقبول ہوتا ہے اور حدیث مفسر مبہم پر رائج ہوتی ہے، جب اس کو ثقہ راوی بیان کریں جیسا کہ حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے، پس حضرت بلال کے قول پر عمل کیا گیا ہے اور حضرت الفضل کے قول کو ترک کر دیا گیا ہے۔

۱۶۸۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعَيُونُ أَوْ كَانَ عَشْرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ هَذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَمْ يَوْقِفْ فِي الْأَوَّلِ بَعْنِي حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ. وَبَيَّنَ فِي هَذَا وَوَقَفَ وَالزِّيَادَةُ مَقْبُولَةٌ وَالْمُفَسِّرُ يَقْضِي عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبَتِ كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكُعْبَةِ وَقَالَ بِلَالٌ قَدْ صَلَّى فَأَخَذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ وَتَرَكَ قَوْلَ الْفَضْلِ.

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۲۰۵ میں گزر چکی ہے۔

پانچ وسق سے کم میں  
صدقہ نہیں ہے

۵۶ - بَابُ لَيْسَ فِيمَا دُونَ  
خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی صعصعہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے

۱۶۸۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا أَقَلَّ مِنْ

فرمایا: پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اداق چاندی سے کم میں صدقہ ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ (حضرت ابوسعید خدری کی) پہلی حدیث کی تفسیر ہے، جب انہوں نے یہ کہا ہے کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے کیونکہ یہ پہلے بیان نہیں کیا گیا تھا اور ہمیشہ علم میں اضافہ والی حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جب کہ اس کو ثقہ راوی بیان کریں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

خُمْسَةُ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي أَقَلِّ مِنْ خُمْسَةِ مِّنَ الْإِبِلِ الدَّوْدُ صَدَقَةٌ، وَلَا فِي أَقَلِّ مِنْ خُمْسِ أَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ هَذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ إِذَا قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خُمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ. لِيَكُونَ لَمْ يَبَيَّنْ وَيُؤْخَذْ أَبَدًا فِي الْعِلْمِ بِمَا زَادَ أَهْلُ الثَّبَتِ أَوْ يَبَيَّنُوا.

جب درختوں سے کھجوروں کو اتارا جائے، اس وقت صدقہ (عشر) لیا جائے اور کیا بچوں کو چھوڑ دیا جائے کہ وہ صدقہ کی کھجوروں کو ہاتھ لگائیں؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن محمد بن الحسن الاسدی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجوریں لائی جاتیں، سو یہ شخص کھجوریں لاتا اور وہ شخص کھجوریں لاتا حتیٰ کہ آپ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا، پس حضرت الحسن اور حضرت الحسین رضی اللہ عنہما ان کھجوروں سے کھیل رہے تھے تو ان میں سے ایک نے کھجور اپنے منہ میں ڈال لی، پس رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو آپ نے وہ کھجور ان کے منہ سے نکال لی، پس آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ (سیدنا) محمد ﷺ کی آل صدقہ نہیں کھاتی!

۵۷۔ بَابُ أَخَذِ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ

۱۴۸۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتِي بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ، فَيَجِيءُ هَذَا بِتَمْرِهِ وَهَذَا مِنْ تَمْرِهِ، حَتَّى يَصِيرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِنْ تَمْرٍ، فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَرَجُلٌ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذَلِكَ التَّمْرِ، فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيهِ، فَقَالَ: أَمَا مَسَاكِينُ! إِنَّ آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْكُلُونَ الصَّدَقَةَ؟

[اطراف الحديث: ۱۴۹۱-۳۰۷۲]

(صحیح مسلم: ۱۰۶۹، الرقم السلسل: ۲۳۳۳، سنن نسائی: ۸۶۳۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۸۲، سنن دارمی: ۱۶۳۲، شرح السنہ: ۱۱۵۸، سنن بیہقی

ج ۷ ص ۲۹، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۹۳۰۸، ج ۱۵ ص ۱۷۷، مؤسستہ الرسالہ، بیروت، مسند الطحاوی: ۹۷۲۰)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن محمد بن الحسن المعروف بابن اشل الازدی، یہ ۲۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد محمد بن الحسن ابو جعفر، یہ

۲۰۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابراہیم بن طہمان (۴) محمد بن زیاد (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۱۲)

اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارتے وقت۔

## درختوں سے پھل اتارنے کے بعد ان میں سے کچھ پھلوں کو صدقہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ. (الأنعام: ۱۴۱)

جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

علامہ ابو بکر احمد بن رازی بھاس خفی متوفی ۷۰۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جابر بن زید، محمد بن حنفیہ، حسن بصری، سعید بن مسیب، طاؤس، زید بن اسلم، قتادہ اور ضحاک کا یہ قول ہے کہ اس حق سے مراد عشر اور نصف عشر ہے اور حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس حق کو اس حدیث نے منسوخ کر دیا جس میں عشر اور نصف عشر کو فرض کیا گیا اور یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ قرآن کے حکم کو سنت سے منسوخ کرنا جائز ہے، حسن بصری سے روایت ہے کہ اس حکم کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا، ضحاک نے کہا ہے کہ قرآن میں مذکور ہر صدقہ کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت محکمہ (غیر منسوخ) ہے اور فصل کی کٹائی کے وقت اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے اور روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کھجور درخت سے اتارنے اور فصل کاٹنے سے منع فرمایا ہے، سفیان بن عیینہ نے کہا: یہ ممانعت اس لیے ہے تاکہ دن میں کٹائی کے وقت مساکین آسکیں۔ مجاہد نے کہا: جب فصل کاٹی جائے تو اس میں سے کچھ حصہ مساکین کو دیا جائے، اس طرح جب درخت سے کھجوریں اتاری جائیں تو کچھ کھجوریں ان کو دی جائیں، اسی طرح جب ان کو صاع کے حساب سے ماپا جائے تو ان کو کچھ کھجوریں دی جائیں۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۹، مطبوعہ مکتبہ الازہریہ لاہور، ۱۴۰۰ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درختوں، پھلوں کی بیلوں، زیتون اور انار کے ذکر کے بعد یہ فرمایا کہ جب تم درختوں اور بیلوں سے پھل اتارو یا کھیتوں سے فصل کاٹو تو کٹائی کے دن ان میں سے کچھ مقدار کا صدقہ کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قلیل اور کثیر کا فرق نہیں کیا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ زمین سے قلیل پیداوار حاصل ہو یا کثیر اس میں صدقہ کرنا واجب ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ ثَمَرِهِ مِمَّا كَسَبْتُمْ دَرِمًا مِمَّا خَرَجَ لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ. (البقرہ: ۲۷۷)

اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے قلیل اور کثیر کا فرق نہیں کیا اور مطلقاً یہ فرمایا کہ زمین کی پیداوار سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، زمین کی پیداوار خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

اور اللہ کی راہ میں کتنا خرچ کیا جائے، اس کو نبی ﷺ کی سنت اور حدیث نے بیان کر دیا، اور وہ یہ ہے کہ اگر بغیر آلات کے زمین کو پانی سے سیراب کیا جائے تو اس میں عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) ہے اور اگر آلات کے ذریعہ زمین کو پانی سے سیراب کیا جائے تو اس میں نصف عشر (پیداوار کا بیسواں حصہ) ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو باغ یا کھیت بارش سے یا چشموں سے یا زمین کے اندر دنی پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر ہے اور جن کو کنویں کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۸۳، صحیح مسلم: ۹۸۱، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۷، سنن نسائی: ۲۳۸۹، سنن ترمذی: ۶۳۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا اور مجھے یہ حکم دیا کہ جس زمین کو بارش نے سیراب کیا ہو یا وہ بارانی زمین ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو کنویں کے ڈولوں کے ذریعہ پانی حاصل کر کے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۱۸، سنن نسائی: ۲۳۸۹، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۳۱)

نیز امام ابو منصور ماتریدی لکھتے ہیں:

اہل تاویل کا اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں کثائی کے دن جو حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس حق سے کیا مراد ہے امام ابن جریر نے کہا: اس آیت میں زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے نفلی صدقات مراد ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی ہے سو یہ آیت آیت زکوٰۃ سے منسوخ ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ اس آیت میں حق ادا کرنے سے مراد زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور زکوٰۃ کی مقدار منسوخ ہوئی ہے سرے سے زکوٰۃ منسوخ نہیں ہوئی کیونکہ پہلے وہ درخت سے اتارے ہوئے تمام پھل صدقہ کر دیتے تھے اور آیت زکوٰۃ سے تمام پھلوں کا صدقہ کرنا منسوخ ہو گیا اور زکوٰۃ کی مقدار کے مطابق صدقہ کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے (اور وہ عشر یا نصف عشر ہے)۔

(تاویلات اہل السنہ ج ۴ ص ۲۸۰-۲۷۴، ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

### سادات پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ اس حدیث میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نبی ﷺ کی آل پر صدقہ حرام ہے امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے فقہاء مالکیہ کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں: (۱) جواز (۲) منع (۳) آپ کی آل کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اور فرض صدقہ دینا منع ہے (۴) فرض صدقہ دینا جائز ہے اور نفلی صدقہ دینا منع ہے کیونکہ لوگ نفلی صدقہ دینے میں احسان جتاتے ہیں اور فرض میں احسان نہیں جتاتے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۴۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### جن سادات پر صدقہ حرام ہے ان کے مصادیق

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متونی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

بنو ہاشم زکوٰۃ اس در جائے کی کہ لہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اے بنو ہاشم! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ کا غسل (دھوون) اور کچیل کرنا کر دیا ہے اور اس کے عوض تم کو خمس و خمس عطا فرمایا ہے۔ (المجموع: ۱۱۵۶۳-۱۱۵۷۰، فتح زوائد ج ۳ ص ۹۱) اس کے برخلاف ان کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے کیونکہ فرض صدقہ میں مال پانی کی طرح ہے۔ فرض کے ساقط ہونے سے وہ میل کچیل کے ساتھ متلوٹ ہو جاتا ہے اور نفلی صدقہ ایسے ہے جیسے پانی سے ٹھنڈک حاصل کی جائے اور بنو ہاشم سے مراد آل علی آل عباس آل جعفر آل عقیل آل الحارث بن عبدالمطلب اور ان کے آزاد کردہ غلام ہیں کیونکہ یہ لوگ ہاشم بن عبدمناف کی طرف منسوب ہیں اور قبیلہ کی نسبت ہاشم کی طرف ہے اور رہے ان کے آزاد کردہ غلام تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام نے آپ سے سوال کیا: کیا میرے لیے صدقہ حلال ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں! تم ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۱۶۵۰، سنن ترمذی: ۶۵۷، سنن نسائی: ۲۶۱۱، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲، صحیح ابن حبان: ۳۲۹۵، المستدرک ج ۱ ص ۴۰۴، مسند احمد)







دونوں صورتوں کا فرق واضح ہو گیا۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۸۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۴۸۶ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الشَّعْرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا قَالَ حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن دینار نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سنا کہ نبی ﷺ نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا پختہ ہونا یا پکنا ظاہر ہو جائے اور جب آپ سے ان کے پکنے (کی علامت) کے متعلق سوال کیا جاتا تو آپ

[الطراف الحدیث: ۲۱۸۳-۲۱۹۳-۲۱۹۹-۲۲۲۷-۲۲۲۹]

فرماتے: حتیٰ کہ وہ قدرتی آفت سے بچ جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۳۴، الرقم المسلسل: ۳۷۸۸، سنن ابوداؤد: ۳۳۶۷، سنن ترمذی: ۱۲۲۶، سنن نسائی: ۳۵۵۱، مصنف عبد الرزاق: ۱۳۳۱۵، مسند ابویعلیٰ: ۵۷۹۸، صحیح ابن حبان: ۳۹۹۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۹۹، شرح السنہ: ۲۰۷۷، مسند الطحاوی: ۳۳۷۹، مسند احمد ج ۲ ص ۷، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۵۲۵، ج ۸ ص ۱۲۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۳۹۹، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ اس جملہ میں ہے: **ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع کیا حتیٰ کہ ان کا پکنا ظاہر ہو جائے** یعنی پھلوں کے پکنے کے بعد ان کو فروخت کرنا جائز ہے۔ اور اس جملہ سے امام شافعی کا رد کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو ہم نے عنوان کی شرح میں علامہ ابن بطلان کے حوالے سے ذکر کی ہے علامہ عینی نے اسی شرح کو علامہ ابن بطلان کا نام لیے بغیر ذکر کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۲۰)

امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر کا بے باقیہ کا اضافہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۰ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف یعنی امام بخاری کے نزدیک پھلوں کے پکنے کے بعد ان کو فروخت کرنا جائز ہے خواہ اس میں درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی مقدار کا اندازہ کر کے ان میں عشر کو واجب کر دیا گیا ہو اور یہ فقہاء کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور اس قول یہ ہے کہ جب اندازہ سے پھلوں کی مقدار کا تعین کر کے ان میں عشر کو واجب کر دیا گیا ہو تو پھر ان پھلوں کو فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ ان پھلوں میں مساکین کا حق متعلق ہے چاہے انہیں امام شافعی نے دو قولوں میں سے ایک قول ہے امام بخاری نے اس حدیث کو پھلوں کے پکنے کے بعد ان کی بیع کے جوئے پر محمول کیا ہے اور پھلوں کی مقدار کے اندازہ سے پہلے پر محمول کیا ہے تاکہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو۔ امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے: جس نے اپنے پھل فروخت کیے حالانکہ ان میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا امام بخاری نے اپنے اس قول سے ان علماء کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ پھلوں میں مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار نصاب (پانچ وسق) کو پہنچی ہو یا نہیں اور ان کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ پھلوں کو فروخت کرنے کے بعد ان کا عشر یا صدقہ ساقط ہو جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی عبارت میں یہ نکتہ آفرینی اس لیے کی ہے تاکہ امام ابو حنیفہ پر رد کیا جائے جو یہ کہتے

ہیں کہ پھلوں پر مطلقاً عشر واجب ہے خواہ ان کی مقدار پانچ وسق ہو یا نہ ہو لیکن حافظ ابن حجر کی یہ کوشش بالکل فضول اور قطعاً عبث ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ. (الانعام: ۱۳۱)

اور جب پھلوں کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جب درخت پر پھلوں کی مقدار پانچ وسق ہو تو ان کا حق ادا کرو بلکہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً کٹائی کے دن پھلوں کا حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے خواہ ان کی مقدار پانچ وسق ہو یا نہ ہو غور کریں تو اس قید سے مسکینوں کا حق مارا جائے گا کیونکہ اگر پانچ وسق سے کم پھل اتارے گئے تو پھر مسکینوں کو عشر نہیں دیا جائے گا اور باغ کا مالک ہر دفعہ پانچ وسق سے کم پھل اتارے گا تا کہ اس کے باغ کے پھلوں سے مسکینوں کو عشر نہ دینا پڑے اور امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق وہ جب بھی اپنے درختوں سے پھل اتارے گا تو اسے ہر دفعہ اور ہر صورت میں عشر دینا پڑے گا خواہ پھلوں کی مقدار پانچ وسق سے کم ہو یا زیادہ۔

امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے اپنے درخت سے پھل فروخت کیے جن میں صدقہ یا عشر واجب ہو چکا تھا۔ حافظ ابن حجر نے اس عبارت کو اپنے مذہب کے مطابق ڈھالنے کے لیے اس میں یہ پیوند لگایا کہ ان پھلوں کی مقدار نصاب کو پہنچ چکی ہو تا کہ ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ ہو جو نصاب کا اعتبار نہیں کرتے اور پھلوں میں مطلقاً عشر کو واجب کرتے ہیں اور حافظ ابن حجر کی یہ کوشش اس لیے عبث ہے کہ نہ قرآن مجید میں پانچ وسق کی قید ہے نہ اس حدیث میں ہے اور نہ امام بخاری کی اس عبارت میں ہے۔

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ قرآن و عاقبہ میں ہے: "وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ" جب ہے اور چونکہ ان کے نزدیک عشر کا ادا کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب پھلوں کی مقدار پانچ وسق (سوسو گرام) ہو اس لیے امام بخاری کی عبارت میں حافظ ابن حجر یہ پیوند کاری کرتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس مقدمہ صحیح کے لیے پل پنے کے وقت اندازہ لگانے کا اعتبار کیا ہے تا کہ مساکین کا حق متعلق ہو سکے اور اندازہ لگانے کے مقدمہ کو اس عبارت میں لپیٹ دیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۷، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ) یعنی جب کوئی شخص یہ اندازہ لگائے کہ اس درخت کے پس نصاب کی حد پانچ وسق کو پہنچ گئے ہیں تب اس درخت کے پھلوں میں عشر واجب ہو گا۔ حافظ ابن حجر طلبہ یہ کہ اگر پانچ وسق کا اندازہ لگانے کا ذکر امام بخاری کی عبارت میں صراحۃً نہیں ہے لیکن چونکہ امام بخاری نے مطلقاً یہ کہا ہے کہ اس نے اپنے درخت کے پھل فروخت کیے حالانکہ ان میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا تھا اور حافظ ابن حجر کے نزدیک مطلقاً پھلوں پر عشر واجب نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی شخص ان پھلوں کو دیکھ کر یہ اندازہ نہ لگائے کہ ان پھلوں کی مقدار نصاب کو پہنچ گئی ہے اس لیے کہ امام بخاری کی عبارت کو صحیح کرنے کے لیے ان کی عبارت میں یہ لید لگا دی ہے کہ ان کی عبارت میں یہ لفظ حذف کر دیا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی یہ عبارت امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق بالکل صحیح ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا اطلاق اس کا مؤید ہے اور مساکین کا فائدہ بھی اسی طرح ہوتا ہے کہ پانچ وسق کی قید کے بغیر مطلقاً پھلوں پر عشر واجب کیا جائے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی عبارت میں پانچ وسق کا اندازہ لگانے کی اس قید کا جو اضافہ کیا ہے وہ امام بخاری کو زبردستی اور سینہ زوری سے شافعی بنانے کی کوشش ہے ورنہ اس قید اور اس اضافہ کے بغیر امام بخاری کی عبارت بالکل صحیح ہے۔

ہم نے حافظ ابن حجر کے رد میں جو تقریر کی ہے وہ بہت غامض اور دقیق ہے غالباً اسی وجہ سے علامہ عینی نے اس جگہ حافظ ابن حجر کے رد سے تعرض نہیں کیا ورنہ وہ امام ابو حنیفہ کی حمایت اور حافظ ابن حجر پر تنقید کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور اس ناکارہ کی شرح میں یہ محض نعمۃ الباری ہے کہ اس ذرہ ناچیز کو غلم کے اتنے بڑے پہاڑ سے ٹکرانے کی صلاحیت بخشی۔



واللہ الحمد علی ذالک۔

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۴۵۱ ج ۳ ص ۱۸۰' مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① ظہور صلاحیت کی تفسیر میں اختلاف فقہاء ② ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیج میں مذاہب فقہاء ③ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیج میں فقہاء احناف کا موقف ④ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیج کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کی حدیث کا جواب ⑤ باغات کے پھلوں کی مرۃ جب بیج کا شرعی حکم ⑥ پھلوں کے ظہور سے پہلے بیج کا حل ⑦ باغ کے پھلوں کی مرۃ جب بیج میں پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھنے کا حل۔

یہ بحث 'شرح صحیح مسلم' کے خصائص اور مصنف کی انفرادی تحقیق پر مشتمل ہے اور یہ ص ۱۸۰ سے ۱۹۱ تک محیط ہے۔

۱۴۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الشِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے الیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے خالد بن یزید نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ ان کے

[اطراف الحدیث: ۲۱۹۵-۲۱۹۷-۲۱۹۸-۲۲۰۸] پکنے کی صلاحیت ظاہر ہو جائے۔

اس حدیث کی تخریج اور شرح وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث میں بیان کی جا چکی ہے۔

۱۴۸۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الشِّمَارِ حَتَّى تَزْهِيَ. قَالَ حَتَّى تَحْمَارَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو جائیں۔

[اطراف الحدیث: ۲۱۹۵-۲۱۹۷-۲۱۹۸-۲۲۰۸] (صحیح مسلم: ۱۵۵۵، الرقم المسلسل: ۳۹۰۲، سنن ابوداؤد: ۳۳۷۱، سنن نسائی: ۳۵۲۷،

سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۷، سنن ترمذی: ۱۲۲۸، سنن دارقطنی: ۳۸۷، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۰۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۱۶، مسند ابویعلیٰ:

۳۷۴۳، صحیح ابن حبان: ۳۹۹۳، المستدرک ج ۲ ص ۱۹، شرح السنن: ۲۰۸۲، مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱، طبع تدویم مسند احمد: ۱۳۳۱ ج ۲ ص ۳۷، مؤسسۃ

الرسالة بیروت)

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۳۸۶ کا مطالعہ کریں۔

۵۹ - بَابُ هَلْ يَشْتَرِي صَدَقَتَهُ؟

وَلَا بَأْسَ أَنْ يَشْتَرِيَ صَدَقَتَهُ غَيْرُهُ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ، وَلَمْ يَنْهَ غَيْرُهُ۔

اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ انسان دوسرے کے کیے ہوئے صدقہ کو خرید لے کیونکہ نبی ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ صدقہ کرنے والے کو منع فرمایا ہے اور دوسرے کو منع نہیں فرمایا۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر جو گوشت صدقہ کیا گیا تھا اس کو نبی ﷺ نے قبول کر لیا اور فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۳۰-۵۳۶۱) لہذا جب صدقہ کو بلا عوض قبول کیا جاسکتا ہے تو عوض

کے ساتھ اس کو قبول کرنا بہ درجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

۱۴۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَوَجَدَهُ يَبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ فَبَذَلْتَكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لَا يَتْرُكُ أَنْ يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً.

[اطراف الحديث: ۲۴۷۵-۲۹۷۱-۳۰۰۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الليث نے حدیث بیان کی ابن شہاب از سالم کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا پھر انہوں نے دیکھا کہ اس گھوڑے کو فروخت کیا جا رہا ہے لہذا انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا پھر انہوں نے نبی ﷺ سے اس کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: تم اپنے صدقہ کو واپس نہ لو سو اس وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنی صدقہ کی ہوئی کسی چیز کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھتے تو وہ اپنے صدقہ کو برقرار رکھتے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۰، رقم المسلسل: ۳۰۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۲۲۶، سنن نسائی: ۲۶۱۵، سنن ابن ماجہ: ۲۳۹۰، مسند ابویعلیٰ: ۵۶۶۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳، شرح السنہ: ۱۰۳۷، مسند ابوداؤد الخیالی: ۱۸۷۳، صحیح ابن خزیمرہ: ۱۲۶۸، مسند احمد ج ۲ ص ۷، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۵۲۱، ج ۸ ص ۱۱۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۵۷۴۳، مکتبۃ الرشیدیہ، ص ۲۷۷)۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم اپنے صدقہ کو واپس نہ لو جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو نہ خریدو۔

صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی ممانعت میں ہر فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی اس حدیث کی وجہ سے اکثر علماء نے کہا ہے کہ کس شخص کا اپنی چیز کو صدقہ کرنے کے بعد پھر اس کو خریدنا مکروہ ہے امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی قول ہے خواہ وہ صدقہ فرض ہو یا نفل ہو، لیکن اگر کسی شخص نے اپنے صدقہ کو خرید لیا تو اس کی بیع منسوخ نہیں ہوگی اور اولیٰ یہ ہے کہ اس سے بچنا چاہیے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حسن بصری، عکرمہ ربیعہ اور اوزاعی نے صدقہ کو خریدنے کی اجازت دی ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ کسی کے لیے اپنے صدقہ کو خریدنا جائز نہیں ہے اور اگر خرید تو بیع منسوخ ہو جائے گی لیکن انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس قول کا قائل کون ہے اور قرین قیاس یہ ہے کہ یہ لوگ غیر مقلدین ہیں اور جو لوگ صدقہ کی بیع کو منسوخ نہیں قرار دیتے وہ حضرت بریرہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۳۹۱-۳۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۱۴۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی

مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ

سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ، وَإِنْ أَعْطَاكَ بِدَرُهِمْ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْمِهِ.

[اطراف الحديث: ۲۶۲۳-۲۶۳۶-۲۹۷۰-۳۰۰۳]

از زید بن اسلم از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے ایک گھوڑے کو اللہ کی راہ میں دے دیا، سو جس شخص کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اس کو ضائع کر دیا تو میں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور میرا گمان تھا کہ وہ مجھے ستانچ دے گا، پس میں نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو خواہ وہ تم کو ایک درہم میں دے کیونکہ صدقہ میں رجوع کرنے والا اس طرح ہے جس طرح کوئی اپنی قے میں رجوع کرے۔

اس حدیث کی تخریج بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

جہاد کے لیے صدقہ کرنے کی فضیلت اور ہبہ کر کے واپس لینے کی کراہت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اس شخص نے اس گھوڑے کو ضائع کر دیا، یعنی وہ شخص اس گھوڑے کو ٹھیک سے چارا اور گھاس نہیں ڈالتا تھا اور اس سے زیادہ مشقت لینے کے بعد اس گھوڑے کی چھٹی اور مالش نہیں کرتا تھا۔

اس گھوڑے کو مت خریدو خواہ وہ ایک درہم میں دے، اس ارشاد میں آپ نے قیمت کی کمی میں مبالغہ فرمایا ہے۔

صدقہ میں رجوع کرنا اپنی قے میں رجوع کی مثل ہے: اس تشبیہ سے اس فعل کی بُرائی اور قباحت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ: ادا کے لیے مجاہدوں کو گھوڑے فراہم کرنے کی فضیلت ہے اور جس طرح بھی ممکن ہو جہاد کے

لیے صدقہ اور خیرات کی جائے اور اس سے معلوم ہوا کہ کسی کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے۔ اس کے مفصل احکام ان شاء اللہ

”کتاب الہبہ“ میں بیان کیے جائیں گے۔ (مجموع الفتاویٰ، ج ۱۲، ص ۱۲۳، مکتبہ المدینہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

نبی ﷺ کے لیے

صدقہ کا ذکر

۶۰۔ بَابُ مَا يُذَكَّرُ فِي الصَّدَقَةِ

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۴۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَخْ كَخْ. لِيَطْرَحَهَا

ثُمَّ قَالَ أَمَا شَعَرْتُ أَنَا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان

کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا:

ہمیں محمد بن زیاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں

نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت

الحسن بن علی رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے لی

اور اس کو اپنے منہ میں رکھ لیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: چھی چھی، تاکہ

وہ اس کھجور کو پھینک دیں، پھر فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہم صدقہ

کو نہیں کھاتے!

ہر چند کہ اس حدیث کی تخریج اور شرح صحیح البخاری: ۱۴۸۵ میں گزر چکی ہے لیکن یہاں ہم اس کے اہم اور نفیس مباحث کا ذکر کر رہے ہیں:

**نبی ﷺ اور آپ کی آل پر کون سا صدقہ حرام ہے؟ آیا صرف فرض یا نفلی صدقہ بھی حرام ہے؟**

نبی ﷺ کی آل پر جو صدقہ حرام ہے اس کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے:

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں قافلہ آیا تو نبی ﷺ نے اس قافلہ سے کچھ سامان خریدا پھر اس سامان کو چند اوقیہ چاندی کے نفع پر فروخت کر دیا پھر آپ نے اس سامان کو بنو عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کر دیا پھر اس کے بعد فرمایا: اس کے بعد میں کبھی کوئی ایسی چیز نہیں خریدوں گا جس کی قیمت میرے پاس نہ ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۴۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۳-۳۲۵، شرح معانی الآثار: ۲۸۸۲)

چونکہ اس حدیث میں بنو عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کرنے کا ذکر ہے اس لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ بنو ہاشم پر صدقہ کرنا جائز ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ بنی ہاشم پر صدقہ کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ صدقہ فرض ہو یا نفلی۔

تاہم اس کی تاویل میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح انبیاء پر صدقات فرضیہ اور کفارات حرام ہیں اور نفلی صدقات اور ہبہ کرنا ان پر حرام نہیں ہے اسی طرح بنو ہاشم پر بھی زکوٰۃ اور کفارات کو حرام کرنا حرام ہے اور ہبہ کرنا ان پر حرام نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے آل عبد المطلب پر جو صدقہ کیا تھا نفلی صدقہ ہی تھا اور تاویل کے نا سید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمانوں کے علاوہ ہم کو صرف تین احکام کے ساتھ خاص کیا ہے: (۱) پورا پورا وضوء کرنا (۲) یہ کہ ہم صدقہ (فرض) نہ کھائیں (۳) کہ ہم گدھوں کا گھوڑیوں سے ملاپ نہ

کرائیں۔ (سنن ابوداؤد: ۸۰۸، سنن ترمذی: ۱۷۰۰، سنن ابی داؤد: ۱۳۱۱، سنن ابن ماجہ: ۴۲۲۰، مسند احمد ج ۱ ص ۷۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد یہ حدیث بیان کی ہے اس سے واضح ہو گیا کہ بنو ہاشم پر فرض صدقہ حرام ہے اور پہلے آل عبد المطلب پر جو آپ نے صدقہ کیا تھا اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے یا پھر وہ نفلی صدقہ اور ہبہ تھا اور اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ عام مسلمانوں کے سوا ہم جس حکم کے ساتھ خاص ہیں وہ یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ضروری ہے کہ اس صدقہ سے مراد نفلی صدقہ ہی جائے کہ اگر اس سے مراد عام صدقہ ہو جائے تو اس حدیث سے قیاس لازم آئے گا کہ نبی ﷺ نے آپ کے نفع سے حاصل شدہ مال سے آل عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کیا ہے اور نفلی صدقہ کے لیے ضروری ہے کہ اس حدیث میں نفلی صدقہ مراد لیا جائے اور اس حدیث میں فرض صدقہ مراد لیا جائے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۵۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مصنف کے نزدیک اس کی ایک اور دقیق وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے اپنے ذاتی مال سے آل عبد المطلب کی بیواؤں پر صدقہ کیا اور نبی ﷺ پر تو زکوٰۃ فرض نہیں تھی اس لیے لامحالہ آپ نے ان پر نفلی صدقہ کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے اس سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال نہیں کھاتے لہذا اب بالکل تعارض نہ رہا۔

فافہم وتشکر۔



## نبی ﷺ پر زکوٰۃ حرام ہونے کے متعلق احادیث

باقی رہا یہ کہ بنو ہاشم پر صدقات حرام ہیں اس کے ثبوت میں ایک تو اسی باب کی حدیث ہے کہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۹۱، صحیح مسلم: ۱۰۶۹، سنن کبریٰ: ۸۶۳۵، شرح معانی الآثار: ۲۸۹۳)

اور دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے گھر لوٹتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ میرے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی ہے، میں اس کو کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں پھر مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو پھر میں اس کو پھینک دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۰، صحیح البخاری: ۲۰۵۵، شرح النجاشی: ۸ ص ۱۳)

تیسری حدیث یہ ہے:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: بے شک یہ صدقات لوگوں کا میل کچیل ہیں اور (سیدنا) محمد اور آل (سیدنا) محمد کے لیے حلال نہیں ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۸۵، سنن نسائی: ۲۶۰۹)

اس سلسلہ میں چوتھی حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ام سلمہ انورہ کی، نسبت ہمارا، اختصاصیت یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

(سنن ابوداؤد: ۸۰۸، سنن ترمذی: ۱۷۰۱، سنن نسائی: ۱۳۱، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۹-۳۳۳-۳۳۵-۳۳۲-۱۳۲-۹۵-۷۸)

اور اس سلسلہ میں پانچویں حدیث یہ ہے:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے صدقہ لینے کے لیے نبی ﷺ سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کا غلام ہو تو اس کا شمار اس قوم سے ہے اور بے شک یہ صدقہ حلال نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۵۰، سنن ترمذی: ۶۵۷، سنن نسائی: ۲۶۱۱، سنن ابی داؤد: ۲۹۵، سنن ابی یوسف: ۳۲، مسند احمد ج ۶ ص ۱۰-۸)

اس سلسلہ میں چھٹی حدیث یہ ہے:

حضرت سلمان فارسی دین حق کی تلاش میں مختلف راہبوں کے پاس گئے، آخر میں جس راہب کے پاس گئے تو اس نے اپنی وفات سے پہلے ان کو بتایا: تم پر ایسے نبی کا سایا ہے جس کا حضور ﷺ نے اپنے پیروں کے نیچے سایا کیا تھا، انہوں نے کہا: کیا یہ ہے کہ وہ میں دو پتھر زمین پر رکھتا ہوں، ایک ہاتھ کے نیچے اور دوسرے کے نیچے، تم اس کے پاس جانا چاہتے ہو؟ اور انہوں نے کہا: یہ ہے کہ وہ صدقہ نہیں کھائے گا، ہر یہ کہہ کر انہوں نے ان کو روک دیا، ان کے بیان مہربنوت نے ان کو اس کے کھانے کی پوچھ گچھ سے منع کیا، حضرت سلمان نے آپ کے متعلق پوچھتے پوچھتے قبا میں پہنچے، اس وقت نبی ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت سلمان نے کہا: مجھے معلوم ہوا کہ آپ اور آپ کے اصحاب ضرورت مند ہیں اور میں نے آپ کے لیے صدقہ تیار کیا، پھر میں نے آپ کے سامنے وہ طعام رکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم کھاؤ اور خود نہیں کھایا۔ میں نے دل میں کہا: یہ پہلی نشانی ہوئی، پھر میں دوبارہ آپ سے ملنے مدینہ گیا اور میں نے سلام کر کے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے اور میں آپ کی تکریم کے لیے بہت نفیس ہدیہ لایا ہوں تو اس میں سے آپ نے بھی کھایا اور آپ کے اصحاب نے بھی کھایا تو میں نے دل میں کہا: یہ دوسری نشانی ہو گئی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۷۹-۷۷، ملخصاً دار صادر بیروت، شرح معانی الآثار: ۲۹۱۳)

اس سلسلہ میں ساتویں حدیث یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس گائے کا گوشت لایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے آپ نے فرمایا: یہ ان کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۳۹۵، سنن ابوداؤد: ۱۶۵۵، سنن نسائی: ۳۷۶۰، شرح معانی الآثار: ۲۹۱۸)

اس سلسلہ میں آٹھویں حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے پاس کوئی طعام لایا جاتا تو آپ اس کے متعلق سوال کرتے، اگر یہ کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو آپ اس سے کھا لیتے اور اگر یہ کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو پھر آپ اس سے نہیں کھاتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۷، الرقم المسلسل: ۲۳۵۲)

اس سلسلہ میں نویں حدیث یہ ہے:

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی طعام ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہمارے پاس صرف بکری کی ایک ہڈی ہے جو میری باندی کو صدقہ سے دی گئی تھی آپ نے فرمایا: اس کو میرے قریب لاؤ، بے شک وہ صدقہ اپنے محل (مقام) میں پہنچ چکا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۳، الرقم المسلسل: ۲۳۴۴، شرح معانی الآثار: ۲۹۱۹)

اس سلسلہ میں ”تلك عشرة كاملة“ کے تحت دسویں حدیث یہ ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے، آپ نے فرمایا: کیا میں وہ گوشت نہیں دیکھ رہا جو ابھی تم کو دیا گیا ہے؟ ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ اس صدقہ کی بکری کا گوشت ہے جو حضرت زینب پر کیا گیا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے تو ہم نے یہ پسند نہیں کیا کہ آپ کے لیے وہ چیز رکھیں جو آپ نہیں کھاتے۔ (شرح معانی الآثار: ۲۹۲۲)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ ان کو زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ دینا جائز نہیں ہے اور اس کو نفلی صدقہ اور ہدیہ دینا جائز ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۶۱-۶۹، ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

\* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۳۶۹- ج ۲ ص ۱۰۱۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: آل رسول کو زکوٰۃ دینے میں مذاہب، چند طرق، بر مشتمل بہت مختصر شدہ ہے۔

نبی ﷺ کی ازواج کی

باندیوں پر صدقہ

۶۱ - بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى مَوَالِي الْأَزْوَاجِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۴۹۲ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيْتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجَلْدِهَا. قَالُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک مردہ بکری دیکھی جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو صدقہ میں دی گئی تھی، نبی ﷺ نے پوچھا: تم نے اس کی

[اطراف الحدیث: ۲۲۲۱-۵۵۳۱-۵۵۳۲] آپ نے فرمایا: اس کا صرف کھانا حرام تھا۔

## حدیث مذکور کے رجال

نبی ﷺ اور ان کی باندیوں پر صدقہ کا حرام نہ ہونا

تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کی ازدواج آپ کے صدقات میں داخل نہیں ہیں جن پر صدقہ حرام ہے پس جب نبی ﷺ کی ازدواج پر صدقہ کرنا حرام نہیں ہے تو ان باتوں پر صدقہ کا طریق اولیٰ مانتا نہیں ہوگا یہی وجہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی پر بکری صدقہ کی گئی اور حضرت عائشہ ام المؤمنین کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر گوشت صدقہ کیا گیا۔

بنو ہاشم کے غلاموں پر صدقہ حرام ہونے میں مذاہب

بنو ہاشم کے غلاموں کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ اعتبار سے بنو ہاشم میں داخل ہیں کہ ان پر صدقہ کرنا حرام ہے یا نہیں؟ پس فقہاء احناف، ثوری اور ابن المہلب وغیرہم کا مذہب یہ ہے کہ جس طرح بنو ہاشم پر صدقہ حرام ہے اسی طرح بنو ہاشم کے غلاموں پر بھی صدقہ کرنا حرام ہے اور ان کا استدلال حسب ذیل حدیث سے ہے:

پرسن صدقہ کرنا حرام ہے اور اس پر کچھ روایتیں ملتی ہیں۔  
 حضرت ابو ارفع بن عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو بنو مخزوم سے صدقہ لینے کے لیے بھیجا اور شخص نے حضرت  
 ابو ارفع سے کہا: آپ نے کیا فرمایا؟ میں نے کہا: آپ نے اس شخص سے صدقہ سے حصہ لے لیا۔ حضرت ابو ارفع نے کہا: اس شخص نے نبی ﷺ سے  
 پوچھ لوں چہرہ آپ کے پاس مجھے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کا غلام ہو، اس کا اسی قوم سے  
 شمار ہوتا ہے اور بے شک ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۵۰، سنن ترمذی: ۶۵۷، سنن نسائی: ۲۶۱۱، صحیح ابن حبان: ۳۲۹۵، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۲، المستدرک ج ۱ ص ۴۰۴، مسند احمد ج ۶ ص ۱۰-۸)

امام مالک، ابن القاسم اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں پر صدقہ کرنا جائز ہے اور انہوں نے مذکور  
الصدر حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ کسی قوم کا آزاد کردہ غلام اسی قوم سے ہوتا ہے یہ خصوصیت کے ساتھ حضرت  
ابورافع کے بارے میں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۳۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ کسی قوم کے آزاد کردہ غلام کا شمار بھی اسی قوم سے ہوتا ہے، ورنہ آپ حضرت ابو رافع سے اس طرح فرما دیتے: تم پر یہ صدقہ حلال نہیں ہے۔

## مردار کی رنگی ہوئی کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے صحابہ اور فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ مردار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے امام ابوحنیفہ ان کے اصحاب اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث سے ان لوگوں کا قول بھی باطل ہو گیا جنہوں نے یہ کہا ہے کہ رنگنے کے بعد مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے مردار کی کھال سے نفع اٹھانے کے متعلق حسب ذیل سات قول ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کہ کتے اور خنزیر کے علاوہ تمام مرداروں کی کھال ظاہر اور باطن پاک ہو جاتی ہے اور وہ ہر خشک اور تر میں استعمال کی جاسکتی ہے خواہ اس مردار کا گوشت کھانا جائز ہو یا نہ ہو۔

(۲) حضرت عمر بن الخطاب ان کے بیٹے حضرت عبداللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور امام مالک اور امام احمد سے بھی یہی ایک روایت ہے کہ رنگنے سے مردار کی کوئی چیز پاک نہیں ہوتی۔

(۳) ابن المبارک اور ابو ثور کا مذہب یہ ہے کہ رنگنے سے صرف اس جانور کی کھال پاک ہوتی ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہو۔

(۴) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خشک ہونے کے ساتھ تمام جانوروں کی کھال رنگنے سے پاک ہوتی ہے۔

(۵) امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ رنگنے سے کھال کا ظاہر پاک ہوتا ہے باطن حصہ ایک نہیں ہوتا اور اس کا خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے اور تر چیزوں میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

۱۴۹۳ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيرَةَ لِبُعْتُقٍ وَأَرَادَ مَوَالِيهَا أَنْ يَشْتَرُوا فَدَخَلَ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِيهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لَنَا أَعْتَقَ. قَالَتْ وَابْنُ أَبِي سَلَمَةَ لَمْ يَسْمَعْهُ بَرِيرَةَ فَقَالَ لَهَا فَفَلْتُ فَمَا تَسْتَدِينِ عَلَيَّ بَرِيرَةَ فَقَالَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے شعیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں انہوں نے حدیث بیان کی از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کرنے کے لیے نہیں خریدنے کا ارادہ کیا اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے اس کے لیے ایک شرط لگانے کا ارادہ کیا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس کو خرید لو ولایہ کا مستحق ہوتا ہے اس کو آزاد کرنے کا مستحق عائشہ نے کہا: نبی ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا میں نے بتایا کہ یہ وہ گوشت ہے جو حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے آپ نے فرمایا: وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۶ میں گزر چکی ہے۔

## ۶۲ - بَابُ إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ

جب صدقہ منتقل ہو جائے

امام بخاری کی اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ جب کسی غیر ہاشمی کو صدقہ دیا جائے اور وہ اس صدقہ کو کسی ہاشمی کو ہدیہ کر دے تو اب چونکہ وہ صدقہ منتقل ہو چکا ہے اور اس کی ملکیت تبدیل ہو گئی اس لیے اب ہاشمی اس صدقہ کو کھا سکتا ہے۔



امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از حصہ بنت سیرین از حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! مگر وہ چیز جو ہمارے پاس نسیبہ نے بھیجی ہے اس صدقہ کی بکری سے جو ان کے پاس بھیجی گئی تھی آپ نے فرمایا: بے شک وہ صدقہ اپنے محل میں پہنچ چکا ہے۔

۱۴۹۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقَالَتْ لَا إِلَّا شَيْءٌ بَعَثْتُ بِهِ إِلَيْنَا نُسَيْبَةً مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثَتْ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَجْلَهَا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۳۶ میں مطالعہ فرمائیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں دکیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ کے پاس وہ گوشت لایا گیا جو کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا آپ نے فرمایا: وہ ان پر صدقہ ہے اور وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے اور ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے نبی ﷺ سے سنا۔

۱۴۹۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصَدِّقُ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ فَقَالَ لَهَا عَلَيْهَا سَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ. وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ أَنَبَانَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحديث: ۲۵۷۷]

(صحیح مسلم: ۱۰۷۴، الرقم للسلسل: ۲۳۵۱، سنن دارود: ۱۶۵، مسند ابوداؤد الطیالیسی: ۱۹۱۲، طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۶۰-۲۵۹، مسند ابویعلیٰ: ۳۲۳۴، مشکل الآثار: ۳۳۸۸، سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۷، طبع ندیم، مسند احمد: ۱۲۱۵۹، ج ۱۹ ص ۲۰۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۲۹۰، مکتبۃ الرشدریاض ۱۴۲۷ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ ابن الدینی (۱) یزید بن زریع (۳) خالد الخذاء (۴) حصہ بنت سیرین (۵) سیدہ تابعات ہیں (۵) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۳ ص ۱۳۰)  
اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو گوشت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا تھا جب وہ رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کر دیا گیا تو پھر آپ کے لیے اس کا کھانا جائز ہو گیا۔  
اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۳۹۱ میں گزر چکی ہے۔

مال داروں سے صدقہ لے کر فقراء کی طرف لوٹانا خواہ وہ کہیں ہوں

۶۳ - بَابُ أَخِذِ الصَّدَقَةَ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوا

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ایک شہر کے لوگوں کی زکوٰۃ کو دوسرے شہر کے مستحقین کی طرف لوٹانا جائز ہے

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ جائز ہے امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ایک ایک شہر کی زکوٰۃ اسی شہر میں تقسیم کی جائے تاہم امام مالک کے نزدیک اگر دوسرے شہر میں زکوٰۃ منتقل کی جائے تب بھی ادا ہو جائے گی اور امام شافعی کے صحیح قول کے مطابق ادا نہیں ہوگی۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۲۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۴۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنَا زَكْرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ جِئْنَا بَعَثْنَا إِلَى الْيَمَنِ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَأَذْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خُمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تَتَّخِذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فِتْرَةً عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَآتَى دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق نے خبر دی از یحییٰ بن عبد اللہ بن صلیٰ از ابو معبد مولیٰ حضرت ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا: تم عنقریب اہل کتاب کی قوم کی طرف جاؤ گے سو جب تم ان کے پاس جاؤ تو پہلے ان کو یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور یہ کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں پس اگر وہ اس دعوت میں تمہاری اطاعت کر لیں پھر ان کو یہ خبر دینا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء کی طرف لوٹا دی جائے گی پس اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان کے اموال میں سے عمدہ چیزوں سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی دعا سے ڈرنا کیونکہ مظلوم کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۶۴ - بَابُ صَلَوةِ الْإِمَامِ وَدُعَائِهِ

لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ

وَقَوْلُهُ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيَهُمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ (التوبہ: ۱۰۳)

زکوٰۃ دینے والے کے لیے

امام کی صلوٰۃ اور دعا

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: آپ ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک کریں گے اور ان کے باطن کو صاف کریں گے اور ان پر صلوٰۃ پڑھئے بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طہانیت ہے۔ (التوبہ: ۱۰۳)

صلوٰۃ کا معنی

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التونی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

لغت میں صلوٰۃ کا معنی دعا ہے مگر جس کے لیے دعا کی جاتی ہے اس کے اعتبار سے دعا کا معنی مختلف ہوتا ہے پس نبی ﷺ جو

امت پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے جو عبادت کی ہے اس کو قبول فرمائے اور جب نبی ﷺ پر آپ کی امت صلوٰۃ پڑھتی ہے تو اس کا معنی ہے: رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور تکریم اور آپ کی تعریف اور تحسین اور یہ دعا کرنا کہ اللہ آپ کو زیادہ قرب اور زیادہ درجہ عطا فرمائے اور اس معنی میں صلوٰۃ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں ہے اور آپ کے سوا کوئی اور اس معنی میں صلوٰۃ کا مستحق نہیں ہے۔

(اعلام السنن ج ۱ ص ۲۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

علامہ عینی کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوبہ: ۱۰۳ میں اور اس باب کی حدیث میں جو ”صلوٰۃ“ کا لفظ ہے اس کا معنی دعا ہے اسی لیے امام بخاری نے کہا ہے کہ امام کی صلوٰۃ اور دعا مثلاً امام زکوٰۃ دینے والے سے کہے: تم نے جو زکوٰۃ دی ہے اللہ اس کا تمہیں اجر عطا فرمائے اور زکوٰۃ دینے کے بعد جو مال تمہارے پاس بچا ہے اللہ اس میں برکت دے یا کہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اس کی اس زکوٰۃ کو قبول فرما۔

امام بخاری نے اس عنوان میں کہا ہے: زکوٰۃ دینے والے کے لیے امام کی صلوٰۃ اور دعا اس سے ان کا مقصد مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے اس شبہ کا رد کرنا ہے جو انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تھا کہ زکوٰۃ لینے کا حق صرف رسول اللہ ﷺ کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ۔

ان پر صلوٰۃ پڑھو۔ بے شک آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث طمانیت ہے۔ (التوبہ: ۱۰۳)

سو امام بخاری نے یہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم آپ کے امام ہونے کی وجہ سے ہے اور مسلمانوں کا ہر امام اس حکم میں داخل

ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۳۵-۱۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطلال کے نزدیک التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ سے مراد جنازہ ہے

علامہ ابوالحسن ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

صلوٰۃ کا اطلاق احکام شرعیہ میں نماز پر ہوتا ہے لہذا اس آیت میں صلوٰۃ سے مراد نماز جنازہ ہے یعنی جب ان زکوٰۃ دینے والوں میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اگر یہاں نماز سے مراد دعا ہو تو پھر حکم نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ کی صلوٰۃ کے لیے باعث طمانیت ہے اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور امام کی دعا زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت نہیں ہے اس لیے یہاں صلوٰۃ سے نماز جنازہ ہی مراد ہے۔

(شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۵۰۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

التوبہ: ۱۰۳ میں صلوٰۃ کی تفسیر میں علامہ عینی اور علامہ ابن بطلال کے نزاع میں مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطلال کی یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس تفسیر کی بناء پر یہ لازم آئے گا کہ آپ کو صرف ان مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جو آپ کو زکوٰۃ لا کر دیں حالانکہ آپ حتی المقدور تمام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھتے تھے حتیٰ کہ جب مسجد کی صفائی کرنے والا خادم رات کو فوت ہوا اور صحابہ نے اسے رات ہی کو دفن کر دیا تو آپ ناراض ہوئے کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی ظاہر ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا نیز صحیح بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے: جب لوگ آپ کے پاس اپنے صدقات لاتے تو

آپ فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما! اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں پر صلوٰۃ سے مراد ہے: مسلمانوں کے حق میں خیر اور برکت نازل فرما! جیسا کہ علامہ خطابی اور علامہ عینی نے بیان کیا ہے باقی رہا علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور امام کی دعا تو زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت نہیں ہو سکتی اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک جس طرح نبی ﷺ کی دعا باعث طمانیت ہوتی ہے اس درجہ میں تو دوسرے امام کی دعا باعث طمانیت نہیں ہوگی لیکن اس سے کم کسی درجہ میں تو ان کی دعا زکوٰۃ دینے والوں کے لیے باعث طمانیت ضرور ہوگی اور تمام احکام شرعیہ اسی طرح ہیں مثلاً مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھنے کا حکم ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں جس درجہ کا ثواب ملتا ہے کسی اور کی اقتداء میں تو اس درجہ کا ثواب نہیں ملے گا لیکن بہر حال کسی نہ کسی درجہ کا ثواب تو ضرور ملے گا یا جس طرح آپ کی زیر قیادت جہاد کرنے کا جتنا ثواب ہے کسی اور امیر کی زیر قیادت تو اتنا ثواب نہیں ہوگا لیکن بہر حال اس کو کچھ نہ کچھ ثواب ضرور ہوگا اسی طرح زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ لے کر دعا دینے کا معاملہ ہے۔

فانہم وتشکر.

### امام پر زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرنا واجب ہے یا مستحب؟

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں جو امام کا لفظ لکھا ہے اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو امام بھی زکوٰۃ وصول کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے بعض ظاہریہ (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ امام کے لیے جب ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ واجب ہوتا تو نبی ﷺ زکوٰۃ وصول کر کے لیے جو دعا دیتے ان کو یہ حکم دیتے کہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد زکوٰۃ دینے والوں کے لیے دعا کریں حالانکہ اس طرح نہیں ہے نیز امام باقی کفارات اور قرضہ جات وصول کرتا ہے ان میں اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ دینے والوں کے لیے دعا کرے سو زکوٰۃ کے باب میں بھی اس پر دعا کرنا واجب نہیں ہوگا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھونے نے غزالی کی شرح میں حافظ ابن حجر کی بعض عبارات کو حوالہ دیے بغیر من دغن نقل کر دیا ہے اور نواب صاحب کا اپنی پوری شرح میں یہ وتیرہ ہے اور شروح پر نظر رکھنے والوں کو ان کا سرقہ صاف نظر آتا ہے۔ (عون الباری ج ۲ ص ۳۸۸ دار الرشید حلب سوریا)

۱۴۹۷ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُسْرَقَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: "إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ، قَالَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ، فَإِنَّهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى." [أطراف الحديث: ۴۱۶۶-۶۳۳۲-۶۳۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حضرت ابن عمر نے حدیث بیان کی کہ: میں نے نبی ﷺ سے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی انہوں نے بیان کیا کہ جب آپ ﷺ کے پاس لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما! سو میرے والد بھی آپ کے پاس اپنا صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۸، رقم السلسل: ۲۳۵۳، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۰، سنن نسائی: ۳۳۵۹، سنن ابن ماجہ: ۱۷۹۶، شرح مشکل الآثار: ۳۰۵۲، مصنف

ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹، الاحاد والثانی: ۲۳۶۳، مسند ابوداؤد والطیالیسی: ۸۱۹، المستثنی: ۳۶۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۳۵، صحیح ابن حبان: ۹۱۷، حلیۃ الاولیاء



ج ۵ ص ۹۶، منصف عبد الرزاق: ۶۹۵، سنن کبریٰ: ۲۲۳۹، کتاب الدعاء للطبرانی: ۲۰۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۲، شرح السنن: ۱۵۶۶، تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۱۹، اکمال لابن عدی ج ۶ ص ۲۱۱۲، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۱۱۱، ج ۳ ص ۳۵۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کا تذکرہ اور امام اعظم کا انہیں پانا

(۱) حفص بن عمر بن الحارث ابو حفص الموضی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عمرو بن مرہ بن عبد اللہ بن طارق المرادی (۴) حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ، ابی اوفیٰ کا نام علقمہ بن خالد الحارث الاسلمی المدنی ہے، یہ اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں، انہوں نے ۵۳ احادیث روایت کی ہیں، جن میں سے پندرہ امام بخاری نے روایت کی ہیں، یہ کوفہ میں رہنے والے آخری صحابی تھے اور ۵۸۳ میں فوت ہو گئے تھے، یہ ان سات صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو امام ابو حنیفہ نے ۸۰ھ میں پایا، اس وقت حضرت امام ابو حنیفہ کی عمر ۳ (تین) سال تھی اور یہ وہ عمر ہے جس میں انسان اشیاء کی تمیز اور ادراک حاصل کر لیتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۵)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کے والد آپ کے پاس زکوٰۃ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ابی اوفیٰ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء

جو علماء غیر انبیاء پر بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔ قائل ہیں کہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، امام احمد کا بھی یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ، ان کے اصحاب، امام مالک اور امام شافعی کا یہ ہے کہ انبیاء کے غیر پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ بالاستقلال دعا نہ کی جائے، مثلاً یوں نہ کہا جائے: اے اللہ! ابی اوفیٰ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما یا عمر کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما، لیکن ان پر بالتبع لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی جائے، مثلاً یوں دعا کی جائے: اے اللہ! سیدنا محمد ﷺ پر اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر اور تمام صحابہ اور اہل بیت پر صلوٰۃ نازل فرما۔

رہا یہ سوال کہ جب بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے تو پھر نبی ﷺ نے خود حضرت ابی اوفیٰ کی آل کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعائوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا آپ کا حق ہے اور آپ اپنا حق جس کو چاہیں عطا فرمادیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں مذاہب فقہاء اور علماء شیعہ کا موقف

علماء شیعہ میں ایک حدیث ہے: بعض اصحاب میں سے نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آل پر مستحب صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص کہے: اے اللہ! امیر المؤمنین علی پر صلوٰۃ بھیج! یا فاطمہ الزہراء پر صلوٰۃ بھیج! تو یہ ممنوع ہے حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت سے عام مسلمانوں پر بھی صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے چہ جائیکہ نبی ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے ولی پر صلوٰۃ بھیجنا جائز ہو۔ (تفسیر نمونہ ج ۸ ص ۱۲۱-۱۲۰، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ، طہران، ۱۳۷۵ھ)

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے غیر پر بھی افراد صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے۔ (الاتقاع مع کشاف التناع ج ۱ ص ۲۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے غیر پر مستحب صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(اکمال المعلم بنو اندلس ج ۲ ص ۳۰۵، مطبوعہ دار الوفاء، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:  
امام مالک اور جمہور کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۶۲، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے میں جمہور علماء کا موقف  
علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے پر اجماع ہے اسی طرح تمام انبیاء اور ملائکہ پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنے کے جواز اور استحباب پر لائق شمار علماء کا اجماع ہے اور انبیاء علیہم السلام کے غیر کے متعلق جمہور کا موقف یہ ہے کہ ان پر ابتداء صلوٰۃ نہ بھیجی جائے مثلاً ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں کہا جائے گا اور ممانعت میں اختلاف ہے ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ یہ حرام ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور بہت سے علماء نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں خلاف اولیٰ ہے کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہم کو اہل بدعت کے شعار سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو ہمارے اصحاب نے کہا: اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سلف کی زبانوں میں صلوٰۃ کا لفظ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے جیسے اللہ عزوجل کا لفظ اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے پس جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جائے گا، جس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں کہا جائے گا، اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے اس لیے یہ کہا جائے گا کہ ”اللہم صل علی محمد وعلیٰ وال محمد واصحابہ وازواجہ وذریئہ“ کیونکہ یہ حدیث صحیحہ وارد ہیں اور ہم کو تشہد میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور خارج از نماز بھی اس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے اور جہاں تک سلام کا تعلق ہے تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ غائب کے حق میں کسی صلوٰۃ کی طرح اور غیر انبیاء پر نیز نہیں بھیجا جائے گا پس علی علیہ السلام نہیں کہا جائے گا اور اس میں زندہ اور مردہ برابر ہیں۔ حافظ سلام کے ساتھ مخاطب جائے گا ”تلا“ ”السلام علیک“ یا ”السلام علیکم“ کہا جائے گا۔ (الاذکار ج ۱ ص ۱۳۶-۱۳۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ شمس الدین ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ نے سلام بھیجنے کے مسئلہ میں علامہ جوینی سے اختلاف کیا ہے وہ لکھتے ہیں:  
دوسرے علماء نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق کیا ہے کہ سلام کا لفظ ہر مؤمن کے حق میں مشروع ہے نہ کہ زندہ ہو یا مردہ حاضر یا غائب کیونکہ سلام صرف اور ہر مومن کے لیے ہے نہ کہ شخص کو میرا سلام پہنچا دو یہ اللہ کی آیت (تفہیم) ہے بہ خلاف صلوٰۃ کے کیونکہ وہ رسول کا حق ہے اس لیے نماز کے تشہد میں پڑھتے ہیں: ”سلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین“ اور یوں نہیں پڑھا جاتا: ”الصلوٰۃ علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین“ اور اس سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔

(جلاء الافہام ص ۲۶۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات

مجوزین کی ایک دلیل زیر بحث آیت ہے:

صَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ (النوبہ: ۱۰۳)

آپ ان پر صلوٰۃ بھیجے آپ کی صلوٰۃ ان کے لیے باعث

طمأنیت ہے۔

اور دیگر آیتیں یہ ہیں:

أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ. (یہ) وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے صلوات (البقرہ: ۱۵۷) ہیں اور رحمت۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ. (الاحزاب: ۵۶) وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے۔

ان آیتوں کے علاوہ حسب ذیل احادیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں:  
حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ ان کے لیے دعا کرتے: اے اللہ! ان پر رحمت بھیج۔ سو میرے باپ ابو اوفی صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا فرمائی: اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر رحمت بھیج۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۷، صحیح مسلم: ۱۰۷۸، سنن ابوداؤد: ۱۵۹۰، سنن نسائی: ۳۳۵۹، سنن ابن ماجہ: ۱۵۹۶)

امام دارمی نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں ہے: ایک خاتون نے کہا: یا رسول اللہ! مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوٰۃ بھیجے تو آپ نے ان پر صلوٰۃ بھیجی۔ (سنن الدارمی: ۳۶، مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۸-۳۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۹۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹)  
قیس بن سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنی صلوات اور رحمت بھیج۔ (سنن ابوداؤد: ۵۱۸۵، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۳۲۵)

ان آیات اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ آیات اور احادیث اللہ تعالیٰ اور اللہ ﷺ کے صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حکم اور کسی قاعدہ کا پابند نہیں ہے وہ جس کو چاہے اور جو چاہے۔ رسول اللہ ﷺ کا حق ہے وہ اپنا حق جس کو چاہیں عطا کر دیں سو یہ آیات اور احادیث سے موضوعات خارج ہیں۔ موضوع یہ ہے کہ امت کسی غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجے اور یہ چیز ان آیات اور احادیث سے ثابت نہیں ہے۔

انبیاء اللہ کے غیر پر انفرادی لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کی ممانعت کے دلائل

امام ابن عبدالبر متوفی ۵۶۳ھ نے فرمایا: صلوٰۃ اللہ تعالیٰ پر کیا ہے۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا. (النور: ۶۳)  
تم آپس میں رسول کی دعا کو ایسا نہ قرار دو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے لیے دعا کرتے ہو۔

اگر رسول اللہ ﷺ کے لیے دعا میں صلوٰۃ کا ذکر ہوا تو اس میں ایک دوسرے کے لیے دعا میں بھی صلوٰۃ کا ذکر نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ ﷺ اور عام مسلمانوں کے لیے دعا میں کوئی قیاس ہے تو اس میں صلوٰۃ کا ذکر بھی نہیں ہو سکتا۔

(الاسدکار ج ۶ ص ۲۶۲، طبع بیروت ۱۴۱۳ھ، ج ۷ ص ۹۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے سوا کسی شخص کا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا میرے علم میں جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۳۱۱۹، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳، الاسدکار ج ۶ ص ۲۶۳، التہذیب ج ۷ ص ۹۹)

امام عبدالرزاق نے یہ اثر اس طرح روایت کیا ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انبیاء کے سوا کسی شخص پر صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے۔ سفیان نے کہا: نبی کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔ (المصنف: ۳۱۱۹، المعجم الکبیر: ۱۸۸۱۳، ج ۱۱)

امام مالک وغیرہ نے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کی قبر (مبارک) پر کھڑے ہوتے اور نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے۔ (الاسدکار ج ۶ ص ۲۶۳، التہذیب ج ۷ ص ۹۹)

موطاً امام مالک کے موجودہ نسخوں میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی قبر پر کھڑے ہوتے اور نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ پر صلوٰۃ بھیجتے۔ (رقم الحدیث: ۱۶۶) امام ابن عبدالبر نے اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ کو اس روایت کے درج کرنے میں مغالطہ ہوا ہے، صحیح روایت اس طرح ہے جس طرح مذکور الصدر عبارت میں ذکر ہے۔

(الاستاذ کا رج ۶ ص ۲۶۳، التہذیب ج ۷ ص ۹۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی ﷺ کے سوا کوئی شخص کسی شخص پر صلوٰۃ نہ بھیجے، باقی لوگوں کے لیے دعا کی جائے اور ان پر رحمت بھیجی جائے۔ (الاستاذ کا رج ۶ ص ۶۳)

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء اللہؑ کے غیر پر تبعاً صلوٰۃ و سلام بھیجنا جائز ہے اور انفراداً اور استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور صرف سلام بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔ یہی جمہور کا مسلک اور یہی ہمارا موقف ہے۔

\* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۳۸۸ - ج ۲ ص ۱۰۱۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ ② غیر انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل ③ غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بھیجنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات ④ غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام کے مسئلہ میں علماء کی آراء ⑤ حرف مدعا۔

ہر چند کہ شرح صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث تفسیر سے لکھی گئی ہے، لیکن مسند الباری میں اس کی زیادہ تحقیق ہے، نیز ہم نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں التوبہ: ۱۰۳ کے تحت اس سے زیادہ لکھا ہے۔

## ۶۵ - بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ جو چیزیں سمندر سے نکالی جاتی ہیں

یعنی جو چیزیں سمندر نکالی جاتی ہیں آیا ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَيْسَرُ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَيْءٌ دَسَّرَهُ الْبَحْرُ  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عنبر رکا ز (کان یا دینہ) میں ہے یہ چیز ہے جس کو سمندر ساحل پر پھینک دیتا ہے۔  
یہ تعلق سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۴۶ میں سند کے ساتھ مذکور ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۳ (مجلس علمی بیروت) میں ہے۔

## عنبر کے معنی کا تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عنبر خوشبوی ایک قسم کا مادہ ہے جو سمندر کے گہرائی میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ سمندر کی ایک قسم کی کھجور کی طرح ہے۔ ایک قسم کا مادہ ہے جس کو بعض سمندری جانور کھاتے ہیں ابن سینا نے کہا: یہ جو کھا جاتا ہے کہ یہ کسی سمندری جانور کی لید یا قے ہے، لیکن یہ بہت بعید قول ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حکیم مظفر حسین اعوان نے لکھا ہے:

عنبر ایک بھلی (سپریم ویل) کے شکم سے نکلتا ہے اس کی صورت اکثر گول ہوتی ہے اس لیے اسے شامہ بھی کہتے ہیں اس کا وزن نصف کلو سے لے کر دس کلو تک ہوتا ہے یہ موی مادہ ہے جو سرد پانی میں حل نہیں ہوتا ہے لیکن گرم پانی میں گداز ہو جاتا ہے۔

(کتاب المفردات ص ۲۶ شیخ غلام علی ایندسز لاہور)

مولوی فیروز الدین لکھتے ہیں:

ایک مشہور اور نہایت عمدہ قسم کی خوشبو کا نام ہے جو ایک قسم کا موم ہے، کوہستان ہند اور چین میں شہد کی مکھوں سے حاصل ہوتا ہے



بعض کا خیال ہے یہ ایک قسم کی دریائی گائے کا گوبر ہے، مگر یہ درست نہیں۔ (فیروز اللغات 'فارسی' حصہ دوم ص ۱۵۵ 'فیروز سنز' لاہور ۱۹۶۸ء)

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمْسُ.  
اور حسن بصری نے کہا: عنبر میں اور موتی میں خمس (ان کی

مالیت کا پانچواں حصہ ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ 'مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۵۸) (مجلس علمی بیروت) میں مذکور ہے۔

فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي  
الرَّكَازِ الْخُمْسَ، لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ.

نبی ﷺ نے صرف رکاز (کان یا دینہ) میں خمس مقرر فرمایا  
نہ کہ اس میں جو پانی میں پایا جاتا ہے۔

اس تعلیق سے امام بخاری، حسن بصری کا رد کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے صرف دینہ یا کان میں خمس مقرر کیا ہے نہ کہ اس چیز میں جو مچھلی کی طرح پانی میں پائی جائے۔

۱۴۹۸ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ بَأَن يُسَلِّفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرَكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَظَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَظَبًا فَلَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ.

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبد الرحمن بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کسی دوسرے بنی اسرائیل کے شخص سے سوال کیا کہ وہ اس کو ایک ہزار دینار قرض دے سو اس نے اس کو وہ دینار دے دیئے پس وہ (ان کو واپس کرنے کے لیے) سمندر میں نکلا تو اس کو کوئی کشتی نہیں ملی اس نے ایک لکڑی کو کھوکھلا کر کے اس میں ہزار دینار رکھ دیئے پھر وہ لکڑی سمندر میں ڈال دی پھر وہ شخص نکلا جس نے اس کو قرض دیا تھا تو اس کو وہ لکڑی ملی وہ اپنے گھروالوں کے استعمال کے لیے اس لکڑی

[اطراف الحديث: ٢٠٦٣-٢٢٩١-٢٣٠٣-٢٣٣٠-٢٤٣٣-٢٦٩١]

(الادب المفرد: ۱۱۲۸، صحیح ابن حبان: ۶۳۸۷، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۹-۳۲۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۵۸- ج ۱ ص ۲۳۷-۲۳۶، مؤسسه

الرسالة بيروت: جامع السانيد لابن جزى: ٢٣٦٤، مكتبة الرشد رياض ٢٢٦١ (٥)

حدیث مذکور کا اصل متن

امام بخاری نے اپنی شرح میں اس حدیث کو سات جگہ روایت کیا ہے، لیکن یہ بھی اس کا سب سے متن ذکر نہیں کیا، ہم قارئین کے استفادہ کے لیے اس حدیث کا مکمل متن پیش کر رہے ہیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے کسی دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے اس نے کہا: تم گواہ لے کر آؤ جن کو میں اس قرض پر گواہ بناؤں اس نے کہا: میرا گواہ اللہ ہے اس نے کہا: تم کفیل (ضامن) لے کر آؤ اس نے کہا: میرا کفیل اللہ ہے اس نے کہا: تم نے سچ کہا پھر اس کو ایک مدت معین تک کے لیے ایک ہزار دینار دے دیئے پھر وہ شخص سمندر پار چلا گیا اور اس نے اپنی ضرورت پوری کی پھر اس نے مدت معین

آنے پر کشتی تلاش کی تاکہ اس کو ایک ہزار دینار واپس کر آئے، لیکن اس کو کشتی نہیں ملی، پھر اس نے ایک لکڑی کو اندر سے کھوکھلا کیا، اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور عرض خواہ کے نام ایک خط لکھ کر رکھ دیا، پھر وہ سمندر پر آیا اور کہا: اے اللہ! تجھے علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے، اس نے مجھ سے کفیل (ضامن) کا سوال کیا تو میں نے کہا: میرا کفیل اللہ ہے، پس وہ تیری کفالت پر راضی ہو گیا، پھر اس نے گواہ کا سوال کیا تو میں نے کہا: میرا گواہ اللہ ہے، پس وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا اور بے شک میں نے کشتی تلاش کرنے کی پوری کوشش کی مگر مجھے کشتی نہیں ملی، جس کے ذریعہ میں وہ رقم پہنچا سکوں جو تو نے مجھے عطا فرمائی ہے اور بے شک اب میں یہ رقم تیری امانت میں رکھتا ہوں، پھر وہ اس لکڑی کو سمندر میں بہا کر واپس آ گیا اور وہ اس عرصہ میں کشتی تلاش کرتا رہا تاکہ اس آدمی کے شہر پہنچ جائے، ادھر وہ آدمی جس نے اس کو ایک ہزار دینار قرض دیئے تھے سمندر پر آیا تاکہ اسے وہ آدمی ملے جو اس کی رقم لے کر آئے گا تو اچانک اس کو سمندر میں وہ کھوکھلی لکڑی مل گئی جس میں اس کی رقم تھی، وہ اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے استعمال کے لیے لے آیا، جب گھر آ کر اس نے اس لکڑی کو توڑا تو اس میں اس کی رقم تھی اور اس مقروض کا لکھا ہوا خط تھا۔

پھر کچھ دنوں بعد وہ مقروض اس کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں مسلسل کشتی تلاش کرنے کی کوشش میں لگا رہا تاکہ تم کو تمہاری رقم وقت پر پہنچا دوں لیکن اس سے پہلے مجھے کوئی کشتی نہیں ملی تاکہ میں تمہاری رقم وقت مقرر پر تم کو ادا کر دوں، اس قرض خواہ نے کہا: کیا تم نے میرے پاس کوئی چیز بھیجی تھی؟ مقروض نے کہا: کیا تم کو میں نے یہ خبر نہیں دی کہ مجھے اس سے پہلے کوئی کشتی نہیں ملی، جس میں بیٹھ کر آتا اور تمہاری رقم تمہارے حوالے کر دیتا، اس قرض خواہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے تمہاری وہ رقم اور وہ خط مجھے پہنچا دیا جو تم نے اس میں رکھا تھا، لہذا تم اپنے ان ہزار دینار کو میری طرف سے واپس چلے جاؤ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۹-۳۳۸ طبع قدیم مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۸ مؤسسہ دارالحدیث بیروت، صحیح ابن حبان: ۶۳۸۷)

### حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور امام بخاری کا مقصود

اس حدیث کی عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ وہ کھوکھلی لکڑی سمندر سے نکالی گئی اور امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے روایت کیا ہے کہ اس لکڑی کو سمندر سے نکالنے کے لیے اس شخص خواہ کوئی زکوٰۃ کا مالک نہ ہو، جب نہیں ہوئی، ہر چند کہ یہ پچھلی امتوں کا واقعہ ہے لیکن جب نبی ﷺ گزشتہ امتوں کا کوئی واقعہ دے بغیر بیان فرمائیں تو وہ بھی ہماری شریعت میں حجت ہوتا ہے۔

### سمندر سے نکالے گئے موتیوں اور عنبر میں وجوب زکوٰۃ کے متعلق اختلاف فقہاء

علامہ ابو حنیفہ بن علی بن خلف بن ابی مالک رحمہ اللہ موتیوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب موتیوں اور عنبر میں زکوٰۃ نکالا جائے تو ان میں سے انہیں (شخص سے) جو چیز ملے اس چیز کا یا اس کی مالیت کا پانچواں حصہ حکومت کو یا بیت المال کو ادا کرنا۔ سعیدی (ج ۱)

جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ ان میں کوئی چیز واجب نہیں ہے اور عنبر اور موتی گھر کے باقی سامان کی طرح ہیں، یہ اہل مدینہ فقہاء کو ذیلٹ، امام شافعی، امام احمد اور ابو ثور کا قول ہے، اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ عنبر اور موتی اور جوز یور بھی سمندر سے نکالا جائے اس میں خمس ہے اور یہ عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور ابن شہاب کا قول ہے۔

ابن القصار نے کہا: امام ابو یوسف اور دیگر فقہاء تابعین کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: رکاز میں خمس ہے، اس میں یہ دلیل ہے کہ غیر رکاز میں خمس نہیں ہے اور سمندر میں ملنے والی چیز پر رکاز (کان یا دینہ) کا اطلاق نہیں کیا جاتا، اور موتی اور عنبر سمندری جانور سے پیدا ہوتے ہیں، لہذا یہ پچھلی اور صدف کے مشابہ ہیں۔



الْجَاهِلِيَّةِ فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ الْخُمْسُ وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ. زمانہ جاہلیت کا دینہ ہے اس کے قلیل اور کثیر میں خمس ہے اور معدن (کسی چیز کی کان) رکاز نہیں ہے۔

اس تعلیق کی امام ابو عبید نے کتاب الاموال میں روایت کی ہے اور معدن (کسی چیز کی کان) رکاز نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ دینہ میں سے چالیسواں حصہ بیت المال کو دینا ہوگا اور کان میں سے پانچواں حصہ بیت المال کو دینا ہوگا۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ کان میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے اور قول جدید یہ ہے کہ اگر کان بہ قدر نصاب ہے تو اس میں زکوٰۃ ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۴۲)

وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ. اور تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: معدن (کان) میں تاوان نہیں ہے اور رکاز میں خمس ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص کسی چیز کی کان میں کام کرتے ہوئے گر کر مر گیا تو اس میں تاوان نہیں ہے، گویا اس کی جان مفت میں گئی۔ یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۱ (مطبوعہ ملتان) میں مذکور ہے۔

وَإِذَا أَخَذَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً. اور عمر بن عبد العزیز کان میں ہر دو سو درہم میں سے پانچ درہم (چالیسواں حصہ) لیتے تھے۔

یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۴ ص ۲ (مطبوعہ ملتان) میں متصل کے تحت مذکور ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرَبِ فَلَيْسَ الْخُمْسُ وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضٍ فَلَيْسَ الزَّكَاةُ. در حسن یہ ہے: ما جو کان سرزمین حرب میں ہو اس میں خمس ہے۔ جو سرزمین مسلم میں ہو اس میں زکوٰۃ ہے۔

اس تعلیق کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۸۲ (مجلس علمی بیروت) میں ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۷۷ (دارالکتب العلمیہ بیروت) میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے تعلقات سے تعارض ہے، بعض تعلقات کے اعتبار سے کان میں خمس ہے اور بعض کے اعتبار سے کان میں زکوٰۃ ہے۔

وَإِنْ وَجَدْتَ اللَّقْظَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرَفَهَا وَإِنْ كَانَتْ مِنْ الْعَدُوِّ فَفِيهَا الْخُمْسُ. اور اگر دشمن کی سرزمین میں لفظ پاؤ تو اس کا اعلان کرو اور اگر وہ لفظ دشمن کا ہو تو اس میں خمس ہے۔

اس لفظ کا یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان کا ہو اور اگر یمن کا ہو تو وہ دشمن کا ہے پھر اس میں خمس ہے۔ یہ حسن بنری کے حامی کا تہمہ ہے اور اس کی اصل مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۸۱ (مجلس علمی بیروت) میں ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۷۷ (دارالکتب العلمیہ بیروت) میں ہے۔

امام بخاری کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کہ وہ کان میں خمس ادا کرنے کو واجب بھی کہتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دَفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِأَنَّهُ يُقَالُ ارْكُزْ الْمَعْدِنُ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ قِيلَ لَهُ قَدْ يُقَالُ لِمَنْ وَهَبَ لَهُ شَيْءٌ أَوْ رِبْحٌ. اور بعض الناس نے کہا: المعدن رکاز ہے جیسے جاہلیت کا دینہ ہے کیونکہ عرب لوگ "ارکز المعدن" اس وقت کہتے ہیں کہ جب کان میں سے کوئی چیز نکلے، بعض الناس سے اس کے جواب



رَبْحًا كَثِيرًا' أَوْ كَثُرَ ثَمَرُهُ أَرْكَزَتْ. ثُمَّ نَاقَضَ' وَقَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَكْتُمَهُ فَلَا يُوَدِّي الْخُمْسَ.

میں کہا گیا کہ جب کسی شخص کو کوئی چیز بہہ کی جائے یا وہ کسی تجارت میں بہت زیادہ نفع کمائے یا اس کے باغ میں بہت زیادہ پھل لگیں

تب بھی عرب لوگ کہتے ہیں: "ارکزت" (حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق رکاز نہیں ہیں) پھر بعض الناس نے اپنے قول کی خود مخالفت کی اور کہا: اگر کوئی شخص اس کان کو چھپالے تو کوئی حرج نہیں ہے، سودہ اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ حکومت کو ادا نہ کرے۔

امام بخاری کی یہ اصطلاح ہے کہ وہ اپنی صحیح میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بعض الناس (بعض لوگوں کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں) امام بخاری کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے پہلے یہ کہا کہ کسی چیز کی کان زمانہ جاہلیت کے دینہ کی طرح ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دینا واجب ہے کیونکہ دینہ میں سے پانچواں حصہ حکومت کو دیا جاتا ہے پھر انہوں نے اس قول کی خود مخالفت کی اور کہا: اگر حکومت کا عامل اس کے پاس کان میں سے پانچواں حصہ طلب کرنے کے لیے آئے تو کان والے پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس کان کو چھپالے اور اس عامل کو پانچواں حصہ نہ دے اور یہ پہلے قول کے خلاف ہے کیونکہ پہلے قول کے مطابق اس پر واجب تھا کہ وہ پانچواں حصہ حکومت کے عامل کو ادا کرتا۔

امام بخاری کے اعتراض کا مصنف کی صرف سے جواب اور کان کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول سے امام اعظم کا قاعدہ کلیہ بیان نہیں فرمایا امام حالات میں یہ واجب ہے کہ جس شخص کی زمین سے کسی چیز کی کان نکلے مثلاً نمک کی یا پتھر کے کوئلہ کی یا مٹی کے تیل کی یا قدرتی گیس کی تو اس شخص پر واجب ہے کہ وہ حکومت کو مطلع کرے اور حکومت اپنے ذمہ اور وسائل سے اس کان سے اس چیز کے نکلنے کا انتظام کرے اور اس سلسلہ میں غیر ملکی کمپنیوں کے جو اخراجات ادا کرنے پڑیں اور حکومت کو اس میں یا گیس یا کوئلہ یا نمک کو پورے ملک میں پھیلانے کے لیے جو اخراجات ادا کرنے پڑیں ان اخراجات کو نہا کرنے کے بعد جو خالص نفع حاصل ہو اس کے پانچ حصہ کیے جائیں اور اس میں سے چار حصہ نفع تو ہر سال زمین کے مالک کو بہ طور رائلٹی دیئے جائیں اور ایک حصہ جو خمس ہے وہ ہر سال حکومت اپنے پاس رکھے۔

یہ طرز اس وقت سے جب زمین کے بہت بڑے رقبے میں کان نکلے اور اتنے بڑے رقبہ پر جو کام محیط ہو اس سے مطلوبہ معدن (مثلاً تیل یا قدرتی گیس) کان زمین کے مالک کے لیے عادی ممکن نہ ہو تو اس صورت میں زمین کا مالک اس کان سے حکومت کو مطلع کرے اور اس صورت میں وہی طریقہ اس میں لایا جائے جس کا ہم نے اس ذکر کیا ہے اور اگر زمین کے حدود اور تھوڑے سے حصہ میں کوئی سونے یا چاندی کی کان نکلی ہو اور زمین کا مالک اس کان سے اپنے ذاتی وسائل سے اس میں موجود سونے یا چاندی کو حاصل کر سکتا ہو تو پھر اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اس سونے یا چاندی میں سے حکومت یا بیت المال کو اس کا پانچواں حصہ ادا کرے اور یہ تب ہوگا جب حکومت ظالم اور عیاش ہو اور وہ بیت المال کی رقم کو اپنی عیاشیوں میں خرچ کرتی ہو اور بیت المال کے مصارف میں اور قییموں، بیواؤں اور محتاجوں کے حقوق ادا نہ کرتی ہو ایسی صورت میں جس کے اپنے مکان میں یا دکان میں سونے یا چاندی کی کان نکل آئے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کان سے حکومت کو مطلع نہ کرے اور اس کان سے سونے یا چاندی کو حاصل کر کے بیت المال کے مصارف میں خرچ کرے اور قییموں، بیواؤں اور محتاجوں کی مدد کرے اور اگر وہ خود بہت زیادہ مستحق ہے تو وہ اس کام کے





واجب ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۷۱، رقم المسلسل: ۳۳۸۵، سنن ترمذی: ۱۳۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۳، سنن ابوداؤد: ۳۰۸۵، مسند الحمیدی: ۱۰۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۷۱، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۵۱، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۵، ج ۸ ص ۳۴۳، سنن کبریٰ: ۵۸۳۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۲۶، صحیح ابن حبان: ۶۰۰۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۵۳، ج ۱۲ ص ۱۹۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۳۸۲۰، مکتبۃ الرشدر یا ضیاء) (۱۳۲۷ھ)

### جانور کے کیے ہونے نقصان کی ضمانت میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے: جانور سے جو نقصان ہو اس میں تاوان نہیں ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ دن میں اگر جانور کسی کا نقصان کر دیں تو اس میں کوئی تاوان نہیں ہے جب کہ اس جانور کے ساتھ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا نہ ہو اگر اس کے ساتھ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا ہو تو پھر جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا سوار یا اس کا چلانے والا اس نقصان کا ضامن ہوگا اور داؤد ظاہری اور غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ہر صورت میں اس کے نقصان کا کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ (اکمال العلم بعلوم مسلم ج ۵ ص ۵۵۳، دار الوفاء، ۱۳۱۹ھ)

### کنویں میں اور کان میں گرنے والے کا تاوان نہ ہونا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: درختوں میں گرنے والے کا تاوان نہیں ہے۔ یعنی اس کا قصاص لیا جائے گا نہ اس کی دیت ہوگی، یعنی کسی شخص نے جنگل میں گر کر کسی آبادی میں جہاں لوگوں کا گزر ہوتا ہے، پس اس میں کوئی آدمی گر گیا، یا کسی شخص نے کسی مزدور سے کہا کہ وہ اس کی زمین میں کنواں کھودے اور اس میں وہ گر گیا یا کسی شخص نے کان کھودنے کے لیے کسی کو بلایا اور وہ کان میں گر گیا، ان دونوں صورتوں میں گرنے والے شخص کا کسی پر قصاص ہے نہ دیت ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۳۶)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے رکاز میں پائے جانے والے چیزیں جو دیکھیں اور رکاز کے مصداق میں اختلاف ہے کہ وہ کان ہے یا دھنیا؟ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

### رکاز کا مصداق

رکاز مصداق میں اکتلا ہے تمام شے کے رکاز کہ زمانہ جاہلیہ کا دھنیا ہے۔ امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے کہا ہے: رکاز اس میں ہے کہ زمانہ جاہلیہ کا دھنیا ہے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۵، کتاب الام ج ۲ ص ۴۳)

نیز امام بیہقی نے امام ابو حنیفہ سے حکایت کی ہے کہ تمام معادن یعنی تمام کانیں رکاز ہیں۔ (کتاب الآثار ج ۳ ص ۳۰۸)

امام ابو حنیفہ کی تائید میں حسب ذیل آثار ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رکاز وہ سونا ہے جس کو اللہ نے اس دن پیدا کیا جس دن اس نے زمین کو پیدا کیا تھا۔ (سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲، کنز العمال: ۱۰۹۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رکاز وہ سونا ہے جو زمین کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲، اکمال لابن عبدی ج ۲ ص ۸۳۳)



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رکاز میں خمس ہے، پوچھا گیا: یا رسول اللہ! رکاز کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ سونا ہے جس کو اللہ نے اس دن پیدا کیا جس دن زمین کو پیدا کیا۔

(سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۲، کتاب السنن والاکابر ج ۳ ص ۳۰۸)

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رکاز کان ہے نہ کہ دفینہ کیونکہ لوگ سونا چاندی دفن کرتے ہیں اس کو دفینہ کہتے ہیں اور کان وہ جگہ ہے جہاں سونا چاندی اور دیگر معدنیات پیدائشی طور پر موجود ہوتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ رکاز کان ہے نہ کہ دفینہ۔

### رکاز میں نصاب کی شرط کے متعلق مذاہب فقہاء

ہمارے نزدیک رکاز کے قلیل اور کثیر میں خمس واجب ہے اور اس میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس میں نصاب کی شرط ہے اور انہوں نے اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں لگائی اور داؤد ظاہری نے اس میں نصاب کی اور سال گزرنے کی شرط لگائی ہے اور ہماری دلیل وہ نصوص ہیں جن میں نصاب کی شرط نہیں ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۱ - ج ۴ ص ۸۸۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوانات یہ ہیں:

① جانور کے کیے ہوئے نقصان - ② غنیمت کا نظریہ - ③ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ - ④ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ - ⑤ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ - ⑥ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑦ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑧ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑨ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑩ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑪ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑫ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑬ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑭ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑮ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑯ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑰ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑱ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑲ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ⑳ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉑ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉒ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉓ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉔ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉕ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉖ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉗ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉘ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉙ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉚ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉛ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉜ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉝ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉞ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㉟ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊱ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊲ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊳ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊴ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊵ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊶ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊷ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊸ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊹ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊺ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊻ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊼ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊽ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊾ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ - ㊿ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ -

۶۷ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَالْعَالِيَّ بَیْرَ﴾

اللہ جل جلالہ شاد: اور زکوٰۃ کی وصول یابی

عَلَيْهَا (التوبہ: ۶۰) وَمُحَاسَبَةِ

پر مامور لوگ (التوبہ: ۶۰) اور امام کا

الْمُصَدِّقِينَ مَعَ الْإِمَامِ

اس باب میں یہ بیان کیا ہے: امام اور مامورین کے درمیان زکوٰۃ وصول کرنے کے متعلق بیعت ہے اسے اسے کہنا

چاہیے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اسد کے ایک شخص کو بنو سلیم کے صدقات وصول کرنے پر مامور کیا اس کو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا جب وہ زکوٰۃ لے کر آیا تو آپ نے اس کا محاسبہ کیا۔

۱۵۰۰ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْأَسَدِ عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنُ اللَّتْبِيَةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسِبَهُ [الطراف الحديث: ۲۵۹۷-۷۱۷۳]

(صحیح مسلم: ۱۸۳۲، الرقم المسلسل: ۳۶۵۶، سنن ابوداؤد: ۲۹۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۹۳، مسند المزاري: ۳۷۰۷، صحیح ابن خزيمة: ۲۳۳۹، شرح مشکل الآثار: ۴۳۴۰، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۹-۱۵۸، شرح السنہ: ۱۵۶۸، مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۳۵۹۸-۲۳۵۹۹ ج ۳۹ ص ۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کا مکمل متن روایت نہیں کیا، دوسرے باب میں کیا ہے، اس لیے ہم اس باب میں اس حدیث کا مکمل متن بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ آپ نے عامل کا کیوں اور کس طرح محاسبہ کیا تھا۔

حدیث مذکور کا مکمل متن

حضرت ابو حمید الساعدي رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسد کے ایک شخص کو عامل بنایا، جس کو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا، عمرو نے کہا: اس کو صدقہ وصول کرنے پر عامل بنایا تھا، جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا: یہ چیزیں آپ کے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے دی گئی ہیں، پس رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اس عامل کا کیا حال ہے جس کو میں (صدقہ وصول کرنے) بھیجتا ہوں اور وہ واپس آ کر یہ کہتا ہے: یہ چیزیں آپ کے لیے ہیں اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ میں دی گئی ہیں، وہ آپ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر جا کر کیوں نہ بیٹھا حتیٰ کہ ہم دیکھتے کہ پھر اس کو ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں! اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں، ان سے اس شخص جس کو میں نے گاہے گاہے شخص قیامت کے دن اس چیز کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا، اونٹ بڑا رہا ہو گا یا گائے، اسرار ہو گی یا بکری، میں نے اس کو پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ ہم نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی، پھر آپ نے دوسرے فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۹۷، صحیح مسلم: ۱۸۳۲، سنن ابوداؤد: ۲۹۳۶)

### عاملین زکوٰۃ سے حساب لینا اور دیگر فقہی مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فتہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جن عاملین کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے ان کے لیے اموال زکوٰۃ سے از خود کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے، البتہ امام اور ملک کا سربراہ اپنی صواب دید سے ان کی محنت اور سعی کے اعتبار سے جو کچھ دے صرف وہ لینا ان کے لیے جائز ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو مساکین زکوٰۃ کے لیے کسی منصب پر مقرر کیا جائے، اس کی خوراک اور گزر بسر کے لیے اگر کوئی وظیفہ یا جائز ہونے والے قضاوت وراثت یا خطبات وغیرہ تاہم متقدمین میں سے بعض فقہاء نے اس کو ناجائز کہا ہے، ان شاء اللہ اس کا ذکر ”رزق الحکام والعاملین“ کے باب میں آئے گا۔

امہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عاملین کا محاسبہ کرنا جائز ہے اور محاسبہ ان کی امانت کی تصحیح پر مشتمل ہونا چاہیے، دوسرے علماء نے یہ کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو عاملین کا محاسبہ کرتے تھے یہ حدیث اس کی اصل ہے، اور حضرت عمران کا محاسبہ اس لیے کرتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ عاملین کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے اور مال و دولت کی یہ کثرت ان کو ان کے منصب کے دوران حاصل ہوئی تھی تو انہوں نے نبی ﷺ کے اس ارشاد کی اتباع میں کہ یہ عامل اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر کیوں نہ بیٹھ گیا، پھر میں دیکھتا کہ اس کو کوئی ہدیہ دیتا ہے یا نہیں، اور اس کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ منصب نہ ہوتا تو پھر اسے کوئی ہدیہ نہ دیتا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا اور وہ غمال کی مال و دولت کو جو ضبط کرتے تھے اس کو بیت المال میں داخل کرتے تھے، اپنے پاس نہیں رکھتے تھے اور اس بحث کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ ”کتاب الحیل“ میں آئے گی۔

المہلب نے کہا کہ اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ جب عالم یہ دیکھے کہ کوئی شخص کسی تاویل سے کوئی مال حاصل کر رہا ہے اور اسے تاویل میں خطاء ہوئی ہے تو وہ لوگوں کے سامنے اس کی خطاء پر تنبیہ کرے تاکہ تمام لوگوں کو اس کی تاویل کی خطاء معلوم ہو جائے اور عامل پر لازم ہے کہ وہ قطعی دلائل سے اس کی خطاء کو بیان کرے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے قطعی دلائل کے ساتھ ابن اللتبیہ کی خطاء کو بیان فرمایا۔

نیز اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ خطاء کار کی خطاء پر مذمت کرنی چاہیے۔  
اور اس حدیث کے فقہی مسائل میں سے یہ ہے کہ پہلے کسی کم درجہ کے مسلمان کو کسی منصب پر فائز کرنا چاہیے پھر اس تجربہ کی روشنی میں دوسروں کو یہ منصب سونپنا چاہیے جیسے نبی ﷺ نے پہلے ابن اللتبیہ کو اس منصب پر مقرر فرمایا حالانکہ اس وقت ان سے اعلیٰ درجہ کے اصحاب بھی موجود تھے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۵۰۷ 'دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)  
حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے کہا ہے کہ ابن اللتبیہ کا نام عبد اللہ ہے اور ان کی ماں کا نام معلوم نہیں ہو سکا ان کا محاسبہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جس نوع کے صدقات یہ وصول کر کے لائے تھے اسی نوع کے صدقات ان کے پاس پائے گئے تھے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۹ 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی غفرلہ متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی بیعت کی ہے جو علامہ ابن بطلال نے کی ہے۔  
اسی طرح نواب صدیق حسن خاں متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اس کی شرح کا خلاصہ لکھا ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۰ 'عون الباری ج ۲ ص ۴۹۴')

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۴۶۲۳۔ ج ۷ ص ۷۷ پر مذکور ہے '۲۱' کی وضاحت میں دو تین سطریں لکھی گئی ہیں۔

صدقہ کی اونٹنیوں اور ان کے دودھ کو

• فروں کے لیے استعمال کرنا

۶۸ - بَابُ اسْتِعْمَالِ الْمَدَقَةِ

وَالْبَانِيهَا لِابْنَاءِ السَّبِيلِ

۱۵۰۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ بْنِ حَاتِمٍ قَدَّاهُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ سَائِرَ عُرَاحِ الْيَمَامَةِ الْوَدَّاءِ لِرَسُولِهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَاتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوا مِنْ الْبَانِيهَا وَأَبْوَالِهَا فَيَقْتُلُوا الرَّاعِيَّ وَاسْتَأْثَرُوا الدَّوْدَ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَتَرَ أَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعْضُونَ الْحَبَارَةَ تَابَعَهُ أَبُو قِلَابَةَ وَحَمِيدٌ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی ان کی از شعبہ انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے عرینہ کے کچھ لوگوں کو مدینہ رساں آ یا رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دی کہ وہ صدقہ کی اونٹنیوں کے پاس جائیں اور ان کا دودھ اور ان کا پیشاب پیئیں سو انہوں نے چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو ہنکا کر لے گئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلوایا سو ان کو لایا گیا پھر ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کو پتھر ملی زمین میں ڈال دیا گیا وہ دانتوں سے پتھر کاٹ رہے تھے۔ قتادہ کی متابعت ابو قلابہ حمید اور ثابت نے کی ہے از حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۶۹- بَابُ وَاسْمِ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ

۱۵۰۲- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا  
الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي  
إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي  
بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ غَدَوْتُ إِلَى  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي  
طَلْحَةَ لِيُخَيِّنَكُ، فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْمَيْسَمُ، يَسْمُ إِبِلَ  
الصَّدَقَةِ.

[اطراف الحديث: ۵۵۳۲-۵۸۲۳] (شرح السنہ: ۸۱۲) مسند

احمد ج ۳ ص ۲۵۳ طبع قدیم مسند احمد: ۱۳۶۶۳ ج ۱۲ ص ۲۳۵ مؤسسہ

الرسالة بیروت

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن المنذر ابو اسحاق الحزازی القرشی الاسدی (۱) الولید بن اسمعیل العباسی الاموی، قرشی یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے  
تھے (۳) ابو عمرو الاوزاعی ان کا نام عبد الرحمن بن عمرو ہے (۴) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے یہ  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں ان کی نیت ابویحییٰ ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۲)  
گھٹی دینے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متولی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گھٹی دینے کا ذکر ہے اس کا معنی ہے: کھجور یا اس کی مثل کوئی چیز چبا کر نوزائیدہ بچہ کے منہ میں اس طرح دینا کہ  
وہ اس کے لعاب کے ساتھ مخلوط ہو کر اس کے حلق میں چلی جائے۔

### علامت کے لیے جانوروں کے جسم پر داغ لگانے کے جو یا استحباب میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کو داغ لگانا مباح ہے بعض شافعی علماء نے کہا ہے کہ زکوٰۃ اور جزیہ کے جانوروں کو داغ لگانا  
مستحب ہے اور دوسرے جانوروں میں جائز ہے اور مستحب یہ ہے کہ بکری کے کانوں میں داغ لگایا جائے اور اونٹوں اور گایوں کی  
رانوں کی جڑوں میں داغ لگایا جائے امام احمد اور امام ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ بکری کے کانوں میں داغ لگایا جائے آدمی کو  
داغنا مکروہ ہے اور آدمی کے علاوہ کسی جانور کے چہرے پر داغ لگانا مکروہ ہے داغ لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ ایک جانور دوسرے جانور  
سے ممتاز ہو جائے تاکہ جو آدمی اس جانور کو پکڑ لے وہ اس داغ کے نشان سے اس کو پہچان کر اس کو واپس کر دے اور مستحب یہ ہے کہ  
زکوٰۃ اور صدقہ کے جانوروں میں داغ لگایا جائے ابن الصبار وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ داغ لگانے کی صحت اور اباحت پر صحابہ کا اجماع  
ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۳)



شواہد کا فقہاء احناف پر یہ افتراء کہ وہ داغ لگانے سے منع کر کے حدیث کی مخالفت کرتے ہیں حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اور ابن الصبار شافعی سے منقول اجماع صحابہ میں فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے جو داغ لگانے کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے بالعموم مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور چونکہ نبی ﷺ کا جانور کو داغ لگانا حدیث مذکور سے ثابت ہے اس لیے ممانعت کے عموم سے ضرورت کے مواقع پر اس کی تخصیص کی جائے گی جیسا کہ بچوں کے لیے ختنہ کرنا سنت ہے حالانکہ اس میں ایک عضو کے کچھ حصہ کو کاٹا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۹۰ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء نے جانوروں کے داغ لگانے کو مکروہ نہیں کہا بلکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ علامت کے لیے جانوروں کے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں منفعت ہے اسی طرح کسی بیماری میں بچوں کے داغ لگانا بھی جائز ہے کیونکہ یہ دوا اور علاج ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

جانوروں پر داغ لگانے کے ثبوت میں فقہاء احناف کی عبارات

میں کہتا ہوں کہ جن فقہاء احناف نے جانوروں کے داغ لگانے کو جائز کہا ہے ان کی عبارات حسب ذیل ہیں:

علامہ حسن بن منصور الاوجندی الغرغانی المحض المعروف قاضی خوارزمی المتوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں: بچے اگر ضرر دیتے ہوں تو ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر جانور میں کوئی حرج نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور بکریوں کو داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں منفعت ظاہر ہے۔ اسی لیے بچوں کی بیماری میں علاج کے لیے لوہا گرم کر کے داغ لگانا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں ج ۳ ص ۳۱۰-۳۰۹ علی حاشیہ البند یہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

علامہ محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری التونی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

اگر بچوں کو کوئی بیماری ہو تو ان کو لوہا گرم کر کے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دوا ہے اور لڑکیوں کے کان چھیدنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فیہ فیہ خیر انکا لے کیا جائے گا۔

(المحیط البرحانی ج ۸ ص ۹۵ 'ادارۃ القرآن' کراچی ۱۴۲۳ھ)

ملائم الدین مرتب فتاویٰ عالمگیری متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

بچوں کو گرم کر کے داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر جانور میں کوئی حرج نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور بکریوں کو داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں منفعت ظاہر ہے۔ اسی لیے بچوں کی بیماری میں علاج کے لیے لوہا گرم کر کے داغ لگانا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۶ مطبعہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کو چاہیے تھا کہ وہ فتح الباری میں فقہاء احناف پر حدیث کی مخالفت کرنے کی تہمت لگانے سے پہلے فقہاء احناف کی مذکورہ عبارات کو دیکھ لیتے!

غیر مقلدین کا فقہاء احناف پر افتراء کہ وہ جانوروں پر داغ لگانے سے منع کرتے ہیں

اسی طرح غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی دیکھا دیکھی لکھا ہے: اس باب کی حدیث ان فقہاء احناف کے خلاف حجت ہے جنہوں نے مثلہ کی ممانعت کی وجہ سے جانوروں کے داغ لگانے کو مکروہ کہا ہے حالانکہ یہ نبی ﷺ سے ثابت ہے اس کے بعد وہی حافظ ابن حجر کی عبارت ہے۔

(عون الباری ج ۲ ص ۳۹۵ 'دار الرشید' حلب' سوريا)

اسی طرح دوسرے غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان نے لکھا ہے:

معلوم ہوا کہ جانور کو کسی ضرورت سے داغ دینا درست ہوا اور رد ہوا حنفیہ کا 'جنہوں نے داغ دینا مکروہ اور اس کو مسئلہ سمجھا

ہے۔ منہ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۰۴ 'نعمانی کتب خانہ لاہور)

ہم نے جو فقہاء احناف کی ٹھوس عبارات نقل کی ہیں ان سے آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ کہنا سراسر جھوٹ

ہے اور احناف پر افتراء ہے 'کاش! یہ لوگ احناف کے بغض میں اندھے ہو کر جھوٹ کی غلامت کا یہ ٹوکرا اپنے سروں پر نہ سجاتے!

صحابہ کا رسول اللہ ﷺ کے لعاب سے برکت حاصل کرنا

المطلب وغیرہ نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے ہاتھ میں داغ لگانے کا آلہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ کو ایسا آلہ رکھنا

چاہیے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے نیک (اور صحت مند جو بیمار نہ ہوں) بزرگوں کے پاس لے جانا چاہیے

تاکہ وہ اس کو گھسی کلائیں اور اس کے لیے برکت کی دعا کریں 'رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام اپنے نو مولود بچوں کو رسول

اللہ ﷺ کے پاس اس لیے لے جاتے تھے کہ انہیں آپ کے لعاب مبارک اور آپ کے ہاتھوں کے لمس اور آپ کی دعا کی برکت

حاصل ہو اور اس حدیث میں زیادہ اجر کے حصول کے لیے مشقت والے کام کرنے کا ثبوت ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۳ ص ۵۰۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۶ھ)

یہ عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی نے نقل کی ہے۔ (فتاویٰ ابن حجر ج ۱ ص ۹۰ 'عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۳)

صدقہ فطر کا فرض ہونا

۷۰۔ بَابُ فَرَضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

اس صدقہ کی اضافت فطر کی طرف سے لے لی گئی ہے کہ نماں کے روز ۱۰ کے بعد عید کے دن جو افطار کی نعمت حاصل ہوتی

ہے اس کے سبب سے یہ صدقہ فرض کیا گیا ہے۔ میں نے اس کی رزق کا حساب اس امور بیان کیے ہیں:

صدقہ فطر کی تعریف، حکم، شرط، رکن اور مسائل

(۱) یہ صدقہ مسلمانوں پر رحم کرنے کے لیے اپنے مال سے دیا جاتا ہے تاکہ فقراء اور مساکین کو بھی عید کی خوشی میں شامل کیا جائے۔

(۲) بہ کثر احادیث میں اس صدقہ کے ادا کرنے کو واجب پر واجب قرار دیا گیا ہے۔

(۳) یہ صدقہ ان سے ادا کیا جائے جو مال کی حالت میں کسی صاحب نصاب کے ذمہ ہو۔

(۴) اس سے وجوب کی شرائط یہ ہیں: مسلمان ہونا، آزاد ہونا، صاحب نصاب یعنی مال دار ہونا۔

(۵) اس کا رکن یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو اس کا مالک بنایا جائے جو فقیر غیر صاحب نصاب ہو اور ہاشمی نہ ہو۔

(۶) اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اس کا مصرف فقیر ہو۔

(۷) صدقہ فطر کا ادا کرنا جن کی طرف سے واجب ہے: باپ پر واجب ہے کہ وہ اپنے نابالغ غیر صاحب نصاب بچوں کی طرف سے

صدقہ فطر ادا کرے اور مالک پر واجب ہے کہ وہ اپنے غلام مددہ اور ام ولد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔

(۸) جن کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہے وہ مذکور الصدر ہیں بیوی کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔

(۹) صدقہ فطر ادا کرنے کی مقدار: دو کلو گندم یا چار کلو گرم ہو، کھجور یا کشمش یا ان کی قیمت۔

(۱۰) صدقہ فطر کے وجوب کا وقت: وہ عید کے دن فجر صادق کے طلوع کا وقت ہے۔

(۱۱) صدقہ فطر ادا کرنے کا مستحب وقت: ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ وہ عید کے دن فجر کی نماز کا وقت ہے عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے۔

(۱۲) امام ابو حنیفہ کے نزدیک عید الفطر کے دن سے پہلے بھی صدقہ فطر کو ادا کرنا جائز ہے ایک سال اور دو سال پہلے بھی۔ خلف بن ایوب سے روایت ہے کہ ایک ماہ پہلے اور ایک قول ہے: ایک یا دو دن پہلے۔

(۱۳) اس کی ادائیگی کا وقت عید کا پورا دن ہے اور عید کے دن کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۳-۱۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءُ وَابْنُ سِيرِينَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيضَةً.

ہے۔

اس تعلیق کی اصل میں حسب ذیل اثر مروی ہیں:

عاصم بیان کرتے ہیں کہ ابو العالیہ اور ابن سیرین نے کہا: صدقہ فطر فرض ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۸۶۱، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۷۵۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب ائمہ اور امام اعظم کے مذہب پر دلیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صدقہ فطر کے حکم میں اختلاف ہے کہ آیا یہ فرض ہے یا واجب ہے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ صدقہ فطر فرض ہے اور ہمارے اصحاب فقہاء احناف نے کہا ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے اور ایک جماعت نے کہا کہ صدقہ کا ادا کرنا سنت ہے اور یہ امام مالک سے ایک روایت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ صدقہ فطر ادا کرنا اچھا کام ہے اور مستحب۔ اس کے لیے میرے پاس کئی دلائل ہیں:

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ کا مال زائل ہونے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا اور جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہو گیا تو پھر آپ نے صدقہ فطر کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا اور ہم صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۸، سنن نسائی: ۲۵۰۲)

صدقہ فطر فرض نہیں کیونکہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر دو چیزیں ہیں جس کا اصل وقت اور اس کا نفل۔ زکوٰۃ کا اصل وقت قطعاً ہے اور صدقہ فطر کا اصل وقت قطعاً ہے اور صدقہ فطر زکوٰۃ کی طرح ایک واجب ہے اور یہی اس باب میں امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۵-۱۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۰۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الشَّكَنِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا وَنِصْفَ صَاعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن محمد بن الشکین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عمر بن نافع از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی ایک صاع

صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ، عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكْرِ  
وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا  
أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

[اطراف الحديث: ۱۵۰۳-۱۵۰۷-۱۵۰۹-۱۵۱۱-۱۵۱۲]

(صحیح مسلم: ۹۸۳، الرقم السلسل: ۲۲۳۲، سنن ابوداؤد: ۱۶۱۱، سنن ترمذی: ۶۷۶، سنن نسائی: ۲۵۰۳-۲۵۰۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۲۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۰۳، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۶۰، سنن کبریٰ: ۲۲۸۴، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۵۵، طبع قدیم، مسند احمد: ۵۱۷۴، ج ۹ ص ۱۵۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع السانید لابن جوزی: ۳۳۸۵، مکتبۃ الرشید ریاض: ۱۴۲۷ھ)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن محمد السکن ابن حبیب ابو عبد اللہ البزار القرشی (۲) محمد بن جہضم بن عبد اللہ ابو جعفر الشافعی (۳) اسماعیل بن جعفر بن کثیر  
ابو ابراہیم الانصاری (۴) عمر بن نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمر (۵) ان کے والد نافع (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۵۵)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان ۱۰۱ کے ساتھ مطابقت ۱۲۱ جملہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کی زکوٰۃ فرض کی۔

احکام شرعیہ کا رسول اللہ ﷺ کی طرف منقوض ہونا اور عہد فطر کے بعد کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن زکوةؓ کو 'عائذ ابو مرثد' عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا: اس حدیث میں فرض کے دو معنی ہیں: ایک یہ ہے کہ آپ نے زکوٰۃ فطر کو واجب کیا، دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ نے زکوٰۃ فطر کو اندازہ سے مقرر کیا اور پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے۔ (عبد البر ج ۵ ص ۱۵۰، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں معنی میں۔۔۔ جرأت کا ارادہ بھی کیا جائے اس حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منہوض ہیں، آپ مراد اس سے کہ ہر ایک کو آپ ﷺ سے تعالیٰ کی طرف اور منشاء پر مطلع ہو کر جس چیز کو چاہتے ہیں فرض یا واجب کر دیتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں مکروہ یا حرام کر دیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل حدیث بھی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ دار کو انفقہ اس کے بے پاکیزگی اور مساکین کو نہ کھلانے کے لیے زکوٰۃ نذر بخش لیا اور اس نے اس کو عید کی نماز سے پہلے ادا کیا تو یہ زکوٰۃ بخش ہے اور جس نے اس کو نماز کے بعد ادا کیا تو یہ صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۶۰۹)

جو بچہ عید کے دن پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کے وجوب میں مذاہب فقہاء

حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اللیث نے کہا ہے کہ جب کوئی بچہ نماز عید کے بعد پیدا ہو تو اس کے باپ پر اس کی طرف سے زکوٰۃ فطر ادا کرنا لازم ہے اور اگر کوئی نصرانی اس وقت مسلمان ہو تو اس پر زکوٰۃ فطر دینا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ عید کے دن طلوع فجر کے ساتھ صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے امام شافعی کے نزدیک عید کے دن غروب آفتاب تک جو بچہ پیدا ہو جائے اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے لیکن جو غروب آفتاب کے بعد پیدا ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر



واجب نہیں ہوتا۔

اسی طرح اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ عید کے دن غروب آفتاب تک جو بچہ پیدا ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ (اتمید ج ۵ ص ۵۲۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۳۱۹ھ)

کتنے مال کی ملکیت پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے اس میں مذاہب فقہاء

حافظ ابو عمر ابن عبدالبر مالکی کہتے ہیں کہ امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہوتا اور جو شخص ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک نہ ہو اس کے لیے صدقہ فطر لینا جائز ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ جس شخص کے پاس اپنی اور اپنے زیر کفالت افراد کی ایک دن کی خوراک ہو اس پر اپنی طرف سے اور اپنے زیر کفالت افراد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا لازم ہے اور اگر اس کے پاس ایک دن کی خوراک نہیں ہے تو اس پر صدقہ فطر ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جس کے پاس پندرہ دن یا ایک ماہ کی خوراک ہو اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (اتمید ج ۵ ص ۵۳۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۳۱۹ھ)

بیوی کا صدقہ فطر شوہر پر لازم ہونے میں مذاہب فقہاء

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ رابر خلیفہ نے کہا ہے کہ جس شخص کی بیوی اپنا صدقہ فطر ادا کرے گی یا اس کا شوہر اس کی طرف سے ادا کرے گا!

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، لیث اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ خاوند پر لازم ہے کہ جس طرح وہ اپنا صدقہ فطر ادا کرتا ہے اسی طرح اپنی بیوی کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے اور اس کے زیر کفالت جتنے افراد ہیں ان کا صدقہ فطر ادا کرنا بھی اس پر لازم ہے۔

سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ خاوند کی طرف سے جب یہ کہہ دے کہ وہ اپنی بیوی کو کھانا کھلائے اس پر یہ بھی واجب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کے خادم کو کھانا کھلائے اور بیوی پر واجب ہے کہ وہ اپنا صدقہ فطر بھی ادا کرے اور اپنے خادم کا صدقہ فطر بھی ادا کرے انہوں نے کہا ہے کہ مرد پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں اور اپنے غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے ان کا لیل ہے کہ سولہ اشہب علیہ السلام نے مرد کی طرف سے صدقہ فطر فرض کیا ہے اور چھوٹے اور آزاد اور غلام پر پس ورت پر لگ صدقہ فطر واجب ہے مرد کی طرف سے واجب ہے اور غلام کی طرف سے مالک نہیں ہوتا اس لیے اس کا صدقہ فطر اس کے مالک پر واجب ہوگا اور چھوٹے بچے اس کے تابع ہیں اور بڑوں کی ذمہ داری ان پر نہیں ہے۔

(اتمید ج ۵ ص ۵۳۲-۵۳۱ ملخصاً 'دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۳۱۹ھ)

صدقہ فطر کا تمام مسلمانوں پر واجب ہونا

۷۱۔ بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ

حتیٰ کہ غلاموں اور باندیوں پر بھی

وَاغْيَرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

اس عنوان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ غلام اور باندیاں تو کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے ان پر صدقہ فطر کیسے واجب کیا گیا ہے؟ اس کے دو جواب ہیں ایک یہ ہے کہ جس طرح ان کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی قدرت ہے اسی طرح ان کو محنت مزدوری کر کے صدقہ فطر ادا کرنے کی بھی قدرت ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا مالک ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے گا۔

۱۵۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنْ الْمُسْلِمِينَ.

اس کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۵۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۷۲ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ

۱۵۰۵ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كُنَّا نَطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ.

اس حدیث کی شرح بھی حدیث: ۱۵۰۳ میں الاحظ فرمائیں۔

۷۳ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

صَاعًا مِنْ طَعَامٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ فطر فرض کی کھجوروں سے چار کلو گرام اور جو سے چار کلو گرام پھر مسلمانوں میں سے ہر آزاد اور غلام پر اور ہر مرد اور عورت پر۔

جو سے چار کلو گرام صدقہ فطر ادا کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیسہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عیاض بن عبد اللہ از حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم چار کلو گرام جو صدقہ کھلاتے تھے۔

چار کلو گرام طعام یا دوسرے اناج سے

صدقہ فطر ادا کرنا

اس عنوان میں ”طعام“ کا لفظ ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ”طعام“ سے مراد گندم ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح البخاری: ۱۵۱۰ میں خود حضرت ابوسعید کی تصریح ہے طعام جو کشتہ میں اکھڑا ہوا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از عیاض بن عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح العامری نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ صدقہ فطر میرے چار کلو گرام گندم دیتے تھے یا چار کلو گرام پیڑ تھے یا چار کلو گرام کشمش دیتے تھے۔

امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ چار کلو گندم صدقہ فطر دیا جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو کلو گندم دیے جائیں جیسا کہ حدیث: ۱۵۰۷ میں ہے۔ مختلف اجناس سے صدقہ فطر دینے کی حکمت ہم ان شاء اللہ صدقہ فطر کی احادیث کے اخیر میں بیان کریں گے۔

۷۴ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

۱۵۰۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

چار کلو گرام کھجوروں سے صدقہ فطر ادا کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الليث نے حدیث بیان کی از



## امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نصف صاع (دو کلو گندم) صدقہ فطر کے متعلق احادیث

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک صاع (چار کلو گرام) گندم (صدقہ فطر) ہر دو آدمیوں پر ہے، خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت، رہا تم میں سے غنی تو اللہ اس کے باطن کو پاک کرے گا، رہا تم میں سے فقیر تو وہ جتنا دے گا اللہ اس سے زیادہ اس پر لوٹا دے گا۔ (سنن ابو داؤد: ۱۶۱۹)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، پس آپ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا: ایک صاع (چار کلو) کھجور یا چار کلو جو ہر ایک فرد کی طرف سے، علی نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا: یا ایک صاع (چار کلو) گندم دو آدمیوں کی طرف سے، ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔ (سنن ابو داؤد: ۱۶۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اپنے روزوں کا صدقہ نکالو، پس گویا کہ لوگوں کو علم نہیں تھا، پس فرمایا: یہاں اہل مدینہ میں سے کون ہیں؟ تم اپنے بھائیوں کی طرف کھڑے ہو، پس ان کو تعلیم دو، پس بے شک وہ نہیں جانتے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ صدقہ فرض کیا ہے، ایک صاع کھجور، ایک صاع جو، نصف صاع (دو کلو گرام) گندم ہر آزاد یا غلام پر، مرد یا عورت پر، چھوٹے یا بڑے پر، پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور اسے قیمت میں کر دیا، تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر وسعت کر دی ہے، پس اگر تم ہر جنس سے ایک صاع (چار کلو) دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ (سنن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۷۰، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۰۱۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا، ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع جو یا دو کلو گندم، ہر شہر کی رویت کے مطابق، ہر چھوٹے اور بڑے پر یا آزاد اور غلام پر۔

(سنن دارقطنی: ۲۰۶۲، دار المعرفۃ: ۱۳۲۲ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا دو کلو گندم ہے، ہر صغیر اور کبیر اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۶۳، دار المعرفۃ: ۱۳۲۲ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمد میں لوگ صدقہ فطر نکالنے کے لیے ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش، پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا اور گندم زیادہ ہو گئی تو آپ نے ان چیزوں کا بدل نصف صاع گندم کر دیا۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۷۰، سنن ابو داؤد: ۱۶۱۳)

امام ابو داؤد کی روایت کردہ حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگ صدقہ فطر نکالتے تھے، ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلاف آیا اور گندم بہ کثرت ہو گئی تو آپ نے ان دو چیزوں کا بدل نصف صاع (دو کلو) گندم کو کر دیا۔ (سنن ابو داؤد: ۱۶۱۳، سنن نسائی: ۲۵۱۵)

عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ فطر ادا کرو، ایک صاع



کھجور یا ایک صاع جو یا نصف صاع (دو کلو) گندم ہر چھوٹے یا بڑے سے یا ہر مرد یا عورت سے یا ہر آزاد اور غلام سے۔

(سنن دارقطنی: ۲۰۷۸، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۸۵، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۲، سنن ابوداؤد: ۱۶۲۱، اس حدیث کی سند قوی ہے)

عبداللہ بن ثعلبہ بن ابی صعیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عید سے ایک دن یا دو دن پہلے خطبہ دیا، پس فرمایا: صدقہ فطر ہر ایک شخص کی طرف سے دو کلو گندم ہے یا اس کے علاوہ دوسرے طعام سے چار کلو ہے۔

(سنن دارقطنی: ۲۰۸۶، دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۲۲ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صدقہ فطر نصف صاع (دو کلو) گندم یا ایک صاع کھجور ہے ہر چھوٹے اور بڑے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ الفطر ہر آزاد اور غلام پر، مرد اور عورت پر، چھوٹے اور بڑے پر، فقیر اور غنی پر، ایک صاع کھجور یا نصف صاع (دو کلو) گندم ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۰۹۱، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۶۱)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس کے پاس نصف صاع (دو کلو) گندم ہو، وہ صدقہ کرے یا ایک صاع جو ہو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع آٹا ہو یا ایک صاع کشمش ہو۔

(سنن دارقطنی: ۲۰۹۲، اس کی سند میں سلیمان بن ارقم متروک الحدیث ہے)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہر مسلمان صدقہ الفطر خواہ چھوٹا ہو یا غلام ہو یا آزاد دو کلو گندم ہے یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو۔ (سنن دارقطنی: ۲۱۰۰، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۰، فتح الباری: ۷۰۰، طبرانی کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے جس کا نام جعفر بن محمد ہے، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۸۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو کلو گندم یا ایک صاع کھجور یا جو (صدقہ فطر ہے)۔

(سنن دارقطنی: ۲۱۰۱، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶)

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس نے فرمایا: ہر مسلمان نے سرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک دو کلو گندم (صدقہ فطر) پہنچایا۔

(سنن دارقطنی: ۲۱۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۶-۵۷۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶)

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے فرمایا کہ: میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دو آدمیوں کی طرف سے چار کلو گندم (صدقہ فطر) پہنچایا۔ (سنن دارقطنی: ۲۱۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۵۷۷۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت امیر کو اس وقت بصرہ کے امیر سے تم اپنے رسول اللہ کی ذکوۃ نکالو تب لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تب آپ نے فرمایا: یہاں پر اہل مدینہ سے کون ہے؟ تم لوگ کھڑے ہو اور اپنے بھائیوں کو تعلیم دو، کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے اس زکوٰۃ کو رسول اللہ ﷺ نے فرض کیا ہے ہر مرد اور عورت پر، آزاد اور غلام پر، ایک صاع جو یا کھجور یا نصف صاع (دو کلو) گندم۔ (سنن دارقطنی: ۲۱۰۵، سنن ابوداؤد: ۱۶۲۲، سنن نسائی: ۱۵۷۹)

## ۷۵ - بَابُ صَاعٍ مِّنْ زَبِيبٍ

ایک صاع (چار کلو) کشمش سے

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسیر نے

حدیث بیان کی، انہوں نے یزید العدنی سے سنا، انہوں نے کہا:

ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم، انہوں نے کہا: مجھے

۱۵۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسِيرٍ سَمِعَ يَزِيدَ

الْعَدَنِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ

حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَرْجٍ عَنْ أَبِي

عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی ﷺ کے زمانہ میں ایک صاع طعام یا ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جو یا ایک صاع کشمش دیتے تھے پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور گندم (بھی) آگئی تو انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ایک کلو گندم ان چیزوں کے دو کلو کے برابر ہے۔

سَعِيدُ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُعْطِيهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ جَاءَتْ السَّمَرَاءُ قَالَتْ أَرَأَيْتُمْ هَذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۰۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عمید سے پہلے صدقہ دینا

۷۶ - بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع ابن عمر رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے زکوٰۃ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔

۱۵۰۹ - حَدَّثَنَا اِذَا قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۰۳ کا مطالعہ کریں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمر نے حدیث بیان کی از ابی سہیل بن عبداللہ بن سعد از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک صاع طعام نکالتے تھے اور حضرت ابوسعید نے کہا: ہمارا طعام جو کشمش پنیر اور کھجور تھے۔

۱۵۱۰ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ عَنْ زَيْدٍ عَنْ عِيَّاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۰۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت زید بن عیاض بن عبد اللہ بن سعد نے کہا: ہمیں ابو عمر نے حدیث بیان کی از ابی سہیل بن عبداللہ بن سعد از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہمارا طعام جو کشمش پنیر اور کھجور تھے۔

آزاد اور غلام پر صدقہ فطر

۷۷ - بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

کا وجوب

عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ

اور الزہری نے کہا: جو غلام تجارت کے لیے ہیں ان کی تجارت میں زکوٰۃ نکالی جائے گی اور عید الفطر میں ان کا صدقہ فطر دیا جائے گا۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوكِينَ لِلتِّجَارَةِ يَزَكُّ فِي التِّجَارَةِ وَيُزَكِّي فِي الْفِطْرِ.

اس تعلق کی اصل امام ابوعبید کی کتاب الاموال میں ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۷۱)



قربانی کے جانوروں اور صدقہ فطر میں تنوع

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صرف مسنہ کی قربانی کروا ہاں! اگر دنبوں میں مسنہ دشوار ہو تو چھ ماہ کے دنبہ کی قربانی کر سکتے ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۹۷، صحیح مسلم: ۱۹۶۳، سنن نسائی: ۳۳۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۳۴۱)

بکرے، گائے اور اونٹ میں سنہ اس جانور کو کہتے ہیں، جس کے دودھ پینے کے دانتوں کی جگہ چرنے اور کھانے کے دانت نکل آئے ہوں۔ بکروں میں دودانت، اس وقت نکل آتے ہیں جب ان کی عمر ایک سال کی ہو چکی ہو اور گائے اور اونٹ میں دودانت اس وقت نکل آتے ہیں جب گائے کی عمر دو سال کی ہو چکی ہو اور اونٹ کی عمر پانچ سال کی ہو چکی ہو۔

جس طرح قربانی کے جانوروں میں نبی ﷺ نے تنوع کو مشروع اور مسنون فرمایا۔ یعنی بکرے، گائے اور اونٹ ہر ایک کی قربانی ہو سکتی ہے اور آپ نے کی ہے اور اب تک مسلمان حسب استطاعت بکروں، گایوں اور اونٹوں کی قربانی کرتے ہیں، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر میں بھی تنوع کو مشروع فرمایا ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں ہم ایک صاع (چار کلو گرام) طعام (صدقہ فطر) ادا کرتے تھے یا ایک صاع (چار کلو) کھجوریں یا ایک صاع (چار کلو) جو یا ایک صاع (چار کلو) پنیر یا ایک صاع (چار کلو) کشمش؛ جب حضرت معاویہ کا زمانہ آیا تو گندم آگنی، انہاں نے کہا: میرے پاس ۱۰ صاع (دو کلو) گندم ان کے چار کلو کے برابر ہے۔

(تصحیح بخاری ۱۰۷-۱۵۰۶، مسن ۱، ۱۰۰، ۱، مسن ترمذی ۶، مسن نسائی ۲۵۱۱، مسن ابن ماجہ ۱۸۲۹)

آج کل (۲۰۰۱ء میں) نصف صاع یعنی دو کلو گندم یا چار سو روپے کی ہیں اور چار کلو کشمش تقریباً چار سو روپے کی ہیں اور چار کلو پنیر تقریباً ایک ہزار روپے کا ہے، سو جس طرح قربانی کے جانوروں میں تنوع ہے اور ان کی کئی اقسام ہیں اسی طرح صدقہ فطر میں بھی تنوع ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں۔ اگرچہ جس حیثیت کے ہوں وہ اس حیثیت سے صدقہ فطر ادا کریں مثلاً جو کروڑ پتی لوگ ہیں، ہارمونیز کے حساب سے صدقہ فطر داکریں جو لکھ پتی ہیں وہ چار کلو کشمش کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں اور جو ہزاروں روپوں والے ہیں وہ دو کلو گرام کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں اور جو سینکڑوں کی آمدنی والے ہیں وہ دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کریں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل کروڑ پتی ہوں یا سینکڑوں کی آمدنی والے ہوں سب دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتے ہیں اور تنوع پر عمل نہیں کرتے جب کہ قرآن کے جانوروں میں لوگ تنوع رکھتے ہیں۔ چاہے وہ مال ہو یا اونٹن یا بکرا اور متعدد قسم کے ہوتے ہیں اور ہر طبقہ کی قربانی کرتے ہیں ان کی کیا وجہ ہے؟ یہاں جائزہ لیں کہ اس لیے وجہ تو اس ہے کہ قربانی کے منگلے انسان کو خریدنے پر اپنا شان و شوکت اور امارت دکھانے کا موقع ملتا ہے۔ ہم بڑے فخر سے وہ قیمتی جانور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو دکھاتے ہیں اور نمود و نمائش کرتے ہیں اور صدقہ فطر کسی غریب آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیا جاتا ہے اس میں دکھانے اور سنانے اور اپنی امارت جتانے کے مواقع نہیں ہیں اس لیے کروڑ پتی سے لے کر عام آدمی تک سب دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرتے ہیں۔ سو چئے! ہم کیا کر رہے ہیں؟ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ ساری قربانیاں ریاکاری قرار دے کر ہمارے منہ پر مار دی جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے جانوروں کی متعدد تقسیمیں اس لیے کی ہیں کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی حیثیت کے لحاظ سے قربانی کا تعین کریں۔ اسی طرح آپ نے صدقہ فطر کی متعدد اقسام بھی اس لیے کی ہیں کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی حیثیت کے لحاظ سے صدقہ فطر ادا کریں سو جس طرح ہم اپنی حیثیت کے لحاظ سے قربانی کے جانوروں کا تعین کرتے ہیں اس طرح ہمیں اپنی حیثیت کے لحاظ سے صدقہ فطر کی قسم کا تعین بھی کرنا



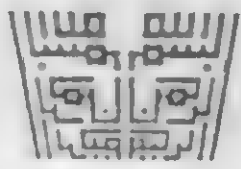
چاہیے اور تمام طبقات کے لوگوں کو صرف دو کلو گندم کے حساب سے صدقہ فطر پر نہیں خرچ کرنا چاہیے۔  
 \* باب مذکور کی احادیث، شرح صحیح مسلم: ۲۱۸۵-۲۱۷۳-ج ۲ ص ۹۰۲-۹۰۰ پر مذکور ہیں، ان کی شرح کی عنوان یہ ہیں:  
 ① صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب ② گندم کے نصاب میں مذاہب ③ نظریہ احناف پر دلائل۔

### ”کتاب الزکوٰۃ“ کا اختتام

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وازواجه وذریاتہ اجمعین! آج ۱۹ رجب ۱۴۲۸ھ / ۳ اگست ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ بعد نماز فجر ”کتاب الزکوٰۃ“ مکمل ہو گئی۔  
 ”کتاب الزکوٰۃ“ میں ۱۷۲ احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے احادیث موصولہ ۱۱۹ ہیں اور باقی متابعات اور تعلیقات ہیں ان میں ایک سوا حدیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث ۷۲ ہیں، ان میں ۱۷ احادیث ایسی ہیں جو صحیح مسلم میں بھی ہیں۔  
 اللہ العظیم! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے، صحیح البخاری کی باقی احادیث بھی مکمل کرادیں، اس کاوش کو میری طرف سے قبول فرمائیں اور میرے والدین کی، میرے اساتذہ کی، میرے احباب کی، میرے تلامذہ کی اور تمام قارئین کی اور مسلمانوں کی مغفرت فرمادیں۔

آمین! یا رب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔





نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

## ۲۵ - کتاب الحج حج کا بیان

”کتاب الزکوٰۃ“ کے بعد ”کتاب الحج“ درج کرنے کی توجیہ حج کا لغوی اور شرعی معنی -----  
اور حج کی مشروعیت کی تاریخ

امام بخاری نے ”کتاب الزکوٰۃ“ کے بعد ”کتاب الحج“ کو درج کیا ہے حالانکہ مناسب یہ تھا کہ وہ ”کتاب الزکوٰۃ“ کے بعد ”کتاب الصوم“ کو ذکر کرنے پر آمادہ بن بطلان کیا۔ اور اسلام کے بن خمسہ بھی اسی ترتیب سے ہیں لیکن جب کہ ”کتاب الزکوٰۃ“ اور ”کتاب الحج“ دونوں اہل ہادس نے فیہ ترتیب دی ہے اس لیے امام بخاری نے ”کتاب الزکوٰۃ“ کے بعد ”کتاب الحج“ کو شروع کیا۔

حج کا لغوی معنی ہے: قصد کرنا اور اس کا شرعی معنی ہے: تعظیم کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا اس کی شرط احرام ہے اور اس کے ارکان وقوف عرفہ اور طواف زیارت جبرائیل علیہ السلام کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ حرمین شریفین تک لے جائے اور وہاں سے اپنے رہائش کا انتظام کر سکے اور جو لوگ اس کے زیر کفالت ہوں اتنے عرصہ کے لیے ان کا خرچ مہیا کر سکے اور اگر اس پر قرض ہو تو وہ ادا کر سکے اور وہ صحت مند ہو اور سفر کے قابل ہو اور اس کے سفر میں کوئی قانونی رکاوٹ نہ ہو اور اگر عورت حج کرنے والی ہو تو اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہو۔

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ حج ۵۵ھ میں ہوا، ایک سال بعد ۵۶ھ میں فرض ہوا۔ یہ صحیح ہے۔ ۵۶ھ کا بھی

ہے۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی التونی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ حج ۵۹ھ میں فرض ہوا ہے کیونکہ ۱۹ رمضان ۸ھ میں مکہ فتح ہوا تھا اور اس سال حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو حج کرایا تھا اور مشرکین بھی انعال جاہلیت کے مطابق حج کرتے رہے پھر جب ۵۹ھ میں حج فرض ہو گیا تو نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو اپنی امارت اور قیادت میں حج کرائیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے سورۃ براءت (توبہ) کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کعبہ میں برہنہ طواف نہیں کرے گا اور ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حج کیا اور اس حج کا نام حجۃ الوداع رکھا گیا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہے اور اس کے وجوب کی یہ شرائط ہیں: عقل، بلوغ اور استطاعت اس میں فقہاء کا اختلاف

ہے کہ حج فوراً واجب ہوتا ہے یا اس میں تاخیر کی گنجائش ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس میں ایک سال اور دو سال کی تاخیر کی گنجائش ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے فرض ہونے کے بعد ایک سال کی تاخیر فرمائی تھی۔

(المہم ج ۳ ص ۲۵۶-۲۵۵ دار ابن کثیر بیروت: ۱۴۲۰ھ)

## ۱- بَابُ وَجُوبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهِ

اس باب میں حج کی فرضیت اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اب امام بخاری نے حج کے افعال سے متعلق ابواب کے بیان کو شروع کر دیا ہے۔

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: ۹۷)۔  
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور جس نے کفر (انکار) کیا تو بے شک اللہ سارے جہانوں سے بے پروا ہے (آل عمران: ۹۷)۔

## بیت اللہ کے اسماء

اس آیت میں بیت اللہ کا ذکر ہے، بیت اللہ کے تین نام ہیں، مشہور، ام کعبہ ہے، قرآن مجید میں ہے: جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ نَبْءًا لِلنَّاسِ۔

(المائدہ: ۲۷)

کعبہ کا معنی شرف اور بلندی ہے اور بیت اللہ بھی مشرف اور بلند ہے اس لیے اس کو کعبہ کہتے ہیں۔

اس کا نام ”البیت العتیق“ بھی ہے قرآن مجید میں ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ (الحج: ۲)

”العتیق“ کا معنی آزاد کرنے والا ہے اور یہ اللہ کا نام ہے۔ یہ اللہ کے لیے آزاد کرنے والا ہے۔

اس کا نام مسجد حرام بھی ہے قرآن مجید میں ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ (بنی اسرائیل: ۱)

سبحان ہے وہ جو اپنے مکرم بندہ کو رات کے قتلحاح حصہ میں مسجد حرام سے لے گیا۔

## حج کی استطاعت کی تفصیل

ملائم الدین خنی متوفی ۱۱۶۱ھ نے حج کی استطاعت میں حسب ذیل امور ذکر کیے ہیں:

(۱) حج کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی رہائش، کپڑوں، نوکروں، گھر کے سامان اور دیگر ضروریات سے اس قدر زائد ہو کہ مکہ مکرمہ تک جانے کے دوران حج تک وہاں رہنے اور پھر واپس آنے کے لیے اور سواری کے خرچ کے لیے کافی ہو اور اس کے پاس اس کے علاوہ اتنا مال ہو جس سے وہ اپنے قرضہ جات ادا کر سکے اور اس عزمہ کے لیے اس کے مال و عیال کا خرچ پورا ہو سکے اور گھر کی مرمت اور دیگر مصارف ادا ہو سکیں۔

(۲) وہ شخص سالم الاعضاء اور تندرست ہو، حتیٰ کہ ازلے لٹلے، ’مفلوج‘ جس کے ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہوں یا پاؤں بہت بوڑھے شخص پر حج فرض نہیں ہے، اگر وہ سفر خرچ اور سواری کے مالک ہوں تب بھی ان پر حج فرض نہیں ہے اور جو شخص نابالغ ہو اس پر بھی حج





أَدْرَكْتُ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ، بُوْزْهًا هُوَ سَوَارِيٌّ بِرَقَرَارٍ نَحْنُ رَهْ سَكْتًا! كَيْفَ فِي هَذِهِ السَّيْرِ؟ أَفَأَحْجُ عَنْهُ؟ قَالَ نَعَمْ. وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ. حج را کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

[اطراف الحدیث: ۱۸۵۴-۱۸۵۵-۳۳۹۹-۶۲۲۸]

(صحیح مسلم: ۱۳۳۳، الرقم المسلسل: ۳۱۹۳، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹، سنن نسائی: ۲۶۳۱، سنن دارمی: ۱۸۳۳، المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۷۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۹، طبع قدیم، مسند احمد: ۳۰۴۹، ج ۵ ص ۱۶۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۳۳۲۷)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: حج کا وجوب اور اس کی مطابقت اس حدیث سے اس طرح ہے کہ جب اس عورت کا باپ خود حج نہیں کر سکتا تھا تو آپ نے اس کی بیٹی کو اس کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا، اس سے حج کا وجوب معلوم ہوا۔

حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ، حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے

اور عورت کو منع نہ کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت الفضل کا ذکر ہے، ان کا نام ہے: حضرت الفضل بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی البہاشمی، ابو عبد اللہ، یہ رسول اللہ ﷺ کے عم زاد ہیں، ان کی والدہ حضرت ام الفضل لبابۃ الکبریٰ بنت الحارث بن حزن الہلالیہ ہیں، ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت میں بیٹے، یہ موک میں شہید ہو گئے تھے، ان کی شہادت صفر ۱۳ھ میں ہوئی تھی، اس وقت ان کی عمر بائیس سال تھی۔

حضرت الفضل سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک سواری پر دو آدمیوں کا بیٹھنا جائز ہے۔

حضرت الفضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے، ان کی طرف دیکھنے لگی، اس سے یہ دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ احرام میں کھلا رہنا چاہیے۔ حضرت الفضل نے اس عورت کے چہرے کی طرف دیکھا، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی طبیعت پر شہوت کا غلبہ ہے اور وہ طبعی تقاضوں کو روکنے میں کم زور ہے، نبی ﷺ نے حضرت الفضل کا چہرہ دوسری طرف کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے اور عالم کو چاہیے کہ وہ اس سے روکے۔

نبی ﷺ نے اس عورت کو حضرت الفضل کی طرف دیکھنے سے منع نہیں فرمایا، کیونکہ جب آپ نے حضرت الفضل کے چہرہ کو اس کی طرف سے پھیر دیا، تو وہ عورت بھی مت پرہیز ہو گئی تھی، اس حدیث کی وجہ سے بعض کی انتہاء نے یہ کہا ہے کہ عورت پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھانپے بلکہ مرد پر لازم ہے کہ وہ عورت کے چہرے کی طرف نہ دیکھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کے لیے اس لیے نہیں فرمایا، کیونکہ وہ احرام میں تھی اور احرام میں چہرہ کھلا رکھا جاتا ہے، اور آپ نے حضرت الفضل کو اس عورت کی طرف دیکھنے سے منع کرنے کے بجائے ان کا چہرہ دوسری طرف کر دیا، کیونکہ فعل سے منع کرنا قول سے منع کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔

حج بدل کرنے میں فقہاء اسلام کے مذاہب

امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب، الثوری، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی شخص معذور ہو اور وہ حج نہ کر سکے تو اس کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے، اور امام مالک اور لیث نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے حج نہ کرے، سوائے اس صورت

کے کہ کوئی شخص فوت ہو چکا ہو اور اس نے حجۃ الاسلام نہ کیا ہو۔

صاحب الہدایہ نے یہ کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو عطا کر دے خواہ نماز ہو یا صدقہ ہو یا روزہ ہو یا کوئی اور عبادت ہو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے دو مینڈھوں کی قربانی کی ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۶۷، سنن ابوداؤد: ۲۷۹۲)

عبادت کی کئی قسمیں ہیں: (۱) مالیہ حصہ، جیسے زکوٰۃ (۲) بدنیہ حصہ، جیسے نماز (۳) اور دونوں سے مرکب، جیسے حج۔ پہلی قسم میں نیابت جاری ہوتی ہے اور دوسری قسم میں کسی حال میں نیابت جائز نہیں ہے اور تیسری قسم میں اس وقت نیابت جائز ہے جب اصل مکلف شخص اس عبادت کی ادائیگی سے عاجز ہو اور جب وہ خود اس عبادت پر قادر ہو تو کسی اور کا اس کی طرف سے اس عبادت کو کرنا جائز نہیں ہے اور اس میں یہ شرط ہے کہ اصل مکلف تا حیات اس عبادت کو کرنے سے عاجز ہو کیونکہ حج پوری زندگی میں فرض ہے اور نفلی حج میں قدرت کی حالت میں بھی نیابت جائز ہے کیونکہ نفل کے باب میں زیادہ وسعت ہے اور ظاہر المذہب یہ ہے کہ حج اس کا ہوگا جس کی طرف سے حج کیا جائے گا جیسا کہ انصاری کی حدیث میں مذکور ہے۔

حج بدل میں حج کس کا ہوگا؟ حج کرنے والے کا یا حج کروانے والے کا؟

امام محمد کے نزدیک حج اس کا ہوگا جو حج کرے گا اور حج کروانے والے کو مال خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔

(ہدایہ اولین ص ۲۷۷-۲۷۶، محمد علی کارخانہ تجارت کتب کراچی)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب شخص کو حج کر کے آئے اور بعد میں وہ تندرست ہو جائے تو فقہاء احناف، امام شافعی اور ابو ثور نے یہ کہا ہے کہ اب اس کے لیے وہ حج کافی نہیں ہوگا اور اس پر لازم ہے کہ وہ خود حج کرے اور امام احمد اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ اس کی طرف سے حج کیا گیا ہے، اس کے لیے کافی ہے اسی طرح سے جو شخص اس مرض میں مر گیا اور اس کی طرف سے حج کیا چکا ہے، فقہاء احناف اور ابو ثور نے کہا ہے کہ وہ اس کے لیے حجۃ الاسلام سے کافی ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں: کہ قول یہ ہے کہ اس کے لیے حج کافی ہے اور دوسرا یہ ہے کہ کافی نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۸۱-۱۸۰، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حج بدل کرنے کے ثبوت میں دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ میری طرف سے لکھنے والے نے پوچھا: شرمہ کون ہے؟ میں نے کہا: میری بیوی ہے یا میرا رشتہ دار ہے؟ آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج کر لیا؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پہلے اپنا حج کرو پھر شرمہ کی طرف سے حج کرو (افضل یہی ہے کہ پہلے اپنا حج کرے بعد میں دوسرے کی طرف سے)۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۱۱، سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۳، المستدرک لابن جبار: ۴۹۹، مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۲۳، صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۳۹، مسند ابویوسف: ۲۳۴۰، سنن الدارقطنی ج ۲ ص ۲۶۷، سنن بیہقی ج ۴ ص ۳۳۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا کوئی قرض ادا کیا وہ قیامت کے دن ابرار (نیکی کرنے والوں) کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹، طبع قدیم، سنن دارقطنی: ۲۵۷۴، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے

تو وہ حج اس کی طرف سے بھی قبول کیا جاتا ہے اور اس کے والدین کی طرف سے بھی اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم سنن دارقطنی: ۲۵۷۳ دارالکتب العلمیہ اس کی سند میں ایک راوی ابو سعید البقال ضعیف ہے تہذیب المعجم ج ۴ ص ۸۰-۷۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے حج کیا اس کا اپنا حج بھی ہو گیا اور اس کو دس حج کرنے کی فضیلت ملے گی۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم رقم الحدیث: ۲۵۷۶ طبع جدید اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس پر جو حج فرض ہے وہ اس کو ادا کرنے کی نیت کرے پھر اس کا ثواب اپنے ماں باپ کو پہنچا دے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کرتے تو وہ قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم المعجم الاوسط: ۱۰۰ حافظ البیہقی نے کہا: اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۲)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۱۴ ج ۳ ص ۶۳۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوانات ہیں:

① حج بدل میں شوافع کا نظریہ اور تشریح حدیث ② حج بدل میں احناف کا نظریہ ③ حج بدل کے عدم وجوب میں مالکیہ کے دلائل ④ دلائل مالکیہ کے جوابات ⑤ تنبیہ نظر ⑥ نظریہ احرار ⑦ اسوات کے لیے ایصالِ ثواب۔

۲ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿يَا تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَاعْلَمِي أَنَّ كُلَّ صَاحِبِ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ مِّنْهُم مَّا يَصْعَقُ مَعَهُ وَهُوَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (الحج: ۲۸-۲۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور لوگوں میں بلند آواز سے حج کا اعلان کیجئے) وہ آپ کے پاس دو دروازے، استندیں، پیدیں اور ہر ذبلے اونٹ پر سوار ہوں۔ آئیں گے تاکہ وہ اپنے فوائد کے

مقامات پر حاضر ہوں۔ (الحج: ۲۸-۲۷)

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں اس آیت کو ذکر کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ حج کی سواری پر قدم رکھنے کا شرط ہے وہ پیدل حج کرنے کے معنی میں ہے۔ آیت میں اشارت ہے چل کر جانے اور دار کی جانے دونوں آکر ہے۔ قیامت تک وہی نرسکیں گے جسہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پر لبتیک کہا تھا

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل روایات ذکر کی ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ آپ لوگوں میں حج کرنے کا اعلان کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اعلان کیجئے! آواز پہنچنا میرا کام ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا: اے لوگو! تم پر اس قدیم گھر کا حج فرض کر دیا گیا ہے سو تم حج کرو! آسمان اور زمین کی تمام مخلوق نے اس اعلان کو سن لیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کے دو دروازے علاقوں سے تلبیہ پڑھتے ہوئے لوگ حج کرنے کے لیے آتے ہیں!

(جامع البیان: ۱۸۹۳۵ تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۳۸۷ المستدرک ج ۲ ص ۳۸۸-۳۸۹)

مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر نداء کی: اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نداء ان سب کو سنادی جو مردوں کی پشت میں اور عورتوں کے رحموں میں تھے اور ان سب نے اس نداء کا جواب دیا جو اللہ تعالیٰ کے علم میں قیامت تک حج کرنے والے تھے جنہوں نے ”اللھم لیکنک اللھم لیکنک“ کہا تھا۔ (جامع البیان: ۱۸۹۳۶: المستدرک ج ۲ ص ۵۵۲)

اس آیت کی مزید تشریح ہماری تفسیر تبيان القرآن، سورۃ الحج: ۹۸-۹۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔  
﴿فِجْجَا جَا﴾ (نوح: ۲۰) الطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ۔ ”فججا جَا“ وسیع اور کشادہ راستے۔

امام بخاری کی عادت ہے جب آیت میں کوئی مشکل لفظ آیا ہو تو اس کا معنی بیان کر دیتے ہیں اس آیت میں ”فج عمیق“ کا لفظ تھا تو امام بخاری نے بتایا اس کی جمع ”فججا جَا“ ہے اور اس کا معنی ہے: وسیع اور کشادہ راستے۔

۱۵۱۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يَمْشِي حَتَّى يَسْتَوِيَ بِهِ قَائِمَةً۔  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب کہ سالم بن عبد اللہ بن عمر نے ان سے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سیفہ میں پر سوار ہوئے پھر آپ نے احرام باندھا حتیٰ کہ سواری سیدھی کھڑی ہو گئی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۷، ارالم: ۲۷۷۵، سنن ابوداؤد: ۱۷۷۲، سنن نسائی: ۱۱۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۶)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن عیسیٰ ابو عبد اللہ التستری، سری الاصل، تہذیب تبارک کہتے تھے تو اس طرف منسوب ہو گئے ۲۴۳ھ میں ان کی وفات ہوئی (۲) ابن وہب وہ عبد اللہ بن جب التستری (۳) یونس بن یزید الايلي (۴) محمد بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ بن عمر (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۶ ص ۱۸۶)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ میں سواری پر سوار ہوئے۔

سواری پر سوار رہ کر حج کرنا افضل ہے یا پہلے چل کر؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر حج میں سواری پر سوار ہونا اور پیدل چلنا دونوں جائز ہیں تاہم اس میں بحث ہے کہ ان میں سے افضل کون سی چیز ہے۔

جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ سواری پر سفر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں نبی ﷺ کے فعل کی اتباع ہے اور حج کے سفر میں خرچ کرنا ہے اور حج کے سفر میں خرچ کرنا بہت زیادہ اجر و ثواب کا موجب ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۸۶)

### سواری پر حج کرنے کی فضیلت میں احادیث

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے سات سو گنا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۵، المعجم الاوسط: ۵۲۷۰) یہ حدیث حسن ہے۔



حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج میں خرچ کرنا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثل ہے ایک درہم کو خرچ کرنا سات سو درہم کو خرچ کرنے کے برابر ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۸)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد ہیں اگر وہ سوال کریں تو ان کو عطا کیا جاتا ہے اگر وہ دعا کریں تو ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور اگر وہ خرچ کریں تو ان کو اس کا بدل عطا کیا جاتا ہے۔ الحدیث (شعب الایمان: ۴۱۰۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کے وفد ہیں وہ جو سوال کریں اللہ عطا فرماتا ہے وہ جو دعا کریں اللہ قبول فرماتا ہے اور وہ جو خرچ کریں اس کا عوض انہیں ایک درہم کے بدلہ میں دس لاکھ درہم عطا کیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان: ۴۱۰۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نے نذر مانی کہ وہ پیدل چل کر بیت اللہ جائے گی پس نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ اس کے پیدل چلنے سے مستغنی ہے اس کو سوار ہونے کا حکم دو۔

(سنن ترمذی: ۱۵۳۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سوار ہو کر حج کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے اور حج میں خرچ کرنے سے ایک درہم کے بدلہ میں سات سو درہم یا دس لاکھ درہم جرملتا ہے اور یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا تھا اور سوار ہو کر حج کرنے سے نفل ہے۔

### پیدل حج کرنے کی فضیلت میں احادیث

بعض فقہاء نے کہا: پیدل چل کر حج کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں ایسا نفل ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے حدیث میں ہے:

زازان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت عاتق بیمار ہوئے انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر جمع کیا پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو مکہ سے پیدل حج کرنے کے لیے نکلا حتیٰ کہ مکہ لوٹ آیا اللہ اس کو ہر قدم کے بدلے میں سونکیاں عطا فرمائے گا ہر نیکی پر ایک نیک کی مثل ہوگی پوچھا گیا: حرم کی نیکیاں کیسے ہیں؟ فرمایا: ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (المستدرک ج ۱ ص ۱۷۳، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۰۸، سنن ترمذی ج ۱ ص ۸۰، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جسے کسی پیر کا کوئی اسوس نہیں ہے سوئے اس کے کہ میں نے پیدل حج کیا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے سوار ہو کر حج کیا اس کو ہر قدم پر ایک نیکی ملے گی اور جس نے پیدل حج کیا اس کو ہر قدم چلنے پر حرم کی ستر نیکیاں ملیں گی۔ (الکامل لابن عری ج ۳ ص ۱۵۷۰، المکتبۃ الاشرفیہ پاکستان)

### سواری پر حج کرنے والوں کو ملال نہیں کرنا چاہیے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سوار ہو کر حج کرنے اور پیدل چل کر حج کرنے کا معاملہ اشخاص اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۰، دارالعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۹۳ء میں حج کیا تھا اور ۱۹۸۳ء سے میری کمر میں شدید درد تھا مجھے مکہ مکرمہ سے پیدل چل کر حج کے لیے جانے کی بہت خواہش تھی لیکن میں اپنی کمر کی تکلیف کی وجہ سے دو کلو میٹر سے زیادہ پیدل نہیں چل سکتا تھا



نُفَامَةٌ بِنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ حَجَّ أَنَسٌ عَلَى  
رَحْلِ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْعِيًّا، وَخَدَّتْ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلَى رَحْلِ، وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عزراء بن ثابت نے حدیث بیان کی از  
ثمامہ بن عبد اللہ بن انس انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ  
نے پالان پر بیٹھ کر حج کیا اور وہ کنجوس نہ تھے اور انہوں نے بیان کیا  
کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی پالان پر سوار ہو کر حج کیا اور اونٹ کی  
دونوں طرف کی تھیلیوں میں آپ کا سامان لدا ہوا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی بکر المقدمی (۲) یزید بن زریع (۳) عزرو بن ثابت الانصاری (۴) ثمامہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔

(عمدة القاري ج ٩ ص ١٩٠)

١٥١٨ - حَدَّثَنَا غَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو  
عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّمَنُ بْنُ نَابِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ  
بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا  
قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ اعْتَمَرْتُ وَأَمَّ عَتَبَةُ فَقَدْ يَا  
عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِذْ هَبَ بِأَخِيكَ فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّيْمَمِ .  
فَأَحَقَّبَهَا عَلَى نَاقَةٍ فَأَعْتَمَرَتْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایمن بن نابل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسم بن محمد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ لوگوں نے عمرہ کر لیا اور میں نے عمرہ نہیں کیا، آپ نے فرمایا: اے عبد الرحمان! اپنی بہن کو لے جاؤ اور ان کو مقام تنعیم سے عمرہ کراؤ، حضرت عبد الرحمن نے ان کو اڈٹنی اپنے پیچھے پالان پر بٹھایا، پس انہوں نے عمرہ کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۵۷ میں ہے کہ ہم ان احادیث سے بھی معلوم ہوا کہ پیدل حج کرنے کی بہ نسبت سواری پر بیٹھ کر حج کرنا افضل ہے۔

٤ - بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُورِ

اس غرض سے میرے سرور کا نام لیا ہے کہ اس کا معنی ہے: حج قبول ہو۔ سرور نے کہا: اس کا نام ہے: جس حج میں کوئی گناہ نہ کیا۔ ”ممبر“ کا نام لیا ہے اس کا معنی ہے: نیکی۔ (عمدة الساری ج ۹ ص ۱۰۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حج مبرور کی جزاء صرف جنت ہے آپ سے پوچھا گیا کہ ”ہر“ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کھانا کھانا اور اچھی باتیں کرنا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۵، صحیح ابن خزیمہ: ۳۷۲، استغناء الکبیر للعقلمی ج ۱ ص ۱۳۱، شعب الایمان: ۳۱۱۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ

١٥١٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ  
حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ  
الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ. قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَبْرُورٌ.

پیشکش: وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پوچھا گیا: پھر کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، پوچھا گیا: پھر کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: حج مبرور۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۶ میں گزر چکی ہے۔

١٥٢٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ  
 حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ  
 عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ  
 اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَرَى  
 الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ أَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ لَا لَكِنَّ  
 أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ.

[اطراف الحديث: ١٨٦١-٢٤٨٣-٢٨٤٥-٢٨٤٦]

(سنن نسائی: ۲۶۲۷، سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۱، مسند الطحاوی: ۹۳۹۰)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد الرحمان بن المبارک بن عبد اللہ العیشی (۲) خالد بن عبد اللہ بن عبد الرحمان الطہمان (۳) حبیب بن ابی عمرہ (۴) عائشہ بنت طلحہ بنت عبید اللہ التیمیہ القرشیہ یہ قریشی ہیں۔ تین خواتین حسب بن ابی ہریرہ نے ان کا دس لاکھ مہر مقرر کیا تھا (۵) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۲)

حج کے جہاد سے افضل ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہمارے نزدیک جہاد سب سے افضل عمل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جہاد کرنے والوں کی قلت تھی اور ہر شخص پر جہاد کرنا فرض عین تھا۔ جب اسلام ہر بندہ پھیل گیا تو پھر جہاد فرض کفایہ ہو گیا، جو شخص جہاد کر لیتا تو پھر باقی مسلمانوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی، پس اس وقت حج جہاد سے افضل ہو گیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے، لیکن جب دشمن مسلمانوں کے شہر پر ٹوٹ پڑے اور اس سے دفاع کی ضرورت ہو اور دشمن بہت غالب اور قوی ہو اور اس سے خطرہ ہو تو پھر اس وقت جہاد فرض عین ہو گا اور اس وقت جہاد کرنا حج سے افضل ہو گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلنے پر روافض کا اعتراض اور اس کا جواب

المہلب نے کہا ہے کہ آپ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے، اس میں آپ نے اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے:

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ  
اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح



الْأُولَى. (الاحزاب: ۳۳)

اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش نہ کرو۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ وہ گھروں میں رہیں جیسا کہ روافض کا زعم ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ طعن کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیے اپنے گھر سے نکل کر بصرہ گئیں ان کا یہ طعن اس لیے وارد نہیں ہوتا کہ حضرت عائشہ دراصل حج کرنے کے لیے گئی ہوئی تھیں اسی اثناء میں باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے رفقاء ان کے خوف سے مدینہ چھوڑ کر مکہ میں آ گئے اور حضرت عائشہ کو بھی مشورہ دیا آپ اب مدینہ نہ جائیں باغیوں سے کوئی بعید نہیں کہ وہ آپ کی بے حرمتی کریں بصرہ میں ہمارے بہت حامی ہیں آپ ہمارے ساتھ وہاں چلیں سو حضرت عائشہ اصلاح کی غرض سے بصرہ روانہ ہو گئیں پھر جو ہونا تھا وہ ہو گیا لیکن حضرت عائشہ کا گھر سے نکلنا حج کے لیے تھا اور حج پر جانے کی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان

۱۵۲۱ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا

کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا:

سَيَّارُ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ

ہمیں سیار ابو الحکم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ

ابو ہریرہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

سنا انہوں نے بیان کیا میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے

وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

سنا انہوں نے کہا: اللہ کے لیے حج کیا اور شہوت آمیز باتیں نہیں

[اطراف الحدیث: ۱۸۱۹: ۱۸۱۸]

کیں نہ کوئی گناہ کیا تو وہ حج سے اس طرح واپس ہو گا جیسے اپنی ماں

سے اسی دن پیدا ہوا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۳۵۰، الرقم السلسل: ۳۴۳۳، سنن ترمذی: ۸۱۱، سنن ابی داؤد: ۲۶۲۰، سنن نسائی: ۲۶۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹ طبع قدیم)

مسند احمد: ۷۱۳۶، ج ۱۲ ص ۳۸، مؤسسۃ البیروت، جامعۃ اسلامیۃ، بیروت، ج ۱، ص ۳۵، مکتبۃ الرشد، ریاض: ۱۳۲۷ھ)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سیار (۴) ابو حازم سلیمان (۵) ابو ہریرہ بن عبد العزیز کے یہ احادیث میں فوت

ہو گئے تھے (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۹۳)

### ”رفت“ اور ”فسق“ کا معنی

اس حدیث میں ”رفت“ اور ”فسق“ کے الفاظ ہیں ”رفت“ کے معنی ہیں: جماع کرنا اور جماع سے متعلق باتیں کرنا اور

”فسق“ کا معنی ہے: اللہ کے حکم کو ترک کرنا اور راہ حق سے منحرف ہونا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانا۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت: ۱۴۲۱ھ)

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: وہ حج سے اس طرح واپس ہو گا جیسے اپنی ماں سے اسی دن پیدا ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یعنی اس کا کوئی گناہ نہیں ہو گا اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ اس کے تمام صغائر اور کبائر کی مغفرت کر

دی جائے گی اور گناہوں سے بری ہونے میں وہ اپنے اس حال کے مشابہ ہو گا جب وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۳، دار المعرفۃ، بیروت: ۱۴۲۶ھ)



شان نہیں ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے خطا کاروں اور گناہ گاروں پر فخر کرے۔

### حج کرنے والے کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرمادینا

ابن المبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یومِ عرفہ ”یوم المباحۃ“ (فخر کا دن) ہے آپ سے پوچھا گیا: ”یوم المباحۃ“ کیا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ یومِ عرفہ کو آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے پھر فرشتوں کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کو دیکھو! ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں، میں نے ان کی طرف ایک عظیم رسول بھیجا تو یہ اس پر ایمان لائے اور میں نے ان کی طرف ایک عظیم کتاب بھیجی تو یہ اس پر ایمان لائے یہ بہت دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے پاس آئے ہیں اور یہ مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ میں ان کو دوزخ سے آزاد کر دوں سو میں نے ان کو آزاد کر دیا پس یومِ عرفہ سے زیادہ کسی دن بھی لوگوں کو دوزخ سے آزاد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے اور اہل عرفات کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کی طرف دیکھو! ان کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں یہ دور دراز کے راستوں پر چل کر میرے پاس آئے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے پس فرشتے کہتے ہیں کہ اے میرے رب! فلاں و فلاں شخص (یعنی وہ مغفرت کے لائق نہیں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان سب کی مغفرت کر دی ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس یومِ عرفہ سے وہ کسی دن بھی لوگ دوزخ سے آزاد نہیں کیے گئے۔ (شرح السنہ ج ۷ ص ۱۵۹ المستدرک ج ۱ ص ۳۶۵ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۰۵ فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۲ کنز العمال: ۱۲۰۷۳)

ابن جریج نے از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ اہل عرفہ کے اوپر ایک لحظہ میں مغفرت نازل ہوتی ہے اس وقت ابلیس اپنے سر پر مٹی ڈال لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے ہلاکت! ہائے موت! پھر تمام شیاطین اس کے پاس جمع ہو کر پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے: میں نے ان کو سانس دیا اور ان کو حیات بخشی اور ان کو پلک بھٹکنے میں ان کی مغفرت کر دی گئی۔

### حج کرنے والے کے ذمہ حقوق عبادت کو معاف فرمادینا

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کے دن شام کو اپنی امت کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی سو آپ بہت دیر دعا کرتے رہے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی کہ میں نے ایسا کرنا اس سال ان لوگوں کے جنہوں نے اس پر ظلم کیا ہے اللہ کے گناہ جہنم کے درمیان ہیں آج میں نے ان کو معاف کر دیا پھر آپ نے دعا کی: اے میرے رب! اس پر دعا ہے کہ تو اس مظلوم کو اداء اور ثواب عطا فرما اور اس مظلوم کی مغفرت فرما۔ تو اس شام کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول نہیں کی پھر جب دوسرے دن نبی ﷺ نے اس دعا کو دہرایا اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور فرمایا: میں نے ان کو معاف کر دیا تب رسول اللہ ﷺ مسکرائے آپ کے اصحاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ اس وقت کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کے دشمن ابلیس کی وجہ سے مسکرا رہا ہوں جب اس نے جان لیا کہ اللہ نے میری امت کے متعلق میری دعا قبول کر لی ہے تو وہ چلانے لگا: ہائے ہلاکت! ہائے موت! اور مٹھی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے لگا۔

(سنن ابن ماجہ: ۳۰۱۳ سنن ابوداؤد: ۵۲۳۳)

ابن المبارک نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (المہجد ج ۱ ص ۹۷-۹۰ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۱۹ھ)

حافظ ابن عبد البر نے یہ احادیث صحیحہ درج کی ہیں۔ ان سے واضح ہو گیا کہ جب حج کرنے والا میدانِ عرفات میں دعا کرتا ہے

تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے اور ملا علی قاری کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حج کرنے سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اور نہ وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جن کا تعلق حقوق العباد سے ہو۔

اس حدیث سے استدلال کہ حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے، جیسے اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو

نیز زیر بحث حدیث، صحیح البخاری: ۱۵۲۱ میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: جس شخص نے دوران حج کوئی گناہ نہیں کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے وہ اسی دن اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے، اگر ملا علی قاری کی تحقیق کے مطابق اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے کبیرہ گناہ باقی ہیں اور حقوق العباد بھی اس کے ذمہ ہیں تو پھر کس طرح وہ ایسا ہوگا کہ وہ اس دن ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہے، نیز ملا علی قاری کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، ہم حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کر چکے ہیں کہ اس کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لہذا ملا علی قاری کا اس پر اجماع نقل کرنا بھی درست نہیں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ پھر تو تائب اور زانیوں کے لیے معاملہ آسان ہے، وہ قتل اور زنا کریں۔۔۔۔۔ اور حج کر کے اپنی مغفرت کرا لیں

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تو زانیوں، قاتلوں، چوروں، دالوؤں، سودوروں اور رشوت خوروں کے لیے معاملہ آسان ہے، وہ سال بھر یہ کبیرہ گناہ کرتے رہیں اور سال کے آخر میں حج کر آئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو عادی مجرم ہوتے ہیں ان کو حج کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی، اور جو اس طرح کے گناہ کرنے والا ہو وہ اسی وقت حج کرنے سے باز رہتا ہے جب اس کے دل میں خوف خدا کا غلبہ ہوتا ہے، اور وہ اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے، اس لیے اس سے گناہوں پر تائب ہوتا ہے، جو اس طرح نہ ہو، اس کو حج کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ ۱۹۹۳ء میں حج کے سلسلہ میں حاجی کیپ جا رہا تھا، میں اس ٹیکسی میں بیٹھا تھا، اس کے ڈرائیور نے مجھ سے پوچھا: آپ حج کرنے جا رہے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اپنی اپنی قسمت ہے! میں اٹھارہ سال مکہ میں رہا اور میں نے حج نہیں کیا اور آپ پاکستان سے حج کرنے جا رہے ہیں!

خلاصہ یہ ہے کہ شخص حج کرنے کی توفیق نہیں ملتا، اس لیے وہ حج کرنے سے باز رہتا ہے جس کے دل میں خوف خدا کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ ٹیکسیوں پر آمادہ اور گناہوں کے ترک کرنے پر تیار ہوتا ہے، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے، وہ قادر برحق ہے، بے نیاز ہے، اگر وہ قاتلوں، دالوؤں اور زانیوں کی بھی مغفرت فرمادے تو وہ مالک ہے، کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے!

## ۵- بَابُ فَرَضِ مَوَاقِیْتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ کے مواقیت کا تقرر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مواقیت، میقات کی جمع ہے، جیسے میعاد کی جمع مواعید ہے، امام بخاری نے عنوان میں لکھا ہے: حج اور عمرہ کے مواقیت کو فرض کرنا۔ اس میں فرض کا معنی ہے: واجب کرنا، اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام میقات سے پہلے نہیں باندھ سکتا اور اس کی وضاحت باب نمبر: ۸ سے ہو رہی ہے، جس میں امام بخاری نے یہ لکھا ہے کہ اہل مدینہ کا میقات، اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے تھے اور جب وقت سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے تو میقات کی جگہ سے پہلے بھی احرام باندھنا ناجائز ہونا چاہیے۔



(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۳ ملخصاً 'دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہاں پر عنوان میں فرض کا معنی مقرر کرنا ہے اور یہ واجب کرنے کے معنی میں نہیں ہے اور امام بخاری نے باب: ۸ میں جو کہا ہے کہ اہل مدینہ کا میقات اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہیں باندھتے تھے یہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام باندھنا مستحب نہیں ہے کیونکہ جمہور فقہاء نے مواقیت سے پہلے احرام باندھنے کو جائز قرار دیا ہے اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنے کے جواز پر اجماع ہے اور فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے امام مالک سے اس کی کراہت منقول ہے لیکن یہ ان کے نزدیک عدم جواز کی دلیل نہیں ہے اسی طرح حضرت عثمان سے منقول ہے کہ انہوں نے خراسان سے احرام باندھنے کو مکروہ کہا ہے اور یہ بھی عدم جواز کی دلیل نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اسحاق اور داؤد سے عدم جواز منقول ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا جمہور کی مخالفت کرنا غیر معتبر ہے اور اگر بر تقدیر تنزل یہ مان بھی لیا جائے تو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ امام بخاری اس مسئلہ میں ان کے ساتھ ہیں۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۶-۱۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۵۲۲ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوزُ أَنْ أَعْتَمِرَ؟ قَالَ فَرَضَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَلَا هِلَ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفِ وَلَا فِي الْمَدِينَةِ الْجُحْفَةِ.

ابن بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے زید بن جبیر نے حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے گھر گئے وہاں ان کا خیمہ اور دروازے تھے پس میں نے ان سے سوال کیا کہ کہاں سے عمرہ کرنا ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے قرن کو مقرر کیا اور اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری امور کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

### قرن ذوالحلیفہ اور الجحفہ

اس حدیث میں چند مواقیت کا ذکر کیا گیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

قرن: پورا نام قرن المنازل ہے یہ یمن اور طائف والوں کی میقات ہے اس کا دوسرا نام قرن الثعالب ہے یہ صرف اہل نجد کی میقات ہے اہل یمن کی میقات بھی قرن کہلاتی ہے یہ مکہ سے اکیاون میل اور طائف سے چھتیس میل دور ہے۔

(معجم البلدان (اردو) ص ۲۷۲)

ذوالحلیفہ: یہ اہل مدینہ کا میقات ہے یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔

الجحفہ: یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان شام کی جانب ایک جگہ ہے اور یہ اہل شام کا میقات ہے۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۳۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مواقیت مذکورہ سے احرام باندھنے کا وجوب اور جو شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو اس کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ائمہ فتویٰ کا اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ میں مواقیت واجب ہیں انہوں نے کہا ہے کہ ان میں تو سبغ اور رخصت ہے انسان جل (میقات سے پہلی جگہ) سے فائدہ حاصل کرتا رہے حتیٰ کہ میقات پہنچ جائے اور میرے علم کے مطابق کسی شخص نے یہ نہیں کہا کہ میقات حج کے فرائض میں سے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مواقیت کو فرض کیا ہے اس سے حضرت ابن عمر کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مواقیت کا تعین کیا اور ان کی جگہیں اور حدود مقرر فرمائیں۔

اس باب میں عطاء اللتیمی اور حسن بصری کا رد ہے انہوں نے یہ کہا ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور وہ میقات کو ترک کر دے اور احرام نہ باندھے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ان کا یہ قول شاذ ہے امام مالک امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص مکہ سے واپس میقات کی طرف لوٹے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا لوٹنے کے بعد اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر لوٹنے کے بعد اس نے تلبیہ پڑھ لیا ہے تو اس پر دم نہیں ہے اور اگر اس نے تلبیہ نہیں پڑھا تو اس پر دم ہے اور ثوری امام ابو یوسف امام محمد اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب وہ احرام باندھنے کے بعد میقات کی طرف لوٹ آیا تو کسی صورت میں اس پر دم نہیں ہے۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۶۱-۱۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر علامہ کرمانی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنا ان مواقیت مذکورہ میں سے لازم نہیں ہے بلکہ جہرانہ سے بھی احرام باندھنا صحیح ہے؟ اس کا جواب ہے کہ یہ اہل مکہ کے لیے صحیح ہے لیکن جس جگہ آفاقی ہوں یعنی خارج از حرم کے لوگ ہوں ان کے لیے ان ہی مواقیت سے احرام باندھنا درست ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۹۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۶۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَرَزَوْا﴾ (البقرہ: ۱۹۷) خَرَجَ تَقْوًى (سوال سے رکنا) ہے (البقرہ: ۱۹۷)

اس باب میں اس آیت کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ زکوٰۃ کے لیے کو اپنے ساتھ سفر خرچ رکھنا چاہیے اور لوگوں سے الگ نہیں کرنا چاہیے تاکہ سفر کے دوران میں ان کے زکوٰۃ کے بارے میں سوال نہ ہو کہ وہ اس کو دیکھ دیتے یا نہیں وہ حج کے سفر میں صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے ان کو دیکھنا ہے اور صرف ان سے سوال کرتا رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے حج کرنے کے لیے نکلتے تھے اور ان کے پاس سفر خرچ نہیں ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے گھر کا قصد کر رہے ہیں تو کیا وہ ہمیں نہیں کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم زادِ راہ لے کر سفر کرو جو تم کو لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے روکے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۸)

۱۵۲۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحْجُونَ وَلَا يَتَزَوَّدُونَ وَيَقُولُونَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بشر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شابہ نے حدیث بیان کی از ورقاء از عمرو بن دینار از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اہل یمن حج کرتے تھے اور اپنے ساتھ زادِ راہ (سفر خرچ)

فَإِذَا قَدِمُوا الْمَدِينَةَ سَأَلُوا النَّاسَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾. رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرُو عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا. (سنن ابوداؤد: ۱۷۳۰)

نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تو کل کرنے والے ہیں پھر جب وہ مدینہ آتے تو لوگوں سے سوال کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور سفر خرچ تیار کرو اور بہترین سفر خرچ تقویٰ (سوال سے رکنا) ہے۔ اس کی ابن عیینہ نے از عمرو از عکرمہ مرسل روایت کی ہے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بشر ابوزکریا: یہ اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین میں سے تھے یہ ۲۳۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) شبابہ بن سوار الخزازی (۳) ورقاء بن عمرو بن کلیب ابوبشر الیشکری (۴) عمرو بن دینار (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۹)

### اغنیاء پر توکل کرنے کا شدید حرام ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے توکل کر لیا تو اس میں اللہ عزوجل کا حصہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے بالکل استعانت نہیں کی جاتی جیسا کہ حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو (شرکیہ الفاظ پر مبنی) دم کراتے ہوں گے نہ قال نکھواتے ہوں گے وہ صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۶۳۷۲-۳۴۱۰، صحیح مسلم: ۲۲۰، مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۳)

اغنیاء پر حج کے علاوہ بھی سوال کرنا حرام ہے۔ حج میں ان پر سوال کرنے کا حکم امت اور بھی مؤکد ہے۔ (شرح ابن بطل ج ۴ ص ۱۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

### توکل کی صحیح تعریف

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقویٰ اور اللہ سے توکل کرنے کو ترک نہ کرنا چاہیے بلکہ تمہیں دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو لوگوں سے بالکل سوال نہیں کرتے تھے: لَا يَسْئَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا. (البقرہ: ۲۷۳)

اس حدیث میں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی مذمت ہے اور سوال نہ کرنے کی ترغیب ہے اور کم چیزوں پر قناعت کرنے کا حکم ہے اس حدیث میں توکل کی مذمت نہیں ہے ہاں! اس میں لوگوں سے سوال کرنے کی مذمت ہے اور یہ لوگ توکل کرنے والے نہیں تھے بلکہ کھانے پینے کے حریص تھے توکل کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کے حصول کے اسباب مہیا کر کے اسباب سے قطع نظر کر لی جائے اور اس چیز کے حصول کو اللہ تعالیٰ کی عطا پر چھوڑ دیا جائے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۷۔ بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ

اس حدیث کے عنوان میں ”مہل“ کا لفظ ہے یہ ”احلال“ کا اسم ظرف ہے اور ”احلال“ کا معنی ہے: بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا اور چونکہ مسلمان احرام باندھتے وقت بلند آواز سے ”لیک اللہم لیک“ کہتے ہیں اس لیے ”احلال“ سے مراد ہے: احرام باندھنا۔

۱۵۲۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلَا أَهْلَ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلَا أَهْلَ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلَا أَهْلَ الْبَحْمَنِ يَلْمَلَمُ هُنَّ لَهْنٌ وَلَسْنُ أَنِي عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُسْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَتَى حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاووس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات (احرام باندھنے کی جگہ) مقرر فرمایا اور اہل شام کے لیے الحنفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ یہ موافقت ان لوگوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ان جگہوں پر سے گزریں جب وہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے آئیں اور جو ان مقامات کے اس طرف (مکہ کی جانب رہتا) ہو وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

[اطراف الحدیث: ۱۵۲۶-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۸۳۵]

(صحیح مسلم: ۱۱۸۱، الرقم السلسل: ۲۷۵۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۳۸، سنن نسائی: ۲۱۵۸، المعجم الکبیر: ۱۰۹۱۳-۱۰۹۱۲، مسند الطحاوی: ۳۲۳، مسند احمد: ۲۳۸، طبع قدیم مسند احمد: ۲۲۴۰، ج ۳ ص ۱۰۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تعارف ہو چکا ہے۔ اس حدیث کا عنوان ہے: حج اور عمرہ میں اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ۔ اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جو ان مقامات کے اس طرف (مکہ کی جانب) رہتا ہو وہ جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

یلملم کی تعین اور پاکستان کے شہر سے احرام باندھنے کی جگہ

اس حدیث میں جن موافقت کا ذکر ہے ان میں سے ذوالحلیفہ الحنفہ اور قرن المنازل کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۲۲ میں کی جا چکی ہے اور اس میں یلملم کا بھی ذکر ہے اس کا محل وقوع یہ ہے:

مکہ کے جنوب میں دوشب کی مسافت پر اہل یمن کی میقات جہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مسجد بھی ہے۔

(معجم البلدان اردو ص ۳۶۳، شیخ نظام علی اینڈ سنز کراچی)

یلملم ایک پہاڑ ہے مکہ سے دو منزل پر۔ ہندوستان سے جو لوگ مکہ کو جاتے ہیں وہ جہاز ہی میں سے اس پہاڑ کے برابر پہنچ کر

احرام باندھ لیتے ہیں۔ (تیسرہ الباری ج ۲ ص ۱۱۱)

پہاڑ گ. بحری جہاز کے ذریعہ سفر کر کے حج کے لیے جاتے تھے اور جب یلملم کے پاس سے جہاز گزرتا تھا تو کپتان ان کو مطلع



کر دیتا تھا اور وہ جہاز میں احرام باندھ لیتے تھے اب بحری جہاز سے حج کا سفر متردک ہو گیا اس لیے اب ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے بعد احرام باندھ لیا جائے بہتر یہ ہے کہ ایئر پورٹ کی لاؤنج میں سکون سے وضوء کر کے احرام باندھ لیں یا گھر سے احرام باندھ کر چلیں اور لاؤنج میں دو رکعت نماز پڑھ کر حج یا عمرہ کی نیت کر لیں گھر سے نیت نہ کریں کیونکہ بعض اوقات پرواز میں بہت تاخیر ہو جاتی ہے اور بعض اوقات پرواز منسوخ ہو جاتی ہے۔

اہل مدینہ کا میقات اور وہ لوگ ذوالحلیفہ

۸ - بَابُ مِيقَاتِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

پہنچنے سے پہلے احرام نہ باندھیں

وَلَا يُهْلُونَ قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

اس عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز نہیں ہے لیکن ہم صحیح البخاری: ۱۵۲۲ کے عنوان کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھنا جائز ہے ہندوستان پاکستان اور دوسرے اسلامی شہروں سے جو لوگ حج یا عمرہ کرنے ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کر کے جاتے ہیں ان کے لیے عین میقات پر احرام باندھنا تو ممکن ہی نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا مذہب ناقابل عمل ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

۱۵۲۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع

مَالِكُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كُرَيْبٍ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل

قَالَ يُهْلُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلُ النَّازِلِ

شام الحنفہ سے اور اہل نجد قرن سے۔ حضرت عبد اللہ نے کہا: اور

مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَبَلَّغَنِي

مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل یمن

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهْلُ أَهْلُ

یلمم سے احرام باندھیں۔

الْيَمَنِ مِنْ يَلْمَمَ.

اس حدیث میں ذوالحلیفہ الحنفہ اور قرن کا ذکر ہے ان کی شرح صحیح بخاری: ۱۵۲۳ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں یلمم کا

ذکر ہے اس کی شرح صحیح بخاری: ۱۵۲۴ میں گزر چکی ہے۔

اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ

۹ - بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الشَّامِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث

۱۵۲۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عمرو بن

عَمْرٍو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

دینار از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ

کیا اور اہل شام کے لیے الحنفہ کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو

الْجُحْفَةِ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنُ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ

اور اہل یمن کے لیے یلمم کو یہ مواقیت ان مقامات پر رہنے والوں

يَلْمَمُ فَهِنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ

کے لیے ہیں اور دوسرے ملکوں سے جو لوگ ان مقامات سے

لِمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ

گزر رہے ہوں اور وہ وہاں پر رہنے والے نہ ہوں اور وہ حج اور عمرہ کا ارادہ

فَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِهَا وَكَذَلِكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهْلُونَ مِنْهَا.

کر رہے ہوں ان کے لیے بھی یہ مواقیت ہیں اور جو لوگ ان

مواقیت سے ماوراء رہتے ہوں وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں اسی طرح اہل مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۲۲ اور ۱۵۲۳ کا مطالعہ کریں۔

اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم نے اس کو الزہری سے محفوظ کیا ہے از سالم از والد خود کہ نبی ﷺ نے مقرر کیا..... (ح)

۱۰ - بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ نَجْدٍ

۱۵۲۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَفِظْنَاهُ مِنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ وَقَّتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح.

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۲۲ کا مطالعہ کریں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں امام احمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: محمد بن انس نے کہا: ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ مہیعة ہے اور اسی کا نام الجحفہ ہے اور اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا اور میں نے اس کو نہیں سنا کہ اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے۔

۱۵۲۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةُ وَالْجُحْفَةُ وَأَهْلُ نَجْدٍ قَرْنٌ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا زَعَمُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْهُ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمُ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۲۲ اور ۱۵۲۳ میں گزر چکی ہے۔

جولوگ مواقیت کے ماوراء رہتے ہوں

ان کے احرام باندھنے کی جگہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل نجد کے لیے قرن کو سو یہ ان مقامات کے رہنے والوں کے میقات ہیں اور دوسرے ملکوں کے لوگ جو یہاں کے رہنے والے نہ ہوں اور ان مقامات سے گزریں اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرتے

۱۱ - بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ

دُونَ الْمَوَاقِيتِ

۱۵۲۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمُ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا فَهِنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِيهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ حَتَّى إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَهْلُونَ مِنْهَا.

ہوں اور جو لوگ ان مواقیت کے ماوراء ہوں وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۲۳ میں گزر چکی ہے۔

### اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن طاؤس از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفة کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو یہ ان مقامات پر رہنے والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہیں ہیں اور دوسرے ملکوں کے لوگ جو یہاں کے رہنے والے نہ ہوں اور ان مقامات سے گزریں اور وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرتے ہوں اور جو لوگ ان مواقیت کے ماوراء ہوں وہ اپنے گھروں سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں۔

### ۱۲ - بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الْيَمَنِ

۱۵۳۰ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلْمَلَمَ هُنَّ لَيْلَى وَلِكُلِّ ابْتِئَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

اس حدیث کی شرح بھی، صحیح البخاری: ۱۵۲۳ میں گزر چکی ہے۔

### اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے

”عرق“ کا معنی ہے: چھوٹی پہاڑی یہ تھامہ کے سہروں میں سے پہلا شہر ہے یہاں تین بڑے بڑے کنویں ہیں اور اس کے قریب ابورغال کی قبر ہے اور یہاں ایک باغ ہے جو مکہ سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا: جب یہ دونوں شہر (بصرہ اور کوفہ) فتح ہو گئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے پھر انہوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! رسول اللہ ﷺ نے اہل نجد کے لیے میقات مقرر کیا ہے اور وہ ہمارے راستہ سے منحرف ہے اور اگر ہم قرن جا کر احرام باندھیں تو یہ ہم پر دشوار ہے حضرت عمر نے فرمایا: تم قرن کے موازی اپنے راستہ میں کوئی جگہ بتاؤ پھر ان کے لیے ذات عرق کو میقات بنادیا۔

### ۱۳ - بَابُ ذَاتِ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ

۱۵۳۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فَتَحَ هَذَانِ الْمَصْرَانِ أَتَوْا عُمَرَ فَقَالُوا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَا وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيقِنَا وَإِنَّا إِنِ ارْدْنَا قَرْنَا شَقَّ عَلَيْنَا قَالَ فَانْظُرُوا حَذَوَهَا مِنْ طَرِيقِكُمْ فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ.

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن مسلم ابن سعید ابوالحسنؑ یہ ۲۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن نمیر (۳) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ابو عثمان القرشی العدوی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۰۷)

اس اعتراض کا جواب کہ بصرہ اور کوفہ حضرت عمر کے عہد میں فتح نہیں ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اور حدیث میں مذکور ہے: جب یہ دونوں شہر فتح ہو گئے تھے

غلامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جن دوشہروں کا ذکر ہے اس سے مراد بصرہ اور کوفہ ہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بصرہ اور کوفہ کو مسلمانوں نے شہر بنایا تھا اور ۱۷ھ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی بنیاد رکھی گئی تو یہ کہنا کس طرح درست ہوگا کہ جب یہ دوشہر فتح کیے گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ جب یہ دوشہر فتح کیے گئے، اس سے مراد یہ ہے کہ جب ان شہروں کی جگہ کی زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، بصرہ اور کوفہ کے درمیان اس کی مسافت ہے اور ان کے پاس دریائے فرات ہے اور اس سے بہت نہریں نکالی گئی ہیں اور بصرہ اور کوفہ میں دریاؤں کے پانی سے آبیاری ہوتی ہے۔

اس پر دلیل کہ ذاتِ عرق کو نبی ﷺ نے ہی میقات بنایا تھا، حضرت عمرؓ نے صرف اس حکم کی تبلیغ کی تھی

ابن المنذر نے کہا ہے کہ عام اہل علم کا حضرت ابن عمر کی ظاہر حدیث پر اتفاق ہے اور اس میں ان کا اختلاف ہے کہ جو شخص ذاتِ بَرَق کے پاس سے گزرے وہ کیا کرے۔ پس حضرت ابن عمر کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل عراق کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذاتِ بَرَق کو میقات مقرر کیا اور اس میقات پر ارادہ کرنے والے کو نبی ﷺ سے کچھ بات نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ہی ذات عرق کو اہل عراق کا میقات قرار دیا تھا کیونکہ نبی ﷺ نے وحی کے ذریعہ تمام ملکوں اور شہروں کو جان لیا تھا' حدیث میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارباب بے شک اللہ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو بیٹھ دیا پس میں نے ارباب کے تمام حقوق کو ارباب کو کچھ لیا اور بقیہ میری امت زمین کے تمام ملکوں تک پہنچا دیا۔ (ابن ماجہ: ۳۹۱۲)

فقہاء تابعین میں جمہور علماء اور بعد کے علماء، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور ابو ثور نے یہ کہا ہے کہ اہل عراق کا میقات ذات عرق ہے، مگر امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ اہل عراق، العقیق سے احرام باندھیں جو ذات عرق کے متوازی ہے اور انہوں نے الام میں یہ لکھا ہے کہ نبی ﷺ سے ذات عرق کی حدیث ثابت نہیں ہے، اس پر صرف لوگوں کا اجماع ہے، ان کی یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا نبی ﷺ سے منصوص نہیں ہے اور آپ نے اس کی تصریح نہیں کی، الغزالی اور الرافعی نے اسی کی تائید کی ہے، اور علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ یہ منصوص ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ امام طحاوی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:



حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور شام اور مصر والوں کے لیے الجحفہ کو اور اہل عراق کے لیے ذات براق کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو۔

ابوالزبیر نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے احرام باندھنے کی جگہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے پھر کہا کہ میرا گمان ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارادہ تھا کہ اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور دوسرے راستہ کے لوگ الجحفہ سے اور اہل عراق ذات عرق سے اور اہل نجد قرن سے احرام باندھیں اور اہل یمن یلمام سے۔

عطاء سے روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کو۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۵۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور اہل شام کے لیے الجحفہ کو اور اہل بصرہ کے لیے ذات عرق کو اور اہل مدائن کے لیے العقیق کو یہ ذات عرق کے قریب جگہ ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۳۴۵۱)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ پس ان آثار سے ثابت ہو گیا کہ سوال اللہ علیہ وسلم (۱) اراق کے لیے بھی اسی طرح میقات مقرر کیا ہے جس طرح دوسرے شہر والوں کے لیے مواقیت ضروری ہیں۔ (سماۃ العارفین ج ۹ ص ۲۰۹-۲۰۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کی امام شافعی کی تائید میں ان احادیث کو مشکوک قرار دینے کی لا حاصل سعی -----

اور مصنف کا امام ابو حنیفہ کی تائید میں احادیث صحیحہ کو مرجع قرار دینا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن برعہ سلمیٰ موتی ۲۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر کی حدیث (شرح معانی الآثار: ۳۴۵۰-۳۴۴۹) کو امام احمد نے ابن لہیعہ کی روایت سے اور امام ابن ماجہ نے ابراہیم بن یزید کی روایت سے روایت کیا ہے اور ان دونوں نے ابوالزبیر سے روایت کی ہے اس لیے اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

میں ہوتا ہوں کہ لفظ اللہ بفرے امام احمد بن ابی حنیفہ سے اس روایت کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

حسن بن موسیٰ الاشیب سے روایت ہے 'وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابن لھیعہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزبیر نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر سے میقات کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور دوسرے راستہ والوں کے احرام باندھنے کی جگہ الجحفہ ہے اور اہل عراق کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے اور اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳ 'مسند احمد: ۱۳۵۷۲- ج ۲۲ ص ۴۳۲' مؤسسة الرسالة بیروت)

یہ حدیث مسند احمد کے علاوہ درج ذیل کتب حدیث میں بھی ہے:

صحیح مسلم: ۱۱۸۳، الرقم المسلسل: ۲۷۶۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۹۲، شرح معانی الآثار: ۳۳۳۹، شرح النہ: ۸۶۰، سنن بیہقی

ج ۵ ص ۲۷۔

علامہ شعیب الارنؤوط اور ان کے معاون مخرجین نے لکھا ہے: امام مسلم کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے اور ابو الزبیر امام مسلم کے رجال میں سے ہیں۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)  
اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۶ مسند احمد: ۱۳۶۱۵۔ ج ۲۲ ص ۳۵۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کو امام احمد نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱ طبع قدیم مسند احمد: ۶۶۹۷۔ ج ۱۱ ص ۲۹۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت عمرو بن العاص کی یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی ہے:

سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۳۶، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۱۶، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۳۔ ۹۳۔

حافظ ابن حجر نے جو لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے ابراہیم بن یزید از ابو الزبیر روایت کیا ہے، سو وہ حدیث یہ ہے: ابراہیم بن یزید از ابو الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا، پس فرمایا کہ اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ الجحفہ ہے اور اہل یمن کے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے اور اہل نجد کے احرام باندھنے کی جگہ تن۔ اور اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ ات عرق ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۱۵)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، دلی ۱۴۰۸ھ لکھتے ہیں۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذات عرق کو میقات مقرر نہیں کیا اور اس وقت اہل مشرق نہیں تھے اور انہوں نے اپنی کتاب الام میں لکھا ہے: یہ ثابت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ذات عرق کو مقرر کیا ہو اس پر صرف لوگوں کا اتفاق ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ذات عرق کا میقات امام شافعی نے نہیں لیا، یعنی اس کے میقات ہونے کی نبی ﷺ نے تصریح نہیں کی اور حنفیہ، حنابلہ اور جمہور شافعیہ کے نزدیک یہ منصوص علیہ ہے۔ (رخ الباری ج ۳ ص ۱۰۱، دارالمرکز بیروت: ۱۴۲۶ھ)

ہم نے صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، شرح معانی الآثار، مسند احمد اور متعدد کتب حدیث سے یہ واضح کر دیا ہے کہ نبی ﷺ نے اہل عراق کے لیے ذات عرق کے میقات کی تصریح کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد کا مذہب ہے اور امام شافعی کا یہ بھی ہے کہ ذات عرق کے میقات کی تصریح نہیں ہے۔ منصوص علیہ نہیں ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد کی تصریح نہیں ہے۔ چونکہ شافعی المذہب ہیں اس لیے انہوں نے ان الامکان ان احادیث وضعیہ قرار دیں، لی لا حاسن فیہ وہ کہتے ہیں:

یہ حدیث امام احمد، امام ابوداؤد اور امام نسائی سے مروی ہے (حافظ ابن حجر نے امام مسلم کا نام تک نہیں لیا) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے اور شاید کہ جس نے یہ کہا ہے کہ ذات عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ نہیں ہے اس کو یہ احادیث نہیں پہنچی ہوں گی یا اس کے نزدیک یہ احادیث ضعیف ہوں گی کیونکہ ان احادیث کی ہر سند پر اعتراض ہے (پھر اس کے بعد مجبور ہو کر لکھتے ہیں کہ) اس حدیث کی متعدد اسانید ہیں اور ان اسانید کے مجموعہ سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

ان احادیث پر امام شافعی کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ کے عہد میں تو عراق آباد نہیں ہوا تھا

امام شافعی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا تھا کہ نبی ﷺ اہل مشرق کے لیے میقات کیسے مقرر کر سکتے تھے حالانکہ اس وقت

اہل مشرق نہیں تھے؟ حافظ ابن حجر اس اعتراض کا جواب حافظ ابن عبد البر سے نقل کرتے ہیں:

اس حدیث پر جس نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس وقت تک عراق فتح نہیں ہوا تھا تو حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ اس کی غفلت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فتوحات سے پہلے تمام اطراف کے موافقت مقرر کر دیئے تھے کیونکہ نبی ﷺ کو علم تھا کہ یہ علاقے عنقریب فتح ہو جائیں گے پس اس وجہ سے شام اور عراق میں کوئی فرق نہیں ہے علامہ الماوردی اور دوسرے محدثین نے بھی یہی جواب دیا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک اہل عراق کے لیے ذاتِ عرق کا میقات ہونا ثابت ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے اس لیے ہم نے صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث سے یہ واضح کیا ہے کہ ذاتِ عرق کا میقات ہونا منصوص علیہ ہے اور نبی ﷺ سے ثابت ہے اور اس حدیث پر امام شافعی کے جو اعتراضات تھے ان کے جوابات ان ہی کے مقلدین کے حوالے سے نقل کر دیئے ہیں۔ واللہ الحمد علی ذالک۔

## ۱۴ - بَابُ

## بَابُ

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان ذکر نہیں کیا اور جب وہ کسی باب کا عنوان ذکر نہ کریں تو وہ باب ابوابِ سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اس سے پہلے ابواب میں مختلف شہروں کے موافقت ذکر کیے گئے تھے اور اس باب میں ذوالحلیفہ کا ذکر ہے اور وہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔

۱۵۳۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاخَ بِالْبُطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلَّى بِهَا وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ کے پتھرے میدان میں اپنی اونٹنی بٹھائی پس نماز پڑھی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۸۴ میں گزر چکی ہے۔

## ۱۵ - بَابُ خُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

## عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى طَرِيقِ الشَّجَرَةِ

۱۵۳۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي حَسْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيقِ الْمُعَرَّسِ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِطَنْ الْوَادِي وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ.

## نبی ﷺ کا راستہ کے

## درخت سے نکلنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے راستہ سے (مدینہ منورہ سے) نکلتے تھے اور معرس کے راستہ سے مدینہ میں داخل ہوتے تھے اور رسول اللہ ﷺ جب مدینہ سے مکہ روانہ ہوتے تو درخت کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور جب واپس آتے تو ذوالحلیفہ میں وادی کے نشیب میں نماز پڑھتے تھے اور وہیں رات گزارتے تھے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس مبارک وادی میں نماز پڑھئے۔





کے آخری حصہ میں ٹھہرتے تھے وہ جگہ اس مسجد کی پٹلی طرف ہے جو اس وادی کے نشیب میں ہے وہ جگہ ان لوگوں کے اور راستہ کے درمیان میں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کے قیام کی جگہوں پر خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نازل ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جگہ رسول اللہ ﷺ ٹھہرے تھے اس جگہ قیام کرنے سے اور نماز پڑھنے سے ایسی خاص رحمتیں اور برکتیں حاصل ہوتی ہیں جو اور جگہ نہیں ملتیں اس لیے حضرت عبد اللہ بن عمر اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں آپ ٹھہرے تھے ورنہ وہ کسی بھی جگہ ٹھہر جاتے اور صبح کو نماز پڑھ لیتے اسی طرح حضرات صحابہ کرام جس جگہ ٹھہرے ہوں وہاں بھی اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات نازل ہوتی ہیں ورنہ سالم حضرت عبد اللہ بن عمر کے قیام کی جگہ کو نہ تلاش کرتے اور کسی بھی جگہ قیام کر لیتے اور نماز پڑھ لیتے۔

## ۱۷۔ بَابُ غَسْلِ الْخُلُوقِ

### ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثِّيَابِ

اگر کپڑوں پر خوشبو کا لپ ہو تو احرام باندھنے

سے پہلے اس کو تین بار دھو ڈالنا چاہیے

اس حدیث کے عنوان میں ”خلوق“ کا لفظ ہے یہ ایک قسم کی خوشبو ہے جو زعفران سے بنائی جاتی ہے۔

۱۵۳۶۔ قَالَ أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شَرِبَةَ عَنْ أَبِي خَبْرَةَ

عَطَاءُ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَرِنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يُوحَى إِلَيْهِ. قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَمْرَانِ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَاءُ هُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَرَى ابْنَ رَسُولِكَ فِي حَجَّتِهِ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ؟ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَى يَعْلَى فَجَاءَهُ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَادْخُلْ رَأْسَهُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّرُ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغْطُ ثُمَّ سَرَى عَنْهُ فَقَالَ آيْنَ الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ؟ فَأَتَى بِرَجُلٍ فَقَالَ اغْسِلِ الطِّيبَ الَّذِي بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاصْنَعْ فِي عُمَرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَرَادَ الْإِنْقَاءَ حِينَ أَمَرَهُ أَنْ يَغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ؟ قَالَ نَعَمْ.

ابو عاصم نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: عطاء نے خبر دی انہوں نے کہا: یعلیٰ نے یہ خبر دی کہ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے سرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: جب نبی ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو تو مجھے وہ منظر دکھائیں حضرت عمر نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ جمرانہ میں تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی اس وقت ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! جو شخص عمرہ کا احرام باندھے اور اس نے کپڑوں پر خوشبو لگائی ہوئی ہو آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو نبی ﷺ ایک ساعت خاموش رہے پھر آپ پر وحی نازل ہوئی پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰ کی طرف اشارہ کیا تو حضرت یعلیٰ آئے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے اوپر ایک کپڑے سے سایا کیا ہوا تھا پس حضرت یعلیٰ نے اس کپڑے میں اپنا سر داخل کر لیا اس وقت رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آپ خراٹے لے رہے تھے پھر آپ کی یہ کیفیت منقطع ہو گئی تو آپ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جس نے عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا؟ تو اس شخص کو لایا گیا آپ نے فرمایا: تمہارے کپڑوں پر جو خوشبو لگی ہوئی ہو اس کو تین مرتبہ دھو لو اور اپنا جبہ (لبا کوٹ) اتار دو اور اپنے عمرہ میں وہی افعال کرو

[اطراف الحدیث: ۱۷۸۹-۱۸۳۷-۲۳۲۹-۳۹۸۵] جو تم اپنے حج میں کرتے ہو، ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے

پوچھا کہ جب نبی ﷺ نے اس کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیا تھا تو کیا اس سے آپ کی غرض کپڑے کو خوب صاف کرنا تھی؟ عطاء نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۱۱۸۰، الرقم المسلسل: ۲۷۵۲، سنن ابوداؤد: ۱۸۱۹، سنن ترمذی: ۸۳۶، سنن نسائی: ۲۶۶۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۷۰، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۳۱، مسند الحمیدی: ۷۹۱، المستثنی: ۳۳۷، الاحاد والمثنی: ۱۱۶۹، صحیح ابن حبان: ۳۷۷۹، دلائل النبوة لابی نعیم: ۱۷۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۷، دلائل النبوة ج ۵ ص ۲۰۵-۲۰۴، التجم الکبیر: ۶۶۰-۶۵۳، ج ۲۲، مسند احمد ج ۴ ص ۲۲۲، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۹۴۸، ج ۲۹ ص ۴۶۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوعاصم النبیل، ان کا نام الفحاک بن مخلد ہے (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عطاء بن ابی رباح (۴) صفوان بن یعلیٰ بن امیہ (۵) ان کے والد یعلیٰ بن امیہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۱۵)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کے جواز میں امام طحاوی کے دلائل اور مانعین کے جوابات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جہرانہ کے واقعہ ۱ ان ہے اب نزل۔ نزل وہ جنس سے واپس آئے تھے اور اس جگہ نبی ﷺ نے غزوہ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا تھا۔

امام ابو جعفر متوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ بعض فقہاء نے اس حدیث کی بنا پر یہ کہا ہے کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مکروہ ہے، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابن عمر، حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہم، عطاء الزہری، امام مالک اور امام محمد بن الحسن کا یہی مسلک ہے اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کو باطل قرار دیا ہے۔

جو فقہاء احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کو جائز سمجھتے ہیں کہ حضرت یعلیٰ کی حدیث میں مانعین کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے خوشبو کے متعلق سوال کیا تھا اس کے پڑوں پر زرد رنگ کی کریم کی طرح خوشبو لگی ہوئی تھی اور اس قسم کی خوشبو مرد کو لگانا مکروہ ہے خواہ وہ احرام کی حالت میں ہو یا بغیر احرام کی حالت میں ہو، ہم احرام باندھتے وقت اس خوشبو کے لگانے کو جائز کہتے ہیں جس کا لگانا بغیر احرام کی حالت میں جائز ہے اور ہمام نے از عطاء از صفوان بن یعلیٰ روایت کیا ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ غنیمت یا زرد رنگ کے اثر سے ابوالحسن نے اس پر خوشبو لگائی تھی اس لیے کہ اس کا اثر تھا کیونکہ آپ نے مردوں پر زرد رنگ کا لپ لگانے سے منع فرمایا ہے خواہ احرام باندھا ہو یا نہ ہو، کیونکہ زرد رنگ کی خوشبو مردوں کی ہے۔ (یہ ایسی خوشبو ہوتی ہے جس میں زرد رنگ کی خوشبودار چیز کا لپ کپڑوں پر یا جسم پر لگایا جاتا ہے گویا یہ زرد رنگ کی کریم ہوتی ہے۔ سعیدی وغیرہ)

اور آپ نے اس کو اس لیے منع نہیں فرمایا تھا کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا جائز نہیں ہے، لہذا حضرت یعلیٰ کی حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو آیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ایسی خوشبو لگائے جس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے یا اس کے لیے ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ احرام باندھتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اوپر سب سے عمدہ خوشبو

لگاتی تھیں (وہ زرد رنگ کا لپ نہیں ہوتا تھا کسی اور رنگ کا لپ ہوتا تھا۔ سعیدی غفرلہ)

امام طحاوی نے امام محمد بن الحسن کے حدیث یعلیٰ سے استدلال کو رد کرنے کے لیے یہ کہا ہے کہ احرام ہر قسم کے سلعے ہوئے کپڑے پہننے کو اور خوشبو لگانے کو منع کرتا ہے اور شکار کرنے کو بھی منع کرتا ہے اور اس پر فقہاء کا اجماع ہے کہ جب کوئی شخص احرام باندھنے سے پہلے قیص پہنے پھر احرام باندھ لے اور وہ اسی طرح قیص پہنے ہوئے ہو تو اس کو قیص اتارنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے قیص کو نہیں اتارا تو یہ ایسا ہوگا جیسے اس نے احرام باندھنے کے بعد مستقل قیص پہنی ہوئی ہے اور اس پرند یہ واجب ہو جائے گا اسی طرح اگر اس نے بغیر احرام کی حالت میں شکار کیا اور اپنے ہاتھ سے شکار کو پکڑا ہوا ہے پھر اس نے احرام باندھ لیا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس شکار کو چھوڑ دے ورنہ ایسا ہوگا جیسے اس نے حالت احرام میں شکار کیا ہے اسی طرح محرم کے اوپر احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا منع ہے جیسا کہ مذکور الصدر چیزوں میں تھا اور اگر اس نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائی ہوئی ہو تو وہ اس کی مثل ہے جیسے اس نے احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگائی ہو یہ امام طحاوی کا کلام ہے۔

علامہ ابن بطل کہتے ہیں: جن فقہاء نے احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے کو جائز کہا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ خوشبودار لپ (کریم) اور زرد رنگ مردوں کو لگانا منع ہے خواہ وہ بغیر احرام کے ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو اور جنہوں نے احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے سے منع کیا ہے ان کے نزدیک اس طرح نہیں ہے اور نبی ﷺ نے جو مرد کو زعفران لگانے سے منع کیا وہ اہل مدینہ کے نزدیک صرف حالت احرام میں منع ہے اور بغیر احرام کے مرد کو زعفران کا رنگ لگانا جائز ہے اور ان کے پاس اس مسئلہ پر دلائل ہیں جن کو ہم ان شاء اللہ ”کتاب اللباس“ میں ذکر کریں گے۔ (شرح ابن بطل ج ۳ ص ۳۳۲ دار احیاء العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے میں اختلاف ائمہ اور امام ابوحنیفہ کے موقف پر احادیث سے دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

احرام باندھتے وقت خوشبو کا استعمال کرنے میں اور احرام کے بعد خوشبو لگانے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہاء نے اس سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ کہا ہے یہ فقہاء امام مالک و امام محمد بن الحسن ہیں اور صحابہ میں حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عثمان بن ابی العاصؓ ہیں اور فقہاء تابعین میں عطاءؓ اور الزہریؓ ہیں اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے اور اس کو جائز کہا ہے یہ فقہاء امام ابوحنیفہ اور امام شافعی ہیں ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے ان دو اہل بیتوں سے رسول اللہ ﷺ کے خوشبو لگائی‘ جب آپ نے احرام باندھا اور جب آپ نے اس سے انکار کیا تو ان سے حضرت عائشہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۵۴، صحیح مسلم: ۱۱۸۹، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۹، سنن نسائی: ۲۶۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ پر ذریعہ (ایک قسم کی خوشبو) لگائی احرام کھولتے وقت اور احرام باندھتے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۹۳۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں کے درمیان (مانگ میں) مشک کی چمک دیکھ رہی تھی اور اس وقت آپ احرام باندھے ہوئے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۹۰، سنن ابوداؤد: ۱۷۴۶)

حضرت یعلیٰ کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خوشبو (کالیپ یا کریم) دھونے کا حکم دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے کپڑوں پر زعفران کا لپ لگایا ہوا تھا اور مردوں کو زعفران کی خوشبو لگانے سے آپ نے منع فرمایا ہے حضرت



یعنی کا قصہ جعرانہ کے موقع کا ہے اور یہ بالاتفاق ۸ھ کا واقعہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مذکور بالاتفاق حجۃ الوداع ۱۰ھ کے موقع کی ہے اور اس حدیث پر عمل کیا جاتا ہے جس کا تعلق آخری واقعہ سے ہو۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۱۹ دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت بدن پر اور کپڑوں پر خوشبو لگانا جائز ہے خواہ وہ خوشبو بعد میں بھی باقی رہے البتہ زعفران اور زرد رنگ کی خوشبو کا لپ لگانا مردوں کے لیے ممنوع ہے خواہ وہ احرام باندھتے وقت لگائیں یا احرام باندھنے سے پہلے لگائیں اور احرام باندھنے کے بعد بالاتفاق خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔

وحی خفی کا ثبوت اور کسی مسئلہ کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے عالم کو چاہیے کہ وہ یقین حاصل کرنے کے بعد جواب دے اور دیگر مسائل

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ کبھی کوئی شرعی حکم وحی خفی یا وحی غیر متلو سے بھی ثابت ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی کی دو قسمیں ہیں: وحی جلی اور وہ قرآن مجید ہے اور وحی خفی اور وہ سنت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عالم سے سوال کیا جائے تو اس کا فوراً جواب دینا ضروری نہیں ہے جب اس کے نزدیک اس کا جواب قطعی طور پر معلوم ہو جائے تب جواب دے جس طرح نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جو شخص عمرہ کا احرام باندھے اور اس کے کپڑوں پر خوشبو لگی ہو تو وہ کیا کرے؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسے اپنے کپڑے اور بدن کے لیے اس طرح جب کسی عالم سے سوال کیا جائے اور اس کو جواب مستحضر نہ ہو تو وہ دینی کتب کا مطالعہ کرے جواب دے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: کپڑے کو تین مرتبہ دھوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو پاک کرنے کے لیے تین مرتبہ دھونا ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا: تم عمرہ میں وہی کام کرو جو حج میں کرتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ میں بھی سعی اور طواف ضروری ہے لہذا جب کوئی شخص حج تمتع یا حج قرآن کرے گا تو اس عمرہ میں بھی سعی اور طواف کرنے ہوں گے اور دونوں کے لیے ایک سعی اور ایک طواف کافی نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال مع زیادة ج ۳ ص ۱۷۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

۱۸۔ نَابُ الطَّيِّبِ عِنْدَ الْاِحْرَامِ

وَمَا يَنْسُرُ إِذَا ارَادَ أَنْ يُحْرِمَ  
وَيَتَرَجَّلُ وَيَدْهِنُ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم ریحان (خوشبودار پھول) سونگھ سکتا ہے اور آئینہ میں دیکھ سکتا ہے اور کھانے کی چیزوں میں سے زیتون کے تیل اور گھی سے علاج کر سکتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث میں ہے:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما محرم کے ریحان سونگھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۷۵ 'نثر الیمن')

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم کے آئینہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۹۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۸۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

الضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب محرم کے ہاتھ پھٹ جائیں تو وہ ان پر ریتوں کا تیل لگائے یا گھی لگائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۰۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ عَطَاءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهَمِيَانِ.

اور عطاء نے کہا: محرم انگوٹھی پہن سکتا ہے اور ہمیان باندھ سکتا

-4-

اس تعلیق کی اصل سنن دارقطنی: ۲۴۳۹- ج ۲ ص ۴۶۷ (دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۲۲ھ) میں ہے۔

وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَهُوَ  
مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلَى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ.  
اس کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

عطاء اور طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر حالت احرام میں اپنی دونوں کوکھوں کے اوپر عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ (مصنف ابی الی شیبہ: ۱۵۳۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَجِبُ  
بِأَسَا لِلَّذِينَ يَرُحِلُونَ هَوْدَجَهَا.  
اس کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حج کیا اور ان کے ساتھ کم عمر لڑکے تھے، وہ جب حدود کو اونٹ پر باندھتے تو ان کے جسم سے کچھ ظاہر ہو جاتا تھا تو میرے نے ان کو جا نگیا پہنے ہ حکم دیا، سو وہ رات رات میں جا نگیا پہنتے تھے، اس حدیث کو امام سعید بن منصور نے اپنی سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۲۲)

۱۵۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا  
سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ  
ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا هُمَا يَتَوَلَّوْنَ  
فَذَكَرْتُا رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَوْلُهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از  
سعید بن جبیر انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما کا  
تیل لگاتے تھے ان کا ابراہیم سے کر لیا انہوں نے کہا:  
تم ان کے اُس قول کی کیا توجیہ کرو گے جو اس حدیث کے منافی

-۵-

۱۵۳۸ - حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَنِي أَنْظَرُ إِلَى وَبَيْصِ الطَّيِّبِ فِي  
مَفَارِقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ مُحْرِمٌ.  
اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷۱ میں گزر چکی ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حرام باندھتے وقت خوشبو لگانے سے منع کرتے تھے اس لیے وہ حالت احرام میں اپنے بالوں میں زیتون کا تیل لگاتے تھے جس میں خوشبو نہیں ہوتی تھی ابراہیم نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ ان کا یہ عمل

رسول اللہ ﷺ کے فعل کے خلاف ہے کیونکہ آپ احرام باندھتے وقت اپنے بالوں کی مانگ میں خوشبو لگاتے تھے جس کی چمک بعد میں بھی دکھائی دیتی تھی۔

۱۵۳۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ أُطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبد الرحمن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے خوشبو لگاتی تھی جب آپ احرام باندھتے تھے اور جب آپ احرام کھولتے تھے بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے۔

[اطراف الحدیث: ۱۷۵۳-۵۹۲۲-۵۹۳۰-۵۹۸۸] (صحیح مسلم: ۱۱۸۹، الرقم المسلسل: ۲۷۷۸، سنن نسائی: ۲۶۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۹۲۶، مسند الحمیدی: ۲۱۰، المستثنیٰ: ۴۱۳، مسند ابویعلیٰ: ۴۷۱۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۸۲-۲۵۸۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۱۶، ج ۴۰ ص ۱۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۹۳۹۸)

### احرام باندھتے وقت خوشبو لگانے کا استہباب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی غنی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے۔ فراموش نہ ہو کہ وہ خوشبو آتی رہے امام مالک کا اس میں اختلاف ہے وہ اس کو حرام کہتے ہیں اور وجوب فدیہ کے متعلق ان کے دو قول ہیں اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۴۷۲۰، ج ۳ ص ۲۱۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① احرام سے پہلے خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ (۱) اس کی موید احادیث (۲) محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب اربعہ (۳) کیا ازواج مطہرات میں دنوں کی تقسیم نبی ﷺ پر واجب تھی؟ (۴) جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی ان کی تعداد (۵) رسول اللہ ﷺ کے تعدد ازواج پر اعتراض کے جوابات۔

جس نے بال بٹھا کر احرام باندھا

۱۱ - رَأَى مِنْ أَهْلِ مَلْبَدَا

بال بٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ جس نے بالوں میں گوند کی مثل کوئی چیز لگائی اس سے اس کے بال چمک کر جم جائیں تاکہ احرام کی حالت میں بکھر نہ سکیں۔

۱۵۴۰ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْلُ مَلْبَدَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی از یونس از ابن شہاب از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ بالوں کو جمائے ہوئے لپیک پکار رہے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۱۵۳۹-۵۹۱۳-۵۹۱۵] (صحیح مسلم: ۱۱۸۳، الرقم المسلسل: ۲۷۶۵، سنن ابوداؤد: ۱۸۱۲، سنن نسائی: ۲۸۳۸، سنن کبریٰ: ۳۷۲۸، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳، مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۶۰۲۱، ج ۱۰ ص ۲۱۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبح ابن الفرع ابو عبد اللہ مولیٰ عبد العزیز بن مردان و زاق عبد اللہ بن وہب یہ ۲۲۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) سالم بن عبد اللہ (۶) ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۲۷)

## تلبیہ کے کلمات اور تلبید کا معنی

اس حدیث میں ”اہل“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بلند آواز سے تلبیہ کہنا تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:  
 ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ! لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ! إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ“۔  
 نیز اس حدیث میں ”ملبداً“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: بال جمائے ہوئے یا بال چپکائے ہوئے۔ احرام باندھتے وقت اس خیال سے کہ بال بکھرنے نہ پائیں اور پریشان نہ ہوں یا ان میں گرد و غبار نہ سمائے جس سے جوئیں پڑنے کا اندیشہ ہو بالوں کو گوند یا کسی اور چپکانے والی چیز سے (جیسے آج کل بالوں کو Gell سے چپکایا جاتا ہے) جما لیتے ہیں اس کو تلبید کہتے ہیں۔  
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہد سے اپنے بالوں کو چپکایا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۳۸)  
 محرم کے لیے بالوں کو چپکانے میں نہایت احتیاط لازم ہے۔ امام ابو حنیفہ کے مؤقتب پر دلیل  
 علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ بالوں کو جمانا مستحب ہے جو چاہے بالوں کو جمائے اور جو چاہے ترک کر دے اور جو بالوں کو چپکائے اس پر لازم ہے کہ وہ بالوں کو منڈوائے کیونکہ نبی ﷺ نے بالوں کو منڈوایا تھا۔ (شرح ابن بطلال ج ۳ ص ۱۸۰)  
 حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بال چپکانے والوں کو بال منڈوانے کا حکم دیتے تھے یہی امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء کا قول ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ اس سے بال چپکائے یا مینڈھیاں بنائیں تو اگر اس نے بال کاٹ لیے اور ان کو منڈوایا نہیں تو یہ بھی اس کے لیے کافی ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: جس نے اپنے بالوں کو چپکایا یا گچھا بنایا یا مینڈھیاں بنائیں تو اگر اس نے بال موٹنے کا نیت کا اتم تو بال منڈو کر اس نے بال موٹنے کا نیت نہیں کی تو چاہے تو بال موٹ لے اور اگر چاہے تو بال کاٹ لے۔

اگر یہ امتزاض کیا جائے کہ امام ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے احرام کے لیے اپنے بالوں کو چپکایا اس پر بالوں کو منڈوانا واجب ہے۔

(الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۳۸۲ طبع قدیم۔ ج ۵ ص ۲۷۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)  
 میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبد اللہ بن رافع ہے اور وہ ضعیف ہے اور امام دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۲۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مسجد ذوالحلیفہ کے

پاس تلبیہ پڑھنا

۲۰۔ بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ

مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ



۱۵۴۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا (ح) وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ مَا أَهْلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ. [طرف الحديث: ۲۷۷۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے سالم بن عبد اللہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبد اللہ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف مسجد کے پاس احرام باندھا یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۶، سنن ابوداؤد: ۱۷۷۱، سنن ترمذی: ۸۱۸، سنن نسائی: ۲۷۵۶، مسند الحمیدی: ۶۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۱۱، المعجم الکبیر: ۱۳۱۶، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۸، سنن کبریٰ: ۳۷۳۹، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰، طبع قدیم مسند احمد: ۳۵۷۰، ج ۸ ص ۱۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۴۱۰۷)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے کہ اس حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے صرف مسجد ذوالحلیفہ کے پاس احرام باندھا۔

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

نبی ﷺ کے احرام باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطلال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے جس جگہ سے احرام باندھا اس میں فقہاء کے اختلاف ہے، بعض فقہاء نے کہا: آپ نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس سے احرام باندھا ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا: مسجد کے اندر کے بعد جب آپ نے سواری سیدھی کھڑی ہو گئی اس وقت آپ نے احرام باندھا، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا: آپ نے اس وقت احرام باندھا جب آپ مقام بیداء پر آئے۔

امام طحاوی کہتے ہیں: بعض علماء نے کہا کہ سنت کی بناء پر یہ ہے کہ ہو سکتا ہے آپ نے مقام بیداء سے احرام باندھا ہو اور اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ کا قصد یہ تھا کہ اس جگہ احرام باندھنا اور جگہوں پر احرام باندھنے سے انکار تھا، کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے حج میں کئی افعال ایسی جگہوں پر کیے جو ان جگہوں کی فضیلت کی وجہ سے نہیں تھے جیسے نبی ﷺ منیٰ سے واپسی میں وادی محصب میں ٹھہرے اور یہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ وادی محصب میں ٹھہرنا سنت تھا لیکن یہ کسی اور وجہ سے تھا اسی طرح آپ کا مقام بیداء پر احرام باندھنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہاں احرام باندھنا سنت تھا جب کہ بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے کہ آپ نے مقام بیداء سے احرام باندھا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تمہارا بیداء وہ ہے جس کا تم رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ یا نہ دھتے ہو رسول اللہ ﷺ نے صرف مسجد کے پاس احرام باندھا ہے یعنی مسجد ذوالحلیفہ کے پاس۔

(موطا امام مالک - کتاب الحج: ۳۰ - ج ۱ ص ۲۱۵، المکتبۃ التوفیقیہ بیروت)

بیداء: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک ہم دار میدان ہے۔ (معجم البلدان اردو ص ۷۷)  
 جنہوں نے کہا ہے کہ آپ نے احرام اس وقت باندھا تھا جب آپ سواری پر سوار ہو گئے تھے۔  
 ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھتے تھے پھر آپ مسجد سے نکل کر سواری پر سوار ہوتے اور جب آپ کی سواری سیدھی ہو جاتی تو آپ احرام باندھتے۔  
 (موطأ امام مالک۔ کتاب الحج: ۳۲۔ ج ۱ ص ۲۱۵، المکتبۃ التوفیقیہ بیروت)

### نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کا منشاء

پس جب علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ہم نے غور کیا کہ ان کا منشاء اختلاف کیا ہے؟ سو امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مجھے اس پر تعجب تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں اختلاف کیوں ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا: مجھے تمام لوگوں سے زیادہ اس کا علم ہے، رسول اللہ ﷺ حج کرنے کے لیے نکلے آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھ کر حج کا احرام باندھ لیا، جب صحابہ نے آپ کے تلبیہ پڑھنے کو سنا تو انہوں نے اس کو محفوظ کر لیا، پھر جب آپ کی اونٹنی سیدھی ہو گئی تو آپ نے پھر تلبیہ پڑھا، اس کو ان صحابہ نے سن لیا جنہوں نے پہلی مرتبہ آپ کے احرام باندھنے کا مشاہدہ نہیں کیا تھا کیونکہ صحابہ تفرق طور پر آ رہے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ تلبیہ پڑھنے کو سنا تو انہوں نے اس کو محفوظ کر لیا، پھر جب آپ نے پھر تلبیہ پڑھا اور اس کو بعض ان صحابہ نے دیکھ لیا، انہوں نے دوبارہ تلبیہ پڑھنے کو سنا تو انہوں نے اس کو محفوظ کر لیا، پھر جب آپ نے ہر فریق میں سے ہر فریق نے آپ کے احرام باندھنے کی اس جگہ سے روایت کی جس جگہ سے انہوں نے آپ کو احرام باندھتے ہوئے سنا تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے صرف اس جگہ احرام باندھا تھا جس جگہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی تھی۔

(سنن ابوداؤد: ۱۷۷۰)

پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے احرام باندھنے کی جگہوں میں اختلاف کس وجہ سے ہے اور نبی ﷺ نے اپنے حج کے احرام باندھنے کی ابتداء اس جگہ سے کی تھی جس جگہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی تھی، سو جو شخص حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ دو رکعت نماز پڑھے، اس کے بعد احرام باندھے اور یہ جمہور علماء کا قول ہے۔  
 امام طحاوی فرماتے ہیں: یہی امام الشافعیہ، ابو یوسف، امام مالک، امام احمد اور امام حنبلہ کا مذہب ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۸۷-۱۸۳، ملخصاً، قدیمی کتب خانہ کراچی)

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جس شخص نے احرام باندھنے سے پہلے دو رکعت نماز نہیں پڑھی، اس کا احرام باندھنا بھی صحیح ہے کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حالت نفاس میں تھیں تو نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لیں اور ظاہر ہے کہ حالت نفاس والی عورت ظاہرہ نہیں ہے اور بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۸۲-۱۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

### نبی ﷺ کے حج کا احرام باندھنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ امام طحاوی کی پوری عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:  
 امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد

ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر اسی جگہ حج کا احرام باندھا تھا اور الاذاعی عطاء اور قنادر نے کہا کہ البیداء میں احرام باندھنا مستحب ہے اور البکری نے کہا: یہ البیداء ذوالحلیفہ کے دو پہاڑوں کے اوپر ہے جو شخص اس وادی سے چڑھتا ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۳۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۱۶- ج ۳ ص ۲۹۱ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① نبی ﷺ کے احرام باندھنے کی جگہ میں اختلاف روایات ② رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ ③ احرام کے لباس کو رنگنے کا جواز ④ خضاب کا حکم۔

## ۲۱ - بَابُ مَا لَا يَلْبَسُ

### الْمُحْرَمُ مِنَ الثِّيَابِ

محرم کون سے  
کپڑے نہ پہنے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ محرم کس قسم کا لباس نہ پہنے خواہ اس کا احرام حج کا ہو یا عمرہ کا، نیز حج افراد کا ہو یا تمتع کا ہو یا قرآن کا ہو۔

۱۵۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرَمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبُرَانِسَ وَلَا الْخِطَّاءَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقِمْهُمَا الْفَرْقَ مِنَ الْكُغْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مِثْلَ الرِّعَافِ أَوْ رَسٍّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع ابن عمر بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کس قسم کے کپڑے پہنے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور عمامہ نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے نہ کن ٹوپ (کان زھابہ دلی ٹوپی) نہ موزے نہ مگر یہ کہ جس شخص کو جوئے ہو تو وہ موزے پہن لے اور موزوں کو ٹخنوں کے نیچے تک کاٹ لے اور وہ کپڑے نہ پہنے جن کو زعفران یا زرد رنگ سے رنگا گیا ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴ میں گزر چکی ہے۔

## ۲۲ - بَابُ الرُّكُوبِ وَالْإِتْدَافِ

### فِي الْحَجِّ

حج میں سواری پر بیٹھنا اور کسی کو اپنے

پیچھے سواری پر بٹھانا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس الايلي از الزهري از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ عوفات سے مزدلفہ تک سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے پھر

۱۵۴۳، ۱۵۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ أَسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ رَدَفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ أَرَدَفَ

الْفَضْلُ، مِنَ الْمَزْدَلِفَةِ إِلَى مَنَى، قَالَ فَيَكْلَاهُمَا قَالَ الْمَزْدَلِفَةُ إِلَى مَنَى، قَالَ فَيَكْلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعُقَبَةِ. [اطراف الحديث: ۱۶۸۵-۱۶۸۷-۱۶۸۸]

مزدلفہ سے منیٰ تک آپ نے حضرت الفضل رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا، پھر آپ نے ان دونوں کو اپنے پیچھے بٹھا لیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر آپ مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں۔

(صحیح مسلم: ۱۲۸۱، رقم المسلسل: ۳۰۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۰، سنن نسائی: ۳۰۷۷، سنن کبریٰ: ۳۰۸۶، مسند ابویعلیٰ: ۶۷۲، المعجم الکبیر: ۷۰۳-۷۰۷-۷۰۸، ج ۱۸، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۴، طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۳۱، ج ۳ ص ۳۳۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن جوزی: ۲۹۶۴، مکتبۃ الرشیدیہ، ۱۳۲۷ھ)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اسامہ اور حضرت الفضل سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

### سواری پر بیٹھ کر حج کرنے کی فضیلت

المہلب نے بیان کیا کہ سواری پر حج کرنے کی فضیلت ہے، اس کی تفصیل اس سے پہلے صحیح البخاری: ۱۵۱۶-۱۵۱۳ میں گزر چکی ہے (الحمد للہ رب العالمین! عصف نے بھی سواری پر حج کرنے کا بیان کیا تھا)۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عالم اپنے پیچھے بیٹھے ہوئے اپنے شاگردوں کو سواری پر لے کر آئے اور اس میں بڑے آدمی اور استاذ کے لیے تواضع کرنے کا اور ادب کرنے کا ثبوت ہے کہ حضرت اسامہ اور حضرت الفضل رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے۔ (شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۸۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۲۴ھ)

محرم کپڑوں، چادروں اور تہ بندوں

۲۳ - بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ

پر شتمل جو لباس پہنے

الْثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَّةِ وَالْأَزَرِ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حالت احرام میں کم رنگ میں

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

رنگے ہوئے کپڑے پہنے، اور وہ فرماتی تھیں کہ عورت نقاب نہ

الْثِّيَابَ الْمُصَفَّرَ وَهِيَ مُخْرَجَةٌ وَقَدْ لَبِئْتُمْ وَلَا

ڈالے اور برقع نہ پہنے اور ایسا کہ انہ پہنے جس سے سرخ یا زرد

تَبْرَقُ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا بَوْرًا وَلَا زَعْفَرَانًا

رنگ جھڑ رہا ہو۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو سند موصول کے ساتھ امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۳۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے احرام میں دستاں اور نقاب پہننے سے منع فرمایا اور ان کپڑوں کے پہننے سے منع فرمایا جن سے سرخ رنگ یا زعفران جھڑ رہی ہو، اس کے بعد وہ جس رنگ کے کپڑے چاہے پہنے

خواہ زرد ہو یا ریشم ہو یا زبور ہوں یا شلوار ہو یا قمیص ہو یا موز بے ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۲۷)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں زرد رنگ کے کپڑوں کو

وَقَالَ جَابِرٌ لَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طَيِّبًا.

خوشبودار نہیں سمجھتا۔



اس تعلق کو امام شافعی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۳۸)

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةَ بَاسًا بِالْحُلِيِّ وَالْثَوْبِ الْأَسْوَدِ  
وَالْمُورَدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ.  
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورت کے لیے زیور اور سیاہ اور گلابی  
کپڑے اور موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں۔

اس تعلق کی اصل سنن بیہقی ج ۵ ص ۵۲ میں ہے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عورت تمام سلعے ہوئے کپڑے اور موزے پہن سکتی ہے اور چہرے کے علاوہ  
اس کے لیے سر اور بالوں کو ڈھانپنا جائز ہے اور وہ اپنے چہرہ پر کوئی کپڑا لٹکا سکتی ہے تاکہ اپنے چہرہ کو مردوں کی نگاہوں سے بچائے  
فاطمہ بنت منذر سے روایت ہے کہ ہم محرمات تھیں اور ہم حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں (یعنی  
کوئی کپڑا لٹکا کر)۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۳۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُبَدَلَ ثِيَابُهُ.  
اور ابراہیم نے کہا کہ محرم کے کپڑے تبدیل کرنے میں کوئی  
حرج نہیں ہے۔

اس تعلق کو امام ابو بکر نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۳۹)

۱۵۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ  
حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ  
عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ  
وَلَبَسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فَأَلْبَسَهُ عَنْ  
شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأَزْرَ تَلْبَسُ السَّخَرَةُ الَّتِي  
تُرَدُّ عَلَى الْجِلْدِ فَأَصْبَحَ بِذِي الْحَلِيفَةِ رَكِبَ  
رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهْلٌ هُوَ  
وَأَصْحَابُهُ وَقُلْتُ لَنَنْتَهُ ذَلِكَ لَنَسْ بَنِي  
ذِي الْقَعْدَةِ فَقَدِمَ مَكَّةَ لَارْبَعَ لَيْالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي  
الْحِجَّةِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ  
وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بَدَنِهِ لِأَنَّهُ قَلَدَهَا ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى  
مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُّونِ وَهُوَ مُهْلٌ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَقْرَبِ  
الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ وَأَمَرَ  
أَصْحَابَهُ أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ  
يَقْتَصِرُوا مِنْ رُؤُوسِهِمْ ثُمَّ يَحِلُّوا وَذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ  
مَعَهُ بَدَنَةٌ قَلَدَهَا وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی  
نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان  
کی انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن  
عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے کنگھی کی اور تیل  
لگایا اور اپنا تہ بند باندھا اور چادر اوڑھی اس کے بعد آپ اور آپ  
کے اصحاب مدینہ سے نکلے پس آپ نے چادروں اور تہ بندوں  
میں سے کسی چیز کے پہننے سے منع نہیں فرمایا سوا اس کے کہ جو کپڑا  
زعفران سے رنگا ہوا ہو اور وہ زعفران بدن پر جھڑ رہی ہو پس صبح  
آپ ذوالحلیفہ پہنچے اپنی سواری پر سوار ہوئے حتیٰ کہ مقام البیداء  
پر آپ نے اور آپ کے اصحاب نے احرام باندھا اور اپنی اونٹنی  
کے گلے میں ہار ڈالا اس دن ذوالقعدہ کے مہینہ کے پانچ دن باقی  
تھے جب آپ مکہ پہنچے تو ذوالحجہ کے چار دن گزر چکے تھے پھر آپ  
نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور  
چونکہ آپ نے اپنی قربانی کے اونٹ میں ہار ڈال دیا تھا اس لیے  
آپ نے احرام نہیں کھولا پھر آپ مکہ کے بالائی حصہ میں حجون پہاڑ  
کے پاس اونٹ بے اترے اس وقت آپ حج کا تلبیہ پڑھ رہے  
تھے پھر آپ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد کعبہ کے قریب نہیں

حَلَالٌ وَالطَّيِّبُ وَالْيَتَابُ. [اطراف الحدیث: ۱۶۲۵-۱۷۳۱]

گئے حتیٰ کہ آپ میدانِ عرفات سے واپس آئے اور آپ نے اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں (دوڑیں) پھر اپنے سروں کے بال کاٹ کر احرام کھول دیں اور یہ حکم ان اصحاب کے لیے تھا جن کے ساتھ قربانی کا اونٹ نہیں تھا جس کے گلے میں ہار ہو اور جس صحابی کے ساتھ اس کی بیوی تھی وہ اس کے لیے حلال ہو گئی تھی اور اس کے لیے خوشبو لگانا اور سلے ہوئے کپڑے پہننا بھی حلال ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس آپ نے چادروں اور تہ بندوں میں سے کسی چیز کے پہننے سے

منع نہیں فرمایا۔

**نبی ﷺ کے حج قرآن کا ثبوت**

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے حج قرآن کیا کیونکہ آپ نے ایک سال میں عمرہ اور حج کو جمع کیا تھا اور یہ قرآن کی

صفت ہے اور قرآن افراد اور جمع سے افضل ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

**رنگ دار کپڑے کا احرام پہننے کی تحقیق**

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر منع ہے کہ محرم صرف زرد اور سفید پہنے گا اور سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گا کیونکہ سلے ہوئے کپڑے تعیش کی علامت ہیں اللہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کے پاس غبار آلود بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ آئیں اور ان پر توضع اور انکسار کے آثار ہوں اسی وجہ سے نبی ﷺ نے ایسے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے جو دریں اذعنہ ان سے رنگے ہوئے ہوں کیونکہ ان میں خوشبو ہوتی ہے۔ اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ خوشبودار لباس محرم کے لیے پہننا منوع ہے۔

محرم کے لیے زرد رنگ کے کپڑے پہننے کے متعلق علماء کا اتفاق ہے حضرت بابر رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اس کو جائز کہا ہے اور القاسم عطاء اور ربیعہ کا بھی یہی فہم ہے امام مالک نے کہا ہے کہ زرد رنگ خوشبو نہیں ہے اور انہوں نے اس کو محرم کے لیے مکروہ کہا ہے کیونکہ زرد رنگ جلد اور بدن پر جھڑتا ہے۔

(غالباً امام مالک کے زمانہ میں زرد رنگ کچا ہوتا ہوگا جو بدن اور جلد پر جھڑتا ہوگا آج زرد رنگ کے لباس کا رنگ نہیں جھڑتا)۔

اگر اس نے زرد رنگ کا احرام پہنا تو اس نے بُرا کیا لیکن اس پر فدیہ نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ ابو ثور نے کہا: ہم

زرد رنگ کے احرام کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ خوشبو ہے اور حضرت عمر بن

الخطاب رضی اللہ عنہ نے رنگے ہوئے کپڑوں کے لباس کو مکروہ کہا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور الثوری نے کہا ہے کہ زرد رنگ خوشبو ہے اور اس میں فدیہ ہے علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ انہوں نے رنگے

ہوئے احرام سے تادیبا منع کیا ہے تاکہ وہ لوگ رنگا ہوا احرام نہ باندھیں جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور نادائقف شخص دھوکا کھائے اور وہ زرد رنگ اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے میں تمیز نہ کرے اور یہ نادائقف لوگوں کے لیے درس اور زعفران میں رنگے ہوئے احرام باندھنے کا ذریعہ بن جائے حالانکہ درس اور زعفران سے رنگے ہوئے احرام سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے (درس ایک جڑی بوٹی ہے جس سے رنگنے کے بعد خوشبو آتی ہے)۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو رنگا ہوا احرام پہنے دیکھا تو فرمایا: اے طلحہ! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ میا لارنگ ہے، حضرت عمر نے فرمایا: تم لوگوں کی اقتداء کی جاتی ہے، اگر کسی نادائقف شخص نے یہ احرام دیکھا تو وہ کہے گا: میں نے حضرت طلحہ کو رنگا ہوا احرام پہنے دیکھا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۸۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جس نے صبح تک رات

ذوالحلیفہ میں گزاری

۲۴ - بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِي

الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ

یعنی جب کوئی شخص مدینہ منورہ سے حج کرنے کے لیے جائے تو اس کے لیے ذوالحلیفہ میں رات گزارنا جائز ہے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اس قول کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۵۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ نے وہیں رات گزاری حتیٰ کہ ذوالحلیفہ میں صبح کی پھر جب آپ سوار ہو گئے اور سواری سیدھی ہو گئی تو آپ نے تلبیہ پڑھا۔

۱۵۴۶ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَبَذَى الْحُلَيْفَةَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهْلًا.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھی اور میرا گمان ہے کہ آپ نے صبح تک وہاں رات گزاری۔

۱۵۴۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ وَأَخْبَسَهُ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

## ۲۵ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْأَهْلَالِ

۱۵۴۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكَعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

## ۲۶ - بَابُ التَّلْبِيَةِ

۱۵۴۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا

مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ.

## بلند آواز سے تلبیہ (اللہم لبیک) پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور عصر کی ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے سنا: لوگ حج اور عمرہ دونوں کا پکار کر نام لے رہے تھے۔

## تلبیہ ("اللہم لبیک" کہنا)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا تلبیہ یہ تھا: میں نے سنا کہ اے اللہ! میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں بے شک ہر حمد تیرے لیے ہر حال میں ہے اور ہر نعمت تیری دی ہوئی ہے اور ہر ملک تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۸۳، الرقم المسلسل: ۲۷۶۵، سنن ابوداؤد: ۱۸۱۲، سنن ترمذی: ۸۲۶، سنن نسائی: ۱۷۴۹، مسند ابویعلیٰ: ۵۶۹۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۳۸، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۶-۲۲۵، سنن کبریٰ: ۳۷۳۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۴۴، مسند احمد ج ۳ ص ۲، طبع قدیم مسند احمد: ۴۴۵-ج ۸ ص ۲۵-۲۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند الطحاوی: ۴۱۳۴)

## تلبیہ کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متونی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چونکہ یہ حکم دیا تھا کہ وہ حج کا اعلان کریں اس لیے تلبیہ پڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعوت پر لبیک کہی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بنا کر فارغ ہو گئے تو آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے، حضرت ابراہیم نے عرض کیا: اے میرے رب! میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ اعلان کیجئے، آپ کی آواز پہنچانا میرے ذمہ ہے تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پکار کر کہا: اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کے اس گھر پر آنا فرض کر دیا گیا ہے تو اس کو تمام آسمان اور زمین والوں نے سنا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین کی ہر طرف سے لوگ جوق درجوق "اللہم لبیک" کہتے ہوئے آتے ہیں۔



## تلبیہ پڑھنے کا شرعی حکم

سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تلبیہ پڑھنا حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک باقی اذکار بھی تلبیہ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں جیسے ”اللہ اکبر“ سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک احرام باندھنا تلبیہ کے قائم مقام ہے اور امام مالک کے نزدیک تلبیہ کے ترک کرنے سے دم لازم ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس پر دم نہیں ہے اور اسماعیل بن اسحاق نے کہا: احرام باندھتے وقت تلبیہ پڑھنا ایسے ہے جیسے نماز پڑھنے کے لیے تکبیر پڑھنا کیونکہ کوئی شخص تکبیر پڑھے بغیر نماز میں داخل نہیں ہو سکتا، اسی طرح تلبیہ پڑھے بغیر احرام میں داخل نہیں ہو سکتا اور اگر اس نے تلبیہ نہیں پڑھا اور احرام باندھتے وقت یہ کہا: میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے یا حج کا احرام باندھا ہے تب بھی وہ محرم ہو جائے گا۔

## تلبیہ میں اضافہ کرنے کے متعلق اختلاف فقہاء

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تلبیہ کے یہی الفاظ ہیں اور ان الفاظ پر اضافہ کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی نے کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پڑھے ہوئے تلبیہ پر اقتصار کیا جائے مگر اس پر یہ اضافہ کر سکتا ہے: ”لیک الہ الحق“ کیونکہ اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے پڑھے ہوئے تلبیہ پر اقتصار کیا جائے تو یہ مستحسن ہے اور اگر اس پر اضافہ کیا تب بھی مستحسن ہے، امام ابو حنیفہ (ثوری) اور امام ابو ثور کا بھی یہی قول ہے۔ انہوں نے یہ کہ وہ جن الفاظ کا اضافہ کرنا چاہے کر سکتا ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

امام مالک نے از نافع از ابن عمر یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس میں یہ اضافہ کرتے تھے: ”لیک وسعدیک والرغباء الیک والعمل“۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اس میں یہ اضافہ کرتے تھے: ”لیک ذا المعارج“ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے: ”لیک حقا حقا“۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۹۳-۱۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

\* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۷۰۷- ج ۳ ص ۲۸۵ پر مذکور ہے اس کی شرح میں حسب ذیل عنوان ہیں:

① اہلال کالغوی اور شرعی معنی ② تلبیہ کے حکم میں مذاہب ائمہ ③ تلبیہ کے اوقات اور احکام۔

۱۵۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَرَبَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبِسُ لَبَّيْكَ أَللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ. تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةٍ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث سنائی کہ انہوں نے کہا: ہمیں اعجاز نے حدیث سنائی کہ از عمارہ از ابو عطیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں خوب جانتی ہوں کہ نبی ﷺ کیسے تلبیہ کہتے تھے آپ کہتے: ”لیک اللهم لیک لیک لا شریک لک لیک ان الحمد والنعمة لک“۔ سفیان ثوری کی متابعت ابو معاویہ نے کی ہے از الاعمش اور شعبہ نے کہا: ہمیں سلیمان نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے خیثمہ سے سنا از ابی عطیہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔

سنا۔

۲۷ - بَابُ التَّحْمِيدِ وَالتَّسْبِيحِ  
وَالْتَكْبِيرِ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ  
الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ

۱۵۵۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا  
رُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَهُ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا  
وَالْعَصْرَ بِدَى الْحُلَيْفَةِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى  
أَصْبَحَ ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ عَلَى  
الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللَّهُ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ ثُمَّ أَهَلَ بِحَجٍّ  
وَعُمْرَةٍ وَأَهْلَ النَّاسُ بِهِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ  
فَحَلُّوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوَةِ أَهَلُّوا بِالسَّحَجِ قَالَ  
وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ  
قِيَامًا وَذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِالْمَدِينَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ  
بَعْضُهُمْ هَذَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَنَسٍ.

سواری پر بیٹھتے وقت احرام باندھنے سے پہلے  
”الحمد لله“ ”سبحان الله“  
اور ”الله اکبر“ پڑھنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے  
حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی  
انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از  
حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے  
ہمیں مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھائی اور عصر کی ذوالحلیفہ  
میں دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ نے وہیں رات گزاری حتیٰ کہ صبح  
ہو گئی پھر آپ سوار ہو گئے حتیٰ کہ جب مقام البیداء پر آپ کی  
سواری سیدھی کھڑی ہو گئی تو ”الحمد لله“ پڑھا اور ”سبحان  
الله“ پڑھا اور ”الله اکبر“ پڑھا پھر آپ نے حج اور عمرہ کا احرام  
باندھا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ احرام باندھا پھر جب ہم  
(مکہ میں) آئے تو آپ نے لوگوں کو احرام کھولنے کا حکم دیا حتیٰ کہ  
جب یوم الترویہ (آٹھ ذوالحجہ) آیا تو لوگوں نے حج کا احرام باندھ  
لیا حضرت انس نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر کئی  
دوٹیوں کو اپنے ہاتھ سے نحر کیا اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں  
دوسری مینڈھے ذبح کیے۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا: بعض  
لوگوں نے بیان کیا یہ حدیث از ایوب از ایک شخص از حضرت انس  
رضی اللہ عنہ مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ حج و عمرہ کے احرام باندھنے کے لیے جہنم کے دروازے کا احرام  
باندھا اور جس حج میں حج اور عمرہ کا احرام باندھا جائے وہ حج قرآن ہوتا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔

جس نے اس وقت احرام باندھا جب اس کی  
سواری سیدھی کھڑی ہو گئی

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم نے حدیث  
بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی  
انہوں نے کہا: مجھے صالح بن کیسان نے خبر دی از نافع از حضرت

۲۸ - بَابُ مَنْ أَهَلَ حِينَ  
اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً

۱۵۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ  
قَالَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ  
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَهَلَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً. ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے اس وقت احرام باندھا جب آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۵۴۶-۱۵۴۱-۱۶۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

قبلہ کی طرف منہ کر کے احرام باندھنا

۲۹۔ بَابُ الْإِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

اور ابو عمر نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو وہ اپنی سواری پر پالان لگانے کا حکم دیتے پھر وہ اس پر سوار ہوتے پھر جب سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرتے پھر تلبیہ پڑھتے حتیٰ کہ حرم پہنچ جاتے پھر ٹھہر جاتے حتیٰ کہ وادی ذی طویٰ میں آتے اور وہاں صبح تک رات گزارتے پھر جب صبح کی نماز پڑھتے تو غسل کرتے اور ان کا یہ گمان تھا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔ عبد الوارث کی متابعت اسماعیل نے کی ہے از ایوب، غسل کرنے کے الفاظ میں۔

۱۵۵۳۔ وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى بِالْعِدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ، ثُمَّ رَكِبَ، فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا، ثُمَّ يَلْبَسِي حَتَّى يَبْلُغَ الْحَرَمَ، ثُمَّ يُمْسِكُ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذَا طَوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يَصْبَحَ، فَإِذَا صَلَّى الْعِدَاةَ اغْتَسَلَ، وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذَلِكَ. تَابِعَهُ إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ فِي الْغُسْلِ.

[اطراف الحديث: ۱۵۵۳-۱۵۴۳-۱۵۴۱] (مسند الطحاوی: ۴۰۹۷)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر جب وہ سواری سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

وادی ذی طویٰ: یہ مکہ کے نشیب میں ایک وادی ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک وادی ذی طویٰ میں صبح کو غسل کرنا سنت ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۵۸-۲۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ سے نکلنے کا ارادہ کرتے تو وہ ایسا تیل لگاتے تھے جس میں کوئی اچھی خوشبو نہیں ہوتی تھی پھر ذوالحلیفہ کی مسجد میں آتے پس وہاں نماز پڑھتے پھر سواری پر سوار ہوتے پھر جب اونٹنی ان کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو پھر وہ احرام باندھتے پھر وہ کہتے کہ میں نے نبی ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

۱۵۵۴۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى مَكَّةَ إِذْهَنَ بَدْهَنَ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي، ثُمَّ يَرْكَبُ، وَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ، ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۵۳ کی مثل ہے۔

٣٠ - بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي

١٥٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي  
ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا  
عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَذَكَرُوا  
الدَّجَالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ. فَقَالَ ابْنُ  
عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ وَلَكِنَّهُ قَالَ أَمَا مُوسَى كَأَنِّي أَنْظُرُ  
إِلَيْهِ إِذْ انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يَلْبِي.

[اطراف الحديث: ۳۳۵۵-۵۹۱۳]

وادی میں اترتے وقت تلبیہ کہنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن اُمّی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی، از ابن عون از مجاہد، انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے، پس لوگوں نے دجال کا ذکر کیا اور یہ کہا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے، تو حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے اس کو نہیں سنا، لیکن آپ نے فرمایا تھا:

رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں جب

وہ وادی سے اتر رہے تھے تو تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۶، الرقم المسلسل: ۳۱۰، سنن ابن ماجہ: ۳۸۹۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۷۶، مسند ابویعلیٰ: ۲۵۳۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۳۳-۲۶۳۲، صحیح

ابن حبان: ۶۲۱۹-۱-۳۸، المعجم الكبير: ۱۲۷۵۶، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۲۳- ج ۳ ص ۹۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۵۴- ج ۳

ص ۳۵۲، مؤسسه الرساله، بیروت)

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن المثنیٰ بن عبید ابوموسیٰ العنبری (۲) محمد بن ابی عدی بن ابی عدی کی وفات ۱۹۳ھ میں ہوئی

ہے (۳) عبد اللہ بن عون (۴) مجاہد (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ - (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۵۹)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت موسیٰ وادام سے اتر رہے تھے تو تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلامؑ کو تبلیہ دیتے ہوئے دیکھ کر اور ائمہ ہدایہ کا اس حدیث کو غلط قرار دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب بن ابی صفر المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت موسیٰ کا ذکر کرنے میں حدیث کے راوی کو غلطی ہوئی

ہے، کیونکہ کسی حدیث یا اثر میں یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور وہ عنقریب حج کریں گے، ہاں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس حدیث میں ہے: میں رومی پر اشتباہ و تدبیر اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فتنے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا۔

اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ نبی ﷺ نے خواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وادی سے اترتے وقت تبلیہ

پڑھتے ہوئے دیکھایا آپ کی طرف اس واقعہ کی وحی کی گئی تھی، اور اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ اس وادی سے اترتے وقت تبلیہ پڑھنا

انبیاء علیہ السلام کی سنت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۳ ص ۱۹۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا المہلب پر رد کرنا اور اس حدیث کی متعدد توجیہات کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کی تصریح کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ المہلب کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:



المہلب محض اپنے وہم سے ثقہ راویوں کی تغلیط کر رہے ہیں، عنقریب یہ حدیث ”کتاب اللباس“ میں اسی سند کے ساتھ آئے گی۔ (رقم: ۵۹۱۳) اور اس سند میں ابراہیم کا بھی اضافہ ہے، کیا پھر یہ کہا جائے گا کہ راوی نے مزید غلطی کی ہے اور ایک راوی کا اضافہ کر دیا ہے، امام مسلم نے اس حدیث کو از ابو العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے، اس میں یہ عبارت ہے: گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ ثنیۃ سے اس حال میں اتر رہے ہیں کہ ان کی دونوں انگلیاں ان کے کانوں میں ہیں، وہ اس وادی سے گزر رہے ہیں اور وہ بلند آواز سے اللہ کی طرف تلبیہ پڑھ رہے ہیں، جب وہ وادی ازرق سے گزرے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۶، الرقم المسلسل: ۴۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وادی کا نام ازرق تھا اور یہ وادی الحج نام کی بستی کے پیچھے ہے اور اس وادی اور مکہ کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہے اور اس حدیث میں حضرت یونس علیہ السلام کا بھی ذکر ہے، کیا پھر یہ کہا جائے گا کہ دوسرے راوی نے بھی غلطی کی ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کا اضافہ کر دیا۔

نبی ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں، اہل علم نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں:

(۱) آپ کا یہ ارشاد اپنی حقیقت پر محمول ہے اور انبیاء ﷺ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے، پس اس لحاظ سے ان کے حج کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم الرقم المسلسل: ۶۰۴۲)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ انبیاء ﷺ کے دلوں میں عبادت کا بہت زیادہ کئی ہے، ان کے نفسوں میں جو عبادت کے محرکات ہیں، اس کے موافق وہ عبادت کرتے ہیں جیسا کہ اہل جنت کو فرمایا جائے گا، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آخرت کا عمل ذکر اور دعا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دَعَوْهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ. (یونس: ۱۰)

اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: پاک ہے تو اے اللہ!

لیکن اس توجیہ کا تتمہ یہ ہے کہ انبیاء ﷺ کی رگوں کی طرف دیکھا جاتا ہے، پھر شاید نبی ﷺ کے لیے ان کی روح اس طرح جسم مثالی میں دکھائی گئی جس طرح ان کو شب معراج دکھایا گیا تھا۔ رہے ان کے اجسام جو قبروں میں ہیں تو ابن السیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کے لیے ایک مثال بنا دیتا ہے تو ان کی روح بیداری میں اسی طرح دکھائی دیتی ہے، جس طرح خواب میں دکھائی دیتی ہے۔

(۲) گویا کہ انبیاء ﷺ کے جو احوال دنیا کی زندگی میں تھے کہ وہ اس طرح عبادت کرتے تھے اور کس طرح کرتے تھے اور کس طرح تلبیہ پڑھتے تھے، نبی ﷺ کے لیے وہ احوال متمثل کر دیئے گئے تھے، اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۳) گویا کہ نبی ﷺ کو وحی کے ذریعہ یہ خبر دی گئی اور چونکہ آپ کو اس خبر کی قطعیت پر یقین تھا، اس لیے آپ نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔

(۴) گویا کہ آپ نے اس سے پہلے خواب میں یہ واقعہ دیکھا تھا، پس جب آپ نے حج کیا تو آپ کو یہ واقعہ یاد آ گیا، سو آپ نے اس کی خبر دی، اور انبیاء ﷺ کے خواب وحی ہوتے ہیں اور یہ جواب میرے نزدیک معتمد ہے، جیسا کہ احادیث الانبیاء کے باب میں اس کی تصریح آئے گی اور اس سے پہلے جو جوابات ذکر کیے ہیں وہ بھی بعید نہیں ہیں۔

علامہ ابن المنیر نے الحاشیہ میں لکھا ہے کہ المہلب کا راوی کی غلطی نکالنا ان کا دہم ہے، ورنہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے میں کیا فرق ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دکھائی دینے کا تو اعتراف کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دکھائی دینے کا انکار کیا، جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ زمین سے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد زمین پر نازل ہوئے ہوں، البتہ یہ ثابت ہے کہ وہ عنقریب نازل ہوں گے۔

علامہ ابن حجر اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ المہلب کا ارادہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نازل ہونا اتنے دلائل سے ثابت ہے گویا کہ وہ محقق ہو چکا ہے، اس لیے المہلب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ حضرت ابن مریم ضرور حج کا تلبیہ پڑھیں گے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۲۹-۱۲۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ) دیگر شارحین کا حافظ ابن حجر کی تقریر کو نقل کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اپنے انداز سے حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس تقریر کا خلاصہ لکھا ہے اور انہوں نے اس حدیث کی جو توجیہات ذکر کی ہیں، ان کو اختصار سے لکھا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۰-۲۵۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ) حافظ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۲۱ھ نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانی کی ذکر کردہ توجیہات لکھی ہیں۔

(ارشاد الساری ج ۴ ص ۵۶، دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ طیبی، محدث دہلوی اور دیگر علماء اسلام کی یہ تصریح کہ نبی ﷺ اپنے زمانہ میں ہر زمانہ کے احوال دیکھتے ہیں اور دیگر جوابات کا ذکر کرنا

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیسی المتوفی ۷۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کیسے حج کرتے ہیں اور کیسے تلبیہ پڑھتے ہیں، ان کے وہ وفات پا چکے ہیں اور دایر آخرت دار عمل نہیں ہے، اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام شہداء کی مثل ہیں، بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، پس یہ بعید نہیں ہے کہ وہ حج کریں اور نماز پڑھیں اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں کیونکہ ہر چند کہ وہ وفات پا چکے ہیں لیکن وہ ابھی اس دنیا میں ہیں اور یہ دنیا دار العمل ہے، حتیٰ کہ دنیا کی حالت قائم رہے اور اس کے بعد آخرت آجائے جو کہ دنیا میں ہے، پھر عمل منقطع ہو جائے۔

(۲) تلبیہ (اللّٰهُمَّ لَبِيتُكَ) پر دعا ہے، اور یہ آخرت کے اعمال سے ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد ہے: دَعُوهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ اور جنتوں میں ان کی (بے ساختہ) یہ پکار ہوگی: پاک ہے تو اِخْرُ دَعُوهُمْ اِنْ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس: ۱۰) اے اللہ! اور جنتوں میں ان کی ایک دوسرے کے لیے یہ دعا ہوگی: سلام علیکم اور ہر بات کے آخر میں ان کا یہ کہنا ہوگا: ”الحمد لله رب العلمین“ O

(۳) نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو دیکھا تھا، سو یہ شب معراج کے علاوہ خواب میں دیکھا تھا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہوں..... انہوں نے اس حدیث کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

(۴) ہمارے نبی ﷺ کو انبیاء علیہم السلام کے وہ احوال دکھائے گئے جو ان کی دنیاوی حیات میں تھے اور انبیاء علیہم السلام کو ان کی حیات کے حال میں متمثل کیا گیا، خواہ وہ جو عمل کر رہے ہوں اور جس طرح ان کا حج اور ان کا تلبیہ تھا، اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

(۵) نبی ﷺ کی طرف انبیاء علیہم السلام کے احوال کی وحی کی گئی تھی اور آپ کو خبر دی گئی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں کیا کرتے رہے ہیں، سو اس کے اعتبار سے آپ نے خبر دی۔ یہاں تک قاضی عیاض کا کلام تھا۔

(شرح الطحطاوی ج ۱۰ ص ۳۲۰-۳۱۹، إدارة القرآن کراچی ۱۳۱۳ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس پوری عبارت کو من وعن نقل کر دیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۷۰۵، المکتبۃ المحتانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، یہ آپ کے علم الیقین سے کنایہ ہے یعنی میں ان کے احوال کا اس طرح علم رکھتا ہوں کہ جس طرح میں نے ان کو زندگی کے حال میں دیکھا ہے گویا کہ میں ان کو ان کی زندگی میں دیکھ رہا ہوں اور بعض علماء نے کہا کہ یہ سب خواب کا واقعہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو متمثل کر کے آپ پر منکشف کر دیا تھا، اور بعض اہل تحقیق نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو اسی وقت میں ان کی زندگی کی حالت میں دیکھا اور یہ عالم تھا جس میں ان کی حالت اور مستقبل نہیں ہوتا، اور بندہ مسکین عبدالحق یہ کہتا ہے کہ تمام انبیاء حیات حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں، ان عام لوگوں کی خبر سے محبوب ہیں، پس انہوں نے اپنے حبیب ﷺ کو حقیقت میں بغیر ان کی نیند کے اور بغیر اپنی مٹاں کے بغیر کسی استبہاء اور اشکال کے خود کو دکھایا۔

(اشعۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۸۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ اس حدیث کی توجیہات میں لکھتے ہیں:

مخفی نہ رہے کہ نبی ﷺ نے شہداء و مرسلین و انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کیا تھا، ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح جسم میں متمثل ہو گئی ہو اور آپ نے ان کو بیداری میں دیکھا ہو اور یہ مثل اس وجہ سے ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ کو حج کرتے ہوئے خواب میں دیکھا ہو اور انبیاء علیہم السلام کے خواب وچر کرتے ہوئے دیکھا ہو، لیکن ”اللہم لیکن“ پڑھنا ہمارے نبی ﷺ کے لیے ہے، ان کے حج و عمرہ کا منکشف کیا گیا ہو۔ (تیسرے قاری ج ۲ ص ۷۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی متوفی ۱۳۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں جب وہ وادی سے اترتے ہوئے ”اللہم لیکن لیکن“ پڑھ رہے تھے۔

اس میں راز یہ ہے کہ شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا تھا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی حج نہیں کیا تھا، اسی لیے انہوں نے آسمان سے نازل ہو کر حج کیا اور یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام نے حج کیا ہے اور جس وادی کا ذکر ہے، یہ وادی ازرق ہے۔

دنیا کی آخرت کے ساتھ کس طرح نسبت ہے، اس میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی نسبت ہے جیسی روح کی نسبت

بدن کے ساتھ ہے اور یہ ایسی نسبت ہے جیسی موتی کی نسبت پیپی کے ساتھ ہوتی ہے اور نہ یہ ایسی نسبت ہے جیسے ایک منفصل چیز کی دوسری منفصل چیز کے ساتھ ہوتی ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ ایسی نسبت ہے جیسے درخت کی نسبت بیج کے ساتھ ہوتی ہے پس دنیا آخرت سے شق ہوتی ہے جیسے بیج درخت سے شق ہوتا ہے اور میرے نزدیک یہ ایسی نسبت ہے جیسے ظاہر کی نسبت باطن کے ساتھ ہوتی ہے اور غیب کی شہادت کے ساتھ ہوتی ہے پس اب عالم اور چیز کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ نظر اور بصر کے اعتبار سے فرق ہے پس اگر بصر قوی ہو تو وہ اب بھی آخرت کو دیکھ لے گی اور دوزخ اور جنت کو دیکھ لے گی لیکن عام لوگوں کی بصر کم زور ہوتی ہے وہ اس طرح نہیں دیکھ سکتی جس طرح قوی اور تیز بصر والے دیکھتے ہیں سو انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں بھی جنت اور دوزخ کو دیکھتے ہیں اور رہے عوام تو وہ جنت اور دوزخ کو حشر کے بعد دیکھیں گے جب ان کی نظر تیز ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ  
فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (ق: ۲۲)

بے شک تو اس دن سے غفلت میں تھا سو ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے O

(فیض الباری ج ۳ ص ۷۶-۷۵، مجلس علمی سورت البندہ ۱۳۵ھ)

کاشمیری صاحب کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام کی نظر بہت تیز ہوتی ہے اور وہ دنیا میں آخرت کی چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں اس لیے کوئی بعید نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں حج کرتے ہوئے اس وادی سے ”اللّٰهُمَّ لِيْكَ اللّٰهُمَّ لِيْكَ“ پڑھتے ہوئے گزر رہے ہوں اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس کا معنی سمجھا اور الحق محدث دہلوی سے بھی منقول ہے۔

شیخ محمد یحییٰ کاندھلوی دیوبندی نے بھی المہلب کے قول کو علامہ ابن بحر سندی کے ذکر کردہ دلائل سے رد کیا ہے پھر اس حدیث کی توجیہ میں علامہ ابن حجر کی طرح یہ ذکر کیا ہے کہ انبیاء اپنے رب کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے پس اس حال میں ان کے حج کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ (ماہنامہ المدراۃ ج ۲ ص ۱۰۰، ۱۰۱، میدانی کراچی)

غیر مقلد علماء کا نبی ﷺ کے کمالات سے اعتراف کرتے کرنا

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی حافظ ابن حجر کے دلائل سے المہلب کا رد کیا ہے لیکن اس حدیث کی توجیہات کو ذکر نہیں کیا۔ شاید یہ توجیہات ان کے عقیدہ کے خلاف تھیں۔ (عون الباری ج ۲ ص ۵۳، دار الرشید طب سورہ)

مشہور غیہ سلفہ شیخ ابن الزبیر متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی المہلب کا رد کرتے ہوئے اس حدیث کی توجیہات لکھا ہے: میں بتا ہوں کہ گو حضرت موسیٰ اور حنفیہ کے مقلدوں نے اس حدیث کو مانع قرار دیا ہے مگر ان کی مندرجہ ذیل توجیہات حضرت کو مانع قرار دینا جانا بے فائدہ ہے جیسے کہ میں نے دیکھا ہے۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۱۲۳، نعمانی کتب خانہ لاہور)

\* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۳۰ ج ۱ ص ۶۸۱-۶۸۲ پر مذکور ہے وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۱ - بَابُ كَيْفَ تُهْلُ الْحَائِضُ وَالنَّفْسَاءُ حَيْضٌ أَوْ نَفَسٌ وَالِیْ عَوْرَتِ كَسْ طَرَحِ احْرَامِ بَانْدَه

”اہلال“ کے متعدد معانی

”کتاب الحج“ کی احادیث میں بار بار ”أَهْلَ“ کا لفظ مذکور ہے اس لیے امام بخاری ”أَهْلَ“ کا معنی بیان کرتے ہیں:

أَهْلٌ تَكَلَّمَ بِهِ، وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهَلَالَ، ”أَهْلَ“ منہ سے بات نکالی، ”اسْتَهْلَلْنَا“ اور ”أَهْلَلْنَا“ كُلُّهُ مِنَ الظُّهُورِ، وَاسْتَهْلَلَ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ الْهَلَالِ، ”یہ سب الفاظ ظہور کے معنی میں ہیں اور ”اسْتَهْلَلَ الْمَطَرُ“



السَّحَابِ ﴿وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ (البقرہ: ۳)۔ وَهُوَ کا معنی ہے: بارش بادل سے نکلی اور ”وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ“ (البقرہ: ۳) اور یہ بچہ کے بلند آواز سے رونے سے ماخوذ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا طریقہ ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کلام کا ایک مادہ کئی معانی میں مستعمل ہے تو وہ قرآن اور سنت سے اس کے شواہد بیان کرتے ہیں سو وہ لکھتے ہیں کہ ”أَهْلٌ“ کا معنی ہے: بات کی یعنی اپنے مانی الضمیر کو کلام سے ظاہر کیا اور ”استهل المطر“ کا معنی ہے: بارش کا بادل سے گرج کی آواز کے ساتھ نازل ہونا اور ”ما اهل لغير الله“ کا معنی ہے: جب ذبح کرنے والا ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارے اور ”استهل الصبی“ کا معنی ہے: بچہ بلند آواز سے رو یا تو ”اهلال“ کے تمام صیغوں میں بلند آواز سے پکارنے کا معنی ہے اسی وجہ سے احرام باندھتے وقت بلند آواز سے ”اللّٰهُمَّ لِيْكَ اللّٰهُمَّ لِيْكَ“ پڑھنے کو بھی ”اهلال“ کہتے ہیں لہذا ”أَهْلٌ“ کا معنی احرام باندھنا بھی ہے اور لبیک کہنا بھی ہے اور ان تمام اطلاقات میں ظہور کا معنی ملحوظ ہوتا ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۱-۲۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### ”وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ“ کے معنی کی تحقیق

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے ”ما اهل به لغير الله“ کے معنی میں لکھا ہے:

ذبح کے وقت بتوں کا نام بلند آواز سے لینا۔ (فتح الباری ج ۲۹ ص ۲۹۱) والمراد به

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ درج ذیل آیت کی تفسیر لکھتے ہیں:

”وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ“ (البقرہ: ۱۷۳) وآنچه آواز بلند کردہ شود در ذبح دے بغیر خدا (جس جانور کے ذبح کے وقت غیر خدا کا

نام لیا گیا ہو)۔

ہم نے بہ کثرت حوالہ جات اس سے ذکر کیے ہیں کہ علماء دین کہتے ہیں کہ جس چیز پر بھی غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو وہ حرام ہے حتیٰ کہ بزرگوں کے ایصالِ ثواب کے لیے کیا جاتا ہے یا جاتا ہے: یہ داتا گنجینہ جہانگیری کا بکرا ہے یا غوثِ اعظم کی گائے ہے یا خواجہ جمیری کی شیرینی ہے وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان چیزوں پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے اس لیے یہ چیزیں حرام ہیں حالانکہ غیر اللہ کا نام پکارنے سے چیز کا حرام ہونا وقت ذبح کے ساتھ خاص ہے حالانکہ علامہ عینی، حافظ ابن حجر اور شاہ ولی اللہ کا ان کلمات سے ظاہر ہے۔

### علماء دیوبند کا مطالبہ تیسرا: تیسرے کے تقرب کو حرام قرار دینا

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

دوسری صورت یہ ہے کہ جانور کو تقرب الی غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے یعنی اس کا خون بہانے سے تقرب الی غیر اللہ مقصود ہو لیکن بہ وقت ذبح اس پر نام اللہ ہی کا لیا جائے جیسے بہت سے نادان مسلمان بزرگوں، پیروں کے نام پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بکرے، مرغے وغیرہ ذبح کرتے ہیں لیکن ذبح کے وقت اس پر نام اللہ ہی کا پکارتے ہیں یہ صورت باتفاق فقہاء حرام ہے اور

مذہبہ مردار ہے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۴۲۱، ادارۃ المعارف کراچی ۱۹۹۳ھ)





اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس قربانی ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھے اور اسی کا نام قرآن ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے قرآن کیا تھا، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور اصحاب شافعیہ میں سے مزنی کا یہی مذہب ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے، اور امام احمد کا ظاہر قول بھی یہی ہے، اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جنہوں نے قرآن کا احرام باندھا تھا انہوں نے ایک طواف کیا، اس میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی دلیل ہے، وہ کہتے ہیں کہ قرآن کرنے والا ایک طواف کرے گا اور ایک سعی کرے گا، جب کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ قرآن کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا، ایک طواف اور ایک سعی عمرہ میں اور ایک طواف اور ایک سعی حج میں، ان کا استدلال بہت احادیث سے ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۳-۲۶۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

### حج قرآن میں دو طواف اور دو سعی کرنے کے ثبوت میں احادیث، آثار اور فقہاء تابعین کے اقوال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو سب سے پہلے آپ نے حجر اسود کی تعظیم کی، پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف کیا، پہلے تین طواف دوڑ دوڑ کر کیے اور چار طواف پیدل چل کر کیے، پھر طواف پورا کرنے کے بعد آپ نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی، پھر سلام پھیر کر مڑ گئے، پھر آپ نے صفا اور مروہ میں سات بار سعی کی، پھر آپ نے احرام نہیں کھولا اور اسی احرام پر برقرار رہے، حتیٰ کہ قریۃ بانہ کے آگے آپ نے اپنی قریۃ بانہ کو نحر کیا، پھر بیت اللہ میں طواف زیارت کیا، پھر آپ پر ہر وہ چیز حلال ہو گئی جو حج کی وجہ سے حرام ہو گئی تھی۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۶، مسلم ج ۲ ص ۲۲۷، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۷۳)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے حج قرآن میں دو طواف کیے، پہلے پہلے ۵ طواف کیا، پھر حج کا طواف زیارت کیا۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ساتھ حج اور عمرہ کیا، ان کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کیا تو اس طرح میں نے کیا ہے۔

(سنن دارقطنی: ۲۵۶۳- ج ۲ ص ۵۰۳، دار المعرفۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ- ج ۲ ص ۲۵۷ طبع قدیم) ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک ساتھ حج اور عمرہ کیا اور ان کے لیے دو طواف اور دو سعی کیں اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۵۹۳- ج ۲ ص ۵۱۱، دار المعرفۃ ج ۲ ص ۲۵۷ طبع قدیم) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قریۃ بانہ کے آگے آپ نے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دارقطنی: ۲۵۹۵- ج ۲ ص ۵۱۱، دار المعرفۃ ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمرہ اور حج کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔ (سنن دارقطنی: ۲۵۹۶- ج ۲ ص ۵۱۲، دار المعرفۃ ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دو طواف کیے اور دو سعی کیں۔

(سنن دارقطنی: ۲۵۹۷- ج ۲ ص ۵۱۲، دار المعرفۃ ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم) ابونصر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا، اس وقت میں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور حضرت علی نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا، میں نے کہا: کیا میں بھی اس طرح کر سکتا ہوں جس طرح آپ نے کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: تم وضوء کر کے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھو، پھر تم ان دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کرو۔



(سنن دارقطنی: ۲۵۹۹۔ ج ۲ ص ۵۱۳۔ ۵۱۲ 'دار المعرفہ' ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم)

امام دارقطنی نے ان تمام اسانید کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ ہم کو مضرب نہیں ہے کیونکہ یہ متعدد اسانید ہیں اور تعدد اسانید سے حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ ہم نے ان احادیث سے بہ راہ راست استدلال نہیں کیا بلکہ ان احادیث کو صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی کی حدیث کی تائید اور تقویت کے لیے پیش کیا ہے۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی المتوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

زیاد بن ملک بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا: حج قرآن کرنے والا دو طواف کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۲، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عمرو بن الاسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم حج اور عمرہ میں قرآن کرو تو دو طواف کرو اور دو سعی کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۳، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ اسماعیل اور الشعمی دو طواف اور دو سعی کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۴، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر نے کہا: حج قرآن کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۵، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

عبدالرحمن بن الاسود نے بیان کیا کہ ان کے والد نے کہا: حج قرآن کرنے والا دو طواف کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۶، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے الحکم اور الحمد سے قرآن کرنے والے کے متعلق سوال کیا، ان دونوں نے کہا: وہ دو طواف کرے گا اور دو سعی کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۷، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابو معشر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: قرآن کرنے والا دو طواف اور دو سعی کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۲۸، مجلس علمی بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۲۸۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص نے حج اور عمرہ کو جمع کیا، اس کے لیے ایک طواف اور

ایک سعی کافی ہے پھر جب تک وہ حج اور عمرہ نہ کرے، فارغ نہ ہو، تاہم نہ کرے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۵، مسند احمد ج ۲ ص ۶۷، شرح معانی الآثار: ۳۸۳۰)

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک قوم (ائمہ ثلاثہ) کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص حج اور عمرہ کو جمع کرے، اس پر ایک طواف

واجب ہوتا ہے اور دوسروں (امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب) نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ حج اور عمرہ میں سے ہر ایک

کے لیے الگ الگ طواف کرے گا، ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

ابونصر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حج کا احرام باندھا، پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملا، میں نے ان سے کہا: میں نے حج کا احرام

باندھا ہے، کیا میں اس کے ساتھ عمرہ ملا سکتا ہوں؟ حضرت علی نے کہا: نہیں! اگر تم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر تم اس کے ساتھ حج کا

احرام ملانا چاہتے تو ملا سکتے تھے، میں نے پوچھا: اگر میں اب یہ ارادہ کروں تو کس طرح کروں؟ حضرت علی نے کہا: تم پانی لے کر وضوء

کرد پھر ان دونوں کا احرام باندھو پھر ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ طواف کرو۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۲)  
منصور نے کہا: میں نے مجاہد سے یہ حدیث بیان کی انہوں نے کہا: پہلے میں لوگوں کو ایک طواف کا حکم دیتا تھا لیکن اب نہیں دوں گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۳)

زیاد بن مالک نے بیان کیا کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما دونوں یہ کہتے تھے کہ قرآن کرنے والا دو طواف کرے گا اور دوستی کرے گا۔ (شرح معانی الآثار: ۳۸۵۸)  
پس حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود دونوں حضرت ابن عمر کے خلاف یہ کہتے تھے کہ قرآن کرنے والا دو طواف اور دوستی کرے گا اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۸۲ تہذیبی کتب خانہ کراچی)  
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ جنہوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا انہوں نے ایک طواف کیا تھا اس کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے ایک نوع کا طواف کیا تھا اور طواف واحد کے الفاظ میں واحد سے مراد واحد شخصی نہیں ہے بلکہ واحد نوعی مراد ہے ان مختلف اور بہ ظاہر متعارض احادیث میں اسی طرح تطبیق ہو سکے گی۔

جس نے نبی ﷺ کے زمانہ میں

۳۲ - بَابُ مَنْ أَهَلَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

آپ کے احرام کی مثل

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا لَزِمَ النَّبِيَّ

احرام باندھا

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص پہلے بہم احرام باندھے پھر اس کو جس طرح چاہے معین کر دے اور یہ اس لیے جائز ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں ایسا ہوا۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .  
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلق سے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

بکر الصری بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے حج کا احرام باندھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج کا احرام باندھا پس جب تم کہیں آئے تو آپ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ اپنے اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دے اور نبی ﷺ کے ساتھ قربانی تھی پھر ہمارے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو نبی ﷺ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے کیونکہ تمہاری اہلیہ ہمارے پاس ہیں حضرت علی نے کہا: میں نے اس کا احرام باندھا جس کا نبی ﷺ نے احرام باندھا تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس احرام پر برقرار رہو کیونکہ ہمارے ساتھ قربانی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۳۵۴، صحیح مسلم: ۱۲۳۲-۱۲۳۱، سنن نسائی: ۲۷۳۱)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے مذہب کے موافقین کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک بہم اور معلق احرام باندھنا جائز ہے مثلاً کوئی شخص اس طرح احرام باندھے کہ میرا احرام زید کے احرام کی مثل ہے پھر اگر زید کا احرام حج کا ہے تو اس کا احرام حج کا ہے اور

اگر اس کا احرام عمرہ کا ہے تو اس کا احرام عمرہ کا ہے اور اگر اس کا احرام حج اور عمرہ دونوں کا ہے تو اس کا احرام بھی حج اور عمرہ دونوں کا ہوگا اور اگر زید نے مبہم اور مطلق احرام باندھا ہے تو اس کا احرام بھی مطلق اور مبہم ہوگا پھر وہ اپنے اس احرام کو جس طرف چاہے گا پھیر دے گا اور پھیرنے میں اس پر زید کی موافقت کرنا لازم نہیں ہے یہ علامہ نووی نے کہا ہے اور علامہ رافعی نے یہ صورت بیان کی ہے کہ پھیرنے میں اس پر زید کی موافقت کرنا لازم ہے اور باقی علماء اور ائمہ کے نزدیک مبہم نیت کے ساتھ احرام باندھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتِمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ. (البقرہ: ۱۹۶)

اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے مکمل کرو۔

نیز فرمایا:

وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ. (محمد: ۳۳)

اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم ان کے ساتھ مخصوص تھا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا تھا اس کا جواب بھی یہ ہے کہ یہ حکم بھی ان کے ساتھ مخصوص تھا اور غنقریب ان شاء اللہ اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۵-۲۶۳ ملخصاً)

۱۵۵۷ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ يُقْبَى عَلَى إِحْرَامِهِ. وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ. [اطراف الحديث: ۱۵۶۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں اور حضرت سُرَاقَةَ کا قول ذکر کیا۔

[۱۵۷۰-۱۶۵۱-۱۷۸۵-۲۵۰۶-۳۳۵۲-۴۲۳۰-۴۳۶۷]

(سنن نسائی: ۲۷۳۳، سنن ابوداؤد: ۱۷۱۱، مسند احمد: ۳۱، سنن بیہقی: ۴۲۳۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۵ طبع قدیم)

مسند احمد: ۱۳۲۷۹-ج ۲۲ ص ۱۸۲)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) مکی بن ابراہیم بن بشر بن فرقد الحنظلی التمیمی البلیغی ابوالسکین، یہ ان رجال میں سے ہیں جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں ان کے وفات بلخ میں ۲۱۴ھ میں ہوئی تھی ان کی عمر ایک سو سال کے قریب تھی علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ مکرمہ کی طرف منسوب ہیں۔ اس پر اعتراض ہے کہ مکرمہ کی طرف منسوب نہیں تھے بلکہ مکی بن ابی کا نام ہے البلیغی کے والد تھے اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ حقیقت مکہ کے رہنے والے تھے بلکہ یہ سورۃ مکہ مکرمہ کی طرف منسوب تھے (۲) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۳) عطاء بن ابی رباح (۴) حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۶)

اس حدیث کی اس باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی ﷺ نے حضرت علی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں۔

### حضرت سُرَاقَةَ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سُرَاقَةَ کے قول کا ذکر کیا یعنی حضرت جابر نے اپنی حدیث میں حضرت سُرَاقَةَ کے قول کا ذکر

کیا۔ حضرت سراقہ کا پورا نام سراقہ بن مالک بن بھشم ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے انیس احادیث روایت کی ہیں، امام بخاری نے ان میں سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے، حضرت سراقہ کے قول کا ذکر امام بخاری نے ”باب عمرة التنعيم“ میں کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت سراقہ کی رسول اللہ ﷺ سے عقبہ میں ملاقات ہوئی، اس وقت آپ کنکریاں مار رہے تھے، حضرت سراقہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ عمل آپ کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۷۸۵)

امام بخاری نے اس حدیث کو تفصیل سے ”کتاب المغازی“ میں ذکر کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۶۶، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن علی الحلل الہذلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الصمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن حیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے مردان الاصفر سے سنا، از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس یمن سے آئے تو آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا: جس چیز کا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے، آپ نے فرمایا: اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا، اور محمد بن بکیر نے از ابن جریج یہ اضافہ کیا کہ نبی ﷺ نے پوچھا: اے علی! تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کا نبی ﷺ نے احرام باندھا ہے، آپ نے فرمایا: پس تم ہدیٰ ساتھ لو اور اپنے احرام پر اسی طرح برقرار رہو۔

۱۵۵۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَلَالُ الْهَذَلِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ بِمَا أَهَلَّكَ؟ قَالَ بِمَا أَهَلَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ لَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحَلَلْتُ وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَهَلَّكَ؟ عَلَيْهِ؟ قَالَ بِمَا أَهَلَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَهْلًا وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ.

اس حدیث کی شرح بھی حسب سابق ہے، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۵۸ کی مثل ہے۔

۱۵۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْمٍ بِالْيَمَنِ فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ بِمَا أَهَلَّكَ؟ قُلْتُ أَهَلَّكَ كَمَا أَهَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ؟ قُلْتُ لَا فَأَمَرَنِي فطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحَلَلْتُ فَأَتَيْتُ امْرَأَةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے نبی ﷺ نے یمن کے لوگوں کی طرف بھیجا، پس جب میں واپس آیا تو آپ مکہ کی دادی الحصب میں تھے، آپ نے پوچھا: تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے نبی ﷺ کے احرام کی مثل احرام باندھا ہے، آپ نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟ میں نے کہا: نہیں! تو آپ



مِنْ قَوْمِيْ، فَمَسَّطَنِيْ، اَوْ غَسَلَتْ رَاسِيْ. فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ اِنْ نَاخُذُ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ، قَالَ اللّٰهُ ﴿وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ﴾ (البقرہ: ۱۹۶) وَ اِنْ نَاخُذُ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى نَحْرَ الْهَدْيِ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۶۵-۱۷۲۳-۱۷۹۵-۲۲۳۶-۲۳۹۷]

نے مجھے حکم دیا، سو میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی پھر آپ نے مجھے احرام کھولنے کا حکم دیا، پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس گیا، اس نے میرے سر میں کنگھی کی یا میرا سر دھویا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو وہ ہمیں (حج اور عمرہ کو) مکمل کرنے کا حکم دیتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے مکمل کرو۔ (البقرہ: ۱۹۶) اور اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کریں تو آپ نے جب تک قربانی نہیں کی، احرام کو نہیں کھولا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲۱، الرقم السلسل: ۲۹۰۸، سنن نسائی: ۲۷۳۲، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۱۶-۶۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۷۳-۲۷۶)

ج ۱ ص ۳۷۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التیمی، (۲) سفیان الثوری، (۳) قیس بن مسلم الجذلی، (۴) طارق بن شہاب بن عبد شمس الجبلی، (۵) حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، اس کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ مودۃ القاری ج ۱ ص ۲۷۷

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے، اس نے نبی ﷺ کے احرام کی مثل احرام باندھا۔

حضرت ابو موسیٰ کو یمن بھیجنے کی تاریخ، حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی توجیہ، حضرت علی اور حضرت

ابو موسیٰ دونوں کے پاس ہدی نہیں تھی، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو اپنے احرام پر برقرار

رہنے کا حکم دیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کے لوگوں کی طرف بھیجا، نبی ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ کو اور

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ۱۰ھ میں یمن کی طرف بھیجا تھا۔

اس حدیث میں بطور قطع اس کا ذکر ہے، اس سے مراد مکہ میں رہی، لکھب ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس گئے۔ یہ ان کے کسی بھائی کی بیوی تھیں اور ان کی محرم نہیں تھیں۔

پھر حضرت عمر نے آکر کہا: اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں..... اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بتایا

کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیا تھا، حضرت عمر نے اس سے اختلاف کیا اور کہا

کہ کتاب اور سنت دونوں سے یہ ثابت ہے کہ حج اور عمرہ کو پورا پورا کیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمتع کرنے سے

بھی منع کیا ہے۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو تمتع کرنے سے منع کیا ہے، اس میں بھی حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے

سے منع کیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کے مہینے میں عمرہ کرنے سے پھر اسی سال حج کرنے سے منع کیا ہے، ایک قول

یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حج کے مہینے میں عمرہ کرنے سے اس لیے منع کیا ہے تاکہ حج افراد کی ترغیب دیں جو فقط عمرہ کرنے سے افضل ہے اور ان کی یہ مراد نہیں تھی کہ اس مہینے میں عمرہ کو باطل اور عبث قرار دیں پھر بعد میں بغیر کراہت کے تمتع کے جواز پر اجماع منعقد ہو گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ رضی اللہ عنہما دونوں نے نبی ﷺ کے احرام کی مثل احرام باندھا تھا پھر کیا وجہ ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو تو ان کے احرام پر برقرار رکھا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو احرام کھولنے کا حکم دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ ہدی یعنی قربانی تھی اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ ہدی نہیں تھی دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی طرف سے خود نبی ﷺ نے قربانی روانہ کر دی تھی اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی۔ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہدی تھی اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ کیا آپ کے پاس قربانی ہے جب کہ آپؐ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ حضرت علیؓ کے ساتھ ہدی ہے اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ ہدی نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۷۱-۲۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۳۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَالْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفْتٌ وَلَا فُسُوقٌ وَلَا جِدَالٌ فِي الْحَجِّ﴾ (البقرہ: ۱۹۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حج کے مہینے معروف ہیں اور جو شخص ان مہینوں میں (حج کی نیت کر کے) حج کو لازم کر لے تو حج میں نہ عورتوں سے جماع کی باتیں ہوں نہ گناہ اور نہ جھگڑا۔ (البقرہ: ۱۹۷)

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنے یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر قربانی کے گلے میں قلادہ (ہار) ڈال کر اس کو روانہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے یا حج کی نیت سے احرام باندھ کر اشعار کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تلبیہ کے خیر حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۲۷۹ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ)

امام احمد بن حنبل نے یہ تصریح کی ہے کہ حج کی نیت سے صرف احرام باندھنے سے حج فرض ہو جاتا ہے خواہ تلبیہ نہ پڑھا جائے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۱۰ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اسی آیت میں ”رَفْتٌ“ سے مراد جماع ہے حضرت ابن عمرؓ نے کہا: ”رَفْتٌ“ سے مراد عورتوں سے بخش کلام کرنا ہے اور ”فُسُوقٌ“ سے مراد ہر قسم کے گناہ ہیں اور ”جِدَالٌ“ سے مراد بحث مباحثہ میں غضب ناک ہونا ہے یہ حضرت ابن مسعودؓ کی رائے ہے اور حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد گالی دینا ہے۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۲۸۱-۲۸۰ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ)

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْآهِلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ (البقرہ: ۱۸۹)

لوگ آپ سے ہلال (پہلی تاریخ کے چاند) کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہیے: یہ لوگوں کے (دینی اور دنیاوی کاموں) اور حج کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔ (البقرہ: ۱۸۹)

اسلام کے بہت سے احکام ہلال کے طلوع پر موقوف ہیں مثلاً قربانی اور حج، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور رمضان، عدت و وفات کی گنتی



صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَالَ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَكَانُوا أَهْلَ قُوَّةٍ، وَكَانَ مَعَهُمُ الْهُدْيُ، فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْمُعْمَرَةِ، قَالَتْ فَذَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ مَا يَبْكِيكَ يَا هَنَّا؟ قُلْتُ سَمِعْتُ قَوْلَكَ لَا أَصْحَابَكَ، فَمِنَعْتُ الْعُمَرَةَ، قَالَ وَمَا شَأْنُكَ؟ قُلْتُ لَا أَصِلِّي، قَالَ فَلَا يَضِيرُكَ، إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ، كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكَ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَ، فَكُونِي فِي حَاجَتِكَ، فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهِنَّ. قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِي حَاجَتِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مِنْى، فَطَهَّرْتُ، ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِنْى، فَافْطَضْتُ بِالْبَيْتِ، قَالَتْ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فِي النَّفَرِ الْآخِرِ، حَتَّى نَزَلَ الْمُحَصَّبُ، وَنَزَلْنَا مَعَهُ، فَدَعَا عِنْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ أَخْرِجْ بِأَخِيكَ مِنَ الْحَرَمِ، فَلْتَهَلْ بِعُمَرَةَ، ثُمَّ افْرُغَا، ثُمَّ انْتَبِهَا هُنَا، فَإِنِّي أَنْظَرُكُمَا تَأْتِيَايَ. قَالَتْ فَخَرَجْنَا، حَتَّى إِذَا فَرَعْتُ، وَفَرَعْتُ مِنَ الطَّرَافِ، ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرٍ، فَقَالَ هَلْ فَرَعْتُمُ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، فَأَذِنَ بِالرَّحِيلِ فِي أَصْحَابِ الْوَحْلِ النَّاسِ، فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِينَةِ، ضَيْرٌ مِنْ ضَارٍ يَضِيرُ ضَيْرًا، وَيُقَالُ ضَارٌ يَضُورُ ضُورًا، وَضَرٌ يَضُرُّ ضَرًا.

حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس آپ کے اصحاب میں سے بعض اپنے احرام کو ترک کرنے والے تھے اور بعض اپنے احرام پر برقرار رہنے والے تھے حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس رہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب میں سے چند مرد تو وہ قوت والے تھے اور ان کے ساتھ ہدی (قربانی) تھی وہ عمرہ پر قادر نہ ہوئے حضرت عائشہ نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میں اس وقت رو رہی تھی آپ نے پوچھا: اے بھولی بھالی! کیوں رو رہی ہے؟ میں نے کہا: آپ نے جو اپنے اصحاب سے فرمایا ہے وہ میں نے سن لیا ہے تو میں عمرہ سے روک دی گئی ہوں آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نماز نہیں پڑھ رہی تو آپ نے فرمایا: سو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہے تم آدم کی بیٹیوں میں سے ایک عورت ہو اللہ نے تم پر وہ چیز لکھ دی ہے جو ان پر لکھ دی ہے پس تم اپنے حج میں شروع ہو جاؤ، عنقریب اللہ تمہیں عمرہ عطا کر دے گا حضرت عائشہ نے کہا: پس ہم اپنے حج کے لیے نکلے حتیٰ کہ ہم منیٰ میں آئے پھر میں پاک ہو گئی پھر میں منیٰ سے نکلی اور میں نے بیت اللہ میں طواف زیارت کیا حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں دوسری جماعت کے ساتھ نکلی حتیٰ کہ آپ وادی الحصب میں اترے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اترے پس آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے لے کر روانہ ہو تو وہ عمرہ کا احرام باندھیں پھر تم دونوں فارغ ہو کر یہاں آ جاؤ پھر میرے دونوں ہاتھ لے کر دعا کرواؤ حتیٰ کہ تم دونوں میرے پاس آ جاؤ حضرت عائشہ نے کہا: پس ہم نکلے حتیٰ کہ جب میں فارغ ہو گئی اور طواف (وداع) سے بھی فارغ ہو گئی تو میں آپ کے پاس سحری کے وقت پہنچی آپ نے پوچھا: کیا تم لوگ فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر آپ نے اپنے اصحاب کو کوچ کرنے کا حکم دیا پھر لوگ روانہ ہوئے سو آپ مدینہ کی طرف متوجہ ہو کر گزرے۔ ”ضیر“ کا لفظ ”ضار یضیر ضیراً“ سے ماخوذ ہے اور ”ضار یضور ضوراً“ اور ”ضر یضر ضراً“ بھی کہا جاتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل اور مدلل شرح، صحیح البخاری: ۱۵۵۶ میں گزر چکی ہے۔



## ۳۴ - بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْإِقْرَانِ وَالْإِفْرَادِ

بِالْحَجِّ، وَفَسَخِ الْحَجَّ لِمَنْ لَمْ  
يَكُنْ مَعَهُ هَدًى

حج میں تمتع اور قرآن اور افراد اور جس  
کے ساتھ قربانی نہ ہو اس کا حج کے  
احرام کو فسخ کرنا

اگر عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے اور پھر دوبارہ آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھا جائے تو وہ حج تمتع ہے اور اگر عمرہ پورا کر کے حج کے احرام کو برقرار رکھا جائے پھر حج کر کے احرام کھولا جائے تو وہ حج قرآن ہے اور اگر صرف حج کا احرام باندھا جائے تو وہ حج افراد ہے۔

۱۵۶۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ  
مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا  
تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ  
لَمْ يَكُنْ سَاقٍ الْهَدْيِ أَنْ يَتَوَلَّى عِلَالًا لَمْ يَكُنْ  
سَاقٍ الْهَدْيِ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسْفَنَ فَأَحْلَلْنَ قَالَتْ  
عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَحِضْتُ فَلَمْ أَطَفْ  
بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَضْبَةِ قَالَتْ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَارْجِعْ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
قَالَ وَمَا طُفْتُ لِبَيْتِي قَدِمْنَا مَكَّةَ قُلْتُ لَا لَوْلَا  
فَإِذْ هَبِي مَعَ أَخِيكَ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَيْتُ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ  
مَرَعِدُكَ لَمَّا وَكَّذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أَرَانِي إِلَّا  
حَابِسْتَهُمْ قَالَ نَفَرْنَا مِنْ مَكَّةَ وَارْجِعْ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
النَّحْرُ قَالَتْ قُلْتُ بَلَى لَوْلَا بَيْتِي قَالَتْ  
عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَلَقِينِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ  
عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از الاسود از عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے اور اس وقت ہماری نیت صرف حج کی تھی پس جب ہم (مکہ) پہنچے تو نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ جو قربانی ساتھ نہیں لائے ہیں وہ احرام کھول دیں پس جو قربانی ساتھ نہیں لائے تھے انہوں نے احرام کھول دیا اور آپ کی ازواج قربانی ساتھ نہیں لائی تھیں سو انہوں نے بھی احرام کھول دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر مجھے حیض آ گیا تو میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا (اور حج کے باقی افعال کرتی رہی) سو جب وادی محصب کی رات آئی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا لوگ عمرہ اور حج کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے واپس جاؤں گی؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نے مکہ کی راتوں میں طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک جاؤ پھر عمرہ کا احرام باندھ لو پھر فلاں اور فلاں جگہ تم سے ملاقات ہوگی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں شاید آپ لوگوں کو روک لوں گی؟ آپ نے فرمایا: زخمی سرمنڈی! کیا تم نے دس ذوالحجہ کو طواف نہیں کیا تھا؟ حضرت صفیہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے تم بھی چلو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر نبی ﷺ مجھ سے ملے آپ مکہ سے اوپر چڑھ رہے تھے اور میں مکہ کی طرف اتر رہی تھی یا میں چڑھ رہی تھی اور آپ اتر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۵۶ میں کر دی گئی ہے۔

۱۵۶۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِالْحَجِّ وَأَهْلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ يَجْلُوا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابو الاسود محمد بن عبد الرحمن ابن نوفل از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے سو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کر کے احرام باندھا تھا انہوں نے دس ذوالحجہ تک احرام نہیں کھولا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۵۵۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۱۵۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنٍ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ أَخْبَرْتُ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَعُثْمَانَ يَنْهَى عَنْ الْمُتْعَةِ وَأَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ أَهْلَ بِهِمَا لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدْعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَخِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از علی بن حسین از عثمان بن عفان کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے سامنے موجود تھا اور حضرت عثمان حج تمتع کرنے سے اور حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے حضرت علی نے یہ دیکھ کر احرام باندھا کہ ایک بعمرہ وحجۃ یعنی قرآن کا احرام باندھا اور کہا: میں نبی ﷺ کی سنت کو کسی شخص کے قول کی بناء پر ترک نہیں کر سکتا۔

[طريق الحديث: ۱۵۶۹]

(صحیح مسلم: ۱۲۲۳، رقم السلسل: ۲۹۱۳، مسند ابی داؤد: ۵۲۷، مسند ابی یعلیٰ: ۳۳۲، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۰۰، مسند احمد: ۱۱۳۶، ج ۲ ص ۳۵۷-۳۵۶، مؤسسة الرسالة: بیروت)

احمد: ۱۱۳۶، ج ۲ ص ۳۵۷-۳۵۶، مؤسسة الرسالة: بیروت)

اس حدیث کے رجال کا اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان حج تمتع کرنے کے متعلق مباحثہ کے فوائد

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو جس چیز کا علم ہو اس کا اظہار کرنا چاہیے اور اس کی تحقیق کے لیے حکام وغیرہ سے بحث کرنی چاہیے اور جو اس پر قادر ہو اس کو مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے ایسا کرنا چاہیے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کے نزدیک جو شخص حق بات کا انکار کر رہا ہو اس کو اس شخص کے اپنے قول اور عمل دونوں سے رد کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اور حاکم کی اطاعت صرف اس چیز میں واجب ہے جو معروف اور صحیح ہو۔

اس حدیث سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم معلوم ہوا کہ انہوں نے حاکم وقت ہونے کے باوجود اپنی مخالفت کرنے والے کو ملامت نہیں کی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع کرنے سے منع کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صرف قول صحابی ہے جو کتاب سنت اور اجماع کے خلاف ہے کتاب کے اس لیے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ (البقرہ: ۱۹۶)

سو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے۔

اس آیت میں حج کے ساتھ عمرہ کو ملانے کا ذکر ہے اور اسی کا نام تمتع اور قرآن ہے اور عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کی بہت احادیث ہیں۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### عمرہ اور حج کو جمع کرنے یعنی قرآن اور تمتع کے جواز کے متعلق دیگر احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے لیے نکلے سو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے (صرف) حج کا احرام باندھا اور رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا پس جس نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کر کے احرام باندھا تھا انہوں نے دس ذوالحجہ تک احرام نہیں کھولا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۶۲، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۱، سنن نسائی: ۲۷۶۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا۔

(صحیح البخاری: ۲۳۵۳-۲۳۵۴، صحیح مسلم: ۱۲۳۱-۱۲۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا اور لوگ حج اور عمرہ کو جمع کر کے پکار رہے تھے (لبیک بحجۃ و عمرہ)۔ (صحیح البخاری: ۲۹۸۶)

جب نبی ﷺ نے حج اور عمرہ کو جمع کیا حضرت سراقہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی بیوی نے حج اور عمرہ کو جمع کر کے پکارا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ہمارا یہ آپ کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ کے لیے ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۷۸۵، صحیح مسلم: ۱۲۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھا ہے وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک کہ وہ ان دونوں سے فارغ نہیں ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن ابوداؤد: ۱۷۸۱، سنن نسائی: ۲۷۶۳)

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حج تمتع کرنے کا حکم دیتے تھے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے تو میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میرے ہاتھوں سے یہ حدیث گردش کرتی رہی ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج تمتع کیا ہے پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کہا: بے شک اللہ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا ہے جس طرح چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے اور بے شک قرآن اپنی نزول کی جگہوں میں نازل ہوا ہے پس تم حج اور عمرہ کو (الگ الگ) پورا کرو۔ الحدیث دوسری روایت میں ہے: پس تم اپنے حج کو اپنے عمرہ سے منفصل رکھو یہ تمہارے حج کو زیادہ پورا کرنے والا ہے اور تمہارے عمرہ کو بھی زیادہ پورا کرنے والا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱۷)





ہو جائے کہ ان میں سے ہر ایک عمل جائز ہے یا حضرت علی کے نزدیک تمتع اور قرآن کرنا افراد سے افضل تھے اس لیے کہ تمتع اور قرآن میں حج اور عمرہ کے دو عمل ہیں اور افراد میں صرف ایک حج کا عمل ہے۔

حضرت عثمان کی جو رائے تھی وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی رائے تھی اور ان دونوں کے نزدیک حج افراد کرنا حج تمتع اور حج قرآن سے افضل تھا۔ (المہم ج ۳ ص ۳۵۰-۳۴۹ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۲۰ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متونی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے جو حجۃ الوداع میں قربانی لے کر نہ چلنے والے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ تم حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لو اس میں قریش کے اس اعتقاد کو رد کرنا تھا جو حج کے ایام میں عمرہ کرنے سے منع کرتے تھے اور اس کی ابتداء حدیبیہ میں ہوئی تھی کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور وہ ذوالقعدہ کا مہینہ تھا اور وہ حج کے مہینوں سے ہے اور اس وقت صحابہ خوف زدہ تھے کیونکہ ان کے اور مشرکین کے درمیان جنگ ہو چکی تھی اور مشرکین نے ان کو بیت اللہ تک جانے سے روکا تھا اور ان کے اور ان کے عمرہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے اور یہ پہلا عمرہ تھا جو حج کے مہینوں میں کیا گیا تھا پھر اس کے بعد جو اس عمرہ کی قضا ہوئی وہ بھی ذوالقعدہ کے مہینہ میں ہوئی تھی پھر رسول اللہ ﷺ نے مبالغہ کے ساتھ اس کی تاکید کا ارادہ کیا حتیٰ کہ صحابہ کو حکم دیا کہ وہ حج کے عمرہ کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ نبی ﷺ نے اس وجہ سے حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت عثمان تمتع اور قرآن دونوں کو جائز سمجھتے تھے لیکن ان کے نزدیک افراد افضل تھے اس لیے وہ تمتع اور قرآن سے منع کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی لیکن حضرت علی کو یہ خوف تھا کہ ان نے بعد لوئی تمتع اور قرآن کو حرام نہ سمجھ لے اس لیے انہوں نے حضرت عثمان کے سامنے قرآن کا احرام باندھا اور حضرت عثمان نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے جو یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے مشرکین کے اعتقاد کا رد کرنے کے لیے حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا کہ ستریں یہ سمجھتے تھے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے اس کا اس بات سے کیا تعلق ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تمتع اور قرآن سے منع کرتے تھے اور اس بات میں ان کے منع کرنے کی کیا مناسبت ہے؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت عمر اور حضرت عثمان کے منع کرنے پر علما و اہل علم نے ذکر کیا کہ ان پر انکار کیا گیا کہ ان کے منع کرنے کا سبب یہ ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ایام حج میں عمرہ اور حج کو جمع کرنے سے اس لیے منع کرتے تھے کہ اگر لوگوں نے ان ایام میں عمرہ بھی کر لیا تو وہ دوبارہ عمرہ کرنے نہیں آئیں گے اور ان کو یہ ناپسند تھا کہ بیت اللہ عبادت گزاروں سے خالی رہے ان کا منشاء یہ تھا کہ لوگ پھر دوبارہ عمرہ کرنے آئیں تاہم وہ ایام حج میں حج اور عمرہ کے جمع کرنے کو ناجائز اور حرام نہیں کہتے تھے ان کے نزدیک یہ خلاف اولیٰ تھا لیکن جمہور صحابہ فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ ایام حج میں تمتع اور قرآن کیا جائے کیونکہ یہ نبی ﷺ کی سنت ہے اور مصنف کے نزدیک بھی اولیٰ یہی ہے۔

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۵۸- ج ۳ ص ۴۴۴ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① تمتع کے بارے میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مذاکرہ کی تفصیل ② حج کے احرام کو نسخ کرنے کی صحابہ کے ساتھ خصوصیت ③ عمرے پر تمتع کا اطلاق۔

۱۵۶۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفْرًا وَيَقُولُونَ إِذَا بَرَأَ الذَّبَرُ وَغَفَا الْأَثَرُ وَانْسَلَخَ صَفَرٌ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنْ اعْتَمَرَ. قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيحَةَ رَابِعَةِ مُهَلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوا هَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْ الْحِلِّ؟ قَالَ حِلُّ كُلِّهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاووس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ عرب لوگ (زمانہ جاہلیت میں) یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین میں بہت بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کو مفر قرار دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب اونٹ کی پیٹھ ٹھیک ہو جائے اور زخم کا نشان مٹ جائے اور صفر کا مہینہ گزر جائے تب عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو جائے گا نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب چار ذوالحجہ کی صبح کو (مکہ میں) حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تھے پھر آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ احرام کو نسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لو اس لیے یہ حکم ان پر کراں گے پس انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ہمارے لیے کون سی چیز حلال ہوگی؟ آپ نے فرمایا: سب چیزیں حلال ہو جائیں گی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۰۵۵ میں درج ہے کہ ہم بعض مشکل جملوں کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں کا مہینوں کو مفر قرار دینا اور احرام کا اس غلط رسم کو مٹانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذوالحجہ میں صرف اس لیے عمرہ کیا تھا تاکہ مشرکین کے اس اعتقاد کا رد کیا جائے کہ یا حج میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے۔

مشرکین زمانہ جاہلیت میں مہینوں کو مفر قرار دیتے رہے تھے وہ محرم کو مفر قرار دیتے اور اس مہینہ میں حج کر کے حلال کر لیتے اور محرم کے مہینہ میں جو قتال حرام تھا اس کو موخر کر دیتے اور بعض اوقات وہ سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا لیتے تھے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۸۶-۲۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كَتَبِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقِيمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً

بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ ماہ ہے جس دن سے اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں یہی دین مستقیم ہے سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکین سے قتال

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُجِلُّونَهُ عَامًا وَيُخَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُؤْخِرُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُجِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زَيْنَ لَهُمْ كُفُوهُمُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ (التوبة: ۳۷-۳۶)

کر دجیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے ۝ مہینہ کو مؤخر کرنا محض کفر ہے اس سے کافروں کو گم راہ کیا جاتا ہے وہ کسی مہینہ کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور اسی مہینہ کو دوسرے سال حرام قرار دیتے ہیں تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری کر لیں پھر جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کر لیں ان کے بُرے کام ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ۝

### حرمت والے مہینے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اصلی شکل پر آچکا ہے جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا سال کے بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں تین مہینے متواتر ہیں: ذوالقعدة، ذوالحجہ اور محرم اور قبیلہ مضر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۶۶۲)

مشرکین کا حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرنے کی وجہ اور نبی ﷺ کا اس کو رد فرمانا

مشرکین حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرتے رہتے تھے ان کے رد میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں: محرم حرمت والا مہینہ تھا اس میں قتال حرام تھا، مشرکین عرب لوٹ مار اور قتل و غارت کرنے والے تھے ذوالحجہ اور ذوالقعدة محرم یہ تین مہینے متواتر حرمت والے تھے ان تین مہینوں میں قتال سے رکنا مشرکین عرب کے لیے بہت مشکل اور دشوار تھا انہیں جب محرم کے مہینہ میں کسی سے لڑنے کی ضرورت پیش آتی تو وہ محرم کے مہینہ کو مؤخر کر دیتے اور صفر کے مہینہ کو محرم قرار دیتے ان اصل محرم کے مہینہ میں قتال کر لیتے اسی طرح وہ ہر سال محرم کے مہینہ کو ایک ماہ مؤخر کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ اس سال نبی ﷺ نے حج کیا اس سال گیارہ مرتبہ محرم کا مہینہ مؤخر ہو کر اپنی اصل ہیئت پر آچکا تھا اس لیے آپ ﷺ نے زمانہ گھوم کر اپنی اصلی شکل پر آچکا ہے جس ہیئت پر وہ اس وقت تھا جب اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا۔ (بیان القرآن ج ۵ ص ۱۳۳-۱۳۲ فرید بک شال لاہور)

\* باب: ذکر کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۹۰۵- ج ۳ ص ۸ پر مذکور ہے وہاں اس کی بہت مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۵۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ بِالْحِلِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: سیر مجاہدین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اندرون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس (یعنی سے حجۃ الوداع میں) آیا آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۶۶ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ. ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی (ح)

نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بَعْمَرَةَ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ؟ قَالَ إِنِّي لَبَدْتُ رَأْسِي' وَقَلَدْتُ هَذِي' فَلَا أَجِلُ حَتَّى أَنْحَرَ.

[اطراف الحديث: ۱۶۹۷-۱۷۲۵-۳۳۹۸-۵۹۱۶]

اور ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے عمرہ کر کے احرام کھول دیا اور آپ نے ابھی تک عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا لیا تھا اور اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا تھا تو میں جب تک نحر (قربانی) نہ کر لوں احرام نہیں کھولوں گا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲۹، الرقم المسلسل: ۲۹۳۲، سنن ابوداؤد: ۱۸۰۶، سنن نسائی: ۲۶۸۲، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۶، سنن کبریٰ: ۳۶۶۲، شرح مشکل الآثار: ۳۳۱۰-۳۳۱۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۳-۱۲، المعجم الکبیر: ۳۱۱، ج ۲۳، مسند احمد ج ۶ ص ۲۸۳، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۴۲۳، ج ۳۲ ص ۲۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### نبی ﷺ کے حج قرآن کی دلیل اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس محرم نے حدی بھیج دی ہو وہ عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولے گا حتیٰ کہ حج کا احرام باندھ کر اس کے عمل سے فارغ ہو جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اس وقت تک احرام باندھ کر رہے گا جب تک کہ اپنی حدی کی قربانی نہ کر لے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا قول ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے حج قرآن کیا تو کیونکہ آپ نے عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا حتیٰ کہ آپ حج سے فارغ ہو گئے اسی لیے آپ نے شروع میں احرام باندھ کر لوہا لپٹا دیا (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۸۹، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ) \* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۸۸۰، ج ۳ ص ۲۸۸ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: رسول اللہ ﷺ کے حج قرآن ہونے پر دلیل۔

۱۵۶۲ - قَالَتْ اِذَا مَا قَالَتْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَشْرَنَا أَبُو جَمْرَةَ نَصْرَانٍ عَمْرَانِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا فَتَنَاهَا نِسْ فَسَلَّتْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَأَمَرَنِي فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا يَقُولُ لِي حَجٌّ مَبْرُورٌ وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ سَنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي أَقِمْ عِنْدِي فَأَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِّنْ مَّالِي قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِمَ؟ فَقَالَ لِلرُّوْيَا الَّتِي رَأَيْتُ. [طرف الحديث: ۱۶۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آنحضرت نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی 'انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نصر بن عمران النضجی نے خبر دی 'انہوں نے کہا: میں نے حج تمتع کیا تو مجھے سب لوگوں نے منع کیا اس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے: (تمہارا) حج مقبول ہے اور عمرہ بھی مقبول ہے پھر میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی تو انہوں نے بتایا کہ یہ نبی ﷺ کی سنت ہے پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم میرے پاس ٹھہرو حتیٰ کہ میں تمہیں اپنے مال سے حصہ دوں۔ شعبہ نے کہا: میں نے ابو جمرہ



سے پوچھا: اس کی کیا وجہ تھی؟ تو انہوں نے کہا: اس خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۳۲، الرقم المسلسل: ۲۹۶۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۷۹، المعجم الکبیر: ۱۲۹۶۲، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۹، صحیح ابن حبان: ۱۷۲، مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۵۸، ج ۴ ص ۵۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نیک عالم کے خواب سے شرعی مسئلہ پر استدلال اپنے موقف کی تائید پر انعام دینا اور عالم کا علم پر نذرانہ لینا علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی مترنی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون کرنے کا بیان ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو جمرہ کو تمتع کرنے کا حکم دیا، ابو جمرہ کو بعض لوگوں نے تمتع کرنے سے منع کیا تھا، ان کے نزدیک ایک سفر میں اور ایک احرام میں حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے اجر میں کمی کا خطرہ تھا، اس لیے انہوں نے ان کو حج افراد کرنے کا حکم دیا، پھر انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا اور انہوں نے فرمایا: تم تمتع کرو، پھر انہوں نے خواب دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ یہ حج اور عمرہ مقبول ہے اور جب انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خواب سنایا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے کہ اس خواب سے ان کے بتائے ہوئے مسئلہ کی تائید ہوگئی، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خوشی کی خبر دے، اس کو احرام، یا حج اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سچے خوابوں سے بیداری کے کاموں پر تائید حاصل ہو جاتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ دامن کا سچا خواب نبوت کے بحیالیس انداز سے ایک جز ہے، اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ عالم کو علم پر اجرت لینا جائز ہے۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۹ دار البیروت ۲۱ ص ۵)

۱۵۶۸ - حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو شَهَابٍ قَالَ قَدِمْتُ مَتَمِّعًا مَكَّةَ بِعُمْرَةٍ، فَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَقَالَ لِي أَنَسٌ بْنُ أَذِي مَكَّةَ إِنَّكَ لَتَجِدَ فِي حَجَّتِكَ مَكِيبَةً، فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ نَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقٍ، بَدَأَ مَعَهُ، وَقَدْ أَهْلُوا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا، فَقَالَ لَهُمْ أَجَلُوا مِنْ إِحْرَامِهِمْ، بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ شِفَا وَاسْرُورَةٍ، وَقَصَرُوا ثُمَّ أَقِيمُوا جَلَالًا، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهْلُوا بِالْحَجِّ، وَاجْعَلُوا الْبَيْتَ قَدِمْتُمْ بِهَا مُتَمِّعَةً، فَقَالُوا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتَمِّعَةً، وَقَدْ سَمِينَا الْحَجَّ؟ فَقَالَ افْعَلُوا مَا أَمَرْتُكُمْ، فَلَوْ لَا إِنِّي سَفَّتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ، وَلَكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ، فَفَعَلُوا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں تمتع کی حالت میں عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا، ہم آٹھ دن بعد سے جس دن پہلے مکہ پہنچے تھے، مجھ سے اہل مکہ کے لوگوں نے کہا: اب تمہارا حج مکمل ہو جائے گا، پھر میں نے عطاء کے پاس جا کر مسئلہ پوچھا، انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ اس دن حج کیا، جس دن انہوں نے قربانی کے جانور آپ کے ساتھ روانہ کیے، ان لوگوں نے حج افراد کا احرام باندھا ہوا تھا تو آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگ طواف اور صفا اور مردہ کے درمیان سعی کر کے اپنا احرام کھول دو، اور اپنے بال کاٹ لو، پھر اسی طرح بغیر احرام کے ٹھہرے رہو، حتیٰ کہ جب آٹھ ذوالحجہ کا دن ہو تو تم حج کا احرام باندھ لینا اور اپنے پہلے طواف اور سعی کے ساتھ اس کو ملا کر حج تمتع کر لو، انہوں نے کہا: ہم اس کو تمتع کیسے کریں ہم نے تو احرام باندھے

أَبُو شَهَابٍ لَيْسَ لَهُ مُسْنَدٌ إِلَّا هَذَا.

وقت صرف حج (افراد) کی نیت کی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہی کرو جس کا میں نے حکم دیا ہے، پس اگر میں نے ہدی (قربانی) روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی اسی طرح کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے، لیکن (میں کیا کروں کہ) جب تک قربانی اپنے محل (منی) میں نہ پہنچ جائے تو احرام کی وجہ سے جو چیز مجھ پر حرام ہو چکی ہے وہ حلال نہیں ہو سکتی، تو پھر ان لوگوں نے ایسا ہی کر لیا۔ امام بخاری نے کہا: ابوشہاب سے صرف یہی ایک حدیث مسند (متصل) مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۶۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْمُورُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيُّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَهُمَا بَعُثَانَا فِي الْمُتَمَتِّعَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تَرَبُّدَ إِلَيَّ أَنْ تُنْهَى عَنْ أَمْرِ فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ أَهْلًا بِهِمَا جَمِيعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن محمد الاعمور نے حدیث بیان کی از شعبہ از عمرو بن مرہ از سعید بن المسیب، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق اختلاف کر رہے تھے اور دونوں عسکرانہ تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کا صرف یہ ارادہ ہے کہ آپ اس کام سے منع کریں جس کو نبی ﷺ نے کیا ہے، راوی نے کہا: جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۵ - بَابُ مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَنَسَاهُ

۱۵۷۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ أَمَّا سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنَا بَرُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَدْمَنَّا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَسَّيْنَا قَوْلَ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً.

جس نے بیک پڑھتے ہوئے حج کا نام لیا، اس نے بیک پڑھتے ہوئے حج کا نام لیا، امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے مجاہد کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اس وقت ہم یہ پڑھ رہے تھے: "لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ" (جب ہم مکہ پہنچے) تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم حج کے احرام کو عمرہ کر دیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۶ - بَابُ التَّمَتُّعِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی ﷺ کے عہد میں

حج تمتع کرنا

۱۵۷۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'وَنَزَلَ الْقُرْآنُ' قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ. [طرف الحدیث: ۳۵۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے مطرف نے حدیث بیان کی از حضرت عمران رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تمتع کیا اور قرآن نازل ہوا اور ایک شخص نے محض اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۲۶، الرقم المسلسل: ۲۹۲۰، سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۸، مسند الاموار: ۳۵۸۷، سنن کبریٰ: ۱۱۰۳۲، المعجم الکبیر: ۲۸۳، ج ۱۸، مسند احمد: ج ۳ ص ۴۳۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۹۹۰، ج ۳ ص ۳۳۹-۱۳۸، مؤسسة الرسالة، بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ المستری التبوذکی (۲) ہشام بن یحییٰ بن دینار العوذی (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) مطرف بن الثخیر (۵) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۹۳-۲۹۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حملہ میں ہے: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تمتع کیا۔  
تمتع یا قرآن کی تائید میں قرآن مجید کی آیت اور حدیث میں مذکور شخص کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: قرآن نازل ہوا۔ اس سے یہ آیت مراد ہے:  
فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُنَّةِ إِلَى الْحَجِّ. (البقرہ: ۱۹۶)

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے محض اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

علامہ ابن السکین نے کہا: ہو سکتا ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہم مراد ہوں۔

علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے کہا: اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۵۶۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۷ - بَابُ تَفْسِيرِ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ: ۱۹۶)

اس آیت کی تفسیر: یہ (جج تمتع کا) حکم اس شخص کے لیے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے رہنے والے نہ ہوں۔ (البقرہ: ۱۹۶)

اہل حرم کے مصداق میں اختلاف فقہاء اور اہل مکہ کے لیے تمتع اور قرآن کے بلا کراہت جواز میں اختلاف ائمہ

مسجد حرام کے رہنے والوں کے مصداق میں فقہاء کا اختلاف ہے داؤد ظاہری اور ایک جماعت نے کہا: اس سے مراد خاص اہل

مکہ ہیں یہ نافع اور عبدالرحمن بن حرمز الاعرج کی روایت ہے اور یہ امام مالک کا قول ہے کہ اس کا مصداق اہل مکہ ذی طویٰ اور اس کے مشابہ ہیں اور رہے اہل منیٰ اور مناسک مثل قدید اور مر الظہران اور عسفان سوان پر دم ہے امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد اہل موافیت ہیں اور جو مکہ کے پار رہتے ہیں اور یہ عطاء اور کحول کا قول ہے اور یہی امام شافعی کا عراق کے متعلق قول ہے اور امام شافعی اور امام احمد نے یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص حرم سے اتنی مسافت پر رہتا ہو جس میں نماز قصر نہیں کی جاتی تو اس کا شمار مسجد حرام کے رہنے والوں میں ہوگا اور امام شافعی امام احمد امام مالک اور داؤد ظاہری کے نزدیک اہل مکہ کے لیے تمتع اور قرآن مکروہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے تمتع کیا تو ان پر دم لازم نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اہل مکہ کے لیے تمتع اور قرآن مکروہ ہے اور اگر انہوں نے تمتع یا قرآن کیا تو ان پر بہ طور جبر دم لازم ہے اور مکہ سے ماوراء رہنے والوں کے لیے تمتع اور قرآن مستحب ہیں اور ان پر بہ طور شکر دم لازم ہے۔

۱۵۷۲ - وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ فَضِيلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ غِيَاثٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَقَالَ أَهْلُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَهْلُنَا فَلَمَّا بَدَأْنَا حَجًّا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا إِهْلَالَكُمْ الْحَجِّ عُمْرَةً إِلَّا مَنْ قُلِدَّ الْهَدْيُ. طَفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا وَأَتَيْنَا النِّسَاءَ وَلَبَسْنَا الثِّيَابَ وَقَالَ مَنْ قُلِدَّ الْهَدْيُ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَجْلَهُ. ثُمَّ أَمَرْنَا عِدَّةَ الرِّيَّةِ نَهْجًا بِالْحَجِّ فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جُنَّا فَطَفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿فَمَا اسْتَسْرَمَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ لَبِيًّا مَدَلَّيْهِ أَيَّامَ فِي الْحَجِّ وَتَبَعَهُ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ (البقرہ: ۱۹۶). إِلَى أَنْصَارِكُمْ الشَّاةُ تَجْزِي فَجَمَعُوا نُسُكِينَ فِي عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنْزَلَهُ فِي كِتَابِهِ وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرِ أَهْلِ مَكَّةَ قَالَ اللَّهُ ﴿ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلَهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ: ۱۹۶). وَأَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِي ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى سُورَةَ وَذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ فَمَنْ تَمَتَّعَ فِي هَذِهِ الْأَشْهُرِ

اور ابو کامل فضیل بن حسین البصری نے کہا: ہمیں ابو معشر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن غیاث نے حدیث بیان کی از عمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان سے حج تمتع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مہاجرین اور انصار اور نبی ﷺ کی ازواج نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے احرام باندھا پس جب ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو ماسوا ان کے جنہوں نے قربانی کے گلے میں ہار ڈال دیا ہے ہم نے بیت اللہ میں طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی اور ہم نے حج کے افعال کر لیے اور ہم ازواج کے پاس گئے اور ہم نے سلعے ہوئے کپڑے پہن لیے اور آپ نے فرمایا: جس نے قربانی کے گلے میں ہار ڈالا ہے اس کے لیے احرام کھولنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ قربانی اپنے محل میں پہنچ جائے پھر آپ نے آٹھ ذوالحجہ کی شام کو ہمیں حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا پھر جب ہم حج کے افعال سے فارغ ہو گئے تو ہم مکہ میں آئے پس ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی پھر ہمارا حج مکمل ہو گیا اور ہم پر قربانی کرنا لازم ہو گئی جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور جو قربانی نہ کر سکے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ۔ (البقرہ: ۱۹۶) اپنے شہروں میں تو بکری کفایت کرے گی پس انہوں نے حج اور عمرہ کے درمیان دو قربانیاں جمع کیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے اور اس کے نبی نے



اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفر د ہیں۔

## حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو کامل فضیل بن حسین الجحدریؒ یہ ۲۳۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابو معشرؒ ان کا نام یوسف بن یزید البراء ہے  
 (۳) عثمان بن غیاث (۴) عکرمہ مولیٰ حسنؒ اس (۵) حنفیہ عبداللہ بن عباسؒ رضی اللہ عنہما۔ (عراق القاری ج ۹ ص ۲۹۵)

مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی اور تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب ہم مکہ میں آئے اس کا معنی ہے: جب ہم مکہ کے قریب پہنچ گئے کیونکہ یہ مقام سرف کا واقعہ

تم اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام بنیو۔۔۔ خطاب ہے۔ سہوا نے حج کا احرام باندھا تھا۔

اور ہم نے حج کے افعال کر لیے: یعنی وقوف عرفات ر لیا اور المزدلفہ میں رات گزار لی اور منیٰ میں کنکریاں مار لیں وغیرہ۔  
پھر جب ہم حج کے افعال سے فارغ ہو گئے: یعنی وقوف عرفات سے المزدلفہ میں رات گزارنے سے اور عید کے دن کنکریاں  
سے اور سر منڈانے سے۔

تمتع کی تعریف: شرعاً اہل تمتع کی آدابانی پھر نے ان صورت میں ان روزوں کے،  
رکھنے کے مقام میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں تمتع کی مشروعیت کی دلیل ہے اور تمتع کرنے والے کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہے جس نے ہدی (قربانی) روانہ کر دی ہو، اس کے لیے اس وقت تک احرام کھولنا جائز نہیں ہے جب تک قربانی اپنے محل میں نہ پہنچ جائے، اور دوسری قسم وہ ہے جس نے پہلے ہدی (قربانی) روانہ نہ کی ہو، یہ شخص عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دے گا، پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں رہنے والے کے لیے تمتع کرنا جائز نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک تمتع کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص عمرہ اور حج کو ایک سفر میں حج کے مہینہ میں ایک سال میں جمع کرے اور وہ عمرہ کو مقدم کر کے اور وہ شخص مکہ کا رہنے والا نہ ہو ان میں سے کوئی ایک شرط بھی فوت ہو گئی تو وہ شخص تمتع کرنے والا نہیں ہوگا جس شخص کو قربانی میسر نہ ہو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے گا امام ابو حنیفہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ وہ سات آٹھ اور نو ذوالحجہ کے روزے رکھے اس امید پر کہ ان دنوں میں وہ

سکتا ہے اس کو قربانی میسر ہو جائے تو وہ اصل کے مطابق قربانی کر لے اور سات روزوں میں مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے گھر پہنچنے کے بعد یہ روزے رکھے اگرچہ ایام تشریق کے بعد مکہ میں اور راستہ میں بھی ان روزوں کو رکھنا جائز ہے۔ یہ مجاہد اور عطاء سے منقول ہے امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور ان کے نزدیک ایام تشریق میں بھی ان روزوں کا رکھنا جائز ہے یہ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے ایام تشریق میں روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے امام احمد کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے امام شافعی کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اپنے گھر پہنچ کر یہ روزے رکھے دوسرا قول یہ ہے کہ جب وہ مکہ سے لوٹ رہا ہو تو یہ روزے رکھے تیسرا قول یہ ہے کہ جب منی سے مکہ جا رہا ہو تب یہ روزے رکھے چوتھا قول یہ ہے کہ افعال حج سے فارغ ہونے کے بعد یہ روزے رکھے۔

ایام حج میں جو تین روزے رکھنے ہیں اگر وہ نہیں رکھ سکا تو پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قربانی کرنا لازم ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں چھ اقوال ہیں: (۱) اب وہ روزے نہیں رکھے گا اور قربانی کرے گا (۲) اس پر دس روزے رکھنا لازم ہیں وہ ایک ایک دن کا فصل کر کے روزے رکھے (۳) مطلقاً دس دن کے روزے رکھے (۴) صرف چار دن کا فصل کرے (۵) روائگی کی مدت کے اعتبار سے فصل کرے (۶) چار دن کا فصل کرے اور روائگی کی مدت کے اعتبار سے فصل کرے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۲۹۶-۲۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### مکہ میں دخول کے وقت غسل کرنا

بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے خبر دی از نافع انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حرم کی سرحد کے قریب پہنچتے تو بلیک لہنا سو قواف کر دیتے پھر ذی طویٰ میں رات گزارتے پھر لوگوں کے ساتھ حج کی نماز پڑھتے اور غسل کرتے اور یہ بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

### ۳۸ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ الدُّخُولِ مَكَّةَ

۱۵۷۳ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْبَةَ قَالَ اخْبَرَنَا اَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا دَخَلَ اَذْنَى الْحَرَمِ اَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ ثُمَّ يَبِيتُ بِذِي طَوًى ثُمَّ يُصَلِّي بِهٖ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ وَيُحَدِّثُ اَنَّ شَيْئًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۵۳ میں گزر چکی ہے۔

تنبیہ: ذی طویٰ ایک کنواں یا آئینہ ہے۔ مکہ کے قریب ہے علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ غسل تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہ غسل کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابن عمر تلبیہ کہنا کیوں ترک کرتے تھے حالانکہ وہ محرم ہوتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس کی یہ تاویل تھی کہ وہ اب اس جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں کے لیے ان کو بلایا گیا تھا اور وہ اب تلبیہ کی جگہ تکبیر اور تسبیح پڑھتے تھے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### دن یا رات کے وقت مکہ میں داخل ہونا

نبی ﷺ نے ذی طویٰ میں رات گزاری حتیٰ کہ صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ فعل کرتے تھے۔

### ۳۹ - بَابُ دُخُولِ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلًا

بَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي طَوًى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

اس تعلیق کی اصل اسی باب کی حدیث میں سند کے ساتھ مذکور ہے۔

۱۵۷۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي طَوًى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ذی طویٰ میں رات گزاری حتیٰ کہ صبح ہو گئی پھر آپ مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۵۳ میں گزر چکی ہے۔

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۹۳۰ ج ۳ ص ۸۳ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۴۰ - بَابُ مِمَّنْ آيَنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ

مکہ میں کہاں سے داخل ہو؟

۱۵۷۵ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِي حَسَنٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَةِ السُّفْلَى. [طرف الحدیث: ۱۵۷۶ صحیح مسلم: ۱۲۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے معن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں الثنیه العلیاء سے داخل ہوئے اور الثنیه السفلی سے مکہ سے باہر نکلتے تھے۔

الثنیه العلیاء اور الثنیه السفلی کا معنی اور مکہ میں رسول اور خروں کے وقت راستہ بدلنے کی حکمتیں

مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف جو گھائی ہے اس کو الثنیه العلیاء کہتے ہیں اور مدینہ منورہ سے شام کی طرف جو گھائی ہے اس کو الثنیه السفلی کہتے ہیں۔ (زاد العادج ۳ ص ۶۹ دار الفکر بیروت ۱۳۱۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ جانب علیا (بلندی کی جانب) سے مکہ میں داخل ہوتے اور جانب سفلی (پستی کی جانب) سے مکہ سے باہر آتے اس میں حکمت یہ تھی کہ ہمارے جد مکرم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نداء بلندی کی جانب سے تھی اس لیے بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہونا اس کے مناسب تھا اور مکہ سے باہر آنے کے لیے اس کے برعکس جانب مناسب تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ جو بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہوگا اس کا منہ بیت اللہ کی جانب ہوگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جب نبی ﷺ ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ سے نکلے تھے تو پوشیدگی کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے اور اب چونکہ اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا اس لیے آپ بلندی کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے تاکہ آپ کو داخل ہوتے ہوئے سب دیکھ لیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ ایک جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور دوسری جانب سے مکہ سے نکلے تاکہ مکہ کی ہر جانب کو آپ کی برکت حاصل ہو جائے اور آپ ہر جانب کھڑے ہو کر دعا کریں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ مکہ کی ہر طرف آنے اور جانے سے دین اسلام کے غلبہ اور سر بلندی کا ظہور ہوتا ہے تاکہ منافقین اور دشمنان اسلام کے سینوں میں آگ بھڑکے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ آپ نے جس طرح عید کے دن آنے اور جانے کے راستہ کو تبدیل کیا تھا اسی طرح مکہ میں دخول اور خروج کے وقت بھی راستہ کو تبدیل کیا تاکہ رش کم ہو (اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ دورویہ ٹریفک کے اصول کی بھی اصل یہی حدیث ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۲۹۳۶- ج ۳ ص ۴۸۲ پر ہے وہاں اس کی بہت مختصر شرح ہے۔

مکہ سے کہاں سے باہر نکلے؟

۴۱ - بَابُ مِّنْ أَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ

۱۵۷۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَةِ الْعُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَةِ السُّفْلَى. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَانَ يَقَالُ هُوَ مُسَدَّدٌ كَأَسْبَبِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ يَقُولُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ لَوْ أَنَّ مُسَدَّدًا أَتَيْتُهُ فِي بَيْتِهِ لَخَدَّعْتُهُ لَا سَتَحَقُّ ذَلِكَ وَمَا أَبَالِي كُتُبًا كَانَتْ عِنْدِي أَوْ عِنْدَ مُسَدَّدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد بن مسرحد البصری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں کداء سے الثنیۃ العلیاء کی جانب سے داخل ہوئے جو بطحاء (پتھریلے میدان) میں ہے اور الثنیۃ السفلی سے مکہ سے باہر آئے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ مسدد اپنے نام کی مثل ہے امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے کہ اگر میں مسدد کے پاس اس کے گھر جاؤں اور اس کو حدیث بیان کروں تو وہ اس کا مستحق ہے اور مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میری کتابیں خواہ میرے پاس ہوں یا مسدد کے پاس ہوں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔

فائدہ: مسدد کا عربی میں معنی مضبوط اور درست ہے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ مسدد اپنے نام کی طرح حدیث کی روایت میں مضبوط اور درست تھے گویا مسدد ثقہ اور درست تھے۔

کداء مکہ کے نزدیک ایک پہاڑ ہے اور مدئی دوسرا پہاڑ ہے جو یمن کے راستہ پر ہے۔

۱۵۷۷ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی اور محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوتے تو اس کی بلند جانب سے داخل ہوتے اور جب مکہ سے باہر نکلتے تو اس کی چلی جانب سے نکلتے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۵۷۵ میں گزر چکی ہے۔



۱۵۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ الْمُرُوزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان المروری نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے اور کداء سے نکلے مکہ کی بلند جانب سے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۷۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَرُو عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ أَعْلَى مَكَّةَ قَالَ هِشَامُ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلَى كِلَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكَدَاءٍ وَكَانَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے۔ ہشام نے کہا: عروہ دونوں سے داخل ہوتے تھے کداء سے اور کداء سے اور زیادہ تر کداء سے داخل ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ أَعْلَى مَكَّةَ وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی: ہشام نے کہا: وہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے اور عروہ زیادہ تر کداء سے داخل ہوتے تھے اور وہ ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَأَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَدَاءٌ وَكَدَاءٌ مَوْضِعَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے اور عروہ ان دونوں سے داخل ہوتے تھے اور زیادہ تر وہ کداء سے داخل ہوتے تھے وہ ان کے گھر کے زیادہ قریب تھا۔ امام بخاری نے کہا: کداء اور کداء دو جگہیں ہیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

## ۴۲ - بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرہ: ۱۲۵-۱۲۸)۔

## مکہ کی فضیلت اور کعبہ کی تعمیر کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور (یاد کیجئے) جب ہم نے بیت اللہ (کعبہ) کو لوگوں کے لیے معبد اور امن کی جگہ بنا دیا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیا اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے تاکید فرمایا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے اور اس میں رہنے والوں میں سے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائیں ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما، فرمایا: اور جس نے کفر کیا میں اس کو (بھی) تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا، پھر اس کو مجبور کر کے دوزخ میں ڈالوں گا اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے: اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت ہی سننے والا خوب جاننے والا ہے اور اے ہمارے رب! ہمیں خاص اپنی فرماں برداری پر برقرار رکھ اور ہماری اولاد میں ایک امت کو خاص اپنا فرماں بردار کر اور ہمیں حج کی عبادت بتا اور ہماری توبہ قبول فرما! بے شک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے)۔

(البقرہ: ۱۲۸-۱۲۵)

## ”مثابۃ“ کا معنی

ان آیتوں میں ”مثابۃ“ کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: لوئے کی جگہ کیونکہ جو شخص بھی بیت اللہ سے واپس آتا ہے وہ سیر نہیں ہوتا اور وہ پھر دوبارہ وہاں جاتا ہے یہ چاہتا ہے کہ اس کا معنی ہو: ”اداب کی جگہ“ کیلئے عبادت کے لیے جس قدر اجر و ثواب یہاں ملتا ہے اور کہیں نہیں ملتا۔

## ”امنا“ کا معنی

اس کا معنی ہے: امن کی جگہ ہر چند کہ یہ بیت اللہ کی صفت ہے لیکن اس سے مراد پورا حرم ہے۔

اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ کعبہ میں کسی پر حد نہیں جاری کی جائے گی لیکن باقی حرم میں بھی حد جاری کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حرم میں حد جاری کی جائے گی اور ”من دخلہ کان امنا“ منسوخ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۱ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرم میں کسی شخص سے قصاص لیا جائے گا نہ کسی پر حد جاری کی جائے گی اگر کسی مجرم نے حرم میں آ کر پناہ لے لی تو اس پر کھانا پینا بند کر دیا جائے گا اور اس سے کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر آ جائے اور جب وہ باہر آ جائے گا تو اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ (روح المعانی جز ۱ ص ۳۷۸ دار احیاء التراث العربی بیروت)

### مقام ابراہیم کی تعیین

مقام ابراہیم کی تعیین میں کئی اقوال ہیں: عکرمہ اور عطاء نے کہا: پورا حج مقام ابراہیم ہے، شععی نے کہا: عرفہ، مزدلفہ اور جمار مقام ابراہیم ہیں، نخعی نے کہا: پورا حرم مقام ابراہیم ہے اور سب سے صحیح قول یہ ہے کہ وہ پتھر جس کو اب لوگ مقام ابراہیم کے عنوان سے پہچانتے ہیں اور جس کے پاس طواف کی دو رکعت پڑھتے ہیں وہ مقام ابراہیم ہے اور یہ حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ وغیرہ کا قول ہے، امام مسلم نے ایک طویل حدیث میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے جب بیت اللہ کو دیکھا تو حجر اسود کو تعظیم دی اور پہلے تین طوافوں میں رمل کیا اور اس کے بعد چار طواف معمول کے مطابق چل کر کیے، پھر مقام ابراہیم کی طرف گئے اور طواف کی دو رکعتیں پڑھیں اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو اس وقت بلند کر دیا گیا تھا جب حضرت ابراہیم کو ان پتھروں کے اٹھانے سے ضعف لاحق ہوا جو ان کو حضرت اسماعیل لا کر دے رہے تھے اور حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان اس پتھر میں نقش ہو گئے تھے، حضرت انس نے کہا: میں نے ”مقام“ میں حضرت ابراہیم کی انگلیوں، ایڑیوں اور ٹکوں کے شان ثبت دیئے۔ سدی نے بیان کیا ہے کہ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس کو حضرت اسماعیل کی زوجہ نے حضرت ابراہیم کا سر دھوتے وقت ان کے قدموں کے نیچے رکھا تھا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۱۳-۱۱۲ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

### کعبہ کی تعمیر کتنی بار کی گئی

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

(۱) پہلی بار کعبہ کو فرشتوں نے بنایا (۲) دوسری مرتبہ حضرت آدم نے بنایا (۳) تیسری بار حضرت شیث بن آدم نے بنایا (۴) چوتھی بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا (۵) پانچویں بار قوم عمالقہ نے بنایا (۶) چھٹی بار جرہم نے بنایا (۷) ساتویں بار قنسی بن کلاب نے بنایا (۸) آٹھویں بار قریش نے بنایا (۹) نویں بار حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سبب منشاء بنایا اس میں دو دروازے تھے، ایک باہر کے اور ایک اندر کے، اندر کے دروازے کا دروازہ داخل ہونے کا اور حطیم کو پہنچنے کا تھا، اسی دروازے کی قریش اپنے وسائل کی کمی کی وجہ سے اس کو اس بناء ابراہیم پر نہیں بنا سکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ اس کو بناء ابراہیم پر بنا دیا جائے لیکن فتنہ کے خدشہ سے آپ نے نہیں بنایا تھا (۱۰) دسویں بار عبد الملک بن مردان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے اس کو پھر منہدم کر کے قریش کی بناء کے مطابق بنا دیا۔ (ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۰۳-۱۰۴ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جب ہارون رشید کو یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کو اس طرح بنانا چاہتے تھے تو اس نے چاہا کہ کعبہ کو پھر حضرت ابن الزبیر کی بناء کے مطابق بنا دے لیکن امام مالک نے اس سے منع کیا اور فرمایا: میں تم کو قسم دیتا ہوں اب کعبہ کو اسی طرح رہنے دو بار بار منہدم کرنے سے اور بنانے سے اس کی ہیبت اور جلال میں کمی آئے گی۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۲۵ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

سورۃ البقرہ کی ان آیات میں مذکور اہم امور کی ہم نے یہاں اختصار سے تفسیر کی ہے، تفصیل کے لیے ان آیات کی تفسیر ہماری تفسیر بیان القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسُ بْنُ قُلَيْبٍ الْهَجَرَاءُ فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبِكَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ أَرِنِي إِزَارِي. فَشَدَّهُ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے کہا: جب کعبہ کی تعمیر کی گئی تو نبی ﷺ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ پتھر اٹھا کر لارہے تھے پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا: آپ اپنا تہبند اپنی گردن (کندھے) کے نیچے رکھ لیں تو نبی ﷺ (بے ہوش ہو کر) زمین پر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں پس آپ نے فرمایا: مجھے میرا تہبند دکھاؤ (انہوں نے آپ کا تہبند دیا) آپ نے اس کو مضبوطی سے باندھ لیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۶۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا أَلَمْ تَرَى أَنَّ قَوْمَكَ لَمَّا بَنَوْا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ لَا تَرُدُّهَا قَوْمُكَ بِالْكَفْرِ لَفَعَلْتُ. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَيْسَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِئْذَانَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يَتِمَّ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ کہ عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خبر دی از عاتشہ رضی اللہ عنہا کہ وہ نبی ﷺ کو بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتیں کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کی تعمیر کی تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں میں کمی کر دی میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کعبہ مکرمہ کو دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر کیوں نہیں کر دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کے کفر کا زمانہ ابھی قریب ہی نہ گزرا ہوتا تو میں ضرور ایسا کر لیتا پس حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حطیم کے متصل دیواروں کے دو کونوں کی تعظیم نہیں کرتے تھے کیونکہ بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق تعمیر نہیں کیا گیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۳۳۳، رقم السلسل: ۳۱۸۳، سنن نسائی: ۲۹۰۰، سنن کبریٰ: ۳۸۸۳، مسند ابویعلیٰ: ۳۶۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲۶، صحیح ابن حبان: ۲۷۲۶)



۳۸۱۶ سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۷، مسند عبد الرزاق: ۸۹۳۱، مسند احمد ج ۶ ص ۷۷، طبع قدیم مسند احمد: ۲۵۳۴۰ ج ۳۲ ص ۷۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

### کعبہ کی دیوار کے چار کونوں اور ان میں سے صرف دو کونوں کی تعظیم کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد بنی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ معلوم تھا کہ نبی ﷺ حطیم کے متصل دو کونوں کی تعظیم نہیں کرتے تھے لیکن ان کو اس کی وجہ معلوم نہیں تھی جب ان کو حضرت عبد اللہ بن محمد نے یہ حدیث سنائی تو ان کو اس کی وجہ معلوم ہو گئی کہ جن دیواروں پر یہ دو کونے ہیں وہ دیواریں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہیں ہیں ان دو کونوں کو رکن شامی اور رکن عراقی کہا جاتا ہے اور حجر اسود کی طرف جو دو کونے ہیں ان کو رکن یمانی کہا جاتا ہے۔

عروہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سب کونوں کی تعظیم کرنی چاہیے اور یہ کہ بیت اللہ کی کسی چیز کی تعظیم کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت ابن الزبیر، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت الحسن اور حضرت الحسین رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ صرف حجر اسود کی تعظیم کی جائے اور رکن یمانی کی تعظیم نہ کی جائے کیونکہ یہ سنت نہیں ہے اور اگر اس کی تعظیم کی تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### فقہاء احناف کے نزدیک کعبہ کے صرف دو کونوں کی تعظیم سے اس کے ثبوت میں احادیث

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متونی ۳۲۱ھ بیان کرتے ہیں:

بعض صحابہ نے کہا ہے کہ بیت اللہ کے تمام ارکان کی تعظیم کرنی چاہیے۔ بیت اللہ کے چاروں کونوں کی تعظیم کرنی چاہیے خواہ وہ دور رکن یمانی ہوں یا رکن شامی اور رکن عراقی ہوں (حجر اسود کی جہت میں جو بیت اللہ کے دو کونے ہیں ان کو رکن یمانی کہا جاتا ہے اور حطیم سے متصل دیوار کے جو دو کونے ہیں ان کو رکن شامی و عراقی کہا جاتا ہے)۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم تمام ارکان کی تعظیم کرتے ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۳۷۶۶)

عمر و بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ابو ایشہ نے کہا: بیت اللہ کی کسی چیز (کی تعظیم کرنے) کو کون ترک کر سکتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام ارکان کی تعظیم کرتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان دور کونوں (شامی و عراقی) کی تعظیم نہیں کی جاتی تو حضرت معاویہ نے کہا: بیت اللہ کی کوئی چیز متروک نہیں ہے۔ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ بھی تمام ارکان کی تعظیم کرتے ہیں۔

(ج ۱ ص ۱۶۰۸)

بعض نے کہا ہے کہ موافقے دوران تمام ارکان کی تعظیم کرنی چاہیے ان کا استدلال مذکور اسدر حدیث سے ہے دوسرے ائمہ نے ان سے اختلاف کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ طواف کے دوران صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرنی چاہیے ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صرف دور رکن یمانی (یعنی حجر اسود اور رکن یمانی) کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۶۰۹، صحیح مسلم: ۱۲۶۷، سنن ابوداؤد: ۱۸۷۴، سنن نسائی: ۲۹۴۹)

یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرنی چاہیے۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۵۷-۲۵۳، ملخصاً قدیمی کتب خانہ کراچی)

## رکن یمانی کو بوسادینے کی ممانعت

علامہ محمد بن علی بن محمد الحسکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

طواف کے دوران جب بھی حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اس کی تعظیم کرے اور رکن یمانی کی بھی تعظیم کرے اور یہ مستحب ہے لیکن اس کو بوسانہ دے اور امام محمد نے کہا: یہ سنت ہے اور اس کو بوسادے اور دلائل اس کی تائید کرتے ہیں اور ان دونوں کے علاوہ باقی کونوں (رکن شامی اور رکن عراقی) کی تعظیم کرنا مکروہ ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۳ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

رکن یمانی کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ اس کو ہتھیلیوں سے مس کرے اور چھوئے یا صرف سیدھے ہاتھ سے مس کرے البتہ اس کو بوسانہ دے اور نہ اس پر سجدہ کرے۔

علامہ حسکفی نے لکھا ہے کہ امام محمد کا قول ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم سنت ہے اور اس کو بوسادے اور دلائل اس کی تائید کرتے ہیں لیکن شرح اللباب میں صرف پہلی روایت ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا کہ الکافی، الہدایہ اور دوسری کتابوں میں ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہی صحیح روایت ہے اور الحج میں مذکور ہے کہ امام محمد کی روایت ضعیف ہے۔

رکن شامی اور رکن عراقی کی تعظیم مردہ ہے کیونکہ یہ دونوں حقیقت میں ان نہیں بلکہ یہ بیت اللہ کے وسط میں ہیں کیونکہ حطیم کا کچھ حصہ بیت اللہ میں داخل ہے۔ بدائع الصنائع میں مذکور ہے کہ یہ بہت نزہت ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۳ 'دار احیاء التراث العربی' ۱۴۱۹ھ)

## باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی کعبہ کی یوار کے صرف دو کونوں کی تعظیم ہے

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

رکن یمانی اہل یمن کا قبلہ ہے اور یہ دیوار کعبہ کے اس کونے کے قریب ہے جس میں حجر اسود نصب ہے اور یہ طواف کے آخر میں ہے کیونکہ طواف کرنے والا اس کونے سے ابتداء کرتا ہے جس میں حجر اسود اہل خراسان کا قبلہ ہے سو طواف کرنے والا حجر اسود کی تعظیم کرے اور اس کو بوسادے اور جب طواف کرنے والا دوسرے کونے پر پہنچے جو کہ رکن عراقی ہے تو اس کی تعظیم نہ کرے البتہ جب وہ پہنچے تو اس کی تعظیم نہ کرے اور یہ دو کونے حطیم کے ساتھ متصل ہیں اور جب وہ چوتھے کونے پر پہنچے تو اس کی تعظیم کرے آخری نے کہا ہے کہ اس کو بوسادے لیکن امام احمد کی روایت یہ ہے کہ اس کو بوسانہ دے اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم نہ کرے۔ (یہ محض ایک روایت ہے امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ رکن یمانی کی تعظیم کرے اور اس کو مس کرے البتہ اس کو بوسانہ دے۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ اہل علم کے نزدیک رکن یمانی اور حجر اسود کی تعظیم جائز ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسادے اور رکن یمانی کو بوسانہ دے۔ (المغنی ج ۴ ص ۵۶۷ 'دار الحدیث القاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

قاضی ابوالولید محمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ نے جمہور کا مذہب اسی طرح لکھا ہے۔

(بدایۃ المجتہد ج ۳ ص ۳۱۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے شوافع کا مذہب بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۷۸ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاشعث نے حدیث بیان کی از الاسود بن یزید از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے اس کو بیت اللہ میں داخل نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس خرچ کم تھا میں نے پوچھا: پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کا دروازہ اونچا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم نے یہ اس لیے کیا ہے کہ جس کو چاہیں کعبہ میں داخل کریں اور جس کو چاہیں منع کر دیں اور اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ ہوتا اور ان کے دلوں کے بگڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں حطیم کو بیت اللہ کے اندر داخل کر دیتا اور اس کا دروازہ زمین سے متصل بناتا۔

۱۵۸۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجِدَارِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ. قُلْتُ فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي الْبَيْتِ؟ قَالَ إِنَّ قَوْمَكَ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ. قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ فَعَلَ ذَلِكَ قَوْمُكَ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاؤُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاؤُوا وَلَوْ لَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدِيثٌ عَنْهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنَكِرَ قُلُوبُهُمْ أَنْ ادْخُلَ الْجِدَارُ فِي الْبَيْتِ وَأَنَّ الصِّقَ بَابُهُ بِالْأَرْضِ.

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۱۵۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا حَدَاثَةُ قَوْمِكَ بِالْكَفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى آسَاسِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ قُرَيْشًا اسْتَفْصَرَتْ بَنَاءَهُ وَجَعَلَتْ لَهُ خَلْفًا. قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ خَلْفًا يَعْنِي بَابًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی زہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا کفر سے نکلے ہوئے قریب کا زمانہ نہ ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کر دیتا پھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر بناتا ہوا یہ کہ قریش نے کعبہ کی عمارت کو کم کر دیا اور اس میں ”خلف“ (پچھلا دروازہ) بنایا ابو معاویہ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ”خلف“ سے مراد (پچھلا) دروازہ ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن رومان نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

۱۵۸۶ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ حَازِمِ بْنِ حَزِيمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ لَوْ

وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ تازہ نہ گزرا ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کرنے کا حکم دیتا، پس جو حصہ (حطیم) اس میں سے نکال دیا گیا ہے اس کو میں اس میں داخل کر دیتا اور اس (کے دروازہ کو) زمین سے ملا دیتا اور اس کے دو دروازے بناتا ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ غربی اور اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں تک پہنچا دیتا۔ (یزید بن رومان نے کہا:) پس یہی وہ سبب ہے جس نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی عمارت کے گرانے پر برا بیخیز کیا، یزید نے کہا: میں اس وقت موجود تھا جب حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کو منہدم کیا اور اس کی (دوبارہ) تعمیر کی اور اس میں حطیم کو داخل کر دیا اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے پتھر دیکھے ہیں جو اونٹ کے کوهانوں کی مثل تھے جریر نے کہا: میں نے یزید بن رومان سے پوچھا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں کس جگہ تھیں؟ انہوں نے کہا: میں تمہیں ابھی دکھاتا ہوں، پس میں ان کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا، انہوں نے ایک جگہ اشارہ کر کے کہا: یہاں پس میں نے اندازہ لگایا وہ جگہ حطیم سے چھ ہاتھ یا اس سے قریب تھی۔

لَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَا مَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهَدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجُ مِنْهُ وَالزَّقْفَةُ بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ. فَذَلِكَ الَّذِي حَمَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَلَى هَدْمِهِ. قَالَ يَزِيدُ وَشَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِينَ هَدَمَهُ وَبَنَاهُ وَأَدْخَلَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ وَقَدْ رَأَيْتُ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الْإِبِلِ. قَالَ جَرِيرٌ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ مَوْضِعُهُ؟ قَالَ أَرَيْكَه الْآنَ فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ فَقَالَ هَا هُنَا قَالَ جَرِيرٌ فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا.

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۶ھ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ امام ابن سعد نے کہا کہ حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کی تعمیر جدید کی ابتداء ۶۵ھ کی ابتداء میں کی ہے اور رقی نے کہا ہے کہ جمادی الاخریٰ ۶۳ھ میں اس کی تعمیر کی ابتداء کی اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی ابتداء ۶۳ھ میں کی ہو اور اس کو مکمل رجب ۶۵ھ میں کیا ہو۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۱۷-۳۱۸)

### ۴۳ - بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ

### ۷۰ کی فضیلت

اس باب میں حرم مکہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور حرم مکہ جن جانبوں کو محیط ہے حرم مکہ کی حد مدینہ سے تین میل ہے، یمن اور عراق سے سات میل ہے اور جدہ سے دس میل ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۱۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آپ کہیے:) مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اس کو حرم بنا دیا ہے اور اسی کی ملکیت میں ہر چیز ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرماں برداروں میں سے رہوں O (النمل: ۹۱)

وَقَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَإِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (النمل: ۹۱).



اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان کی کہ وہ اس شہر کا رب ہے اور اس شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور تمام شہروں میں سے اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی طرف اپنی ربوبیت کی نسبت اس لیے کی ہے کہ ہونے کو تو میں تمام شہروں کا رب ہوں لیکن جس شہر کے رب ہونے پر مجھے ناز ہے وہ شہر مکہ ہے اسی شہر کی ایک جگہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بیت قرار دیا ہے یہی شہر اس کے محبوب نبی سیدنا محمد ﷺ کا مولد اور مسکن ہے اور یہی شہر پہلا مہبط وحی الہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو حرم بنا دیا ہے اس شہر کو حرم بنانے کی چند وجوہ ہیں: جو شخص حج کرنے کے لیے اس شہر میں آتا ہے اس پر حالت احرام میں کئی حلال کام حرام ہو جاتے ہیں وہ بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، ازدواجی عمل نہیں کر سکتا اور اس طرح کے اور کئی کام اس پر حرام ہو جاتے ہیں جو شخص اس شہر میں آ کر پناہ لے اس کو ایذا پہنچانا حرام ہے اس شہر کے درخت کاٹنا اور وحشی جانوروں کو پریشان کرنا حرام ہے اس شہر میں قتال کرنا، مال لوٹنا اور کسی کی عزت یا مال کرنا خصوصیت کے ساتھ حرام ہیں اس لیے یہ شہر حرم ہے۔ (تبیان القرآن ج ۸ ص ۷۱، فرید یک سال لاہور ۱۳۲۵ھ)

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿أَوَلَمْ نُنْجِ لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (التقصص: ۵۷)۔  
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا ہم نے ان کو حرم میں آباد نہیں کیا جو امن والا ہے اس کی طرف ہمارے دیئے ہوئے ہر قسم کے پھل لائے جاتے ہیں لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے O  
(التقصص: ۵۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے ایک عذر کو زائل فرمایا ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کی ہے کہ سیدنا محمد ﷺ سے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کر لیں تو ہم اپنے ملک سے اچک لیے جائیں گے۔ (جامع البیان: ۲۰۹۷)۔  
اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس شبہ کو زائل فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرزمین حرم کو امن والا بنا دیا ہے اور اس میں بہت زیادہ رزق رکھا ہے۔ انکے لئے اللہ تعالیٰ کی بابت سے عراض نے والے ہو اور بتوں کی عبادت کی طرف رغبت کرنے والے ہو پس اگر تم ایمان لے آؤ تو تم پر اللہ تعالیٰ کا نرم زیادہ متوح ہوگا اور میں مکہ سے نکالے جانے کا خطرہ نہیں رہے گا۔ (تبیان القرآن ج ۸ ص ۸۴، فرید یک سال لاہور ۱۳۲۵ھ)

۱۵۸۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَكِيمِ، عَنْ مَسْرُورٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَمُ اللَّهِ لَا يُعْصَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يَنْقَرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتُهُ إِلَّا مَنْ عَرَفَهَا۔  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی از منصور از ابن طاووس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنا دیا ہے اس کا کاٹنا کاٹنا جائے گا نہ اس کے شکار کو پریشان کیا جائے گا اور نہ اس کے راستہ میں گری ہوئی چیز کو اٹھایا جائے گا ماسوا اس شخص کے جو اس کا اعلان کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۴۴ - بَابُ تَوْرِیْثِ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَیْعِهَا

وَشِرَائِهَا وَأَنَّ النَّاسَ فِي مَسْجِدِ

الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةٌ

بِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ  
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ  
لِلنَّاسِ سَوَاءً رِجَالًا وَنِسَاءً فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يَرُدَّ فِيهِ  
بِالْحَادِ بِظُلْمٍ لَّذِقْ مِنْ عَذَابِ الْيُسُفِ﴾ (الحج: ۲۵)۔

مکہ کے گھروں میں وراثت جاری ہوگی

اور ان کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے اور لوگ

بالخصوص مسجد حرام میں برابر ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ  
اللہ کے راستہ سے روکنے لگے اور اس مسجد حرام سے جس کو ہم نے  
لوگوں کے لیے مساوی بنایا ہے خواہ وہ اس مسجد میں متکلف ہوں یا  
باہر سے آئیں اور جو اس مسجد میں ظلم کے ساتھ زیادتی کا ارادہ  
کرے گا ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے (الحج: ۲۵)

اس آیت کی تفسیر ان شاء اللہ ہم عنقریب اپنی تفسیر تبيان القرآن سے نقل کریں گے انتظار فرمائیں۔

اس آیت میں ”الباد“ کا لفظ ہے امام بخاری اس کی تفسیر کرتے ہیں:

الْبَادِي الطَّارِي ﴿مَعْكُوفًا﴾ (الحج: ۲۵) مَحْبُوسًا۔

”البار“ کا معنی ہے: ”الطاری“ (مسافر) اور ”معکوفاً“

کا معنی محبوس (روکا ہوا)۔

اس آیت میں ”معکوف“ کا لفظ نہیں ہے لیکن چونکہ اس آیت میں ”عاکف“ (مقیم) کا لفظ ہے اس کی مناسبت سے امام  
بخاری نے ”معکوف“ کا معنی ذکر کر دیا۔

۱۵۸۸ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ  
يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ عَنْ  
عُمَرَو بْنِ عَثْمَانَ عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْنَ تَبْدَأُ فِي  
دَارِكَ بِمَكَّةَ؟ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ عَقِيلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ  
دُورٍ؟ وَكَانَ عَقِيلٌ وَرَثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَهُ  
بِرْثُهُ فَتَوَرَّكَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا شَيْئًا  
لَا تَهْمَا كَانَ مُسْلِمِينَ وَكَانَ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ كَرِيمِينَ  
فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ  
لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبح نے حدیث بیان  
کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی از یونس از ابن شہاب  
از علی بن حسین از عمرو بن عثمان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ  
انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ مکہ میں اپنے گھر میں کہاں  
اتریں گے؟ آپ نے فرمایا: عقیل نے ہمارے لیے کوئی محلہ یا مکان  
کہاں چھوڑا ہے (یعنی سب بچ دیے ہیں) اور عقیل اور طالب  
(اپنے باپ) ابوطالب کے وارث ہوئے تھے اور حضرت جعفر اور  
حضرت علی رضی اللہ ان کے وارث نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ دونوں  
مسلمان تھے اور عقیل اور طالب دونوں کافر تھے اور حضرت عمر بن  
الخطاب رضی اللہ کہتے تھے کہ مؤمن کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

ابن شہاب نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تاویل  
کرتے تھے: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت  
کی اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن  
لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ فراہم کی اور ان کی نصرت کی یہی  
لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ (الانفال: ۷۲)

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانُوا يَتَاوَلُونَ قَوْلَ اللَّهِ  
تَعَالَى ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا  
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوُوا  
وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (الانفال: ۷۲)  
الْآيَةُ. [اطراف الحديث: ۳۰۵۸-۳۲۸۲-۶۷۶۳]

(صحیح مسلم: ۱۶۱۴، الرقم المسلسل: ۳۰۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۹۰۹، سنن ترمذی: ۲۱۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۷۳۰-۲۹۲۹)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبح بن الفرّج ابو عبد اللہ (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) یونس بن عبید (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) علی بن الحسین المشہور بزمین العابدین (۶) عمرو بن عثمان بن عفان امیر المؤمنین (۷) حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۳۲۳)

### آیت مذکور الصدر کی تاویل

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں، اس جگہ مفسرین کا اختلاف ہے کہ ولایت سے مراد وراثت ہے یا ولایت سے مراد ایک دوسرے کی نصرت اور معاونت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ولایت سے مراد وراثت ہے اور اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث کر دیا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کر لیں۔ (الانفال: ۷۲) اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کر لیں ان کو وراثت نہیں ملے گی، اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں فرمایا: اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بہ طور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ (الانفال: ۷۵) تو اس آیت نے پہلی آیت کے حکم کو مٹا دیا۔ اب قرابت وراثت کا سبب ہے اور ہجرت وراثت کا سبب نہیں ہے۔ مجاہد ابن جریج، قتادہ، عکرمہ، حسن بصری، سدی اور زہری سے بھی اسی قسم کے اقوال ملے ہیں۔

(جامع البیان ج ۱۰ ص ۶۹-۶۷، دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: عقیل نے ہمارے لیے کوئی محلہ یا مکان کہاں چھوڑا ہے!

الحج: ۲۵ کی تفسیر حسب ذیل ہے:

### مکہ کی زمین اور اس کے مکانات کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت میں مذاہب فقہاء

مسجد حرام، صفا اور مروہ کی پہاڑیاں، منی، مزدلفہ، عرفات اور موضع جمرات، مکہ مکرمہ کی سرزمین کے حصے، تمام فقہاء کے نزدیک وقف عام ہیں اور مکہ کے رہنے والے اور باہر سے مکہ مکرمہ آنے والے سب وہاں عبادت اور مناسک حج ادا کر سکتے ہیں اور یہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ یہاں پر کوئی کسی مسلمان کو عبادت کرنے سے روک نہیں کر سکتا اور نہ مکہ کے ان حصوں کو فروخت کرنا یا کرائے پر دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۱۷۸، روح المعانی ج ۱ ص ۲۰۷-۲۰۶)

سرزمین مکہ کے ان حصوں کے علاوہ باقی سرزمین مکہ میں اختلاف ہے کہ آیا ان کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز ہے یا نہیں۔ امام شافعی اور امام احمد کا یہ مذہب ہے کہ مکہ کی زمین کو اور اس کے مکانات کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۱۷۷، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۱۷، فتح الباری ج ۴ ص ۲۴۵) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے، اس کو بیچنا اور کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۳۲-۳۱)

اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مکہ کی سرزمین کے جو حصے مناسک حج کے لیے وقف ہیں، ان کے علاوہ مکہ کی باقی زمینوں اور مکانات کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے۔ البتہ حج کے ایام میں مکہ کے مکانات کو کرائے پر دینا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے زائرین حرم اور حجاج کو زحمت اور تکلیف ہوگی۔ (در مختار رد المحتار ج ۹ ص ۳۸۰-۳۷۹)

امام مالک اور ان کے موافقین یہ کہتے ہیں کہ مکہ کی تمام زمین وقف ہے اور کسی جگہ کو فروخت کرنا اور اس کو کرائے پر دینا جائز نہیں ہے۔ ان کا استدلال اس آیت سے ہے اس میں فرمایا ہے: "وَالْمَسْجِدُ الْحَرَامُ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً بِالْعَافِ كَفُ فِيهِ وَالْبَادُ" (الحج: ۲۵) وہ اس آیت میں "المسجد الحرام" سے مراد ارض حرم لیتے ہیں یعنی سرزمین مکہ اور "العاکف" کا معنی کرتے ہیں: مکہ میں رہنے والا "الباد" کا معنی کرتے ہیں: مسافر۔ ان کے نزدیک اس آیت کا معنی اس طرح ہے کہ تمام سرزمین مکہ میں رہنے والوں اور مسافروں کا برابر کا حق ہے اور مکہ کی زمین اور اس میں بنے ہوئے مکانوں کا کوئی مالک نہیں ہے ہر جگہ اور ہر مکان میں ہر شخص رہ سکتا ہے۔

مکہ کی زمین اور مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کی ممانعت کے دلائل اور ان کا ضعف

علامہ ابو عبد اللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ اپنے مسلک کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

مسادات مکہ کی حویلیوں اور مکانوں میں رہنے والوں میں ہے اور ان مکانوں میں رہنے والا مسافر سے زیادہ حق دار نہیں ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ اس آیت میں مسجد حرام سے مراد پورا حرم ہے اور یہ مجاہد اور امام مالک کا قول ہے اور حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص مکہ میں آئے وہ جس مکان میں چاہے ٹھہر جائے اور مکان والے پر اس کو ٹھہرانا لازم ہے وہ چاہے یا نہ چاہے اور سفیان ثوری وغیرہ نے کہا ہے کہ ابتدائی دور میں مکہ کے مکانوں کے دروازے نہیں بنائے جاتے تھے (تاکہ جب کوئی مسافر جہاں چاہے ٹھہر جائے) نفی کہ جب چوریاں بہت تھیں اس لئے ایک شخص نے اپنے مکان کا دروازہ بنا لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا اور کہا: تم بیت اللہ کا حج کرنے والے دروازے بند کرتے ہو؟ میں نے کہا: میں نے اپنے سامان کو چوری سے محفوظ رکھنے کا ارادہ کیا ہے پھر حضرت عمر نے اس کو چھوڑ دیا پھر لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بنانے شروع کر دیئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ وہ حج کے ایام میں مکہ کے گھروں کے دروازوں کو توڑنے کا حکم دیتے تھے تاکہ مکہ آنے والے مسافر جس گھر میں چاہیں آکر ٹھہر جائیں اور امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ گھر والی طرح نہیں ہیں اور گھر والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے گھروں میں آنے والوں کو منع کریں۔

اس کے بعد علامہ قرطبی لکھتے ہیں: صحیح وہی ہے جو امام مالک کا قول ہے اور اس کی تائید میں احادیث ہیں: علقمہ بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فوت ہو گئے اور اس وقت تک مکہ کی زمین کو وقف کہا جاتا تھا جس کو ضرورت ہو اس میں داخل ہو سکتی ہے۔ (سنن دارقطنی: ۳۰۰۳) علقمہ بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ عہد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے عہد میں مکہ کے گھر انتفاع کے لیے وقف تھے ان کو فروخت نہیں کیا جاتا تھا۔ جس کو ضرورت ہوتی وہ ان گھروں میں خود رہتا اور جس کو ضرورت نہ ہوتی وہ کسی اور کو ٹھہرا لیتا۔ (سنن دارقطنی: ۳۰۰۲) یہ حدیث بھی حسب سابق ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکہ حرم ہے اس کی حویلیوں کو فروخت کرنا حرام ہے اور ان کو کرائے پر دینا حرام ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۹۹۵) یہ حدیث بھی ضعیف ہے (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۳۲-۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام مالک اور ان کے موافقین نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے انہوں نے "المسجد الحرام" کا معنی پوری سرزمین حرم کیا ہے اور یہ مجاز ہے اور بغیر قرینہ صارفہ کے مجاز کو اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے "العاکف" کا معنی مکہ میں رہنے والا کیا ہے حالانکہ "العاکف" کا شرعی معنی "المعتکف" ہے اور جن احادیث سے علامہ قرطبی



نے استدلال کیا ہے، ہم نے ان کا ضعف تو سین میں ذکر کر دیا ہے۔

جو احادیث غلامہ قرطبی نے ذکر کی ہیں ان کے علاوہ بھی کچھ احادیث ہیں جن سے امام مالک کے موقف پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکہ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ہے، اس کی حویلیاں فروخت کی جائیں نہ اس کے مکان کرائے پر دیئے جائیں۔ (المستدرک ج ۳ ص ۵۳ طبع قدیم دارالباز' مکہ مکرمہ)

علامہ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں: اس کی سند میں ایک راوی 'ا-ماعیل ضعیف ہے۔ (تفہیم المستدرک ج ۲ ص ۵۳)

حنفرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کہا: جو شخص مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھاتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے۔ (سنن دارقطنی: ۲۹۹۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

اس حدیث کا ایک راوی نبید اللہ بن ابی زیاد ہے۔ حافظ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں: ابن معین نے کہا: یہ ضعیف ہے ابو حاتم نے کہا: یہ قوی اور متین نہیں ہے اور اس کی احادیث لکھنے کے لائق نہیں ہیں' آجری نے کہا: اس کی احادیث منکر ہیں' امام نسائی نے کہا: یہ قوی اور ثقہ نہیں ہے' حاکم ابوالاحمد نے کہا: یہ قوی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو فقہاء مکہ کی زین کو خرافات کرنے والے۔ مکہ کے لوگ اسے کو حرام کہتے ہیں ان کا قرآن مجید سے استدلال صحیح نہیں ہے اور جن احادیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے ان سب کی سندیں ضعیف ہیں۔

\_\_\_\_\_ مکہ کی زمین اور اس کے مکانوں کو فروخت کرنے اور لرائے پر دینے کے جواز میں \_\_\_\_\_

قرآن مجید اور احادیث و آثار سے استدلال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ ۖ

امام ابن جریر نے کہا: کفار قریش نے مؤمنین کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ (جامع البیان جزء ۱ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: سب ائمہ راشدین علیہم السلام اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔

سیر امام ابن ابی اتم: ۱۳۰۰ - ۱۳۰۱ (بومک: دارمستشرقین، ۱۳۱۷هـ)

حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے تعلق سے نازل ہوئی ہے، ہمارے گھر میں سے نازل ہو گیا تھا۔

الحديث (تفسير امام ابن ابي حاتم: ۱۳۹۶)

مکہ کے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنا ناحق اسی وقت ہوگا جب ان کا ان کے گھروں پر حق ہو اور وہ گھر وقت عام نہ ہوں اور مسلمانوں کا ان گھروں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہو۔

اس آیت کے بعد اس موقف پر یہ حدیث بہت قوی دلیل ہے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مکہ کے کون سے گھر میں ٹھہریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے حویلیاں اور مکانات چھوڑے ہیں، عقیل ابوطالب کے وارث ہوئے تھے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ابوطالب کے وارث نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے (اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا) اور عقیل اور

طالب کافر تھے سو حضرت عمر بن الخطاب یہ کہتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۵۸۸، صحیح مسلم: ۱۳۵۱، سنن ابوداؤد: ۲۰۱۰، سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۲۵۵)

عقیل ابوطالب کے مکان کے وارث ہو گئے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ابوطالب اور عقیل دونوں مکہ میں اپنے مکانوں کے مالک تھے اور ان کے مکان وقف عام نہیں تھے اور ان کا ان مکانوں کو فروخت کرنا اور ان میں تصرف کرنا صحیح تھا۔

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے اصحاب کے مکہ میں مکانات تھے۔ حضرت ابوبکر، حضرت زبیر، حضرت حکیم بن حزام، حضرت ابوسفیان اور باقی اہل مکہ کے مکانات تھے۔ بعض نے اپنے مکانوں کو فروخت کر دیا اور بعض نے اپنے مکانوں کو اپنی ملک میں رہنے دیا۔ حضرت حکیم بن حزام نے دار الندوہ کو فروخت کر دیا تو حضرت ابن الزبیر نے کہا: آپ نے قریش کی عزت کو بیچ دیا تو حضرت حکیم بن حزام نے کہا: اے بھتیجے! عزت تو صرف تتوئی سے حاصل ہوتی ہے اور حضرت معاویہ نے دو مکان خریدے۔ حضرت عمر نے حضرت صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں ایک قید خانہ خریدا اور ہمیشہ سے اہل مکہ اپنے مکانوں میں مالکانہ تصرف کرتے رہے ہیں اور خرید و فروخت کرتے رہے ہیں اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو یہ اجماع ہو گیا اور نبی ﷺ نے اہل مکہ کے مکانوں کی ان کی طرف نسبت کو برقرار رکھا۔ آپ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا، اس کو امان ہے اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا اس کو امان ہے اور ان کے مکانوں اور ان کی حویلیوں پر برقرار رکھا اور اس کے گھر سے منتقل نہیں کیا گیا اور نہ کوئی ایسی حدیث پائی گئی جو ان کے مکانوں سے ان کی ملکیت زائل ہونے پر دلالت کرے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کا بھی یہی معمول رہا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قید خانہ بنانے کے لیے مکان کی سخت ضرورت تھی مگر انہوں نے خریدنے کے سوا اس پر نہیں لیا اور اس کے خلاف جو احادیث مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے لیکن نبی ﷺ نے اہل مکہ کو ان کی املاک اور حویلیوں پر برقرار رکھا اور آپ نے ان کے مکانوں کو ان کے لیے اس طرح چھوڑ دیا کہ ہر شخص ہوازن کے لیے ان کی عورتوں اور بیٹوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عقیل نے کہا ہے کہ مکہ کی زمینوں کا یہ اختلاف افعال کی ادا کرنے کے مقامات کے علاوہ میں ہے لیکن زمین کے جن حصوں میں افعال حج کی ادائیگی کی جاتی ہے یہ صنادید مردہ کے درمیان دوڑنے کی جگہ اور شیطان کو کنکریاں مارنے کی جگہیں ان جگہوں کا حکم مساجد کا حکم ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۱۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

مکہ کی زمین اور مکہ کے مکانوں کو فروخت کرنے اور کرائے پر دینے کے متعلق فقہاء اہل احناف کا مذہب

علامہ محمد علی بن محمد الحسینی التوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

مکہ کے مکانوں اور اس کی زمین کو فروخت کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل میں مذکور ہے کہ مکہ کے مکانوں کو فروخت کرنے اور ان کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے کہ ان کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور التاتاریخانیہ کی آخری فصل الوہبانیہ کے باب اجارہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: میں حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ قرار دیتا ہوں اور آپ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حجاج ایام حج میں مکہ والوں کے گھروں میں رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”سَوَاءٌ بِالْعَارِ كَفُفْ فِيهِ وَالْبَادُ“ (الحج: ۲۵) مسجد حرام میں مقیم اور مسافر برابر ہیں اور ایام حج کے علاوہ کرایہ لینے کی رخصت دی ہے اس سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا۔ حضرت عمر ایام حج میں فرماتے تھے: اے مکہ والو! اپنے گھروں میں دروازے نہ بناؤ تاکہ آنے والے جہاں چاہیں ٹھہر سکیں پھر یہ آیت پڑھتے تھے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایام حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور غیر ایام حج میں اس کی اجازت دیتے تھے امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔ امام محمد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ایام حج میں مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ کہتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ مکہ والوں کو چاہیے کہ اگر ان کے مکانوں میں زائد جگہ ہو تو وہ مسافروں کو اپنے مکانوں میں ٹھہرائیں ورنہ نہیں اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کرائے پر دینے کی کراہت میں ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے۔

علامہ حکنی نے کہا ہے کہ اسی سے فرق اور تطبیق کا علم ہو گیا اس کی شرح یہ ہے کہ ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینا مکروہ ہے اور زیلعی کی نوازل میں جو اس کو مکروہ کہا ہے اس کا یہی معنی ہے اور مختارات النوازل میں جو کہا ہے اس میں کوئی حرج نہیں وہ ایام حج کے علاوہ دنوں پر محمول ہے اور امام اعظم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (الدر المختار رد المحتار ج ۹ ص ۷۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

ہمارے فقہاء کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کی کراہت تنزیہی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر ان کے پاس زائد جگہ ہو تو آنے والے کو ٹھہرائیں ورنہ نہیں اور اسلام کے عام اصول سے یہ بات معلوم اور مقرر ہے کہ کوئی شخص مالک مکان کی مرضی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے مسجد حرام میں مقیم اور مسافروں کا حق برابر قرار دیا ہے۔ ارض حرم میں یہ حق برابر نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض ارض حرم بھی مراد ہو تو بھی حرم کے مکانوں میں تو مقیم اور مسافر کا حق برابر نہیں فرمایا۔ ارض حرم میں مسافر کا حق چھوٹا ہے۔ خیمہ ڈالنے کا حق کسی کے مکان میں اس کی اجازت اور اس کی مرضی کے بغیر رہنے کا نہیں کیا حق ہے؟ اور ائمہ احناف نے ایام حج میں مکانوں کو کرائے پر دینے کو مکروہ کہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اخلاق اور مروت کے خلاف ہے کہ مسافروں، مہمانوں اور زائرین حرم سے ان کے ٹھہرنے کا کرایہ طلب کیا جائے یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ شرعاً مکروہ یا حرام ہے۔ (جہاں القرآن ج ۷ ص ۳۷۷-۳۷۸، فرید ج ۱، سال لاہور)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم ۱۹۰۱ ج ۱ ص ۱۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان یہ ہیں:

① مکہ میں مہاجرین کے چھوڑے ہوئے مکانوں کا حکم ② مکہ صلح سے فتح ہوا یا جنگ سے؟ ③ جن مکانوں پر مسلمانوں کی ہجرت کے بعد کفار نے قبضہ کر لیا ان کی ملکیت کے حکم میں اختلاف مذاہب۔

نبی ﷺ کا

مکہ میں اترنا

۴۵۔ بَابُ نَزُولِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ

۱۵۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'حِينَ أَرَادَ قُدُومَ مَكَّةَ مَنَزَلْنَا غَدَاً إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ.'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ (منی سے لوٹ کر) مکہ آنے لگے تو آپ نے فرمایا: کل ہم ان شاء اللہ خیف بنی کنانہ میں اتریں گے جہاں کفار نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

(صحیح مسلم: ۱۳۱۳، الرقم المسلسل: ۳۱۱۶، سنن ابوداؤد: ۲۰۱۱، سنن کبریٰ: ۳۲۰۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۸۲-۲۹۸۱، سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۶۰، مسند احمد

ج ۲ ص ۲۳۸، طبع قدیم، مسند احمد: ۷۲۳۰۔ ج ۱۲ ص ۱۸۱-۱۸۰، مؤسسة الرسالة، بیروت)

## نبی ﷺ کی مخالفت میں لکھے ہوئے صحیفہ کو دیمک کا کھالینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کفار قریش نے جو کفر پر قسمیں کھائی تھیں، وہ یہ تھیں کہ وہ نبی ﷺ کو بنو ہاشم کو اور بنو عبد المطلب کو مکہ سے اس گھائی کی طرف نکال دیں گے اور وہ جگہ خیف بنی کنانہ تھی، اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک صحیفہ لکھا تھا جس میں بہت سی باطل چیزیں تھیں، اللہ تعالیٰ نے دیمک کو بھیجا، جس نے اس میں سے کفر کی باتوں کو کھالیا اور اس میں جو اللہ کا ذکر تھا اس کو چھوڑ دیا، پس حضرت جبریل علیہ السلام نے اس بات کی نبی ﷺ کو خبر دی اور آپ نے اس کی خبر اپنے چچا ابوطالب کو دی، پس انہوں نے نبی ﷺ کے وسیلہ سے اس کی قریش کو خبر دی تو انہوں نے اس کو اسی طرح پایا۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۳۰۷۰۔ ج ۳ ص ۵۶۰ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے

ہمیں لاوزاعی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے

الحریری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے

بیان کیا کہ نبی ﷺ جس وقت منیٰ میں تھے آپ نے فرمایا: کل

قریبانی کے دن ہم خیف بنی کنانہ میں اتریں گے جہاں انہوں نے

کفر پر قسمیں کھائی تھیں، اس سے آپ کی مراد وادی المحصب تھی، اس

کا وجہ یہ تھی کہ قریش اور کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب یا

بنو المطلب کے خلاف قسمیں کھائی تھیں کہ ان سے نکاح نہ کرنا، ان

سے خرید و فروخت نہ کرنا حتیٰ کہ یہ لوگ نبی ﷺ کو ان کے حوالے

نہیں دیں۔

اور سلامہ نے کہا از عقیل اور یحییٰ بن اشواک کہ لاوزاعی

انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی، ان دونوں نے کہا: بنی

ہاشم اور بنی المطلب۔ امام بخاری نے کہا: بنو المطلب اشبہ بالحق

ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۸۹ میں کر دی گئی ہے۔

## اللہ عز و جل کا ارشاد

اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر

(مکہ) کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی

۱۵۹۰ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ

حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي

سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ قَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّسْرِ'

وَهُوَ بَيْنِي نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ

حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ. يَعْنِي ذِي الْقَعْدَةِ الْمُحَصَّبِ

وَذَلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةً تَخَالَفَتْ بَيْنَ النَّبِيِّ

وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ

يُنَاجِحُوهُمْ وَلَا يَبَايَعُوهُمْ، حَتَّى يُسَلِّمُوا إِلَيْهِمُ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَقَالَ سَلَامَةُ بْنُ عَفْقَلٍ رِجَالُ بَنِي هَاشِمٍ

عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ أَخْبَرَنِي ابْنُ شَهَابٍ وَقَالَ بَيْنِي هَاشِمٌ

وَبَنِي الْمُطَّلِبِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ اللَّهِ بَيْنِي الْمُطَّلِبِ

أَشْبَهُ.

## ۷۶۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا

وَأَجْنِبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّونَ



كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْنِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ ۝ (ابراہیم: ۳۷-۳۵) الْآيَةُ.

عبادت کرنے سے محفوظ رکھو ۝ اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بہت بخشنے والا ہے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں ۝ (ابراہیم: ۳۷-۳۵)

### باب مذکور میں حدیث ذکر نہ کرنے کی توجیہ

اس باب میں امام بخاری نے حدیث ذکر نہیں کی ہو سکتا ہے کہ حدیث ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اس آیت کے مناسب انہیں کوئی حدیث نہیں مل سکی جو ان کی شرط کے مطابق ہو یا انہوں نے ابواب کے عنوان پہلے لکھ دیئے تھے اور بعد میں ان عنوانات کے مناسب انہوں نے احادیث کو درج کیا اور اس عنوان کے مطابق حدیث جمع کرنے کا مقصد نہ ملا ہو یا انہوں نے اس عنوان کے تحت حدیث ذکر کر دی تھی لیکن صحیح بخاری کے نسخوں کو نسخ کرنے والوں نے اس حدیث نقل کرنے سے روک لی۔

### ابراہیم: ۳۷-۳۵ کی مختصر تفسیر

اور یاد کیجئے جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب! اس شہر یعنی مکہ کو امن والا بنا دے یعنی قتل اور لوٹ مار اور جذا ام اور برص ایسی مہلک بیماریوں سے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ کی تعمیر کے لیے فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ اس شہر کو امن والا بنا دے اور انہیں اپنی اولاد کے متعلق تشویش کی کیونکہ انہوں نے ایسے لوگوں کو دیکھا تھا جو بتوں کی عبادت کرتے تھے اس لیے انہوں نے اپنی اولاد کے متعلق دعا کی اور انہوں نے اپنی دعا میں کہا: اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گم راہ کر دیا ہے یعنی یہ بت بہت دلوں کی گم راہی کا سبب بن گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعتبار سے ان بتوں کی طرف گم راہی کی بہت سی مثالیں حقیقت میں شیطان لوگوں کو بہکا رہا ہے اور ان بتوں کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم نے دعا میں کہا: سو جس نے میری پیروی کی یعنی جو مجھ پر ایمان لایا وہ بے شک میرا ہے۔ وہ میرے دین پر ہے اور میرا امتی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی یعنی جس نے میری اطاعت نہیں کی اور تجھ کو واحد نہیں مانا تو بے شک تو بہت بخشنے والا ہے حد رحم فرمانے والا ہے اگر وہ توبہ کرے یا تو اس کو اسلام لانے کی توفیق دے اے ہمارے رب! میں نے اپنی بعض اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے بعض اولاد سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور بے آب و گیاہ وادی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ تیرے حرمت والے گھر کے نزدیک یعنی جہاں قتل کرنا اور شکار کرنا اور بغیر احرام کے داخل ہونا حرام کر دیا گیا ہے اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں یعنی تو انہیں نماز کو قائم کرنے کی توفیق عطا فرما نماز کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ وہ تمام عبادات میں ادلیٰ اور افضل ہے پھر کہا: تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ ان کی طرف مائل رہیں یعنی وہ ان عبادات کی طرف مشتاق ہوں اور ان کو ادا کرنے کی طرف جلدی کریں اور دعا میں یہ کہا: اور ان کو پھلوں سے روزی دے تاکہ وہ شکر ادا کریں یعنی تاکہ وہ

تیرے رزق عطا کرنے کا شکر ادا کریں۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۱-۳۳۰)

ان آیات کی مفصل تفسیر کے لیے ہماری تفسیر تبیان القرآن ابراہیم: ۳۷-۳۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد

۴۷۔ بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى

﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (المائدہ: ۹۷)۔

اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا اور حرمت والے مہینہ کو اور کعبہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گلوں میں پڑے ہوئے پنوں کو یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے بے شک اللہ ہر چیز کو بہت جاننے والا ہے O (المائدہ: ۹۷)

المائدہ: ۹۷ کی باب میں درج تین حدیثوں کی مناسبت کے اشارات

امام بخاری نے اس آیت کریمہ کو اس باب کا عنوان حسب ذیل امور کی وجہ سے بنایا ہے:

(۱) اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوگوں کے معاملات کا درست ہونا اور ان کے دین اور دنیا کی بہتری کعبہ کی وجہ سے قائم ہے اور اس پر ”قیامًا للناس“ دلالت کرتا ہے۔ اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنا دیا یعنی جب تک کعبہ موجود ہے دین قائم رہے گا پس جب کعبہ کو چوڑی پنڈلیوں والے ہتھکڑیوں سے گے تو ان کا تمام راسد ہو جائے گا اس لیے امام بخاری نے اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث درج کی ہے جو اس معنی پر دلالت کرتی ہے اور اسی کے ساتھ باب کے عنوان اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۲) اس میں کعبہ کی تعظیم اور توقیر کی طرف اشارہ ہے جس پر ”البيت الحرام“ کا لفظ دلالت کرتا ہے کیونکہ حرمت کے ساتھ کعبہ کی صفت بیان کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے جس میں کعبہ پر غلاف چڑھانے کا ذکر ہے۔

(۳) اس میں یہ اشارہ ہے کہ کعبہ کی زیارت کرنے والے ختم نہیں ہوں گے اسی وجہ سے یا جوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی لوگ حج کرتے رہیں گے اسی وجہ سے امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ یا جوج اور ماجوج کے خروج کے بعد بھی حج اور عمرہ ہوتا رہے گا۔

المائدہ: ۹۷ میں درج تین احکام کی شرح

اس آیت میں ”قیامًا“ لفظ ہے یعنی کعبہ لوگوں کے دین اور دنیا کا ستون ہے اس سے ان کے معاش اور معادے اغراض اور مقاصد پورے ہوتے ہیں کیونکہ کعبہ کی وجہ سے حج اور عمرہ کیا جاتا ہے اور وہ تجارت کرتے ہیں جس سے ان کو انواع و اقسام کے منافع حاصل ہوتے ہیں مقاتل نے کہا: کعبہ ان کے قبلہ کی علامت ہے جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتے ہیں۔

”شہر حرام“ وہ مہینہ جس میں حج کیا جاتا ہے اور وہ ذوالحجہ ہے۔

”الہدی“ قربانی کا جانور۔

”القلائد“ قربانی کے جانوروں کے گلوں میں جو ہار ڈالے جاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو ہدیٰ کو اور قلائد کو لوگوں کے لیے امن کی علامت بنا دیا کیونکہ حرمت والے مہینوں کے سوا عربوں میں جنگ رہتی تھی پس جب وہ ان لوگوں کو دیکھتے جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں جن کے گلوں میں ہار ہیں تو وہ ان سے تعرض نہیں کرتے تھے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۲-۳۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ نے فرمایا: دو چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کعبہ کو تباہ کر دیں گے۔

۱۵۹۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَبُ الْكُعْبَةُ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

[طرف الحدیث: ۱۵۹۶]

(صحیح مسلم: ۲۹۰۹، الرقم المسلسل: ۷۱۷۲، سنن نسائی: ۲۹۰۳، مسند الحمیدی: ۱۱۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۷۷، صحیح ابن حبان: ۶۷۵۱، سنن

بیہقی ج ۳ ص ۳۲۰، شرح السنہ: ۲۰۰۸، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۸۰۹۳، ج ۱۳ ص ۳۵۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے: ”ذو السویقین“ یہ ”ساق“ کی تصغیر ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان کی پنڈلیاں چھوٹی اور پتلی ہوں گی اور یہ حبشیوں کی ایک جماعت ہوگی۔

سفیان بن عیینہ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حبشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے، یہ اگر بھوکے ہوں تو چوری کرتے ہیں اور اگر شکم سیر ہوں تو زنا کرتے ہیں اور ان میں دو خوبی ہیں: یہ کہ ان کے لباس میں کھانا کھاتے ہیں اور لباس پہناتے ہیں۔ (المجم الکبیر: ۱۲۲۱۳، مسند ابن ماجہ: ۲۸۳۶، الکامل ابن عدی ج ۵ ص ۲۰۲۰، کنز العمال: ۲۵۰۹۳، حافظ البیہقی التوفی ۸۰۷ھ نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں اور ایک سے زائد ائمہ اس حدیث کی توثیق کرتے ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۳، دار الکتب العربیہ بیروت)

### کعبہ کی تخریب کے متعلق احادیث

کعبہ کی تباہی کے متعلق متعدد احادیث ہیں، ایک حدیث سنن البخاری: ۱۵۹۷ میں ہے جو عنقریب آئے گی اور دیگر احادیث میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۲) سعید بن مسعود بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ حضرت ابوقحافہ کو یہ حدیث اس وقت بیان کر رہے تھے جب کعبہ کا واپس کرنا تھا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ سو، نہ مقام، نہ ایہم کے درمیان ایک شخص سے بیعت کی جائے گی اور سب سے پہلے اس بیعت کو بیت دالے حلال کریں گے، پس جب وہ اس کو حلال کر لیں تو عربوں کی ہلاکت کا نہ پوچھو، پھر حبشی آکر کعبہ کو تباہ کر دیں گے، پھر اس کی تعمیر نہیں کی جائے گی اور یہ وہ لوگ ہیں جو کعبہ کا خزانہ نکال لیں گے (اس حدیث کی سند صحیح ہے)۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۹۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۵۲-۵۳، مسند احمد: ۷۸۹۷، شرح السنہ: ۲۸۲۹، صحیح

ابن حبان: ۶۸۲۷، المستدرک ج ۴ ص ۳۵۳-۳۵۲، سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۳۶-۱۳۵)

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک حبشی تم کو ترک کیے ہوئے ہیں تم بھی ان کو ترک

کردو کیونکہ کعبہ کے خزانہ کو صرف چھوٹی ٹانگوں والے حبشی نکال لیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۳۰۹-۳۳۰۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۷۱،

المستدرک ج ۴ ص ۳۵۳، تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۰۳، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۳، مشکوٰۃ: ۵۳۲۹، کنز العمال: ۱۰۹۳۵)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دو چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کعبہ کو تباہ کر دیں گے وہ اس کے زیورات چھین لیں گے اور اس کا غلاف اتار دیں گے ان کے سر گنجے ہوں گے اور ٹانگیں ٹیڑھی ہوں گی وہ ہتھوڑی اور کلہاڑی سے اس پر ضرب لگائیں گے۔

(اخبار مکہ للذاری ص ۷۴۳ سنن ابوداؤد: ۳۳۰۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۳۷۷ مصنف عبد الرزاق: ۹۱۷۸-۹۱۷۹ جمع الزوائد ج ۳

ص ۲۹۸ مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۰ طبع قدیم مسند احمد: ۷۰۵۳ ج ۱۱ ص ۶۲۹-۶۲۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو مامون قرار دیا ہے پھر حجاج، قرامطہ اور حبشی کعبہ کی تخریب پر کس طرح قادر ہوئے؟

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اصحاب الفیل (ہاتھی والوں) سے کعبہ کی حفاظت کی گئی اور زمانہ اسلام میں حجاج اور قرامطہ سے کعبہ کی حفاظت نہیں کی گئی اسی طرح آخر زمانہ میں حبشی کعبہ کو نقصان پہنچائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھیوں کو کعبہ تک پہنچنے سے روکنا ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی علامت اور دلیل تھی کیونکہ اس وقت اہل کعبہ وادی کے رہنے والے تھے تو اس کی حفاظت کی گئی تاکہ وہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانیں کہ بغیر قتال کے کعبہ کی حفاظت کی گئی پس جب ان میں سے نبی ظاہر ہو گئے تو ان پر حجت قوی ہو گئی کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اس دلیل کا مشاہدہ کر لیا تھا۔

(کشف المشکل ج ۲ ص ۳۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حرم امن والا ہے۔ (الفتح: ۵۷) اور جب حبشی حرم کو تباہ کر دیں گے تو یہ اس آیت کے منافی ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حرم دائماً اور تمام اوقات میں مامون نہیں ہے بلکہ اگر کسی وقت بھی وہ مامون (امن والا) ہو تو اس کا مامون ہونا صادق آجائے گا اگر وہ کسی وقت میں مامون نہ ہو تو یہ اس کے منافی نہیں ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ایک عتیرے لیے مکہ (شمال کو) طلال کر دیا پھر اس کی حرمت قیامت تک کے لیے لوٹ آئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قتال کی حرمت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے البتہ یزید کے زمانہ میں اس حکم کی مخالفت کی گئی اور حجاج بن یوسف نے مکہ پر حملہ کر کے اس حرمت کو پامال کیا اور وہ گناہ گار ہوئے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حرم قیامت تک کے لیے مامون ہے۔ اگرچہ حبشیوں نے اس کا کعبہ کو تباہ کیا اس عموم سے مستثنیٰ ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

\* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۷۱۷۸-ج ۷ ص ۷۷۵ پر مذکور ہے وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۵۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الليث نے حدیث بیان کی از عقیل ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ نے خبر دی وہ ابن المبارک ہیں انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی حفصہ نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں



بَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ  
يَوْمًا تُسْتَرَفِيهِ الْكُفَّةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللَّهُ رَمَضَانَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ  
فَلْيَصُومْهُ وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ  
[اطراف الحديث: ۱۸۹۳-۲۰۰۱-۲۰۰۲-۲۰۸۳-۲۵۰۲-۲۵۰۳]

کہ لوگ رمضان کے فرض کیے جانے سے پہلے دس محرم کا روزہ  
رکھتے تھے اور یہ وہ دن تھا جس دن کعبہ پر غلام چڑھایا جاتا تھا پھر  
جب اللہ نے رمضان (کے روزے) فرض کر دیے تو رسول اللہ  
ﷺ نے فرمایا: جو دس محرم کا روزہ رکھنا چاہے وہ اس دن کا روزہ  
رکھے اور جو اس کو ترک کرنا چاہے تو وہ اس کو ترک کر دے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر ابو زکریاء الخزومی (۲) لیث بن سعد (۳) عقیل بن خالد (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن  
الزبیر بن العوام (۶) محمد بن مقاتل ابوالحسن مجاور مکہ (۷) عبد اللہ بن المبارک (۸) محمد بن ابی حنفہ ان کا نام میسرہ ہے (۹) حضرت  
ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۲۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ مشرکین ہمیشہ سے کعبہ کی تعظیم کرتے تھے اس پر غلاف  
چڑھاتے تھے اور اس کے سامنے اس طرح کھڑے رہتے تھے جس طرح مسلمان ب سے کھڑے ہوتے ہیں اور اس کی  
تعظیم اور حرمت سے یہ بھی ہے کہ وہ ہر مال دس محرم رکعبہ پر غلاف لگاتے تھے اور اس پر یہ بھی دس محرم کا ذکر ہے۔

### غلاف کعبہ کی تاریخ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا: ہمارے بعض علماء زعم ہے کہ سب سے پہلے جس نے کعبہ پر غلاف لگایا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں  
ابن جریج نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ سب سے پہلے کعبہ پر غلاف لگایا تھا اس کے بعد ہر زمانہ میں بادشاہ کعبہ پر عمدہ اور  
نفس کپڑے لگاتے رہے اور تبرک کے حصوں کے لیے اس پر سونا چاندی پڑھاتے رہے تھے اس پر اتنا زیادہ سونا اور چاندی تھی کہ  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اس پر مزید سونا اور چاندی چڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(شرح ابن بطل ج ۳ ص ۲۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام بخاری نے اس حدیث میں بیان کی حدیث بیان  
کی انہوں نے کہا: کسی میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں  
نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الحجاج بن حجاج از قتادہ  
از عبد اللہ بن ابی عتبہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ  
آپ نے فرمایا: یا جوج اور ماجوج کے خروج کے بعد (بھی) ضرور  
بیت اللہ کا حج کیا جائے گا اور عمرہ کیا جائے گا۔ ابان اور عمران نے  
عبد اللہ بن ابی عتبہ کی متابعت کی ہے از قتادہ اور عبد الرحمان نے  
کہا از شعبہ: انہوں نے بیان کیا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو  
گی حتیٰ کہ بیت اللہ کا حج کیا جائے گا اور پہلی روایت اکثر سے مروی

۱۵۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُدَّادٍ لَيْسَ بِهِ حَدَّثَنَا  
إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَبَّاجٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ  
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لِيُحَاجَّ الْبَيْتَ وَلِيُعْتَمِرَنَّ بَعْدَ خُرُوجِ يَاجُوجَ  
وَمَا جُوجَ. تَابَعَهُ ابْنُ وَعْرَمَانَ عَنْ قَتَادَةَ. وَقَالَ عَبْدُ  
الرَّحْمَنِ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا  
يُحَاجَّ الْبَيْتَ. وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُ سَمِعَ قَتَادَةَ عَبْدَ اللَّهِ  
وَعَبْدَ اللَّهِ أَبَا سَعِيدٍ.

ہے۔ قتادہ نے عبد اللہ سے سماع کیا ہے اور عبد اللہ نے ابوسعید سے۔

اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن ابی عمرو ان کا نام حفص بن عبد اللہ بن راشد ابو علی السلمی ہے یہ ۲۶۰ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ان کے والد حفص ابو عمرو یہ نیشاپور کے قاضی تھے (۳) ابراہیم بن طہمان ابوسعید (۴) الحجاج بن الحجاج الاسلمی الباہلی الاحول (۵) قتادہ بن دعامہ (۶) عبد اللہ بن ابی عتبہ مولیٰ حضرت انس بن مالک (۷) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ان کا نام سعد بن مالک ہے۔  
(عمدة القاری ج ۹ ص ۷۳۷)

### یاجوج اور ماجوج کی تعریف

یاجوج اور ماجوج کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ دو قسمیں ہیں ایک کا بہت لباقتہ ہے اور دوسری کا بہت چھوٹا قندہ ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۷۳۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)  
\* یاجوج اور ماجوج کے متعلق ہم نے 'شرح صحیح مسلم: ۱۰۷-۱۰۸ ج ۷ ص ۷۸۷-۷۸۳ میں اور تفسیر تبيان القرآن ج ۷ سورۃ الکہف: ۱۰۱-۸۳ کے تحت بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں

### کعبہ پر غلاف چڑھانا

### ۴۸۔ بَابُ رِكَسْوَةِ الْكُعْبَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن عبد الوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے بیان کیا انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں واصل الاحدب نے حدیث بیان کی از ابو داؤد انہوں نے کہا: میں شیبہ کی طرف گیا (ح) اور ہمیں قبیسہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از واصل زابی انہوں نے کہا: میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا تھا اس پر بیٹھنے کی جگہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے پھر حضرت عمر نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ہر درہم اور دینار کو تقسیم کر دوں شیبہ نے کہا: آپ کے دو صاحبوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر) نے تو ایسا نہیں کیا تھا حضرت عمر نے کہا: میں ان ہی دو مردوں کی تو اقتداء کرتا ہوں۔

۱۵۹۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلُ الْأَحْدَبُ عَنْ أَبِي زَابِلٍ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى شَيْبَةَ ح. وَحَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي زَابِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكُعْبَةِ فَقَالَ لَقَدْ جَلَسَ هَذَا الْمَجْلِسُ عُمَرُ بْنُ الْكَافِرِ عَدُوٌّ فَتَنَ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَدْعَ فِيهِمْ صَفْرًا وَلَا تَسَاءِلُوا أَسْأَلَهُ. قَالَ إِنْ صَاحِبُكَ لَمْ يَفْعَلْ! قَالَ هُمَا الْمَرُءَانِ أَقْتَدِي بِهِمَا.  
[طرف الحديث: ۷۲۷۵]

(سنن ابوداؤد: ۲۰۳۱، سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۴۰، المعجم الکبیر: ۷۱۹۶، مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۰، طبع قدیم، مسند احمد:

۱۵۳۸۲ ج ۲۴ ص ۱۰۲، مؤسسة الرسالة، بیروت)

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن عبد الوہاب ابو محمد الحنفی (۲) خالد بن الحارث ابو عبد اللہ الحنفی (۳) سفیان الثوری (۴) واصل بن حیان الاحدب

الاسدی (۵) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (۶) شیبہ بن عثمان الجلی العبدی رضی اللہ عنہ یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے اور نبی ﷺ نے ان کو اور ان کے عم زاد حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چابی دی تھی اور فرمایا تھا: اے ابو طلحہ کی اولاد! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک ان چابیوں کو اپنے پاس رکھو صرف کوئی ظالم شخص ہی تم سے یہ چابیاں لے گا اور یہ چابیاں اب بنو شیبہ کے ہاتھ میں ہیں شیبہ بن عثمان ۵۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۷) قبیسہ بن عقبہ ابو عامر السداتی (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۹)

اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں غلاف کعبہ کا ذکر نہیں ہے سو یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں؟ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت حسب ذیل وجوہ سے ہے:

(۱) یہ بات مشہور ہے کہ ہر زمانہ میں بادشاہ سونے سے مزین کچھ ریشمی کپڑوں کے غلاف کعبہ پر چڑھا کر فخر کرتے تھے جس طرح وہ کعبہ پر پردے لٹکا کر فخر کرتے تھے امام بخاری نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ جس طرح کعبہ پر چڑھائے جانے والے سونے اور چاندی کو تقسیم کرنا درست ہے اسی طرح کعبہ کے پردوں کا حکم بھی مال کی طرح ہے اور ان کو تقسیم کرنا بھی جائز ہے بلکہ فاضل کپڑوں کو تقسیم کرنا زیادہ لائق ہے۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کا مقصد اس پر متنب کرنا تھا کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا مشروع ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کعبہ کی زینت کے لیے ہمیشہ کعبہ پر ماں نذر کیا جاتا رہا تھا اور غلاف بھی بھروسہ کی قبیل سے ہے۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے غلاف کعبہ کو حفظ کرنے کے لیے بیان کیا کہ غلاف کعبہ کے لیے سونے کے پردوں کا تقسیم نہ کر دوں سو ہر وہ چیز جس سے تمہول حاصل کیا جائے وہ مال ہے اور غلاف اور پردوں کے کپڑے بھی اسی میں داخل ہیں۔

(۴) جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے تھے اس وقت کعبہ پر غلاف چڑھا ہوا تھا۔ چونکہ حضرت عمر نے اس پر انکار نہیں کیا اور اس کو برقرار رکھا اس سے معلوم ہوا کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا جائز ہے۔

(۵) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث مختصر ہو اور اس میں غلاف کعبہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

کرسی کا مآثر اور کعبہ کے غلاف کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل

علامہ ابن الدین نے اس حوالہ سے فرمایا: ۵۸۵ھ میں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے تھے علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ کرسی اور تخت میں یہ فرق ہے کہ تخت پر بیٹھنے کے بعد تخت پر بیٹھنے والے سے زائد جگہ ہوتی ہے اور کرسی پر بیٹھنے کے بعد بیٹھنے والے سے زائد جگہ نہیں بچتی۔ (کرسی پر بیٹھنے کی مفصل تحقیق ہم نے اپنی تفسیر 'تبیان القرآن میں البقرہ: ۲۵۵ کے تحت کر دی ہے' حوالہ کے لیے تبیان القرآن ج ۱ ص ۹۷۶-۹۷۳ کا مطالعہ فرمائیں)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ہر دینار اور درہم کو تقسیم کر دوں علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کعبہ کی تعظیم کے لیے کعبہ میں سونا اور چاندی نذر کرتے تھے حضرت عمر نے فرمایا: میں اس کرسی سے اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب کہ اس مال کو فقراء مسلمین کے درمیان تقسیم نہ کر دوں۔

شیبہ نے حضرت عمر پر اعتراض کیا کہ نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر نے تو کعبہ کے مال کو فقراء مسلمین میں تقسیم نہیں کیا تھا حضرت

عمر نے کہا: میں ان ہی دونوں کی توقدیم کرتا ہوں اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ان دونوں نے اس طرح نہ کیا ہوتا تو میں بھی نہ کرتا۔  
امام عبدالرزاق نے حسن بھری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے کعبہ کے خزانہ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابی بن کعب نے اعتراض کیا: آپ سے پہلے آپ کے دو صاحب گزر چکے ہیں اگر اس میں کوئی فضیلت ہوتی تو وہ بھی اسی طرح کرتے علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جب حضرت ابی بن کعب نے بتایا کہ نبی ﷺ نے اس طرح نہیں کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے۔

کعبہ کے پردوں کو کعبہ پر برقرار رکھنا اور پرانے پردوں کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ پر غلاف چڑھانا مشروع ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک کعبہ کے پردوں کو کعبہ کی زینت کے بجائے فقراء مسلمین پر خرچ کرنا زیادہ اہم تھا لیکن اس امت میں اور اس سے پہلے لوگوں کے دلوں میں جو کعبہ کی عزت اور حرمت برقرار تھی اس کا تقاضا یہ تھا کہ ان پردوں کو کعبہ پر ہی برقرار رکھا جائے علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ کعبہ کے پردے اور غلاف مال وقف کے قائم مقام ہیں اور وقف میں تغیر کرنا جائز نہیں ہے اور کعبہ کے غلاف کو برقرار رکھنے میں اسلام کی تعظیم ہے اور دشمنان اسلام پر ہیبت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۳۰) البتہ کعبہ کے جو پردے پرانے ہو جائیں ان کو مسلمانوں میں تقسیم کرنا جائز ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

کعبہ کو منہدم کرنا

۴۹ - بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَ النَّبِيُّ

ایک لشکر کعبہ پر ہوا۔ اس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوُ جَيْشُ كَعْبَةَ فَتُخْشَفُ

بِهِمْ.

امام بخاری نے اس تعلق کو سند موضوع کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۱۱۸ میں روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث

۱۵۹۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى

بن سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَخْطَرِ قَالَ

حَدَّثَنِي أَبُو لُبَابَةَ عَنْ بَنِي نَاسٍ عَنْ

عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَخْطَرِ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ

بِهِ أَسْوَدٌ أَفْحَجٌ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَخْطَرِ عَنْ أَبِيهِ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ

بِهِ أَسْوَدٌ أَفْحَجٌ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ

بِهِ أَسْوَدٌ أَفْحَجٌ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ

بِهِ أَسْوَدٌ أَفْحَجٌ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ

بِهِ أَسْوَدٌ أَفْحَجٌ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ

بِهِ أَسْوَدٌ أَفْحَجٌ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ

بِهِ أَسْوَدٌ أَفْحَجٌ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ

بِهِ أَسْوَدٌ أَفْحَجٌ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.



الَّتِي عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ  
النُسَيْبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِبُ الْكُفَّةَ ذُو  
السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الیث نے حدیث بیان کی از یونس از  
ابن شہاب از سعید بن المسیب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان  
کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوٹی اور پتلی پنڈلیوں والا حبشی  
کعبہ کو تباہ کر دے گا۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۹۱ میں گزر چکی ہے۔

### اخیر زمانہ میں کعبہ کو گرائے جانے کی حکمت

قرب قیامت میں کعبہ کو ایک حبشی گرا دے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق لوگوں کا یہ گمان ہو کہ یہ سب سے بلند اور  
بڑی اور ناقابلِ تسخیر ہے اللہ تعالیٰ اس کو کسی موقع پر سرنگوں کر دیتا ہے تاکہ یہ واضح ہو کہ مطلقاً کبریائی اور بلندی صرف اللہ تعالیٰ کے  
لیے ہے حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اوفی کا نام العضاء تھا وہ ہمیشہ سب سے آگے رہتی تھی اور کوئی اونٹ  
اس سے آگے نہیں نکل پاتا تھا ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا اور وہ العضاء سے آگے نکل گیا مسلمانوں پر یہ بہت شاق گزرا جب  
نبی ﷺ نے ان کے چہروں کے تاثرات دیکھے تو آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک حدیث بیان فرمائی کہ جو چیز بھی دنیا میں سر بلند ہو وہ اس کو  
پست کر دے۔ (سنن نسائی: ۳۵۸۷، ج ۱، بخاری: ۲۸۷۲، سنن ابوداؤد: ۱۰۲، سنن بیہقی: ۱، مشکوٰۃ: ۳۸۷۱، کنز العمال: ۳۳۰۹۷)  
مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۳-۱۰۳ طبع قدیم)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدرالدین عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ہر وہ چیز جو دنیا میں سر بلند ہو وہ سرنگوں ہو  
جاتی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۸۳، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۸)

اسی طرح خانہ کعبہ کی عزت اور حرمت مسلمانوں کے دلوں میں بے حد یاد ہے۔ لیکن قرب قیامت میں اس کو ایک  
حبشی کے ہاتھوں تباہ کر دیا جائے گا۔

محمد علی کھلے جو مشہور باکسر تھا لوگ اس کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے لیکن وہ ۱۵ فروری ۱۹۷۸ء کو لیون اسٹینکز (Leon Stinkz)  
سے ورلڈ ہیوی ویٹ باکسنگ کا اعزاز ہار گیا۔ (دی نیڈیا انڈیا: پیڈیا) کے علاوہ جہانگیر خان جو اسکو اش کا ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا  
تھا اس کو آسٹریلیا کے رومن رومن Ro - No nai سے ۵۷۵ مقابلے کے بعد شکست ہو چکی۔  
ایک زمانہ میں اس کو ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا لیکن وہ اتھلیٹوں سے ہار گئے۔ طانیہ کے خلاف ہاتھوں کی سلطنت  
میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا لیکن وہ بھی سمٹ کر ایک جزیرہ میں محدود ہو گیا ہے روس کو بہت بڑی طاقت سمجھا جاتا تھا لیکن اس پر بھی  
زوال آچکا ہے اب امریکا کو سپر پاور سمجھا جاتا ہے اور ان شاء اللہ کسی دن وہ بھی سرنگوں ہو جائے گا۔ غرض یہ کہ دنیا میں جس کو بھی بڑی  
چیز سمجھا گیا وہ بالآخر ٹوٹ پھوٹ گئی۔ رہے نام اللہ کا!

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ  
وَالِيهِ تُرْجَعُونَ (التقصیر: ۸۸)

اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کی ذات کے سوا ہر  
چیز ہلاک ہونے والی ہے اسی کا حکم ہے اور تم سب اسی کی طرف

لوٹائے جاؤ گے ○

حجر اسود کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے

۵۰۔ بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَبْرِ الْأَسْوَدِ

حجر اسود کعبہ کا ایک رکن (کونا) ہے یہ مشرقی جانب میں بیت اللہ کے دروازہ کے قریب ہے یہ زمین سے دو ہاتھ اور ایک ٹلٹ

اوپر ہے۔

۱۵۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا  
سُفْيَانُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ  
رَبِيعَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى  
الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا  
تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَقْبَلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. [اطراف الحديث: ۱۵۰۶-۱۶۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الأعمش از ابراہیم از عابس بن ربیعہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ حجر اسود کے پاس آئے پس اس کو بوسا دیا پھر کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ نبی ﷺ تجھے بوسا دیتے تھے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۷۰، الرقم المسلسل: ۳۰۱۳، سنن ابوداؤد: ۱۸۷۳، سنن ترمذی: ۸۶۱، سنن نسائی: ۲۵۳۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۳، سنن کبریٰ: ۳۹۱۸، معنی عبد الرزاق: ۹۰۳۳، مسند الحمیدی: ۹، مسند ابن عساکر: ۲۵۰، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۹، ج ۱ ص ۳۵۴، مؤسسة الرسالة: بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے کہ نیک اس میں حجر اسود کو بوسا دینے کا ذکر ہے۔

### حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن کثیر ابو عبد اللہ العبدری (۲) سفیان (۳) ابراہیم (۴) عیسیٰ (۵) عابس بن ربیعہ (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۴۳)

حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے کے متعلق شارحین کی توجیہات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی ص ۱۵ دیکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عمر نے کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے۔

شارحین نے اس میں بحث کی ہے کہ اس کلام سے حضرت عمر کی کیا مراد تھی!

محمد بن جریر طبری نے کہا: حضرت عمر نے یہ اس لیے کہا کہ ان کے نئے نئے بت پرستی سے نکلے تھے حضرت عمر کا یہ خطرہ ہوا کہ جاہل لوگ یہ مان لیں کہ حجر اسود بوسا دینا ہے، جیسے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کی تعظیم کرتے تھے جس سے حضرت عمر نے یہ ارادہ کیا کہ ان کا حجر اسود کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور نبی ﷺ کے حکم پر اس کے کرنے کی وجہ سے ہے اور یہ حج کے ان شعائر میں سے ہے جن کی تعظیم کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور حجر اسود کی تعظیم اس طرح نہیں ہے جس طرح مشرکین اپنے بتوں کی تعظیم کرتے تھے کیونکہ وہ بتوں کی تعظیم بہ طور عبادت کرتے تھے اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اگر وہ بتوں کی عبادت کریں گے تو یہ بت ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے پس حضرت عمر نے ان کے اس اعتقاد کی مخالفت پر تنبیہ کی کہ عبادت صرف اس کی کرنی چاہیے جو کسی کو نقصان اور نفع پہنچانے پر قادر ہو اور وہ صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے جو واحد لا شریک ہے اور محبت طبری نے یہ کہا کہ حضرت عمر نے اپنے اس قول سے یہ بتایا کہ وہ رائے اور قیاس کی وجہ سے حجر اسود کی تعظیم نہیں کر رہے بلکہ ان کا یہ تعظیم کرنا محض اتباع رسول کی وجہ سے ہے جیسا کہ انہوں نے دل کرنے کے متعلق بھی اسی طرح کہا تھا۔

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ فقہ ہے کہ نبی ﷺ کی اتباع واجب ہے خواہ آپ کے فعل

کی کوئی علت معلوم نہ ہو اور نہ عقل سے اس کا کوئی سبب دریافت ہو اور جس شخص کے پاس نبی ﷺ کا فعل پہنچ جائے اس پر اس فعل کے موافق عمل کرنا واجب ہے خواہ اس کا معنی اس کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کی حکمت اسے معلوم نہ ہو اور یہ بات معلوم ہے کہ حجر اسود کو بوسا دینا اس کی تعظیم اور تکریم ہے اور اللہ تعالیٰ نے بعض پتھروں کو بعض دوسرے پتھروں پر فضیلت دی ہے۔ (جیسے زمین کے بعض حصوں کو دوسرے حصوں پر فضیلت دی ہے اور بعض راتوں اور بعض دنوں کو دوسری راتوں اور دوسرے دنوں پر فضیلت دی ہے جیسے حرمین شریفین زمین کے دوسرے علاقوں سے افضل ہیں اور رمضان کے ایام دوسرے ایام سے افضل ہیں اور شب میلاد شب معراج اور شب قدر دوسری راتوں سے افضل ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس رکن (کوئے) میں حجر اسود نصب ہے اس کو بوسا دینے اور اس کی تعظیم کو جمع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ وہ رکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نصب ہے اور اس میں حجر اسود ہے اور رکن یمانی میں صرف تعظیم پر اقتصار ہے کیونکہ وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر ہے اور اس کو بوسا نہیں دیا جاتا اور باقی دو رکن جو مغربی جانب ہیں ان کو بوسا دیا جاتا ہے نہ ان کی تعظیم کی جاتی ہے کیونکہ ان میں دونوں چیزیں نہیں ہیں ان میں حجر اسود ہے اور نہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر ہیں۔

حضرت عمر کے اس قول سے حضرت علی کا اختلاف اور حضرت عمر کا رجوع کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ نفع دے سکتا ہے۔ اُن کی مراد تھی کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر تو ایسا نہیں کر سکتا۔

حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا جب انہوں نے طواف کر لیا تو وہ حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے پس کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے نہ دیتا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بوسا دیا تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک یہ نقصان پہنچاتا ہے اور نہ نفع دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کا کیا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْذَذَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَبْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ. (الاعراف: ۱۷۲)

اور (یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور ان کو خود ان کے نفسوں پر پھینکا کرتے ہوئے

ایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں!

اور ۲۱: کہ جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پٹیاں اپنا ہاتھ باندھ کر ان سے یہ اقرار کرایا کہ وہ رب ہے اور وہ بندے ہیں اور ان سے پکا وعدہ لیا اور اس کو ایک صحیفہ میں لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور زبان ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: منہ کھول! تو اس نے منہ کھولا پس وہ صحیفہ اس کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا: جو تجھ سے وفا کرے اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دینا اور بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کی ایک زبان نکلی ہوئی ہوگی اور جو توحید کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ اس کے حق میں گواہی دے گا پس اے امیر المؤمنین! یہ نقصان بھی پہنچائے گا اور نفع بھی پہنچائے گا پھر حضرت عمر نے کہا: میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اس قوم میں ہوں جس میں اے ابوالحسن! تم نہ ہو۔ (المستدرک: ۱۷۲۵)

علامہ بیہقی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے: ابوہارون غماری بن جویں اور وہ ضعیف ہے۔

(عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### حجر اسود کے فضائل میں احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رکن (حجر اسود) اور مقام (ابراہیم) جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو منادیا اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو یہ مشرق اور مغرب کے درمیان کو منور کر دیتے۔ (المستدرک: ۱۷۲۰ سنن ترمذی: ۸۷۸ صحیح ابن خزیمرہ: ۲۷۲ صحیح ابن حبان: ۳۷۱۰ سنن کبریٰ ج ۵ ص ۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس پتھر کی ایک زبان ہے اور دو ہونٹ ہیں جو حق کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گا۔

(المستدرک: ۱۷۲۳ مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶ صحیح ابن خزیمرہ: ۲۷۳۵-۲۷۳۶ سنن ترمذی: ۹۶۱ سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۳ صحیح ابن حبان: ۳۷۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن رکن (حجر اسود) ابوبتیس پہاڑ سے زیادہ بڑا ہو کر آئے گا اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے جو اخلاص کے ساتھ اس کی تعظیم کرے گا یہ اس سے کلام کرے گا اور یہ اللہ کا دایاں ہاتھ ہے اس کے ساتھ اللہ اپنی مخلوق سے مصافحہ کرے گا۔

(المستدرک: ۱۷۲۳ صحیح ابن خزیمرہ: ۲۷۳۵ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۲ انجم الاوسط: ۵۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے۔

(مسند ابی یوسف: ۱۱۱۵ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حجر اسود جنت کے پتھروں میں سے ہے اور روئے زمین پر اس کے علاوہ اور کوئی جنت کی چیز نہیں ہے یہ باور (شیشے) کہ 'رح سفید تھا' گنبد نبی ﷺ کے گناہوں نے اس کو مس نہ کیا ہوتا تو جو بیمار بھی اس کو چھوتا وہ تندرست ہو جاتا۔ (المستدرک: ۱۱۳۱۳۰ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۳)

بیت اللہ کے دروازہ کو اندر سے بند کرنے کا جواز

### ۵۱۔ بَابُ إِغْلَاقِ الْبَيْتِ وَيُسَيِّئُ

فِي آتِي نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ

۱۵۹۸۔ مَا شَاءَ قَبْلُكَ سُبْحَانَكَ مَا خَلَقَ

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ هُوَ وَأَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَغْلَقُوا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا فَتَحُوا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ فَلَقِيتُ بِأَلَاةٍ فَسَأَلْتُ هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْيَمَانِيِّينِ.

اور بیت اللہ کے اندر ہر جہت میں نماز پڑھنے کا جواز

امام بخاری روایت کرتے ہیں: انس بن سعید نے

حدیث بیان کیا کہ انہوں نے کہا: انیس بیت اللہ کی از

ابن شہاب الزہری عالم از والدہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ

ﷺ حضرت اسامہ بن زید حضرت بلال اور حضرت عثمان بن

طلحہ رضی اللہ عنہم بیت اللہ میں داخل ہوئے پھر ان پر دروازہ بند کر دیا

پس جب انہوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا

پھر میری حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی پس میں نے ان

سے سوال کیا: کیا اس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں! دو بیٹنی ستونوں کے درمیان۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے تاہم بعض اہم امور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:



## کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام شافعی نے کہا: جس شخص نے کعبہ کے اندر کسی بھی دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر کعبہ کا دروازہ بند ہو اور اس نے کعبہ کے دروازہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی پھر بھی اس کی نماز جائز ہے اور کعبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہو تو پھر اس کی نماز باطل ہے کیونکہ اس نے کسی چیز کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھی، گویا کہ امام شافعی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جب نبی ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی تو کعبہ کا دروازہ بند تھا اور یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے دروازہ اس لیے بند کیا تھا کہ لوگ بہت تھے اگر دروازہ کھلا ہوتا تو سب لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھتے اور کعبہ کے اندر نماز پڑھنا مناسک حج میں سے شمار ہوتا اس کی نظیر یہ ہے کہ آپ نے رمضان میں سرف تین راتیں تراویح پڑھی اور چوتھے روز آپ نے اس لیے تراویح نہیں پڑھی کہ مسلمانوں کا شوق دیکھ کر تراویح کو فرض نہ کر دیا جائے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے خواہ فرض ہو یا نفل، جمہور فقہاء کا یہی قول ہے، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ بیت اللہ اور حطیم میں نماز پڑھی جائے، خواہ فرض ہو یا طواف کی دو رکعتیں یا وتر ہو یا نماز فجر کی دو سنتیں، ان کے علاوہ نوافل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک بیت اللہ کے اندر نفل پڑھے جائیں گے نہ سنتیں، البتہ نفل پڑھے جاسکتے ہیں۔ اگر اس نے فرض پڑھ لیے ہیں اور ابھی نماز کا وقت ہے تو اس فرض کا اعادہ کیا جائے گا جیسے کوئی شخص غیر کعبہ کی طرف اپنے اجتہاد سے نماز پڑھے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

## ۵۲ - بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ

۱۵۹۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ مِنْهَا وَيَجْعَلَ يَمْسُحُ بِرِجْلَيْهِ قَبْلَ الظُّهْرِ يَمْشِي حَتَّى يَدْخُلَ بَيْتَ رَسُولِ اللَّهِ الَّذِي قَبْلَ وَجْهِهِ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِ أَذْرُعَ، فَيُصَلِّيْ، يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِلَالٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيهِ، وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَأْسٌ أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب وہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو منہ کی سیرے میں سامنے پہنچتے تھے حتیٰ کہ دروازہ ال ہو جاتے اور دروازہ کی طرف پیٹھ کر کے چلتے تھے کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو ان کے منہ کے سامنے ہوتی تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ ہوتا، پھر وہ نماز پڑھنے کے لیے اس جگہ کو تلاش کرے جس کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی تھی اور کسی شخص پر کوئی حرج نہیں ہے وہ بیت اللہ کی جس جانب چاہے نماز پڑھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز پڑھنے کا جو مرتبہ اور ثواب ہے وہ کسی اور جگہ نماز پڑھنے کا ثواب اور مرتبہ نہیں ہے اسی لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس جگہ کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھتے تھے جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔

۵۳- بَابُ مَنْ لَمْ يَدْخُلِ الْكُعْبَةَ  
وَمَا كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَحُجُّ  
كَثِيرًا وَلَا يَدْخُلُ.  
جو شخص کعبہ کے اندر داخل نہیں ہوا  
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہت حج کرتے تھے اور کعبہ کے  
اندر داخل نہیں ہوتے تھے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا تم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تمہیں بیت اللہ کا طواف کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس بیت اللہ میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۳۳۰ سنن نسائی: ۲۹۱۶)

۱۶۰۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ  
اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ إِعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ  
رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ  
أَدْخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُعْبَةَ؟  
قَالَ لَا. [اطراف الحديث: ۱۷۹۱-۳۱۸۸-۳۲۵۵]  
(سنن ابوداؤد: ۱۹۰۲ سنن ماجہ: ۳۰۰۰)  
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان  
کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ انہوں  
نے ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے حدیث بیان کی کہ از حضرت  
عبداللہ بن ابی اوفی نے حدیث بیان کی کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ  
ﷺ نے عمرہ کیا پس بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام (ابراہیم)  
کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی آپ کے ساتھ وہ صحابہ تھے جو آپ  
کے لیے رکوع سے ستر بنے ہوئے تھے پس ایک شخص نے پوچھا:  
کیا رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ تو انہوں نے کہا:  
نہیں!

اس حدیث کے رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

### کعبہ کی تصویروں کو مٹانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کعبہ میں تصویروں کو دیکھا تو میں ڈول میں پانی لے کر آیا اور وہ  
پانی تصویروں پر ڈالا گیا نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے جو ایسی تصویریں بناتے ہیں جن کو وہ پیدا نہیں کر  
سکتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: ان لوگوں پر تعجب ہے جو کعبہ میں داخل ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اجلال کے باوجود  
کیسے سراپا پر اٹھاتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوتے تو آپ کی نظر سجدہ کی جگہ سے تجاوز نہیں کرتی تھی۔

(شرح ابن بطل ج ۴ ص ۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کعبہ میں تصویریں تھیں تو نبی ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان تصویروں کے مٹانے کا حکم دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑا گھسیا کر کے ان تصویروں کو مٹا دیا، پھر رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو اس میں کوئی چیز نہیں تھی۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۶ طبع قدیم مسند احمد: ۱۵۲۶۱- ج ۲۳ ص ۲۰۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

جس نے کعبہ کی اطراف میں اللہ اکبر کہا

۵۴- بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ

۱۶۰۱- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ أَبِي أَنْ يَدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيهِ الْأَلِهَةُ فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ فَأُخْرِجُوا صُورَةَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتِلُوا اللَّهَ أَكْ، وَاللَّهُ أَكْدُ عِلْمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهِ قَطُّ! لَدَخَسَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيهِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو آپ نے اس صورت میں کعبہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا کہ اس میں بت تھے، پھر آپ کے حکم سے ان کو نکالا گیا، پھر انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صورتوں کو نکالا جن کے ہاتھوں میں تیر تھے، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ان (شرکین) کو ہلاک کر دے، یہ خوب جانتے تھے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے کبھی تیروں سے قسمت کا حال معلوم نہیں کیا، پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کی اطراف میں کہا: اللہ بڑا دروہ، نماز نہیں پڑھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۹۸ میں گزر چکی ہے، البتہ بعض امور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

مشرکین کا تیروں سے فال نکالنا

اس حدیث میں بتایا گیا کہ ان شرکین نے قسمت کا حال معلوم کرنے کے لیے شرک کے طریقے استعمال کیے، یہ لکھ دیا تھا کہ یہ کام کرو، در کسی پر لکھا تھا: یہ کام نہ کرو، ان میں سے رتی کسی سفر پر جانے کا ارادہ کر لیا، اس سے حدیث کا ارادہ کرتا تو پہلے وہ ان تیروں سے کوئی تیراٹھاتا، اگر اس پر لکھا ہوتا: یہ کام کرو تو وہ سفر پر روانہ ہو جاتا اور اگر یہ لکھا ہوتا: یہ کام نہ کرو تو وہ اس سفر پر جانے سے رک جاتا، اور اگر کسی اور قسم کا تیر لکھتا تو پھر وہ بار بار تیراٹھاتا رہتا حتیٰ کہ کسی تیر پر یہ لکھا ہوا مل جاتا ہے کہ یہ کام کرو یا یہ کام نہ کرو۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۷۳۸، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

رمل کی ابتداء کس طرح ہوئی

۵۵- بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمْلِ

رمل کا معنی ہے: تیز تیز چلتے ہوئے کندھے ہلانا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی،

۱۶۰۲- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا

حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ إِنَّهُ يَفْقَدُكُمْ عَلَيْكُمْ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمَى يَشْرَبُ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَنْتَعَهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ. [طرف الحدیث: ۴۲۵۶]

ابن زید ہیں! از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب (مکہ میں) آئے تو مشرکین نے کہا: تمہارے پاس ایسا وفد آیا ہے جس کو یثرب کے بخار نے کم زور کر دیا ہے تب نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے چکروں میں رمل کریں (کندھے ہلا ہلا کر دوڑتے ہوئے چلیں) اور دو رکعتوں کے درمیان عام رفتار سے چلیں اور ان کو اس سے منع نہیں کیا کہ وہ تمام چکروں میں رمل کریں مگر ان پر آسانی کے لیے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۶، الرقم السلسل: ۲۹۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۸۸۶، سنن نسائی: ۲۹۳۲، سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲۰، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰، طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۳۹، ج ۳ ص ۳۸۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### طواف میں رمل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ یا رمل کی یہ سنت ہے یا نہ کرنا جائز ہے یا یہ سنت نہیں ہے بلکہ یہ رمل کسی ضرورت کی وجہ سے تھا اور اب وہ ضرورت زائل ہو چکی ہے! (ازاج) پہلے رمل کرنا سنت ہے! چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ رمل کرنا سنت ہے! امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور فقہاء تابعین میں سے طاؤس، عطاء، حسن، بصری، القاسم اور مالک کا بھی یہی نفاذ ہے! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء سے مروی ہے کہ حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا جائے گا! اور اس پر اجماع ہے! رمل نہیں کرے گی! کیونکہ اس سے ستر میں حرج ہوتا ہے! اسی طرح وہ صفا اور مردہ کے درمیان سعی بھی نہیں کرے گی! اگر رمل کرے تو طواف میں رمل کو اور صفا اور مردہ کے درمیان سعی میں دوڑنے کو ترک کر دیا تو امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ وہ اعادہ کرے گا اور دوسرا قول ہے: اعادہ نہیں کرے گا! اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ پرہیز ہے یا نہیں۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۷۰، دار الفکر، علمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

### حج میں نبی ﷺ کی سنت کا بیان

ایک دفعہ ایک علمی نشست سے دوران میں بلس میں مفتی سید شجاعت علی قادری متونی نے فرمایا: میں نے کہا: وہ رمل کرنے سے روک دیا۔ اعتراض کیا ہے کہ حج تو سارا کا سارا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت باجر رحمہما اللہ کے افعال کا نام ہے! کعبہ کا طواف ہو یا صفا اور مردہ میں سعی ہو یا قربانی ہو! اس میں ہمارے نبی ﷺ کا تو کوئی فعل نہیں ہے! نہ آپ کی سنت ہے؟ میں نے کہا: اس میں ایک چیز ایسی ہے جو صرف نبی ﷺ کی سنت ہے! انہوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: رمل! پھر سب حیران رہ گئے۔

جب کوئی مکہ میں آئے تو پہلے طواف میں حجر اسود کی تعظیم کرے اور تین چکروں میں رمل کرے

۵۶۔ بَابُ اسْتِیْلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حِينَ يَفْقَدُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا



حجر اسود کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ اس کو بوسا دے اگر رش کی وجہ سے اس کو بوسا نہ دے سکے تو اس پر ہاتھ پھیر دے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے اشارہ کر دے۔

۱۶۰۳ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَقْدُمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ. [الطواف الحديث: ۱۶۰۳-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبع بن الفرج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سالم از والد خود نبی ﷺ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کے پہلے چکر میں حجر اسود کی تعظیم کی اور سات چکروں میں سے تین چکر دوڑ دوڑ کر کیے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۶۱، الرقم المسلسل: ۲۹۳، سنن ابوداؤد: ۱۸۹۳، سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۰، سنن نسائی: ۲۹۳۹، سنن کبریٰ: ۳۹۳۸، سنن داری: ۵۷۶۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۳۶۱۸، ج ۸ ص ۲۳۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو آپ نے طواف کے پہلے چکر میں حجر اسود کی تعظیم کی۔

طوافِ قدوم طوافِ زیارت اور طوافِ وداع کا بیا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جو شخص مسجد حرام میں داخل ہوا اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے حجر اسود کو بوسا دے پھر اس کے بعد طوافِ قدوم کرے اور یہ وہ طواف ہے جس کے بعد کوئی بھی سے اور اس سے پہلے تین چکر نہیں کرے طوافِ زیارت بھی اسی طرح ہے البتہ طوافِ وداع میں رمل اور سعی نہیں ہے۔

\* باب مذکور کی یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۶۱۲، ج ۳ ص ۳۸۵ پر مذکور ہے اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

① رمل کی تعریف ② رمل کے احکام ③ تعارض کا جواب۔

حج اور عمرہ میں رمل کا

۵۷ - بَابُ الرَّمْلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

۱۶۰۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: نافع بن اسحاق بن اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حج اور عمرہ کے (طواف میں) تین چکر دوڑ دوڑ کر کیے اور چار چکر (معمول کے مطابق) چل کر کیے۔

نَافِعُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سرج کی متابعت لیٹ نے کی انہوں نے کہا: مجھے کثیر بن فرقہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی ﷺ۔

اس حدیث کی شرح گزشتہ حدیث: ۱۶۰۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۶۰۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَلرُّكْنِ أَمَّا وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ مَا لَنَا وَلِلرَّمْلِ إِنَّمَا كُنَّا رَأَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے خبر دی از والد خود کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود سے فرمایا: سن! اللہ کی قسم! میں ضرور جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ نبی ﷺ نے تجھے بوسا دیا ہے تو میں تجھے بوسا نہ دیتا پھر حضرت عمر نے اس کو بوسا دیا پھر کہا: ہمیں اب رمل کی کیا ضرورت ہے ہم صرف مشرکین کو دکھانے کے لیے رمل کرتے تھے اب اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا ہے پھر کہا: جس کام کو نبی ﷺ نے کیا ہے ہم اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۵۹۷ میں گزر چکی ہے۔

مشرکین کو دکھانے کے لیے رمل کرنے سے مراد ریاکاری نہیں بلکہ اس رمل سے ان کی طاقت دکھانا مراد ہے عبادت کو دکھانا مراد نہیں ہے اور عبادت کو دکھا کر ریاکاری ہوتی ہے۔

۱۶۰۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هَٰذِهِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ؟ قَالَ نَعَمْ كَانَ يَمْشِي لِيَكُونَ أَيْسَرًا لاسْتِلَامِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ میں نے ان دو رکنوں (حجر اسود اور رکن الیمانی) کی تعظیم کبھی ترک نہیں کی سختی میں نہ آسانی میں جب سے میں نے نبی ﷺ کو ان دونوں کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے عبید اللہ نے کہا: میں نے نافع سے پوچھا: کیا حضرت ابن عمر ان دو رکنوں کے درمیان سے چلتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! وہ عام رفتار سے چلتے تھے تاکہ ان کی تعظیم کرنا آسان ہو۔

عرف: حدیث ۱۶۰۶

(صحیح مسلم: ۱۲۶۸، الرقم للسلسل: ۲۹۵۳، سنن نسائی: ۲۹۴۹، مسند ابویعلیٰ: ۵۸۱۱، المستدرک ج ۱ ص ۵۴، مسند احمد ج ۳ ص ۲ طبع قدیم، مسند

احمد: ۴۶۳ ج ۸ ص ۳۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا حدیث مذکور کی عنوان کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں غلط توجیہ کرنا

علامہ بدرالدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ نافع نے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دو رکنوں کے درمیان عام رفتار سے چلتے تھے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ باقی ارکان کے درمیان تیز رفتار سے چلتے تھے اور یہی رمل ہے اور اس باب کا

عنوان بھی حج اور عمرہ کے درمیان رمل کرنا ہے۔ (عمدة القاری ج ۹ ص ۳۶۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الاسماعیلی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے یعنی اس میں رمل کا ذکر نہیں ہے، حافظ عسقلانی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں اتنی مقدار مذکور ہے جس کا باب کے عنوان سے تعلق ہے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۷۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

### مصنف کا علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کی غلطی کو واضح کرنا

میں کہتا ہوں کہ الاسماعیلی کا اعتراض صحیح ہے اس باب کا عنوان رمل ہے اور اس حدیث میں رمل کا ذکر نہیں ہے اور علامہ عینی نے اس کی توجیہ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر درکنوں میں عام رفتار سے چلتے تھے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ وہ باقی ارکان میں تیز رفتار سے چلتے تھے اور یہی رمل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ رمل نہیں ہے رمل یہ ہے کہ طواف کے تین چکروں میں بھاگ بھاگ کر اور کندھے ہلا ہلا کر چلا جائے اور باقی چار چکروں میں عام رفتار سے چلا جائے نہ یہ کہ حجر اسود اور رکن یمانی ان دو درکنوں میں عام رفتار سے چلا جائے اور باقی ارکان یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کے درمیان بھاگ بھاگ کر چلا جائے علامہ عینی اور حافظ عسقلانی علم کے پہاڑوں میں سے دو عظیم پہاڑ ہیں مگر یہ "الان" سے جو کہ "ان" اور "انہ" نے حدیث کا باب کے ساتھ مطابقت ثابت کرنے کی کوشش میں رمل کی تعریف کی طرف توجہ نہیں کی۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطل مالکی قرطبی متوفی ۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اہل مکہ پر رمل ہے یا نہیں؟ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اہل مکہ پر رمل واجب نہیں ہے اور امام

مالک اور امام شافعی کے نزدیک اہل مکہ پر رمل کرنا مستحب ہے۔ (شرح ابن بطل مالک ج ۳ ص ۲۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علامہ ابن بطل کی شرح کا مآل یہ ہے کہ سنت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رمل کیا تھا نہ مکہ وہ اہل مکہ سے تھے اور رمل مدینہ سے آ کر طواف کرنے والوں کے لیے سنت ہے اس بات کا سید ہوا ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے رمل کا ذکر نہیں ہے اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درجات بلند فرمائے انہوں نے اس حدیث کی شرح میں یہ کیسے لکھ دیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رمل کیا تھا۔

\* باب الحور و مدینہ شرح مسلم: ۲۰۱۳-۲۰۱۴ ص ۳۰۰ پر مذکور۔ اس کی شرح میں بھی رمل کی تشریح در اس کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

### نعمۃ الباری کی تیسری جلد کا اختتام

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين قائد المرسلين شفيع المذنبين

وعلى آله واصحابه وازواجه وذرياتہ وامتہ من المفسرين والمحدثين والفقهاء والمجتهدين اجمعين.

آج دس شعبان ۱۴۴۸ھ / ۲۳ اگست ۲۰۰۷ء کو نعمۃ الباری کی تیسری جلد مکمل ہو گئی اب تک مکمل ہونے والی جلدوں میں یہ جلد سب سے کم مدت میں مکمل ہوئی ہے سات مارچ ۲۰۰۷ء کو اس کی ابتداء ہوئی تھی اور آج تیس اگست ۲۰۰۷ء کو یہ مکمل ہو گئی یعنی یہ جلد پانچ ماہ سولہ دن میں مکمل ہو گئی اور یہ صرف اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے ہو سکا ہے۔

اس جلد کا اختتام ”حج اور عمرہ میں رمل“ کے باب پر ہوا ہے اور ان شاء اللہ العزیز ”لائشی سے حجر اسود کی تعظیم“ کے باب سے نعمۃ

الباری کی چوتھی جلد کی ابتداء ہوگی اس جلد میں ۶۶۵ احادیث کی شرح ہوگئی ہے۔

اے مالک ارض و سماء! جس طرح آپ نے یہاں تک صحیح البخاری کی احادیث کی شرح کرا دی ہے باقی احادیث کی شرح بھی مکمل کرا دیں اور اس شرح کو متلاشیان حق کے لیے مشعل راہ بنادیں میری والدین میرے اساتذہ میرے تلامذہ اور میرے احباب خصوصاً مفتی منیب الرحمان مفتی اسماعیل نورانی سید عمیر الحسن برنی صاحب زادہ حبیب الرحمان (بریڈ فورڈ) مولانا عبدالجید (برسٹل) شیخ نجیب الدین (کراچی) شفیق بھائی (کراچی) اور سید محسن اعجاز (لاہور) اور دیگر احباب کی مغفرت فرمائیں! مجھے ان سب کو اور میرے تمام قارئین کو دنیا اور آخرت کی تمام پریشانیوں مصائب اور آلام سے محفوظ رکھیں اور ہم سب کو محض اپنے فضل و کرم اور نبی ﷺ کی شفاعت سے بلا حساب و کتاب جنت الفردوس عطا فرمائیں اور دارین کی نعمتوں سے نوازیں۔

آمین! یا رب العلمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہ

خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا

عقب ایوب منزل کراچی۔ ۳۸

سویاتل: ۰۹: ۲۱۵۶۳-۰۳۰۰

۰۳۲۱-۲۰۲۱۷۴۴





## نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد ثالث کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۷ مارچ ۲۰۰۷ء	۱۰ ابتداء کی گئی				
یکم اپریل ۲۰۰۷ء	۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ	اتوار	۱۱۸	۱۱۸	۱۰۴۰
یکم مئی ۲۰۰۷ء	۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ	جمعرات	۱۳۷	۲۶۵	۱۱۹۲
یکم جون ۲۰۰۷ء	۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ	جمعہ	۱۱۳	۳۷۸	۱۳۰۷
یکم جولائی ۲۰۰۷ء	۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ	اتوار	۱۲۵	۵۰۳	۱۴۰۲
یکم اگست ۲۰۰۷ء	۱۶ رجب ۱۴۲۸ھ	بدھ	۱۲۳	۶۲۶	۱۵۰۰
۲۳ اگست ۲۰۰۷ء	۸ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ	جمعہ	۱۲۱	۷۴۷	۱۶۰۶



Buy Now

AIC  
Trial

BUY NOW!

## ماخذ و مراجع

### کتب الہیہ

- ۱- قرآن مجید
- ۲- تورات
- ۳- انجیل

### کتب احادیث

- ۴- امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت 'متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم 'مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی
- ۵- امام مالک بن انس اصبحی 'متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۰۹ھ
- ۶- امام عبد اللہ بن مبارک 'متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
- ۷- امام ابو یوسف یعقوب بن یزید 'متوفی ۸۳ھ' کتاب الآثار 'مطبوعہ مکتبہ انبیاء' نطہ بل
- ۸- امام محمد بن حسن شیبانی 'متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد 'مطبوعہ دار محمد' خانہ تجارت کتب کراچی
- ۹- امام محمد بن حسن شیبانی 'متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی ۱۴۰۷ھ
- ۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی 'متوفی ۲۰۴ھ' المسند 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۰۰ھ
- ۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود الترمذی 'متوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۵ھ
- ۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد 'متوفی ۲۰۷ھ' کتاب الخازن 'مطبوعہ عالم الکتب' بیروت ۱۴۰۴ھ
- ۱۳- امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی 'متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبد الرزاق 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت ۱۳۹۰ھ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
- ۱۴- امام عبد اللہ بن الزبیر حمیدی 'متوفی ۲۱۹ھ' المسند 'مطبوعہ دار الکتب' بیروت
- ۱۵- امام سعید بن منصور زہری 'متوفی ۲۲۴ھ' مسند سعید بن منصور 'مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
- ۱۶- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ 'متوفی ۲۲۵ھ' المصنف 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی ۱۴۰۶ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۶ھ
- ۱۷- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ 'متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ 'مطبوعہ دار الوطن' بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۱۸- امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ 'متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ 'مطبوعہ مجلس علمی' بیروت ۱۴۲۷ھ
- ۱۹- امام احمد بن حنبل 'متوفی ۲۴۱ھ' المسند 'مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت ۱۳۹۸ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۲۰ھ عالم الکتب بیروت ۱۴۱۹ھ
- ۲۰- امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن داری 'متوفی ۲۵۵ھ' سنن داری 'مطبوعہ دار الکتب العربی' ۱۴۰۷ھ دار المعرفۃ بیروت

۱۳۲۰ھ

۲۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۲ھ دارالرقم، بیروت

۲۲- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۱۲ھ

۲۳- امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار معظی الباز، مکہ مکرمہ، ۱۳۱۷ھ

۲۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۳۱۵ھ، دارالبحیل، بیروت، ۱۳۱۸ھ

۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۳ھ

۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۲۷- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۳۱۳ھ، دارالبحیل، بیروت، ۱۹۹۸ء

۲۸- امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۳۱۵ھ

۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر النملتان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۷ھ

۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، ادوالشانی، مطبوعہ دارالریاض، ۱۳۱۱ھ

۳۱- امام احمد عمرو بن عبد اللہ بن قزاق، متوفی ۲۹۲ھ، البحر المحرر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۲ھ

۳۲- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۱۲ھ

۳۳- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۳۰۸ھ

۳۴- امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، سنن کبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۱ھ

۳۵- امام ابو بکر محمد بن ہارون الرواسی، متوفی ۳۰۷ھ، سنن الرواسی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۷ھ

۳۶- امام احمد بن علی الحنفی، متوفی ۳۰۸ھ، مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۰۴ھ

۳۷- امام عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقى، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۷ھ

۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ کتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ

۳۹- امام ابو حنیفہ، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابی حنیفہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۷ھ

۴۰- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، الاحق، مطبوعہ داربلد، ریاض، ۱۴۰۰ھ

۴۱- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۰۴ھ

۴۲- امام ابو جعفر محمد بن احمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبی، ۱۳۲۶ھ

۴۳- امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقلمی، متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۸ھ

۴۴- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۳۰۷ھ

۴۵- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبۃ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، کتب اسلامی



بیروت ۱۴۰۵ھ

۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، التوفی ۳۶۰ھ، معجم اوسط، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۰۵ھ دارالفکر،

بیروت ۱۴۲۰ھ

۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، التوفی ۳۶۰ھ، معجم کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۴۸- امام عبد اللہ بن عدی الجرجانی، التوفی ۳۶۵ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت،

۱۴۱۲ھ

۴۹- امام ابو حفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین التوفی ۳۸۵ھ، الناخ والمسنوخ من الحدیث، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ،

بیروت ۱۴۱۲ھ

۵۰- امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ، متوفی ۳۹۶ھ، کتاب العظمت، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت۵۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک، مطبوعہ دارالباز، مکہ مکرمہ، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت،

۱۴۱۸ھ، المکتبۃ العصریہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ

۵۲- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی، متوفی ۴۳۰ھ، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ۵۳- امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی، متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة، مطبوعہ دارالنفائس، بیروت۵۴- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، سنن ابو بکر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ۵۵- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، کتاب الاسماء والصفات، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۵۶- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، معرفة السنن والآثار، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت۵۷- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ۵۸- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، تاریخ الادب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ۵۹- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، کتاب فضائل الاوقات، مطبوعہ مکتبۃ المنارة، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ھ۶۰- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۱ھ۶۱- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، الجامع لشعب الایمان، مطبوعہ مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۳ھ۶۲- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، در مختصر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ۶۳- امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، بیان العلم و فہمہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ۶۴- امام ابو شجاع شیرازی بن شہر دار بن شیرازی، التوفی ۵۰۹ھ، الفردوس، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت،

۱۴۰۶ھ

۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنن، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت،

۱۴۰۷ھ

۶۸- امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، جامع السانید، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ

- ۶۹- امام محمد الدین المبارک بن محمد الشیبانی، المعروف بابن الاثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، جامع الاصول، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۸ھ
- ۷۰- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری، المتوفی ۶۵۶ھ، الترغیب والترہیب، مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ، ۱۳۰۷ھ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۳۱۳ھ
- ۷۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، التذکرۃ فی امور الآخرة، مطبوعہ دار البخاری مدینہ منورہ
- ۷۲- امام ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، دار ارقم، بیروت
- ۷۳- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی، متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند، ۱۳۵۷ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۶ھ
- ۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی، المتوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالکتب العربی، بیروت، ۱۳۰۲ھ
- ۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی، المتوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۳۰۳ھ
- ۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر بوسیری، شافعی، متوفی ۸۳۰ھ، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۴۲ھ
- ۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان اردغانی، متوفی ۸۳۵ھ، الجوامع النقی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان
- ۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن ابی مہدی، متوفی ۸۳۸ھ، تلخیص التذکرۃ، مطبوعہ مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ
- ۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، المعجم الکبیر، مطبوعہ مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ
- ۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۹۱ھ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۳۲۰ھ
- ۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جامع الترمذی، مطبوعہ دارالظاہر، بیروت، ۱۳۱۳ھ
- ۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، البدور السافرة، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۶ھ، دار ابن حزم، بیروت، ۱۳۱۳ھ
- ۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جمع الجوامع، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۲۱ھ
- ۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، انسا کتب کتبہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۰۵ھ
- ۸۵- علامہ علی متقی بن محمد بن اسماعیل بن ابی بکر، متوفی ۱۰۱۵ھ، کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت

## کتب تفاسیر

- ۸۶- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۱ھ، جامع البیان، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۰۹ھ، دار الفکر، بیروت
- ۸۷- امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی، متوفی ۳۲۷ھ، تفسیر القرآن العزیز، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۳۱۷ھ
- ۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی، متوفی ۳۳۳ھ، تاویلات اہل السنۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۲۶ھ
- ۸۹- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری، متوفی ۴۶۸ھ، الوسیط، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۵ھ

- ۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، 'تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۱۵ھ
- ۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، 'الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۱۵ھ
- ۹۲- قاضی ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، 'انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، مصر
- ۹۳- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، 'مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ، پشاور
- ۹۴- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، 'روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر، بیروت، ۱۳۱۷ھ
- ۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۳ھ، 'بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی، لاہور
- ۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ، 'شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ، 'حاشیہ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمٹید، لاہور

## کتاب شروح حدیث

- ۹۷- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطل مالکی اندلسی، متوفی ۴۴۹ھ، 'شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض، ۱۳۲۰ھ
- ۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، 'الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۳ھ
- ۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، 'تمہید' مطبوعہ مکتبہ دار الفکر، لاہور، ۱۳۱۲ھ، 'دار الکتب العلمیہ' بیروت، ۱۳۱۹ھ
- ۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، 'اکمال' مطبوعہ مکتبہ دار الفکر، لاہور، ۱۳۱۹ھ، 'دار الکتب العلمیہ' بیروت، ۱۳۱۹ھ
- ۱۰۱- علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، 'کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۴۳ھ
- ۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منہاجی، متوفی ۶۵۶ھ، 'مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
- ۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن الششتی، متوفی ۶۶۱ھ، 'تبیین المسیر فی شرح منہاج السنہ' مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۳۲۲ھ
- ۱۰۴- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، 'المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۳۱۷ھ
- ۱۰۵- ابوالحسن بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، 'شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۱۰۶- ابوالحسن بن شرف الدین سید بن محمد عیسیٰ، متوفی ۶۸۳ھ، 'تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الفکر، لاہور، ۱۳۱۳ھ
- ۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۶۹۵ھ، 'فتح الباری' دار ابن کثیر، ریاض، ۱۳۱۷ھ
- ۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، 'اکمال الکمال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۵ھ
- ۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، 'فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، دار الفکر، بیروت، ۱۳۲۰ھ
- ۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، 'نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر، بیروت
- ۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، 'عمدة القاری' مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ، دار الکتب

العلمیہ ۱۳۲۱ھ

- ۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۳۲۰ھ
- ۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۵ھ
- ۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر ۱۳۰۶ھ
- ۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوضیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۰ھ
- ۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباچ علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۳۱۲ھ
- ۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحواکک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۸ھ
- ۱۱۸- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۵ھ
- ۱۱۹- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدر مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۳۱۸ھ

- ۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الثمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- ۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- ۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح سنن ابی داؤد مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۰۵ھ
- ۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۰ھ
- ۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار السریة مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۰۵ھ
- ۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی
- ۱۲۶- شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۵۲ھ اشعة اللمعات مطبوعہ مطبعہ تج کمار کسہو
- ۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۰۵ھ شرح تفسیر القرآن مطبوعہ مطبعہ طبعی الباری اولادہ مصر ۱۳۵۰ھ
- ۱۲۸- شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۱۵ھ تفسیر الاحوذی مطبوعہ شرانہ ملتان دارالاحیاء التراث العربی بیروت

۱۳۱۹ھ

- ۱۲۹- شیخ انور کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الاری مطبوعہ مطبعہ دارالاحیاء التراث العربی مصر ۱۳۷۵ھ
- ۱۳۰- شیخ شبیر عثمانی متوفی ۱۳۶۰ھ فیض الاری مطبوعہ مطبعہ دارالاحیاء التراث العربی کراچی
- ۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی او بزم المسالک الی موطا مالک مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۲۰ھ
- ۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبہ الحراء
- ۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

## کتاب اسماء الرجال

- ۱۳۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاريخ الکبیر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۳۲۲ھ
- ۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منہج الامام النسائی فی الجرح والتعديل دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۲۳ھ



- ۱۳۶- امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
- ۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی، متوفی ۷۴۲ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
- ۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ
- ۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، الکاشف، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ
- ۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تقریب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
- ۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
- ۱۴۴- علامہ محمد بن طولون، متوفی ۹۵۳ھ، الشذرة فی الاحادیث المشہرة، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
- ۱۴۵- علامہ محمد طاہر ثنی، متوفی ۹۸۶ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ
- ۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، المتوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتہائی، دہلی
- ۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی ۱۱۶۳ھ، کشف الخفاء و مزیل الالباس، مطبوعہ مکتبۃ الخزان، دمشق

## کتاب لغت

- ۱۴۸- امام اللغة خلیل احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ، کتاب العین، مطبوعہ انتشارات اسوۃ ایران، ۱۴۱۴ھ
- ۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوهری، متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح، مطبوعہ دارالعلم، بیروت، ۱۴۰۴ھ
- ۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، مطبوعہ مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ
- ۱۵۱- علامہ محمود بن عمر مخشری، متوفی ۵۸۳ھ، الفائق، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
- ۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
- ۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد الغفار رازی، متوفی ۶۶۰ھ، مختار الصحاح، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ
- ۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران
- ۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت
- ۱۵۷- علامہ محمد طاہر ثنی، متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مکتبۃ دارالایمان، المدینہ المنورہ، ۱۴۱۵ھ
- ۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، مصر
- ۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوی، متوفی ۱۸۶۷ھ، المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الغاثولیکہ، بیروت، ۱۹۲۷ء
- ۱۶۰- ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری، قائد اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور
- ۱۶۱- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری، دستور العلماء، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ



## کتاب تاریخ، سیرت و فضائل

- ۱۶۲- امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۱۶۳- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری، متوفی ۴۰۶ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ ۱۴۲۴ھ
- ۱۶۴- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم، بیروت
- ۱۶۵- حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان، دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
- ۱۶۷- علامہ عبد الرحمن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، الوفاء، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد
- ۱۶۸- علامہ ابوالحسن علی بن ابی اکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۶۹- علامہ ابوالحسن علی بن ابی اکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاريخ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی، ایران
- ۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۷ھ
- ۱۷۲- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزی، المتوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۹ھ
- ۱۷۳- علامہ تاج الدین ابونصر عبد الوہاب سبکی، متوفی ۷۷۱ھ، طبقات الشافعیہ الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
- ۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
- ۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمودی، متوفی ۹۱۱ھ، وقاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۱ھ
- ۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۶ھ
- ۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی، متوفی ۹۴۲ھ، سبل الھدی والرشاد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
- ۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
- ۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
- ۱۸۱- علامہ محمد عبد الباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۴ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۹۳ھ

## کتاب فقہ حنفی

- ۱۸۲- شمس الامام محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ



- ۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورة الاسلامیہ افغانستان، ۱۳۰۵ھ  
 ۱۸۴- علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۳۰۰ھ، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۱۸ھ

- ۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ  
 ۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۲۶ھ  
 ۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان  
 ۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری، متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۳۲۳ھ

- ۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی، متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید کمپنی، کراچی، ۱۳۲۱ھ  
 ۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابر، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۵ھ  
 ۱۹۱- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۳۱۱ھ  
 ۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۵ھ  
 ۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۱۲ھ  
 ۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ  
 ۱۹۵- ملا بن سلطان محمد القاری التوفی ۱۰۱۴ھ، فتح باب العنایہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۲۶ھ  
 ۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت  
 ۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ  
 ۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحاوی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۸ھ  
 ۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منہج الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ  
 ۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دارالاشاعہ العربی، کوئٹہ  
 ۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ  
 ۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۰۷ھ، ۱۳۱۹ھ

## کتاب فقہ شافعی

- ۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۳۰۳ھ  
 ۲۰۴- علامہ ابوالحسن علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۳۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۳۱۴ھ  
 ۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی، متوفی ۳۵۵ھ، المہذب، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۳۹۳ھ  
 ۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۲۳ھ

## کتاب فقہ مالکی

- ۲۰۷- امام بخون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت
- ۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر، بیروت
- ۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد درریر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت
- ۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی، متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

### کتاب فقہ حنبلی

- ۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، المغنی، مطبوعہ دار الحدیث، قاہرہ ۱۴۲۵ھ
- ۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ، متوفی ۶۲۰ھ، الکافی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۴ھ
- ۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ، مجموعۃ الفتاویٰ، مطبوعہ ریاض، مطبوعہ دار الجلیل، بیروت ۱۴۱۸ھ
- ۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی، متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب، بیروت
- ۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی، متوفی ۹۶۰ھ، کشاف القناع، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ



Trial

Buy Now!